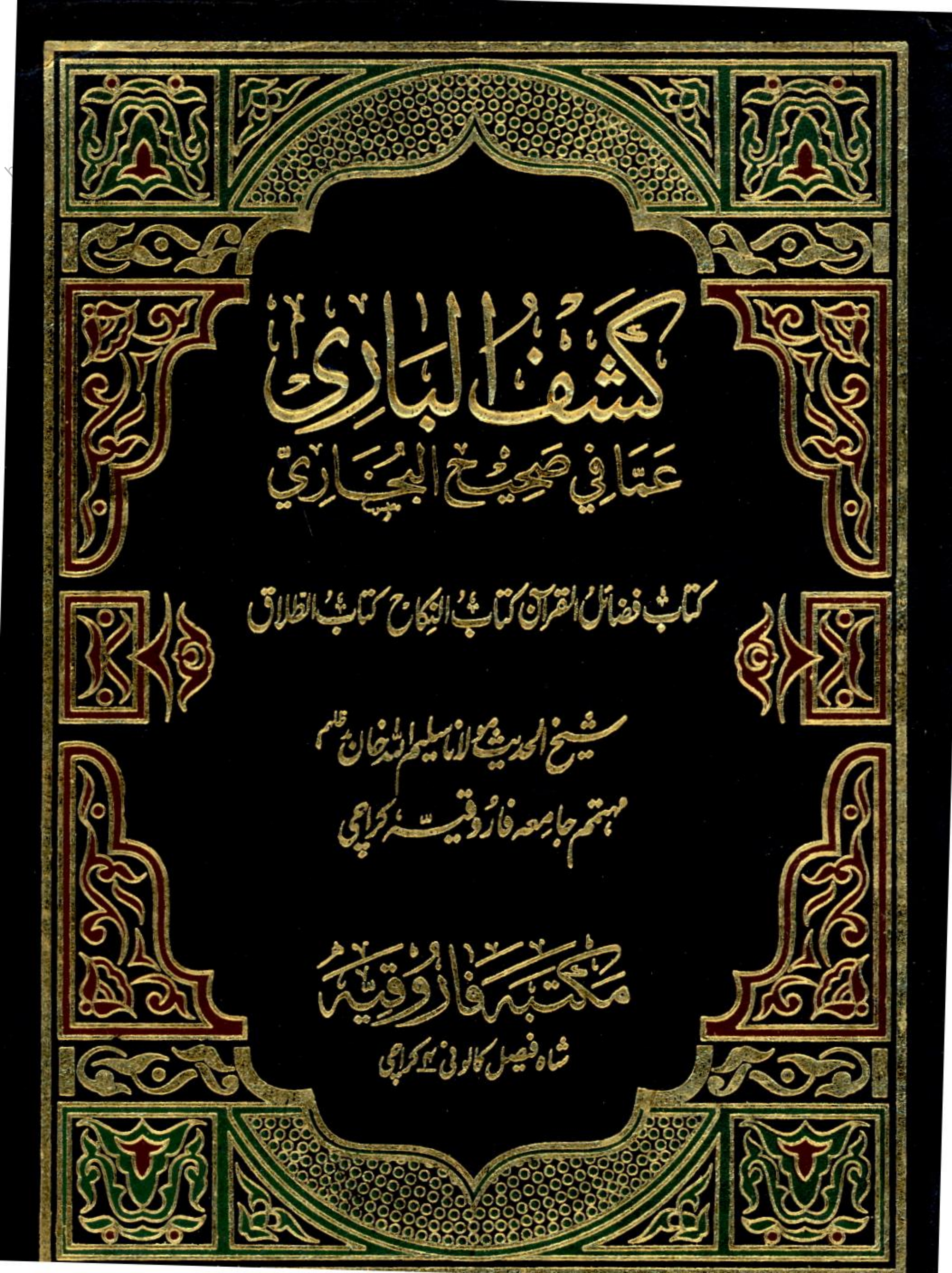

کشف الباری
عما في صحیح البخاري
کتاب فضائل القرآن کتاب النکاح کتاب الطلاق
شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان ظلہم
مہتمم جامعہ فاروقیہ کراچی
مکتبہ فاروقیہ
شاہ فیصل کالونی ۴ کراچی

# تاثرات

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

شیخ الحدیث، جامعہ دارالعلوم، کراچی

''کشف الباری عمافی صحیح البخاری'' اردو زبان میں صحیح بخاری شریف کی عظیم الشان اردو شرح ہے جو شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہم کی نصف صدی کے تدریسی افادات اور مطالعہ کا نچوڑ وثمرہ ہے، یہ شرح ابھی تدوین کے مرحلے میں ہے۔ ''کشف الباری'' عوام وخواص، علما وطلبہ ہر طبقے میں الحمدللہ یکساں مقبول ہو رہی ہے، ملک کی ممتاز دینی درس گاہ دارالعلوم کراچی کے شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم اور جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزئی مدظلہم نے ''کشف الباری'' سے والہانہ انداز میں اپنے استفادے کا ذکر کرتے ہوئے کتاب کے متعلق اپنے تاثرات قلمبند فرمائے ہیں، ذیل میں ان دونوں علماء کے یہ تاثرات شائع کیے جا رہے ہیں۔

## کشف الباری

## صحیح بخاری کی اردو میں ایک عظیم الشان شرح

احقر کو بفضلہ تعالیٰ اپنے استاذ معظم شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب (أطال اللّٰہ بقاء ہ بالعافیة) سے تلمذ کا شرف پچھلے 43 سال سے حاصل ہے، ان میں سے ابتدائی تین سال تو باقاعدہ اور باضابطہ تلمذ کا موقع ملا، جس میں احقر نے درس نظامی کی متعدد اہم ترین کتابیں حضرت سے پڑھیں، جن میں ہدایہ آخرین، میبذی اور دورۂ حدیث کے سال جامع ترمذی شامل ہیں، پھر اس کے بعد بھی الحمدللہ استفادہ کا سلسلہ کسی نہ کسی جہت سے قائم رہا۔ حضرت کا دلنشین اندازِ تدریس ہم سب ساتھیوں کے درمیان یکساں طور پر مقبول اور محبوب تھا اور اس کی خصوصیت یہ تھی کہ مشکل سے مشکل مباحث حضرت کی سلجھی ہوئی تقریر کے ذریعے پانی ہو جاتے تھے، خاص طور سے جامع ترمذی کے درس میں یہ بات نمایاں طور پر نظر آئی کہ شروحِ حدیث کے وہ مباحث جو مختلف کتابوں میں غیر مرتب انداز میں پھیلے ہوئے ہوتے، وہ حضرت کے درس میں نہایت انضباط کے ساتھ اس طرح مرتب ہو جاتے کہ ان کا سمجھنا اور یاد رکھنا ہم جیسے طالب علموں کے لیے نہایت آسان ہوتا اور اس طرح حضرت نے ایک کتاب اور اس کے موضوعات ہی نہیں پڑھائے، بلکہ اس بات کی تعلیم بھی دی کہ بکھرے ہوئے مباحث کو کس طرح سمیٹا جائے اور انہیں فہم سے قریب کرنے کے لیے کیا انداز اختیار کیا جائے۔ حضرت کے اس اندازِ تدریس کا یہ احسان میرے علاوہ ان تمام طلبہ کے لیے ناقابل فراموش ہے جنہیں حضرت سے پڑھنے کے بعد کسی علمی خدمت کا موقع ملا۔

حضرت نے اپنے علمی مقام اور اپنے وسیع افادات کو ہمیشہ اپنی اس متواضع، سادہ اور بے تکلف زندگی کے پردے میں چھپائے رکھا جس کا مشاہدہ ہر شخص آج بھی ان سے ملاقات کر کے کر سکتا ہے۔

لیکن پچھلے دنوں حضرت کے بعض تلامذہ نے آپ کی تقریر بخاری کو ٹیپ ریکارڈر کی مدد سے مرتب کر کے شائع کرنے کا ارادہ کیا اور اب بفضلہ تعالیٰ ''کشف الباری'' کے نام سے منظر عام پر آ چکی ہیں۔

جب پہلی بار ''کشف الباری'' کا ایک نسخہ میرے سامنے آیا تو حضرت سے پڑھنے کے زمانے کی جو خوشگوار یادیں ذہن پر مرتسم تھیں، انہوں نے طبعی طور پر کتاب کی طرف اشتیاق پیدا کیا۔ لیکن آج کل مجھ ناکارہ کو گوناگوں مصروفیات اور اسفار کے جس غیر متناہی سلسلے نے جکڑا ہوا ہے اس میں مجھے اپنے آپ سے یہ امید نہ تھی کہ میں ان ضخیم جلدوں سے پورا پورا استفادہ کر سکوں گا، یوں بھی اردو زبان میں اکابر سے لے کر اصاغر تک بہت سے حضرات اساتذہ کی تقاریر بخاری معروف و متداول ہیں اور ان سب کو بیک وقت مطالعے میں رکھنا مشکل ہوتا ہے۔

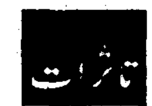
لیکن جب میں نے ''کشف الباری'' کی پہلی جلد سرسری مطالعے کی نیت سے اٹھائی تو اس نے مجھے خود مستقل طور پر اپنا قاری بنا لیا۔ اپنے درس بخاری کے دوران جب میں ''فتح الباری، عمدۃ القاری، شرح ابن بطال، فیض الباری، لامع الدراری اور فضل الباری کا مطالعہ کرنے کے بعد ''کشف الباری'' کا مطالعہ کرتا تو ظاہر ہوتا کہ اس کتاب میں مذکورہ تمام کتابوں کے اہم مباحث دلنشین تفہیم کے ساتھ اس طرح یک جا ہو گئے ہیں جیسے ان کتابوں کا لب لباب اس میں سمٹ آیا ہو۔ اور ان کے علاوہ بھی بہت سے مسائل اور مباحث اس پر مستزاد ہیں۔ اس طرح مجھے بفضلہ تعالیٰ ''کشف الباری'' کی ابتدائی دو جلدوں کا تقریباً بالاستیعاب مطالعہ کرنے کا شرف حاصل ہوا اور کتاب المغازی والی جلد کے بیشتر حصے سے استفادہ نصیب ہوا اور اگر میں یہ کہوں تو شاید یہ مبالغہ نہیں ہوگا کہ اس وقت صحیح بخاری کی جتنی تقاریر اردو میں دستیاب ہیں ان میں یہ تقریر اپنی نافعیت اور جامعیت کے لحاظ سے سب پر فائق ہے۔ اور یہ صرف طلبہ ہی کے لیے نہیں، بلکہ صحیح بخاری کے اساتذہ کے لیے بھی نہایت مفید ہے۔ مباحث کے انتخاب، تطویل اور اختصار میں ہر پڑھانے والے کا مذاق جدا ہو سکتا ہے۔ لیکن اس میں صحیح بخاری کے طالب علم اور استاذ کے لیے تقریباً تمام ضروری مسائل کا احاطہ کر لیا گیا ہے۔ پہلی دو جلدیں تقریباً 14 سو صفحات پر مشتمل ہیں۔ اور ان میں صرف کتاب الایمان مکمل ہوئی ہے۔ جب کہ شروع میں علم حدیث اور صحیح بخاری کے بارے میں نہایت مفید مقدمہ بھی شامل ہے دوسری دو جلدیں کتاب المغازی اور کتاب التفسیر پر مشتمل ہیں۔ اور ان کی ضخامت بھی قریب قریب اتنی ہی ہے۔

اس تقریر کی ترتیب اور تدوین میں مولانا نور البشر اور مولانا ابن الحسن عباسی صاحبان (فاضلین دار العلوم کراچی) نے اپنی صلاحیت اور قابلیت کا بہترین مظاہرہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں کو جزائے خیر عطا فرمائیں، وفقهما الله تعالى لأمثال أمثاله، دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس خدمت کو قبول فرمائیں اور تقریر کے باقی ماندہ حصے بھی اسی معیار کے ساتھ مرتب ہو کر شائع ہوں۔ انشاء اللہ یہ کتاب اپنی تکمیل کے بعد اردو میں صحیح بخاری کی جامع ترین شرح ثابت ہوگی۔

اللہ تعالیٰ حضرت صاحب تقریر کا سایۂ عاطفت ہمارے سروں پر تادیر بعافیت تامہ قائم رکھیں، ہمیں اور پوری امت کو ان کے فیوض سے مستفید ہونے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ آمین۔

احقر اس لائق نہیں تھا کہ حضرت والا کی تقریر کے بارے میں کچھ لکھتا، لیکن تعمیل حکم میں یہ چند بے ربط اور بے ساختہ تاثرات قلمبند ہو گئے۔ حضرت صاحب تقریر اور اس عظیم الشان کتاب کا مرتبہ یقیناً اس سے کہیں زیادہ بلند ہے۔

☆☆☆☆




حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزی صاحب

شیخ الحدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ، بنوری ٹاؤن کراچی

## حدیثِ رسول قرآن کریم کی شرح ہے

﴿لقد من اللّٰہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم یتلو علیھم آیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ﴾۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کی ذمہ داری قرآن کریم کی آیات صرف پڑھ کر سنانا نہیں تھا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ کتاب اللہ کے احکام کی تعلیم، قولی اور عملی طریقے سے دینا بھی آپ کے فرائض میں داخل تھا اور یہ ان مقاصد میں سے تھا جس کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو مبعوث فرمایا تھا کیونکہ علمائے امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حکمت سے مراد قرآن کریم کے علاوہ شریعت کے وہ احکام ہیں جن پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے وحی خفی کے ذریعہ آپ کو اطلاع دی تھی، چنانچہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "الرسالۃ" میں لکھا ہے۔

"سمعت من أرضى من أهل العلم بالقرآن يقول: الحكمة سنة رسول الله ﷺ" (ص:۲۴)

''میں نے قرآن کے ان اہل علم کو جن کو میں پسند کرتا ہوں یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ حکمت سے مراد نبی اکرم ﷺ کی سنت ہے''۔

امام شاطبی نے اپنی کتاب ''الموافقات'' (ج۴ص:۱۰) پر لکھا ہے "فكانت السنة بمنزلة التفسير والشرح لمعاني أحكام الكتاب" ''یعنی سنت کتاب اللہ کے احکام کے لئے شرح کا درجہ رکھتی ہے''۔

اور امام محمد بن جریر طبری سورۂ بقرہ کی آیت "ربنا وابعث فيهم رسولا ......" کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں:

"الصواب من القول عندنا فی الحکمة أن العلم بأحکام الله التی لا یدرك علمها إلا ببیان الرسول صلی الله علیه وسلم، والمعرفة بها ومادل علیه فی نظائره، وهو عندی مأخوذ من الحکم الذی بمعنی الفصل بین الباطل والحق۔

''ہمارے نزدیک صحیح تر بات یہ ہے کہ حکمت اللہ تعالیٰ کے احکام کے علم کا نام ہے جو صرف نبی کریم ﷺ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے......''

اسی لئے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ "ألا إنی أوتیت القرآن ومثله معه" ''یعنی مجھے قرآن کریم دیا گیا ہے اور اس کے مثل مزید، جس سے مراد قرآن کریم کی شرح یعنی نبی اکرم ﷺ کی قولی وفعلی احادیث مبارکہ ہی ہیں اور اسی لئے اللہ تبارک تعالیٰ نے ازواج مطہرات کو قرآن حکیم میں خطاب کر کے دین کے اس حصے کی حفاظت کا حکم فرمایا تھا...... ﴿ واذکرن مایتلی فی بیوتکن من آیات اللّٰہ والحکمۃ......﴾ کہ تمہارے گھروں میں اللہ تعالیٰ کی جو آیتیں اور حکمت کی جو باتیں سنائی جاتی ہیں ان کو یاد رکھو۔

علمائے امت کے ہاں اس پر اجماع ہے کہ قرآن کریم کے مجملات ومشکلات کی تفسیر وتشریح اور اعمال دینیہ کی عملی صورت نبی کریم ﷺ کے اقوال واعمال اور آپ کے احوال جانے بغیر نہیں ہوسکتی، کیونکہ آپ مرادِ الٰہی کے بیان وتفسیر کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر تھے، چنانچہ ارشاد ہے: "أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ" (سورۃ النحل) ''آپ پر ہم نے یہ ذکر یعنی یادداشت نازل کی تاکہ جو کچھ ان کی طرف اتارا گیا ہے، آپ اس کو کھول کر لوگوں سے بیان کردیں''۔ چنانچہ قرآن کریم میں جتنے احکام نازل فرمائے گئے تھے، مثلاً وضو، نماز، روزہ، حج، درود، دعا، جہاد، ذکر الٰہی، نکاح، طلاق، خرید وفروخت، اخلاق ومعاشرت ...... یہ سب احکام قرآن کریم میں مجملاً تھے، ان

احکام کی تفسیر وتشریح نبی اکرم ﷺ نے فرمائی، اس بناء پر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے۔ "ومن یطع الرسول فقداطاع اللہ ......"

اس تفصیل سے یہ معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کی احادیث قرآن کریم سے الگ عجمی دین نہیں پیش کرتی ہیں اور نہ ہی یہ عجمی سازش ہے، بلکہ یہ قرآن کریم کے اجمال کی تفصیل ہے اور دینِ اسلام کا حصہ ہے۔

## حفاظتِ حدیث، امت مسلمہ کی خصوصیت

اسی اہمیت وخصوصیت کی بناء پر اس کی حفاظت وتدوین اور تشریح کے لئے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں اور کروڑوں انسانوں کی کوششیں صرف ہوئی ہیں، حافظ ابن حزم ظاہریؒ نے اپنی کتاب "الفصل" میں لکھا ہے کہ پچھلی امتوں میں کسی کو بھی یہ توفیق نہیں ملی کہ اپنے رسول کے کلمات کو صحیح اور ثبوت کے ساتھ محفوظ کر سکے، یہ صرف اس امت کی خصوصیت ہے کہ اس کو اپنے رسول کے ایک ایک کلمے کی صحت اور اتصال کے ساتھ جمع کرنے کی توفیق ملی، مسلمانوں کے اس عظیم کارنامے کا اعتراف غیر مسلموں کو بھی ہے۔

"خطبات مدراس" میں مولانا سید سلیمان ندوی نے ڈاکٹر اسپنگر کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ مسلمانوں نے علم حدیث کی حفاظت کے لئے اسمائے رجال کا فن ایجاد کیا، جس کی بدولت آج پانچ لاکھ سے زیادہ انسانوں کے حالات محفوظ ہو گئے، یہ وہ لوگ ہیں جن کا نبی اکرم ﷺ کی احادیث سے جمع ونقل کا تعلق ہے، اس کے علاوہ علمِ حدیث کے سوفنون ہیں جن کی تفصیل مصطلح الحدیث کی کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہے۔

## تدوینِ حدیث کی ابتداء

حدیث کی جمع وترتیب اور تدوین کی تفصیل ان کتب میں دیکھی جائے جو منکرینِ حدیث اور مستشرقینِ یورپ کے جواب میں علمائے امت نے لکھی ہیں، یہاں اس کا موقع نہیں البتہ مختصراً اتنی بات سمجھ لینی چاہئے کہ احادیث مبارکہ کے لکھنے کا سلسلہ نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں بھی تھا اور بعض صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ کی اجازت سے آپ ﷺ کی احادیث کو محفوظ وقلمبند کیا، اس کے بعد پھر تابعین اور تبع تابعین کے دور میں احادیث کی ترتیب وتدوین کے کام میں مزید ترقی ہوئی اور پہلی صدی ہجری کے اختتام اور دوسری صدی ہجری کے ابتدائی حصے میں خلیفۂ راشد وعادل حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانۂ خلافت میں سرکاری طور پر اس کے لئے اہتمام شروع ہوا اور پھر ان کے انتقال کے بعد اگرچہ اس کام کا سرکاری اہتمام تو باقی نہیں رہا لیکن علمائے امت نے اس کا بیڑا سنبھالا اور الحمدللہ آج احادیث مرتب اور منقح صورت میں جو ہمارے سامنے موجود ہیں، یہ محدثین، فقہاء اور علمائے امت کا وہ عظیم الشان کارنامہ ہے کہ واقعۃً تاریخ عالم اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

## صحیح بخاری شریف کا مقام

اس سلسلۂ ترتیب وتدوین کی ایک زریں کڑی امام محمد بن اسمٰعیل البخاری کی کتاب "الجامع الصحیح المسند من حدیث رسول ﷺ وسننہ وایامہ" ہے، اس کتاب میں امام بخاریؒ نے وہ آٹھ اقسام جمع کر دیے ہیں جو کسی کتاب کے جامع ہونے کے لئے ضروری ہیں امام بخاری نے نہ معلوم کس قدر عظیم اخلاص کے ساتھ یہ کتاب لکھی تھی جس کی بناء پر اللہ تبارک تعالیٰ نے اسے وہ عظیم مقبولیت عطا فرمائی کہ مخلوق کی کتابوں میں جس کی نظیر پیش نہیں کی جاسکتی، چنانچہ حافظ ابن صلاح فرماتے ہیں کہ "اللہ کی کتاب کے بعد صحیح بخاری اور صحیح مسلم سب سے صحیح ترین کتابیں ہیں اور "إن کتاب البخاری أصح الکتابین صحیحا، وأکثرهما فوائد" اور امام نسائی فرماتے ہیں " أجود هذه الکتب کتاب [illegible] اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنی کتاب " حجة الله البالغة" (ص: ۲۹۷) میں ارشاد فرماتے ہیں: "جو شخص اس کتاب کی عظمت کا

قائل نہ ہو، وہ مبتدع ہے اور مسلمانوں کی راہ سے ہٹا ہوا ہے" پھر قسم اٹھا کر فرماتے ہیں: "اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کتاب کو جو شہرت عطا فرمائی، اس سے زیادہ کا تصور نہیں کیا جا سکتا"۔

اس کتاب میں جو خصوصیات اور امتیازات ہیں ان کی تفصیل کو زیر نظر کتاب کے مقدمہ میں دیکھا جائے۔

## شروح بخاری

ان ہی خصوصیات وامتیازات اور اہمیت ومقبولیت کی بناء پر صحیح بخاری کی تدوین وتصنیف کے بعد ہر دور کے علماء نے اس پر شروح وحواشی لکھے ہیں، شیخ الحدیث حضرت اقدس حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی نور اللہ مرقدہ نے "لامع الدراری" کے مقدمہ میں ایک سو سے زیادہ شروح وحواشی کا ذکر کیا ہے۔ ابھی ابھی "ابن بطال" کی شرح بخاری چھپی ہے اس کے مقدمہ میں کتاب کے محقق ابوتمیم یاسر بن ابراہیم فرماتے ہیں:

"فأضحى هذا الكتاب أصح كتاب بعد القرآن، واحتل من بين الكتب الصدارة والاهتمام، فقضى العلماء أمامه الليالي والأيام، فمنهم الشارح لما في ألفاظ متونه من المعاني والأحكام، ومنهم الشارح لمناسبات تراجم أبوابه، ومنهم المترجم لرجال اسانيده، ومنهم الباحث في شرط البخاري فيه، ومنهم المستدرك عليه أشياء لم يخرجها، ومنهم المتتبع أشياء انتقدها عليه، إلى غير ذلك من أنواع العلوم المتعلقة بالجامع الصحيح (ص:۷ ج۱)"

یعنی ان کتب حدیث میں جب صحیح بخاری نے صدارت کا مقام حاصل کیا تو علماء امت نے اپنی زندگیاں اور دن رات اس کتاب کی خدمت میں صرف کردیے۔ بعض لوگوں نے اس کتاب کے متون حدیث میں جو معانی واحکام ہیں ان پر کتابیں لکھیں، بعض علماء نے ابواب بخاری کی مناسبت یا اس کی اسانید کے رجال کے حالات پر اور بعض نے بخاری کی شرائط پر اور بعض نے کتاب پر استدراک وانتقاد کے سلسلے میں کتابیں لکھیں۔

پھر فرماتے ہیں کہ صحیح بخاری کی سب سے پہلی شرح حافظ ابوسلیمان الخطابی المتوفی ۳۸۶ھ کی "أعلام الحدیث" ہے، اس شرح میں صرف غریب الفاظ کی تشریح ہے۔

اس کے بعد پھر حافظ داؤدی المتوفی ۴۰۲ھ کی شرح ہے، ابن التین نے اپنی شرح بخاری میں اس کی عبارتیں نقل کی ہیں، ان کے بعد پھر علامہ "مہلب بن احمد بن ابی صفرہ" المتوفی ۴۳۵ھ کی شرح ہے، اسی شرح کی تلخیص شارح کے شاگرد "ابوعبداللہ محمد بن خلف بن المرابط الاندلسی المصری المتوفی ۴۸۵ھ نے کی ہے، ان کے بعد پھر ابوالحسن علی بن خلف بن بطال القرطبی المتوفی ۴۴۹ھ کی شرح ہے، یہ مہلب کے شاگرد تھے اور انھوں نے ان کی شرح سے استفادہ کیا ہے، ابن بطال کی شرح سے پہلے صرف "خطابی" کی شرح مطبوع ہے، اور اب "ابن بطال" کی شرح چھوٹے سائز کی دس جلدوں میں چھپ چکی ہے، امام نووی المتوفی ۶۷۶ھ نے بھی صرف کتاب الایمان کی شرح لکھی، اسی طرح امام شمس الدین محمد بن یوسف بن علی الکرمانی المتوفی ۷۸۶ھ کی شرح "الکواکب الدراری" شیخ جمال الدین الشافعی المتوفی ۶۷۲ھ کی "شواهد التوضيح والتصحيح لمشكلات الجامع الصحيح" حافظ ابن حجر العسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ کی "فتح الباری" امام بدرالدین عینی المتوفی ۸۵۵ھ کی "عمدۃ القاری" علامہ جلال الدین السیوطی المتوفی ۹۱۱ھ کی "التوشیح" امام قسطلانی کی "ارشاد الساری" علامہ نورالحق بن مولانا الشیخ عبدالحق محدث دھلوی المتوفی ۱۰۷۳ھ کی "تیسیر القاری" شیخ الاسلام بن محب اللہ البخاری کی شرح جو تیسیر القاری کے حاشیہ پر ہے، حافظ دراز پشاوری کا حاشیہ بھی "تیسیر القاری" کے حاشیہ پر چھپا ہے، علامہ ابوالحسن نورالدین محمد بن عبدالھادی سندھی کا حاشیہ یہ تمام صحیح بخاری کے مشہور اور مطبوع شروح وحواشی ہیں۔

# ہندوستان میں علم حدیث کی خدمات کا مختصر جائزہ

ہندوستان میں جب علم حدیث کا سلسلہ شروع ہوا تو اس کے بعد حدیث کی خدمت کے سلسلے میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اوران کے گھرانے کی گراں قدر خدمات ہیں، حضرت شیخ نے خود مشکوۃ المصابیح پر عربی اور فارسی میں شروح لکھیں اوران کے صاحبزادے نے صحیح بخاری پر شرح لکھی پھران کے بعد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اوران کے خاندان کی خدمات بھی آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔

صحیح بخاری کے ابواب وتراجم پر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کا رسالہ صحیح بخاری کی ابتدا میں مطبوع اور متداول ہے پھران کے بعد حدیث کی تدریس وتشریح کے سلسلے میں علماء دیوبند کا دور آتا ہے جن میں نمایاں خدمت حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری کا حاشیہ بخاری ہے، جس کی تکمیل حضرت قاسم العلوم والخیرات حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے کی، نیز حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری نے صحاح کی اکثر کتب پر حواشی لکھے اوراحادیث کی کتب اہتمام صحت کے ساتھ چھپوائیں۔

پھر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نوراللہ مرقدہ کی خدمات تدریس حدیث اوران کے لائق تلامذہ کی وہ تقاریر بھی خدمت حدیث کی سنہری کڑیاں ہیں جن میں صحیح بخاری پر ''لامع الدراری'' اور سنن ترمذی پر ''الکوکب الدری'' جو حضرت شیخ الحدیثؒ کے قیمتی حواشی کے ساتھ چھپ چکی ہیں، سنن ابن ماجہ پر حضرت شیخ الہند کے استاذ ملا محمودؒ کا حاشیہ اور سنن ابی داؤد پر حضرت شیخ الہند اور حضرت مولانا فخر الحسن گنگوہی کے حواشی، سنن ترمذی اور سنن النسائی پر حضرت مولانا اشفاق الرحمان کاندھلویؒ کے حواشی اور ابوداؤد پر حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری کی بے مثال شرح ''بذل المجہود'' سنن ترمذی اور سنن ابی داؤد پر حضرت شیخ الہند کی تقاریر، صحیح بخاری اور سنن ابی داؤد پر حضرت امام العصر علامہ انور شاہ کاشمیری کی تقاریر، سنن ترمذی پر علامہ انور شاہ کشمیری اور شیخ الاسلام حضرت مدنی کی تقاریر، صحیح مسلم پر حضرت شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی لاجواب شرح، اسی طرح سنن ترمذی پر حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کے مختصر نکات، صحیح بخاری پر حضرت عثمانی کی تقریر اور حضرت شیخ الحدیث کی تقریر اور '' الابواب والتراجم'' موطا امام مالکؒ پر ان کی شرح ''اوجز المسالک'' موجودہ زمانے میں حضرت مولانا محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم کی ''تکملۃ فتح الملہم'' اور درس ترمذی، حضرت مولانا فخر الدینؒ کی '' ایضاح البخاری'' اور'' الابواب والتراجم'' پر ان کی کتاب، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کی ''التعلیق الصبیح'' اور صحیح بخاری پر '' الابواب والتراجم'' مولانا عبدالجبار اعظمی کی ''امداد الباری'' شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین غور غشتوی کا ''حاشیہ مشکوۃ'' حضرت مولانا عبدالحق (اکوڑہ خٹک) کی تقریر ترمذی، حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب کی ترمذی پر شرح، مولانا نذیر احمد صاحب فیصل آبادی کی مشکوۃ پر تقریر، حضرت مولانا عبدالرحمان کاملپوری کی ''معارف ترمذی'' اوراس طرح کی دیگر لاتعداد کتب، علم حدیث کی وہ گرانقدر خدمات ہیں جن سے زمانہ صرف نظر نہیں کرسکتا اور نہ علوم کی تاریخ لکھنے والا ان خدمات کو نظر انداز کرسکتا ہے۔

## کشف الباری
## صحیح بخاری کی شروح میں ایک گرانقدر اضافہ

موجودہ دور میں علم حدیث اور خصوصاً صحیح بخاری کی خدمت وتشریح کے سلسلے میں ایک گراں قدر، قیمتی اور بے مثال اضافہ سیدی وسندی، مسند العصر، استاذ العلماء، شیخ الحدیث وصدر وفاق المدارس پاکستان حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہ وفیوضہ وادام اللہ علینا ظلہ کی صحیح بخاری پر تقریر '' کشف الباری عما فی صحیح البخاری'' ہے یہ کتاب حضرت کی ان تقاریر پر مشتمل ہے جو صحیح بخاری پڑھاتے وقت حضرت نے فرمائیں۔

## جامعہ فاروقیہ میں احقر کے دورۂ حدیث پڑھنے کا پس منظر

بندہ نے خود بھی حضرت دام ظلہ سے صحیح بخاری پڑھی تھی جس کا مختصر واقعہ یہ ہے کہ بندہ صوبہ سرحد، ضلع سوات، تحصیل مٹہ، گاؤں فاضل بیگ گھڑی، کے دیہات سے رمضان المبارک کے آخر میں جامعہ اشرفیہ لاہور میں داخلے کے ارادے سے روانہ ہوا، راولپنڈی آ کر اگلی منزل پر روانگی کے لئے دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار، راولپنڈی میں ٹھہر گیا، یہ ۱۹۷۳ء کی بات ہے اس زمانے میں جامعہ اشرفیہ میں علم کے آفتاب وماہتاب حضرت مولانا رسول خان صاحب اور حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ دورۂ حدیث کی کتابیں پڑھاتے تھے، بندہ بھی شیخین سے استفادہ کی خاطر گھر سے نکلا تھا، راولپنڈی میں قیام کے دوران طالب علمی کے دور کے شفیق و بزرگ ساتھی حضرت مولانا محمد اکبر صاحب چکیسری سے ملاقات ہوئی، وہ اس سال جامعہ فاروقیہ میں حضرت دام مجدہ سے دورۂ حدیث پڑھ چکے تھے، انھوں نے بندہ کے ارادے پر مطلع ہونے کے بعد کچھ اس والہانہ اور محبت کے انداز میں حضرت کی طرز تدریس اور قدرت علی التدریس کا تذکرہ کیا کہ بندہ کے لاہور جانے کے ارادے میں کچھ تزلزل پیدا ہوا اور پھر انھوں نے مجھ پر اصرار کیا کہ میں بھی دورۂ حدیث جامعہ فاروقیہ کراچی میں حضرت سے پڑھ لوں، چنانچہ بندہ نے ان کی معیت میں کراچی کا سفر کیا، انھوں نے حضرت سے سفارش کر کے بندہ کا داخلہ دورہ حدیث میں کرایا ''مشکوۃ المصابیح'' میں حضرت نے خود بندہ کا امتحان لیا، مجھے اب تک مقام امتحان کی وہ حدیث یاد ہے۔

اس وقت جامعہ فاروقیہ ایک نوزائیدہ مدرسہ تھا اور اکثر عمارات کچی تھیں، اسباق شروع ہونے سے پہلے بندہ کو کچھ بے چینی اور شکوک وشبہات نے گھیرا، چنانچہ بندہ نے چپکے سے کراچی کے ایک اور بڑے مدرسہ میں داخلہ لیا، وہاں اسباق شروع تھے، صحیح بخاری اور سنن ترمذی کے سبق میں ایک دن شریک ہوا لیکن پھر واپس جامعہ فاروقیہ آیا، دوسرے دن وہاں اسباق شروع ہوئے، حضرت دام مجدہ کے پاس صحیح بخاری کا سبق تھا، پہلے دن کا سبق سن کر اور ابتدائی ابحاث پر حضرت کا خوبصورت اور دل موہ لینے والا مرتب اور واضح انداز تدریس کا مشاہدہ کر کے دل کو اطمینان ہوا اور اپنے رفیق حضرت مولانا محمد اکبر مدظلہ کے لئے دل سے دعا نکلی، بندہ نے خود بھی حضرت کی بخاری شریف کی تقریر لکھی تھی جو بعد میں میری غفلت کی وجہ سے ضائع ہوگئی۔

## میں نے مولانا سلیم اللہ خان صاحب جیسا استاذ ومدرس نہیں دیکھا

یہ بات واضح رہنی چاہئے کہ بندہ نے ایک طویل عرصے تک حضرت کے زیر سایہ جامعہ فاروقیہ میں تدریس کے فرائض انجام دیے اور اب تقریباً دس بارہ سال سے جامعۃ العلوم الاسلامیہ میں درس دے رہا ہے، اِس وقت حضرت دام ظلہ سے میرا کوئی دنیوی مفاد وابستہ نہیں ہے، یہ تمہید میں نے اس لئے لکھی، کہ آئندہ جو بات میں لکھنا چاہتا ہوں، شاید کچھ حضرات اس کو مبالغہ اور تملق پر محمول کریں گے وہ بات یہ کہ بندہ نے اپنی مختصر سی طالب علمی کی زندگی میں اور اس کے بعد تقریباً ستائیس اٹھائیس سالہ تدریسی زندگی میں حضرت جیسا مدرس اور استاذ نہیں دیکھا جس کی تقریر ایسی مرتب جامع اور واضح ہو کہ اعلیٰ، متوسط اور ادنی درجے کا ہر طالب علم اس سے استفادہ کر سکتا ہو، اللہ تبارک تعالی نے آپ کو جو تحقیقی ذوق عطا فرمایا، اس کے ساتھ مرتب اور جامع طرزِ تدریس عموماً بہت کم ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات گرامی میں یہ تمام صفات جمع فرمائی ہیں۔

## کشف الباری مستغنی کر دینے والی شرح

بندہ تقریباً تین سال سے جامعہ علوم اسلامیہ میں صحیح بخاری پڑھاتا ہے اور الحمدللہ صرف اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے کہتا ہوں کہ مجھے مطالعہ کرنے کا ذوق اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے عطا فرمایا ہے، صحیح بخاری کی مطبوعہ ومتداول شروح، حواشی اور تقاریر اکابر میں سے شاید کوئی

شرح، حاشیہ، یا تقریر ایسی ہوگی، جو بندہ کی نظر سے نہیں گذری لیکن میں نے "کشف الباری" جیسی ہر لحاظ سے جامع، مرتب اور تحقیقی شرح نہیں دیکھی، اگرچہ علماء کا مشہور مقولہ ہے ...... " لایغنی کتاب عن کتاب" لیکن ..... " مامن عام إلا وقد خص عنه البعض " کے قاعدے کے مطابق "کشف الباری" اس قاعدے سے مستثنیٰ ہے، بلا مبالغہ حقیقتۃً واقعۃً یہ ایسی شرح ہے کہ انسان کو دوسری شروح سے مستغنی کر دیتی ہے۔

میں ان لوگوں کی بات تو نہیں کرتا جو کسی خاص تقریر کا مطالعہ کر کے سبق پڑھاتے ہیں البتہ وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے تحقیقی ذوق دیا ہے، اور متقدمین شارحین جیسے خطابی، ابن بطال، کرمانی، عینی، ابن حجر، قسطلانی، سندھی وغیرھم کی شروح کا مطالعہ کرتے ہیں اور متاخرین میں تیسیر القاری، لامع الدراری، کوثر المعانی، اور فیض الباری کو دیکھتے ہیں، وہ اس بات کی گواہی دیں گے۔

## کشف الباری کی خصوصیات

"کشف الباری عما فی صحیح البخاری" کی خصوصیات اور امتیازات تو بہت ہیں اور ان شاء اللہ بندہ کا ارادہ ہے کہ اس موضوع پر دوسری شروح کے ساتھ ایک تقابلی جائزہ آئندہ پیش کرے گا یہاں ارتجالاً چند خصوصیات کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

۱۔ مشکل الفاظ کے لغوی معانی کا اور یہ کہ یہ لفظ کس باب سے آتا ہے بیان ہوتا ہے۔

۲۔ اگر نحوی ترکیب کی ضرورت ہو تو جملے کی نحوی ترکیب کو ذکر کیا گیا ہے۔

۳۔ حدیث کے الفاظ کا مختلف جملوں کی صورت میں سلیس ترجمہ کیا گیا ہے۔

۴۔ ترجمۃ الباب کے مقصد کا تحقیقی طریقے سے مفصل بیان کیا گیا ہے اور اس سلسلے میں علماء کے مختلف اقوال کا تنقیدی تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔

۵۔ باب کا ماقبل سے ربط و تعلق کے سلسلے میں بھی پوری تحقیق و تنقید کے ساتھ تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔

۶۔ مختلف فیہا مسائل میں امام ابوحنیفہؒ کے مسلک اور دوسرے مسالک کی تنقیح و تحقیق کے بعد ہر ایک کے مستدلات کا استقصاء اور پھر دلائل پر تحقیقی طریقے سے ردوقدح اور احناف کے دلائل کی وضاحت اور ترجیح بیان کی گئی ہے۔

۷۔ اگر حدیث میں کوئی تاریخی واقعہ مذکور ہو تو اس کی پوری وضاحت کی گئی ہے۔

۸۔ جن احادیث کو تقریر کے ضمن میں بطور استدلال پیش کیا گیا ہے ان کی تخریج کی گئی ہے۔

۹۔ تعلیقات بخاری کی تخریج کی گئی ہے۔

۱۰۔ اور سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ مختلف اقوال کے نقل کرنے میں حضرت صرف ناقل نہیں ہیں بلکہ ہر قول پر محققانہ اور تنقیدی کلام بھی بوقت ضرورت کیا گیا ہے۔ تلک عشرۃ کاملہ۔

حضرت کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے تدریس کا طویل موقعہ عنایت فرمایا، اس کتاب میں آپ کی پوری زندگی کی تدریس کا نچوڑ موجود ہے، بندہ کی رائے یہ ہے کہ اس دور میں صحیح بخاری پڑھانے والا کوئی بھی استاذ اس کتاب کے مطالعہ سے مستغنی نہیں ہوسکتا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت کا سایہ تادیر ہم پر قائم رہے، اس تقریر کے مرتب کرنے والے حضرات کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے، دینی طبقہ پر عموماً اور حضرت کے طبقۂ تلامذہ پر خصوصاً جن میں بندہ بھی شامل ہے، یہ ان حضرات کا عظیم احسان ہے۔

☆☆☆☆

---

کتاب فضائل القرآن، کتاب النکاح، کتاب الطلاق

حکومت پاکستان کاپی رائٹس رجسٹریشن نمبر 19435

# کشف الباری (کتاب النکاح)

افادات

شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان

ترتیب و تحقیق

ابن الحسن عباسی

۱۴۳۴ھ 2013



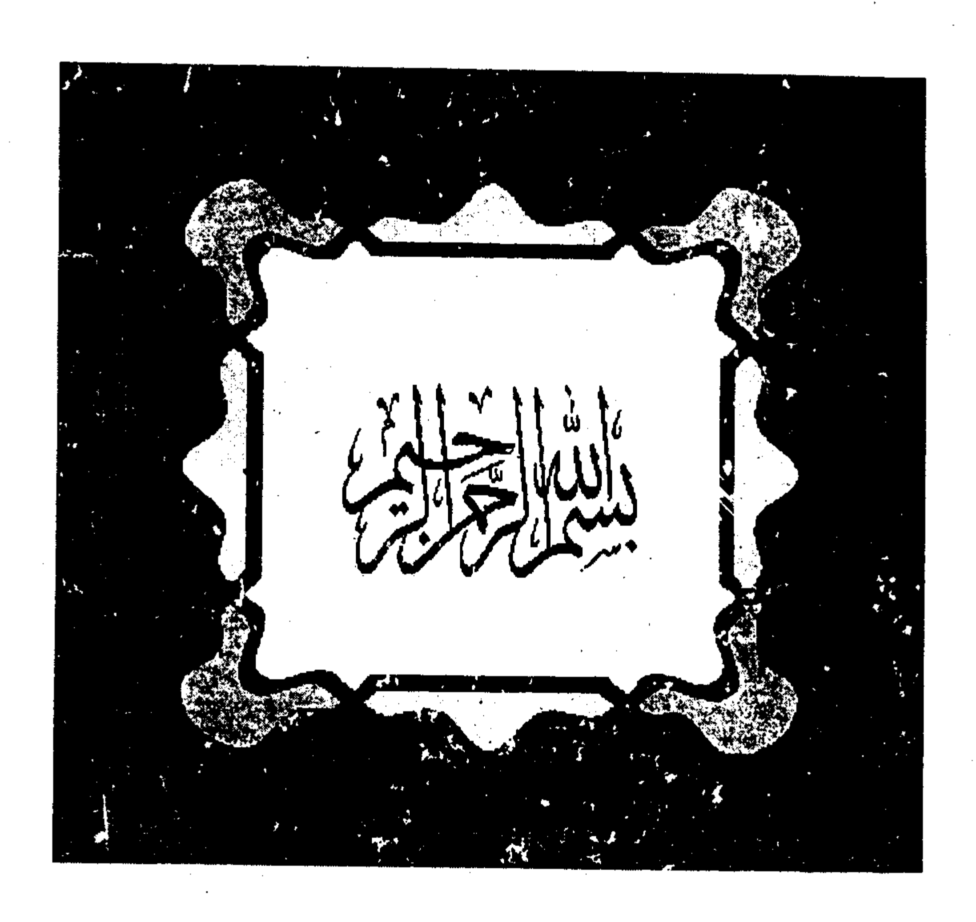
**مطبوعات مکتبہ فاروقیہ کراچی 75230 پاکستان**

نزد جامعہ فاروقیہ، شاہ فیصل کالونی نمبر 4

کراچی 75230، پاکستان

فون: 021-4575763

m_farooqia@hotmail.com


بسم الله الرحمن الرحيم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامدا و مصلیا

# عرض مرتب

صحیح بخاری جلد ثانی سے کشف الباری کی تیسری جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے، یہ جلد کتاب فضائل القرآن، کتاب النکاح اور کتاب الطلاق پر مشتمل ہے، کتاب التفسیر، کتاب المغازی کے تین سال بعد آئی تھی، اس تیسری جلد کی ترتیب و تحقیق، تدوین، تعلیق اور کتابت وطباعت میں دو سال کا عرصہ لگا۔

کشف الباری کتاب المغازی اور کتاب التفسیر میں سے ہر ایک، علیحدہ موضوع ہونے کی وجہ سے مستقل کتاب کی حیثیت رکھتی ہے، اسی طرح پیش نظر جلد بھی الگ موضوع ہونے کی وجہ سے مستقل کتاب کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ جلد صحیح بخاری کے جس حصے کی تشریح پر مشتمل ہے، اس حصے میں امام بخاری رحمہ اللہ نے انسان کی ازدواجی زندگی سے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیثِ مبارکہ اور حضراتِ صحابہؓ اور سلفِ صالحین کے آثار واقوال کو اپنے خاص اور منفرد اسلوب میں جمع فرمایا ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب فضائل القرآن میں (۳۷) ابواب، کتاب النکاح میں (۱۲۶) ابواب اور کتاب الطلاق میں (۵۳) ابواب قائم فرمائے ہیں، اس طرح اس جلد میں (۲۱۶) ابواب آگئے ہیں، یہ ابواب (۴۴۵) مرفوع احادیث اور حضراتِ صحابہ وسلفِ صالحین کے (۱۳۳) آثار پر مشتمل ہیں، مرفوع احادیث میں (۳۲۷) احادیث مکرر ہیں اور (۱۱۸) احادیث پہلی بار امام نے ذکر فرمائی ہیں، پہلی بار آنے والی ان احادیث کی تخریج حاشیہ میں صحاح ستہ سے کردی گئی ہے۔ کتاب النکاح میں امام بخاری رحمہ اللہ نے رضاع کے مسائل بھی

بیان فرمائے ہیں، اسی طرح کتاب الطلاق میں لعان، ظہار اور عدت کے مسائل بھی آگئے ہیں۔

ترتیب و تحقیق میں ان ہی امور کا خیال رکھا گیا جن کا ذکر سابقہ جلدوں میں کردیا گیا ہے، ترجمۃ الباب' امام بخاری کی رائے اور رجحان، ائمہ اربعہ کے مسلک اور بحث طلب مسائل میں ان کے دلائل کی وضاحت کا اہتمام کیا گیا ہے، ہر کتاب کی ابتدا میں اس کا سرسری تعارف بھی کرایا گیا ہے۔

☆☆☆

اس عظیم علمی کام کے لیے جن علمی، روحانی اور جسمانی قویٰ اور صلاحیتوں کی روشن قندیل کی ضرورت ہے، اپنی زندگی کے بیابان میں دور دور تک اس کی روشنی دکھائی نہیں دیتی، تہی دامنی کا یہ احساس رہ رہ کر اس ناکارہ کے دل میں ابھرتا ہے لیکن اس خیال سے ہمت بندھ اور بڑھ جاتی ہے کہ اللہ جل شانہ کاہِ بے نوا کو، کوہِ گراں کا استحکام عطا کر سکتا ہے، مورِ بے مایہ کو ہمدوشِ سلیمان کر سکتا ہے، ذرۂ ناچیز کو وسعتِ دشت و صحرا سے نواز سکتا ہے اور اجڑے موسم کی ویرانیوں کو فصلِ گل کی رونقوں میں بدل سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے تین جلدوں کو مرتب کرنے کی توفیق عطا فرمادی ہے۔ اس کے فضل سے امید یہی ہے کہ اسی انداز سے اگلی جلدیں بھی مکمل ہو جائیں گی۔

آخر میں قارئین سے حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم کی صحت اور عافیت کے لیے خصوصی دعاؤں کی درخواست ہے کہ یہ کام اللہ تعالیٰ اُن کے سایۂ شفقت میں مکمل فرمادے اور اس ناکارہ کو بقیہ حصہ مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اوقات میں برکت اور ترتیب و تحقیق کے مراحل میں آسانی پیدا فرمائے۔ آمین

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

ابن الحسن عباسی
۱۵ ذی قعدہ ۱۴۲۰ھ



# فہرست کشف الباری

## کتاب فضائل القرآن، کتاب النکاح، کتاب الطلاق

# کتاب ایک نظر میں

# فہرست کشف الباری

## کتاب فضائل القرآن، کتاب النکاح، کتاب الطلاق

ابواب الرضاع

## ابواب العدة

☆☆☆☆

## ایک وضاحت

اس تقریر میں ہم نے صحیح بخاری کا جو نسخہ متن کے طور پر اختیار کیا ہے۔ اُس پر ڈاکٹر مصطفیٰ دیب البغا نے تحقیقی کام کیا ہے۔ ڈاکٹر مصطفیٰ دیب نے احادیث پر نمبر لگانے کے ساتھ ساتھ احادیث کے مواضع متکررہ کی نشاندہی کا بھی التزام کیا ہے۔ اگر کوئی حدیث بعد میں آنے والی ہے تو حدیث کے آخر میں نمبرات سے اُس کی نشاندہی کرتے ہیں کہ اس نمبر پر یہ حدیث آرہی ہے اور اگر حدیث گزری ہے تو نمبر سے پہلے ( ر ) لگادیتے ہیں۔ یعنی اس نمبر کی طرف رجوع کیا جائے۔

# كتاب فضائل القرآن

# كتاب فضائل القرآن. الاحاديث: (٤٦٩٤-٤٧٧٥)

صحیح بخاری کی کتاب فضائل القرآن ۳۷ ابواب پر مشتمل ہے اور اس میں امام بخاری رحمہ اللہ نے کل ننانوے احادیث مرفوع ذکر فرمائی ہیں، ان میں معلق اور متابعات کی تعداد اٹھارہ ہے اور باقی ۸۱ احادیث موصول ہیں، ۷۳ احادیث اس میں مکرر ہیں یعنی وہ پہلے بھی گزر چکی ہیں اور باقی ۲۶ احادیث وہ ہیں جو امام نے پہلی بار یہاں ذکر فرمائی ہیں۔ فضائل قرآن کی گیارہ احادیث کے علاوہ باقی تمام احادیث امام مسلم رحمہ اللہ نے بھی نقل کی ہیں۔ اس طرح اس کی اکثر احادیث متفق علیہ ہیں، کتاب فضائل القرآن میں امام بخاری رحمہ اللہ نے صحابہ اور سلف صالحین کے سات آثار بھی نقل کیے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# ٦٩ - کتاب فضائل القرآن

امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب التفسیر کے بعد کتاب فضائل القرآن کو ذکر فرمایا ہے، دونوں کے درمیان مناسبت بالکل ظاہر ہے، ابوذر کے نسخہ کے علاوہ باقی نسخوں میں لفظ "کتاب" اس مقام پر نہیں ہے،(۱) فضائل: فَضِیْلَة کی جمع ہے، یہ نقیصۃ کی ضد ہے فضل اور فضیلت دونوں کے ایک ہی معنی ہیں ۔(۲)

## قرآن کا بعض حصہ اس کے دوسرے بعض سے افضل ہے کہ نہیں؟

یہاں "فضائل قرآن" کی مناسبت سے ایک بحث یہ کی جاتی ہے کہ قرآن کریم کا بعض حصہ اس کے دوسرے حصہ سے افضل ہے کہ نہیں؟ اس مسئلہ میں اختلاف ہے اور یہ اختلاف دوسری صدی ہجری کے بعد اس وقت سامنے آیا جب خلق قرآن کا مسئلہ اٹھا، ورنہ اس سے پہلے اس مسئلہ میں کسی قسم کا اختلاف نہیں تھا، قرآن کریم کی بعض سورتوں اور خاص آیات کے متعلق جو فضائل وارد ہوئے ہیں ان میں کسی قسم کی تاویل کی ضرورت پیش نہیں آتی تھی لیکن دوسری

(۱) فتح الباری: ۹/۴، وعمدۃ القاری: ۲۰/۱۱

(۲) عمدۃ القاری: ۲۰/۱۱

صدی ہجری میں جب خلق قرآن کا مسئلہ اٹھا اور جمہور اہل سنت اور ائمہ نے معتزلہ کے رد میں کلام اللہ کے غیر مخلوق ہونے کے عقیدہ کی وضاحت کی تو اس وقت یہ مسئلہ سامنے آیا۔ (۳)

معتزلہ کے نزدیک کلام اللہ چونکہ مخلوق ہے اور مخلوق میں باہمی تفاضل کا انکار نہیں کیا جاسکتا اس لئے قرآن کے بعض حصے کا اس کے دوسرے بعض سے افضل ہونا ان کے نزدیک باعث اشکال نہیں البتہ اہل سنت کے نزدیک اس میں دو مذہب بن گئے۔

❶ امام ابو الحسن اشعری، قاضی ابوبکر باقلانی، احمد بن کلاب، متأخرین شافعیہ کا مذہب یہ ہے کہ قرآن کریم میں تفاضل نہیں یعنی یہ کہنا کہ اس کا بعض حصہ اس کے دوسرے بعض حصہ سے افضل ہے درست نہیں۔ (۴)

ایک تو اس وجہ سے کہ ایک حصہ کو اگر دوسرے حصہ سے افضل قرار دیا جائے تو مُفَضَّل علیہ کے ناقص ہونے کا ایہام ہوتا ہے اور قرآن ہر قسم کے نقص سے بری ہے۔ (۵)

دوسرے اس لئے کہ کلام اللہ حق تعالیٰ شانہ کی صفت قدیمہ ہے اور صفاتِ قدیمہ میں تفاضل جائز نہیں، اس لئے تفاضل کا قول درست نہیں بلکہ ابو عبداللہ بن دَرّاج نے اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ لکھا ہے اور اس میں انہوں نے امتناعِ تفاضل پر اہل سنت کا اجماع نقل کیا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"أجمع أهل السنة على أنّ ما ورد في الشرع مما ظاهره المفاضلة بين آيِ القرآن وسُوَرِه ليس المراد به تفضيل ذوات بعضها على بعض؛ إذ هو كله كلام الله وصفة من صفاته، بل هو كله لله فاضل كسائر صفاته الواجب لها نَعْتُ الكمال" (٦)

باقی جن آیات اور سورتوں کو افضل یا اعظم کہا گیا یہ حضرات اس کے دو مطلب بیان کرتے ہیں:

❶ ایک یہ کہ اعظم اور افضل سے اس کا عظیم اور فاضل ہونا مراد ہے یعنی اس سے نفس

(۳) تفصیل کے لئے دیکھئے، فتاوی شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ، کتاب التفسیر: ۵۳/۱۷۔

(۴) التعلیق الصبیح: ۳۲/۳۔

(۵) فتاوی شیخ الاسلام ابن تیمیة: ۶۹/۱۷۔

(٦) فتاوی شیخ الاسلام ابن تیمیة، کتاب التفسیر: ۷۳/۱۷۔

فضیلت اور نفس عظمت کا بیان مقصود ہے، کسی کے مقابلہ میں افضل و اعظم ہونا مراد نہیں۔ (۷)

❷ یا اس کو افضل و اعظم ثواب اور جزاء کے اعتبار سے کہا ہے یعنی وہ حصہ دوسرے بعض سے ثواب کے اعتبار سے افضل اور بہتر ہے اور ثواب کے اعتبار سے تفاضل میں کسی کا اختلاف نہیں کیونکہ ثواب وجزاء مخلوق ہیں اور مخلوق میں تفاضل سب کے نزدیک درست ہے۔ (۸)

❷ دوسرا مسلک جمہور امت اور ائمہ اربعہ کا ہے کہ قرآن کریم کا بعض بعض سے افضل ہے۔ (۹)

ان حضرات کا استدلال ان نصوص سے ہے جن میں مختلف آیات وسورتوں کی فضیلت وعظمت اور خاص اہمیت بیان کی گئی ہے، ان میں سے چند فضائل آگے آرہے ہیں مثلاً آیت الکرسی کو قرآنی آیات کا سردار کہا گیا ہے، سورۂ یٰس کو قلبِ قرآن فرمایا گیا ہے، سورۂ قل ھو اللہ کو ثُلُث قرآن کے مساوی قرار دیا گیا، یہ تمام نصوص اس بات پر واضح دلالت کرتی ہیں کہ قرآن کریم کا بعض اس کے دوسرے بعض سے افضل اور بہتر ہے۔

رہی یہ بات کہ بعض کو اگر بعض سے افضل قرار دیا جائے گا تو مُفَضَّل علیہ کے نقص کا ایہام لازم آتا ہے یہ کوئی وزنی دلیل نہیں، ایک چیز دوسری چیز کے مقابلہ میں اگر افضل قرار دی جائے اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ دوسری چیز ناقص ہے، بعض انبیاء دوسرے بعض انبیاء سے افضل ہیں لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ مُفَضَّل علیہ میں نقص یا کمی وکوتاہی پائی جاتی ہے، پھر اگر کسی کو یہ وہم ہوتا بھی ہے تو اس کی وجہ سے ان صحیح اور صریح روایات کو تو رد بہر حال نہیں کیا جاسکتا، (۱۰) یہی جمہور علماء کا مسلک ہے، چنانچہ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"والقول بأن كلامَ الله بعضه أفضل من بعض هو القول الماثور عن السلف،
وهو الذی عليه أئمة الفقهاء من الطوائف الأربعة وغيرهم" (۱۱)

مثلاً "قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ" ہے اور "تَبَّتْ يَدَا اَبِيْ لَهَبٍ" ہے، یہ دونوں اللہ جل شانہ کا کلام ہیں لیکن متکلم فیہ کے اعتبار سے دونوں میں تفاضل ہے، ایک میں متکلم فیہ اللہ جل شانہ کی ذات

(۷) فتاوی شیخ الاسلام ابن تیمیة: ۶۹/۱۷۔

(۸) فتاوی شیخ الاسلام ابن تیمیة: ۶۸/۱۷۔

(۹) مجموع فتاوی شیخ الاسلام ابن تیمیة: ۱۲/۱۷۔

(۱۰) دیکھئے التعلیق الصبیح: ۳۲/۳۔

(۱۱) مجموع فتاوی شیخ الاسلام احمد بن تیمیة، کتاب التفسیر: ۱۳/۱۷۔

وصفات ہیں اور دوسری میں ایک کافر متکلم فیہ ہے ، اس لحاظ سے ان دونوں کلاموں میں تفاوت اور تفاضل ہے ۔ (۱۲)

قرآن کریم میں تفاضل کا یہ اختلاف درحقیقت ایک دوسرے مشہور اختلاف پر مبنی ہے اور وہ یہ کہ کلام اللہ شئ واحد ہے یا شئ متعدد ، اشاعرہ کے نزدیک کلام اللہ شی واحد ہے ، اس میں کسی قسم کا تنوع اور تعدد نہیں اور جب تنوع وتعدد نہیں تو باہمی تفاضل کا سوال ہی نہیں جبکہ دوسرے علماء کے نزدیک کلام اللہ شی واحد نہیں ، چنانچہ علامہ قسطلانیؒ لکھتے ہیں :

"ولعل الخلاف في هذه المسئلة يلتفت إلى الخلاف المشهور أن كلام الله شيئ واحد أم لا؟ وعند الأشعري أنه لا يتنوع في ذاته بل بحسب متعلقاته وليس لكلام الله الذي هو صفة ذاته بعض ، لكن بالتاويل والتعبير ، وفهم السامعين اشتمل على انواع المخاطبات ، ولولا تنزله في هذه المواقع لما وصلنا الى فهم شيء منه" (۱۳)

## ۱ - باب : كَيْفَ نُزُولُ الْوَحْيِ ، وَأَوَّلُ ما نَزَلَ

صحیح بخاری کے اکثر نسخوں میں "نُزول الوحیِ" کا لفظ ہے "نُزُوْل" مصدر ہے لیکن ابوذر کے نسخہ میں "نَزَلَ الوَحْیُ" کے الفاظ ہیں یعنی مصدر کے بجائے "نَزَلَ" ماضی کا صیغہ ہے ۔ (۱۴)

حافظ ابن حجرؒ رحمۃ اللہ علیہ سے یہاں تسامح ہوا ، انہوں نے نزول کو جمع کا صیغہ کہا (۱۵) علامہ عینی رحمہ اللہ نے ان کی گرفت کی چنانچہ لکھتے ہیں :

"وقال بعضهم : كيف نزول الوحي بصيغة الجمع ، قلت : كأنه ظن من عدم وقوفه على العلوم العربية لفظ النزول جمع ، وهو غلط فاحش وإنما هو مصدر من نَزَلَ ،

(۱۲) دیکھئے فتاوی شیخ الاسلام ابن تیمیۃ : ۱۷/۶۸۶ ۔

(۱۳) ارشاد الساری : ۱۱/۲۵۴ ۔

(۱۴) ارشاد الساری : ۱۱/۲۵۴ ۔

(۱۵) دیکھئے فتح الباری : ۹/۴ ۔

يَنزِلُ نُزُولاً" (١٦)

قالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : المُهَيْمِنُ : الأَمِينُ ، القُرْآنُ أَمِينٌ عَلَى كُلِّ كِتَابٍ قَبْلَهُ

سورۂ مائدہ آیت نمبر ۴۸ میں ہے "وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الْکِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْہِ مِنَ الْکِتَابِ وَمُھَیْمِنًا عَلَیْہِ" یعنی ہم نے آپ پر ایسی سچی کتاب اتاری جو سابقہ کتابوں کی تصدیق کرنے والی اور ان کے مضامین کی نگہبان ہے، علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں :

"مُھَیْمِنْ کے کئی معنی بیان کئے گئے ہیں، امین، غالب، حاکم، نگہبان ومحافظ اور ہر معنی کے اعتبار سے قرآن کریم کا کتب سابقہ کے لئے مُھَیْمِنْ ہونا صحیح ہے خدا کی جو امانت توراۃ انجیل وغیرہ کتب سماویہ میں ودیعت کی گئی تھی وہ مع شی زائد قرآن میں محفوظ ہے جس میں کوئی خیانت نہیں ہوئی اور جو بعض فروعی چیزیں ان کتابوں میں اس زمانہ یا ان مخصوص مخاطبین کے حسب حال تھیں ان کو قرآن نے منسوخ کردیا اور جو حقائق ناتمام تھیں ان کی پوری تکمیل فرمادی ہے اور جو حصہ اس وقت کے اعتبار سے غیر مُہم تھا اسے بالکل نظر انداز کردیا ہے " (١٧)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ تعلیق عبد بن حُمَیْد نے اپنی تفسیر میں موصولاً نقل فرمائی ہے ۔ (١٨)

٤٦٩٤ : حدّثنا عُبَيْدُ ٱللهِ بْنُ مُوسَى ، عَنْ شَيْبَانَ ، عَنْ يَحْيَى ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ : أَخْبَرَتْنِي عائِشَةُ وَٱبْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمْ قالَا : لَبِثَ النَّبِيُّ ﷺ بِمَكَّةَ عَشْرَ سِنِينَ يُنْزَلُ عَلَيْهِ القُرْآنُ ، وَبِالمَدِينَةِ عَشْرَ سِنِينَ . [ر : ٤١٩٥]

عبیداللہ بن موسیٰ کے استاذ شَیْبَان بن عبدالرحمن ہیں جن کی کنیت ابو معاویہ ہے ان کے شیخ یحیی بن ابی کثیر ہیں اور یحیی کے شیخ ابو سلمہ بن عبدالرحمن بن عوف ہیں، یہ حدیث کتاب

(١٦) دیکھئے عمدۃ القاری: ۲۰/۱۱

(١٧) تفسیر عثمانی: ۱۵۳۔

(١٨) عمدۃ القاری: ۲۰/۱۲

المغازی میں گزر چکی ہے۔(۱۹)

٤٦٩٥ : حدّثنا مُوسى بْنُ إِسْماعِيلَ : حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قالَ : سَمِعْتُ أَبِي ، عَنْ أَبِي عُثْمانَ قالَ : أُنْبِئْتُ أَنَّ جِبْرِيلَ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ وَعِنْدَهُ أُمُّ سَلَمَةَ ، فَجَعَلَ يَتَحَدَّثُ ، فَقالَ النَّبِيُّ ﷺ لِأُمِّ سَلَمَةَ : (مَنْ هٰذَا) أَوْ كما قالَ ، قالَتْ : هٰذَا دِحْيَةُ ، فَلَمَّا قامَ ، قالَتْ : وَاللهِ ما حَسِبْتُهُ إِلَّا أَيَّاهُ ، حَتَّى سَمِعْتُ خُطْبَةَ النَّبِيِّ ﷺ يُخْبِرُ خَبَرَ جِبْرِيلَ ، أَوْ كما قالَ قالَ أَبِي : قُلْتُ لِأَبِي عُثْمانَ : مِمَّنْ سَمِعْتَ هٰذَا ؟ قالَ : مِنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ . [ر : ٣٤٣٥]

معتمر بن سلیمان فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سلیمان سے سنا اور انہوں نے ابو عثمان عبدالرحمن نَہدی سے نقل کیا کہ مجھے خبر دی گئی کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا تھیں حضرت جبرئیل نے آکر باتیں کیں ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا "یہ کون ہیں ؟" وہ فرمانے لگیں "یہ دحیہ ہیں" پھر جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوگئے تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں "بخدا میں تو انہیں دحیہ ہی سمجھتی رہی یہاں تک کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ سنا کہ آپ حضرت جبرئیل کی بات نقل فرمارہے ہیں (جس سے اندازہ ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے والے حضرت جبرئیل تھے جو حضرت دحیہ بن خلیفہ کی شکل میں آئے تھے)

قال ابی: قلت لابی عثمان: ممن سمعت ھذا؟

معتمر بن سلیمان فرماتے ہیں کہ میرے والد (سلیمان) نے کہا کہ میں نے اپنے شیخ ابو عثمان سے پوچھا کہ آپ نے یہ حدیث کس سے سنی ہے ؟ تو ابو عثمان نے فرمایا کہ میں نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے سنی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب تھے ، اوپر سند میں ابو عثمان نے حدیث مرسل بیان کی تھی ، اس لئے ان کے شاگرد سلیمان نے ان سے دریافت کیا کہ آپ نے کن سے سنی ہے ؟ تو انہوں نے حضرت اسامہ بن زید کا نام بتادیا۔

(۱۹) دیکھئے صحیح البخاری، کتاب المغازی: رقم الحدیث ۳۶۳۴، ص ۹۲۰

## خطبہ کس چیز سے متعلق تھا؟

اس حدیث کے متعلق یہ بات رہ جاتی ہے کہ اس خطبہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کونسی بات اور قصہ بیان فرمایا؟

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے اس سلسلے میں کوئی روایت ایسی نہیں مل سکی جس سے وہ قصہ معلوم ہو البتہ بہت ممکن ہے کہ اس سے بنو قریظہ کی طرف جانے کا جو حکم دیا تھا وہ مراد ہو کیوں کہ "دلائل بیہقی" میں عبد الرحمان بن قاسم کے طریق سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح کی روایت منقول ہے کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سواری کی حالت میں ایک آدمی سے بات کرتے دیکھا، باتوں سے فراغت کے بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس داخل ہوئے تو وہ پوچھنے لگیں "یہ کون تھے" آپ نے فرمایا "یہ کس کی طرح تھے؟" فرمانے لگیں "دحیہ کی طرح تھے" تب آپ نے فرمایا یہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے جنہوں نے مجھے بنو قریظہ کی طرف جانے کا حکم دیا۔

"دلائل بیہقیؒ" کی اس روایت سے یہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ بخاری کی مذکورہ حدیث باب میں "یخبر خبر جبرئیل" سے یہی قصہ اورواقعہ مراد ہے۔ (۲۰)

لیکن علامہ عینیؒ رحمہ اللہ نے اس کو تین وجوہ سے رد کردیا ایک یہ کہ حدیث باب میں حضرت ام سلمہ کا ذکر ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھیں جبکہ دلائل بیہقی کی روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نام ہے، دوم یہ کہ راوی بھی دونوں میں مختلف ہیں سوم یہ کہ حدیث باب سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علی وسلم کو گھر میں دیکھا تھا جبکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے گھر سے باہر سواری کی حالت میں دیکھا تھا اس لئے حدیث باب میں "خبر جبرئیل" سے بنو قریظہ کا واقعہ مراد نہیں لیا جاسکتا۔ (۲۱)

لیکن دونوں میں تطبیق ہوسکتی ہے کہ واقعہ تو وہی بنو قریظہ والا ہو، تاہم حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دونوں نے دیکھا ہو، ایک نے گھر کے اندر اور دوسری نے گھر کے باہر، چنانچہ علامہ قسطلانیؒ علامہ عینیؒ کے اعتراض کی تردید میں لکھتے ہیں:

---

(۲۰) فتح الباری: ۶/۹۔

(۲۱) عمدۃ القاری: ۱۲/۲۰

واجاب فی إنتقاض الاعتراض: بانہ لیس فی شیء من ذلک ما یمنع اتحاد القصة، فراہ کل من عائشة، وأم سلمة۔ (۲۲)

٤٦٩٦ : حدثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ : حَدَّثَنَا سَعِيدٌ الْمَقْبُرِيُّ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قالَ : قالَ النَّبِيُّ ﷺ : (ما مِنَ الْأَنْبِياءِ نَبِيٌّ إِلَّا أُعْطِيَ ما مِثْلُه آمَنَ عَلَيْهِ الْبَشَرُ ، وَإِنَّمَا كانَ الَّذِي أُوتِيتُهُ وَحْيًا أَوْحاهُ اللهُ إِلَيَّ ، فَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَكْثَرَهُمْ تابِعًا يَوْمَ الْقِيامَةِ) [٦٨٤٦]

سعید مَقبُرِی اپنے والد سے نقل کررہے ہیں جن کا نام کَیسان ہے اور وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل فرمارہے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیاء میں کوئی بھی نبی ایسا نہیں گذرا جسے ایک ایسا معجزہ نہ عطا کیا گیا ہو کہ اس جیسے معجزہ کی وجہ سے لوگ ایمان لے آتے ہیں ، یعنی ہر نبی کو کوئی نہ کوئی معجزہ ضرور عطا کیا جاتا ہے جس کا مشاہدہ کرکے لوگ ایمان لانے پر مجبور ہوجاتے ہیں لیکن اس سلسلہ میں جو چیز مجھے عطا کی گئی وہ وحی الٰہی ہے جو اللہ تعالی نے مجھ پر نازل فرمائی ، اس لئے مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن میرے متبعین کی تعداد سب سے زیادہ ہوگی ۔

## حدیث باب کے چار مطلب

امام نَوَوِی رحمہ اللہ اس حدیث کے تین مطلب بیان فرماتے ہیں :

❶ ایک یہ کہ ہر نبی کو جو معجزہ عطا کیا گیا اس جیسا معجزہ ان سے پہلے کے انبیاء کو بھی عطا کیا جاتا رہا لیکن میرا عظیم معجزہ قرآن کریم ہے اور یہ ایک ایسا معجزہ ہے جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دیا گیا اس لئے قیامت کے دن میری امت کی تعداد سب سے زیادہ ہوگی ۔

(۲۲) ارشاد الساری: ۱۱/۲۵۶۔

(۴۶۹۶) اخرجه البخاری ایضاً فی کتاب الاعتصام، باب قول النبی ﷺ بعثت بجوامع الکلم، رقم الحدیث: ۷۲۶۳، ومسلم فی کتاب الایمان، باب وجوب الایمان برسالة نبینا محمد ﷺ، رقم الحدیث: ۱۵۲، والنسائی فی کتاب التفسیر، باب قوله جل ثناؤه انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح رقم الحدیث: ۱۱۱۲۹، وفی فضائل القرآن، باب کیف نزول القرآن، رقم الحدیث: ۷۹۷۷۔

❷ دوسرا مطلب یہ ہے کہ دوسرے انبیاء کو جو معجزات عطا کئے گئے ان میں سحر اور جادو کے لئے گمان کا راستہ کھلا ہے کہ لوگ انہیں جادو اور سحر کی قبیل سے سمجھنے لگیں لیکن جو معجزہ مجھے عطا کیا گیا اس میں اس طرح کا گمان نہیں کیا جاسکتا۔

❸ تیسرا مطلب یہ ہے کہ دوسرے انبیاء کے معجزات ان کے جانے کے ساتھ ختم ہوگئے، ان کا مشاہدہ صرف وہی لوگ کرسکے جو ان کے زمانہ میں اس وقت حاضر تھے لیکن قرآن کریم ایک ایسا معجزہ ہے جس کا مشاہدہ قیامت تک ہر شخص کرسکتا ہے۔ (۲۳)

ان تینوں مطالب میں کوئی تضاد نہیں، سب مراد ہوسکتے ہیں، دراصل حدیث کا سیاق دوسرے انبیاء کے معجزات اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ میں فرق کی وضاحت کے لئے ہے اور مذکورہ تینوں مطالب سے فرق واضح ہوجاتا ہے۔

❹ محشئ بخاری علامہ سندھی رحمہ اللہ نے ایک اور مطلب بیان فرمایا ہے اور وہ یہ کہ "آمن علیہ البشر" سے دوسرے انبیاء کے معجزات کا ظاہر وباہر ہونا مقصود ہے کہ وہ معجزات ایسے تھے کہ ان کا مشاہدہ کرکے دل خود بخود ایمان لانے پر مجبور ہوجاتا تھا جیسے مردوں کو زندہ کرنا، پتھر سے اونٹنی کا نکلنا وغیرہ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزۂ قرآن کا ادراک کمال عقل کے بغیر نہیں کیا جاسکتا، آپ کو معجزۂ قرآن کا عطا کیا جانا اس بات پر دلیل ہے کہ امت محمدیہ کی خلقت کی بنیاد کمال عقل پر رکھی گئی ہے اور کمال عقل کا وصف انہیں عطا کیا گیا ہے اس لئے اس امت سے امید یہی ہے کہ اس کی اکثریت ایمان لائے گی کیونکہ کمال عقل کا یہی تقاضہ ہے۔ (۲۴)

"وانما کان الذی اُوتیتُہ" میں "إنّما" کلمہ حصر ہے، تاہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات صرف قرآن کریم میں منحصر نہیں، آپ کے اور بھی کئی معجزات ہیں البتہ ان سب میں قرآن کریم چونکہ ایک لازوال اور عظیم معجزہ ہے اس لئے کلمہ حصر کے ساتھ بطور خاص اس کا ذکر کیا گیا۔ (۲۵)

مَامِنَ الأَنبِيَاءِ نبي إِلاَّ أُعْطِيَ مَا مِثْلُهُ آمَنَ عليه البَشَرُ

اس جملہ میں "ما" موصولہ ہے اور یہ فعل "أُعْطِيَ" کے لئے مفعول بہ ثانی ہے "مِثْلُہٗ"

---

(۲۳) شرح مسلم للنووی: ۱/۸۶، وعمدۃ القاری: ۲۰/۱۳

(۲۴) حاشیۃ البخاری للسندی: ۲/۴۴۳

(۲۵) ارشاد الساری: ۱۱/۲۵۷۔

مبتدا ہے "آمَنَ علیہ البَشَرُ" پورا جملہ اس کی خبر ہے ، مبتدا خبر مل کر "ما" موصولہ کے لئے صلہ ہے۔

"آمن" کے صلہ میں باء اور لام استعمال کرتے ہیں ، یہاں "عَلَیٰ" استعمال کیا ہے جو بمعنی اللام ہے ای آمن لأجلہ البشر اور لام کی جگہ "عَلَیٰ" استعمال کرنے کی وجہ یہ ہے کہ "آمَنَ" غلبہ کے معنی کو متضمن ہے ، مطلب یہ ہے کہ اس معجزہ کی شان یہ ہوتی ہے کہ اس کا مشاہدہ کرکے انسان ایمان لانے پر مجبور اور مغلوب ہوجاتا ہے اور اسے رد کرنے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی ۔ (۲۶)

علامہ طیبیؒ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ "علیہ" "آمَنَ" کے فاعل سے حال واقع ہورہا ہے یعنی اس معجزہ پر انسان ایمان لے آتا ہے اس حال میں کہ وہ اس چیلنج اور مقابلہ میں مغلوب ہوتا ہے ۔ (۲۷)

یہ حدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے اور آگے کتاب الاعتصام میں بھی اس کو ذکر کیا ہے امام مسلم اور امام نسائی نے بھی اس کی تخریج کی ہے ۔

٤٦٩٧ : حدثنا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : حَدَّثَنَا أَبِي ، عَنْ صَالِحِ ٱبْنِ كَيْسَانَ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ قالَ : أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مالِكٍ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ : أَنَّ ٱللّٰهَ تَعالَى تابَعَ عَلَى رَسُولِهِ ﷺ الْوَحْيَ قَبْلَ وَفاتِهِ ، حَتَّى تَوَفَّاهُ أَكْثَرَ ما كانَ الْوَحْيُ ، ثُمَّ تُوُفِّيَ رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ بَعْدُ

یہ حدیث بھی یہاں امام بخاری رحمہ اللہ نے پہلی بار ذکر فرمائی ہے ، حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کی وفات سے کچھ عرصہ قبل اللہ جل شانہ نے پے درپے وحی نازل فرمائی ، یہاں تک کہ آپ کو اٹھالیا ، یعنی آپ کی وفات سے کچھ عرصہ قبل سے لے کر وفات تک کا جو عرصہ ہے اس میں وحی الہی پے درپے تواتر کے ساتھ نازل ہوتی رہی ، اس زمانہ میں وحی باقی تمام زمانوں سے زیادہ رہی ، پھر اس کے بعد آپ کی وفات ہوگئی ۔

---

(۲۶) عمدۃ القاری : ۲۰/۱۳ ۔

(۲۷) عمدۃ القاری : ۲۰/۱۳ ، وشرح طیبی :

(۴۶۹۷) واخرجہ مسلم فی اوائل کتاب التفسیر ، رقم الحدیث : ۳۰۱۶ ، والنسائی فی کتاب فضائل القرآن ، باب کیف نزول القرآن ، رقم الحدیث : ۷۹۸۳ ۔

حتی توفاہ اکثر ما کان الوحی "اکثر" لفظ "الوحی" سے حال واقع ہورہا ہے "ما" موصولہ ہے اور "اکثر" کے لئے مضاف الیہ ہے أی اکثر ما کان الوحی نُزُوْلاً علیہ مِنْ غیرہ من الأَزْمِنَۃِ۔

## ثم تُوُفّیَ رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بَعْدُ

"بعد" مبنی بر ضمہ ہے کیونکہ اس کا مضاف الیہ محذوف منوی ہے ای بعد ذلک۔

٤٦٩٨ : حدّثنا أَبُو نُعَيْمٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ قالَ : سَمِعْتُ جُنْدُبًا يَقُولُ : اَشْتَكَى النَّبِيُّ ﷺ ، فَلَمْ يَقُمْ لَيْلَةً أَوْ لَيْلَتَيْنِ ، فَأَتَتْهُ اَمْرَأَةٌ فَقَالَتْ : يَا مُحَمَّدُ ، ما أُرَى شَيْطَانَكَ إِلَّا قَدْ تَرَكَكَ ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ : «وَالضُّحٰى وَاللَّيْلِ إِذَا سَجٰى . ما وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَما قَلٰى» . [ر : ١٠٧٢]

## ٢ - باب : نَزَلَ الْقُرْآنُ بِلِسَانِ قُرَيْشٍ وَالْعَرَبِ .

«قُرْآنًا عَرَبِيًّا» /يوسف: ٢/. «بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُبِينٍ» /الشعراء: ١٩٥/.

یہ ترجمہ ابواب المناقب میں گذر چکا ہے لیکن وہاں "بلسان قریش" کے بعد "والعرب" کا اضافہ نہیں۔(۲۸)

شراح بخاری نے اس ترجمہ کی کوئی غرض بیان نہیں کی، لیکن معلوم ایسا ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ ایک اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں۔

## کیا قرآن کریم میں غیر عربی الفاظ ہیں؟

اور وہ یہ کہ قرآن کریم میں غیر عربی الفاظ واقع ہوئے ہیں کہ نہیں؟ اس مسئلہ میں دو مذہب ہیں:

---

(۲۸) دیکھئے صحیح البخاری، ابواب المناقب ۲۰۷

❶ امام شافعی ، ابنِ جریرٖ طبریؒ ، ابو عُبَیدہ مَعمَر بن مثنیٰ ، قاضی ابوبکر باقلانیؒ اور مشہور امام لغت ابن فارس کی رائے یہ ہے کہ قرآن کریم میں کوئی غیر عربی لفظ استعمال نہیں ہوا ۔ (۲۹)

کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا "اِنَّآ اَنْزَلْنٰہُ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا" ایک اور جگہ فرمایا "بِلِسَانٍ عَرَبِیٍّ مُّبِیْنٍ" اس لئے قرآن کریم میں غیر عربی لفظ مستعمل نہیں ۔

باقی قرآن کریم میں جو غیر عربی نام ہیں جیسے ابراھیم ، موسی وغیرہ یا اس کے علاوہ دوسرے وہ الفاظ جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ حبشی زبان یا سریانی زبان وغیرہ کے الفاظ ہیں ، یہ حضرات اس کے بارے میں مختلف تاویلات کرتے ہیں ۔

بعض حضرات کہتے ہیں ایسے الفاظ "تَوَارُدُ اللُّغَاتِ" کی قبیل سے ہیں یعنی جس طرح وہ حبشی ، سریانی وغیرہ زبانوں میں استعمال ہوتے ہیں ، اسی طرح وہ عربی میں بھی استعمال ہوتے ہیں لہذا انہیں غیر عربی کہنا درست نہیں ۔

بعض حضرات فرماتے ہیں اگر چہ وہ اصلا عربی زبان میں داخل نہ تھے لیکن دوسری زبانوں کے ساتھ مخلوط معاشرت کی وجہ سے وہ عربی میں اس طرح داخل ہوگئے کہ وہ عربی الفاظ بن گئے ۔ (۳۰)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پوری لغت عرب کا احاطہ کرنا نبی کے علاوہ کسی کے لئے ممکن نہیں ، اس لئے جن کلمات کو غیر عربی کہا گیا وہ ناواقفیت کی بنیاد پر کہا گیا قرآن کریم نے انہیں عربی ہونے کی حیثیت سے استعمال کیا ہے ۔ (۳۱)

❷ لیکن دوسرے علماء فرماتے ہیں کہ قرآن کریم میں غیر عربی الفاظ استعمال ہوئے ہیں باقی جن آیات میں "قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا" وغیرہ کے الفاظ آئے ہیں وہ اپنی جگہ درست ہیں چونکہ چند غیر عربی کلمات کے استعمال سے قرآن عربی ہونے سے نہیں نکلے گا ، اگر کسی فارسی قصیدہ میں کوئی عربی لفظ مستعمل ہو تو کوئی یہ نہیں کہتا کہ یہ قصیدہ فارسی میں نہیں ٹھیک اسی طرح بعض غیر عربی کلمات کے استعمال سے قرآن کی عربیت پر کوئی حرف نہیں آئے گا ۔ (۳۲)

علامہ سُیُوطیؒ رحمہ اللہ نے اسی قول کو اختیار کیا ہے ، وہ فرماتے ہیں کہ حافظ ابن جریر طَبَریؒ نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابو مَیْسَرہ تابعی سے روایت نقل فرمائی ہے کہ انہوں نے فرمایا

---

(۲۹) دیکھئے الاتقان فی علوم القرآن : ۱/۱۳۵، النوع الثامن و الثلاثون فیما وقع فیہ بغیر لغۃ العرب ۔

(۳۰) مذکور تفصیل کے لئے دیکھئے الاتقان فی علوم القرآن : ۱/۱۳۵ ۔ ۱۳۶ ۔

(۳۱) الاتقان فی علوم القرآن : ۱/۱۳۶ ۔

(۳۲) الاتقان فی علوم القرآن : ۱/۱۳۵ ۔

فی القرآن مِنْ کل لِسان "قرآن کریم میں ہر زبان کے الفاظ ہیں"۔ (۳۳)

## قرآن کریم میں کتنے الفاظ غیر عربی ہیں؟

وہ غیر عربی الفاظ وکلمات جو قرآن کریم میں استعمال ہوئے، علامہ تاج الدین سبکی، حافظ ابن حجر اور علامہ سیوطی رحمہم اللہ نے انہیں شمار کیا ہے۔

علامہ تاج الدین سُبکی رحمہ اللہ نے ستائیس الفاظ شمار کئے۔ (۳۴)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ان پر چوبیس کا اضافہ فرمایا تو دونوں کے اکیاون ہوگئے۔ (۳۵)

علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے ان پر ساٹھ سے زیادہ کا اضافہ فرمایا تو انکی کل تعداد ایک سو گیارہ سے زیادہ ہوجاتی ہے۔ (۳۶)

علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اس موضوع پر مستقل ایک رسالہ "اَلْمُهَذَّب فيما وَقَعَ فِيْ الْقُرْآنِ مِنَ الْمُعَرَّب" کے نام سے تحریر فرمایا ہے، اس کا خلاصہ انہوں نے "الإتقان فی علوم القرآن" میں نقل کردیا ہے۔ (۳۷)

بہر حال امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ ترجمہ قائم کرکے اور قرآن کی آیات ذکر کرکے ان حضرات کی تائید فرمائی جو کہتے ہیں کہ قرآن میں کوئی غیر عربی لفظ نہیں، یہ اس ترجمہ کی یہاں غرض ہوسکتی ہے۔

٤٦٩٩ : حدّثنا أَبُو الْيَمَانِ : حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ . وَأَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مالِكٍ قالَ : فَأَمَرَ عُثْمَانُ : زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ ، وَسَعِيدَ بْنَ الْعَاصِ ، وَعَبْدَ ٱللهِ بْنَ الزُّبَيْرِ ، وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ ٱبْنَ الحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ ، أَنْ يَنْسَخُوا مَا فِي الْمَصَاحِفِ ، وَقَالَ لَهُمْ : إِذَا ٱخْتَلَفْتُمْ أَنْتُمْ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ فِي عَرَبِيَّةٍ مِنْ عَرَبِيَّةِ الْقُرْآنِ ، فَٱكْتُبُوهَا بِلِسَانِ قُرَيْشٍ ، فَإِنَّ الْقُرْآنَ أُنْزِلَ بِلِسَانِهِمْ ، فَفَعَلُوا . [ر : ٣٣١٥]

(۳۳) الاتقان فی علوم القرآن: ۱/۱۳۵۔

(۳۴) الاتقان فی علوم القرآن: ۱/۱۳۰۔

(۳۵) الاتقان فی علوم القرآن: ۱/۱۳۰۔

(۳۶) الاتقان فی علوم القرآن: ۱/۱۳۱۔

(۳۷) دیکھئے الاتقان فی علوم القرآن: ۱/۱۳۵۔۱۳۱۔

فان القرآن أنزل بلسانهم

قرآن کریم قریش کی زبان میں نازل ہوا، اس کے متعلق قاضی ابوبکر باقلانی فرماتے ہیں کہ إنّ معظم القرآن أنزل بلسان قریش یعنی بڑا حصہ قریش کی زبان میں نازل ہوا (۳۸) اور ابو شامہ فرماتے ہیں کہ ابتداءِ نزول لغت قریش میں ہوا، پھر بعد میں دوسری لغات میں بھی اس کی قراءت کی اجازت دیدی گئی۔ (۳۹)

٤٧٠٠ : حدثنا أَبُو نُعَيْمٍ : حَدَّثَنَا هَمَّامٌ : حَدَّثَنَا عَطَاءٌ . وَقالَ مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيَى ٱبْنُ سَعِيدٍ ، عَنِ ٱبْنِ جُرَيْجٍ قالَ : أَخْبَرَنِي صَفْوَانُ بْنُ يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ : أَنَّ يَعْلَى كانَ يَقُولُ : لَيْتَنِي أَرَى رَسُولَ ٱللهِ ﷺ حِينَ يُنْزَلُ عَلَيْهِ الْوَحْيُ ، فَلَمَّا كانَ النَّبِيُّ ﷺ بِٱلْجِعْرَانَةِ ، عَلَيْهِ ثَوْبٌ قَدْ أُظِلَّ عَلَيْهِ ، وَمَعَهُ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِهِ ، إِذْ جاءَهُ رَجُلٌ مُتَضَمِّخٌ بِطِيبٍ ، فَقالَ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، كَيْفَ تَرَى فِي رَجُلٍ أَحْرَمَ فِي جُبَّةٍ بَعْدَ ما تَضَمَّخَ بِطِيبٍ ؟ فَنَظَرَ النَّبِيُّ ﷺ سَاعَةً ، فَجَاءَهُ الْوَحْيُ ، فَأَشارَ عُمَرُ إِلَى يَعْلَى : أَنْ تَعَالَ ، فَجاءَ يَعْلَى فَأَدْخَلَ رَأْسَهُ ، فَإِذَا هُوَ مُحْمَرُّ الْوَجْهِ ، يَغِطُّ كَذٰلِكَ سَاعَةً ، ثُمَّ سُرِّيَ عَنْهُ ، فَقالَ : (أَيْنَ الَّذِي يَسْأَلُنِي عَنِ الْعُمْرَةِ آنِفًا) فَٱلْتُمِسَ الرَّجُلُ فَجِيءَ بِهِ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ ، فَقالَ : (أَمَّا الطِّيبُ الَّذِي بِكَ فَٱغْسِلْهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَأَمَّا الْجُبَّةُ فَٱنْزِعْهَا ، ثُمَّ ٱصْنَعْ فِي عُمْرَتِكَ كَمَا تَصْنَعُ فِي حَجِّكَ) . [ر : ١٤٦٣]

اس حدیث کو ترجمۃ الباب سے بظاہر کوئی مناسبت نہیں، بلکہ اس کو پہلے باب میں ذکر کرنا چاہئے تھا جس میں وحی کی کیفیت بیان کی گئی لیکن شاید سہو کاتب سے اس باب میں آگئی۔

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس باب میں یہ حدیث ذکر کرکے امام بخاری رحمہ اللہ اس بات کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں کہ وحی بالقرآن اور وحی بالسنۃ دونوں کی شان اور دونوں کی زبان ایک ہی ہے۔ (۴۰)

یہ حدیث کتاب الحج میں گذر چکی ہے۔ (۴۱)

(۳۸) فتح الباری: ۹/ ۱۱۔

(۳۹) فتح الباری: ۹/ ۱۱۔

(۴۰) ارشاد الساری: ۱۱/ ۲۶۰۔

(۴۱) دیکھئے صحیح البخاری، کتاب الحج: ۱/ رقم الحدیث: ۱۵۳۶، ص ۲۰۵

## ۳ - باب : جَمْعِ الْقُرْآنِ

قرآن مجید اللہ جل شانہ کی آخری کتاب ہے ، اپنی اس آخری کتاب کی حفاظت کے لئے اللہ جل شانہ نے مکمل انتظام فرمایا چنانچہ قرآن کریم کو انسانوں کے سینوں میں محفوظ کرنے کا انتظام کیا گیا اور اس کے نزول کے لئے ایسی قوم کو منتخب کیا گیا جو قوت حافظہ میں اپنی نظیر نہیں رکھتی تھی ، ان کے سینے قومی واقعات اور قبائلی انساب کے محفوظ خزانے تھے ، ایک بار سینکڑوں اشعار کا قصیدہ سن لیتے تھے تو پورا قصیدہ ان کے دل ودماغ پر نقش ہوکر یاد ہوجاتا تھا جس پر عرب کی تاریخ شاہد ہے ، پھر چونکہ وہ ایک امی قوم تھی اس لئے ان کے یہاں ہر شنید باقی رکھنے کا مدار صرف حافظے پر تھا۔

اس لئے قرآن کریم جوں جوں نازل ہوتا گیا حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بڑے شوق وذوق اور دلچسپی کے ساتھ اسے یاد کرتے رہے صحابہ کرام میں دس ہزار حافظ صحابہ زیادہ مشہور تھے ، جن میں ۲۷ کو اعلی مقام حاصل تھا ، ان میں خلفاء اربعہ کے علاوہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت حذیفہ بن الیمانؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت سعد بن عبادہؓ، حضرت عبادہ بن صامتؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے نام سر فہرست ہیں ۔ (۴۲)

پھر جس طرح قرآن کریم کو سینوں میں ابتدا ہی سے محفوظ کرنے کا انتظام کیا گیا ٹھیک اسی طرح تحریری صورت میں بھی اس کے محفوظ رکھنے کا اہتمام کیا گیا چنانچہ مستدرک حاکم میں صحیح سند کے ساتھ روایت ہے کہ قرآن کریم تحریری صورت میں تین بار جمع ہوا ❶ عہد نبوی میں ❷ عہد صدیقی میں ❸ عہد عثمانی میں ۔ (۴۳)

### عہد نبوی میں جمع قرآن

❶ عہد نبوی میں طریقہ کار یہ تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جب قرآن کریم کا

(۴۲) النشر فی القراءات العشر : ۱/۶ بحوالہ علوم القرآن : ۱۷۹۔

(۴۳) الاتقان فی علوم القرآن : ۱/۵۷، النوع الثامن عشر فی جمعہ وترتیبہ : ۱/۵۷۔

کوئی حصہ نازل ہوتا تو آپ کسی کاتب صحابی کو بلا کر اسے لکھوا دیتے ، کاتب کے لکھنے کے بعد پھر خود اسے سنتے ، اگر اس میں کاتب سے کوئی غلطی ہوئی ہوتی تو اس کی اصلاح فرماتے اور پھر اسے لوگوں کے سامنے لاتے ، ایسے صحابہ کی تعداد تقریباً چالیس تھی جو یہ فریضہ انجام دیتے ، ان کی تفصیل اگلے باب میں آرہی ہے ۔

لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہ جمع قرآن باقاعدہ کسی مصحف کی شکل میں نہیں تھا بلکہ سفید چمڑے پر یا سفید پتھروں کی تراشی ہوئی تختیوں پر یا لکڑی کی تختیوں پر لکھ دیا جاتا تھا ۔

## عہد نبوی میں قرآن ایک مصحف میں جمع نہ کرنے کی وجوہ

کسی ایک مصحف میں اس لئے جمع نہیں کیا گیا کہ نزول قرآن کے زمانے میں نسخ کا سلسلہ جاری رہتا تھا ، کسی ایک مصحف میں جمع کرنے کی صورت میں ناسخ اور منسوخ التلاوت دونوں قسم کی آیات لکھی ہوئی ہوتیں اور اگر منسوخ کو نکالتے اور ناسخ کو درج کرتے تو اس صورت میں کاٹ چھانٹ کی نوبت آتی اور یہ دونوں صورتیں مناسب نہ تھیں ، اس لئے کسی ایک مصحف میں جمع کرنے کا اہتمام نہیں کیا گیا ۔

ایک وجہ یہ بھی تھی کہ قرآن کریم کی ترتیب نزولی احوال وواقعات کے مطابق تھی اور آیات وسور کی ترتیب ربط مضامین کے اعتبار سے تھی ، اگر عہد نبوی میں قرآن کتابی صورت میں مرتب کیا جاتا تو جدید نازل شدہ آیات کو ان کی مناسب آیات وسور کے ساتھ ملا دینے میں دشواری ہوتی ۔ (۴۴)

## عہد صدیقی میں جمع قرآن

❷ لیکن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عہد میں حالات بدل گئے ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد وحی منقطع ہوئی ، قرآن کا نزول مکمل ہوا اس لئے اب حالات اس کے متقاضی ہوئے کہ قرآن کریم کو ایک مصحف میں جمع کیا جائے ، چنانچہ یہاں باب کی پہلی روایت میں عہد صدیقی میں جمع قرآن کی تفصیل بیان کی گئی ہے کہ جب جنگ یمامہ میں ستر قراء شہید ہوئے تو

(۴۴) علوم القرآن (از مولانا شمس الحق افغانی) ۔ ۱۱۴

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے توجہ دلانے پر حضرت زید بن ثابتؓ کو ایک مصحف تیار کرنے کا حکم دیا گیا، یہ مصحف حضرت صدیق اکبرؓ کے پاس رہا، آپ کے بعد حضرت عمرؓ کے پاس رہا اور پھر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس منتقل ہوا، اس نسخہ کی یہ خصوصیات تھیں:

❶ اس نسخہ میں آیات قرآنیہ تو مرتب تھیں لیکن سورتیں مرتب نہ تھیں، ہر سورت الگ الگ لکھی ہوئی تھی۔

❷ اس میں ساتوں حروف جمع تھے۔

❸ اس میں صرف غیر منسوخ التلاوۃ آیات جمع کی گئی تھیں۔ (۴۵)

## عہد عثمانی میں جمع قرآن

❸ تیسری بار قرآن کریم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں جمع کیا گیا، اس جمع قرآن کا پس منظر یہ ہے کہ جب اسلام سرزمین عرب سے نکل کر روم اور ارد گرد کے دوسرے ممالک اور علاقوں تک پھیل گیا اور اسلام میں داخل ہونے والے لوگ ان مجاہدین اور تاجروں اور مبلغین سے قرآن سیکھنے لگے جن کی بدولت انہیں اسلام نصیب ہوا تھا تو قراءتوں کے اختلاف کی وجہ سے عام مسلمانوں میں فتنہ پیدا ہونے کا اندیشہ ہونے لگا، چونکہ قرآن کریم سات لغات پر نازل کیا گیا تھا اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف لغات کے ساتھ قرآن پڑھا تھا، ہر صحابی اپنے شاگردوں کو اسی لغت کے مطابق قرآن پڑھاتا رہا جس کے مطابق خود اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھا تھا، حضرات صحابہؓ کو تو چونکہ معلوم تھا کہ قرآن کریم سات حروف پر نازل ہوا ہے اس لئے ان میں تو اختلاف کا اندیشہ نہیں تھا، لیکن جب یہ اختلاف دور دراز ممالک میں پہنچا اور قرآن کریم کے سات حروف پر نزول کی حقیقت ان میں پوری طرح مشہور نہ ہو سکی تو اس وقت لوگوں میں جھگڑے پیش آنے لگے، بعض لوگ اپنی قراءت کو صحیح اور دوسرے کی قراءت کو غلط قرار دینے لگے، اختلاف کی یہ نوعیت فتنے کا سبب بن رہی تھی اس لئے اس بات کی ضرورت پیش آئی کہ قرآن کریم کے ایسے نسخے عالم اسلام میں پھیلائے اور عام کئے جائیں جن میں اختلاف کی مذکورہ شکل ختم ہو جائے چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چار صحابہ کو مستقل طور پر لغت قریش کے مطابق قرآن مجید جمع کرنے کا حکم دیا جن میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ انصاری تھے اور باقی تین حضرت سعید بن العاصؓ حضرت

(۴۵) علوم القرآن: ۱۸۶۔

عبدالرحمن بن حارث بن ہشام اور حضرت عبداللہ بن زبیر قریشی تھے ، چنانچہ یہاں باب کی دوسری حدیث میں عہد عثمانی میں جمع قرآن کی یہ تفصیل بیان کی گئی ہے ۔

## مصحف عثمانی کی خصوصیات

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں جو مصاحف تیار کئے گئے ان کی خصوصیات یہ تھیں :

① عہد صدیقی میں جو مصحف تیار کیا گیا تھا اس میں سورتیں مرتب نہ تھیں بلکہ ہر سورت الگ الگ لکھی ہوئی تھی ، عہد عثمانی کے مصاحف میں سورتیں مرتب کردی گئیں ۔

② مصحف میں وہ چیز درج کی گئی جس کے قرآن ہونے کا قطعی یقین ہوا ۔

③ جس کی صحت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوئی اور اس کے غیر منسوخ التلاوت ہونے کا یقین ہوا ۔ (۴۶)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ان مصاحف اور نسخوں کی تعداد میں اختلاف ہے مشہور یہ ہے کہ پانچ نسخے تیار کئے گئے تھے بعضوں نے چار مصاحف کا قول اختیار کیا ہے لیکن ابو حاتم سجستانی رحمہ اللہ نے ان نسخوں کی تعداد سات نقل کی ہے جن میں ایک نسخہ مدینہ منورہ میں رکھا گیا اور ایک مکہ مکرمہ ، ایک شام ، ایک یمن ، ایک بحرین ، ایک بصرہ اور ایک کوفہ بھیج دیا گیا ۔ (۴۷)

پھر ان نسخوں سے بے شمار نسخے مسلمانوں نے نقل کئے ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دیگر تمام نسخوں کو جن میں لغات کا اختلاف موجود تھا تلف کرنے کا حکم دیا ۔ (۴۸)

---

(۴۶) علوم القرآن : ۱۹۰ ۔ (۴۷) دیکھئے الاتقان فی علوم القرآن : ۱/ ۶۰ ، النوع الثامن عشر فی جمعہ وترتیبہ ۔

(۴۸) مباحث فی علوم القرآن لمناع القطان : ۱۳۱ ۔ مصاحف عثمانیہ کا جو نسخہ مدینہ منورہ میں رکھا گیا وہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد حضرت علیؓ ، پھر حضرت معاویہؓ کے پاس رہا ، وہاں سے اندلس اور اندلس سے مراکش کے دارالسلطنت فاس اور فاس سے پھر مدینہ منورہ پہنچا ، جنگ عظیم اول میں مدینہ منورہ کا گورنر فخری پاشا اس کو دیگر تبرکات کے ساتھ قسطنطنیہ لے گیا اور وہاں اب تک موجود ہے ۔

مکی نسخہ سن ۶۵۷ھ تک مکہ معظمہ میں رہا ، پھر دمشق کی مسجد جامع دمشق پہنچا ، انیسویں صدی کے آخر میں مولانا شبلی نعمانی نے جامع دمشق میں اس کی زیارت کی تھی ، سلطان عبدالحمید کے دور حکومت میں جو سن ۱۸۷۶ء کے بعد شروع ہوتا ہے مسجد جامع دمشق کو آگ لگ گئی ، اس میں یہ نسخہ بھی جل گیا ۔

شامی نسخہ سلاطین اندلس نے قرطبہ منتقل کیا اور جامع مسجد قرطبہ میں رہا ، وہاں سے مراکش اور مراکش سے تلمان کے شاہی خزانہ میں پہنچا ، پھر ایک تاجر خرید کر فارس لایا اور وہاں اب تک موجود ہے ۔

یمنی نسخہ جامع ازہر مصر کے کتب خانہ میں موجود ہے ، بحرین کا نسخہ فرانس کے کتب خانہ میں موجود ہے اور کوفہ کا نسخہ کتب خانہ قسطنطنیہ میں موجود ہے ، بصرہ کا نسخہ کتب خانہ خدیویہ مصر میں رہا اور اب معلوم نہیں کہ کہاں ہے (مذکورہ تفصیل کے لئے دیکھئے علوم القرآن از مولانا افغانی : ۱۱۸ ۔ ۱۱۹ ۔ )

٤٧٠١ : حدّثنا مُوسى بْنُ إسْماعِيلَ ، عَنْ إبْراهِيمَ بْنِ سَعْدٍ : حَدَّثَنا ابْنُ شِهابٍ ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ السَّبَّاقِ : أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثابِتٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قالَ : أَرْسَلَ إِلَيَّ أَبُو بَكْرٍ ، مَقْتَلَ أَهْلِ الْيَمامَةِ ، فَإِذا عُمَرُ بْنُ الخَطَّابِ عِنْدَهُ ، قالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ : إِنَّ عُمَرَ أَتانِي فَقالَ : إِنَّ الْقَتْلَ قَدِ اسْتَحَرَّ يَوْمَ الْيَمامَةِ بِقُرَّاءِ الْقُرْآنِ ، وَإِنِّي أَخْشَى أَنْ يَسْتَحِرَّ الْقَتْلُ بِالْقُرَّاءِ بِالمَواطِنِ ، فَيَذْهَبَ كَثِيرٌ مِنَ الْقُرْآنِ ، وَإِنِّي أَرَى أَنْ تَأْمُرَ بِجَمْعِ الْقُرْآنِ . قُلْتُ لِعُمَرَ : كَيْفَ تَفْعَلُ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ ؟ قالَ عُمَرُ : هٰذا وَاللهِ خَيْرٌ ، فَلَمْ يَزَلْ عُمَرُ يُراجِعُنِي حَتَّى شَرَحَ اللهُ صَدْرِي لِذٰلِكَ ، وَرَأَيْتُ فِي ذٰلِكَ الَّذِي رَأَى عُمَرُ . قالَ زَيْدٌ : قالَ أَبُو بَكْرٍ : إِنَّكَ رَجُلٌ شابٌّ عاقِلٌ لَا نَتَّهِمُكَ ، وَقَدْ كُنْتَ تَكْتُبُ الْوَحْيَ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ ، فَتَتَبَّعِ الْقُرْآنَ فَاجْمَعْهُ . فَوَاللهِ لَوْ كَلَّفُونِي نَقْلَ جَبَلٍ مِنَ الْجِبالِ ما كانَ أَثْقَلَ عَلَيَّ مِمَّا أَمَرَنِي بِهِ مِنْ جَمْعِ الْقُرْآنِ . قُلْتُ : كَيْفَ تَفْعَلُونَ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُولُ اللهِ ؟ قالَ : هُوَ وَاللهِ خَيْرٌ ، فَلَمْ يَزَلْ أَبُو بَكْرٍ يُراجِعُنِي حَتَّى شَرَحَ اللهُ صَدْرِي لِلَّذِي شَرَحَ لَهُ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُما ، فَتَتَبَّعْتُ الْقُرْآنَ أَجْمَعُهُ مِنَ الْعُسُبِ وَاللِّخافِ وَصُدُورِ الرِّجالِ ، حَتَّى وَجَدْتُ آخِرَ سُورَةِ التَّوْبَةِ مَعَ أَبِي خُزَيْمَةَ الْأَنْصارِيِّ ، لَمْ أَجِدْها مَعَ أَحَدٍ غَيْرِهِ : «لَقَدْ جاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ ما عَنِتُّمْ» . حَتَّى خاتِمَةِ بَراءَةَ ، فَكانَتِ الصُّحُفُ عِنْدَ أَبِي بَكْرٍ حَتَّى تَوَفَّاهُ اللهُ ، ثُمَّ عِنْدَ عُمَرَ حَياتَهُ ، ثُمَّ عِنْدَ حَفْصَةَ بِنْتِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ . [ر : ٤٤٠٢]

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ یمامہ کے فوراً بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک روز مجھے پیغام بھیج کر بلوایا، میں ان کے پاس پہنچا، تو وہاں حضرت عمرؓ بھی موجود تھے، حضرت ابوبکر نے مجھ سے فرمایا کہ "عمر نے آکر ابھی مجھ سے یہ بات کہی ہے کہ جنگ یمامہ میں قرآن کریم کے حفاظ کی ایک بڑی جماعت شہید ہوگئی اور اگر مختلف مقامات پر قرآن کریم کے حافظ اسی طرح شہید ہوتے رہے تو مجھے اندیشہ ہے کہ قرآن کریم کا ایک بڑا حصہ ناپید نہ ہوجائے، لہذا میری رائے یہ ہے کہ آپ اپنے حکم سے قرآن کریم کو جمع کروانے کا کام شروع کردیں"

میں نے عمرؓ سے کہا جو کام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا وہ ہم کیسے کریں؟ عمر نے جواب دیا "خدا کی قسم! یہ کام خیر ہی خیر ہے" اس کے بعد عمرؓ مجھ سے بار بار یہی کہتے

رہے یہاں تک کہ مجھے بھی اس پر شرح صدر ہوگیا اور اب میری رائے بھی وہی ہے جو عمر کی ہے "
اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے مجھ سے فرمایا کہ "تم نوجوان اور سمجھ دار آدمی ہو، ہمیں تمھارے بارے میں کوئی بدگمانی نہیں ہے، تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کتابت وحی کا کام بھی کرتے رہے ہو، لہذا تم قرآن کریم کی آیتوں کو تلاش کرکر کے انہیں جمع کردو"

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم! اگر یہ حضرات مجھے کوئی پہاڑ ڈھونے کا حکم دیتے تو مجھ پر اتنا بوجھ نہ ہوتا جتنا جمع قرآن کے کام کا ہوا، میں نے ان سے کہا کہ آپ وہ کام کیسے کررہے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم! یہ کام خیر ہی خیر ہے، حضرت ابوبکر مجھ سے بار بار کہتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ اسی رائے کے لئے کھول دیا جو حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ کی رائے تھی، چنانچہ میں نے قرآنی آیات کو تلاش کرنا شروع کیا اور کھجور کی شاخوں، پتھر کی تختیوں اور لوگوں کے سینوں سے قرآن کریم کو جمع کیا۔

یہ حدیث کتاب التفسیر میں سورۂ براءت کے تحت گذر چکی ہے۔

## فَتَتَبَّعْتُ القرآنَ أَجْمَعُهُ مِنَ العُسُبِ واللِّخَافِ وصُدورِ الرجال

یعنی میں نے قرآن کریم کی تلاش شروع کردی اور کھجور کی شاخوں، پتھر کی تختیوں اور لوگوں کے سینوں سے اس کو جمع کرنے لگا۔

عُسُب: یہ عَسِیْب کی جمع ہے کھجور کی شاخ کو کہتے ہیں۔

اللخاف: یہ لَخْفَةٌ کی جمع ہے باریک سفید پتھر کو کہتے ہیں۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے جمع قرآن کے سلسلہ میں انتہائی احتیاط برتی، وہ خود بھی حافظ قرآن تھے لیکن اپنے یا کسی دوسرے کے صرف حافظہ پر انہوں نے اکتفا نہیں کیا، اعلان کردیا گیا کہ جس شخص کے پاس قرآن کریم کا کوئی حصہ مکتوب ہو وہ حضرت زید کے پاس لے آئے، چنانچہ یہ سلسلہ شروع ہوگیا، کوئی لکھی ہوئی آیت اس وقت تک قبول نہ کی جاتی تھی جب تک دو قابل اعتبار گواہوں نے اس بات کی گواہی نہ دیدی ہو کہ یہ آیت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لکھی گئی تھی، کوئی آیت تواتر کی تحریری اور زبانی شہادتوں کے بغیر درج نہیں کی جاتی؛ اسی احتیاط کے ساتھ اللہ جل شانہ نے ان سے یہ عظیم کام لیا اور قرآن شریف کو مختلف

صحیفوں میں انہوں نے جمع کردیا۔ (۴۹)

یہ صحیفے حضرت صدیق اکبرؓ، پھر حضرت عمرؓ اور اس کے بعد حضرت حفصہؓ کے پاس رہے، پھر مروان بن حکم نے اپنے عہد حکومت میں یہ صحیفے حضرت حفصہؓ سے طلب کئے تو انہوں نے دینے سے انکار کردیا، حضرت حفصہؓ کی وفات کے بعد مروان بن الحکم نے وہ صحیفے منگوائے اور انھیں اس خیال سے نذر آتش کردیا کہ اب اس بات پر اجماع منعقد ہوچکا تھا کہ رسم الخط اور ترتیب سور کے لحاظ سے حضرت عثمان کے تیار کرائے ہوئے مصاحف کی اتباع لازمی ہے، ان کے رسم الخط اور ترتیب کے خلاف کوئی نسخہ نہیں رہنا چاہئے۔ (۵۰)

وامر بما سواہ من القرآن فی کل صحیفة او مصحف ان یحرق

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوسرے مصاحف کو جو دوسری لغات کے مطابق لکھے گئے تھے جلانے کا حکم دیا۔

## قرآن کریم کے بوسیدہ اوراق کا حکم

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کے اوراق اگر بوسیدہ اور ناقابل قراءت ہوجائیں تو انہیں جلادینے کی گنجائش ہے (۵۱)

بعض روایات میں "أَنْ یُخَرَّقَ" (خاء معجمہ کے ساتھ) وارد ہے یعنی انہیں پھاڑ دیا جائے (۵۲)

قاضی عیاضؒ نے فرمایا کہ ان مصاحف کو پہلے پانی کے ساتھ دھویا گیا تھا اور پھر انہیں جلادیا گیا تھا (۵۳)

حضرات حنفیہ کے نزدیک قرآن کریم کے بوسیدہ اوراق کو جلانے اور دھونے کے بجائے

---

(۴۹) فتح الباری: ۹/۱۷۔

(۵۰) فتح الباری: ۹/۲۴۔

(۵۱) فتح الباری: ۹/۲۵۔

(۵۲) فتح الباری: ۹/۲۵۔

(۵۳) فتح الباری: ۹/۲۵۔

کسی پاک جگہ دفن کرنا چاہئے ان کے نزدیک جلانا مکروہ ہے (۵۴)

درمختار میں یہ مسئلہ مذکور ہے (۵۵)، دراصل ابراہیم نخعیؒ کے ایک اثر میں ہے کہ دفن کیا جائے، مگر ابوبکر اثرمؒ نے امام احمد بن حنبلؒ سے نقل کیا ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ کیا ابراہیم نخعی نے ایسا فرمایا ہے تو انہوں نے فرمایا "لاأصل له" خطیب بغدادی نے ابوبکر اثرم کا یہ اثر نقل کیا ہے (۵۶)

٤٧٠٣ : حدّثنا مُوسَى : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ : حَدَّثَنَا ٱبْنُ شِهَابٍ : أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُ : أَنَّ حُذَيْفَةَ بْنَ الْيَمَانِ قَدِمَ عَلَى عُثْمَانَ ، وَكَانَ يُغَازِي أَهْلَ الشَّأْمِ فِي فَتْحِ إِرْمِينِيَةَ وَأَذْرَبِيجَانَ مَعَ أَهْلِ الْعِرَاقِ . فَأَفْزَعَ حُذَيْفَةَ ٱخْتِلَافُهُمْ فِي الْقِرَاءَةِ ، فَقَالَ حُذَيْفَةُ لِعُثْمَانَ : يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ ، أَدْرِكْ هٰذِهِ الْأُمَّةَ قَبْلَ أَنْ يَخْتَلِفُوا فِي الْكِتَابِ ، ٱخْتِلَافَ الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى . فَأَرْسَلَ عُثْمَانُ إِلَى حَفْصَةَ : أَنْ أَرْسِلِي إِلَيْنَا بِالصُّحُفِ نَنْسَخُهَا فِي الْمَصَاحِفِ ثُمَّ نَرُدُّهَا إِلَيْكِ ، فَأَرْسَلَتْ بِهَا حَفْصَةُ إِلَى عُثْمَانَ ، فَأَمَرَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ ، وَعَبْدَ ٱللهِ بْنَ الزُّبَيْرِ ، وَسَعِيدَ بْنَ الْعَاصِ ، وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ ٱبْنَ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ ، فَنَسَخُوهَا فِي الْمَصَاحِفِ . وَقَالَ عُثْمَانُ لِلرَّهْطِ الْقُرَشِيِّينَ الثَّلَاثَةِ : إِذَا ٱخْتَلَفْتُمْ أَنْتُمْ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ فِي شَيْءٍ مِنَ الْقُرْآنِ فَٱكْتُبُوهُ بِلِسَانِ قُرَيْشٍ ، فَإِنَّمَا نَزَلَ بِلِسَانِهِمْ ، فَفَعَلُوا ، حَتَّى إِذَا نَسَخُوا الصُّحُفَ فِي الْمَصَاحِفِ رَدَّ عُثْمَانُ الصُّحُفَ إِلَى حَفْصَةَ ، وَأَرْسَلَ إِلَى كُلِّ أُفُقٍ بِمُصْحَفٍ مِمَّا نَسَخُوا ، وَأَمَرَ بِمَا سِوَاهُ مِنَ الْقُرْآنِ فِي كُلِّ صَحِيفَةٍ أَوْ مُصْحَفٍ أَنْ يُحْرَقَ .

قَالَ ٱبْنُ شِهَابٍ : وَأَخْبَرَنِي خَارِجَةُ بْنُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ : سَمِعَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ قَالَ : فَقَدْتُ آيَةً مِنَ الْأَحْزَابِ حِينَ نَسَخْنَا الْمُصْحَفَ ، قَدْ كُنْتُ أَسْمَعُ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ يَقْرَأُ بِهَا ، فَٱلْتَمَسْنَاهَا فَوَجَدْنَاهَا مَعَ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيِّ : «مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا ٱللهَ عَلَيْهِ» . فَأَلْحَقْنَاهَا فِي سُورَتِهَا فِي الْمُصْحَفِ . [ر: ٢٦٥٢ ، ٣٣١٥ ، ٤٤٠٢]

---

(۵۴) عمدة القاري: ۱۹/۲۰ ـ امداد الاحکام: ۲۳۰/۲ ـ

(۵۵) الدر المختار مع الرد المحتار: ۴۲۲/۶

(۵۶) ماوجدته فیما بین یدی من المراجع والمصادر

## ٤ - باب : كَاتِبِ النَّبِيِّ ﷺ

٤٧٠٣ : حدّثنا يحيى بن بُكَيْرٍ : حدّثنا اللَّيْثُ ، عَنْ يُونُسَ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ : أَنَّ ابْنَ السَّبَّاقِ قالَ : إِنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ قالَ : أَرْسَلَ إِلَيَّ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قالَ : إِنَّكَ كُنْتَ تَكْتُبُ الْوَحْيَ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ ، فَاتَّبِعِ الْقُرْآنَ ، فَتَتَبَّعْتُ حَتَّى وَجَدْتُ آخِرَ سُورَةِ التَّوْبَةِ آيَتَيْنِ مَعَ أَبِي خُزَيْمَةَ الْأَنْصَارِيِّ ، لَمْ أَجِدْهُما مَعَ أَحَدٍ غَيْرِهِ : «لَقَدْ جاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ ما عَنِتُّمْ» . إِلَى آخِرِهِ [ر : ٤٤٠٢]

٤٧٠٤ : حدّثنا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى ، عَنْ إِسْرَائِيلَ ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ ، عَنِ الْبَرَاءِ قالَ : لَمَّا نَزَلَتْ : «لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللهِ» . قالَ النَّبِيُّ ﷺ : (ادْعُ لِي زَيْدًا ، وَلْيَجِىءْ بِاللَّوْحِ وَالدَّوَاةِ وَالْكَتِفِ ، أَوِ : الْكَتِفِ وَالدَّوَاةِ) . ثُمَّ قالَ : (اكْتُبْ : «لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ») . وَخَلْفَ ظَهْرِ النَّبِيِّ ﷺ عَمْرُو بْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ الْأَعْمَى ، قالَ : يَا رَسُولَ اللهِ فَمَا تَأْمُرُنِي ، فَإِنِّي رَجُلٌ ضَرِيرُ الْبَصَرِ؟ فَنَزَلَتْ مَكَانَهَا : «لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللهِ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ» . [ر : ٢٦٧٦]

یہاں "کاتب" مفرد ہے ، حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے "کُتّاب" جمع کا صیغہ نقل کیا ہے ، اور پھر اشکال کیا ہے کہ امام بخاری نے ترجمہ میں تو "کُتّاب" جمع کا صیغہ استعمال کیا ہے اور اس کے تحت روایت میں صرف ایک کاتب حضرت زید بن ثابتؓ کا نام لیا ہے ، فرماتے ہیں کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کو زید بن ثابت کے علاوہ اور کسی صحابی کے بارے میں کوئی روایت اپنی شرط کے مطابق نہیں ملی ۔

لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بخاری کے تمام نسخوں میں مجھے "کاتب" مفرد کے ساتھ ملا ، جمع کے ساتھ کہیں بھی نہیں ملا ، اس لئے حدیث اور ترجمۃ الباب کی مطابقت واضح ہے (۱)

البتہ یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ وحی لکھنے والے کئی صحابہؓ تھے ، صرف حضرت زید بن ثابتؓ نہیں تھے ، حضرات خلفائے اربعہ ، ابی بن کعب ، عبداللہ بن سعد بن ابی سرح اور حضرت زبیر بن

(۱) مذکورہ تفصیل کے لئے دیکھئے ، فتح الباری: ۲۷/۹ ۔

العوام وغیرہ حضرات صحابہ کے نام بھی وحی کے کاتبوں میں شامل تھے، مکہ مکرمہ میں سب سے پہلے قریش میں سے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح نے وحی کی کتابت کی، مدینہ منورہ میں سب سے پہلے وحی کی کتابت کی سعادت حضرت ابی بن کعبؓ کو حاصل ہوئی (۲)

## ٥ - باب: أُنْزِلَ الْقُرْآنُ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ.

٤٧٠٥ : حدثنا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ قالَ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قالَ: حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قالَ: حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ: أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا حَدَّثَهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قالَ: (أَقْرَأَنِي جِبْرِيلُ عَلَى حَرْفٍ، فَرَاجَعْتُهُ، فَلَمْ أَزَلْ أَسْتَزِيدُهُ وَيَزِيدُنِي، حَتَّى انْتَهَى إِلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ). [ر: ٣٠٤٧]

٤٧٠٦ : حدثنا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ قالَ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قالَ: حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قالَ: حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ: أَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَبْدٍ الْقَارِيَّ حَدَّثَاهُ: أَنَّهُمَا سَمِعَا عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُولُ: سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ حَكِيمٍ يَقْرَأُ سُورَةَ الْفُرْقَانِ فِي حَيَاةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَاسْتَمَعْتُ لِقِرَاءَتِهِ، فَإِذَا هُوَ يَقْرَأُ عَلَى حُرُوفٍ كَثِيرَةٍ لَمْ يُقْرِئْنِيهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَكِدْتُ أُسَاوِرُهُ فِي الصَّلَاةِ، فَتَصَبَّرْتُ حَتَّى سَلَّمَ، فَلَبَّبْتُهُ بِرِدَائِهِ فَقُلْتُ: مَنْ أَقْرَأَكَ هٰذِهِ السُّورَةَ الَّتِي سَمِعْتُكَ تَقْرَأُ؟ قالَ: أَقْرَأَنِيهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَقُلْتُ: كَذَبْتَ، فَإِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَدْ أَقْرَأَنِيهَا عَلَى غَيْرِ مَا قَرَأْتَ، فَانْطَلَقْتُ بِهِ أَقُودُهُ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَقُلْتُ: إِنِّي سَمِعْتُ هٰذَا يَقْرَأُ بِسُورَةِ الْفُرْقَانِ عَلَى حُرُوفٍ لَمْ تُقْرِئْنِيهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: (أَرْسِلْهُ، اقْرَأْ يَا هِشَامُ). فَقَرَأَ عَلَيْهِ الْقِرَاءَةَ الَّتِي سَمِعْتُهُ يَقْرَأُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: (كَذٰلِكَ أُنْزِلَتْ). ثُمَّ قالَ: (اقْرَأْ يَا عُمَرُ). فَقَرَأْتُ الْقِرَاءَةَ الَّتِي أَقْرَأَنِي، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: (كَذٰلِكَ أُنْزِلَتْ، إِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ، فَاقْرَؤُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ). [ر: ٢٢٨٧]

---

(۲) دیکھئے فتح الباری: ۹/۲۷ وارشاد الساری: ۱۱/۲۶۷۔

## إنّ هذا القرآن أُنْزِلَ عَلَی سبعةِ أَحْرُف

علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ یہ حدیث ۲۱ صحابہ کرام سے مروی ہے (۳) ،

ابوعبید قاسم بن سلام نے فرمایا کہ یہ روایت متواتر ہے (۴)

"سبعۃ احرف" کی تفسیر میں علماء کا بڑا اختلاف ہے ، ابن حبان نے فرمایا کہ اس میں علماء کے ۳۵ اقوال ہیں (۵) ، یہاں تک کہ محمد بن سَعْدان نحوی نے اس کو متشابہات میں سے قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ حدیث معلوم المعنی نہیں (۶) ، علامہ سُیُوطِیْ رحمہ اللہ نے "تنویر الحوالک" اور "زھر الربی" میں اسی قول کو اختیار کیا ہے (۷)

## سبعۃ احرف کی تشریح میں اقوال علماء

لیکن اکثر علماء اس کو معلوم المعنی قرار دیتے ہیں، پھر اس کی تفسیر اور معنی میں مختلف اقوال نقل کئے گئے ہیں ، جن میں سے یہاں چند ذکر کئے جاتے ہیں :

❶ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ "سبعۃ احرف" سے سات مشہور قاریوں کی قراءتیں مراد ہیں ۔

لیکن یہ خیال غلط اور باطل ہے کیونکہ قرآن کریم کی متواتر قراءتیں ان سات مشہور قاریوں کی قراءتوں میں منحصر نہیں بلکہ ان کے علاوہ بھی متواتر قراءتیں ثابت ہیں ، چنانچہ ابو شامہ اس قول کو رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

"ظن قوم أن القراءات السبع الموجودة الآن ، هی التی أریدت فی الحدیث ، وهو خلاف إجماع أهل العلم قاطبة ، وإنما یظن ذلک بعض اهل الجهل" (۸)

❷ مشہور اور متواتر قراءتیں چونکہ سات سے زیادہ ہیں اس لئے بعض حضرات نے فرمایا کہ حدیث میں "سبعۃ احرف" سے تمام مشہور قراءتیں مراد ہیں اور "سبعۃ" یعنی سات کے لفظ سے

---

(۳) دیکھئے مباحث فی علوم القرآن لمناع القطان : ۱۵۷ ، والاتقان فی علوم القرآن : ۴۱/۱ ۔

(۴) الاتقان فی علوم القرآن : ۴۱/۱ ، وفضائل القرآن للامام ابی عبید قاسم بن سلام : ۲۰۴ ۔

(۵) فتح الباری : ۲۸/۹ ۔

(۶) البرھان فی علوم القرآن ، القول فی القراءات السبع : ۲۱۳/۱ ۔

(۷) زھر ربی علی ھامش نسائی جامع ما جاء فی القرآن : ۱۵/۱ وتنویر الحوالک :

(۸) فتح الباری : ۳۷/۹ ۔

مخصوص عدد مراد نہیں بلکہ اس سے مراد کثرت ہے ، جس طرح دعائیوں میں کثرت کے لئے "سبعین" کا لفظ آتا ہے اسی طرح آحاد میں "سبعة" کا لفظ کثرت کے لئے آتا ہے ، قاضی عیاض اور ان کے متبعین نے اسی قول کی طرف رجحان ظاہر کیا ہے ۔ (۹)

لیکن یہ قول یہاں حدیث باب کی وجہ سے درست نہیں معلوم ہوتا کیونکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں باب میں حضرت ابن عباسؓ کی جو حدیث نقل کی ہے اس میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے جبرئیل علیہ السلام نے قرآن کریم ایک حرف پر پڑھایا تو میں نے ان سے مراجعت کی اور زیادتی طلب کرتا رہا اور وہ اضافہ کرتے رہے یہاں تک وہ سات حروف تک پہنچ گئے ۔

اس روایت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ "سبعة" کا لفظ یہاں کثرت کے لئے نہیں بلکہ اس سے عدد معین مراد ہے ۔

❸ تیسرا قول امام طَحَاوِیؒ رحمہ اللہ کا ہے ، علامہ ابن عبدالبر نے اس کو اختیار کیا اور اس کو اکثر علماء کی طرف منسوب کیا ہے کہ "أَحْرُف" سے مراد معنی کو مترادف لفظ کے ساتھ ادا کرنا ہے۔ (۱۰)

یہ حضرات فرماتے ہیں کہ قرآن کا نزول تو صرف لغت قریش پر ہوا تھا ، لیکن ابتدائے اسلام میں دوسرے قبائل کو یہ اجازت دی گئی تھی کہ وہ اپنی علاقائی زبان کے مطابق مرادف الفاظ کے ساتھ قرآن کریم کی تلاوت کرسکتے ہیں اور یہ مترادف الفاظ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعین فرمائے تھے جیسے تَعَال کی جگہ هَلُمَّ اور أَقْبِل کی جگہ اُدْن ، پھر جب قرآن کی لغت سے دوسرے قبائل رفتہ رفتہ مانوس ہوگئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ اپنے آخری دور قرآن (عرضہ اخیرہ) میں یہ اجازت ختم کردی اور صرف وہی طریقہ باقی رکھا گیا جس پر قرآن نازل ہوا تھا ۔

اس قول کے مطابق "سبعة احرف" والی حدیث ابتدائے زمانہ سے متعلق ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری دور میں یہ اجازت ختم کردی گئی تھی ، قرآن کریم کے سات حروف پر نازل ہونے کا مطلب ان حضرات کے نزدیک یہ ہے کہ وہ اس وسعت کے ساتھ نازل ہوا ہے کہ ایک مخصوص زمانے تک اسکو سات حروف پر پڑھا جاسکے گا اور سات حروف سے یہ مراد نہیں کہ ہر کلمہ میں سات مرادفات کی اجازت ہے بلکہ مقصد یہ تھا کہ زیادہ سے زیادہ کسی لفظ کے معنی کے

---

(۹) فتح الباری: ۲۸/۹ ۔

(۱۰) مشکل الآثار للطحاوی: ۱۸۶/۴ ۔ ۱۹۱ ۔ وفتح الباری: ۳۲/۹ ۔

لئے جتنے مرادفات استعمال کئے جاسکتے ہیں ان کی تعداد سات ہے اور یہ مرادفات بھی خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم متعین فرمایا کرتے تھے، لوگوں کی مرضی پر ان کا دار ومدار نہیں تھا ۔ (۱۱)

اس قول کی تائید حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے ہوتی ہے جو امام احمد رحمہ اللہ نے مسند احمد میں نقل فرمائی ہے، اس میں ہے :

"إن جبرئیل قال: یا محمد، إقرا القرآن علی حرف، قال میکائیل استزدہ، حتی بلغ سبعة أحرف، قال: کل شاف کاف مالم تختلط آیة عذاب برحمة، أو رحمة بعذاب نحو قولک: تعال، وأقبل، وھلم، واذھب، واسرع، وعجل" (۱۲)

اس روایت سے صاف معلوم ہورہا ہے کہ سبعۃ احرف سے الفاظ مترادفہ کے ذریعہ معنی کی ادائیگی مراد ہے ۔

اسی طرح ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ اور ایک دوسرے صحابی کا قرآن کریم کی ایک آیت کی قراءت کے سلسلہ میں اختلاف ہوگیا، دونوں حضرات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے فرمایا "یا عمر، ان القرآن کلہ صواب مالم تجعل رحمة عذابا او عذابا رحمة" (۱۳)

اس لئے یہ قول دلائل کے لحاظ سے کافی حد تک وزنی ہے لیکن اس پر یہ اشکال باقی رہتا ہے کہ اگر "سبعۃ احرف" کا اختلاف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ختم ہوچکا تھا تو پھر بعد میں حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں جو اختلاف رونما ہوا جس کی وجہ سے انہوں نے مصاحف تیار کرکے دوسری لغات کو ان مصاحف سے ختم کردیا تھا اس کی کیا توجیہ ہوگی؟ اگر "سبعۃ احرف" خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ختم ہوگئے تھے تو بعد میں اختلاف کس چیز کا باقی رہ گیا تھا جس کو ختم کرنے کے لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصاحف تیار کئے ۔

❹ علامہ ابن جریر طبری رحمہ اللہ اور ان کے متبعین نے "سبعۃ احرف" سے قبائل عرب کی سات لغات مراد لی ہیں، پھر ان قبائل کی تعیین میں دو قول مشہور ہیں ایک قول یہ ہے کہ اس سے ❶ قریش ❷ ھذیل ❸ ثقیف ❹ ھوازن ❺ کنانہ ❻ تمیم ❼ اور یمن مراد ہیں اور دوسرا

(۱۱) تفصیل کے لئے دیکھئے مشکل الآثار للطحاوی: ۱۸۶/۴ ـ ۱۹۱ ـ نیز فتح الباری: ۳۲/۹ ـ و ۳۳ ـ

(۱۲) اخرجہ احمد باسناد جید، وھذا اللفظ لاحمد (وانظر مباحث فی علوم القرآن: ۱۶۲ ـ)

(۱۳) اخرجہ احمد باسناد رجالہ ثقات (وانظر مباحث فی علوم القرآن: ۱۶۲ ـ)

قول یہ ہے کہ اس سے ❶ قریش ❷ ھذیل ❸ تیم رباب ❹ ازد ❺ ربیعہ ❻ ھوازن ❼ اور سعد بن بکر مراد ہیں ۔ (۱۴)

اس قول پر ایک اشکال یہ ہوتا ہے کہ لغات عرب تو سات سے زیادہ ہیں ۔

اس کا جواب یہ دیا گیا کہ قبائل عرب کی لغات اگر چہ سات سے زیادہ تھیں لیکن فصیح ان میں سات تھیں ، پھر سات لغات میں نازل ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ ہر کلمہ سات لغات میں مختلف انداز سے پڑھا جائے گا بلکہ مطلب یہ ہے کہ متفرق طور پر تمام قرآن میں سات لغات ہیں ، چنانچہ امام ابوعبید قاسم بن سلاّم لکھتے ہیں :

"ولیس معنی تلک السبعة أن یکون الحرف الواحد یقرا علی سبعة اوجه ، هذا شیء غیر موجود ، ولکنه عندنا أنه نزل علی سبع لغات متفرقة فی جمیع القرآن من لغات العرب ، فیکون الحرف منها بلغة قبیلة ، والثانی بلغة أخری سوی الأولی ، والثالث بلغة أخری سواهما ، کذلک إلی السبعة ، وبعض الأحیاء أسعد بها واکثر حظًّا فیها من بعض" (۱٦)

"سبعۃ احرف" کے سلسلہ میں علامہ ابن جریر طبریؒ رحمہ اللہ کا اختیار کردہ یہ قول سب سے زیادہ مشہور ہے اور اکثر متاخرین نے اسی کو اختیار کیا ہے ، مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے "امداد الاحکام" میں اسی قول کو اختیار کیا ہے ، چنانچہ وہ لکھتے ہیں :

"محققین امت کا قول یہ ہے کہ قرآن اولاً قریش کی لغت پر نازل ہوا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم کی زبان تھی ، چنانچہ قرآن کریم میں بھی ارشاد ہے " وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ " اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم قریش تھی ، پس ضرور ہے کہ قرآن قریش کی زبان میں نازل ہوا .....
ہجرت سے پہلے چونکہ اسلام لانے والے زیادہ تر اھل مکہ تھے جو سب قریش تھے یا قریش کی زبان میں تکلم کرنے والے ، اس لئے عرب کی دوسری لغات میں پڑھنے کی مسلمانوں کو ضرورت نہ تھی ، پھر ہجرت کے بعد چونکہ دوسرے قبائل عرب بھی اسلام میں داخل ہونے لگے اور گو تمام قبائل عرب کی مشترک زبان

(۱۴) دیکھئے فتح الباری : ۹/۳۳ ، والبرھان فی علوم القرآن : ۱/۲۱۷ ۔ ومباحث فی علوم القرآن : ۱۵۸ ۔

(۱۵) فتح الباری : ۹/۱۳۲ ۔ وروح المعانی : بیان المراد بالاحرف السبعۃ : ۱/۲۱ ۔

(۱٦) فضائل القرآن للامام ابی عبید القاسم بن سلام ، باب لغات القرآن : ۲۰۳ ۔

عربی تھی ، مگر تلفظ و اعراب وغیرہ میں بہت کچھ اختلاف تھا مثلاً قریش "حتی حین" کو حاء کے ساتھ پڑھتے تھے اور ہذیل اس کو "عتی عین" عین کے ساتھ پڑھتے تھے ..... (اور اس اختلاف کی نظیر ہر زبان میں موجود ہے مثلاً دلی اور لکھنؤ کی اردو زبان میں اختلاف ہے ایک کھارا پانی کہتا ہے ، ایک کھاری پانی بولتا ہے ) اور قاعدہ ہے کہ مادری زبان کا دفعۃً بدل جانا دشوار ہے .... خصوصاً ایسی قوم کو جس میں لکھنے پڑھنے کا رواج بالکل نہ ہو بلکہ محض سننے سنانے پر مدار ہو اور قرآن کا مدار ان کے یہاں محض اسی پر تھا ، لکھنے پڑھنے والے بہت کم تھے ، بس جتنا قرآن جس کے پاس تھا وہ حفظ ہی میں تھا اور اس حالت میں دوسرے قبائل اپنے تلفظ ہی کے موافق قرآن پڑھتے تھے دفعۃً لغت قریش اور تلفظ قریش کو ادا نہ کرسکتے تھے ، اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (مختلف لغات میں پڑھنے کی ) درخواست کی کہ چونکہ اھل عرب زیادہ تر امی ہیں اور ان کے تلفظ و اعراب مختلف ہیں تو دفعۃً سب کو لغت قریش کا مکلف کرنے میں اندیشہ ہے کہ ان سے اس میں کوتاہی ہوگی اور اس کوتاہی کی وجہ سے گناہ میں مبتلا ہوں گے ، اس لئے اس میں توسیع فرمائی جاوے ، چنانچہ درخواست منظور ہوئی اور سات طریقوں سے قرآن پڑھنے کی اجازت دی گئی اور ان سات طریقوں سے مراد قبائل عرب کی سات لغات ہیں یعنی اس کی اجازت دی گئی کہ جو شخص لغت قریش میں قرآن کا تلفظ نہ کرسکے وہ ان قبائل میں سے کسی قبیلہ کے تلفظ میں قرآن کے الفاظ کو ادا کرلیا کرے اور غالباً سات لغات میں انحصار اس لئے کیا گیا کہ ان کے سوا دوسرے قبائل کا تلفظ فصیح نہ تھا یا یہ کہ ان قبائل کے تلفظ کے تابع دوسرے قبائل تھے ، اس لئے زیادہ توسیع کی ضرورت نہ تھی ۔

اس تقریر سے معلوم ہوگیا کہ لغت قریش کے علاوہ جو چھ لغات تھیں ان میں حقیقۃً قرآن کا نزول نہیں ہوا بلکہ حقیقی نزول لغت قریش میں تھا ، مگر چونکہ سہولت کے لئے دوسرے چھ قبائل کے تلفظ میں بھی قرآن پڑھنے کی اجازت دیدی گئی تھی ، اس لئے حکماً وہ بھی منزل من اللہ ہوگئے ، نیز یہ بھی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان سات لغات میں پڑھنا ہر شخص کی رائے پر نہ تھا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر پڑھنے کی اجازت تھی ، حضورؐ

نے خود دوسری لغات میں پڑھ کر بتلادیا تھا کہ لغت قریش کے سوا ان لغات میں اس طرح پڑھنا جائز ہے، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کو معلوم تھا کہ قرآن کا نزول اولاً لغت قریش میں ہوا ہے اور ہجرت سے پہلے زمانہ قیام مکہ میں تیرہ سال تک ایک ہی قراءت اور ایک ہی لغت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن پڑھایا گیا اور حضور نے بھی ایک ہی لغت میں مسلمانوں کو قرآن سکھایا، پھر مدینہ میں ہجرت کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں توسیع کی درخواست کی جو منظور ہوئی، ان سب امور کو صحابہ جانتے تھے کہ قرآن کی اصل لغت قریش کی لغت ہے اور دوسری لغات کی اجازت عارضی بغرض تیسیر ہے اور جو حکم عارضی کسی خاص غرض کے لئے ہوتا ہے، وہ حصول غرض تک محدود ہوتا ہے پس جب غرض حاصل ہوگئی اور اہل عرب میں لکھنے پڑھنے کا رواج ہوگیا، ادھر دوسرے قبائل کا اختلاط بھی قریش سے زیادہ ہوگیا اور اب سب کو لغت قریش میں قرآن کا پڑھنا آسان ہوگیا، ادھر یہ دیکھا گیا کہ جن لغات میں قرآن پڑھنے کی اجازت سہولت وتیسیر کے لئے دی گئی تھی اب ان کا باقی رکھنا موجب اختلاف اور سبب فتنہ بن رہا ہے کہ دوسرے قبائل کے آدمی اپنے ہی طریقہ کو صحیح اور دوسرے طریقوں کو غلط کہتے ہیں اور ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں تو صحابہ نے اجماع کے ساتھ اس پر اتفاق کرلیا کہ اب دوسری قراءتوں کا باقی رکھنا مناسب نہیں، بلکہ قرآن کو صرف لغت قریش پر جمع کرنا چاہئے، چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں تمام اجلہ صحابہ کے اتفاق سے صرف ایک قراءت اور ایک ہی لغت پر قرآن جمع کیا گیا کہ یہی قرآن کی اصل زبان تھی اور بقیہ زبانوں میں قرآن پڑھنا بند کردیا گیا کہ وہ عارضی زبان تھی جو خاص غرض کے لئے جائز کی گئی تھی اور اب وہ غرض حاصل ہوگئی" (۱۷)

## اس قول پر اشکال

"سات حروف" سے سات قبائل عرب کی لغات مراد لینے والے اس قول پر حدیث

(۱۷) دیکھئے امدادالاحکام، کتاب العلم، فصل فی تعلیم القرآن وتلاوتہ: ۱/۲۶۴-۲۶۶۔

باب سے یہ اشکال ہوتا ہے کہ اس میں ہے حضرت عمرؓ اور حضرت ھشام بن حکیم کے درمیان قرآن کریم کی تلاوت میں اختلاف ہوا ، حالانکہ یہ دونوں حضرات قریشی تھے ، اگر سات حروف سے مراد سات مختلف قبائل کی لغات ہوتیں تو حضرت عمر اور حضرت ھشام میں پھر اختلاف کیسے ہوگیا جبکہ وہ دونوں قریشی تھے ۔

اس اشکال کا جواب یہ دیا گیا کہ ہوسکتا ہے ان دونوں میں سے کسی ایک کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لغت قریش کے علاوہ کسی دوسری لغت پر قرآن پڑھایا ہو (۱۸)

اس قول پر ایک مضبوط اشکال یہ بھی ہوتا ہے کہ اگر سات حروف حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں ختم کردئے گئے اور صرف ایک حرف کو باقی رکھا گیا تو موجودہ مشہور قراء توں کا اختلاف کیونکر پیدا ہوا ، کیونکہ حدیث کے ذخیرہ میں قرآن کریم کی تلاوت کے متعلق صرف ایک قسم کے اختلاف "سبعۃ احرف" کا ذکر ہے ، اس کے علاوہ دوسرے کسی اختلاف کا ذکر نہیں ملتا اور مذکورہ قول ماننے کی صورت میں قرآن کریم کی تلاوت میں دو قسم کے اختلاف ماننا پڑیں گے ایک اختلاف سبعۃ احرف اور دوسرا اختلاف قراء ات (۱۹)

اس اشکال کا کوئی تسلی بخش جواب اس قول کے قائلین کے ہاں نہیں ملتا اور اشکال ایسا ہے کہ اس سے صرف نظر نہیں کیا جاسکتا ۔

۵ "احرف سبعۃ" کے سلسلہ میں محققین علماء نے جس قول کو اختیار کیا ہے وہ یہ ہے کہ اس سے اختلاف قراء ات کی سات نوعیتیں مراد ہیں ، قراء تیں اگر چہ سات سے زائد ہیں لیکن ان قراء توں میں جو اختلافات پائے جاتے ہیں وہ سات قسموں میں منحصر ہیں ، امام مالک ، ابن

---

(۱۸) دیکھئے روح المعانی ،بیان المراد بالاحرف السبعۃ: ۲۱/۱ ۔

(۱۹) مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہم لکھتے ہیں: " پھر عجیب بات ہے کہ علامہ ابن جریر کے قول کے مطابق صحابہ نے چھ حروف تو اختلاف کے ڈر سے ختم فرمادئے اور قراء تیں ( جو ان کے قول میں حروف سے الگ ہیں ) جوں کی توں باقی رکھیں ، چنانچہ وہ آج تک محفوظ چلی آتی ہیں ، سوال یہ ہے کہ افتراق واختلاف کا جو اندیشہ مختلف حروف پر قرآن کی تلاوت جاری رکھنے میں تھا ، کیا وہی اندیشہ قراء ات کے اختلاف میں نہیں تھا ؟ جبکہ ان قراء توں کی روشنی میں بعض مرتبہ ایک ایک لفظ بیس بیس مختلف طریقوں سے پڑھا جاتا ہے ؟ اگر چھ حروف ختم کرنے کا منشاء یہی تھا کہ مسلمانوں میں اتحاد پیدا ہو اور وہ سب ایک طریقہ سے قرآن کی تلاوت کیا کریں تو قراء توں کے اختلاف کو آخر کیوں ختم نہیں کیا گیا ؟ جب قراء ت کے اختلاف کو باوجود مسلمانوں کے انتشار کے روکا جاسکتا تھا اور مسلمانوں کو یہ سمجھایا جاسکتا تھا کہ ان تمام طریقوں سے تلاوت جائز ہے تو یہی تعلیم حروف سبعہ کے باب میں فتنہ کا سبب کیوں سمجھ لی گئی ؟ حقیقت یہ ہے کہ حافظ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر " حروف سبعہ " اور " قراء ات " کے بارے میں صحابہ کرام کی طرف ایسی حیرت انگیز دو عملی منسوب کرنی پڑتی ہے جس کی کوئی معقول توجیہ سمجھ میں نہیں آتی ۔ ( علوم القرآن : ۱۲۱ ۔ ۱۲۲ ۔ )

قتیبہ، امام ابوالفضل رازیؒ، قاضی ابوبکر باقلانیؒ، علامہ جزریؒ اور مولانا انورشاہ کشمیری رحمہ اللہ نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ (۲۰)

اختلاف قراءات کی سات نوعیتوں کی تعیین مختلف علماء نے کی ہے اور ان کی تعیین میں تھوڑا بہت اختلاف بھی ہے، امام ابوالفضل رازی رحمہ اللہ نے اس کی تفصیل یوں بیان فرمائی ہے۔

❶ اسماء کا اختلاف! مفرد، تثنیہ، جمع اور تذکیر و تانیث کے اعتبار سے (جیسے تَمَّتْ کَلِمَۃُ ربک اور تَمَّتْ کلماتُ ربک)

❷ افعال کا اختلاف! ماضی، مضارع اور امر کے اعتبار سے (جیسے "رَبنا باعِدْ بین اسفارنا" اور "بَعَّدَ بَیْنَ اَسْفَارِنَا" "باعِدْ" امر ہے اور "بَعَّدَ" ماضی ہے۔

❸ وجوہ اعراب کا اختلاف (جیسے "وَلَا یُضَارَّ کَاتِبٌ" راء کے نصب اور رفع کی قراءت میں ہے)

❹ الفاظ کی کمی بیشی کا اختلاف (جیسے "وَمَا خَلَقَ الذَّکَرَ وَالْاُنْثٰی" اور "وَالذَّکَرَ والْاُنْثٰی" دوسری قراءت میں "مَاخَلَقَ" نہیں ہے)۔

❺ تقدیم و تاخیر کا اختلاف! (جیسے "وجاءت سکرۃ الموت بالحق" اور "وجاءت سکرۃ الحق بالموت")

❻ ابدال! یعنی ایک قراءت میں ایک لفظ ہے اور دوسری قراءت میں دوسرا لفظ (جیسے: "ننشزھا" اور "ننشرھا")

❼ لہجوں اور لغات کا اختلاف! ادغام، اظہار، ترقیق، تفخیم اور امالہ وغیرہ کے اعتبار سے (۲۱) (جیسے موسٰی اور موسیٰ امالہ اور بغیر امالہ کے)

اس قول کو کئی علماء محققین نے اختیار کیا ہے، امام مالک، علامہ جزری، ملا علی قاری اور مولانا انورشاہ کشمیری وغیرہ محققین علماء نے اسی قول کو اختیار کیا ہے (جیسا کہ گذر چکا)۔

اس قول کے مطابق "سبعۃ احرف" ختم نہیں ہوئے اور نہ ہی منسوخ ہوئے ہیں بلکہ قرآن مجید کی تلاوت میں جو مختلف قراءتیں مشہور ہیں وہ "سبعۃ احرف" کا مصداق ہیں۔

---

(۲۰) دیکھئے فتح الباری: ۳۵/۹، والبرہان فی علوم القرآن: ۲۲۳/۱، والنشر فی القراءات العشر: ۳۱/۱، وفیض الباری: ۳۲۱/۳۔ ۳۲۲، وغرائب القرآن للنیشابوری علی ھامش ابن جریر: ۲۱/۱۔

(۲۱) فتح الباری: ۳۵/۹۔

## اس قول پر اشکال اور اس کا حل

لیکن اس قول پر اشکال ہوتا ہے کہ اگر "سبعۃ احرف" کا اختلاف اب بھی باقی ہے اور ختم نہیں ہوا تو پھر وہ کونسا اختلاف تھا جس کو ختم کرنے کے لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن کریم کو جمع کرکے ایک مصحف تیار کیا۔

اس کا جواب یہ دیا گیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک مصحف میں قرآن کو جمع کرکے اس اختلاف کو ختم کیا جو اس وقت انفرادی مصاحف میں پایا جاتا تھا، کسی کا مصحف ایک حرف پر تھا اور کسی کا مصحف دوسرے حرف پر، جس کی وجہ سے ایک حرف پر پڑھنے والے اور تلاوت کرنے والے بسااوقات دوسرے حرف پر تلاوت کرنے والے کو غلط کہتے تھے جس کی وجہ سے لڑائی اور فساد تک نوبت آجاتی تھی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک ایسا مصحف تیار کیا جس میں ان تمام احرف کی گنجائش موجود تھی تاکہ ایک حرف پر تلاوت کرنے والا دوسرے حرف کے قاری کو غلط نہ کہہ سکے چونکہ مصحف عثمانی میں ہر ایک کی گنجائش رکھی گئی تھی، دوسرے لفظوں میں آپ یوں کہئے کہ حضرت عثمانؓ نے احرف سبعۃ کو ختم نہیں کیا بلکہ ان کو جمع کیا تاکہ ایک حرف کا قاری دوسرے حرف کے قاری کو غلط نہ کہہ سکے، یہ ایسا ہی ہے کہ کسی چیز کے متعلق دو قول ہوں اور دونوں جائز ہوں، ایک جماعت ایک قول کو اور دوسری جماعت دوسرے قول کو اختیار کرے اور ہر جماعت اپنے اختیار کردہ قول کو درست کہہ کر دوسری جماعت کو غلط کہے تو ایسی صورت میں کوئی شخص اگر مذکورہ دونوں قول ثابت کردیتا ہے تو ہر قول کی گنجائش اور جواز معلوم ہوکر آپس کا اختلاف ختم ہوجاتا ہے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک مصحف میں سبعۃ احرف جمع کرکے اس طرح کا اختلاف ختم کرنے کا کارنامہ انجام دیا (۲۲)، واللہ اعلم۔

اس قول کے مطابق "سبعۃ احرف" اب بھی باقی ہیں، منسوخ نہیں ہوئے۔

"سبعۃ احرف" کے متعلق یہ چند مشہور اقوال ہیں، ان کے علاوہ دوسرے اقول بھی ہیں (مثلاً ایک قول یہ بھی ہے کہ ان سے کلام کی سات اصناف محکم، متشابہ، ناسخ، منسوخ، خصوص، عموم اور قصص مراد ہیں، یا امر، نہی، وعد، وعید، اباحت، ارشاد اور اعتبار مراد ہیں۔ (۲۳)

اسی طرح ایک قول یہ نقل کیا گیا کہ ان سے اقالیم سبعہ مراد ہیں اور حرف معنی میں کنارے

(۲۲) علوم القرآن ــ ۱۴۱ ـ ۱۴۲ ـ

(۲۳) روح المعانی: ۲۱/۱ ـ

کے ہے اور مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید کو تمام اطراف عالم کے لئے ہدایت کے واسطے بھیجا گیا ہے ) لیکن مشہور اور راجح اقوال وہی ہیں جو اوپر ذکر کئے گئے ۔

## ٦ - باب : تَأْلِيفِ الْقُرْآنِ

لفظوں کے اعتبار سے اس ترجمہ میں اور ماقبل کے " باب جمع القرآن " کے ترجمہ میں فرق ہے لیکن معنی کے اعتبار سے جمع اور تالیف میں کوئی فرق نہیں ہے ، اس لئے بظاہر دونوں ترجموں میں تکرار ہے ۔

اس کا جواب یہ دیا گیا کہ ماقبل کے ترجمے میں امام بخاری رحمہ اللہ نے قرآن کی آیات اور سورتوں کا مطلقا مصحف میں جمع ہونا بیان فرمایا ہے اور اس ترجمہ میں امام بخاری رحمہ اللہ سورتوں کی ترتیب کو بیان کرنا چاہتے ہیں اور یہ بتانا مقصود ہے کہ ترتیب وار سورتوں کو مصحف میں جمع کیا گیا ہے (۲۴)

اس کو نقل کرنے کی وجہ یہ پیش آئی کہ اصل میں کئی مصاحف تھے اور سب کی ترتیب ایک دوسرے سے مختلف تھی ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مصحف کی ترتیب نزول کے مطابق تھی ، چنانچہ اس میں مکی سورتیں پہلے اور مدنی سورتیں بعد میں تھیں ، حضرت ابی بن کعب اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے مصاحف کی ترتیب دوسری تھی لیکن مصحف عثمانی کی ترتیب سب سے اکمل ہے (۲۵)

### کیا سورتوں کی ترتیب توقیفی ہے

اس بات پر تو اتفاق ہے کہ قرآن مجید کی آیات کی ترتیب توقیفی ہے ، اس میں اجتہاد کا کوئی دخل نہیں ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر آیات نازل ہوا کرتی تھیں ، کاتب وحی کو آپ بلا کر بتلایا کرتے تھے کہ ان آیات کو آپ فلاں اور فلاں جگہ درج کریں (۲۶)

البتہ اس میں اختلاف ہے کہ سورتوں کی ترتیب توقیفی ہے یا یہ حضرات صحابہ کرامؓ کا

(۲۴) الابواب والتراجم: ۲/۵۹۔

(۲۵) فتح الباری: ۹/۵۰۔۵۱۔

(۲۶) فتح الباری: ۹/۵۱۔

اجتہادی عمل ہے ، اس میں علماء کے چار قول ہیں :

❶ جمہور علماء کی رائے یہ ہے کہ قرآن مجید کی سورتوں کی ترتیب صحابہ کرام کے اجتہاد سے قائم ہوئی ہے ، امام مالک اور قاضی ابوبکر کی یہی رائے ہے ۔ (۲۷)

دلیل اس کی یہ دی جاتی ہے کہ صحابہ کرام کے مصاحف میں ترتیب کا اختلاف تھا ، اگر ترتیب سور توقیفی ہوتی تو پھر ان کے مصاحف میں کوئی اختلاف واقع نہ ہوتا ۔

❷ اِبْنُ الْاَنْبَارِیْ اور علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ جس طرح آیتوں کی ترتیب توقیفی ہے ، اسی طرح قرآن مجید کی سورتوں کی ترتیب بھی توقیفی ہے ، اس میں اجتہاد کا دخل نہیں ہے ۔ (۲۸)

علامہ بدرالدین زرکشی رحمہ اللہ نے "البرھان فی علوم القرآن" میں نقل کیا ہے کہ مذکورہ دونوں قولوں کے درمیان واقع یہ اختلاف ، لفظی اختلاف ہے ، حقیقی اور معنوی اختلاف نہیں ہے ، جو حضرات کہتے ہیں کہ سورتوں کی ترتیب توقیفی ہے ان کی مراد توقیفی فعلی ہے اور جوحضرات اس کواجتہادی کہتے ہیں وہ توقیفی قولی کی نفی کرتے ہیں ، بایں معنی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول اور ارشاد کے ذریعہ اس ترتیب کو متعین نہیں کیا لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خاص ترتیب کے مطابق قرآن مجید کو پڑھا ہے اور صحابہ کرام نے اس ترتیب کے مطابق قرآن مجید کو سنا ہے اور اسی ترتیب کو مصحف عثمانی میں ملحوظ رکھا گیا ہے ۔ (۲۹)

❸ تیسرا قول ابن عطیہ کا ہے ، وہ فرماتے ہیں کہ بہت ساری سورتوں کی ترتیب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں معلوم ہوگئی تھی جیسے سبع طوال ، حوامیم ، اور مفصل کی سورتیں ہیں ، ان کے علاوہ باقی سورتوں کی ترتیب صحابہ کے حوالہ کی گئی ۔ (۳۰)

❹ امام بَیْہَقِیْ رحمہ اللہ نے "اَلْمَدْخَل" میں ایک چوتھا قول اختیار فرمایا ہے ، وہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں قرآن مجید کی تمام آیات اور تمام سورتیں

---

(۲۷) البرھان فی علوم القرآن ،فصل فی عدد سور القرآن و آیاتہ : ۱/۲۵۷ ۔

(۲۸) البرھان فی علوم القرآن : ۱/۱۶۰ ۔

(۲۹) البرھان فی علوم القرآن : ۱/۲۵۷ ۔

(۳۰) البرھان فی علوم القرآن : ۱/۲۵۷ ۔

مرتب ہوگئی تھیں، صرف سورۃ انفال اور سورۃ براءت کی ترتیب باقی رہ گئی تھی، یہ حضرت عثمانؓ نے قائم فرمائی ہے۔ (۳۱)

٤٧٠٧ : حدّثنا إبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى : أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ : أَنَّ ٱبْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قالَ : وَأَخْبَرَنِي يُوسُفُ بْنُ مَاهَكٍ قالَ : إِنِّي عِنْدَ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهَا إِذْ جاءَهَا عِرَاقِيٌّ فَقَالَ : أَيُّ الْكَفَنِ خَيْرٌ ؟ قالَتْ : وَيْحَكَ وَما يَضُرُّكَ . قالَ : يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ أَرِينِي مُصْحَفَكِ . قالَتْ : لِمَ ؟ قالَ : لَعَلِّي أُوَلِّفُ الْقُرْآنَ عَلَيْهِ ، فَإِنَّهُ يُقْرَأُ غَيْرَ مُؤَلَّفٍ ، قالَتْ : وَما يَضُرُّكَ أَيَّهُ قَرَأْتَ قَبْلُ ، إِنَّمَا نَزَلَ أَوَّلَ ما نَزَلَ مِنْهُ سُورَةٌ مِنَ الْمُفَصَّلِ ، فِيهَا ذِكْرُ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ ، حَتَّى إِذَا ثَابَ النَّاسُ إِلَى الْإِسْلَامِ نَزَلَ الْحَلَالُ وَالْحَرَامُ ، وَلَوْ نَزَلَ أَوَّلَ شَيْءٍ : لَا تَشْرَبُوا الْخَمْرَ ، لَقَالُوا : لَا نَدَعُ الْخَمْرَ أَبَدًا ، وَلَوْ نَزَلَ : لَا تَزْنُوا ، لَقَالُوا : لَا نَدَعُ الزِّنَا أَبَدًا ، لَقَدْ نَزَلَ بِمَكَّةَ عَلَى مُحَمَّدٍ ﷺ وَإِنِّي لَجَارِيَةٌ أَلْعَبُ : «بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهَى وَأَمَرُّ» . وَما نَزَلَتْ سُورَةُ الْبَقَرَةِ وَالنِّسَاءِ إِلَّا وَأَنَا عِنْدَهُ ، قالَ : فَأَخْرَجَتْ لَهُ الْمُصْحَفَ ، فَأَمْلَتْ عَلَيْهِ آيَ السُّورَةِ . [ر : ٤٥٩٥]

یوسف بن ماہک فرماتے ہیں کہ میں حضرت عائشہؓ کے پاس تھا کہ اتنے میں ان کے پاس ایک عراقی شخص آیا (جس کا نام معلوم نہ ہوسکا) (۳۲) اور پوچھنے لگا کونسا کفن بہتر ہے یعنی کس کپڑے کا کفن بہتر ہے (شاید اس شخص نے حضرت سمرہ کی مرفوع حدیث سنی تھی جس میں سفید کپڑے کے کفن کا حکم دیا گیا ہے، حضرت عائشہؓ سے پوچھ کر شاید یہ صاحب اس کی تصدیق چاہ رہے تھے ) (۳۳) حضرت عائشہؓ نے فرمایا تیرا ناس ہو، تجھے کیا نقصان پہنچائے گا یعنی تجھے جو بھی کفن پہنایا جائے گا کافی ہوجائے گا۔

پھر وہ کہنے لگا "ام المومنین! مجھے اپنا مصحف دکھایئے" آپؓ نے پوچھا "کیوں؟" کہنے لگا "میں اس کے مطابق اپنے قرآن کو مرتب کروں گا کیونکہ قرآن کریم غیر مرتب طور پر پڑھا جاتا ہے" (ممکن ہے یہ واقعہ حضرت عثمانؓ کے مرتب کردہ مصحف سے پہلے کا ہو اور یہ بھی

---

(۳۱) علوم القرآن: ۱۱۷

(۳۲) قال الحافظ فی الفتح: ۹/۴۷: "ولم اقف علی اسمه"

(۳۳) فتح الباری: ۹/۴۷۔

ممکن ہے کہ بعد کا ہو لیکن چونکہ یہ عراق کا تھا اور وہاں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی قراءت مشہور تھی ، ہوسکتا ہے اس نے ان سے پڑھا ہو اور چونکہ ان کے مصحف کی ترتیب مصحف عثمانی کی ترتیب سے مختلف تھی اس لئے اس نے کہا کہ قرآن غیر مرتب طور پر پڑھا جاتا ہے ) (۳۴)
حضرت عائشہؓ نے فرمایا آپ جو بھی سورت پہلے پڑھ لیں آپ کا اس میں کوئی بھی نقصان نہیں جو سورتیں ابتدا میں نازل ہوئیں ان میں ایک سورت مفصل کی ہے جس میں جنت اور جہنم کا ذکر ہے ، یہاں تک کہ لوگ جب اسلام کی طرف لوٹ آئے تو پھر حلال حرام کے احکام نازل ہوئے اگر سب سے پہلے یہ حکم نازل ہوتا کہ " شراب مت پیو " تو لوگ کہتے کہ ہم شراب بالکل نہیں چھوڑیں گے ، اسی طرح اگر زنا کی ممانعت آتی تو لوگ زنا چھوڑنے سے انکار کردیتے ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر مکہ میں سورۃ قمر کی یہ آیت نازل ہوئی "بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهَى وَأَمَرُّ" میں اس وقت چھوٹی لڑکی تھی کھیل رہی تھی ( حضرت عائشہؓ کا مقصد یہ تھا کہ احکام کے نزول میں اللہ تعالیٰ نے حکمت اور مصلحت کو پیش نظر رکھا ہے اور تدریجاً نزول ہوا ہے ابتدا میں ترغیب وترہیب کی آیات نازل ہوئیں پھر تدریجاً حرام ، حلال کے احکام نازل ہونے لگے ، مکہ میں سورۃ قمر کا نزول ہوا جس میں احکام نہیں ہیں ) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں سورۃ بقرہ اور سورۃ نساء کے نزول کے وقت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھی ( یعنی یہ دونوں سورتیں احکام پر مشتمل ہیں اس لئے ان کا نزول ہجرت کے بعد ہوا جب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آگئی تھی ) اس کے بعد حضرت عائشہؓ نے اس عراقی آدمی کے لئے مصحف نکالا اور سورتوں کی آیات کا املاء کرایا ۔

"فَأَمْلَتْ عليه آيَ السورةِ" حدیث کے اس آخری جملہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عراقی کا سوال آیات کی ترتیب کے متعلق تھا جبکہ اس سے پہلے حضرت عائشہؓ کے قول "وما يَضُرُّكَ أَيَّهُ قَرَأْتَ قَبْلُ" سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا سوال سورتوں کی ترتیب سے متعلق تھا ۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ممکن ہے اس کا سوال آیات اور سورتوں دونوں کی ترتیب سے متعلق ہو ۔ (۳۵)

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس کا سوال سورتوں کی ترتیب سے متعلق تھا ، آیات کا املاء حضرت عائشہؓ نے ضمناً کرادیا ۔ (۳۶)

---

(۳۴) فتح الباری : ۹/ ۴۷ ۔

(۳۵) فتح الباری : ۹/ ۴۸ ۔ (۳۶) الابواب والتراجم : ۲/ ۶۰ ۔

## ایک اشکال اور اس کا حل

اوپر روایت میں ہے "انما نزل أول ما نزل منه سورة من المفصل فيها ذكر الجنة والنار" اس پر اشکال ہوتا ہے کہ "أولَ مانَزَلَ" کا مصداق تو سورۃ علق کی ابتدائی پانچ آیات ہیں ان میں تو جہنم اور جنت کا ذکر نہیں۔

اس کا ایک جواب یہ دیاگیا کہ یہاں "مِنْ" محذوف ہے أی "مِنْ أولَ مانَزَلَ" یعنی ابتدائی نازل ہونے والی سورتوں میں سے مفصل کی ایک سورت میں جنت جہنم کا ذکر ہے (٣٧)

اور یا "اول ما نزل" سے سورۃ مدثر مراد ہے کیونکہ فترۃ وحی کے بعد وہ "أول ما نزل" کا مصداق ہے اور اس کے آخر میں جنت اور جہنم کا ذکر ہے ۔ (٣٨)

٤٧٠٨ : حدّثنا آدَمُ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ قالَ : سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ يَزِيدَ : سَمِعْتُ ٱبْنَ مَسْعُودٍ يَقُولُ : فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ وَالْكَهْفِ وَمَرْيَمَ وَطٰهٰ وَالْأَنْبِيَاءِ : إِنَّهُنَّ مِنَ الْعِتَاقِ الْأُوَلِ ، وَهُنَّ مِنْ تِلَادِي . [ر : ٤٤٣١]

اس روایت میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے پانچ سورتوں کو اپنا پرانا بہترین سرمایہ قرار دیا ہے ، جبکہ مذکورہ سورتیں مصحف عثمانی میں ابتدا میں نہیں ہیں بلکہ درمیان میں ہیں ، البتہ ان پانچ سورتوں کی آپس کی ترتیب وہی ہے جو روایت میں ہے ، عِتاق: عَتِیْق کی جمع ہے ہر عمدہ چیز کو کہتے ہیں ، اُوَل: أوّل کی جمع ہے تِلاد: قدیم ، موروثی مال ۔

٤٧٠٩ : حدّثنا أَبُو الْوَلِيدِ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ : أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحٰقَ : سَمِعَ الْبَرَاءَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : تَعَلَّمْتُ : «سَبِّحِ ٱسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى» . قَبْلَ أَنْ يَقْدَمَ النَّبِيُّ ﷺ . [ر : ٣٧٠٩]

حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سورۃ الاعلی ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ آمد سے قبل سیکھ لی تھی ، سورۃ اعلی ابتدائی نازل ہونے والی سورتوں میں سے ہے لیکن مصحف عثمانی میں آخری پارہ میں ہے ، معلوم ہوا سورتوں کی ترتیب ، نزول کی ترتیب سے مختلف ہے ۔

---

(٣٧) فتح الباری: ٩/٣٨ ۔

(٣٨) فتح الباری. ٩/٣٨ ۔

٤٧١٠ : حدّثنا عَبْدَانُ ، عَنْ أَبِي حَمْزَةَ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ شَقِيقٍ قالَ : قالَ عَبْدُ ٱللّٰهِ : قَدْ عَلِمْتُ النَّظَائِرَ الَّتِي كانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَؤُهُنَّ ٱثْنَيْنِ ٱثْنَيْنِ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ . فَقَامَ عَبْدُ ٱللّٰهِ وَدَخَلَ مَعَهُ عَلْقَمَةُ ، وَخَرَجَ عَلْقَمَةُ فَسَأَلْنَاهُ ، فَقَالَ : عِشْرُونَ سُورَةً مِنْ أَوَّلِ المُفَصَّلِ ، عَلَى تَأْلِيفِ ٱبْنِ مَسْعُودٍ ، آخِرُهُنَّ الحَوَامِيمُ ، حٰمٓ ٱلدُّخَانِ ، وَعَمَّ يَتَسَاءَلُونَ . [ر : ٧٤٢]

شقیق بن سلمہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں ان نظائر کو جانتا ہوں جن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک رکعت میں دو دو کرکے پڑھتے تھے۔

(نظائر سے وہ سورتیں مراد ہیں جو مضمون اور طوالت واختصار کے اعتبار سے ایک دوسرے کی نظیر اور مشابہ ہوں (۱))

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ یہ کہکر اٹھے اور گھر چلے گئے ، حضرت علقمہ بھی آپ کے ساتھ اندر گئے ، حضرت علقمہؓ جب نکلے تو ہم نے ان سے پوچھا (کہ وہ کونسی سورتیں ہیں) تو وہ کہنے لگے وہ ابن مسعود کے مصحف کی ترتیب کے مطابق مفصل کی ابتدائی بیس سورتیں ہیں ، جن کے آخر میں حم یعنی سورۃ الدخان اور عم یتساء لون ہیں۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے مصحف کی ترتیب مصحف عثمانی کی ترتیب کے خلاف تھی ، اس لئے کہ اس میں مفصل کی ترتیب بیان کی ہے اور حم الدخان اور عم یتساء لون کو آخر میں بیان کیا ہے ، مصحف عثمانی میں حم الدخان اور عم یتساء لون متصل نہیں ہیں، سورۃ دخان کو مجازا مفصل میں شمار کیا ہے کیونکہ مفصل سورتوں کی ابتداء سورۃ حجرات سے ہوتی ہے۔ (۲)

سورت حجرات سے آخر تک کی سورتوں کو مفصل اس لئے کہتے ہیں کہ ان میں بسم اللہ کے ذریعہ فصل بکثرت پایا جاتا ہے ، ایک قول میں سورۃ دخان بھی مفصل میں داخل ہے۔ (۳)

روایت باب میں مفصل کی جن بیس سورتوں کا ذکر ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں ایک رکعت میں دو دو ملاکر پڑھتے تھے ، ابوداؤد کی روایت میں ان سورتوں کے نام ذکر کئے گئے ہیں ، چنانچہ اس میں ہے ......

---

(۱) ارشاد الساری: ۱۱/۳۶۳۔

(۲) ارشاد الساری: ۱۱/۳۶۳۔

(۳) فتح الباری ، کتاب الاذان ، باب الجمع بین السورتین فی الرکعۃ: ۲/۲۵۹۔

”کان یقرا النظائر السورتین فی رکعة : الرحمن والنجم فی رکعة، واقتربت والحاقة فی رکعة، والذاریات والطور فی رکعة، والواقعة ونون فی رکعة، وسال والنازعات فی رکعة، وَوَيْلٌ لِلْمُطَفِّفِينَ وعبس فی رکعة، والمدثر والمزمل فی رکعة، وهل اتی ولا اقسم فی رکعة، وعم یتساءلون والمرسلات فی رکعة، وإذا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ والدخان فی رکعة“ (۴)

روایت باب کتاب الصلاۃ میں ”باب الجمع بین السورتین فی رکعة“ کے تحت گذر چکی ہے۔ (۵)

## ٧ - باب : كَانَ جِبْرِيلُ يَعْرِضُ الْقُرْآنَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ

ترجمہ میں مجرد کا صیغہ ”یعرض“ ہے اور حدیث میں باب مفاعلہ کا صیغہ ”یعارض“ استعمال کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں جانب سے عرض ہوتا تھا اور حقیقت بھی یہی ہے، یہاں امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام کے سامنے قرآن کریم پڑھا ہے۔

وَقَالَ مَسْرُوقٌ ، عَنْ عائِشَةَ ، عَنْ فاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ : أَسَرَّ إِلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ : (أَنَّ جِبْرِيلَ كانَ يُعَارِضُنِي بِالْقُرْآنِ كُلَّ سَنَةٍ ، وَإِنَّهُ عارَضَنِي الْعَامَ مَرَّتَيْنِ ، وَلَا أُرَاهُ إِلَّا حَضَرَ أَجَلِي)
[ر : ٣٤٢٦]

حضرت فاطمہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سرگوشی کرکے مجھ سے فرمایا کہ جبریل ہر سال قرآن کریم کا ایک دور میرے ساتھ کرتے ہیں، اس سال انہوں نے دو مرتبہ دور کیا ہے، میرا خیال ہے کہ میری وفات کا وقت قریب آگیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آخری رمضان میں دو مرتبہ حضرت جبریل علیہ السلام نے دور کیا، ایک مرتبہ تو اس لئے کہ ہر آیت اور سورت کا مقام اور ترتیب متعین ہوجائے،

---

(۴) فتح الباری، کتاب الاذان، باب الجمع بین السورتین فی الرکعة: ۲/۲۵۹۔

(۵) دیکھئے صحیح البخاری مع الفتح، کتاب الاذان، باب جمع بین السورتین: ۲/۲۵۵۔

منسوخ اور غیر منسوخ کا علم ہوجائے اور دوسری مرتبہ دور یا تو اس لئے ہوا ہے کہ قرآن کریم کا نزول رمضان میں شروع ہوا تھا تو پہلے سال میں دور نہیں ہوا تھا اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے تشریف لے جانے کا وقت قریب آیا تو اس پہلے سال کی تلافی آخر سال میں اس طرح کی گئی کہ دو مرتبہ دور کیا گیا اور یا یہ کہا جائے کہ محض تقریر اور تاکید کے لئے دوسری مرتبہ دور کیا گیا تاکہ خوب اچھی طرح سے آیات اور سورتوں کی ترتیب کا تعین ہوجائے ۔ (٦)

مسروق کی اس تعلیق کو امام بخاری رحمہ اللہ نے "علامات النبوۃ" میں موصولا نقل کیا ہے ۔ (٧)

٤٧١١ : حدّثنا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ عُبَيْدِ ٱللهِ ٱبْنِ عَبْدِ ٱللهِ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا قالَ : كانَ النَّبِيُّ ﷺ أَجْوَدَ النَّاسِ بِالْخَيْرِ ، وَأَجْوَدُ ما يَكُونُ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ ، لِأَنَّ جِبْرِيلَ كانَ يَلْقَاهُ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ حَتَّى يَنْسَلِخَ ، يَعْرِضُ عَلَيْهِ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ الْقُرْآنَ ، فَإِذَا لَقِيَهُ جِبْرِيلُ ، كانَ أَجْوَدَ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ . [ر : ٦]

اس حدیث کی پوری تفصیل " باب بدء الوحی " میں گذر چکی ہے ، وہیں متعلقہ بحث دیکھ لی جائے ۔ (٨)

٤٧١٢ : حدّثنا خالِدُ بْنُ يَزِيدَ : حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ ، عَنْ أَبِي حَصِينٍ ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قالَ : كانَ يَعْرِضُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ الْقُرْآنَ كُلَّ عامٍ مَرَّةً ، فَعَرَضَ عَلَيْهِ مَرَّتَيْنِ فِي الْعَامِ الَّذِي قُبِضَ فِيهِ ، وَكانَ يَعْتَكِفُ كُلَّ عامٍ عَشْرًا ، فَاعْتَكَفَ عِشْرِينَ فِي الْعَامِ الَّذِي قُبِضَ فِيهِ . [ر : ١٩٣٩ ، ٣٠٤٨]

---

(٧) ارشاد الساری : ١١/٢٦٣ ۔

(٨) کشف الباری : ١/٣٦٦ ۔ ٣٧١ ۔

## ٨ - باب : الْقُرَّاءِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ

٤٧١٣ : حدثنا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ عَمْرٍو ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ ، عَنْ مَسْرُوقٍ : ذَكَرَ عَبْدُ ٱللهِ بْنُ عَمْرٍو عَبْدَ ٱللهِ بْنَ مَسْعُودٍ فَقَالَ : لَا أَزَالُ أُحِبُّهُ ، سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ : (خُذُوا الْقُرْآنَ مِنْ أَرْبَعَةٍ ، مِنْ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ مَسْعُودٍ ، وَسَالِمٍ ، وَمُعَاذٍ ، وَأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ)
[ر : ٣٥٤٨]

اس حدیث میں چار قراء کا ذکر کیا گیا ہے ، حضرات صحابہ کرام میں قراء تو ویسے بہت تھے لیکن ان چار کا ذکر ان کے اختصاص اور قرآن کریم کی قراءت کے ساتھ زیادہ شغف کی وجہ سے کیا گیا ۔ (٩)

٤٧١٤ : حدثنا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ : حَدَّثَنَا أَبِي : حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ : حَدَّثَنَا شَقِيقُ بْنُ سَلَمَةَ قَالَ : خَطَبَنَا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مَسْعُودٍ فَقَالَ : وَٱللهِ لَقَدْ أَخَذْتُ مِنْ فِي رَسُولِ ٱللهِ ﷺ بِضْعًا وَسَبْعِينَ سُورَةً ، وَٱللهِ لَقَدْ عَلِمَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ ﷺ أَنِّي مِنْ أَعْلَمِهِمْ بِكِتَابِ ٱللهِ وَمَا أَنَا بِخَيْرِهِمْ
قَالَ شَقِيقٌ : فَجَلَسْتُ فِي ٱلْحِلَقِ أَسْمَعُ مَا يَقُولُونَ ، فَمَا سَمِعْتُ رَادًّا يَقُولُ غَيْرَ ذٰلِكَ

(أخذت من في رسول الله) سمعت منه مباشرة . (بضعًا) ما بين الثلاث إلى التسع (الحلق) جمع حلقة . وهي القوم المجتمعون مستدبرين ليستمعوا العلم ونحوه (رادًا) عالما يرد قول ابن مسعود رضي الله عنه أو يخالفه

٤٧١٥ : حدثني مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ : أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ ، عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ : كُنَّا بِحِمْصَ ، فَقَرَأَ ٱبْنُ مَسْعُودٍ سُورَةَ يُوسُفَ ، فَقَالَ رَجُلٌ : مَا هٰكَذَا أُنْزِلَتْ ،

---

(٩) عمدة القاری: ٢٠/٢٣ ـ

(٤٧١٤) واخرجه مسلم فی کتاب فضائل الصحابة ، باب من فضائل عبدالله بن مسعود رضی الله عنه ، رقم الحدیث : ٢٤٦٢ ، والنسائی فی کتاب فضائل القرآن ، باب ذکر قراءة القرآن ، رقم الحدیث : ٤٩٩٧ ، وفی کتاب الزینة ، باب الذؤابة ، رقم الحدیث : ٩٣٣٠ ـ

(٤٧١٥) واخرجه مسلم فی کتاب صلاة المسافرین وقصرها ، باب فضل استماع القرآن ، رقم الحدیث : ٨٠١ ـ

قالَ : قَرَأْتُ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ : (أَحْسَنْتَ) وَوَجَدَ مِنْهُ رِيحَ الخَمْرِ ، فَقَالَ : أَتَجْمَعُ أَنْ تُكَذِّبَ بِكِتَابِ اللهِ وَتَشْرَبَ الخَمْرَ ؟ فَضَرَبَهُ الحَدَّ

یہاں دو باتیں قابل غور ہیں اول تو یہ کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو تکذیب کتاب کرتے ہوئے پایا لیکن اس کی تکفیر نہیں کی اور اس کی گردن مارنے کا فیصلہ نہیں فرمایا، اس کی وجہ یا تو یہ ہوسکتی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے جہالت کی وجہ سے اس کو معذور قرار دیا ہو اور یہ خیال کیا ہو کہ یہ چونکہ ناواقف ہے اس لئے تکذیب کررہا ہے، حقیقت میں اس کا مقصد دانستہ تکذیب کرنا نہیں ہے اور یا یہ کہا جائے کہ یہ شخص چونکہ نشہ کی حالت میں تھا اور اس کے حواس صحیح نہیں تھے اس لئے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اسے غیر مکلف سمجھا ہو، ان کی رائے یہ ہو کہ مدہوشی اور سکر کے عالم میں اگر کوئی آدمی اس قسم کی بات کرتا ہے تو اس کا اعتبار نہیں ہوتا۔ (۱۰)

دوسری بات یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے بو محسوس کرتے ہوئے اس پر حد جاری فرمائی تو کیا ریح خمر اگر کسی شخص سے آرہی ہو تو اس پر حد جاری کرنا جائز ہے ؟

امام مالک رحمہ اللہ جواز کے قائل ہیں (۱۱)، امام ابوحنیفہ اور امام شافعی ایسی صورت میں حد کے جواز کے قائل نہیں، (۱۲) امام احمد بن حنبل سے جواز اور عدم جواز دونوں طرح کی روایتیں ہیں، (۱۳) حدیث باب امام مالک رحمہ اللہ کا مستدل ہے۔

حدیث باب پر ایک اشکال یہ ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے خود سے حد کیسے جاری کردی، اجراء حد کا اختیار تو امام کو ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا مسلک یہ ہو کہ حد کوئی بھی جاری کرسکتا ہے، امام کی شرط نہیں ہے۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اس شہر کے امیر ہوں یا امیر کے نائب ہوں اس لئے انہوں نے حد جاری فرمائی۔ (۱۵)

---

(۱۰) فتح الباری: ۹/۶۰۔

(۱۱) فتح الباری: ۹/۶۰۔

(۱۲) فتح الباری: ۹/۶۰، وعمدۃ القاری: ۲۰/۲۶۔

(۱۳) فتح الباری: ۹/۶۱۔

(۱۵) عمدۃ القاری: ۲۰/۲۶۔

اور بعضوں نے فرمایا کہ حد امام نے جاری کی تھی لیکن چونکہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی گواہی اور کہنے پر جاری کی تھی اس لئے نسبت ان کی طرف کردی، (۱۶) واللہ اعلم ۔

٤٧١٦ : حدّثنا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ : حَدَّثَنَا أَبِي : حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ : حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ ، عَنْ مَسْرُوقٍ قالَ : قالَ عَبْدُ ٱللهِ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ : وَٱللهِ الَّذِي لَا إِلٰهَ غَيْرُهُ ، ما أُنْزِلَتْ سُورَةٌ مِنْ كِتَابِ ٱللهِ : إِلَّا أَنَا أَعْلَمُ أَيْنَ أُنْزِلَتْ ، وَلَا أُنْزِلَتْ آيَةٌ مِنْ كِتَابِ ٱللهِ ، إِلَّا أَنَا أَعْلَمُ فِيمَا أُنْزِلَتْ ، وَلَوْ أَعْلَمُ أَحَدًا أَعْلَمَ مِنِّي بِكِتَابِ ٱللهِ ، تَبْلُغُهُ الْإِبِلُ ، لَرَكِبْتُ إِلَيْهِ

یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حرص علی العلم کا حال ہے اور یہی عام صحابہ کرامؓ کی کیفیت تھی ۔

٤٧١٨/٤٧١٧ : حدّثنا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ : حَدَّثَنَا هَمَّامٌ : حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قالَ : سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مالِكٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ : مَنْ جَمَعَ الْقُرْآنَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ ؟ قالَ : أَرْبَعَةٌ كُلُّهُمْ مِنَ الْأَنْصَارِ : أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ ، وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ ، وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ ، وَأَبُو زَيْدٍ
تَابَعَهُ الْفَضْلُ ، عَنْ حُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ ، عَنْ ثُمَامَةَ ، عَنْ أَنَسٍ

روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں چار صحابہؓ نے قرآن کریم کو جمع کیا تھا، اس جمع سے جمع فی الصدور یعنی حفظ کرنا مراد ہے اور حفظ کرنے والے صحابہ بھی صرف چار میں منحصر نہیں تھے بلکہ ان کی بڑی تعداد تھی، روایت باب میں ان چار کا جو ذکر کیا گیا ہے اس کی مختلف وجوہ بیان کی گئی ہیں ۔

❶ یہ عدد ہے اور عدد کے مفہوم کا اعتبار نہیں ہوتا، چار کے تذکرے سے باقی کی نفی نہیں ہوتی ۔

❷ وجوہ قراءات کے جامع یہ چار حضرات تھے اس لئے ان کا ذکر کیا گیا۔

❸ ان چاروں کو ناسخ اور منسوخ دونوں طرح کی آیات حفظ تھیں، اس لئے ان کا ذکر کیا گیا۔

---

(۱۶) ارشادالساری: ۲۷۸/۱۱ ۔

(۴۷۱۶) واخرجه مسلم فی کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، رقم الحدیث: ۲۴۶۳ ۔

❹ ان چاروں کا ذکر اس لئے کیا گیا کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست قرآن مجید سن کر یاد کیا تھا جبکہ ان کے علاوہ دوسرے حضرات نے کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر یاد کیا تھا اور کچھ دوسرے ذرائع سے یاد کیا تھا۔

❺ مذکورہ چار حضرات چونکہ قرآن کریم کی تعلیم وتعلم میں شہرت رکھتے تھے، ان کا انہماک اور قرآن کریم کے ساتھ ان کا شغف نسبتاً زیادہ تھا اس لئے ان چار کا ذکر کیا گیا۔ (۱۷)

❻ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس سلسلہ میں ایک اور توجیہ کو راجح قرار دیا، وہ فرماتے ہیں کہ ان چار کا ذکر ایک خاص جماعت اور خاص افراد کے مقابلہ میں کیا گیا ہے چنانچہ ابن جریر طبری نے حضرت انسؓ کی ایک روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ قبیلہ اوس اور قبیلہ خزرج کے درمیان افتخار کی بات آئی، قبیلہ اوس نے کہا کہ ہمارے ہاں چار ایسے آدمی ہیں جو خاص صفات کے ساتھ موصوف ہیں، ہم میں ایک آدمی ایسا ہے کہ اس کی موت پر عرش الٰہی حرکت میں آگیا یعنی حضرت سعد بن معاذ، دوسرا آدمی ایسا ہے کہ اس کی شہادت کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو آدمیوں کی شہادت کے برابر قرار دیا ہے یعنی حضرت خزیمہ بن ثابت، تیسرا آدمی ایسا ہے جس کو فرشتوں نے غسل دیا یعنی حضرت حنظلہ بن ابی عامر چوتھا آدمی ایسا ہے کہ بھڑوں یا شہد کی مکھیوں نے اس کی لاش کی حفاظت کی یعنی حضرت عاصم بن ثابت انصاری۔

اس کے جواب میں قبیلہ خزرج نے کہا کہ ہم میں چار آدمی ایسے ہیں جنہوں نے قرآن مجید کو جمع کیا ہے اور مذکورہ چار حضرات کا نام لیا، تو یہاں پر خزرج اور اوس کے درمیان مقابلہ تھا، خزرج میں چار آدمی حافظ تھے، قبیلہ اوس میں نہیں تھے، اس کے مقابلہ میں ان چار کا ذکر آیا ہے، لیکن قبیلہ اوس میں اگر حافظ نہیں تھے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ دوسرے صحابہ بھی حافظ نہیں تھے۔ (۱۸)

فضل بن موسیٰ کی متابعت کو اسحاق بن راہویہ نے اپنی مسند میں موصولاً نقل کیا ہے۔ (۱۹)

(٤٧١٨) : حدثنا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ الْمُثَنَّى قالَ : حَدَّثَنِي ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ وَثُمَامَةُ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قالَ : ماتَ النَّبِيُّ ﷺ وَلَمْ يَجْمَعِ الْقُرْآنَ غَيْرُ أَرْبَعَةٍ : أَبُو ٱلدَّرْدَاءِ ،

(۱۷) مذکورہ تفصیل کے لئے دیکھئے فتح الباری: ۹/۶۲۔

(۱۸) فتح الباری: ۹/۶۲۔

(۱۹) ارشاد الساری: ۱۱/۲۷۹۔

وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ ، وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ ، وَأَبُو زَيْدٍ . قالَ : وَنَحْنُ وَرِثْنَاهُ . [ر : ٣٥٩٩]

اس روایت میں حضرت ابی بن کعب کے بجائے حضرت ابوالدرداء کا نام آگیا ہے، امام بیہقی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ وہم ہے، صحیح ابی بن کعب ہے، (۲۰) داؤدی نے فرمایا کہ ابوالدرداء کا ذکر غیر محفوظ ہے۔ (۲۱)

قال: ونحن ورثناه: حضرت انسؓ نے فرمایا کہ ابوزید کے وارث ہم ہوئے کیونکہ وہ ان کے چچا لگتے تھے اور ان کی اپنی کوئی اولاد نہ تھی۔

٤٧١٩ : حدّثنا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ : أَخْبَرَنَا يَحْيَى ، عَنْ سُفْيَانَ ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قالَ : قالَ عُمَرُ : أُبَيٌّ أَقْرَؤُنَا ، وَإِنَّا لَنَدَعُ مِنْ لَحنِ أُبَيّ ، وَأُبَيٌّ يَقُولُ : أَخَذْتُهُ مِنْ فِي رَسُولِ اللهِ ﷺ فَلا أَتْرُكُهُ لِشَيْءٍ ، قالَ اللهُ تَعَالَى : «ما نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنْسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا أَوْ مِثْلِهَا» . [ر : ٤٢١١]

مطلب یہ ہے کہ حضرت ابی بن کعبؓ بہت بڑے قاری ہیں لیکن ہم ان کی بہت سی قراءتوں کو چھوڑ دیتے ہیں، وہ تو یہی کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فم مبارک سے اس کو حاصل کیا ہے، اس لئے میں اسے نہیں چھوڑوں گا لیکن بعض آیات منسوخ ہوتی ہیں، اللہ تعالی خود فرماتے ہیں ماننسخ من آیۃ.... لہذا ان منسوخ آیات کو چھوڑنا پڑے گا جبکہ ابی بن کعب اپنے مصحف میں ان کی بھی تلاوت کرتے ہیں لحن سے قراءت مراد ہے۔ (۲۲)

## ٩ - باب : فَضْلِ فاتِحَةِ الْكِتَابِ .

٤٧٢٠ : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قالَ : حَدَّثَنِي خُبَيْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، عَنْ حَفْصِ بْنِ عاصِمٍ ، عَنْ أَبِي سَعِيدِ بْنِ الْمُعَلَّى قالَ : كُنْتُ أُصَلِّي فَدَعَانِي النَّبِيُّ ﷺ فَلَمْ أُجِبْهُ ، قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي كُنْتُ أُصَلِّي ، قالَ : (أَلَمْ يَقُلِ اللهُ :

(۲۰) فتح الباری: ۶۴/۹۔

(۲۱) فتح الباری: ۶۴/۹۔

(۲۲) ارشاد الساری: ۲۸۱/۱۱۔

«اسْتَجِيبُوا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ» . ثُمَّ قَالَ : أَلَا أُعَلِّمُكَ أَعْظَمَ سُورَةٍ فِي الْقُرْآنِ قَبْلَ أَنْ تَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ . فَأَخَذَ بِيَدِي ، فَلَمَّا أَرَدْنَا أَنْ نَخْرُجَ ، قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، إِنَّكَ قُلْتَ : (لَأُعَلِّمَنَّكَ أَعْظَمَ سُورَةٍ مِنَ الْقُرْآنِ) . قَالَ : («الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ» . هِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِي ، وَالْقُرْآنُ الْعَظِيمُ الَّذِي أُوتِيتُهُ) . [ر : ٤٢٠٤]

یہ روایت کتاب التفسیر میں گذر چکی ہے اور وہیں اس پر بحث ہوئی ہے۔ (۲۳)

٤٧٢١ : حدَّثني محمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى : حَدَّثَنَا وَهْبٌ : حَدَّثَنَا هِشَامٌ ، عَنْ مُحَمَّدٍ ، عَنْ مَعْبَدٍ ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الخُدْرِيِّ قَالَ : كُنَّا فِي مَسِيرٍ لَنَا فَنَزَلْنَا ، فَجَاءَتْ جَارِيَةٌ فَقَالَتْ : إِنَّ سَيِّدَ الْحَيِّ سَلِيمٌ ، وَإِنَّ نَفَرَنَا غُيَّبٌ ، فَهَلْ مِنْكُمْ رَاقٍ ؟ فَقَامَ مَعَهَا رَجُلٌ مَا كُنَّا نَأْبُنُهُ بِرُقْيَةٍ ، فَرَقَاهُ فَبَرَأَ ، فَأَمَرَ لَهُ بِثَلَاثِينَ شَاةً ، وَسَقَانَا لَبَنًا ، فَلَمَّا رَجَعَ قُلْنَا لَهُ : أَكُنْتَ تُحْسِنُ رُقْيَةً ، أَوْ كُنْتَ تَرْقِي ؟ قَالَ : لَا ، مَا رَقَيْتُ إِلَّا بِأُمِّ الْكِتَابِ ، قُلْنَا : لَا تُحْدِثُوا شَيْئًا حَتَّى نَأْتِيَ ، أَوْ نَسْأَلَ النَّبِيَّ ﷺ . فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ ذَكَرْنَاهُ لِلنَّبِيِّ ﷺ ، فَقَالَ : (وَمَا كَانَ يُدْرِيهِ أَنَّهَا رُقْيَةٌ ؟ اقْسِمُوا وَاضْرِبُوا لِي بِسَهْمٍ) .

یہ روایت کتاب الاجارہ میں گذر چکی ہے، (۲۴) أَبَنَ (ض) أَبْنًا بِشَيْءٍ: تہمت لگانا، عیب لگانا مَاكُنَّا نَأْبُنُهُ بِرُقْيَةٍ: ہم اس پر منتر پڑھنے کا عیب نہیں لگاتے تھے، یعنی ان کے متعلق منتر پڑھنے کا ہمیں علم نہیں تھا، وہ اس حوالہ سے مشہور نہیں تھے۔

وَقَالَ أَبُو مَعْمَرٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ : حَدَّثَنَا هِشَامٌ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِيرِينَ : حَدَّثَنِي مَعْبَدُ بْنُ سِيرِينَ ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ بِهٰذَا . [ر : ٢١٥٦]

اوپر سند میں عنعنہ ہے، ھشام نے محمد بن سیرین سے "عَنْ" کے ساتھ روایت نقل کی ہے، اس تعلیق میں تحدیث کی تصریح ہے، اسی لئے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کو یہاں ذکر کیا،

(۲۳) کشف الباری، کتاب التفسیر: ۸

(۲۴) فتح الباری: ۹/۶۶۔

یہ تعلیق اسماعیلی نے موصولا نقل کی ہے ۔ (۲۵)

## ١٠ – باب : فَضْلُ سُورَةِ الْبَقَرَةِ .

٤٧٢٢ : حدّثنا محمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ : أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ سُلَيْمَانَ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (مَنْ قَرَأَ بِالآيَتَيْنِ) .
وحدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ مَنْصُورٍ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قالَ : قالَ النَّبِيُّ ﷺ : (مَنْ قَرَأَ بِالآيَتَيْنِ مِنْ آخِرِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ فِي لَيْلَةٍ كَفَتَاهُ) . [ر : ٣٧٨٦]

روایت میں آیتین سے "آمن الرسول" سے لے کر آخر سورت تک دو آیتیں مراد ہیں، ان دو آیتوں کے بارے میں آیا ہے کہ رات کو جو شخص یہ پڑھے گا یہ دونوں آیتیں اس کے لئے کافی ہوجائیں گی ۔

کس چیز کے لئے کافی ہوجائیں گی؟ بعضوں نے کہا قیام اللیل کے لئے کافی ہوجائیں گی، بعضوں نے کہا شیطان کے شر سے کفایت کریں گی، بعضوں نے کہا قرآن کریم کی تلاوت کے لئے کافی ہوجائیں گی، بعضوں نے کہا ہر برائی سے حفاظت کے لئے کافی ہوجائیں گی، (۲۶) لیکن ان اقوال میں کوئی تضاد نہیں، سب جمع ہوسکتے ہیں ۔

٤٧٢٣ : وَقالَ عُثْمَانُ بْنُ الْهَيْثَمِ : حَدَّثَنَا عَوْفٌ ، عَنْ محمَّدِ بْنِ سِيرِينَ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قالَ : وَكَّلَنِي رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بِحِفْظِ زَكَاةِ رَمَضَانَ ، فَأَتَانِي آتٍ ، فَجَعَلَ يَحْثُو مِنَ الطَّعَامِ ، فَأَخَذْتُهُ فَقُلْتُ : لَأَرْفَعَنَّكَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ – فَقَصَّ الحَدِيثَ – فَقَالَ : إِذَا أَوَيْتَ إِلَى فِرَاشِكَ فَاقْرَأْ آيَةَ الْكُرْسِيِّ ، لَنْ يَزَالَ مَعَكَ مِنَ اللّٰهِ حَافِظٌ ، وَلَا يَقْرَبُكَ شَيْطَانٌ حَتَّى تُصْبِحَ وَقالَ النَّبِيُّ ﷺ : (صَدَقَكَ وَهُوَ كَذُوبٌ ، ذَاكَ شَيْطَانٌ) . [ر : ٢١٨٧]

(۲۵) ارشاد الساری: ۱۱/۲۸۴ ۔

(۲۶) فتح الباری: ۹/۶۸ ۔

یہ تعلیق ہے، اسماعیلی اور ابو نعیم نے اس کو موصولاً نقل کیا ہے، (۲۷) یہ کتاب الوکالۃ میں گذر چکی ہے اور اس میں ذکر کردہ قصہ بھی وہیں گذرا ہے، (۲۸) یحثو من الطعام یعنی وہ طعام (دانوں) سے لپ بھر کر لے جانے لگا۔

## ۱۱ - باب : فَضْلُ سُورَةِ الْكَهْفِ.

٤٧٢٤ : حدّثنا عَمْرُو بْنُ خالِدٍ : حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ : حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحٰقَ ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قالَ : كانَ رَجُلٌ يَقْرَأُ سُورَةَ الْكَهْفِ ، وَإِلَى جانِبِهِ حِصَانٌ مَرْبُوطٌ بِشَطَنَيْنِ ، فَتَغَشَّتْهُ سَحَابَةٌ فَجَعَلَتْ تَدْنُو وَتَدْنُو ، وَجَعَلَ فَرَسُهُ يَنْفِرُ ، فَلَمَّا أَصْبَحَ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ ، فَقَالَ : (تِلْكَ السَّكِينَةُ تَنَزَّلَتْ بِالْقُرْآنِ) . [ر : ٣٤١٨]

حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی سورۃ کہف پڑھ رہا تھا اور اس کی ایک جانب ایک گھوڑا رسیوں سے بندھا تھا، اس شخص پر بادل چھاگیا اور وہ بادل اسکے قریب آنے لگا تو گھوڑا بدکنے لگا، صبح کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ واقعہ بیان کیاگیا تو آپؐ نے فرمایا وہ سکینہ تھا جو قرآن کریم کے باعث اترا تھا۔

شَطَنَیْن: یہ شَطَنٌ کا تثنیہ ہے، رسی کو کہتے ہیں، سکینہ ایک مخلوق ہے جس میں رحمت، وقار اور فرشتے شامل ہوتے ہیں، سکینہ کے متعلق اقوال کتاب التفسیر میں گذر چکے ہیں ۔ (۲۹)

## ۱۲ - باب : فَضْلُ سُورَةِ الْفَتْحِ

٤٧٢٥ : حدّثنا إِسْمَاعِيلُ قالَ : حَدَّثَنِي مالِكٌ ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ ، عَنْ أَبِيهِ : أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ كانَ يَسِيرُ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ ، وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَسِيرُ مَعَهُ لَيْلاً ، فَسَأَلَهُ عُمَرُ عَنْ شَيْءٍ فَلَمْ يُجِبْهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ، ثُمَّ سَأَلَهُ فَلَمْ يُجِبْهُ ، ثُمَّ سَأَلَهُ فَلَمْ يُجِبْهُ ، فَقَالَ عُمَرُ : ثَكِلَتْكَ

---

(۲۷) ارشاد الساری: ۱۱/۲۸۵۔

(۲۸) دیکھئے، صحیح البخاری، کتاب الوکالۃ، باب اذا وکل الرجل: ۱/۳۱۰۔

(۲۹) دیکھئے، کشف الباری، کتاب التفسیر: ۶۰۸، تفسیر سورۃ الفتح۔

أُمُّكَ ، نَزَرْتَ رَسُولَ اللهِ ﷺ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ، كُلُّ ذٰلِكَ لَا يُجِيبُكَ ، قَالَ عُمَرُ : فَحَرَّكْتُ بَعِيرِي حَتَّى كُنْتُ أَمَامَ النَّاسِ ، وَخَشِيتُ أَنْ يَنْزِلَ فِيَّ قُرْآنٌ ، فَمَا نَشِبْتُ أَنْ سَمِعْتُ صَارِخًا يَصْرُخُ بِي ، قَالَ : فَقُلْتُ : لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ يَكُونَ نَزَلَ فِيَّ قُرْآنٌ ، قَالَ : فَجِئْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ ، فَقَالَ : (لَقَدْ أُنْزِلَتْ عَلَيَّ اللَّيْلَةَ سُورَةٌ لَهِيَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ) ثُمَّ قَرَأَ : «إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا» [ر : ٣٩٤٣]

## ١٣ - باب : فَضْلُ : «قُلْ هُوَ ٱللهُ أَحَدٌ»

فِيهِ عَمْرَةُ ، عَنْ عَائِشَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . [ر : ٦٩٤٠]

اس سورت کی فضیلت میں "عمرۃ عن عائشۃ" کے طریق سے روایت کو آگے کتاب التوحید میں امام بخاری رحمہ اللہ نے موصولاً نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو سریہ کا امیر بنا کر بھیجا، وہ نماز میں "قل ھو اللہ احد" پڑھتا تھا، روایت کے آخر میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص کو اطلاع کردو کہ اللہ تعالی اس سے محبت کرتے ہیں۔ (۳۰)

٤٧٢٦/٤٧٢٧ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مالِكٌ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي صَعْصَعَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الخُدْرِيِّ أَنَّ رَجُلاً سَمِعَ رَجُلاً يَقْرَأُ : «قُلْ هُوَ ٱللهُ أَحَدٌ» يُرَدِّدُهَا ، فَلَمَّا أَصْبَحَ جَاءَ إِلَى رَسُولِ ٱللهِ ﷺ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ ، وَكَأَنَّ الرَّجُلَ يَتَقَالُّهَا ، فَقَالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ ، إِنَّهَا لَتَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْآنِ)

---

(۳۰) فتح الباری: ۷۶/۹۔

٤٧٢٦ : (أن رجلاً سمع رجلاً) السامع هو أبو سعيد الخدري . والقارىء قتادة بن النعمان . رضي الله عنهما (يردّدها) يكررها . (يتقالها) يرى أن الاقتصار على قراءتها قليل . (لتعدل ثلث القرآن) ثوابها يضاعف بقدر ثواب ثلث القرآن . وقيل : غير ذلك . (من السحر) في السحر . وهو وقت ما قبيل الفجر

(۴۷۲٦) وأخرجه البخاری أیضاً فی کتاب الأیمان والنذور، باب کیف کانت یمین النبی ﷺ، رقم الحدیث ٦٦۴۳، وفی کتاب التوحید باب ماجاء فی دعاء النبی ﷺ، رقم الحدیث: ۷۳۷۴، الامام مالک فی المؤطا فی کتاب القرآن، باب ماجاء فی قراءۃ قل ھو اللہ احد، رقم الحدیث: ۱۷

وَزَادَ أَبُو مَعْمَرٍ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ٱبْنِ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي صَعْصَعَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الخُدْرِيِّ : أَخْبَرَنِي أَخِي قَتَادَةُ بْنُ النُّعْمَانِ : أَنَّ رَجُلاً قَامَ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ ﷺ ، يَقْرَأُ مِنَ السَّحَرِ : «قُلْ هُوَ ٱللهُ أَحَدٌ» . لَا يَزِيدُ عَلَيْهَا ، فَلَمَّا أَصْبَحْنَا أَتَى رَجُلٌ النَّبِيَّ ﷺ ، نَحْوَهُ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے دوسرے آدمی کو "قل ھو اللہ احد" بار بار پڑھتے ہوئے سنا، پڑھنے والے قتادہ بن نعمان تھے اور سننے والے حدیث کے راوی حضرت ابوسعید خدریؓ تھے وَکَأَنَّ الرَّجُلُ یَتَقَالُّھا: یعنی سننے والے آدمی نے اس سورت کو قلیل سمجھا کہ یہ تو چھوٹی سی سورت ہے، یتقالھا: اصل میں یَتَقَالَلُھَا ہے ای عَدَّھَا قَلِیْلَۃً تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے یہ سورت تو ثلث قرآن کے برابر ہے "۔

## سورۃ اخلاص کے ثُلُثِ قرآن ہونے کا مطلب

سورۃ اخلاص کو ثلث قرآن کے مساوی قرار دینے کی علماء نے مختلف وجوہ لکھی ہیں ۔

❶ ابوالعباس بن سُرَیج نے فرمایا کہ قرآن کریم کی تین قسمیں ہیں ❶ ایک ثلث تو اس میں احکام کا ہے ❷ دوسرا ثلث وعد وعید کا ہے ❸ اور تیسرا ثلث اسماء اور صفات پر مشتمل ہے اور سورۃ اخلاص اس تیسری قسم پر مشتمل ہے اس لئے اس کو ثلث قرآن کے مساوی قرار دیا، علامہ ابن تیمیہؒ نے اس توجیہ کو احسن قرار دیا ہے ۔ (۳۰) *

❷ علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالی کی معرفت تین طرح کی ہے ❶ اللہ کی ذات کی معرفت ❷ اللہ تعالی کی صفات اور اسماء کی معرفت ❸ اور اللہ تعالی کے افعال کی معرفت، سورۃ اخلاص اللہ تعالی کی ذات کی معرفت پر مشتمل ہے اس لئے اس کو ثلث قرآن قرار دیا ۔ (۳۱)

❸ امام غزالی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ قرآن کریم کے مہمات تین ہیں ❶ اللہ کی معرفت ❷ آخرت کی معرفت ❸ اور صراط مستقیم کی معرفت، اصل معارف یہی تین ہیں، باقی توابع ہیں اور

(۳۰*) مجموع فتاوی ابن تیمیۃ: ۱۷/۱۰۳

(۳۱) مجموع فتاوی شیخ الاسلام ابن تیمیۃ: ۱۷/۱۰۳

سورۃ اخلاص ان میں سے ایک یعنی اللہ کی معرفت پر مشتمل ہے اس لئے اس کو ثلث قرآن کے مساوی قرار دیا ۔ (۳۲)

❷ امام مازری رحمہ اللہ نے فرمایا قرآن کریم تین مضامین پر مشتمل ہے ❶ قصص ❷ احکام ❸ اور اللہ تعالی کے اوصاف ، سورۃ اخلاص میں تیسرا مضمون ہے اس لئے اس کو ثلث قرآن قرار دیا گیا ہے ۔ (۳۳)

بہر حال علمائے کرام نے سورۃ اخلاص کے ثلث قرآن کے مساوی قرار دینے کی یہ مختلف وجوہ بیان کی ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ ان میں کسی قسم کا کوئی تضاد نہیں ، سب جمع ہوسکتی ہیں ۔

سورۃ اخلاص کو ثلث قرآن کے مساوی قرار دینے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا ثواب ثلث قرآن کی تلاوت کے ثواب کے برابر ہوتا ہے ۔ (۳۴)

## ایک اشکال اور اس کے جوابات

اس پر یہ اشکال ہوسکتا ہے کہ اگر کوئی تین بار سورۃ اخلاص کی تلاوت کرلے تو اس کو پورے قرآن کا ثواب ملیگا تو پھر پورے قرآن کریم تلاوت کرنے کی کیا ضرورت ؟

❶ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ ثواب کی دو قسمیں ہیں ایک ثواب اصلی اور دوسرا ثواب تضعیفی و فضلی ، سورۃ اخلاص کی تلاوت جو شخص کرتا ہے اس کو اس کا اجر اصلی بھی ملتا ہے اور اس اجر اصلی کو بڑھا چڑھا کر اتنا کردیا جاتا ہے کہ ثلث قرآن کے ثواب اصلی کے مساوی ہوجاتا ہے تو اس کا اجر اصلی اور تضعیفی مل کر قرآن مجید کے ثلث کے اجر اصلی کے مساوی ہوتا ہے ، یہ مطلب نہیں کہ اس کا اجر اصلی ثلث قرآن کے اجر اصلی کے برابر ہوتا ہے ، یا اس کا اجر تضعیفی ثلث قرآن کے اجر تضعیفی کے برابر ہے یا اس کا اجر اصلی اور تضعیفی مل کر ثلث قرآن کے اجر اصلی اور تضعیفی کے برابر ہے ۔ (۳۵)

---

(۳۲) مجموع فتاوی ابن تیمیة: ۱۱۳/۱۷

(۳۳) مجموع فتاوی ابن تیمیة: ۱۲۲/۱۷

(۳۴) فتح الباری: ۷۵/۹ ۔

(۳۵) مجموع فتاوی ابن تیمیة: ۱۲۳/۱۷

❷ دوسرا جواب یہ ہے کہ سورۃ اخلاص کی تلاوت کا ثواب اس لحاظ سے ثلث قرآن کی تلاوت کے مساوی قرار دیا گیا ہے کہ وہ مضامین قرآن میں سے ایک قسم پر مشتمل ہے تو اگر کوئی سورۃ اخلاص ایک مرتبہ پڑھے گا تو ایک ثلث کا ثواب ملے گا، دوسری مرتبہ پڑھے گا تو اسی ثلث کا ثواب ملے گا، باقی دو مضامین کا ثواب سورۃ اخلاص کے پڑھنے سے حاصل نہیں ہوسکتا، اس بنا پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ تین مرتبہ سورۃ اخلاص کے پڑھنے سے کل قرآن کریم کی تلاوت کا ثواب مل جائے گا بلکہ ایک ہی ثلث کا مکرر اور سہ کر ثواب ملیگا، چنانچہ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"فاذاقرا الانسان (قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ) حصل لہ ثواب بقدر ثواب ثلث القرآن، لکن لا یجب أن یکون الثواب من جنس الثواب الحاصل ببقیة القرآن، بل قد یحتاج الی جنس الثواب الحاصل بالامر والنهی والقصص، فلا تسد (قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ) مسد ذلک، ولا تقوم مقامه؛ فلهذا لو لم یقرا (قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ) فانه وان حصل له اجر عظیم لکن جنس الاجر الذی یحصل بقراءة غیرها لا یحصل له بقراءتها، بل یبقی فقیرا محتاجا الی ما یتم به ایمانه من معرفة الامر والنهی، والوعد والوعید، ولو قام بالواجب علیه، فالمعارف التی تحصل بقراءة سائر القرآن، لا تحصل بمجرد قراءة هذه السورة، فیکون مَنْ قرأ القرآن أفضل ممن قرأها ثلاث مرات من هذه الجهة لتنوّع الثواب، وان کان قاری (قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ) ثلاثا یحصل له ثواب بقدر ذلک الثواب، لکنه جنس واحد، لیس فیه الأنواع التی یحتاج الیها العبد کمن معه ثلاثة آلاف دینار، وآخر معه طعام ولباس ومساکن ولقد یعدل ثلاثة آلاف دینار؛ فان هذا معه ما ینتفع به فی جمیع أموره وذاک محتاج الی ما مع هذا، وان کان معه یعدل ما مع هذا" (۳۶)

(٤٧٢٧) : حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ : حَدَّثَنَا أَبِي : حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ وَالضَّحَّاكُ الْمَشْرِقِيُّ ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِأَصْحَابِهِ : (أَيَعْجِزُ أَحَدُكُمْ أَنْ يَقْرَأَ ثُلُثَ الْقُرْآنِ فِي لَيْلَةٍ) . فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَيْهِمْ وَقَالُوا : أَيُّنَا يُطِيقُ ذٰلِكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ؟ فَقَالَ : (اللّٰهُ الْوَاحِدُ الصَّمَدُ ثُلُثُ الْقُرْآنِ)

(۳۶) مجموع فتاوی شیخ الاسلام ابن تیمیة: ۱۷/۱۳۸

قالَ أَبُو عَبْدِ ٱللهِ : عَنْ إِبْرَاهِيمَ مُرْسَلٌ . وَعَنِ الضَّحَّاكِ الْمَشْرِقِيِّ مُسْنَدٌ . [٦٢٦٧ ، ٦٩٣٩]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ اعمش ابراہیم سے بھی اس روایت کو نقل کرتے ہیں اور ضحاک مشرقی سے بھی اس کو نقل کرتے ہیں لیکن اعمش کی روایت جو ابراہیم نخعی سے ہے وہ تو مرسل ہے اور جو ضحاک مَشرقی سے منقول ہے وہ مسند ہے، ابراہیم نخعی کے طریق میں ابوسعید خدریؓ کا ذکر نہیں اس لئے وہ مرسل ہے اور ضحاک مَشرقی کے طریق میں "عن أبی سعید الخدری" کا اضافہ موجود ہے تو وہ مسند ہے، ابراہیم نخعی کی روایت کو امام بخاری رحمہ اللہ نے منقطع اس لئے کہا ہے کہ ان کا سَماع حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں۔

## ١٤ - باب : فَضْلِ الْمُعَوِّذَاتِ .

٤٧٢٩/٤٧٢٨ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مالِكٌ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ ، عَنْ عُرْوَةَ . عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهَا : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ كانَ إِذَا ٱشْتَكَى يَقْرَأُ عَلَى نَفْسِهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ وَيَنْفُثُ . فَلَمَّا ٱشْتَدَّ وَجَعُهُ كُنْتُ أَقْرَأُ عَلَيْهِ . وَأَمْسَحُ بِيَدِهِ رَجاءَ بَرَكَتِهَا

(٤٧٢٩) : حدّثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا الْمُفَضَّلُ ، عَنْ عُقَيْلٍ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ ، عَنْ عُرْوَةَ ، عَنْ عائِشَةَ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كانَ إِذَا أَوَى إِلَى فِرَاشِهِ كُلَّ لَيْلَةٍ ، جَمَعَ كَفَّيْهِ ثُمَّ نَفَثَ فِيهِمَا ، فَقَرَأَ فِيهِمَا : «قُلْ هُوَ ٱللهُ أَحَدٌ» . وَ «قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ» . وَ «قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ» . ثُمَّ يَمْسَحُ بِهِمَا ما ٱسْتَطَاعَ مِنْ جَسَدِهِ ، يَبْدَأُ بِهِمَا عَلَى رَأْسِهِ وَوَجْهِهِ ، وَما أَقْبَلَ مِنْ جَسَدِهِ . يَفْعَلُ ذٰلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ [ر : ٤١٧٥]

معوذات میں تغلیباً (قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ) کو بھی شامل کردیا گیا ہے۔

## ١٥ - باب : نُزُولِ السَّكِينَةِ وَالْمَلَائِكَةِ عِنْدَ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ .

٤٧٣٠ : وَقَالَ اللَّيْثُ : حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ الْهَادِ . عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أُسَيْدِ بْنِ

---

(۴۷۳۰) واخرجہ مسلم فی کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب نزول السکینۃ لقراءۃ القرآن، رقم الحدیث ۷۹۶، والنسائی فی کتاب فضائل القرآن، باب اغتباط صاحب القرآن، رقم الحدیث: ۸۰۷۴۔

حُضَيْرٍ قالَ : بَيْنَمَا هُوَ يَقْرَأُ مِنَ اللَّيْلِ سُورَةَ الْبَقَرَةِ ، وَفَرَسُهُ مَرْبُوطٌ عِنْدَهُ ، إِذْ جالَتِ الْفَرَسُ ، فَسَكَتَ فَسَكَنَتْ ، فَقَرَأَ فَجَالَتِ الْفَرَسُ ، فَسَكَتَ وَسَكَنَتِ الْفَرَسُ ، ثُمَّ قَرَأَ فَجَالَتِ الْفَرَسُ ، فَانْصَرَفَ ، وَكانَ ابْنُهُ يَحْيٰى قَرِيبًا مِنْهَا ، فَأَشْفَقَ أَنْ تُصِيبَهُ ، فَلَمَّا اجْتَرَّهُ رَفَعَ رَأْسَهُ إِلَى السَّمَاءِ حَتَّى ما يَرَاهَا ، فَلَمَّا أَصْبَحَ حَدَّثَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ : (اقْرَأْ يَا ابْنَ حُضَيْرٍ ، اقْرَأْ يَا ابْنَ حُضَيْرٍ) . قالَ : فَأَشْفَقْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَنْ تَطَأَ يَحْيٰى ، وَكانَ مِنْهَا قَرِيبًا ، فَرَفَعْتُ رَأْسِي فَانْصَرَفْتُ إِلَيْهِ ، فَرَفَعْتُ رَأْسِي إِلَى السَّمَاءِ ، فَإِذَا مِثْلُ الظُّلَّةِ فِيهَا أَمْثَالُ الْمَصَابِيحِ ، فَخَرَجَتْ حَتَّى لَا أَرَاهَا ، قالَ : (وَتَدْرِي ما ذَاكَ) . قالَ : لَا ، قالَ : (تِلْكَ الْمَلَائِكَةُ دَنَتْ لِصَوْتِكَ ، وَلَوْ قَرَأْتَ لَأَصْبَحَتْ يَنْظُرُ النَّاسُ إِلَيْهَا ، لَا تَتَوَارَى مِنْهُمْ) .

قالَ ابْنُ الْهَادِ : وَحَدَّثَنِي هٰذَا الْحَدِيثَ عَبْدُ اللهِ بْنُ خَبَّابٍ ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ ، عَنْ أُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ

گھوڑے کے اچھلنے اور کودنے کی وجہ یہ تھی کہ جب حضرت اُسید رضی اللہ عنہ رات کے بعض حصہ میں قرآن حکیم پڑھ رہے تھے تو قراءت سننے کے لئے فرشتے نیچے آئے تھے ، ان کو دیکھ کر گھوڑا خوف کی وجہ سے بدکتا اور کودتا تھا ، یہی وجہ تھی کہ تلاوت کلام پاک کے بند ہونے پر فرشتے اوپر جاتے تھے اور گھوڑا کودنا چھوڑ دیتا تھا ۔

### اقرأ یا ابن حُضَیر ، اِقرأ یا ابن حُضَیر

علامہ طیبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ صیغہ امر کا مقصد زمانہ ماضی میں طلب زیادتی ہے گویا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس عجیب وغریب حالت کا استحضار کر کے حضرت اسید بن حضیر کو پڑھنے کی ترغیب دے رہے ہیں ، جس کا حاصل یہ ہے کہ "ھلازدت" اس پر دلیل یہ ہے کہ خود آگے حضرت اُسید بن حضیر جواب میں فرماتے ہیں کہ "أشفقتُ یا رسول اللہ أنْ تطأ یحیی" میں اس بات سے ڈرا کہ کہیں گھوڑا یحیی کو کچل نہ ڈالے کیونکہ یحیی گھوڑے کے قریب ہی تھا ۔ (۳۷)

حاصل یہ ہے کہ یہاں "اقرأ" سے حکایت کے وقت پڑھنا مراد نہیں بلکہ حضور اکرم صلی اللہ

(۳۷) دیکھئے شرح الطیبی: ۲۲۱/۴، کتاب فضائل القرآن۔

علیہ وسلم نے ان کی اصلی حالت کا استحضار کر کے یہ فرمایا، گویا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابن حضیر کو اس حالت میں دیکھ رہے ہیں کہ فرشتے ان پر سائبان کی طرح جمع ہیں، اس حالت میں ان کو حکم دے رہے ہیں کہ برابر پڑھتے رہئے تاکہ فرشتوں کے سننے اور ان کے موجود ہونے سے آپ پر برکت نازل ہوتی رہے۔ (۳۸)

ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بادل کے ساتھ وجہ تشبیہ یہ ہے کہ ملائکہ قرآن کریم سننے کے لئے بہت کثرت سے آئے تھے تو جب حضرت اسید نے دیکھا ایسا محسوس ہوا کہ پردہ کی مانند کوئی چیز ہے جو ان کے اور آسمان کے درمیان حائل ہے اس چیز کو بادل سے تعبیر کیا اور اس میں جو چراغ جل رہے تھے وہ فرشتوں کے چہرے تھے جو چراغ کی مانند روشن اور منور تھے۔ (۳۹)

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس روایت کو تعلیقاً نقل کیا ہے، ابو عبید نے فضائل القرآن میں اس کو موصولاً نقل کیا ہے (۴۰)، اسی طرح روایت کے آخر میں "قال ابن الھاد" سے اس روایت کی دوسری سند ذکر کی، اس دوسری تعلیق کو ابو نعیم نے موصولاً نقل کیا ہے۔ (۴۱)

١٦ - بَاب : مَنْ قالَ : لَمْ يَتْرُكِ النَّبِيُّ ﷺ إِلَّا مَا بَيْنَ ٱلدَّفَّتَيْنِ .

٤٧٣١ : حدَّثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ رُفَيْعٍ قالَ : دَخَلْتُ أَنَا وَشَدَّادُ بْنُ مَعْقِلٍ عَلَى ٱبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا ، فَقَالَ لَهُ شَدَّادُ بْنُ مَعْقِلٍ : أَتَرَكَ النَّبِيُّ ﷺ مِنْ شَيْءٍ ؟ قالَ : ما تَرَكَ إِلَّا ما بَيْنَ ٱلدَّفَّتَيْنِ . قالَ : وَدَخَلْنَا عَلَى مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ فَسَأَلْنَاهُ فَقَالَ : ما تَرَكَ إِلَّا ما بَيْنَ ٱلدَّفَّتَيْنِ .

یہاں روایت سے شبہ ہوتا ہے کہ قرآن کریم کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بین الدفتین جمع کر دیا گیا تھا حالانکہ ایسا نہیں۔

جواب یہ ہے کہ "ماترک إلا مابین الدفتین" کا مقصد یہ ہے کہ آج جو مابین الدفتین

(۳۸) فتح الباری: ۹/۷۸۔

(۳۹) دیکھئے مرقاۃ شرح مشکاۃ: ۳/۳۳۹۔

(۴۰) دیکھئے فضائل القرآن لابی عبید: باب فضل قراءۃ القرآن والاستماع الیہ: ۲۵

(۴۱) ارشاد الساری: ۱۱/۲۹۴۔

موجود ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسی کو چھوڑ کر دنیا سے تشریف لے گئے ہیں، یہ مطلب نہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قرآن کریم مابین الدفتین جمع ہوگیا تھا۔

امام بخاری رحمہ اللہ در اصل روافض کی تردید کرنا چاہتے ہیں جن کا نظریہ ہے کہ قرآن کریم سے حضرت عثمان وغیرہ نے بہت سی آیتیں ساقط کردی ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے رشتہ دار اور ہم نوا حضرت عبداللہ بن عباس اور اسی طرح ان کے صاجزادے حضرت محمد بن حنفیہ سے روایت نقل کرکے روافض کی تردید کردی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مابین الدفتین کو چھوڑ کر تشریف لے گئے ہیں، آپ کے بعد اس میں نہ کسی آیت کا اضافہ ہوا ہے اور نہ ہی اس سے کوئی آیت کم کی گئی ہے۔ (۴۲)

## ۱۷ - باب: فَضْلِ الْقُرْآنِ عَلَى سَائِرِ الْكَلَامِ

امام بخاری رحمہ اللہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ کلام کی تمام قسموں پر قرآن مجید کو برتری اور فضیلت حاصل ہے، امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس مفہوم کی ایک روایت بھی نقل کی ہے، اس میں ہے "فضل کلام اللہ علی سائر الکلام کفضل اللہ علی خلقہ" (۴۳)

۴۷۳۲: حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ أَبُو خَالِدٍ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ: حَدَّثَنَا أَنَسُ ابْنُ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: (مَثَلُ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَالْأُتْرُجَّةِ، طَعْمُهَا طَيِّبٌ وَرِيحُهَا طَيِّبٌ. وَالَّذِي لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَالتَّمْرَةِ، طَعْمُهَا طَيِّبٌ وَلَا رِيحَ لَهَا.

---

(۴۲) فیض الباری: ۴/۲۶۸۔

(۴۳) دیکھئے سنن الترمذی تفصیل کتاب القراءت بحدیث: رقم الحدیث: ۲۹۲۶/۵/۱۸۴

(۴۷۳۲) وأخرجه البخاری ایضاً فی کتاب فضائل القرآن، باب إثم مَنْ راءى بقراءة القرآن أو تأكل به، أو فجر به، رقم الحديث: ۵۰۵۹، وفی کتاب الأطعمة، باب ذکر الطعام، رقم الحديث: ۵۴۲۷، وفی کتاب التوحید، باب قراءة الفاجر والمنافق وأصواتهم لا تجاوز حناجرهم، رقم الحديث: ۷۵۶۰، ومسلم فی کتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب فضيلة حافظ القرآن، رقم الحديث: ۷۹۷، والترمذی فی کتاب الأمثال، باب ماجاء مثل المؤمن القاری وغير القاری، رقم الحديث: ۲۸۶۵، وأبوداؤد فی کتاب الأدب، باب من يؤمر ان يجالس، رقم الحديث: ۴۸۲۹، وابن ماجه فی المقدمة، باب فضل مَنْ تعلم القرآن وعَلّمه، رقم الحديث: ۲۱۴، والدارمی فی کتاب فضائل القرآن، باب مثل المؤمن الذی يقرأ القرآن، رقم الحديث: ۳۳۶۲۔

وَمَثَلُ الْفَاجِرِ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الرَّيْحَانَةِ ، رِيحُهَا طَيِّبٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ . وَمَثَلُ الْفَاجِرِ الَّذِي لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الْحَنْظَلَةِ ، طَعْمُهَا مُرٌّ وَلَا رِيحَ لَهَا) . [٤٧٧٢ ، ٥١١١ ، ٧١٢١]

اس روایت میں مثال بیان کی گئی ہے کہ جیسے نارنگی کی خوشبو بھی عمدہ ہوتی ہے اور اس کا ذائقہ بھی عمدہ ہوتا ہے ، قرآن کریم پڑھنے والا ایسا ہی بہترین ہے اور جو آدمی مومن ہے لیکن قرآن مجید نہیں پڑھتا اس کی مثال کھجور جیسی ہے جسکا ذائقہ تو عمدہ ہوتا ہے لیکن خوشبو اس میں کچھ بھی نہیں تو ایمان کی وجہ سے ایسا شخص پسندیدہ تو ہے لیکن قرآن پڑھنے کی خوشبو سے وہ محروم ہے اور وہ فاجر جو قرآن پڑھتا ہے وہ ریحانہ پھول کی طرح ہے کہ اس کی خوشبو تو عمدہ ہے لیکن اس کا ذائقہ تلخ ہوتا ہے اور وہ فاجر جو قرآن کریم نہیں پڑھتا اس کی مثال اندرائن ( حنظلہ ) کی طرح ہے کہ اس کا ذائقہ بھی تلخ ہوتا ہے اور خوشبو بھی اس میں نہیں ہوتی ۔

اس روایت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قاریٔ قرآن کی جو فضیلت بیان کی ہے وہ قرآن کی بنیاد پر ہے جس سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم دوسرے کلام کی تمام اقسام سے بہتر ہے ۔

٤٧٣٣ : حدَّثنا مُسَدَّدٌ : عَنْ يَحْيَى ، عَنْ سُفْيَانَ : حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ دِينَارٍ قَالَ : سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (إِنَّمَا أَجَلُكُمْ فِي أَجَلِ مَنْ خَلَا مِنَ الْأُمَمِ ، كَمَا بَيْنَ صَلَاةِ الْعَصْرِ وَمَغْرِبِ الشَّمْسِ ، وَمَثَلُكُمْ وَمَثَلُ الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى ، كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَعْمَلَ عُمَّالاً ، فَقَالَ : مَنْ يَعْمَلُ لِي إِلَى نِصْفِ النَّهَارِ عَلَى قِيرَاطٍ ، فَعَمِلَتِ الْيَهُودُ ، فَقَالَ : مَنْ يَعْمَلُ لِي مِنْ نِصْفِ النَّهَارِ إِلَى الْعَصْرِ ، فَعَمِلَتِ النَّصَارَى ، ثُمَّ أَنْتُمْ تَعْمَلُونَ مِنَ الْعَصْرِ إِلَى الْمَغْرِبِ بِقِيرَاطَيْنِ قِيرَاطَيْنِ ، قَالُوا : نَحْنُ أَكْثَرُ عَمَلاً وَأَقَلُّ عَطَاءً ، قَالَ : هَلْ ظَلَمْتُكُمْ مِنْ حَقِّكُمْ ؟ قَالُوا : لَا ، قَالَ : فَذَاكَ فَضْلِي أُوتِيهِ مَنْ شِئْتُ) . [ر : ٥٣٢]

یہ روایت کتاب الصلاۃ میں گذر چکی ہے ، ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس روایت میں امت محمدیہ کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور امت محمدیہ کی فضیلت قرآن کریم کی وجہ سے ہے جس پر عمل کا اسے حکم دیا گیا ہے ۔ (۴۴)

(۴۴) فتح الباری: ۹/۸۳۔

## ۱۸ - باب : الْوَصِيَّةِ بِكِتَابِ اَللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ

وصاۃ وصیت کے معنی میں مصدر ہے ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتاب اللہ پر عمل کرنے کی وصیت فرمائی ، اس باب میں اس کو بیان کرنا مقصود ہے ۔

٤٧٣٤ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ : حَدَّثَنَا مالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ : حَدَّثَنَا طَلْحَةُ قالَ : سَأَلْتُ عَبْدَ اَللّٰهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى : أَوْصَى النَّبِيُّ ﷺ ؟ فَقالَ : لَا ، فَقُلْتُ : كَيْفَ كُتِبَ عَلَى النَّاسِ الْوَصِيَّةُ ، أُمِرُوا بِهَا وَلَمْ يُوصِ ؟ قالَ : أَوْصَى بِكِتَابِ اَللّٰهِ . [ر : ٢٥٨٩]

مطلب یہ ہے کہ لوگوں کو وصیت کرنے کا جو حکم دیا گیا ہے وہ حقوق سے متعلق ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر چونکہ کسی کے حقوق عائد نہیں تھے اس لئے آپ نے حقوق سے متعلق کوئی وصیت نہیں فرمائی ، باقی یہ کہ آپ پر امت کی رہنمائی کا حق تھا ، زندگی بھر آپ یہ حق ادا کرتے رہے اور لوگوں کی رہنمائی فرماتے رہے اور دنیا سے جانے کے وقت آپ نے امت کے اس حق کا پھر لحاظ رکھا چنانچہ انہیں تاکید کی اور وصیت فرمائی کہ وہ کتاب اللہ پر عمل کریں اور کتاب اللہ پر عمل چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے بغیر ممکن نہیں اس لئے کتاب اللہ پر عمل کرنے کی وصیت میں سنت پر عمل کرنا بھی داخل ہے ۔ (۴۵)

## ۱۹ - باب : (.. مَن لَمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْآنِ) .[ر : ٧٠٨٩]

وَقَوْلُهُ تَعَالَى : «أَوَ لَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلَى عَلَيْهِمْ» /العنکبوت : ٥١/

امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمے میں جو الفاظ ذکر کئے ہیں ، ان الفاظ کو آگے کتاب التوحید میں امام نے ابن شہاب زہری کی سند سے نقل کیا ہے ، (۴۶) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے "کتاب الاحکام" میں ان الفاظ کو نقل فرمایا ہے (۴۷) لیکن یہ حافظ

---

(۴۵) قال العینی فی عمدۃ القاری : ۳۹/۲ : "والمراد بالوصیۃ بکتاب اللہ حفظہ حسا و معنی و اکرامہ، وصونہ، ولا یسافر بہ الی ارض العدو، ویتبع ما فیہ، فیعمل باوامرہ، ویجتنب نواھیہ، ویداوم تلاوتہ، وتعلمہ وتعلیمہ"

(۴۶) صحیح البخاری، کتاب التوحید : باب قول اللہ تعالیٰ: واسروا قولکم... وھو اللطیف الخبیر۔ رقم الحدیث: ۷۵۲۵ ص ۱۰۸۱

(۴۷) فتح الباری : ۸۴/۹۔

صاحب کا سہو ہے، حدیث کے الفاظ ہیں "من لم یتغن بالقرآن فلیس منا"

## تغنی بالقرآن کی تفسیر میں اقوال علماء

اس کی تفسیر وتشریح میں اختلاف ہے اور علماء کے مختلف اقوال ہیں:

❶ ایک قول یہ ہے کہ تغنی سے استغناء مراد ہے، پھر اس استغناء بالقرآن کے مطلب میں بھی دو قول ہیں۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے وکیع بن جراح سے نقل کیا ہے کہ اس سے مراد استغناء عن اخبار الامم الماضیۃ ہے اور مطلب یہ ہے کہ جو آدمی قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے اسے گذری ہوئی امتوں کے حالات اور واقعات کی تحقیق اور جستجو میں مشغول نہیں ہونا چاہئے، قرآن مجید ہی اس کے لئے کافی ہونا چاہئے، اگر وہ یہود و نصاری کی کتابیں پڑھتا ہے ان کے صحف کا مطالعہ کرتا ہے اور قرآن مجید کے بیان کردہ واقعات پر قناعت نہیں کرتا تو وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (۴۸)

اس قول کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جو ابن جریر طبری نے یحیی بن جعدہ سے نقل کی ہے کہ چند مسلمان کچھ کتابیں لے کر حاضر ہوئے جن میں یہود سے سنی ہوئی باتیں درج تھیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کتابوں کو دیکھ کر فرمایا "کفی بقوم ضلالۃ أن یرغبوا عما جاء بہ نبیھم الیھم الی ما جاء بہ غیرہ الی غیرھم" یعنی اپنے نبی کی لائی ہوئی کتاب سے اعراض کرکے دوسرے کی لائی ہوئی چیز میں رغبت اختیار کرنا گمراہی کے لئے کافی ہے، اس پر قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی "اَوَلَمْ یَکْفِہِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْکِتَابَ یُتْلٰی عَلَیْہِمْ" (۴۹)

امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب میں اس آیت کو ذکر کرکے تغنی بالقرآن کے متعلق وکیع بن جراح کی مذکورہ تفسیر کے راجح ہونے کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

دوسرا قول سفیان بن عیینہ کا ہے جیسا کہ امام بخاری نے اس باب کے آخر میں لکھا ہے کہ استغناء بالقرآن سے مراد استغناء عن اکثار الدنیا ہے اور مطلب یہ ہے کہ جو شخص قرآن کریم کو سیکھنے کے بعد دنیا سے استغناء اختیار نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں ہے، ابوعبید قاسم بن سلاّم کا رجحان اسی قول کی طرف ہے۔ (۵۰)

---

(۴۸) فتح الباری: ۸۴/۹۔

(۴۹) فتح الباری: ۸۴/۹۔

(۵۰) فتح الباری: ۸۶/۹، وفضائل القرآن لابی عبید: باب فضل الحض علی القرآن والایصاء وایثارہ علی ماسواہ، ص ۲۹

اگر چہ امام شافعی ، ابن جریر طبری اور ابوعاصم نبیل نے سفیان بن عیینہ کے قول کو رد کیا ہے ۔ (۵۱)

امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر تغنی سے استغناء مراد ہوتا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم "من لم یتغن بالقرآن" کے بجائے "مَنْ لَمْ یستغن بالقرآن" فرماتے ۔ (۵۲)

ابو عاصم نبیل نے فرمایا کہ لَمْ یَصْنَع سفیان بن عیینۃ شَیْئاً یعنی سفیان بن عیینہ نے یہ مطلب بیان کرکے کوئی کارنامہ انجام نہیں دیا بہر حال یہ پہلا قول تھا کہ تغنی سے استغناء مراد ہے ، استغناء عن اخبار الامم الماضیۃ یا استغناء عن الدنیا۔

❷ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے تشاغل مراد ہے ، عرب کہتے ہیں تَغَنّیٰ بالمکان: جب آدمی اس میں قیام اور شغل اختیار کرے ، مطلب یہ ہے کہ جو قرآن کے ساتھ شوق اور اس کا شغل نہ رکھے وہ ہمارے طریقہ پر نہیں ، ہم سے اس کا تعلق نہیں ۔ (۵۳)

❸ تیسرا قول امام شافعی رحمہ اللہ کا ہے کہ اس سے درد اور حزن کے ساتھ قرآن کریم کا پڑھنا مراد ہے ۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام شافعی رحمہ اللہ کے کلام میں تغنی کی یہ تفسیر مجھے نہیں ملی لیکن امام بیہقی نے سنن کبری میں امام شافعی سے یہ تفسیر نقل کی ہے اور اس کے الفاظ ہیں : "أَنْ یقرأہ تحزیناً" (۵۶)

❹ چوتھا قول یہ ہے کہ اس سے مراد تلذذ اور حلاوت کا احساس ہے اور مطلب یہ ہے کہ جو آدمی قرآن کریم کی تلاوت کی لذت اور حلاوت محسوس نہیں کرتا وہ ہم سے متعلق نہیں جس طرح اہل عرب غناء اور گانے سے لذت محسوس کرتے ہیں اسی طرح اہل ایمان قرآن کریم کی تلاوت سے لذت محسوس کرتے ہیں ۔

ابن الانباری نے " الزاہر " میں یہ تفسیر نقل کی ہے ۔ (۵۷)

---

(۵۱) فتح الباری: ۹/۸۷۔

(۵۲) فتح الباری: ۹/۸۷۔

(۵۳) فتح الباری: ۹/۸۸۔

(۵۴) فتح الباری: ۹/۸۶۔

(۵۵) فتح الباری: ۹/۸۷۔

(۵۶) دیکھئے سنن کبری للبیہقی: کتاب الشہادات، باب تحسین الصوت بالقرآن والذکر: ۱۰/۲۳۰

(۵۷) فتح الباری: ۹/۸۶۔

❺ پانچواں قول یہ ہے کہ تغنی سے مراد قرآن مجید کا ہر وقت گنگنانا ہے ، عربوں کی عادت تھی کہ سواری کی حالت میں اور گھر بیٹھے عموماً کچھ نہ کچھ گنگناتے رہتے تھے ، قرآن کریم کے نزول کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش ہوئی کہ مسلمان اشعار وغیرہ کے بجائے قرآن کریم کی آیات گنگنایا کریں ، ابن العربی نے یہ تفسیر نقل فرمائی ہے ۔ (۵۸)

❻ چھٹا قول یہ ہے کہ اس سے مراد تحسین صوت اور خوش الحانی ہے یعنی قرآن کریم کی تلاوت خوبصورت آواز کے ساتھ کرنا ، آواز کی خوبصورتی میں لفظوں کی درست ادائیگی اور لہجے کی صحت داخل ہے ۔

ابن ابی ملیکہ ، عبداللہ بن مبارک اور نضر بن شمیل نے اسی قول کو اختیار کیا ہے ۔ (۵۹)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تغنی کی تفسیر میں ذکر کردہ اکثر اقوال میں تطبیق ہوسکتی ہے یہ ایک دوسرے کے ساتھ جمع ہوسکتے ہیں اور مطلب یہی ہے قرآن کریم کی تلاوت درد اور حسن صوت کے ساتھ کرتے ہوئے استغناء کی صفت اپنے اندر پیدا کی جائے چنانچہ وہ لکھتے ہیں :

" الحاصل أنہ یمکن الجمع بین اکثر التاویلات المذکورۃ وھو أنہ یحسن بہ صوتہ ، جاھرا بہ ، مترنما علی طریق التحزن ، مستغنیا بہ عن غیرہ من الاخبار ، طالبا بہ غنی النفس ، راجیا بہ غنی الید ، وقد نظمت ذلک فی بیتین :

تغن بـالقرآن حسن بـہ الصـو ت حـزیـنـاً جـاھـراً رنـم

واستغن عن کتب الألی طـالبـاً غـنـی یـد والـنـفس ثـم الـزم (۶۰)

۴۷۳۵/۴۷۳۶ : حَدَّثنا یَحْیَیٰ بْنُ بُکَیْرٍ قالَ : حَدَّثَنِي اللَّیْثُ ، عَنْ عُقَیْلٍ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قالَ : أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، عَنْ أَبِي هُرَیْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ کانَ یَقُولُ :

(۴۷۳۵) وأخرجہ البخاری أیضاً متصلا بهذاالحدیث رقم ۴۷۳۶ ، وفی کتاب التوحید ، باب قول اللہ تعالی: ولا تنفع الشفاعة عندہ الا باذنہ الخ ، رقم الحدیث : ۷۴۸۲ ، وفی کتاب التوحید ، باب قول النبی ﷺ الماهر بالقرآن مع سفرة الکرام البررة وزینوا القرآن باصواتکم ، رقم الحدیث : ۷۵۴۴ ، واخرجہ مسلم فی کتاب صلاة المسافرین وقصرها ، باب استحباب تحسین الصوت بالقرآن ، رقم الحدیث : ۷۹۲ ، واخرجہ النسائی فی کتاب فضائل القرآن ، باب حسن الصوت بالقرآن ، رقم الحدیث : ۸۰۵۳ ، وابوداؤد فی کتاب الصلاة ، باب استحباب ترتیل القرآن ، رقم الحدیث : ۱۴۷۳ ، والدارمی فی کتاب فضائل القرآن ، باب التغنی بالقرآن ، رقم الحدیث : ۳۴۹۰ ۔ (۵۸) فتح الباری : ۸۶/۹ ۔ (۵۹) فتح الباری : ۸۷/۹ ۔ (۶۰) فتح الباری : ۸۸/۹ ۔

قالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (لَمْ يَأْذَنِ اللهُ لِشَيْءٍ ما أَذِنَ لِلنَّبِيِّ ﷺ يَتَغَنَّى بِالْقُرْآنِ) . وَقالَ صَاحِبٌ لَهُ : يُرِيدُ يَجْهَرُ بِهِ .

(٤٧٣٦) : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (ما أَذِنَ اللهُ لِشَيْءٍ ما أَذِنَ لِلنَّبِيِّ أَنْ يَتَغَنَّى بِالْقُرْآنِ) قالَ سُفْيَانُ : تَفْسِيرُهُ : يَسْتَغْنِي بِهِ . [٧٠٤٤ ، ٧٠٨٩ ، ٧١٠٥]

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے کسی چیز کو اس قدر توجہ سے نہیں سنا جس قدر توجہ سے اس نبی کو سنا جو قرآن کریم خوش الحانی کے ساتھ پڑھتا ہے ۔

أَذِنَ: باب سمع سے آتا ہے ، اس کا مصدر جب إِذْناً (ہمزہ کے کسرہ اور ذال کے سکون کے ساتھ ) آئے تو اس کے معنی اجازت دینے کے آتے ہیں اور جب مصدر أَذَناً (ہمزہ اور ذال کے فتحہ کے ساتھ ) آئے تو اس کے معنی سننے اور استماع کے آتے ہیں ، یہاں سننے اور استماع کے معنی میں ہے ۔ (۶۱)

**وقال صاحب لہ: یرید یجھر بہ**

"لہ" میں ضمیر ابوسلمہ کی طرف راجع ہے جو ابن شہاب زہری کے شیخ ہیں اور صاحب سے عبدالحمید بن عبدالرحمن بن زید بن الخطاب مراد ہیں اور مطلب یہ ہے کہ ابوسلمہ کے ساتھی عبدالحمید نے کہا کہ یتغنی بالقرآن سے باآواز بلند قرآن کریم پڑھنا مراد ہے ۔

یہ تفسیر ابن شہاب زہری نے اپنے شیخ ابوسلمہ سے نہیں سنی ، بلکہ عبدالحمید نے ان سے سنی ہے چنانچہ " زہریات " کی روایت میں عبدالحمید کے نام کی تصریح موجود ہے ۔ (۶۲)

---

(ما أذن) مثل إذنه . (يتغنى بالقرآن) يحسن صوته به ويطرب له . (صاحب له) أي لأبي سلمة بن عبد الرحمن ، وهو عبد الحميد بن عبد الرحمن . (يزيد يجهر به) أي : أيريد النبي ﷺ بالتغني بالقرآن الجهر به

٤٧٣٦ (يستغني به) يشغله عن غيره من الكتب ، وينفعه في إيمانه ، ودنياه وآخرته

## ۲۰ - باب : اَغْتِبَاطِ صَاحِبِ الْقُرْآنِ

یعنی وہ آدمی جو حافظ قرآن اور قاری اور عالم ہے وہ لائق رشک اور غبطہ ہے ترجمۃ الباب میں اغتباط مصدر کی اضافت مفعول کی طرف ہورہی ہے - (۱)

۴۷۳۷ : حدّثنا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قالَ : حَدَّثَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ : أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ : (لَا حَسَدَ إِلَّا عَلَى اثْنَتَيْنِ : رَجُلٌ آتَاهُ اللهُ الْكِتَابَ وَقَامَ بِهِ آنَاءَ اللَّيْلِ ، وَرَجُلٌ أَعْطَاهُ اللهُ مَالاً فَهُوَ يَتَصَدَّقُ بِهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ) . [۷۰۹۱]

اس کے دو مطلب بیان کئے جاتے ہیں ایک یہ کہ اگر حسد جائز اور مستحب ہوتا تو مذکورہ دو آدمیوں کے ساتھ کرنا چاہئے تھا - (لیکن حسد جائز نہیں)

اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ حسد مجازاً غبطہ اور رشک کے معنی میں ہے کہ قابل رشک مذکورہ دو آدمی ہیں ، اس دوسرے مطلب کی تائید باب کی دوسری روایت سے ہوتی ہے ، اس میں ہے "لیتنی أوتیتُ مثل ما أوتی فلان ، فعملت مثل ما یعمل" معلوم ہوا حسد رشک اور غبطہ کے معنی میں ہے کیونکہ غبطہ میں دوسرے کے پاس موجود نعمت کی تمنا اور آرزو کی جاتی ہے جبکہ حسد میں دوسرے کے پاس موجود نعمت کے زوال کی تمنا کی جاتی ہے ، (۲) اس پر تفصیلی گفتگو کتاب العلم میں باب اغتباط العلم کے تحت گذر چکی ہے -

---

(۱) الابواب والتراجم: ۲/ (۲) فتح الباری: ۹/ ۹۰

(۴۷۳۷) واخرجه البخاری ایضاً فی کتاب التوحید ، باب قول النبی ﷺ رجل آتاه الله القرآن فهو یقوم به آناء اللیل وآناء النهار ، رقم الحدیث : ۷۵۲۹ ، واخرجه النسائی فی کتاب فضائل القرآن ، باب اغتباط صاحب القرآن ، رقم الحدیث : ۸۰۷۲ -

٤٧٣٨ : حدّثنا عَليُّ بْنُ إبْراهِيمَ : حَدَّثَنَا رَوْحٌ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ سُلَيْمانَ : سَمِعْتُ ذَكْوَانَ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ : أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قالَ : (لَا حَسَدَ إِلَّا فِي ٱثْنَتَيْنِ : رَجُلٌ عَلَّمَهُ ٱللهُ الْقُرْآنَ فَهُوَ يَتْلُوهُ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهارِ ، فَسَمِعَهُ جارٌ لَهُ فَقَالَ : لَيْتَنِي أُوتِيتُ مِثْلَ ما أُوتِيَ فُلَانٌ ، فَعَمِلْتُ مِثْلَ ما يَعْمَلُ ، وَرَجُلٌ آتاهُ ٱللهُ مالاً فَهُوَ يُهْلِكُهُ في الْحَقِّ ، فَقَالَ رَجُلٌ : لَيْتَنِي أُوتِيتُ مِثْلَ ما أُوتِيَ فُلانٌ ، فَعَمِلْتُ مِثْلَ ما يَعْمَلُ) . [٦٨٠٥ ، ٧٠٩٠]

حدثنا علی بن ابراهیم....

علی بن ابراہیم کے بارے میں تین قول ہیں ۔

❶ ایک یہ کہ اس سے علی بن ابراہیم بن عبدالحمید واسطی مراد ہیں اور یہی اکثر حضرات کا قول ہے ، یہ ثقہ ہیں ، امام بخاری رحمہ اللہ کی وفات کے بعد بیس سال تک زندہ رہے ۔

❷ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے علی بن الحسن بن ابراہیم بن اشکاب مراد ہیں یہاں سند میں ان کی نسبت والد کے بجائے دادا کی طرف کرکے " علی بن ابراہیم " کہا گیا ، ابن عدی نے اسی قول کو اختیار کیا ۔

❸ دار قطنی اور ابوعبداللہ بن مندہ نے فرمایا کہ اس سے علی بن عبداللہ بن ابراہیم مراد ہیں ۔ (۳)

## ۲۱ – باب : خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ .

" خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ " میں دو روایتیں ہیں ایک واؤ کے ساتھ اور دوسری " أو " کے ساتھ ، امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب میں واؤ کے ساتھ ذکر کرکے " او " والی

(۴۷۳۸) واخرجه البخاري ايضا فى كتاب التمنى ، باب تمنى القرآن والعلم ، رقم الحديث : ۷۲۳۲ ، وفى كتاب التوحيد ، باب قول النبى ﷺ رجل آتاه الله القرآن فهو يقوم به آناء الليل وآناء النهار ، رقم الحديث : ۷۵۲۸ ، واخرجه النسائى فى كتاب فضائل القرآن ، باب اغتباط صاحب القرآن ، رقم الحديث ۸۰۷۳ ۔

(۳) مذکورہ تفصیل کے لئے دیکھئے فتح الباری ۹/ ۹۱

روایت کے مرجوح ہونے کی طرف اشارہ فرمایا، (۴) مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم کی تعلیم اور تعلم دونوں پر خیریت مرتب ہوتی ہے صرف ایک پر نہیں ۔

۴۷۳۹/۴۷۴۰ : حدّثنا حَجّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قالَ : أَخْبَرَنِي عَلْقَمَةُ بْنُ مَرْثَدٍ : سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ عُبَيْدَةَ ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ ، عَنْ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ) . قالَ : وَأَقْرَأَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ فِي إِمْرَةِ عُثْمَانَ حَتَّى كانَ الحَجَّاجُ ، قالَ : وَذَاكَ الَّذِي أَقْعَدَنِي مَقْعَدِي هٰذَا

## حدثنا حجاج... قال: وَأَقْرَأَ أَبُو عبدِالرحمن فی إِمْرَةِ عُثْمانَ حتی کان الحجاجُ۔

سعد بن عبیدہ نے فرمایا کہ ابوعبدالرحمن سلمی نے (لوگوں کو) قرآن کریم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد حکومت میں پڑھانا شروع کیا اور پڑھاتے رہے یہاں تک کہ حجاج بن یوسف کی ولایت کا زمانہ آگیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور اور حجاج کے آخری دور کے درمیان تین ماہ کم ۷۲ سال کا فاصلہ ہے اور حضرت عثمانؓ کے آخری دور اور حجاج کے ابتدائی دور کے درمیان ۳۸ سال کا فاصلہ ہے، متعین طور سے تو معلوم نہیں کہ کونسے سن سے کس سن تک پڑھایا (۵) تاہم اتنی بات متیقن ہے کہ تیس چالیس سال سے کم آپ نے نہیں پڑھایا۔

## قال: وذاک الذی أَقْعَدَنِی مَقْعَدِی هذا

ابوعبدالرحمن سلمی نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول (خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ) نے مجھے اس طرح بٹھائے رکھا یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کردہ اس فضیلت کو حاصل کرنے کے لئے میں نے اپنی زندگی قرآن کریم کی تعلیم و تعلم کے لئے وقف کی

(۴) فتح الباری: ۹/۹۲ (۵) فتح الباری: ۹/۹۴

(۴۷۳۹) (۴۷۴۰) واخرجہ البخاری وابوداؤد فی کتاب الصلاۃ، باب فی ثواب قراۃ القرآن، رقم الحدیث: ۱۴۵۲، والترمذی فی کتاب فضائل القرآن، باب ماجاء فی تعلیم القرآن، رقم الحدیث: ۲۹۰۷، والنسائی فی کتاب فضائل القرآن، باب فضل من تعلم القرآن، رقم الحدیث: ۸۰۳۶، وابن ماجہ فی فی المقدمۃ، باب فضل من تعلم القرآن وعلمہ، رقم الحدیث: ۲۱۱، والدارمی فی سننہ، کتاب فضائل القرآن، باب خیارکم من تعلم القرآن، رقم الحدیث: ۳۳۳۸۔

اور مسلسل یہ خدمت انجام دیتا رہا ۔

(٤٧٤٠) : حدّثنا أَبُو نُعَيْمٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (إِنَّ أَفْضَلَكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ)

اس سے پہلی روایت شعبہ کی ہے اور یہ روایت سفیان ثوری سے منقول ہے ، شعبہ کی روایت میں علقمہ اور ابوعبدالرحمن سلمی کے درمیان سعد بن عبیدہ کا واسطہ ہے اور سفیان کی روایت میں سعد کا واسطہ نہیں ۔

حفاظ حدیث نے سفیان ثوری کی روایت کو راجح قرار دیا ہے جس میں واسطہ نہیں اور شعبہ کی روایت کو "مزید فی متصل الاسانید" کی قبیل سے شمار کیا ۔ (٦)

امام بخاری رحمہ اللہ نے دونوں کی روایت ذکر کرکے غالباً اس طرف اشارہ فرمایا کہ مذکورہ دونوں روایتیں محفوظ ہیں ، وہ اس طرح کہ علقمہ نے یہ حدیث سعد بن عبیدہ کے واسطہ سے بھی سنی ہے اور ان کے واسطے کے بغیر براہ راست بھی ابوعبدالرحمن سے سنی ہے ، شعبہ نے واسطے والی روایت نقل کی ہے اور سفیان نے بغیر واسطے والی (٧) !

٤٧٤١ : حدّثنا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ : حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ، عَنْ أَبِي حازِمٍ ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ : أَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ امْرَأَةٌ فَقَالَتْ : إِنَّهَا قَدْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلّٰهِ وَلِرَسُولِهِ ﷺ ، فَقَالَ : (ما لِي فِي النِّسَاءِ مِنْ حاجَةٍ) . فَقَالَ رَجُلٌ : زَوِّجْنِيهَا ، قَالَ : (أَعْطِهَا ثَوْبًا) . قَالَ : لَا أَجِدُ ، قَالَ : (أَعْطِهَا وَلَوْ خاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ) . فَاعْتَلَّ لَهُ ، فَقَالَ : (ما مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ) . قَالَ : كَذَا وَكَذَا ، قَالَ : (فَقَدْ زَوَّجْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ) . [ر : ٢١٨٦]

اس روایت پر بحث آگے کتاب النکاح میں ان شاء اللہ آئے گی ، چونکہ اس روایت سے عظمت قرآن اور فضیلت قرآن کا ثبوت مل رہا ہے اس لئے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کو یہاں ذکر فرمایا ، (٨) فاعتل له: قال الكرمانى: (اعتل) اى حزن وتضجر (له) اى لاجل ذلك (*٨) یعنی کوئی بھی چیز نہ پانے کی وجہ سے وہ غمگین ہوگیا ۔

---

(٦) فتح الباری: ٩٢/٩

(٧) فتح الباری: ٩٢/٩

(٨) وفی الفتح . ٩٦/٩: " وجه دخوله ان فضل القرآن ظهر على صاحبه فى العاجل بان قام له مقام المال الذى يتوصل به الى بلوغ الغرض ، واما نفعه فى الاجل ، فظاهر لا خفاء به "  (*٨) ارشاد السارى: ٣٠٣/١١ ، مجمع بحار الانوار: ٦٥٩/٣ ۔

## ٢٢ – باب : الْقِرَاءَةِ عَنْ ظَهْرِ الْقَلْبِ.

٤٧٤٢ : حدّثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ : أَنَّ آمْرَأَةً جاءتْ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَقالَتْ : يَا رَسُولَ اللهِ ، جِئْتُ لِأَهَبَ لَكَ نَفْسِي ، فَنظَرَ إِلَيْهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ ، فَصَعَّدَ النَّظَرَ إِلَيْهَا وَصَوَّبَهُ ، ثُمَّ طَأْطَأَ رَأْسَهُ ، فَلَمَّا رَأَتِ الْمَرْأَةُ أَنَّهُ لَمْ يَقْضِ فِيهَا شَيْئًا جَلَسَتْ ، فَقَامَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِهِ فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللهِ ، إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكَ بِهَا حاجَةٌ فَزَوِّجْنِيهَا ، فَقَالَ : (هَلْ عِنْدَكَ مِنْ شَيْءٍ). فَقَالَ : لَا وَاللهِ يَا رَسُولَ اللهِ ، قالَ : (اذْهَبْ إِلَى أَهْلِكَ فَانْظُرْ هَلْ تَجِدُ شَيْئًا) . فَذَهَبَ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ : لَا وَاللهِ يَا رَسُولَ اللهِ ما وَجَدْتُ شَيْئًا ، قالَ : (انْظُرْ وَلَوْ خاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ) فَذَهَبَ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ : لَا وَاللهِ يَا رَسُولَ اللهِ وَلَا خاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ ، وَلٰكِنْ هٰذَا إِزَارِي – قالَ سَهْلٌ : ما لَهُ رِدَاءٌ – فَلَهَا نِصْفُهُ ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (ما تَصْنَعُ بِإِزَارِكَ ، إِنْ لَبِسْتَهُ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهَا مِنْهُ شَيْءٌ ، وَإِنْ لَبِسَتْهُ لَمْ يَكُنْ عَلَيْكَ شَيْءٌ) . فَجَلَسَ الرَّجُلُ حَتَّى طَالَ مَجْلِسُهُ ، ثُمَّ قامَ فَرَآهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ مُوَلِّيًا ، فَأَمَرَ بِهِ فَدُعِيَ ، فَلَمَّا جاءَ قَالَ : (ماذَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ) . قالَ : مَعِي سُورَةُ كَذَا وَسُورَةُ كَذَا وَسُورَةُ كَذَا ، عَدَّهَا ، قالَ : (أَتَقْرَؤُهُنَّ عَنْ ظَهْرِ قَلْبِكَ) . قَالَ : نَعَمْ ، قَالَ : (اذْهَبْ فَقَدْ مَلَّكْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ) . [ر : ٢١٨٦]

## قرآن کی تلاوت دیکھ کر کرنا افضل ہے یا زبانی؟

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد اس ترجمۃ الباب سے قرآن مجید کو زبانی پڑھنے کا جواز بتلانا ہے۔

کئی علماء نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ قرآن مجید کو دیکھ کر پڑھنا زبانی پڑھنے سے افضل ہے۔ (۹)

ابو عبید قاسم بن سلّام نے "فضائل القرآن" میں ایک مرفوع روایت نقل کی ہے "فضل قراءة القرآن نظراً علی مَن یقرؤہ ظھراً کفضل الفریضة علی النافلة" (۱۰) لیکن اس کی سند ضعیف ہے۔ (۱۱)

---

(۹) فتح الباری: ۹/۹۷۔

(۱۰) فضائل القرآن لابی عبید: باب فضل قراءة القران نظرا و قراءة الذی لا یقیم القرآن: ۳۶

(۱۱) فتح الباری: ۹/۹۷۔

انہوں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک موقوف روایت نقل کی ہے اور اس کی سند صحیح ہے ، اس کے الفاظ ہیں "أدِیْمُوا النظرَ فی المصحف" (۱۲)

معنوی لحاظ سے دیکھ کر پڑھنے میں ایک فائدہ تو یہ ہے کہ غلطی نہیں ہوتی دوسرا یہ کہ اس کے حروف اور نقوش پر مسلسل نگاہ پڑتی ہے ۔

بعض حضرات نے فرمایا کہ قرآن کریم زبانی پڑھنا دیکھ کر پڑھنے سے افضل ہے ان کا استدلال ابن ابی داؤد کی اس صحیح روایت سے ہے جو ابوامامہ سے منقول ہے اس میں ہے "اقرأوا القرآنَ ، ولا تغرنکم ھذہ المصاحف المعلقة فان اللہ لا یعذب قلباً وَعَی القرآن" (۱۳) نیز زبانی طور پر پڑھنے میں استحضار زیادہ ہوتا ہے ، اور تلاوت میں ریا کا خطرہ کم ہوتا ہے ۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس میں تفصیل ہے اگر کسی شخص کو دیکھ کر پڑھنے میں استحضار اور خشوع زیادہ محسوس ہوتا ہو تو اس کے لئے دیکھ کر پڑھنا افضل ہے بشرطیکہ ریا کا خطرہ نہ ہو لیکن اگر کسی کو ریا کا خطرہ ہوتا ہے تو پھر اس کے لئے حفظ پڑھنا زیادہ بہتر ہے ، حاصل یہ کہ یہ افضلیت اشخاص اور احوال کے اختلاف سے مختلف ہوتی رہے گی (۱۴)

## ۲۳ - باب : اَسْتِذْكَارِ الْقُرْآنِ وَتَعَاهُدِهِ

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ قرآن مجید کے حفظ کے بعد اس کی تلاوت کا اہتمام رہنا چاہئے اور اس کی حفاظت کی سعی اور کوشش جاری رہنی چاہئے ، ایسا نہ ہو کہ حفظ کرنے کے بعد پھر اسے فراموش کردیا جائے اور بھلادیا جائے تَعَاهُدہ: أی تجدید العھد بہ بملازمة تلاوتہ (۱۵)

٤٧٤٣ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مالِكٌ ، عَنْ نافِعٍ ، عَنِ ٱبْنِ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ قالَ : (إِنَّمَا مَثَلُ صَاحِبِ الْقُرْآنِ كَمَثَلِ صَاحِبِ الْإِبِلِ الْمُعَقَّلَةِ : إِنْ عاهَدَ عَلَيْهَا أَمْسَكَهَا . وَإِنْ أَطْلَقَهَا ذَهَبَتْ) .

(۱۲) فضائل القرآن لابی عبید: باب فضل قراءۃ القرآن نظرا و قراءۃ الذی لا یقیم القرآن: ۳۶

(۱۳) فتح الباری: ۹/۹۷۔

(۱۴) فتح الباری: ۹/۹۷۔

(۱۵) الابواب والتراجم: ۲/۶۲۔

(المعقلة) المربوطة بالعقال وهو الحبل . (عاهد عليها) استمر على شدها وربطها

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن پڑھنے والے کی مثال بندھے ہوئے اونٹ والے آدمی کی طرح ہے ، اگر وہ اس کی نگہبانی کرے گا تو وہ اس کو روکے رکھے گا اور اگر اس کو چھوڑدیگا تو وہ چلاجائے گا۔

٤٧٤٥/٤٧٤٤ : حدَّثنا محمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ مَنْصُورٍ ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قالَ : قالَ النَّبِيُّ ﷺ : (بِئْسَ ما لِأَحَدِهِمْ أَنْ يَقُولَ : نَسِيتُ آيَةَ كَيْتَ وَكَيْتَ بَلْ نُسِّيَ ، وَاسْتَذْكِرُوا الْقُرْآنَ ، فَإِنَّهُ أَشَدُّ تَفَصِّياً مِنْ صُدُورِ الرِّجالِ مِنَ النَّعَمِ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بری بات ہے کہ تم میں سے کوئی یہ کہے کہ میں فلاں فلاں آیت بھول گیا بلکہ یہ کہے کہ وہ آیت مجھے سے بھلادی گئی تم لوگ قرآن یاد رکھو ، کیونکہ وہ آدمیوں کے سینے سے نکل جانے میں وحشی جانور سے زیادہ جلد نکل بھاگنے والا ہے ۔

بئس مالاحدهم ان يقول: نسيت آية كيت وكيت بل نسي

اس جملہ کی تشریح میں مختلف اقوال ہیں :

❶ ایک مطلب اس کا یہ بیان کیا گیا کہ یہ قول حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متعلق فرمایا ہے کہ جو شخص میرے بارے میں یہ کہے کہ میں فلاں فلاں آیت بھول گیا ، اس کا یہ کہنا برا ہے بلکہ وہ کہے کہ وہ آیت مجھ سے بھلادی گئی ہے ، نسخ کی ایک صورت یہ بھی ہوتی تھی کہ منسوخ آیت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھلادی جاتی ، قرآن کریم میں ہے "ماننسخ مِنْ آيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا" اور دوسری جگہ ہے "سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰى اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰهُ" ، اس

(۴۷۴۳) واخرجه مسلم فی کتاب صلاة المسافرین وقصرها، باب فضائل القرآن وما یتعلق به ، رقم الحدیث : ۷۸۹ ، والنسائی فی کتاب فضائل القرآن ، باب مثل صاحب القرآن ، رقم الحدیث : ۸۰۳۱ ، ومالک فی المؤطا فی کتاب القرآن ، باب ماجاء فی القرآن ، رقم الحدیث : ۶ ، وابن ماجه فی کتاب الادب ، باب ثواب القرآن ، رقم الحدیث : ۳۷۸۳۔

(۴۷۴۴) (۴۷۴۵) واخرجه مسلم فی کتاب صلاة المسافرین وقصرها ، باب فضائل القرآن وما یتعلق به ، رقم الحدیث : ۷۹۰ ، والترمذی : کتاب القراءات ، باب ۱۰ ، رقم الحدیث : ۲۹۴۲ ، والنسائی فی کتاب فضائل القرآن ، باب الامر باستذکار القرآن ، رقم الحدیث : ۸۰۳۹ ، وباب نسیان القرآن ، رقم الحدیث : ۸۰۴۲ ، والدارمی فی سننه ، کتاب فضائل القرآن ، باب فی تعاهد القرآن ، رقم الحدیث : ۳۳۴۷۔

صورت میں "نَسِّيْتُ" کا فاعل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اسماعیلی نے یہ مطلب لکھا ہے ۔ (۱۶)

❷ دوسرا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ "نَسِيْتُ" "تَرَكْتُ" کے معنی میں ہے اور مطلب یہ ہے کہ کسی شخص کا یہ کہنا برا ہے کہ میں نے فلاں آیت چھوڑ دی ہے، ترک کر دی ہے، جس طرح قرآن کریم کی آیت "نَسُوْا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ" میں نسیان ترک کرنے کے معنی میں ہے، ابو عبید قاسم بن سلاّم اور ایک جماعت نے یہ قول اختیار کیا ہے (۱۷)

❸ علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ قرآن کریم کو بھلانا ایک معصیت ہے، اس معصیت کے ارتکاب کے بعد اس کے اعلان کو مذموم قرار دیا گیا ہے کیونکہ گناہ کے اعلان میں ایک گونہ جرات اور جسارت کا شائبہ ہوتا ہے، لہذا ادب کا تقاضہ یہ ہے کہ اپنی طرف نسیان کی نسبت نہ کی جائے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

"يعني أما إذا ارتكبت معصية، وانسيت القرآن فلا تجهر بها فإنك إن فات عنك الاستذكار والاستظهار به، فلا يفت عنك الادب، وهو أن لا ينسب النسيان إلى نفسه ليدل على تجاسره، بل يقول: "نسي" كأنه من سَبَبٍ سَمَاوي" (۱۸)

❹ چوتھا قول یہ ہے کہ ایسے اسباب اختیار نہ کئے جائیں جن کی وجہ سے نسیان کی نسبت اپنی طرف کرنی پڑے، اگر کوئی شخص ایسے اسباب اختیار کرتا ہے، تلاوت نہیں کرتا، قرآن سے غفلت برتتا ہے اور اس کے نتیجے میں اسے "نسيت آية كيت وكيت" کہنا پڑے تو یہ مذموم ہے بلکہ اسے قرآن کی تلاوت مسلسل جاری رکھنی چاہئے، اس کے باوجود بھی اگر وہ بھول جاتا ہے تو وہ اللہ کی جانب سے تَنْسِيَه ہے، نسیان نہیں، چنانچہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"يعني بذلك انه لا ينبغي له التغافل، وعليه أن يتعاهد القرآن، فإذا ذهب عنه مع تعاهده، فهو تنسية من الله، وليس بنسيان ولا مؤاخذة فيه، ولا ينبغي له أن يغفل عنه حتى يلزم النوبة أن يقول: "نَسِيْتُهُ" (۱۹)

---

(۱۶) فتح الباری: ۹/۱۰۰۔

(۱۷) فتح الباری: ۹/۱۰۰۔

(۱۸) فیض الباری: ۴/۲۷۰۔

(۱۹) لامع الدراری: ۹/۲۴۹۔

(٤٧٤٥) : حدّثنا عثمانُ : حدَّثنا جريرٌ ، عَنْ مَنْصورٍ مِثْلَهُ . تابَعَهُ بِشْرٌ عَنِ ٱبْنِ المُبارَكِ عَنْ شُعْبَةَ . وَتَابَعَهُ ٱبْنُ جُرَيْجٍ ، عَنْ عَبْدَةَ ، عَنْ شَقِيقٍ : سَمِعْتُ عَبْدَ ٱللهِ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ [٤٧٥٢]

## تابعہ بشر عن ابن المبارک عن شعبة

یہاں باب کی دوسری روایت میں امام بخاری رحمہ اللہ کے شیخ محمد بن عَرْعَرَہ ہیں امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شعبہ سے روایت کرنے میں محمد بن عرعرہ کی متابعت عبداللہ بن مبارک نے بھی کی ہے ، بشر بن محمد مروزی امام بخاری رحمہ اللہ کے شیخ ہیں ، بدء الوحی میں امام بخاری رحمہ اللہ نے ان سے روایت نقل کی ہے (۲۰)

## وتابعہ ابن جُرَیْج عن عَبْدَة ، عن شقیق ، سمعت عبدَاللّٰہ

عبدہ سے عبدہ بن ابی لبابہ مراد ہیں ، شقیق سے شقیق بن سلمہ اور عبداللہ سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ مراد ہیں ، اس متابعت کو امام مسلم رحمہ اللہ نے موصولاً نقل کیا ہے ۔ (۲۱)

اس متابعت کو بیان کرنے سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ منصور سے حماد بن زید اور عاصم نے یہ روایت موقوفاً نقل کی ہے ، بشر اور ابن جریر کی متابعت میں یہ روایت مرفوع ہے ، ابن جریر کی روایت میں "سمعت النبی ﷺ" کی تصریح ہے ، امام بخاری رحمہ اللہ نے ان کو ذکر کرکے ان حضرات کی تائید فرمائی جو روایت کو مرفوعاً نقل کرتے ہیں ۔ (۲۲)

٤٧٤٦ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ، عَنْ بُرَيْدٍ ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ ، عَنْ أَبِي مُوسَى ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (تعَاهَدُوا الْقُرْآنَ ، فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ ، لَهُوَ أَشَدُّ تَفَصِّيًا مِنَ الْإِبِلِ مِنْ عُقُلِهَا) .

عُقُلها : عُقْل ( قاف کے ضمہ اور سکون کے ساتھ ) عقال کی جمع ہے عقال رسی کو کہتے

(۲۰) فتح الباری : ۱۰۱/۹ ۔

(۲۱) فتح الباری : ۱۰۱/۹ ۔

(۲۲) فتح الباری : ۱۰۱/۹ ۔

(۴۷۴۶) واخرجہ مسلم فی کتاب صلاۃ المسافرین وقصرها ، باب فضائل القرآن وما یتعلق بہ ، رقم الحدیث : ۷۹۱ ۔

ہیں ۔ (۲۳)

## ٢٤ - باب : الْقِراءَةِ عَلَى ٱلدَّابَّةِ

٤٧٤٧ : حدّثنا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهالٍ : حَدَّثَنا شُعْبَةُ قالَ : أَخْبَرَنِي أَبُو إِياسٍ قالَ : سَمِعْتُ عَبْدَ ٱللهِ بْنَ مُغَفَّلٍ قالَ : رَأَيْتُ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ ، وَهْوَ يَقْرَأُ عَلَى رَاحِلَتِهِ سُورَةَ الْفَتْحِ . [ر : ٤٠٣١]

امام بخاری رحمہ اللہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ سواری پر سوار ہونے کی حالت میں قرآن کریم کی تلاوت میں کوئی مضائقہ نہیں ، ابن ابی داود نے بعض سلف سے اس کی کراہت نقل کی ہے ، امام بخاری رحمہ اللہ ان کا رد کرنا چاہتے ہیں ۔ (۲۴)

## ٢٥ - باب : تَعْلِيمِ الصِّبْيَانِ الْقُرْآنَ

### بچوں کی تعلیم قرآن کا مسئلہ

سعید بن جبیر اور ابراہیم نخعی سے یہ منقول ہے کہ چھوٹے بچوں کو قرآن مجید کی تعلیم نہیں دینی چاہئے اس لئے کہ وہ قرآن مجید کا ادب نہیں کرپاتے ۔

لیکن جمہور کا مسلک یہ ہے کہ چھوٹے بچوں کو بھی قرآن مجید کی تعلیم دینی چاہئے اس میں کوئی حرج اور مضائقہ نہیں ۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس ترجمہ میں سعید بن جبیر اور ابراہیم نخعی کے قول کو رد کیا ہے اور جمہور کی تائید فرمائی ہے ۔ (۲۵)

رہی یہ بات کہ بچے تو واقعی ادب نہیں کرپاتے اس کا جواب یہ ہے کہ وہ اس کے مکلف بھی نہیں اساتذہ کو چاہئے کہ وہ انہیں ادب سکھائیں ، بچوں کو تعلیم قرآن کا اہتمام اس لئے کرنا چاہئے کہ بڑے ہونے کے بعد آدمی کے مشاغل زیادہ ہوجاتے ہیں ، دوسری ذمہ داریاں اس

(۲۳) فتح الباری: ۱۰۳/۹ ۔

(۲۴) فتح الباری: ۱۰۲/۹ ۔

(۲۵) فتح الباری: ۱۰۳/۹ ۔

کے اوپر آپڑتی ہیں، پھر وہ قرآن مجید کی تعلیم کے لئے اپنے آپ کو اس طرح فارغ نہیں کرسکتا جیسے چھوٹے بچے فارغ ہوتے ہیں۔

٤٧٤٨/٤٧٤٩ : حدَّثني مُوسى بْنُ إسْماعِيلَ : حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قالَ : إِنَّ الَّذِي تَدْعُونَهُ الْمُفَصَّلَ هُوَ الْمُحْكَمُ قالَ : وَقالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : تُوُفِّيَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ ، وَأَنَا ٱبْنُ عَشْرِ سِنِينَ وَقَدْ قَرَأْتُ الْمُحْكَمَ

حضرت سعید بن جبیرؒ نے فرمایا کہ تم جسے مفصل کہتے ہو، وہی محکم ہے، یعنی مفصل کا دوسرا نام محکم بھی ہے، مفصل تو اسے اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس کی سورتیں علیحدہ علیحدہ ہیں اور محکم متشابہ کی ضد نہیں بلکہ منسوخ کی ضد ہے اور مطلب یہ ہے کہ یہ تمام کی تمام سورتیں منسوخ نہیں ہیں، ان کی تلاوت اور ان کے احکام باقی ہیں سوائے سورۂ کافرون کی آخری آیت "لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ" کے کہ اس میں دو قول ہیں، بعض حضرات کے نزدیک یہ حکم جہاد سے پہلے تھا جہاد کی مشروعیت کے بعد منسوخ ہوچکا ہے اور بعضوں کے نزدیک منسوخ نہیں بلکہ اس میں زجر مقصود ہے جیسے "فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ" میں زجر مقصود ہے۔ (۲۶)

صحیح قول کے مطابق مفصل سورۂ حجرات سے لے کر آخر قرآن تک کی سورتوں کو کہا جاتا ہے۔ (۲۷)

## وقال ابن عباس: توفی رسول اللہ ﷺ وانا ابن عشر سنین

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت حضرت ابن عباسؓ کی عمر میں اختلاف ہے اور اس بارے میں چھ قول منقول ہیں ❶ دس سال جیسا کہ روایت باب میں ہے ❷ بارہ سال ❸ تیرہ سال ❹ چودہ سال ❺ پندرہ سال ❻ سولہ سال (۲۸)

روایت باب میں دس سال بتلائی گئی لیکن اس پر حضرت ابن عباسؓ کی ایک اور روایت سے اشکال ہوتا ہے جس میں انہوں نے فرمایا ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر وہ قریب البلوغ تھے،

(۴۷۴۸) واخرجہ البخاری ایضا: متصلا بهذا الحديث، رقم الحديث: ۴۷۴۹۔

(۲۶) روح المعانی: ۲۹۳/۱۵۔

(۲۷) فتح الباری: ۱۰۴/۹۔

(۲۸) فتح الباری: ۱۰۴/۹۔

پھر ان کی عمر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت دس سال کیسے ہو سکتی ہے۔

اس لئے بعض حضرات نے روایت باب کو وہم قرار دیا ہے (۲۹)

قاضی عیاض نے فرمایا کہ یہ ممکن ہے کہ "عشر سنین" کو حفظ قرآن سے متعلق کیا جائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے اس کو نہ جوڑا جائے، اس صورت میں تقدیری عبارت ہوگی "توفی النبی ﷺ، وقد جمعتُ المُحْكَمَ، وانا ابن عشر سنين" یعنی حفظ قرآن میں نے دس سال کی عمر میں کیا ہے۔ (۳۰)

مشہور یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت حضرت ابن عباسؓ کی عمر تیرہ سال تھی (۳۱)

(٤٧٤٩) : حدّثنا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ : أَخْبَرَنَا أَبُو بِشْرٍ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا : جَمَعْتُ ٱلْمُحْكَمَ فِي عَهْدِ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ . فَقُلْتُ لَهُ : وَما ٱلْمُحْكَمُ ؟ قالَ : الْمُفَصَّلُ

## فقلت له: وما المُحكَم؟ قال: المُفَصَّل

قلت کا فاعل ابو بشر ہے اور "لہ" کی ضمیر سعید بن جبیر کی طرف راجع ہے یعنی ابو بشر نے سعید بن جبیر سے پوچھا کہ محکم کیا ہے تو انہوں نے فرمایا مفصل ہے چنانچہ باب کی پہلی روایت میں سعید بن جبیر کی طرف یہ قول صراحتاً منسوب ہے، اس دوسری روایت میں ظاہر سیاق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا کہ محکم کیا ہے اور انہوں نے جواب میں "المفصل" کہا، لیکن حقیقتاً ایسا نہیں۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ ابو بشر اور سعید بن جبیر میں سے ہر ایک نے اپنے شیخ سے یہ سوال کیا ہو، ابو بشر کے شیخ سعید ہیں اور سعید کے شیخ حضرت ابن عباسؓ ہیں (۳۲)

---

(۲۹) فتح الباری: ۹/۱۰۳-۱۰۴۔

(۳۰) فتح الباری: ۹/۱۰۴۔

(۳۱) فتح الباری: ۹/۱۰۴۔

(۳۲) فتح الباری: ۱۰۳۔

٢٦ - باب : نِسْيَانِ الْقُرْآنِ . وَهَلْ يَقُولُ : نَسِيتُ آيَةَ كَذَا وَكَذَا ؟

وَقَوْلِ ٱللهِ تَعَالَى : «سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسَى . إِلَّا ما شَاءَ ٱللهُ» /الأعلى: ٦/

نسیان قرآن کے مسئلہ میں اختلاف ہے ۔

امام ابوالقاسم رافعیؒ اور امام نوویؒ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کا نسیان کبائر میں شامل ہے ، حنفیہ اور حنابلہ کا بھی یہی مسلک ہے ۔ (۳۴)

لیکن علامہ جلال الدین سیوطیؒ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ اسوقت کبائر میں شامل ہوگا جبکہ تساھل سے کام لیا ہو (۳۵)

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ نسیان قرآن کا مطلب یہ ہے کہ نہ زبانی پڑھ سکے اور نہ دیکھ کر پڑھ سکے (۳۷)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کو یاد کرنے کے بعد بھلا دینا مکروہ ہے (۳۸)

امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب میں اجمال رکھا ہے اور کوئی تفصیل نہیں بتائی کہ نسیان قرآن کا کیا حکم ہے لیکن حدیث سے اس کی مذمت معلوم ہوتی ہے

## وھل یقول: نسیت آیۃ کذا وکذا

کیا آدمی نسیان کی نسبت اپنی طرف کرکے یہ کہہ سکتا ہے کہ میں نے فلاں فلاں آیت کو بھلا دیا ، امام بخاری رحمہ اللہ نے "ھل" کا لفظ یہاں استعمال کیا ہے اور روایت میں گذر چکا ہے کہ "نسیت آیۃ کیت وکیت" نہیں کہنا چاہئے بلکہ "نسی" کہنا چاہئے کیونکہ "نسیت" میں یہ مفہوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم کو غیر اہم سمجھ کر فراموش کیا ہے ، اور قرآن مجید کی عظمت اور اہمیت اس کے دل میں نہیں تو ایسا عنوان جس سے یہ ایہام ہوتا ہو درست نہیں ہے ۔

---

(۳۴) قال الجلال السیوطی فی الاتقان (۱/۱۰۵) : نسیانہ کبیرۃ صرح بہ النووی فی الروضۃ وغیرھا قال القاری فی المرقات (۵/۲) : قال ابن حجر : ای ان اللہ سبحانہ ھو الذی انساہ بسبب منہ تارۃ بان ترک تعھد القرآن ـ وقال القاری فی المرقات (۵/۳) ! ثم النسیان عند علمائنا محمول علی حال لم یقدر علیہ بالنظر سواء کان حافظا ام لا ـ وقال الحافظ فی الفتح (۹/۱۰٦) : ومن طریق ابن سیرین باسناد صحیح فی الذی ینسی القرآن کانوا یکرھونہ ویقولون فیہ قولا شدیدا ـ

مگر سوال یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے "هل" کا لفظ کیوں استعمال کیا اس کی وجہ اصل میں یہ ہے کہ حدیث باب سے اس کی گنجائش نکلتی ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو مسجد میں قرآن پڑھتے ہوئے سنا تو فرمایا اس نے فلاں فلاں آیت مجھے یاد دلادی، اس سے بظاہر گنجائش نظر آتی ہے کہ آدمی "نسیت آیة کذا" کہہ سکتا ہے۔

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کا اس باب سے مقصد یہ ہے کہ نسیان کے لفظ کو اپنی طرف منسوب کرکے استعمال کرنے میں کوئی کراہت نہیں ہے، کراہت اور ممانعت قرآن کریم سے غفلت برتنے اور اہتمام نہ کرنے کے بارے میں ہے۔ (۳۹)

خلاصہ یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا "نسیت آیة کذا وکذا" کہنے پر نکیر کرنا الفاظ سے متعلق نہیں بلکہ قرآن کریم سے تغافل اور ان اسباب سے متعلق ہے جن کی وجہ سے نسیان کی نسبت اپنی طرف کرنی پڑے۔

٤٧٥١/٤٧٥ : حدّثنا رَبيعُ بْنُ يَحْيَى : حَدَّثَنَا زَائِدَةُ : حَدَّثَنَا هِشَامٌ ، عَنْ عُرْوَةَ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهَا قالَتْ : سَمِعَ النَّبِيُّ ﷺ رَجُلاً يَقْرَأُ فِي المَسْجِدِ فَقالَ : (يَرْحَمُهُ ٱللّٰهُ لَقَدْ أَذْكَرَنِي كَذَا وَكَذَا آيَةً ، مِنْ سُورَةِ كَذَا)

حدّثنا محمّدُ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ مَيْمُونٍ : حَدَّثَنَا عِيسَى ، عَنْ هِشَامٍ ، وَقالَ : (أَسْقَطْتُهُنَّ مِنْ سُورَةِ كَذَا) .

تَابَعَهُ عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ ، وَعَبْدَةُ ، عَنْ هِشَامٍ

مطلب یہ ہے کہ باب کی پہلی روایت کے متن میں محمد بن عبید کے اس طریق میں لفظ "أسقطتهن" کا اضافہ ہے، شہادات میں اسی طریق سے یہ روایت گذر چکی ہے، وہاں الفاظ ہیں "فقال: رحمه الله، لقد أذكرني كذا وكذا آية أَسْقَطْتُهُنَّ من سورة كذا وكذا" (۴۰) یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آدمی کی تلاوت سن کر فرمایا، اللہ اس پر رحم کریں، اس نے مجھے فلاں فلاں آیت یاد دلائی، جبکہ میں نے ان آیات کو (نسیان کی وجہ سے) ساقط کردیا تھا۔

(۳۹) لامع الدراری: ۹/۲۵۰۔

(۴۰) فتح الباری: ۹/۱۰۴۔

تابعه علی بن مسهر وعبدة عن هشام

یعنی محمد بن عبید کی متابعت دو حضرات نے کی ہے ایک علی بن مسہر نے اور دوسرے عبدہ بن سلیمان نے ۔

علی بن مُسہر کی روایت کو امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سے اگلے باب کے آخر میں موصولا نقل کیا ہے اور عبدہ بن سلیمان کی متابعت کو دعوات میں موصولا نقل کیا ہے ۔ (۴۱)

(٤٧٥١) : حدّثنا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي رَجاءٍ ، هُوَ أَبُو الْوَلِيدِ الْهَرَوِيُّ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسامَةَ ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عائِشَةَ قالَتْ : سَمِعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ رَجُلاً يَقْرَأُ فِي سُورَةٍ بِاللَّيْلِ فَقالَ : (يَرْحَمُهُ اللهُ ، لَقَدْ أَذْكَرَنِي كَذَا وَكَذَا آيَةً ، كُنْتُ أُنْسِيتُهَا مِن سُورَةِ كَذَا وَكَذَا) [ر : ٢٥١٢]

٤٧٥٢ : حدّثنا أَبُو نُعَيْمٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ مَنْصُورٍ ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ قالَ : قالَ النَّبِيُّ ﷺ : (بِئْسَ ما لِأَحَدِهِمْ ، يَقُولُ : نَسِيتُ آيَةَ كَيْتَ وَكَيْتَ ، بَلْ هُوَ نُسِّيَ) [ر : ٤٧٤٤]

## ٢٧ - باب : مَنْ لَمْ يَرَ بَأْسًا أَنْ يَقُولَ : سُورَةُ الْبَقَرَةِ ، وَسُورَةُ كَذَا وَكَذَا

٤٧٥٣ : حدّثنا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ : حَدَّثَنَا أَبِي : حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قالَ : حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ عَنْ عَلْقَمَةَ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصارِيِّ قالَ : قالَ النَّبِيُّ ﷺ (الْآيَتانِ مِنْ آخِرِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ ، مَنْ قَرَأَ بِهِمَا فِي لَيْلَةٍ كَفَتَاهُ) . [ر : ٣٧٨٦]

٤٧٥٤ : حدّثنا أَبُو الْيَمانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قالَ : أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ عَنْ حَدِيثِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدٍ الْقارِيِّ : أَنَّهُمَا سَمِعَا عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُولُ : سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ يَقْرَأُ سُورَةَ الْفُرْقانِ فِي حَيَاةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ ، فَاسْتَمَعْتُ

(۴۱) فتح الباری: ۱۰۵/۹ ۔

لِقِرَاءَتِهِ ، فَإِذَا هُوَ يَقْرَؤُهَا عَلَى حُرُوفٍ كَثِيرَةٍ ، لَمْ يُقْرِئْنِيهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ ، فَكِدْتُ أُسَاوِرُهُ فِي الصَّلَاةِ ، فَانْتَظَرْتُهُ حَتَّى سَلَّمَ فَلَبَّبْتُهُ ، فَقُلْتُ : مَنْ أَقْرَأَكَ هٰذِهِ السُّورَةَ الَّتِي سَمِعْتُكَ تَقْرَأُ ؟ قَالَ : أَقْرَأَنِيهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ ، فَقُلْتُ لَهُ : كَذَبْتَ ، فَوَاللهِ إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ لَهُوَ أَقْرَأَنِي هٰذِهِ السُّورَةَ الَّتِي سَمِعْتُكَ ، فَانْطَلَقْتُ بِهِ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ أَقُودُهُ ، فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللهِ ، إِنِّي سَمِعْتُ هٰذَا يَقْرَأُ سُورَةَ الْفُرْقَانِ عَلَى حُرُوفٍ لَمْ تُقْرِئْنِيهَا ، وَإِنَّكَ أَقْرَأْتَنِي سُورَةَ الْفُرْقَانِ . فَقَالَ : (يَا هِشَامُ اقْرَأْهَا) . فَقَرَأَهَا الْقِرَاءَةَ الَّتِي سَمِعْتُهُ ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (هٰكَذَا أُنْزِلَتْ) . ثُمَّ قَالَ : (اقْرَأْ يَا عُمَرُ) . فَقَرَأْتُهَا الَّتِي أَقْرَأَنِيهَا ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (هٰكَذَا أُنْزِلَتْ) . ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (إِنَّ الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ ، فَاقْرَؤُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ) .
[ر : ٢٢٨٧]

٤٧٥٥ : حدّثنا بِشْرُ بْنُ آدَمَ : أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ : أَخْبَرَنَا هِشَامٌ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ : سَمِعَ النَّبِيُّ ﷺ قَارِئًا يَقْرَأُ مِنَ اللَّيْلِ فِي الْمَسْجِدِ ، فَقَالَ : (يَرْحَمُهُ اللهُ . لَقَدْ أَذْكَرَنِي كَذَا وَكَذَا آيَةً ، أَسْقَطْتُهَا مِنْ سُورَةِ كَذَا وَكَذَا) . [ر : ٢٥١٢]

بعض اسلاف سے منقول ہے کہ سورة البقرة، سورة النساء نہیں کہنا چاہئے بلکہ السورة التی تذکر فیھا البقرة، والتی تذکر فیھا النساء کہنا چاہئے، ان کا مُستدَل حضرت انسؓ کی ایک مرفوع روایت ہے جس کو ابن قانع اور طبرانی نے موصولاً نقل کیا ہے "لاتقولوا سورة البقرة، ولا سورة آل عمران، ولا سورة النساء، وکذلک القرآن کلہ" (۴۲)

لیکن جمہور علماء اس طرح کہنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے، امام بخاری رحمہ اللہ اس ترجمہ میں جمہور کی تائید اور مذکورہ بعض حضرات کی تردید کرنا چاہتے ہیں چنانچہ انہوں نے فرمایا کہ سورة البقرہ کہنے میں کوئی حرج نہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب کے ثبوت کے لئے تین روایتیں پیش فرمائی ہیں پہلی روایت میں "سورة البقرة" اور دوسری روایت میں "سورة الفرقان" کی تصریح ہے، اسی طرح تیسری روایت میں "سورة کذا" ہے معلوم ہوا سورة کی اضافت اس چیز کی طرف کرنے میں کوئی حرج نہیں جس کا ذکر اس سورت میں وارد ہوا ہو۔

(۴۲) فتح الباری: ۹/۱۰۸۔

جہاں تک حضرت انس کی روایت کا تعلق ہے تو اس کو ضعیف قرار دیا گیا ہے اس کی سند میں ایک راوی عیسی بن میمون عطار ضعیف ہیں، (۴۳) ابن الجوزی رحمہ اللہ نے کتاب الموضوعات میں اس کو ذکر کرکے امام احمد کا قول اس کے متعلق نقل کیا ہے کہ یہ حدیث منکر ہے، لہذا قابل استدلال نہیں۔ (۴۴)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ دونوں طرح کی روایات کو جمع بھی کیا جاسکتا ہے روایات باب کو جواز پر اور روایت انس کو خلاف اولی پر محمول کیا جائے یعنی "سورۃ البقرۃ" وغیرہ کہنا جائز تو ہے لیکن خلاف اولی ہے، چنانچہ عبدالرزاق، کلبی، ابو محمد بن حاتم اور حکیم ترمذی احتیاطاً اس طرح نہیں کہا کرتے تھے۔ (۴۵)

اس مسئلہ پر کچھ تفصیل کتاب التفسیر کے شروع میں بھی گذر چکی ہے۔ (۴۶)

## ٢٨ - باب : التَّرْتِيلِ فِي الْقِرَاءَةِ .

وَقَوْلِهِ تَعَالَى : «وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلاً» /المزمل: ٤/. وَقَوْلِهِ : «وَقُرْآناً فَرَقْنَاهُ لِتَقْرَأَهُ عَلَى النَّاسِ عَلَى مُكْثٍ» /الإسراء: ١٠٦/.

وَمَا يُكْرَهُ أَنْ يُهَذَّ كَهَذِّ الشِّعْرِ .

«يُفْرَقُ» /الدخان: ٤/ : يُفَصَّلُ . قالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : فَرَقْنَاهُ : فَصَّلْنَاهُ .

ترتیل کا مطلب یہ ہے کہ حروف کو واضح طور پر ادا کیا جائے اور ادائیگی میں عجلت نہ ہو تاکہ معانی کے فہم میں سہولت ہو، (۴۷) قرآن مجید میں اللہ تعالی نے "وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلاً" کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا ہے۔

اسی طرح قرآن کریم میں سورۂ بنی اسرائیل میں ہے "وَقُرْآناً فَرَقْنَاهُ لِتَقْرَأَهُ عَلَى النَّاسِ عَلَى مُكْثٍ" یعنی قرآن کریم کو ہم نے الگ الگ کیا ہے (سورتیں اور آیتیں جدا جدا رکھی ہیں)

---

(۴۳) فتح الباری: ۹/۱۰۸۔

(۴۴) فتح الباری: ۹/۱۰۸۔ والموضوعات لابن الجوزی، ابواب تتعلق بالقرآن، باب لایقال سورة کذا: ۱ / ۲۵۰، ۲۵۱

(۴۵) فتح الباری: ۹/۱۰۸۔

(۴۶) کشف الباری، کتاب التفسیر: ۱۰۔۱۱۔

(۴۷) فتح الباری: ۹/۱۰۹۔

تاکہ آپ لوگوں کے سامنے اس کو ٹھیر ٹھیر کر پڑھیں ۔

وَمَا يُكْرَهُ أَنْ يَهُذَّ كَهَذِّ الشِّعْرِ

قرآن کریم کو شعر کی طرح اس انداز سے تیز پڑھنا کہ حروف کی ادائیگی درست نہ ہوتی ہو مکروہ ہے، ھَذَّ(ن)ھَذًّا: تیزی کے ساتھ پڑھنا ۔

یہاں شبہ ہوسکتا ہے کہ عموماً شعر تو ترنم اور آہستہ پڑھا جاتا ہے ۔

جواب یہ ہے کہ مجلس میں شعر ترنم کے ساتھ اور آہستہ پڑھا جاتا ہے لیکن جب آدمی اپنے محفوظ کردہ شعروں کو دھراتا ہے تو پھر وہ تیز رفتاری سے پڑھتا ہے، قرآن کریم کو اس طرح نہیں پڑھنا چاہئے ۔

## فیھا یفرق: یفصل

یہ سورۂ دخان میں ہے "فیھا یفرق کل امر حکیم" اس (لیلۃ القدر) میں ہر کام جدا ہوتا ہے جانچا ہوا، اس آیت کریمہ میں "یفرق" "یفصل" یعنی جدا ہونے کے معنی میں ہے، یہ ابوعبیدہ کی تفسیر ہے (۴۸) اور "وقرآنا فرقناہ...." کی مناسبت سے اس کو یہاں ذکر کیا ۔

## قال ابن عباس: فرقناہ: فصلناہ

ابن جریر نے حضرت ابن عباسؓ کی اس تعلیق کو موصولاً نقل کیا ہے ۔ (۴۹)

## قرآن مجید ٹھیر کر پڑھنا افضل ہے یا تیزی کے ساتھ؟

اس میں اختلاف ہے کہ قرآن مجید کو ٹھیر ٹھیر کر پڑھنا افضل ہے یا جلدی اور سرعت کے ساتھ تلاوت کرنا افضل ہے ۔

حضرت ابن عباسؓ کے پاس ایک شخص نے آکر کہا کہ میں تین دن میں قرآن مجید ختم کرلیتا ہوں، حضرت ابن عباسؓ نے جواب میں فرمایا "لان اقرأ البقرۃ أرتلھا فأتدبرھا خیر من ان أقرأ کما تقول" یعنی پورے قرآن کریم کو (بے سوچے سمجھے) پڑھنے سے میں یہ بہتر سمجھتا

(۴۸) فتح الباری: ۱۰۹/۹ ۔

(۴۹) فتح الباری: ۱۰۹/۹ ۔

ہوں کہ صرف سورۂ بقرہ ترتیل اور غور و فکر کے ساتھ پڑھ لوں ۔ (۴۹)

لیکن حقیقت یہ ہے کہ آہستہ پڑھنے اور تیز پڑھنے دونوں میں سے ہر ایک کے لئے فضیلت کا ایک پہلو ہے ، ایسے آدمیوں کے حق میں ٹھیر کر پڑھنا افضل ہوگا جو قرآن کریم کے معانی سے واقفیت رکھتے ہوں اور جنہیں ٹھیر ٹھیر کر پڑھنے میں حلاوت محسوس ہوتی ہو اور تلاوت میں دل خوب لگتا ہو لیکن کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ انہیں عجلت کے ساتھ پڑھنے میں تو استحضار ہوتا ہے ، ٹھیر کر پڑھنے میں وہ جگہ جگہ اٹکتے ہیں ان کے لئے عجلت کے ساتھ پڑھنا افضل ہوگا بشرطیکہ مخارج کی رعایت ملحوظ ہو اور ایک حرف دوسرے حرف کی وجہ سے مخفی اور پوشیدہ نہ ہو ۔ (۵۰)

٤٧٥٦ : حدّثنا أَبُو النُّعْمَانِ : حَدَّثَنَا مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ : حَدَّثَنَا وَاصِلٌ ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ قالَ : غَدَوْنَا عَلَى عَبْدِ اللهِ ، فَقَالَ رَجُلٌ : قَرَأْتُ الْمُفَصَّلَ الْبَارِحَةَ ، فَقَالَ : هَذًّا كَهَذِّ الشِّعْرِ ، إِنَّا قَدْ سَمِعْنَا الْقِرَاءَةَ ، وَإِنِّي لَأَحْفَظُ الْقُرَنَاءَ الَّتِي كَانَ يَقْرَأُ بِهِنَّ النَّبِيُّ ﷺ ، ثَمَانِيَ عَشْرَةَ سُورَةً مِنَ الْمُفَصَّلِ ، وَسُورَتَيْنِ مِنْ آلِ حم . [ر : ٧٤٢]

اس روایت پر ایک اشکال تو یہ ہوتا ہے کہ مذکورہ روایت اعمش کے طریق سے "باب تالیف القرآن" میں گذر چکی ہے ، وہاں "عشرین سورۃ من اول المفصل آخرھن من الحامیم حم الدخان و عم یتساءلون" کہا ہے یعنی وہاں مفصل کی بیس سورتیں اور یہاں مفصل کی اٹھارہ سورتیں ذکر کی ہیں ، وہاں سورۂ دخان کو مفصل میں شمار کیا ہے اور یہاں شمار نہیں کیا ۔

اس کا جواب یہ ہے کہ وہاں "عشرین" تغلیباً کہا گیا تھا ، سورۂ دخان اور اس کے ساتھ متصل جو سورت مصحف ابن مسعود میں تھی وہ مفصل میں شامل نہیں لیکن تغلیباً ان دو کو بھی شامل کرکے "عشرین" کہہ دیا گیا ۔ (۵۱)

دوسرا اشکال یہ ہوتا ہے کہ "وسورتین من آل حم" سے معلوم ہوتا ہے کہ ان بیس سورتوں میں حوامیم سے دو سورتیں داخل ہیں حالانکہ تمام روایات اس پر متفق ہیں کہ ان بیس سورتوں میں صرف سورۂ دخان شامل تھی باقی حم کی کوئی سورت شامل نہ تھی ۔

---

(۵۰) فتح الباری: ۱۱۰/۹ ۔

(۵۱) فتح الباری: ۱۱۰/۹ ۔

حافظ ابن حجرؒ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس میں لفظ "احداھما" محذوف ہے اور اصل عبارت ہے "وسورتین احداھما من آل حامیم" (۵۲)

اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے سورۃ جاثیہ اور سورۃ دخان مراد ہوں اور ان دونوں کی ابتداء میں "حم" ہے، حضرت ابن مسعودؓ کا مصحف مصحف عثمانی سے مختلف تھا، اس میں سورۃ جاثیہ مقدم اور سورہ دخان موخر ہے، مفصل کی ابتداء سورۃ جاثیہ سے ہے چنانچہ علامہ قسطلانی لکھتے ہیں:

"یحتمل أن یکون تالیف مصحف ابن مسعود علی خلاف تالیف مصحف غیرہ، فیکون اول المفصل عند ابن مسعود اول الجاثیة، والدخان متأخرة فی ترتیبه من الجاثیة" (۵۳)

هذا كهذ الشعر: هَذًّا مفعول مطلق ہے أی هَذَذْتَ هَذًّا كَهَذِّ الشعر

٤٧٥٧ : حدّثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ، عَنْ مُوسى بْنِ أَبِي عائِشَةَ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا : فِي قَوْلِهِ : «لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ» . قالَ : كانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا نَزَلَ جِبْرِيلُ بِالْوَحْيِ وَكانَ مِمَّا يُحَرِّكُ بِهِ لِسانَهُ وَشَفَتَيْهِ ، فَيَشْتَدُّ عَلَيْهِ ، وَكانَ يُعْرَفُ مِنْهُ ، فَأَنْزَلَ اللهُ الآيَةَ الَّتِي فِي : «لَا أُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ» : «لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ . إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ» فَإِنَّ عَلَيْنَا أَنْ نَجْمَعَهُ فِي صَدْرِكَ «وَقُرْآنَهُ . فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ» : فَإِذَا أَنْزَلْنَاهُ فَاسْتَمِعْ «ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ» . قالَ : إِنَّ عَلَيْنَا أَنْ نُبَيِّنَهُ بِلِسَانِكَ قالَ : وَكانَ إِذَا أَتَاهُ جِبْرِيلُ أَطْرَقَ ، فَإِذَا ذَهَبَ قَرَأَهُ كما وَعَدَهُ اللهُ . [ر : ٥]

## ٢٩ – باب : مَدِّ الْقِرَاءَةِ

٤٧٥٨/٤٧٥٩ : حدّثنا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حازِمٍ الْأَزْدِيُّ : حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قالَ : سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مالِكٍ عَنْ قِرَاءَةِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ : كانَ يَمُدُّ مَدًّا .

(٤٧٥٩) : حدّثنا عَمْرُو بْنُ عاصِمٍ : حَدَّثَنَا هَمَّامٌ . عَنْ قَتَادَةَ قال : سُئِلَ أَنَسٌ :

(۵۲) فتح الباری، کتاب الصلاة، باب الجمع بین السورتین فی الرکعة: ۲/۲۵۹۔

(۵۳) ارشاد الساری: ۱۱/۳۱۶۔

كَيْفَ كَانَتْ قِرَاءَةُ النَّبِيِّ ﷺ ؟ فَقَالَ : كَانَتْ مَدًّا ، ثُمَّ قَرَأَ : «بِسْمِ ٱللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ» . يَمُدُّ بِبِسْمِ ٱللهِ ، وَيَمُدُّ بِالرَّحْمٰنِ ، وَيَمُدُّ بِالرَّحِيمِ .

یہاں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ قراءت میں مد کی رعایت بہت ضروری ہے ، یہاں مد سے مراد مد اصلی ہے یعنی وہ حرف جس کے بعد الف ، واؤ ، یا یاء ہو ۔ (۵۴)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم "بسم اللہ" میں مد فرمایا کرتے تھے اور "الرحمن" "الرحیم" میں بھی یعنی "بسم اللہ" اور "الرحمن" کا الف اور "الرحیم" کی یاء واضح کر کے پڑھتے تھے ۔

## ۳۰ – باب : التَّرْجِيعِ .

۴۷٦۰ : حدّثنا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ : حَدَّثَنَا أَبُو إِيَاسٍ قَالَ : سَمِعْتُ عَبْدَ ٱللهِ ٱبْنَ مُغَفَّلٍ قَالَ : رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَأُ وَهُوَ عَلَى نَاقَتِهِ ، أَوْ جَمَلِهِ ، وَهِيَ تَسِيرُ بِهِ ، وَهُوَ يَقْرَأُ سُورَةَ الْفَتْحِ ، أَوْ مِنْ سُورَةِ الْفَتْحِ ، قِرَاءَةً لَيِّنَةً ، يَقْرَأُ وَهُوَ يُرَجِّعُ . [ر : ۴۰۳۱]

فتح مکہ کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ فتح پڑھ رہے تھے اور ترجیع کر رہے تھے ، ترجیع کے معنی یہ ہیں کہ قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے آواز میں امتداد اور اتار چڑھاؤ پایا جائے ، جس کی کیفیت بخاری شریف کتاب التوحید کی ایک روایت میں معاویہ بن قرہ سے اس طرح، منقول ہے "ءآ ءآ ءآ" (ہمزہ مفتوحہ کے بعد آواز کو دراز کرنا) (۵۵)

چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ پر سوار تھے اس لئے حرکت کی وجہ سے آپ کی آواز میں اتار چڑھاؤ ہوتا رہا ۔

---

(۴۷۵۸) واخرجه البخاری ایضا متصلا بهذا الحدیث ، رقم الحدیث : ۴۷۵۹ ، واخرجه ابوداؤد فی کتاب الصلاة ، باب استحباب الترتیل فی القراءة ، رقم الحدیث : ۱۴٦۵ ، والنسائی فی کتاب الصلاة ، باب مدالصوت بالقراءة ، رقم الحدیث : ۱۰۸۷ ، والترمذی فی کتاب الشمائل ، باب ماجاء فی قراءة رسول اللہ ﷺ وابن ماجه فی کتاب اقامة الصلاة والسنة فیها ، باب ماجاء القراءة فی صلاة اللیل ، رقم الحدیث : ۱۳۵۳ ـ

(۵۴) فتح الباری : ۱۱۲/۹ ـ

(۵۵) صحیح البخاری ، کتاب التوحید ، باب ذکر النبی ﷺ وروایة عن ربه : ۱۱۲۵/۲ ـ

بعضوں نے کہا ترجیع سے تحسین التلاوۃ مراد ہے ۔ (۵٦)
اس کی کچھ تفصیل کتاب المغازی میں گذر چکی ہے ۔ (۵۷)

## ۳۱ – باب : حُسْنِ الصَّوْتِ بِالْقِرَاءَةِ لِلْقُرْآنِ .

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ قرآن مجید کو خوبصورت آواز میں پڑھنا چاہئے ، قراءت کے وقت تحسین صوت کا اہتمام مستحب ہے اور غالباً امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت براء بن عازب کی حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے ، جس میں فرمایا گیا "زینوا القرآن باصواتکم" امام احمد ، ابوداود ، نسائی اور امام ابن ماجہ نے اس کی تخریج کی ہے ۔ (۵۸)

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے "التبیان فی آداب جملۃ القرآن" میں نقل فرمایا ہے کہ اس بات پر اجماع ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت میں حسن صوت کا اہتمام کیا جانا چاہئے لیکن تحسین صوت کی رعایت میں مخارج کی صحت پر اثر نہیں ہونا چاہئے ، ایسی تحسین صوت جس میں اظہار ، اخفاء وغیرہ کا لحاظ نہ کیا جائے علامہ نووی رحمہ اللہ نے اس کو ناجائز کہا ہے ۔ (۵۹)

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے لکھا ہے بہت سے قراء تلاوت کے وقت تکلف کرتے ہیں اور ان کی قراءت غنا کی شکل اختیار کرلیتی ہے ، یہ انتہائی شنیع اور مکروہ ہے ، البتہ اگر تکلف نہ ہو اور قراءت کے حدود اور احکام کی رعایت ہو تو پھر تحسین صوت اور تطریب میں حرج نہیں ۔ (٦۰)

٤٧٦١ : حدّثنا محمَّدُ بْنُ خَلَفٍ أَبُو بَكْرٍ : حَدَّثَنَا أَبُو يَحْيَى ٱلْحِمَّانِيُّ : حَدَّثَنَا بُرَيْدُ ٱبْنُ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ ، عَنْ جَدِّهِ أَبِي بُرْدَةَ ، عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَهُ : (يَا أَبَا مُوسَى ، لَقَدْ أُوتِيتَ مِزْمَارًا مِنْ مَزَامِيرِ آلِ دَاوُدَ) .

---

(٥٦) فتح الباری: ۱۱۳/۹ ۔ (۵۷) کشف الباری، کتاب المغازی: ۵۱۰ ۔

(۵۸) اخرجه ابوداود رقم (۱۴٦۸) فی الصلوة، باب استحباب الترتیل فی القراءة، والنسائی (۲ / ۱۷۹ و ۱۸۰) فی الصلوة، باب تزیین القرآن بالصوت ، واحمد (۴ / ۲۸۳ ، ۲۸۵ ، ۲۹٦ ، ۳۰۴) و ابن ماجه رقم (۱۳۴۲)

(۵۹) شرح مسلم للنووی: کتاب فضائل القرآن ، باب تحسین الصوت بالقرآن : ۱ / ۲٦۸

(٦۰) راجع للتفصیل زاد المعاد، فصل فی هدیه صلی الله علیه وسلم فی قراءة القرآن : ۱ / ۴۸۴ ـ ۴۹۳

(۴۷٦۱) واخرجه مسلم فی کتاب صلاة المسافرين وقصرها ، باب استحباب تحسين الصوت بالقرآن ، رقم الحديث : ۷۹۳ ، والنسائی فی کتاب فضائل القرآن ، باب تزيين الصوت بالقرآن ، رقم الحديث : ۱۰۵۱ .

محمد بن خلف کی کنیت ابوبکر ہے ، یہ بغداد کے ہیں اور قاری ہیں ، امام بخاری رحمہ اللہ کے صغار شیوخ میں سے ہیں ، امام بخاری کی وفات کے بعد پانچ سال تک زندہ رہے ان کے شیخ ابویحیی حِمّانی ہیں ، ان کا نام عبدالحمید بن عبدالرحمن ہے ، کوفہ کے ہیں ، صحیح بخاری میں ان دونوں کی صرف یہی ایک روایت ہے ۔ (۶۱)

## لقداوتیت مزمارامن مزامیر آل داود

"آل داود" میں لفظ "آل" زائد ہے ، مراد خود حضرت داود علیہ السلام ہیں ، کیونکہ ان کی آواز بہت حسین تھی ، ان کی اولاد اور اقارب میں سے کسی کی یہ صفت نہیں تھی ، مزمار: ایک آلہ کا نام ہے لیکن مراد اس سے خوش الحانی ہے ، (۶۲) حضرت ابوموسی رضی اللہ عنہ خوش الحان تھے ۔

### ٣٢ - باب : مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَسْمَعَ الْقُرْآنَ مِنْ غَيْرِهِ .

٤٧٦٢ : حدّثنا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ : حَدَّثَنَا أَبِي . عَنِ الْأَعْمَشِ قال : حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ ، عَنْ عَبِيدَةَ . عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قالَ : قالَ لِي النَّبِيُّ ﷺ : (اقْرَأْ عَلَيَّ الْقُرْآنَ) قُلْتُ : آقْرَأُ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ أُنْزِلَ ؟ قالَ : (إِنِّي أُحِبُّ أَنْ أَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِي) [ر : ٤٣٠٦]

مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی کسی دوسرے سے قرآن مجید سننا چاہے تو سنت میں اس کی اصل موجود ہے ، بعض اوقات آدمی کا خود پڑھنے میں جی نہیں لگتا بلکہ دوسروں سے سننے میں جی زیادہ لگتا ہے ، اس باب سے اس کا ثبوت مقصود ہے ۔

### ٣٣ - باب : قَوْلِ الْمُقْرِئِ لِلْقَارِئِ : حَسْبُكَ

٤٧٦٣ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ ، عَنْ

---

(۶۱) فتح الباری: ۱۱۴/۹ ۔

(۶۲) فتح الباری: ۱۱۵/۹ ۔

عَبِيدَةَ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قالَ : قالَ لِي النَّبِيُّ ﷺ :(اقْرَأْ عَلَيَّ) . قُلْتُ : يَا رَسُولَ ٱللهِ آقْرَأُ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ أُنْزِلَ ؟ قالَ : (نَعَمْ) . فَقَرَأْتُ سُورَةَ النِّسَاءِ ، حَتَّى أَتَيْتُ إِلَى هٰذِهِ الآيَةِ : «فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هٰؤُلَاءِ شَهِيدًا» . قالَ : (حَسْبُكَ الآنَ) فَالْتَفَتُّ إِلَيْهِ فَإِذَا عَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ . [ر : ٤٣٠٦]

امام بخاری رحمہ اللہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ استاذ بعض اوقات شاگرد سے کہتا ہے کہ "بس کرو" تو اس کا یہ کہنا منع من الخیر میں داخل نہیں ، سنت میں اس کی اصل موجود ہے کہ ایسا کہہ سکتے ہیں -

٣٤ - باب : في كَمْ يُقْرَأُ الْقُرْآن

وَقَوْلُ ٱللهِ تَعَالَى : «فَاقْرَؤُوا ما تَيَسَّرَ مِنْهُ» /المزمل: ٢٠/

## ختم قرآن کتنے عرصے میں کیا جائے

قرآن مجید کتنی مدت میں ختم کرنا چاہئے اس میں حضرات علمائے کرام کا اختلاف ہے

❶ امام احمد بن حنبل اور ابوعبید قاسم بن سلاّم فرماتے ہیں کہ تین دن سے کم میں قرآن کریم ختم نہیں کرنا چاہئے (۱)

ان کا استدلال حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کی روایت سے ہے جس کو ترمذی اور ابو داود نے نقل کیا ہے "لَمْ یَفْقَهِ القرآن مَنْ قَرَأَ القرآنَ فی أقل من ثلاث" (۲)

(۱) فتح الباری : ۹ / ۱۱۹ ۔ ابو عبید قاسم بن سلام نے حضرت معاذ بن جبل کے متعلق روایت نقل کی ہے کہ وہ تین دن سے کم میں قرآن کے ختم کو مکروہ سمجھتے تھے (فضائل القرآن ، باب القاری یقرأ القرآن من سبع لیال الی ثلاث : ۸۹)

(۲) الحدیث اخرجہ الترمذی فی سننہ ، فی کتاب القراء ات ، : ۵ / ۱۹۷ ، رقم الحدیث : ۲۹۴۹ واخرجہ ابوداؤد ، باب فی کم یقرأ القرآن : ۳ / ۵۴ ، رقم الحدیث : ۱۳۹۰ ، واخرجہ ایضا الدارمی ، باب فی ختم القرآن : ۲ / ۵۶۲ ، رقم الحدیث : ۳۴۸۷ ۔

بعض ظاہریہ نے اس روایت کے ظاہر کے پیش نظر تین دن سے کم میں قرآن کریم ختم کرنے کو حرام کہا ہے ۔ (۳)

❷ لیکن جمہور علماء کی رائے یہ ہے کہ اس میں شریعت کی طرف سے وقت کی کوئی تحدید اور تعیین نہیں ہے ۔ (۴)

اس کامدار قاری کی قوت ، اس کے نشاط اور تازگی پر ہے اگر کوئی آدمی تین دن سے کم میں تازگی کے ساتھ قرآن کریم کا ختم کرسکتا ہے اور وہ حروف کی ادئیگی میں تجوید کے اصول کی رعایت کے ساتھ تلاوت جاری رکھ سکتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ۔ (۵)

اسلاف میں کئی حضرات ایسے گذرے ہیں کہ وہ دن رات میں ایک ختم کرتے تھے ، صوفی ابن الکاتب کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ چار ختم دن میں اور چار ختم رات میں یعنی دن رات میں آٹھ ختم کرتے تھے ۔ (٦)

علامہ قسطلانی نے لکھا ہے کہ سن ۸۶۷ ھجری میں قدس شریف میں ایک شخص کو میں نے دیکھا ، اس کی کنیت ابو طاہر تھی اور وہ شیخ شہاب الدین بن رسلان کے اصحاب میں سے تھا ، اس کے بارے میں مجھے بتلایا گیا کہ وہ دن رات میں پندرہ ختم کرتا ہے ۔ (۷)

حضرت عثمان ، تمیم داری ، سعید بن جبیر کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ حضرات ایک رکعت میں پورا قرآن ختم کرلیتے تھے ۔ (۸)

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمہ اللہ کا بھی رمضان میں دن رات میں ایک ختم کا معمول رہا ۔ (۹)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ جو آدمی سال میں دو مرتبہ قرآن مجید ختم کرے تو وہ قرآن مجید کا حق ادا کرنے والا ہے ، کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات کے

---

(۳) فتح الباری : ۹ / ۱۲۰ ۔

(۴) فتح الباری : ۹ / ۱۲۰ ۔

(۵) فتح الباری : ۹ / ۱۲۰ ۔

(٦) شرح الطیبی : ۴ / ۲۸۱ ، وارشاد الساری : ۱۱ / ۳۲۵ ۔

(۷) ارشادالساری : ۱۱ / ۳۲۵ ۔

(۸) ارشادالساری : ۱۱ / ۳۲۵ ۔

(۹) دیکھئے آپ بیتی :

سال حضرت جبریل سے دو مرتبہ قرآن مجید کا دور کیا تھا ۔ (١٠)

اسحاق بن راہویہ اور امام احمد بن حنبل سے نقل کیا گیا ہے کہ آدمی کم سے کم چالیس دن میں ایک قرآن مجید ختم کرے یعنی روزانہ پون پارہ پڑھے ۔ (١١)

یہاں باب کی آخری روایت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے فرمایا "اقراٴہ فی سبع ولا تزدہ علی ذلک" یعنی سات دن میں ختم کریں، ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ سات دن میں ختم اکثر صحابہ کا معمول تھا، قرآن کریم کے سات احزاب ہیں، ان سات احزاب کی ترتیب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ایک قول " فمی بشوق " میں اس طرح وارد ہے کہ فاء سے " فاتحہ "، میم سے " مائدہ " یاء سے " یونس " باء سے " بنی اسرائیل "، شین سے " شعراء "، واؤ سے " والصافات " اور قاف سے "سورۃ ق" کی طرف اشارہ ہے،(١٢) اس طرح قرآن کریم سات احزاب میں تقسیم کرکے ایک حزب روزانہ پڑھنا چاہئے تو ہفتہ میں قرآن کا ختم مکمل ہوجایا کرے گا ۔

امام بخاری رحمہ اللہ ترجمۃ الباب میں " فَاقْرَؤُا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ " کی آیت نقل کرکے اس طرف اشارہ کررہے ہیں کہ اس میں کوئی تحدید نہیں ہے جتنا سہولت سے ہوسکتا ہے آدمی اتنی قراءت کرے ۔

٤٧٦٤ : حدّثنا عَلِيٌّ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : قالَ لِي ٱبْنُ شُبْرُمَةَ : نَظَرْتُ كَمْ يَكْفِي الرَّجُلَ مِنَ الْقُرْآنِ . فَلَمْ أَجِدْ سُورَةً أَقَلَّ مِنْ ثَلَاثِ آيَاتٍ . فَقُلْتُ : لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ أَنْ يَقْرَأَ أَقَلَّ مِنْ ثَلَاثِ آيَاتٍ . قالَ عَلِيٌّ : قالَ سُفْيَانُ : أَخْبَرَنَا مَنْصُورٌ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ : أَخْبَرَهُ عَلْقَمَةُ ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ ، وَلَقِيتُهُ وَهُوَ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ ، فَذَكَرَ قَوْلَ النَّبِيِّ ﷺ : (أَنَّ مَنْ قَرَأَ بِالْآيَتَيْنِ مِنْ آخِرِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ فِي لَيْلَةٍ كَفَتَاهُ) . [ر : ٣٧٨٦]

(١٠) الابواب والتراجم : ٢ / ٦٣ ـ

(١١) فتح البارى : ٩ / ، وفى كنز الدقائق : " ولحافظ القرآن ان يختم كل اربعين يوماً " لان المقصود من قراءة القرآن فهم معانيه والاعتبار بما فيه لا مجرد التلاوة قال الله تعالى : " افلا يتدبرون القرآن ام على قلوب اقفالها " وذلك يحصل بالتانى لابالتوانى فى المعانى ، فقدر الختم اقله اربعون يوماً كل يوم حزب ونصف او ثلثا حزب او اقل ( البحر الرائق شرح كنز الدقائق ، مسائل شتى : ٨ / ٣٨٢ ـ )

(١٢) مرقاة شرح مشكاة : ٥ / ١٠ ـ

عبداللہ بن شبرمہ کوفہ کے قاضی تھے، فقیہ تھے، تابعین میں ان کا شمار ہوتا ہے، امام احمد، ابوحاتم اور امام نسائی نے ان کی توثیق کی ہے، ابن حبان نے کتاب الثقات میں ان کا ذکر کیا ہے، امام بخاری ان کی روایت استشہاداً ذکر کرتے ہیں اور کتاب الادب میں ان سے ایک روایت بھی نقل کی ہے، امام ترمذی کے علاوہ باقی اصحاب ستہ نے ان سے روایات لی ہیں سن ۱۴۴ ھجری میں ان کی وفات ہوئی۔ (۱۳)

وہ فرماتے ہیں کہ میں نے غور کیا کہ آدمی کے لئے (نماز یا دن رات میں) قرآن کریم کا کتنا حصہ کافی ہوجانا چاہئے تو میں نے دیکھا کہ قرآن مجید کی کوئی سورت تین آیات سے کم نہیں، اس لئے میں نے کہا کہ کسی آدمی کے لئے مناسب نہیں کہ وہ (نماز میں) تین آیات سے کم پڑھے۔

قال علی .... یہ ماقبل سند کے ساتھ متصل ہے، تعلیق نہیں، یہ حدیث گذر چکی ہے۔

٤٧٦٥/٤٧٦٧ : حدّثنا موسى : حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ ، عَنْ مُغِيرَةَ ، عَنْ مُجَاهِدٍ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ عَمْرٍو قالَ : أَنْكَحَنِي أَبِي ٱمْرَأَةً ذَاتَ حَسَبٍ ، فَكانَ يَتَعَاهَدُ كَنَّتَهُ فَيَسْأَلُهَا عَنْ بَعْلِهَا ، فَتَقُولُ : نِعْمَ الرَّجُلُ مِنْ رَجُلٍ ، لَمْ يَطَأْ لَنَا فِرَاشًا ، وَلَمْ يُفَتِّشْ لَنَا كَنَفًا مُذْ أَتَيْنَاهُ ، فَلَمَّا طَالَ ذٰلِكَ عَلَيْهِ ، ذَكَرَ لِلنَّبِيِّ ﷺ ، فَقَالَ : (الْقَنِي بِهِ) . فَلَقِيتُهُ بَعْدُ ، فَقَالَ : (كَيْفَ تَصُومُ) . قُلْتُ : كُلَّ يَوْمٍ ، قالَ : (وَكَيْفَ تَخْتِمُ) . قُلْتُ : كُلَّ لَيْلَةٍ ، قالَ : (صُمْ فِي كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةً ، وَٱقْرَإِ الْقُرْآنَ فِي كُلِّ شَهْرٍ) . قالَ : قُلْتُ : أُطِيقُ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ ، قالَ : (صُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فِي الْجُمُعَةِ) . قُلْتُ : أُطِيقُ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ . قالَ : (أَفْطِرْ يَوْمَيْنِ وَصُمْ يَوْمًا) . قالَ : قُلْتُ : أُطِيقُ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ . قال : (صُمْ أَفْضَلَ الصَّوْمِ ، صَوْمَ دَاوُدَ ، صِيَامَ يَوْمٍ وَإِفْطَارَ يَوْمٍ . وَٱقْرَأْ فِي كُلِّ سَبْعِ لَيَالٍ مَرَّةً) . فَلَيْتَنِي قَبِلْتُ رُخْصَةَ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ ، وَذَاكَ أَنِّي كَبِرْتُ وَضَعُفْتُ ، فَكانَ يَقْرَأُ عَلَى بَعْضِ أَهْلِهِ السُّبْعَ مِنَ الْقُرْآنِ بِالنَّهَارِ ، وَالَّذِي يَقْرَؤُهُ يَعْرِضُهُ مِنَ النَّهَارِ ، لِيَكُونَ أَخَفَّ عَلَيْهِ بِاللَّيْلِ ، وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَتَقَوَّى أَفْطَرَ أَيَّامًا ، وَأَحْصَى وَصَامَ أَيَّامًا مِثْلَهُنَّ ، كَرَاهِيَةَ أَنْ يَتْرُكَ شَيْئًا فارَقَ النَّبِيَّ ﷺ عَلَيْهِ .

---

(۱۳) مذکورہ تفصیل کے لئے دیکھئے تهذیب الکمال : ۱۵ / ٤٦ ، رقم الترجمة : ۳۳۲۸ وعمدة القاری : ۲۰ / ۵۷ ۔

قالَ أَبو عَبْدِ ٱللهِ : وَقالَ بَعْضُهُمْ : في ثَلاثٍ وَفِي خَمْسٍ . وَأَكْثَرُهُمْ عَلَى سَبْعٍ

اوپر جو روایت نقل کی ہے، اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ آپؐ نے حضرتِ عبداللہ بن عمرو بن العاص سے فرمایا "اقرأہ فی کل سبع لیال مرۃ" امام ابوعبداللہ بخاری فرماتے ہیں کہ بعض راویوں نے "سبع" کے بجائے "اقرأ فی کل ثلاث" اور بعض نے "اقرأ فی کل خمس" نقل کیا ہے لیکن اکثر راویوں نے "سبع" نقل کیا ہے چنانچہ اسی باب کی آخری روایت میں ہے "فاقرأہ فی سبع ولا تزد علی ذلک"

(٤٧٦٦) : حدَّثنا سَعْدُ بْنُ حَفْصٍ : حَدَّثَنَا شَيْبَانُ ، عَنْ يَحْيَى ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ عَمْرٍو : قالَ لِي النَّبِيُّ ﷺ : (في كَمْ تَقْرَأُ الْقُرْآنَ)

(٤٧٦٧) : حدَّثني إِسْحٰقُ : أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ ٱللهِ بْنُ مُوسٰى ، عَنْ شَيْبَانَ عَنْ يَحْيَى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، مَوْلَى بَنِي زُهْرَةَ ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قالَ : وَأَحْسِبُنِي قالَ : سَمِعْتُ أَنَا مِنْ أَبِي سَلَمَةَ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ عَمْرٍو قالَ : قالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (اقْرَإِ الْقُرْآنَ في شَهْرٍ) . قُلْتُ : إِنِّي أَجِدُ قُوَّةً ، حَتَّى قالَ : (فَاقْرَأْهُ في سَبْعٍ ، وَلَا تَزِدْ عَلَى ذٰلِكَ) . [ر : ١٠٧٩]

عن أبى سَلَمَة ، قال : وَأَحْسِبُنى قال : سَمِعْتُ أنا مِنْ أبى سَلَمة

یہ یحیٰ بن ابی کثیر کا قول ہے، اوپر سند میں یحیٰ کے شیخ محمد بن عبدالرحمن ہیں اور محمد بن عبدالرحمن کے شیخ ابوسلمہ ہیں تو یحیٰ ابوسلمہ سے محمد بن عبدالرحمن کے واسطے سے نقل کررہے ہیں لیکن ان کو اس میں تامل ہے چنانچہ انہوں نے فرمایا کہ میرا خیال یہ ہے کہ میں نے یہ حدیث براہ راست ابوسلمہ سے خود سنی ہے یعنی محمد بن عبدالرحمن کا واسطہ نہیں ہے۔ (۱۴)

## ۳۵ - باب : الْبُكاءِ عِنْدَ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ

مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت کے وقت رونا ثابت ہے، امام نووی رحمہ اللہ

(۱۴) عمدۃ القاری : ۲۰ / ۶۰، وفتح الباری : ۹ / ۱۲۰ ۔

نے فرمایا قرآن کی قراءت کے وقت رونا عارفین کی صفت اور صالحین کا شعار ہے ،(۱۵) امام غزالی رحمہ اللہ نے فرمایا قرآن کی تلاوت کے وقت رونا مستحب ہے ۔ (۱۶)

اس کا طریقہ یہ ہے کہ قرآن کریم کے بیان کردہ وعید وتہدید اور وعدہ وترغیب کا استحضار کرکے اپنی کوتاہی اور غفلت پر نظر ڈالی جائے تو اس طرح دل غمگین ہوجائے گا اور اگر پھر بھی رونا نہ آئے تو بتکلف رونے والے کی سی کیفیت، بنالینی چاہئے ۔

امام ابن ماجہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ان هذا القرآن نزل بحزن ، فإذا قرأتموه فابكوا ، فإن لم تبكو فتباكوا" (۱۷)

٤٧٦٨/٤٧٦٩ : حدّثنا صَدَقَةُ : أَخْبَرَنَا يَحْيَى ، عَنْ سُفْيَانَ ، عَنْ سُلَيْمانَ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ ، عَنْ عَبِيدَةَ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ : قالَ يَحْيَى : بَعْضُ الحَدِيثِ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ ، قالَ لِي النَّبِيُّ ﷺ .
وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ ، عَنْ يَحْيَى ، عَنْ سُفْيَانَ ، عَنِ الأَعْمَشِ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ ، عَنْ عَبِيدَةَ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ . قالَ الأَعْمَشُ : وَبَعْضُ الحَدِيثِ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ وَعَنْ أَبِيهِ ، عَنْ أَبِي الضُّحَى ، عَنْ عَبْدِ اللهِ قالَ : قالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (اقْرَأْ عَلَيَّ) . قالَ : قُلْتُ : أَقْرَأُ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ أُنْزِلَ ؟ قالَ : (إِنِّي أَشْتَهِي أَنْ أَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِي) . قالَ : فَقَرَأْتُ النِّسَاءَ حَتَّى إِذَا بَلَغْتُ : «فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هٰؤُلَاءِ شَهِيدًا» . قالَ لِي : (كُفَّ ، أَوْ أَمْسِكْ) . فَرَأَيْتُ عَيْنَيْهِ تَذْرِفَانِ .

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ حدیث دو حضرات سے نقل کی ہے ، ایک شیخ ان کے صدقۃ بن الفضل مروزی ہیں اور دوسرے شیخ مسدد ہیں ، صدقۃ بن الفضل مروزی کے طریق کا متن امام

(۱۵) فتح الباری : ۹ / ۱۲۱ ۔

(۱۶) فتح الباری : ۹ / ۱۲۱ ۔

(۱۷) سنن ابن ماجة ، کتاب اقامة الصلاة والسنة فیها ، باب حسن الصوت بالقرآن ، رقم الحدیث : ۱۳۳۷ ( فی الزوائد: فی اسناده ابورافع ، اسمه اسماعیل بن رافع ضعیف متروک )

نے کتاب التفسیر میں ذکر کیا ہے ، یہاں جو متن حدیث ہے یہ مسدد کے طریق کا ہے ۔ (١٨)

صدقۃ بن الفضل کے طریق میں یحی القطّان فرماتے ہیں " قال یحی : بعض الحدیث عن عمرو بن مرۃ " یعنی حدیث کا بعض حصہ سلیمان اعمش نے عمرو بن مرہ سے نقل کیا ہے ، سلیمان کے شیخ ابراھیم نخعی ہیں لیکن یہ پوری حدیث انہوں نے ابراھیم نخعی سے براہ راست نقل نہیں کی ، بلکہ کچھ حصہ براہ راست ان سے نقل کیا ہے اور کچھ حصہ عمرو بن مرہ کے واسطے سے ابراھیم نخعی سے نقل کیا ہے ، چنانچہ مسدد کے طریق میں تصریح ہے " قال الأعمش : وبعض الحدیث حدثنی عَمْرو بن مرۃ ، عن إبراھیم " سلیمان اعمش فرماتے ہیں کہ حدیث کا کچھ حصہ عمرو بن مرہ کے واسطے سے ابراھیم نخعی سے نقل کیا ہے ۔

حاصل یہ کہ سلیمان اعمش کچھ حصہ براہ راست ابراھیم سے نقل کرتے ہیں اور کچھ حصہ عمرو بن مرہ کے واسطہ سے ، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ " فقرأتُ النساء .... " سے آخر حدیث تک کا حصہ ابراھیم سے منقول ہے جیسا کہ باب کی دوسری روایت میں صرف یہی حصہ منقول ہے ۔ (١٩)

## وعن ابیہ ، عن ابی الضحی عن عبداللہ

اس کا عطف "عن سلیمان" پر ہورہا ہے یعنی سفیان ثوری یہ روایت اعمش سے بھی نقل کرتے ہیں اور اپنے والد (سعید بن مسروق ثوری) سے بھی نقل کرتے ہیں لیکن ان کے والد کا طریق منقطع ہے کیونکہ ان کے والد ابوالضحی (مسلم بن صبیح) سے نقل کرتے ہیں اور ابوالضحی نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو نہیں پایا ہے اس لئے ابوالضحی کی روایت منقطع ہے ۔ (٢٠)

## فرأیت عَیْنَیہ تذرفان

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رونے کی وجہ ابن بطال نے یہ لکھی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب "فَکَیْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ کُلِّ اُمَّۃٍ بِشَھِیْدٍ ...." والی آیت سنی تو قیامت کا منظر اور اس کی ہولناکی آپ کے سامنے آئی اس لئے آپ رودئے ۔ (٢١)

---

(١٨) فتح الباری : ٩ / ١٢١ ۔

(١٩) فتح الباری : ٩ / ١٢١ ۔

(٢٠) فتح الباری : ٩ / ١٢٢ ۔

(٢١) فتح الباری : ٩ / ١٢٢ ۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت پر شفقت کی وجہ سے روئے، کیونکہ امت محمدیہ اپنے عمل کی بناء پر گواہی دے گی اور کبھی اس کا عمل صحیح نہیں ہوتا جس کی وجہ سے عذاب ہوگا اس لئے آپ روئے ۔ (۲۲)

علامہ زمخشری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ رونا غم اور حزن کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ خوشی اور مسرت کی وجہ سے تھا، مسرت اس بات کی کہ اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کو تمام امتوں پر گواہ بنایا، فرط مسرت سے بھی آدمی رو پڑتا ہے ۔ شاعر کہتا ہے :

طفح السرور علی حتی انہ    من فرط ما قد سرنی ابکانی (۲۳)

( مجھ پر مسرت کی ایسی لہر چھائی کہ فرط خوشی نے مجھے رُلا دیا )

(٤٧٦٩) : حدّثنا قَيْسُ بْنُ حَفْصٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ : حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ ، عَنْ عَبِيدَةَ السَّلْمَانِيِّ ، عَنْ عَبْدِاللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قالَ : قالَ لِي النَّبِيُّ ﷺ : (اقْرَأْ عَلَيَّ) قُلْتُ : أَقْرَأُ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ أُنْزِلَ ؟ قالَ : (إِنِّي أُحِبُّ أَنْ أَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِي) . [ر : ٤٣٠٦]

## ٣٦ - باب : إِثْمِ مَنْ راءَىٰ بِقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ ، أَوْ تَأَكَّلَ بِهِ ، أَوْ فَخَرَ بِهِ .

یہاں اس شخص کی مذمت بیان کرنا مقصود ہے جو قراءت قرآن میں ریاکاری کرتا ہو یا یہ کہ وہ اس سے دنیا کمانا چاہتا ہو اور دنیا کے مال ومتاع کا حصول اس کا مقصود ہو یا یہ کہ وہ فخر ومباہات کے لئے قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہو ۔ راء ی ۔ مراءاۃ : باب مفاعلہ سے ہے : ریاکاری کرنا، ایک روایت میں رایا یاء کے ساتھ ہے، اس کے بھی یہی معنی ہیں ۔ تاکل : باب تفعل سے ہے اکل طلب کرنا ۔ فخر بہ : فخر کرنا، بعض نسخوں میں فجر بہ ہے ۔ (۲۴) "فخر بہ" کے نسخے سے "فجر بہ" کے مفہوم کی تعیین ہوجاتی ہے کہ فجور میں فخر ومباہات داخل ہیں ۔

(۲۲) فتح الباری : ۹ / ۱۲۲ ۔

(۲۳) ارشادالساری : ۱۱ / ۳٦٦ ۔ ۳٦۷ ۔

(۲۴) مذکورہ تفصیل کے لئے دیکھئے فتح الباری : ۹ / ۱۲۳ ، وارشاد الساری : ۱۱ /

٤٧٧٠ : حدّثنا محمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ : أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ : حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ ، عَنْ خَيْثَمَةَ ، عَنْ سُوَيْدِ بْنِ غَفَلَةَ : قالَ عَلِيٌّ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ : (يَأْتِي فِي آخِرِ الزَّمانِ قَوْمٌ ، حُدَثَاءُ الْأَسْنَانِ ، سُفَهَاءُ الْأَحْلَامِ ، يَقُولُونَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ الْبَرِيَّةِ ، يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ ، لَا يُجَاوِزُ إِيمَانُهُمْ حَنَاجِرَهُمْ ، فَأَيْنَمَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاقْتُلُوهُمْ ، فَإِنَّ قَتْلَهُمْ أَجْرٌ لِمَنْ قَتَلَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ) . [ر : ٣٤١٥]

اس میں قلب ہے ، اصل عبارت ہے "یقولون من قول خیر البریة" یعنی وہ خیر البریہ کے قول کو بیان کریں گے ۔

خیر البریہ سے یا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں کہ وہ لوگ حدیث رسول بیان کریں گے اور یا اس سے اللہ تعالی مراد ہیں کہ وہ لوگ قرآن کی تلاوت کریں گے اور یہی دوسرا مطلب ترجمۃ الباب کے مناسب ہے ۔ (۲۵)

٤٧٧١ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مالِكٌ ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ ، عَنْ مُحَمَّدِ ٱبْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْحَارِثِ التَّيْمِيِّ ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ أَنَّهُ قالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ يَقُولُ : (يَخْرُجُ فِيكُمْ قَوْمٌ تَحْقِرُونَ صَلَاتَكُمْ مَعَ صَلَاتِهِمْ ، وَصِيَامَكُمْ مَعَ صِيَامِهِمْ ، وَعَمَلَكُمْ مَعَ عَمَلِهِمْ ، وَيَقْرَؤُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ ، يَمْرُقُونَ مِنَ ٱلدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ ، يَنْظُرُ فِي النَّصْلِ فَلَا يَرَى شَيْئًا ، وَيَنْظُرُ فِي الْقِدْحِ فَلَا يَرَى شَيْئًا ، وَيَنْظُرُ فِي الرِّيشِ فَلَا يَرَى شَيْئًا ، وَيَتَمَارَى فِي الْفُوقِ)

[ر : ٣٤١٤]

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ تم میں ایک قوم نکلے گی جن کے مقابلہ میں تم اپنی نماز ، روزے اور اعمال کو حقیر سمجھوگے ، وہ قرآن پڑھے گی جو ان کے حلق اور گلے سے نیچے نہیں اترے گا ، دین سے وہ ایسے نکل جائے گی جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے کہ شکاری کو نہ پیکان میں کچھ معلوم ہو اور نہ ڈنڈی میں کچھ لگا ہوا محسوس ہو اور نہ ہی پر پر کچھ اثر ہو البتہ سوفار ( تیر کا

(۲۵) ارشاد الساری: ۱۱ / ۳۲۸

منہ ) پر کچھ شبہ سا ہو۔

نَصْل:حدید السَہْم یعنی پیکان ۔قِدْح : ( بکسر القاف ) تیر ، پیکان اور ریش کے درمیان کا ڈنڈا یَتَمَارَیٰ : شک کرنا۔ فُوْق ۔ سوفار ، تیر کا منہ ۔ (۲۶)

مطلب یہ ہے کہ جس طرح وہ تیر شکار سے صاف نکل جاتا ہے ، اسی طرح ان لوگوں پر بھی اسلام کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔

حدیث میں جس قوم کا ذکر کیا گیا ہے ، اس سے خوارج مراد ہیں ، اس حدیث کے متعلق تفصیلی بحث آگے کتاب المحاربین میں باب قتال الخوارج کے تحت آئے گی۔

مذکورہ دونوں حدیثوں سے ترجمۃ الباب کا جزء "أَوْ فجر بہ" ثابت ہورہا ہے کیونکہ جس قوم کا ان میں ذکر ہے وہ قرآن تو پڑھے گی لیکن اس کے باوجود وہ فسق وفجور سے خارج نہ ہوگی ۔ (۲۷)

٤٧٧٢ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيَىٰ ، عَنْ شُعْبَةَ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مالِكٍ ، عَنْ أَبِي مُوسَىٰ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (الْمُؤْمِنُ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَيَعْمَلُ بِهِ كالأُتْرُجَّةِ ، طَعْمُها طَيِّبٌ وَرِيحُهَا طَيِّبٌ . وَالْمُؤْمِنُ الَّذِي لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَيَعْمَلُ بِهِ كالتَّمْرَةِ ، طَعْمُهَا طَيِّبٌ وَلَا رِيحَ لَهَا وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كالرَّيْحانَةِ ، رِيحُهَا طَيِّبٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ . وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِي لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كالحَنْظَلَةِ ، طَعْمُهَا مُرٌّ ، أَوْ خَبِيثٌ ، وَرِيحُهَا مُرٌّ) . [ر : ٤٧٣٢]

یہ روایت "باب فضل القرآن علی سائر الکلام" میں گذر چکی ہے ، وہاں الفاظ تھے "ولا ریح لہا" اور یہاں ہے "وریحہا مر"

علامہ بدرالدین زرکشی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ "لا ریح لہا" والی روایت راجح ہے (۲۸)

"ریحہا مر" پر اشکال ہوتا ہے کہ کڑواہٹ بو کی صفت نہیں بلکہ یہ تو مطعومات کی صفت ہے یہاں ریح کو کیسے "مر" کہہ دیا۔

اس کا جواب یہ دیا گیا کہ حلاوت اور مرارت اگرچہ مطعومات کی صفات میں سے ہیں لیکن یہاں بطور استعارہ مرارت کا اطلاق ریح پر کیا گیا کہ حنظلہ کے ذائقے کی طرح اس کی بو بھی

---

(۲۶) ارشاد الساری: ۱۱ / ۳۲۹

(۲۷) فتح الباری: ۹ / ۱۲۳

(۲۸) فتح الباری: باب فضل القرآن علی سائر الکلام: ۹ / ۱۲

ناخوشگوار ہے، چنانچہ علامہ قسطلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں :

" واستشكل من حيث أن المرارة من اوصاف الطعوم ، فكيف يوصف بها الريح ، وأجيب بأن ريحها لما كان كطعمها ، أستعير له وصف المرارة " (۲۹)

## ترجمۃ الباب سے مناسبت

اس حدیث کی مناسبت ترجمۃ الباب سے واضح ہے کیونکہ اس میں قرآن کریم پڑھنے والے منافق کا ذکر ہے اور ظاہر ہے کہ منافق قرآن کریم یا تو ریاکاری کے طور پر پڑھتا ہے اور یا اس کو ذریعہ اکل بنانے کے لئے پڑھتا ہے، حافظ ابن حجر احادیث اور ترجمۃ الباب کی مناسبت کے متعلق لکھتے ہیں :

" فالأحاديث الثلاثة دالة لاركان الترجمة ؛ لأن منهم من رايابه واليه الأشارة فى حديث ابى موسى ، ومنهم من تأكل به ، وهو مخرج من حديثه ايضا ، ومنهم من فجر به ، وهو مخرج من حديث على وابى سعيد (۳۰)

٣٧ - باب : (اقْرَؤوا الْقُرْآنَ ما ائْتَلَفَتْ عَلَيْهِ قُلُوبُكُمْ).

٤٧٧٣/٤٧٧٤ : حدّثنا أَبُو النُّعْمَانِ : حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ، عَنْ أَبِي عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ ، عَنْ جُنْدَبِ بْنِ عَبْدِ اللهِ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (اقْرَؤوا الْقُرْآنَ ما ائْتَلَفَتْ قُلُوبُكُمْ . فَإِذَا اخْتَلَفْتُمْ فَقُومُوا عَنْهُ).

(٤٧٧٤) : حدّثنا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ : حَدَّثَنَا سَلَّامُ بْنُ أَبِي مُطِيعٍ ، عَنْ أَبِي عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ ، عَنْ جُنْدَبٍ : قالَ النَّبِيُّ ﷺ : (اقْرَؤوا الْقُرْآنَ ما ائْتَلَفَتْ

---

(۲۹) ارشادالساری : ۱۱ / ۳۲۹ ـ

(۳۰) فتح الباری : ۹ / ۱۲۳ ـ

(۴۷۷۳) واخرجه البخاری ایضا متصلا بهذاالحدیث ، رقم الحدیث : ۴۷۷۴ ، وفی کتاب الاعتصام ، باب کراهیة الاختلاف ، رقم الحدیث : ۶۳۶۴ ، ۶۳۶۵ ، ومسلم فی کتاب العلم ، باب النهی عن اتباع متشابه القرآن ، رقم الحدیث : ۲۶۶۷ ، والنسائی فی کتاب فضائل القرآن ، باب ذکر الاختلاف ، رقم الحدیث : ۸۰۹۶ ، ۸۰۹۹ ـ

عَلَيْهِ قُلُوبُكُمْ ، فَإِذَا اخْتَلَفْتُمْ فَقُومُوا عَنْهُ) .

## حدیث باب کے مختلف مطالب

اس حدیث کے کئی مطلب بیان کئے گئے ہیں :

❶ ایک معنی یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب تک دل لگے اس وقت تک تم قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہو اور جب دل اچاٹ ہوجائے تو تلاوت کے سلسلے کو موقوف کردو ، اس لئے کہ بے دلی کے ساتھ قرآن مجید کی تلاوت کوئی پسندیدہ عمل نہیں ہے ۔ (۳۱)

❷ دوسرا مطلب یہ ہے کہ اگر ایک جماعت تلاوت میں مشغول ہے یا قرآن مجید کے معانی اور علوم میں غور وفکر کرنے میں لگی ہوئی ہے تو اس کو اپنی وہ تلاوت اور مذاکرہ اس وقت تک جاری رکھنا چاہئے جب تک آپس میں اختلاف اور ایک دوسرے کے ساتھ متشابہات وغیرہ میں نزاع اور تردید کا سلسلہ شروع نہ ہو اگر اختلاف کی نوبت آئے تو پھر اس کو موقوف کردینا چاہئے ۔ (۳۲)

قاضی عیاض نے فرمایا کہ ممکن ہے یہ حکم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے ساتھ خاص ہو کیونکہ آپ کے زمانے میں اس طرح کے اختلاف کی صورت میں کسی ایسے حکم کے نازل ہونے کا امکان تھا جو اختلاف کرنے والوں کے لئے باعث رنج وقلق ہو ، جس طرح اللہ تعالی کے قول میں ہے "لَا تَسْأَلُوْا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ" (۳۳)

❸ اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ حدیث اختلاف قراءت سے متعلق ہو ، قرآن کریم کو مختلف لغات میں پڑھنے کا جواز تھا اور ایک لغت پر پڑھنے والے کا دوسری لغت پر پڑھنے والے کے ساتھ اختلاف کا اندیشہ تھا ، چنانچہ بعد میں یہ اختلاف بڑھ گیا تھا ، اس صورت میں حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ قرآن کریم کی تلاوت اپنی قراءت کے مطابق اس وقت تک جاری رکھو جب تک کوئی اختلاف پیش نہ آئے ، لیکن اگر کوئی تمہاری قراءت پر نکیر کرے اور اختلاف کی صورت پیدا ہو تو تلاوت روک لینی چاہئے ۔

---

(۳۱) فیض الباری : ۴ / ۲۷۲ ، وارشاد الساری : ۱۱ / ۳۳۰ ۔

(۳۲) فتح الباری : ۹ / ۱۲۵ ۔

(۳۳) فتح الباری : ۹ / ۱۲۵ ۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب کے آخر میں اختلاف قراءت کے متعلق حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ذکر کرکے اسی مطلب کی طرف غالباً اشارہ کیا ہے۔ (۳۴)

تَابَعَهُ الحَارِثُ بْنُ عُبَيْدٍ ، وَسَعِيدُ بْنُ زَيْدٍ ، عَنْ أَبِي عِمْرَانَ . وَلَمْ يَرْفَعْهُ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ وَأَبَانُ

یعنی سلاّم بن ابی مطیع کی متابعت حارث بن عبید اور سعید بن زید نے بھی کی ہے، جس طرح سلاّم نے یہ حدیث مرفوعاً نقل کی ہے، ان دونوں نے بھی مرفوعاً نقل کی ہے۔
حارث کی متابعت کو دارمی نے اور سعید کی متابعت کو حسن بن سفیان نے موصولاً نقل کیا ہے (۳۵)

ولم یرفعہ حماد بن سلمہ، وابان

حماد بن سلمہ اور ابان ابن یزید عطار نے اس حدیث کو مرفوعاً نہیں نقل کیا بلکہ موقوفاً نقل کیا ہے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حماد کی روایت مجھے موصولا کہیں نہیں مل سکی اور ابان کی روایت حبان بن ھلال کے طریق سے صحیح مسلم میں موصولا مذکور ہے لیکن وہاں موقوف نہیں ہے بلکہ مرفوع ہے، ممکن ہے امام بخاری کو کسی دوسرے طریق سے ان کی روایت موقوف معلوم ہوگئی ہو۔ (۳۶)

وَقَالَ غُنْدَرٌ ، عَنْ شُعْبَةَ ، عَنْ أَبِي عِمْرَانَ : سَمِعْتُ جُنْدُبًا ، قَوْلَهُ

یعنی غندر نے بھی اس روایت کو موقوفاً نقل کیا ہے "سمعت جندباً قولہ" یعنی اس حدیث کو جندب کے قول کے طور پر سنا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس کی نسبت اس طریق میں نہیں کی گئی ہے۔
غندر کی اس تعلیق کو اسماعیلی نے موصولاً نقل کیا ہے۔ (۳۷)

---

(۳۴) فتح الباری : ۹ / ۱۲۵۔

(۳۵) فتح الباری : ۹ / ۱۲۵۔

(۳۶) فتح الباری : ۹ / ۱۲۵۔

(۳۷) فتح الباری : ۹ / ۱۲۵۔

وَقالَ ٱبْنُ عَوْنٍ ، عَنْ أَبِي عِمْرَانَ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ الصَّامِتِ ، عَنْ عُمَرَ ، قَوْلَهُ ، وَجُنْدَبٌ أَصَحُّ وَأَكْثَرُ . [۶۹۳۰ ، ۶۹۳۱]

یعنی عبداللہ بن عون نے بھی اس روایت کو موقوفاً نقل کیا ہے لیکن جندب کے بجائے حضرت عمر سے اس کو موقوفاً نقل کیا ہے، ابوعبید نے اس روایت کو موصولاً نقل کیا ہے۔ (۳۸)

وجندب أصح ، وأكثر

یعنی جندب کی روایت سند کے لحاظ سے اصح اور طرق کے لحاظ سے کثیر ہے، مطلب یہ ہے کہ یہ روایت موقوف علی جندب ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ مذکورہ روایت میں اختلاف ہے کہ یہ موقوف ہے یا مرفوع ہے اگر مرفوع ہے تو پھر حضرت جندب رضی اللہ عنہ کی مسندات میں سے شمار کی جائے گی اور اگر یہ موقوف ہے تو اس میں پھر دو قول ہیں ، ایک قول یہ ہے کہ یہ موقوف علی جندب ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ موقوف علی عمر ہے ، امام بخاری رحمہ اللہ نے "وجندب أصح وأكثر" کہہ کر ترجیح دی ہے اس بات کو کہ یہ موقوف علی جندب ہے۔

٤٧٧٥ : حدّثنا سُلَيْمانُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ عَبْدِ المَلِكِ بْنِ مَيْسَرَةَ ، عَنِ النَّزَّالِ بْنِ سَبْرَةَ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ : أَنَّهُ سَمِعَ رَجُلاً يَقْرَأُ آيَةً ، سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ خِلافَهَا ، فَأَخَذْتُ بِيَدِهِ . فَانْطَلَقْتُ بِهِ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ ، فَقَالَ : (كِلَا كُمَا مُحْسِنٌ ، فَاقْرَءَا) . أَكْبَرُ عِلْمِي قالَ : (فَإِنَّ مَنْ كانَ قَبْلَكُمْ ٱخْتَلَفُوا فَأُهْلِكُوا) . [ر : ۲۲۷۹]

انه سمع رجلاً يقرأ

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ممکن ہے رجل سے حضرت ابی بن کعبؓ مراد ہوں

اكبر علمي قال :

یہ شعبہ کا قول ہے ، وہ فرماتے ہیں کہ میرا ظن غالب یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا "فان من كان قبلكم اختلفو فاهلكهم" باقی حدیث کے بارے میں تو انہیں یقین ہے لیکن اس جملہ کے متعلق انہیں یقین نہیں ، بلکہ ظن غالب ہے۔

---

الحمد لله الذی بنعمته تتم الصالحات ، وصلى الله تعالى على خير خلقه محمد وعلى آله واصحابه اجمعين ۔

(۳۸) فتح الباری: ۹ / ۱۲۵ ۔

# کتاب النکاح

# كتاب النكاح: الاحاديث: (٤٧٧٦ - ٤٩٥٢)

کتاب النکاح میں امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک سو چھبیس (۱۲۶) ابواب قائم فرمائے ہیں، ان میں دو باب بلا ترجمہ ہیں، کتاب النکاح کی مرفوع احادیث کی تعداد دو سو اٹھائیس (۲۲۸) ہے، ان میں پینتالیس تعلیقات و متابعات ہیں اور باقی ایک سو تراسی (۱۸۳) احادیث موصول ہیں، ان میں ایک سو باسٹھ احادیث مکرر ہیں اور چھیاسٹھ (۶۶) احادیث ایسی ہیں کہ وہ امام نے کتاب النکاح میں پہلی بار ذکر فرمائی ہیں، ان میں بائیس (۲۲) احادیث کے علاوہ باقی احادیث متفق علیہ ہیں یعنی امام مسلم رحمہ اللہ نے بھی وہ ذکر فرمائی ہیں صحابہ اور سلف کے چھتیس (۳۶) آثار امام بخاری رحمہ اللہ نے "کتاب النکاح" میں ذکر فرمائے ہیں، "کتاب النکاح" میں امام بخاری نے بیس ابواب کے بعد رضاعت کے مسائل بھی بیان فرمائے ہیں بعض نسخوں میں ان کے لیے مستقل "کتاب الرضاع" کا عنوان بھی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# ۷۰ - کتاب النکاح

## ۱ - باب : التَّرْغِيبُ في النِّكاحِ .

لِقَوْلِهِ تعَالَى : «فَانْكِحُوا ما طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ» /النساء : ۳/.

لغت میں نکاح کے معنی ضم کے بھی آتے ہیں اور وطی کے بھی ، وطی ضم کا ذریعہ ہے ، بعد میں لفظ نکاح کا تزویج پر اطلاق ہونے لگا ، کیونکہ تزویج : ضم بین الرجل والمراۃ کا سبب ہوتی ہے ۔

اس میں اختلاف ہے کہ نکاح کا لفظ اصلِ وضع کے اعتبار سے عقد کے لئے ہے یا وطی کے لئے اس سلسلہ میں علماء کے تین اقوال ہیں

❶ حضرات شوافع کا قول اصح اور حضرات مالکیہ کا راجح مذہب یہ ہے کہ لفظ نکاح عقد میں حقیقت ہے اور وطی میں مجاز (۱)

❷ حضرات حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ لفظ نکاح معنی وطی میں حقیقت ہے اور عقد میں مجاز ، حضرات شوافع کی بھی ایک روایت یہی ہے (۲)

❸ تیسرا قول یہ ہے کہ لفظ نکاح وطی اور عقد دونوں کے لئے علی السواء استعمال ہوتا ہے ،

---

(۱) اوجز المسالک : ۹/۶۲۵ ـ والحاوی الکبیر للماوردی ، کتاب النکاح : ۹/۱۱ ـ

(۲) فتح الباری : ۹/۱۲۸ ـ اوجز المسالک الی موطا الامام مالک : ۹/۶۲۵ ـ

اور دونوں میں بالاشتراک حقیقت ہے ۔ (۳)

حنابلہ میں سے قاضی ابویعلی نے اسی کو اختیار کیا ہے ، شوافع سے بھی ایک روایت یہی منقول ہے اور حافظ ابوالقاسم زجاجی نے بھی اسی کی تائید کی ہے ۔ (۴)

## نکاح باب عبادات سے ہے یا مباحات سے ؟

اس کے بعد اس میں اختلاف ہے کہ نکاح آیا باب عبادات میں شامل ہے یا مباحات میں ؟ حضرات حنفیہ اور حنابلہ کے یہاں یہ عبادات میں شامل ہے (۵) اور حضرات شوافع اسے مباحات میں شمار کرتے ہیں ، (۶) مالکیہ سے دو قول منقول ہیں ایک یہ کہ نکاح "أقوات" میں سے ہے ، قوت ، اس شیء کو کہتے ہیں جس کے بغیر زندگی گذارنا مشکل ہوتا ہے اور نکاح ایسی چیز ہے کہ اس کے بغیر زندگی گذارنا مشکل ہوتا ہے ، دوسرا قول یہ ہے کہ نکاح تفکہات کی قبیل سے ہے اور فواکہ کی شان یہ ہوتی ہے کہ استعمال ہوں تو بہت بہتر ، نہ ہوں تو کوئی حرج نہیں (۷)

## تخلّی للنوافل افضل ہے یا نکاح ؟

پھر اس میں اختلاف ہے کہ فرائض کے بعد آدمی کے لئے تخلی للنوافل افضل ہے یا نکاح ، حضرات حنفیہ اور حنابلہ نکاح کو افضل کہتے ہیں اور شوافع تخلی للنوافل کو ۔ (۸)

## نکاح سنت ہے یا واجب ؟

پھر اس میں اختلاف ہے کہ نکاح کرنا سنت ہے یا واجب ؟ جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ نکاح کرنا سنت ہے ، داود ظاہری ، علامہ ابن حزم اور امام احمد بن حنبل کا ایک قول یہ ہے کہ

---

(۳) اوجز المسالک: ۶۲۵/۹، وفتح الباری: ۱۲۸/۹ ۔

(۴) اوجز المسالک: ۶۲۵/۹ ۔ وفی اصطلاح الشریعة: "عقد یفید ملک المتعة قصدا کذا فی رد المحتار: ۲۵۸/۲ ۔

(۵) فتح القدیر: ۹۸/۳ ۔

(۶) اوجز المسالک: ۲۶۶/۹ ۔ وفتح القدیر: ۱۰۱/۳ ۔

(۸) فتح القدیر: ۱۰۱/۳ ۔ اوجز المسالک: ۲۶۷/۹ ۔ المغنی لابن قدامہ: ۴/۷ ۔

نکاح کرنا واجب ہے ۔ (۹)

یہ اختلاف عام حالات کے اعتبار سے ہے جب انسان کو زنا وغیرہ میں مبتلا ہونے کا خطرہ نہ ہو، اگر اس کا خطرہ ہو تو عند التوقان پھر سب کے نزدیک نکاح واجب ہے (۱۰) البتہ حضرات شوافع اس صورت میں بھی وجوب کے قائل نہیں، صرف مستحب فرماتے ہیں ۔ (۱۱)

جو حضرات وجوب نکاح کے قائل ہیں جیسا کہ داود ظاہری وغیرہ کا مذہب ہے (۱۲) وہ قرآن کریم کی آیت "فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ" سے استدلال کرتے ہیں کہ "فانکحوا" امر کا صیغہ ہے، اسی طرح حدیث میں "تزوجوا الوَلُودَ الوَدودَ فأني مكاثر بكم الأمم" (۱۳) وارد ہے اوراس میں بھی "تزوجوا" امر کا صیغہ ہے، اسی طرح یہاں بخاری میں حدیث باب آرہی ہے، اس کے آخر میں ہے "فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سنتي فليس مني" اس سے بھی وجوب ثابت ہوتا ہے ۔

لیکن جمہور علماء فرماتے ہیں کہ یہ دلائل وجوب کے لئے کافی نہیں ہیں، آیت کریمہ میں "فَانْكِحوا" امر کا صیغہ ہے لیکن امر ہر جگہ وجوب کے لئے نہیں آتا، آیت کریمہ کا سیاق وسباق بھی اس پر دلالت کرتا ہے کہ نکاح واجب نہیں، اسی طرح "تزوجوا الولود الودود" میں امر کا صیغہ تو ہے لیکن آگے "فاني مكاثر بكم الأمم" سے جو علت بیان فرمائی ہے اس سے متبادر یہی ہوتا ہے کہ وجوب کو بیان کرنا مقصود نہیں ۔

اور "مَنْ رغب عن سنتي فليس مني" وعید اس شخص کے لئے بیان فرمائی ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے اعراض کرتا ہے تاہم اگر کوئی شخص سنت سے اعراض نہیں کرتا وہ نکاح صرف اس وجہ سے نہیں کرتا کہ اسے نکاح کی ضرورت اور حاجت نہیں تو یہ وعید اس کے لئے نہیں ہوگی ۔

شام کے مشہور عالم شیخ عبد الفتاح ابوغدہ نے ایک کتاب "العلماء العُزّاب الذين آثروا العِلْمَ على الزّواج" کے نام سے تحریر فرمائی ہے، اس میں انہوں نے ان علماء کے مختصر حالات جمع کئے ہیں جنہوں نے علمی مصروفیات کی وجہ سے شادی اور زواج کی ضرورت محسوس نہیں کی

---

(۹) تفصیل کے لئے دیکھئے اوجز المسالک: ۲۶۶/۹ ۔ وبدائع الصنائع: ۲۲۸/۲ ۔

(۱۰) اوجز المسالک: ۲۶۶/۹ ۔

(۱۱) شرح مسلم للنووی: ۴۴۸/۱ ۔ کتاب النکاح، باب استحباب النکاح ۔

(۱۲) اوجز المسالک: ۲۶۶/۹ ۔

(۱۳) مجمع الزوائد: ۲۵۳/۴ ۔ باب الحث على النكاح وما جاء في ذلك ۔ وفتح الباری: ۱۳۸/۹ ۔

اور اس میں انہوں نے تقریباً ۳۶ علماء کا ذکر کیا ہے جن میں علامہ ابن تیمیہ اور علامہ نووی رحمہما اللہ جیسے اساطین علم کے نام شامل ہیں، ظاہر ہے ان اہل علم کے متعلق یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ انہوں نے ایک واجب عمل کو ترک کردیا۔

خود امام بخاری رحمہ اللہ کی صنیع اور طرز سے بھی یہ معلوم ہورہا ہے کہ وہ نکاح کے مطلقاً وجوب کے قائل نہیں کیونکہ "فانکحوا ما طاب لکم...." کی آیت کوانہوں نے "باب الترغیب فی النکاح" کے تحت ذکر کیا، اس بات کی طرف اشارہ کرنے کے لئے کہ یہ وجوب پر دال نہیں، صرف ترغیب کے لئے ہے۔

٤٧٧٦ : حدّثنا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ : أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ : أَخْبَرَنَا حُمَيْدُ بْنُ أَبِي حُمَيْدٍ الطَّوِيلُ : أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ : جَاءَ ثَلَاثَةُ رَهْطٍ إِلَى بُيُوتِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ . يَسْأَلُونَ عَنْ عِبَادَةِ النَّبِيِّ ﷺ . فَلَمَّا أُخْبِرُوا كَأَنَّهُمْ تَقَالُّوهَا ، فَقَالُوا : وَأَيْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ ؟ قَدْ غَفَرَ اللَّهُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ . قَالَ أَحَدُهُمْ : أَمَّا أَنَا فَإِنِّي أُصَلِّي اللَّيْلَ أَبَدًا . وَقَالَ آخَرُ : أَنَا أَصُومُ الدَّهْرَ وَلَا أُفْطِرُ . وَقَالَ آخَرُ : أَنَا أَعْتَزِلُ النِّسَاءَ فَلَا أَتَزَوَّجُ أَبَدًا ، فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ : (أَنْتُمُ الَّذِينَ قُلْتُمْ كَذَا وَكَذَا ؟ أَمَا وَاللَّهِ إِنِّي لَأَخْشَاكُمْ لِلَّهِ وَأَتْقَاكُمْ لَهُ لَكِنِّي أَصُومُ وَأُفْطِرُ . وَأُصَلِّي وَأَرْقُدُ . وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ . فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي) .

تین آدمی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں کے پاس آپ کی عبادت کا حال معلوم کرنے کی غرض سے آئے، جب گھر والوں نے انہیں صورتحال بتائی تو انہوں نے اس عبادت کو کم سمجھا لیکن پھر انہوں نے کہا کہ ہمارے اور حضور اکرم صلی اللہ علی وسلم کے درمیان کیا نسبت ہوسکتی ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تو اگلے پچھلے سارے گناہ معاف کردئے گئے ہیں، ان میں سے ایک نے کہا کہ میں ہمیشہ پوری رات نماز میں مشغول رہوں گا، دوسرے نے کہا میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا اور کبھی بے روزہ نہیں رہوں گا، تیسرے نے کہا میں عورتوں سے

---

(۴۷۷۶) اخرجہ مسلم فی کتاب النکاح، باب استحباب النکاح لمن تاقت نفسہ الیہ، رقم الحدیث: ۱۴۰۱، والنسائی فی کتاب النکاح، باب النہی عن التبتّل، رقم الحدیث: ۵۳۲۴۔

الگ رہوں گا ، شادی بالکل نہیں کروں گا ، اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے ، فرمانے لگے تم ہی لوگوں نے یوں یوں کہا ، واللہ میں تم میں سے اللہ سے سب سے زیادہ ڈرنے والا ہوں میں تو روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں ، رات کو نماز بھی پڑھتا ہوں اور آرام بھی کرتا ہوں ، عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں ، پس جو میرے طریقے سے اعراض کرے گا وہ مجھ سے متعلق نہیں ہوگا۔

جاء ثلاثة رهط....

امام عبدالرزاق نے سعید بن المسیب سے مرسلاً نقل کیا ہے کہ ان تین آدمیوں میں ایک حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ دوسرے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص اور تیسرے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ تھے۔ (۱۴)

لیکن ان تین میں حضرت عثمان بن مَظعون کا ذکر مشکوک اور متکلم فیہ ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی وفات سن ۲ ھجری میں ہوئی ہے ، مدینہ منورہ میں مسلمانوں میں سب سے پہلے ان کا انتقال ہوا فهو أول مَن مات بالمدينة، وأول مَن دفن بالبقيع.... (۱۵) جبکہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے ان کی وفات کے بعد مدینہ منورہ کی طرف ھجرت کی ہے (۱۶) اس لئے ان دونوں کا جمع ہونا بظاہر سمجھ میں نہیں آتا۔

وَاللهِ إني لَأَخشاكم لله وأَتقاكم له

مطلب یہ ہے کہ طاعات کی کثرت کے لئے اس بات کی ضرورت ہوتی ہے کہ قوت علمیہ وعملیہ اعلی درجے کی ہو اور میری قوت علمیہ وعملیہ تمہارے مقابلہ میں زیادہ ہے ، اس کے باوجود میرا طریقہ تو یہ ہے کہ میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں ، رات کو تہجد بھی پڑھتا ہوں اور آرام بھی کرتا ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں تو تمہیں میری اقتدا اور اتباع کرنی چاہئے ،

---

(۱۴) فتح الباری: ۱۲۹/۹ ـ ۱۳۰ وارشاد الساری: ۲۴۳/۱۱۔

(۱۵) الاصابة فی تمییز الصحابة: ۲ / ۴۶۴ ـ وفیه "عن عائشة، قالت، قبل النبی ﷺ عثمان بن مظعون، وهو میت، وهو یبکی، وعیناه تذرفان، ولما توفی ابراهیم بن النبی ﷺ قال: الحق بسلفنا الصالح عثمان بن مظعون، وقالت امراة ترثیه:

یاعین جودی بدمع غیر ممنون … علی رزیة عثمان بن مظعون

(۱۶) فتح الباری: ۱۳۰/۹۔

اس لئے کہ آدمی کبھی روزہ رکھے ، کبھی افطار کرے تو اس سے روزہ میں ایک طبعی نشاط کی کیفیت برقرار رہتی ہے ، یہی حال رات کی عبادات کا ہے کہ کچھ حصہ آرام کرے اور کچھ حصہ عبادت اور تہجد کے لئے خاص کرے تو عبادت میں نشاط رہتا ہے اسی طرح نکاح سے شرمگاہ کی حفاظت اور عفت کا سامان پیدا ہوتا ہے ۔

## کَأَنَّهُمْ تَقَالُّوهَا:

تَقَالُّوا قِلَّة سے ہے اور باب تفاعل سے جمع غائب ماضی کا صیغہ ہے ، اصل میں تَقَالَلُوْا بروزن تَفَاعَلُوا ہے لام اول کا لام ثانی میں ادغام کردیا.... تقالّوھا أی عَدُّوھا قلیلةً(۱۷) یعنی انہوں نے اس عبادت کو کم سمجھا ۔

## مَنْ رَغِبَ عَنْ سنتي

اس میں سنت " طریقے " کے معنی میں ہے ، فرض کے مقابلہ میں اصطلاحی سنت مراد نہیں ، سنت نکاح کو چھوڑنے کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں ، ایک صورت تو یہ ہے کہ آدمی کو کوئی عذر ہو جسکی وجہ سے وہ نکاح نہیں کرتا ، ایسا شخص مذکورہ وعید میں داخل نہیں ، یہ وعید اس شخص کے لئے ہے جو قدرت واستطاعت اور ضرورت کے باوجود اعراض کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ ایک فضول اور لایعنی چیز ہے ، اسے پسند نہیں ، ایسا آدمی اس وعید میں داخل ہے ۔

## فائدہ

خطبۂ نکاح وغیرہ میں ان الفاظ کے ساتھ ایک مشہور حدیث پڑھی جاتی ہے "النكاح من سنتي فمن رغب عن سنتي فليس مني" بعینہٖ یہ الفاظ کتب حدیث میں نہیں ملتے ، یہاں بخاری میں صرف اتنا ہے "فمن رغب عن سنتي فليس مني"

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک حدیث نقل فرمائی ہے ، اس کے الفاظ یہ ہیں : "النكاح من سنتي ، فمن لم يعمل بسنتي فليس مني ، وتزوجوا فإني مكاثر بكم الأمم : ومن كان ذا طَوْلٍ فَلْيَنكِح ، ومَنْ لم يجد فعليه بالصيام ، فإن الصومَ له وِجاء" (۱۸)

اس روایت کی سند میں عیسی بن میمون ایک ضعیف راوی ہیں ، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے

---

(۱۷) عمدۃ القاری : ۲۰/۶۵ ۔

(۱۸) سنن ابن ماجہ ، کتاب النکاح ، باب ماجاء فی فضل النکاح : ۱/۵۹۲ ۔ رقم الحدیث ۱۸۴۶ ۔

تلخیص الحبیر میں ابن ماجہ کے ان الفاظ کے قریب الفاظ نقل کئے ہیں (۱۹) لیکن مشہور الفاظ انہوں نے بھی ذکر نہیں کئے البتہ امام ابوالقاسم الرافعی نے "النکاح من سنتی فمن رغب عن سنتی فلیس منی" کے الفاظ نقل کئے ہیں ۔ (۲۰)

٤٧٧٧ : حدّثنا عَليٌّ : سَمِعَ حَسَّانَ بْنَ إِبْرَاهِيمَ ، عَنْ يُونُسَ بْنِ يَزِيدَ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قالَ : أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ : أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ عَنْ قَوْلِهِ تَعَالَى : «وَإِنْ خِفْتُمْ أَنْ لَا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى فَانْكِحُوا ما طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ ما مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذٰلِكَ أَدْنَى أَلَّا تَعُولُوا» . قالَتْ : يا ٱبْنَ أُخْتِي ، الْيَتِيمَةُ تَكُونُ فِي حَجْرِ وَلِيِّهَا . فَيَرْغَبُ فِي مالِهَا وَجَمَالِهَا . يُرِيدُ أَنْ يَتَزَوَّجَهَا بِأَدْنَى مِنْ سُنَّةِ صَدَاقِهَا . فَنُهُوا أَنْ يَنْكِحُوهُنَّ إِلَّا أَنْ يُقْسِطُوا لَهُنَّ فَيُكْمِلُوا الصَّدَاقَ . وَأُمِرُوا بِنِكَاحِ مَنْ سِوَاهُنَّ مِنَ النِّسَاءِ . [ر : ٢٣٦٢]

امام بخاری رحمہ اللہ کے شیخ علی سے یہاں علی بن عبداللہ مدینی مراد ہیں ، یہ حدیث سورۃ النساء کی تفسیر میں گذر چکی ہے ۔

## ٢ - باب : قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ
## (مَنِ ٱسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ)
## وَهَلْ يَتَزَوَّجُ مَنْ لَا أَرَبَ لَهُ فِي النِّكَاحِ

امام بخاری رحمہ اللہ ترجمۃ الباب سے اس بات پر تنبیہ کرنا چاہتے ہیں کہ جس شخص کو نکاح پر قدرت حاصل ہو اسے نکاح کرلینا چاہئے ، اس لئے کہ اس میں دو فائدے ہیں ، ایک فائدہ تو یہ ہے کہ نگاہ نیچی رہتی ہے ، دوسرا فائدہ یہ ہے کہ شرمگاہ کے گناہ سے محفوظ رہتا ہے ، اسکے بعد فرمایا "وهل يتزوج من لاأرب له فى النكاح" کیا وہ آدمی نکاح کرے جس کو نکاح کی حاجت نہ ہو ، حافظ ابن

---

(۱۹) حافظ نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں : "النکاح سنتی ، فمن رغب عن سنتی فلیس منی (تلخیص الحبیر ، کتاب النکاح ، رقم الحدیث : ۱۴۳۵ ۔ ج : ۱۱۶/۳ ۔) اس میں "النکاح سنتی" سے لفظ "من" نہیں ۔

(۲۰) هذا الكتاب ليس بموجود لدينا

حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام بخاری رحمہ اللہ غالباً ایک اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں اور وہ یہ کہ کسی آدمی کو نکاح کا شدید تقاضا نہ ہو تو اس کے لئے نکاح کرنا مندوب ہے یا نہیں؟ جمہور علماء کے یہاں سنت ہے اور شوافع کے یہاں مباح، امام بخاری "وھل یتزوج...." کے الفاظ لا کر اسی اختلاف کی طرف اشارہ کررہے ہیں۔

٤٧٧٨ : حدَّثنا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ : حَدَّثَنَا أَبِي : حدَّثنا الْأَعْمَشُ قالَ : حَدَّثَنِي إِبْراهِيمُ ، عَنْ عَلْقَمَةَ قالَ : كُنْتُ مَعَ عَبْدِ اللهِ . فَلَقِيَهُ عُثْمانُ بِمِنًى . فَقَالَ : يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ . إِنَّ لِي إِلَيْكَ حاجَةً . فَخَلَوَا . فَقَالَ عُثْمانُ : هَلْ لَكَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ فِي أَنْ نُزَوِّجَكَ بِكْرًا تُذَكِّرُكَ ما كُنْتَ تَعْهَدُ ؟ فَلَمَّا رَأَى عَبْدُ اللهِ أَنْ لَيْسَ لَهُ حاجَةٌ إِلَى هٰذا أَشارَ إِلَيَّ . فَقَالَ : يا عَلْقَمَةُ ، فَانْتَهَيْتُ إِلَيْهِ . وَهُوَ يَقُولُ : أَمَا لَئِنْ قُلْتَ ذٰلِكَ ، لَقَدْ قَالَ لَنَا النَّبِيُّ ﷺ : (يَا مَعْشَرَ الشَّبابِ ، مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْباءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ . وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ . فَإِنَّهُ لَهُ وِجاءٌ) . [ر : ١٨٠٦]

اس سند کو اصح الاسانید کہا گیا ہے،(۲۱) حضرت ابراہیم نخعی، حضرت علقمہ بن قیس سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں عبداللہ بن مسعود کے ساتھ تھا تو منی میں حضرت عثمانؓ ان سے ملے، کہنے لگے اے ابو عبدالرحمن! (یہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی کنیت ہے) مجھے آپ سے ایک کام ہے، چنانچہ دونوں ایک علیحدہ جگہ کی طرف چلے، حضرت عثمانؓ نے فرمایا ابوعبدالرحمن! اگر آپ چاہیں تو ہم آپ کی شادی کسی باکرہ لڑکی سے کرادیتے ہیں جو آپ کو گذشتہ دور کی آرزوئیں یاد دلادے، حضرت عبداللہ نے جب دیکھا کہ حضرت عثمان کو بجز اس (مشورۂ نکاح) کے اور کچھ کام نہیں تو مجھے اشارہ کیا اور فرمایا: "یا علقمۃ!" تو میں ان کے پاس پہنچا، اس حال میں کہ وہ (حضرت عثمان کے جواب میں ان سے) کہہ رہے تھے کہ سنئے اگر آپ یہ فرماتے ہیں تو ہم سے نبی کریم صلی اللہ علی وسلم نے فرمایا: یا مَعْشَرَ الشباب! تم میں سے جو نکاح کی طاقت رکھے وہ شادی کرے اور جو استطاعت نہیں رکھتا تو وہ روزے رکھے کیونکہ روزہ شہوت توڑنے کا ذریعہ ہے۔

(۲۱) عمدۃ القاری: ۶۷/۲۰۔

## فَخَلَيَا

یہ لفظ محل اشکال ہے کیونکہ اس کا مادہ "خلو" ہے ، واوی ہے اس لئے "فَخَلَوَا" ہونا چاہئے ، چنانچہ ابو محمد اَصیلی کے نسخے میں "فَخَلَوَا" وارد ہوا ہے اور ابن التین نے اسی کو صحیح قرار دیا ہے (۲۲)، یعنی وہ دونوں خالی جگہ کی طرف چلے گئے ۔

## هَلْ لَکَ یا أبا عَبْدِ الرحمن....

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو باکرہ عورت سے نکاح کرانے کی پیشکش کی ، حضرت عثمانؓ کا خیال تھا کہ بیوی کے بغیر وقت گذار رہے ہیں ، اچھا ہے ان کی خبرگیری کرنے کے لئے عورت ان کے پاس ہو تو ان کو راحت ہوگی ، بعض حضرات نے کہا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جمع قرآن میں چونکہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو شامل نہیں کیا تھا تو ان کا خیال تھا کہ یہ شاید میری طرف سے کبیدہ خاطر ہیں ، ان کی اس کبیدگی کو دور کرنے کے لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ بات ان سے ارشاد فرمائی ، بہر حال حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نکاح کے لئے آمادہ نہیں ہوئے ۔

## تذکرک ما کنت تعهد

عَھد (س) عَھداً کے کئی معنی آتے ہیں : حفاظت کرنا ، دیکھ بال کرنا ، مطلب یہ ہے کہ ہم آپ کا نکاح ایک باکرہ لڑکی سے کرادیتے ہیں تاکہ وہ آپ کو آپ کے دیکھ بال کرنے کا وقت یاد دلائے یعنی جس طرح ماضی میں آپ کی طبیعت میں قوت و نشاط اور جسم ولباس پر زیب وزینت کے آثار ہوتے تھے ، نئے نکاح سے وہی عہد دوبارہ تازہ ہوجائے ۔

## من استطاع منکم الباءة

لفظ "الباءة" میں تین لغت مشہور ہیں ❶ الباءة (ہمزہ اور ہاء کے ساتھ) ❷ الباة (بغیر ہمزہ کے) الباء (بغیر ھاء کے) (۲۳) اوراس کے دو معنی ہیں :

---

(۲۲) فتح الباری: ۱۳۳/۹ ـ وارشاد الساری: ۳۳۷/۱۱ ـ

(۲۳) فتح الباری: ۱۳۳/۹ ـ

❶ بعض حضرات نے کہا کہ اس سے مراد جماع ہے اور مطلب یہ ہے کہ جو آدمی جماع پر قادر ہے اور نان ونفقہ ادا کرسکتا ہے اسے چاہئے کہ وہ نکاح کرلے (۲۴) لیکن علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر "الباءة" سے یہاں جماع مراد لیا جائے تو حدیث کے آخری حصہ کے معنی پھر صحیح نہیں بیٹھتے کیونکہ اس صورت میں حدیث کے معنی ہونگے "جو شخص جماع پر قدرت رکھتا ہو وہ شادی کرلے اور جو جماع پر قادر نہ ہو تو وہ روزہ رکھے" حالانکہ جب جماع پر وہ قادر نہ ہو تو اسے روزہ رکھنے کی ضرورت نہیں، چنانچہ علامہ کشمیری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"وقیل: المراد به الجماع، قلت: وحینئذ لا یلائمه آخر الحدیث، لان الحدیث هکذا: من استطاع منکم الباءة فلیتزوج، ومن لم یستطع، فعلیه بالصوم، فلو أردنا من الباءة الجماع، کان المعنی: من لم یستطع الجماع فعلیه بالصوم، ومعلوم أنه إذن لا حاجة له إلی الصوم، لأن الحاجة إلیه لانکسار الشهوة، ومن لا یقدر علی الجماع یستغنی عنه لا محالة" (۲۵)

لیکن علامہ نووی رحمہ اللہ نے اس پہلے معنی کو اصح قرار دیا ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

"أصحها ان المراد معناها اللغوی، وهو الجماع، فتقدیره: من استطاع منکم الجماع لقدرته علی مؤنه — وهی مؤن النکاح— فلیتزوج، ومن لم یستطع الجماع لعجزه عن مؤنه، فعلیه بالصوم لیدفع شهوته، ویقطع شر منیه کما یقطعه الوجاء" (۲۶)

یعنی جو شخص جماع پر قادر ہو بایں طور کہ نان ونفقہ کی قدرت اسے حاصل ہو تو وہ نکاح کرے اور جو جماع کی استطاعت نہ رکھے نان ونفقہ کی ذمہ داری سے عاجز ہونے کی بناء پر تو وہ روزہ رکھے۔

"الباءة" کے دوسرے معنی نان ونفقہ اور مؤنۃ النکاح کے ہیں، اس صورت میں حدیث کے معنی ظاہر ہیں کہ جو شخص نان ونفقہ پر قادر ہو وہ نکاح کرے اور جس کو اس کی استطاعت نہ ہو وہ روزہ رکھے۔ (۲۷)

---

(۲۴) ارشاد الساری: ۱۱/۳۳۶۔

(۲۵) فیض الباری: ۴/ ۲۷۴

(۲۶) عمدة القاری: ۲۰/۶۸۔

(۲۷) عمدة القاری: ۲۰/۶۸۔ وفتح الباری: ۹/۱۳۳۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس لفظ کو عام معنی پر بھی محمول کیا جاسکتا ہے کہ "الباءۃ" سے قدرت علی الوطی اور قدرت علی النفقہ دونوں مرادلیا جائے ، اس صورت میں مطلب ہوگا کہ جو شخص قادر علی الجماع اور قادر علی النفقہ دونوں ہو وہ نکاح کرلے اور جو شخص ان دونوں پر قادر نہ ہو وہ روزہ رکھے ۔

فانہ لہ وِجاء

وِجاء کے لغوی معنی رَضُ الخُصْیَتَین کے ہیں (۲۸) یعنی خصیتین کو کوٹ کر ضائع کردینا اور مطلب یہ ہے کہ اس طرح روزہ رکھنے سے اس کی شہوت مغلوب ہوجائے گی اور حرام میں واقع ہونے کا اندیشہ نہیں رہے گا ۔

لیکن یہ کیفیت تب پیدا ہوتی ہے جب ایک مدت تک مسلسل روزے رکھے جائیں ورنہ چند دن روزے رکھنے میں شہوت کاذبہ میں مزید برانگیختگی پیدا ہوجاتی ہے ، خصوصاً نوجوانوں میں چونکہ حرارت غزیزیہ کا غلبہ ہوتا ہے اس لئے مسلسل روزے رکھنے سے شہوت صادقہ میں فتور اور کمی واقع ہوجاتی ہے ۔

### ٣ - باب : مَنْ لَمْ يَسْتَطِعِ الْبَاءَةَ فَلْيَصُمْ

٤٧٧٩ : حدّثنا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ : حَدَّثَنَا أَبِي : حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قالَ : حَدَّثَنِي عُمَارَةُ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ قالَ : دَخَلْتُ مَعَ عَلْقَمَةَ وَالْأَسْوَدِ عَلَى عَبْدِ اللهِ ، فَقالَ عَبْدُ اللهِ : كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ شَبَابًا لَا نَجِدُ شَيْئًا ، فَقالَ لَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ : (يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ ، مَنِ اسْتَطَاعَ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ ، وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ ، فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ) . [ر : ١٨٠٦]

### ٤ - باب : كَثْرَةِ النِّسَاءِ .

اس ترجمۃ الباب سے امام بخاری رحمہ اللہ کے دو مطلب ہوسکتے ہیں ایک یہ کہ نکاح کی کثرت کی طرف ترغیب دینا مقصود ہے ، اس لئے کہ حدیث میں آتا ہے "فانی مکاثر بکم الامم"

(۲۸) فتح الباری: ۱۳۵/۹ ۔

اور ظاہر ہے نکاح کی کثرت سے اولاد میں کثرت ہوگی اور دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ امام بخاری اس سے ایک سے زائد نکاح کے جواز کو ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی عدل بین الازواج پر قادر ہے وہ ایک سے زائد نکاح کرسکتا ہے اور اس کے لئے کثرت نساء جائز ہے ۔

٤٧٨٠ : حدّثنا إبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى : أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ : أَنَّ ٱبْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قالَ : أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ قالَ : حَضَرْنَا مَعَ ٱبْنِ عَبَّاسٍ جِنَازَةَ مَيْمُونَةَ بِسَرِفَ ، فَقَالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : هٰذِهِ زَوْجَةُ النَّبِيِّ ﷺ ، فَإِذَا رَفَعْتُمْ نَعْشَهَا فَلَا تُزَعْزِعُوهَا وَلَا تُزَلْزِلُوهَا وَٱرْفُقُوا ، فَإِنَّهُ كانَ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ تِسْعٌ ، كانَ يَقْسِمُ لِثَمَانٍ وَلَا يَقْسِمُ لِوَاحِدَةٍ .

عطاء بن ابی رباح نے فرمایا کہ ہم مقام سرِف میں ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے جنازہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے ساتھ تھے تو انہوں نے فرمایا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہیں ، جب تم ان کی نعش اٹھاؤ تو اس کو زیادہ ہلانا نہیں اور نرمی کے ساتھ ان کے جنازہ کو لے کر چلنا اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نو بیویاں تھیں جن میں سے آٹھ کے لئے آپ نے باری مقرر فرمائی اور ایک کے لئے باری مقرر نہیں فرمائی تھی ، حضرت میمونہؓ ان آٹھ میں داخل تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان میں رغبت تھی اس لئے ان کے جنازہ کو احترام کے ساتھ اٹھاؤ ۔ جن ایک کے لئے آپ نے باری مقرر نہیں فرمائی تھی ، وہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا تھیں ، انہوں نے اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ھبہ کردی تھی ، ترجمۃ الباب کی مناسبت حدیث سے ظاہر ہے ۔

**نکتہ :**

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے سلسلہ میں ایک عجیب بات یہ ہے کہ ان کا نکاح بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مقام سرف میں ہوا ، پھر ان کے ساتھ بنا اور زفاف بھی مقام سرف میں ہوا ، انتقال بھی سرف میں ہوا اور آپ کی قبر بھی مقام سرف میں ہے ،(۲۹) مدینہ منورہ جاتے ہوئے مکہ مکرمہ کے قریب ان کی قبر اب بھی نظر آتی ہے ۔

**تنبیہ**

ولا یقسم لواحدۃ، امام مسلم رحمہ اللہ کی روایت میں اتنا اضافہ ہے "قال عطاء: التی لا

(۲۹) ارشاد الساری: ۱۱/۲۳۶۔

(۴۷۸۰) واخرجہ مسلم فی کتاب الرضاع، باب جواز ہبتہا نوبتہا لضرتہا، رقم الحدیث: ۱۴۶۵،

یقسم لھا صفیة بنت حیی بن اخطب" (۳۰) امام طحاوی فرماتے ہیں کہ یہ وہم ہے، صحیح یہ ہے کہ " واحدة" سے حضرت سودہ بنت زمعہؓ مراد ہیں، انہوں نے اپنی باری حضرت عائشہؓ کو دیدی تھی اس لئے آپ ان کے لئے قسم نہیں فرماتے تھے، (۳۱) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی حضرت سودہؓ کے نام کی تصریح فرمائی ہے، عطاء سے ابن جریج نے یہ نقل کیا ہے اور یہ وہم در حقیقت ابن جریج سے ہوا ہے۔ (۳۲)

فائدہ

وفات کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نو بیویاں تھیں، جن کے نام یہ ہیں:

❶ حضرت سودہؓ ❷ حضرت عائشہؓ ❸ حضرت حفصہؓ ❹ حضرت ام سلمہؓ ❺ حضرت زینب بنت جحشؓ ❻ حضرت ام حبیبہؓ ❼ حضرت جویریہؓ ❽ حضرت صفیہؓ ❾ اور حضرت میمونہؓ (۳۳)

٤٧٨١ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ : حَدَّثَنَا سَعِيدٌ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كانَ يَطُوفُ عَلَى نِسَائِهِ فِي لَيْلَةٍ وَاحِدَةٍ ، وَلَهُ تِسْعُ نِسْوَةٍ .
وَقالَ لِي خَلِيفَةُ : حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ : حَدَّثَنَا سَعِيدٌ ، عَنْ قَتَادَةَ : أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُمْ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . [ر : ٢٦٥]

یہ حدیث اس سے زیادہ تفصیل کے ساتھ کتاب الغسل میں گذر چکی ہے، اس میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نو بیویاں تھیں اور ایسا بھی ہوا ہے کہ آپ ان تمام کے پاس ایک رات میں گئے، چار سے زیادہ عورتوں سے نکاح صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی اور اس میں اسلام کے کئی مصالح اور حکمتیں پوشیدہ تھیں۔

## تعدد ازواج کی حکمتیں ومصالح

ایک حکمت یہ تھی کہ احکام اسلام جس طرح مردوں سے متعلق ہیں، ٹھیک اسی طرح

---

(۳۰) الاصابة فی تمییز الصحابة: ۳۱۲/۴۔

(۳۱) فتح الباری: ۱۳۱/۹۔

(۳۲) فتح الباری: ۱۳۱/۹۔

(۳۳) فتح الباری: ۱۳۱/۹، عمدة القاری: ۶۹/۲۰۔ مذکورہ ترتیب اسماء ان کے ساتھ نکاح کے اعتبار سے ہے۔

عورتوں سے بھی متعلق ہیں، مرد سے متعلق عورت کی نجی زندگی کے احکام وتعلیمات کی وضاحت اور ان کی اشاعت کے لئے تعدد ازواج کا ہونا ضروری تھا تاکہ متعدد عورتیں زندگی کے اس شعبہ کے احکام اور تعلیمات کے بیان کا ذریعہ بنیں اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خصوصی اجازت دی گئی۔

تعدد ازواج میں ایک حکمت یہ بھی تھی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اعداء اسلام نے پروپیگنڈہ کیا تھا کہ معاذاللہ آپ کاہن اور ساحر ہیں، مختلف قبائل کی مختلف عورتوں سے نکاح کرنے میں اس پروپیگنڈہ کا توڑ بھی آگیا کہ ایک بیوی ہی شوہر کی حالت کو اچھی طرح جان سکتی ہے، مختلف قبائل اور گھرانوں کی ان عورتوں نے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نجی زندگی کا مشاہدہ کیا اور آپ کو قریب سے دیکھا تو وہ پروپیگنڈہ دم توڑنے لگا جو اعداء اسلام نے مشہور کیا تھا اور یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ کہانت یا سحر کا یہاں کوئی تصور درست نہیں۔

اس کے ساتھ تعدد ازواج میں اسلام کی نشرواشاعت کی حکمت بھی پوشیدہ ہے، مختلف قبائل کی عورتوں سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی کی، اس سے فطری طور پر ان قبائل کا رجحان اسلام اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہونے لگا اور یہ شادیاں اسلام کی اشاعت میں معاون ثابت ہوئیں، یہ رشتہ کی خصوصیت ہوتی ہے کہ اس کی وجہ سے انسان کا میلان ہونے لگتا ہے۔

٤٧٨٢ : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ الحَكَمِ الْأَنْصَارِيُّ : حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ ، عَنْ رَقَبَةَ ، عَنْ طَلْحَةَ الْيَامِيِّ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قالَ : قالَ لِي ٱبْنُ عَبَّاسٍ : هَلْ تَزَوَّجْتَ ؟ قُلْتُ : لَا ، قالَ : فَتَزَوَّجْ ، فَإِنَّ خَيْرَ هٰذِهِ الْأُمَّةِ أَكْثَرُهَا نِسَاءً .

حضرت سعید بن جبیرؒ سے روایت ہے کہ مجھ سے حضرت ابن عباسؓ نے دریافت کیا کہ آپ نے شادی کی ہے؟ میں نے کہا نہیں، تو انہوں نے فرمایا کہ شادی کرلو کیونکہ اس امت کا سب سے بہترین شخص وہ ہے جس کی بیویاں زیادہ ہوں۔

خیر هذه الامة.... سے یا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اس امت کا سب سے بہترین شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ان کی نو بیویاں

(۴۷۸۲) لم یخرجہ احد من اصحاب الصحاح الستة الا البخاری۔

تھیں، اس لئے تم بھی شادی کرلو اور یا اس سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مراد نہیں بلکہ عام امتی مراد ہے، اس صورت میں حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ جس کی عورتیں زیادہ ہوں گی وہ بہترین آدمی ہوگا (بشرطیکہ وہ عدل بین الازواج کرنے والا ہو) اس لئے کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں اضافے کا سبب بنے گا۔ (۱)

٥ – باب : مَنْ هَاجَرَ أَوْ عَمِلَ خَيْرًا لِتَزْوِيجِ ٱمْرَأَةٍ فَلَهُ مَا نَوَى .

٤٧٨٣ : حدّثنا يَحْيى بْنُ قَزَعَةَ : حَدَّثَنَا مالِكٌ ، عَنْ يَحْيى بْنِ سَعِيدٍ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْحَارِثِ ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَقَّاصٍ ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الخَطَّابِ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ قالَ : قالَ النَّبِيُّ ﷺ : (الْعَمَلُ بِالنِّيَّةِ ، وَإِنَّمَا لِامْرِئٍ ما نَوَى ، فَمَنْ كانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى ٱللّٰهِ وَرَسُولِهِ ، فَهِجْرَتُهُ إِلَى ٱللّٰهِ وَرَسُولِهِ ﷺ ، وَمَنْ كانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى دُنْيا يُصِيبُهَا ، أَوِ ٱمْرَأَةٍ يَنْكِحُهَا ، فَهِجْرَتُهُ إِلَى ما هَاجَرَ إِلَيْهِ) . [ر : ١]

امام بخاری رحمہ اللہ اس ترجمۃ الباب سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ آدمی اگر کوئی نیکی کرے تو اس میں اس کو نیکی کی نیت بھی کرلینی چاہئے مثلاً کوئی نکاح کا ارادہ کررہا ہے تو اس میں بھی سنت کی اتباع، تکثیر امت اور اپنی شرمگاہ کو حرام سے محفوظ رکھنے کی نیت کرلینی چاہئے، رہی یہ بات کہ نکاح از قبیل عبادت ہے یا از قبیل مباحات؟ یہ بات ماقبل میں گذر چکی ہے۔

اس حدیث کی مکمل تفصیل باب بدء الوحی میں گذر چکی ہے۔

٦ – باب : تَزْوِيجِ الْمُعْسِرِ الَّذِي مَعَهُ الْقُرْآنُ وَالْإِسْلَامُ .

فِيهِ سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ [ر : ٢١٨٦]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی تنگدست ہے اور اس کے پاس مال نہیں ہے لیکن وہ مسلمان ہے اور قرآن مجید اسے یاد ہے خواہ پورا قرآن اسے یاد ہو یا کچھ حصہ، تو اسے نکاح

(۱) فتح الباری: ۱۳۲/۹۔ وارشاد الساری: ۳۳۱/۱۱۔

کرلینا چاہئے ، مال کی کیا حقیقت ہے ؟ ایمان اور قرآن بہت بڑی نعمتیں ہیں ، ان نعمتوں کے ہوتے ہوئے اسے حقیر نہ سمجھا جائے اور نکاح کردیا جائے ۔

فیہ سهل عن النبی ﷺ

یعنی اس باب میں حضرت سہل بن سعد انصاری ساعدی رضی اللہ عنہ کی روایت منقول ہے جو کتاب فضائل القرآن میں "باب القراءة عن ظهر القلب" کے تحت گذر چکی ہے اس میں ہے " ماذا معک من القرآن ، قال: معی سورة کذا وکذا ، قال : اتقرؤهن عن ظهر قلبک ، قال : نعم ! قال : فقد ملکتکها بما معک من القرآن " (۲)

٤٧٨٤ : حدَّثنا محمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى : حَدَّثَنَا يحْيَى : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ : حَدَّثَنِي قَيْسٌ ، عَنِ ٱبْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كُنَّا نَغْزُو مَعَ النَّبِيِّ ﷺ لَيْسَ لَنَا نِسَاءٌ ، فَقُلْنَا : يَا رَسُولَ ٱللّٰهِ ، أَلَا نَسْتَخْصِي ؟ فَنَهَانَا عَنْ ذٰلِكَ . [ر : ٤٣٣٩]

روایت میں ہے "لیس لنا نساء" سوال یہ ہوگا کہ اس سے "تزویج معسر" کا مسئلہ کیسے ثابت ہوگیا اس کا جواب یہ ہے کہ آگے دوسری روایت آرہی ہے اس میں "لیس لنا شیء" کے الفاظ ہیں .... لیس لنا نساء کے الفاظ سے بھی ترجمہ ثابت ہوسکتا ہے ، یوں کہا جائے گا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا مقصد یہ تھا کہ ہمارے پاس نان ونفقہ کا چونکہ بندوبست نہیں تھا اس لئے بیویاں بھی نہیں تھیں ، قرآن اور اسلام کی دولت سے تو بہر حال یہ حضرات مالا مال تھے خصی ہونے کی اجازت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں دی جبکہ انہیں عورتوں کی ضرورت تھی ، اس لئے دلالۃ النص کے طور پر اس سے یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں قرآن کے بدلے میں نکاح کرنے کی اجازت عنایت فرمائی ، چنانچہ علامہ قسطلانی لکھتے ہیں :

" ومطابقة الحديث للترجمة كما قال ابن المُنَيِّرؒ انه عليه الصلاة والسلام نهاهم عن الاستخصاء ، ووكلهم الى النكاح ، فلو كان المعسر لا ينكح وهو ممنوع من الاستخصاء لكلف شططا ، وكان كل منهم لابدأن يحفظ شيئاً من القرآن فتعين التزويج بما معهم من القرآن ، فحكم الترجمة من حديث سهل بالتنصيص ، ومن حديث ابن مسعود بالاستدلال " (۳)

(۲) عمدة القاری : ۷۱/۲۰ ۔ (۳) ارشاد الساری : ۱۱/۳۴۳ ۔ المتواری علی تراجم البخاری : ۲۸۰ ۔

٧ – باب : قَوْلِ الرَّجُلِ لِأَخِيهِ : اُنْظُرْ أَيَّ زَوْجَتَيَّ شِئْتَ حَتَّى أَنْزِلَ لَكَ عَنْهَا
رَوَاهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ . [ر : ١٩٤٣]

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام بخاری رحمہ اللہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر ایک آدمی کی دو بیویاں ہیں اور وہ اپنے ایک دوست کے لئے ایثار کرنا چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ تم میری دونوں بیویوں کو دیکھ لو اور جسے پسند کرو میں اس کو طلاق دیدیتا ہوں تم اس کے ساتھ نکاح کر لینا، امام بخاری بتانا چاہتے ہیں کہ یہ "خطبہ علی الخطبہ" کے باب میں داخل نہیں، کیونکہ یہاں تو خطبہ سے بڑھ کر نکاح ہوا ہے، ایسی صورت میں اس آدمی کا نکاح کی خاطر عورتوں کو دیکھ لینا درست ہے۔ (۴)

اس کے ساتھ ساتھ امام بخاری رحمہ اللہ بیوی کے باب میں اس طرح کے ایثار کے جواز کی طرف بھی اشارہ کرنا چاہتے ہیں، چاہے بیویاں دو ہوں یا ایک، دو ہوں تو بات بالکل واضح ہے اور اگر ایک ہو تو بھی جائز ہے مثلاً کسی آدمی کی عمر ساٹھ سے اوپر ہے جبکہ اس کی بیوی بیس پچیس سال کی عمر کی ہے وہ سمجھتا ہے کہ میں تو ویسے بھی عنقریب رخصت ہونے والا ہوں اس لئے وہ اگر کسی کو اس طرح کی پیشکش کر دے تو یہ جائز ہے۔

٤٧٨٥ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ ، عَنْ سُفْيَانَ ، عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ قالَ : سَمِعْتُ أَنَسَ ابْنَ مالِكٍ قالَ : قَدِمَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ ، فَآخَى النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَهُ وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ الْأَنْصارِيِّ ، وَعِنْدَ الْأَنْصارِيِّ امْرَأَتانِ ، فَعَرَضَ عَلَيْهِ أَنْ يُناصِفَهُ أَهْلَهُ وَمالَهُ ، فَقالَ : بارَكَ اللهُ لَكَ في أَهْلِكَ وَمالِكَ ، دُلُّونِي عَلَى السُّوقِ ، فَأَتَى السُّوقَ ، فَرَبِحَ شَيْئًا مِنْ أَقِطٍ وَشَيْئًا مِنْ سَمْنٍ ، فَرَآهُ النَّبِيُّ ﷺ بَعْدَ أَيَّامٍ وَعَلَيْهِ وَضَرٌ مِنْ صُفْرَةٍ ، فَقالَ : (مَهْيَمْ يا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ) . فَقالَ : تَزَوَّجْتُ أَنْصارِيَّةً ، قالَ : (فَما سُقْتَ إِلَيْها) . قالَ : وَزْنَ نَواةٍ مِنْ ذَهَبٍ ، قالَ : (أَوْلِمْ وَلَوْ بِشاةٍ) . [ر : ١٩٤٤]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ جب مدینہ منورہ ہجرت کر کے آئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اور حضرت سعد بن الربیع

(۴) الابواب والتراجم لصحیح البخاری: ۲/۶۴۔

انصاری کے درمیان بھائی چارہ قائم فرمادیا، حضرت سعد کے پاس دو بیویاں تھیں، حضرت سعد نے عبدالرحمن بن عوف سے کہا کہ میری بیویاں اور مال سب میں سے آدھا آپ لے لیں، انہوں نے جواب دیا اللہ آپ کے مال اور گھر والوں میں برکت ڈالے مجھے بازار بتادیں، چنانچہ بازار میں جاکر پنیر اور روغن کی تجارت سے نفع حاصل کیا، چند دنوں کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کپڑوں پر زردی دیکھ کر فرمایا عبدالرحمن! یہ کیا بات ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے ایک انصاری عورت سے نکاح کرلیا ہے، آپ نے فرمایا کتنے مہر پر؟ عرض کیا تقریباً چار تولہ سونا پر، آپ نے فرمایا ولیمہ بھی کرو اگر چہ ایک ہی بکری ہو۔

أَقِط: پنیر کو کہتے ہیں۔ وضر: ایک خاص قسم کی خوشبو مراد ہے جو زرد رنگ کی ہوتی تھی اور عموماً شادی کے موقع پر استعمال کی جاتی تھی۔ مَهْيَم: (میم کے فتحہ، ہاء کے سکون اور یا کے فتحہ کے ساتھ) ای ما حالک وما شانک؟ فما سُقتَ: بروزن قُلتَ، ساق (ن) سَوقًا: کھینچنا، کھینچ کر لے جانا، فما سقت الیها یعنی آپ نے اس عورت کو کیا دیا۔ وزن نواة من ذهب: وهو اسم لخمسة دراهم ای مقدار خمسة دراهم وزناً من الذهب۔(۵)

یہ حدیث کتاب البیوع میں گذر چکی ہے اور وہیں اس پر بحث بھی گذر چکی ہے۔

## ۸ - باب: ما يُكْرَهُ مِنَ التَّبَتُّلِ وَالْخِصَاءِ.

امام بخاری رحمہ اللہ یہاں تبتل کی مکروہ صورت کو بیان کرنا چاہتے ہیں، تبتل کے معنی آتے ہیں عورتوں سے انقطاع اور جدائی اختیار کرنا اور خِصاء کے معنی آتے ہیں خصیتین کو نکالدینا، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سے اس تبتل کے مکروہ ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے جو " تحریم ما احل اللہ " کی طرف مُفضی ہو یعنی جو حلال کو حرام قرار دینے کا ذریعہ بنے ورنہ عام تبتل اور عبادت کے لئے انقطاع عن الخلق اختیار کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں یعنی تبتل فی حد ذاتہ مکروہ نہیں۔(۶)

(۵) عمدة القاری: ۲۰/۷۲۔

(۶) فتح الباری: ۹/۱۳۶۔

مگر اس پر یہ اشکال ہوسکتا ہے کہ تبتل کے بعد آگے "خِصاء" کا بھی ذکر ہے، اس کا مطلب پھر یہ ہوگا کہ خصاء بھی وہ مکروہ ہے جو تحریم ما احل اللہ کی طرف مُفضِی ہو ورنہ فی حد ذاتہ وہ مکروہ نہیں ہے، اس کا جواب یہ دیا جائے گا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے لفظ تبتل کے بعد لفظ "خصاء" کا اضافہ درحقیقت تبتل کی مکروہ صورت کو متعین کرنے کے لئے فرمایا ہے کہ تبتل تب مکروہ ہوگا جب اس میں خصاء والی کیفیت کو اختیار کیا جائے لیکن اگر اسے اختیار کرنے کی نوبت نہ آئے تو پھر تبتل میں کوئی مضائقہ نہیں۔

٤٧٨٦ : حدّثنا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ : أَخْبَرَنَا ٱبْنُ شِهَابٍ : سَمِعَ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُولُ : سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ يَقُولُ : رَدَّ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ عَلَى عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُونٍ التَّبَتُّلَ ، وَلَوْ أَذِنَ لَهُ لَٱخْتَصَيْنَا .

حدّثنا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قالَ : أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ : أَنَّهُ سَمِعَ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ يَقُولُ : لَقَدْ رَدَّ ذٰلِكَ - يَعْنِي النَّبِيَّ ﷺ - عَلَى عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُونٍ ، وَلَوْ أَجَازَ لَهُ التَّبَتُّلَ لَٱخْتَصَيْنَا .

ولو اذن لہ لاختصینا .... یہاں یہ اشکال ہوتا ہے کہ سیاق کلام کا تقاضہ تو یہ تھا کہ کہا جاتا "ولو اذن لہ لتبتلنا" "لاختصینا" کیوں کہا، جواب یہ ہے کہ تبتل کا اصل مقصد حاصل کرنے کے لئے محض انقطاع عن النساء کافی نہیں، عورتوں سے جدائی اور انقطاع اختیار بھی اگر کیا جائے لیکن جب محلِ شہوت موجود ہوگا تو ظاہر ہے شہوت میں انگیخت اور انفعال تو پیدا ہوگا تو ایسے تبتل اختیار کرنے سے آخر کیا فائدہ ہوگا اس لئے لاختصینا کا لفظ استعمال کیا گیا یعنی تبتل کا مقصد حاصل کرنے کے لئے ہم اپنے آپ کو خصی بنالیتے تاکہ محلِ شہوت ہی سرے سے ختم ہو لیکن حضور اکرم صلی اللہ

(۴۷۸۶) (۴۷۸۷) واخرجہ مسلم فی کتاب النکاح، باب استحباب النکاح لمن تاقت نفسہ الیہ رقم الحدیث: ۱۴۰۲، والترمذی فی کتاب النکاح، باب ماجاء فی النہی عن التبتل، رقم الحدیث: ۱۰۸۳، والنسائی فی کتاب النکاح، باب النہی عن التبتل، رقم الحدیث: ۵۲۲۳، وابن ماجہ فی کتاب النکاح، باب النہی عن التبتل، رقم الحدیث: ۱۸۴۸۔

علیہ وسلم نے اس کی اجازت نہیں دی ۔ (۷)

٤٧٨٧ : حدّثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ ، عَنْ قَيْسٍ قَالَ : قَالَ عَبْدُ ٱللهِ : كُنَّا نَغْزُو مَعَ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ وَلَيْسَ لَنَا شَيْءٌ ، فَقُلْنَا أَلَا نَسْتَخْصِي ؟ فَنَهَانَا عَنْ ذٰلِكَ ، ثُمَّ رَخَّصَ لَنَا أَنْ نَنْكِحَ الْمَرْأَةَ بِالثَّوْبِ ، ثُمَّ قَرَأَ عَلَيْنَا : «يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ ما أَحَلَّ ٱللهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ ٱللهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ». [ر : ٤٣٣٩]

٤٧٨٨ : وَقَالَ أَصْبَغُ : أَخْبَرَنِي ٱبْنُ وَهْبٍ ، عَنْ يُونُسَ بْنِ يَزِيدَ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قَالَ : قُلْتُ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، إِنِّي رَجُلٌ شَابٌّ ، وَأَنَا أَخَافُ عَلَى نَفْسِي الْعَنَتَ ، وَلَا أَجِدُ ما أَتَزَوَّجُ بِهِ النِّسَاءَ ، فَسَكَتَ عَنِّي ، ثُمَّ قُلْتُ مِثْلَ ذٰلِكَ ، فَسَكَتَ عَنِّي ، ثُمَّ قُلْتُ مِثْلَ ذٰلِكَ ، فَسَكَتَ عَنِّي ، ثُمَّ قُلْتُ مِثْلَ ذٰلِكَ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (يَا أَبَا هُرَيْرَةَ ، جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا أَنْتَ لَاقٍ : فَاخْتَصِ عَلَى ذٰلِكَ أَوْ ذَرْ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میں جوان ہوں اور مجھے اپنے نفس پر زنا میں مبتلا ہونے کا خوف اور اندیشہ ہے اور میرے پاس مال نہیں کہ اس کے ذریعہ میں شادی کرسکوں (اس لئے آپ مجھے خصی ہونے کی اجازت دیدیجئے) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر خاموش ہوگئے ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے تین بار مزید یہ سوال کیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "یا أبا ھریرۃ ، جف القلم بما انت لاق فاختص علی ذلک او ذر" یعنی اے ابوہریرہ ! جو کچھ تیری تقدیر میں تھا اور تیرے مناسب تھا قلم وہ لکھ کر خشک ہوگیا ، ایسی صورت میں اب تیری مرضی کہ خصی ہوجاؤ یا نہیں ۔

---

(۷) قال الطیبی "قولہ: ولو اذن لہ لاختصینا" کان الظاهر ان یقول: "ولو اذن لہ لتبتلنا" لکنہ عدل عن هذا الظاهر الی قولہ: "لاختصینا" لارادۃ المبالغة ، ای لبالغنا فی التبتل حتی یفضی بنا الامر الی الاختصاء ، ولم یرد بہ حقیقة الاختصاء ؛ لانہ حرام ، وقیل : بل هو علی ظاهرہ ، وکان ذلک قبل النهی عن الاختصاء (فتح الباری: ۹/۱۴۷ ـ) شرح الطیبی: ۶ / ۸۱۲

(۴۷۸۸) لم یخرجہ أحد من أصحاب الصحاح الستة سوی البخاری ـ قال العینی: "الحدیث من افرادہ" (عمدۃ القاری: ۲۰/۷۴)

## أخاف علی نفسی العَنَت

العَنَت: تہمت، شدت اور زنا کے معنی میں آتا ہے، (۸) یہاں اس سے زنا مراد ہے۔

## ولا أجد ما أتزوج به النساء

حرملہ کی روایت میں اس کے بعد یہ اضافہ ہے "فاذَنْ لی أَنْ أَختَصِیَ" (۹) یعنی آپ مجھے خصی ہونے کی اجازت دیدیجئے، اگلا کلام اسی جملہ پر مرتب ہے جو یہاں بخاری کی روایت میں نہیں ہے۔

## جَفَّ القلمُ بما أنت لاق

یعنی آپ کے لئے جو مناسب تھا اور جو آپ کی تقدیر میں تھا قلم وہ لکھ کر خشک ہوگیا، قاعدہ ہے کہ جب تک قلم میں روشنائی تر رہتی ہے تو تحریر میں تغیر اور تبدیلی کی جاسکتی ہے لیکن سیاہی خشک ہوجانے کے بعد تبدیلی نہیں کی جاتی، منشا یہ تھا کہ تقدیر ازل میں لکھی جاچکی ہے اور اس میں اب تغیر کا امکان نہیں ہے، جو تقدیر میں لکھا جاچکا وہ ضرور ہو کر رہے گا۔

## فاختص علی ذلک أو ذر

اختص یہ باب افتعال اختصاء سے امر حاضر کا صیغہ ہے: خصی ہونا، مصابیح کی روایت میں "فاختصر" کا لفظ ہے (۱۰) اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے مصابیح کے حوالہ سے "فاقتصر" کا لفظ نقل کیا ہے (۱۱) "فاختصر" اور "فاقتصر" دونوں کے معنی ایک ہیں یعنی یا تو اس تقدیر پر اکتفا اور اعتماد کرلو اور اپنے آپ کو خصی نہ بناؤ اور یا تقدیر کو چھوڑ دو اور اپنے آپ کو خصی بنالو۔ ذر: یہ امر کا صیغہ ہے بمعنی چھوڑنا، ترک کرنا۔ فاختص میں امر ترغیب کے لئے نہیں بلکہ تہدید کے لئے ہے، جس طرح قرآن کریم کی آیت "وَقُلِ الحَقُّ مِنْ رَبِّکُمْ فَمَنْ شَاءَ فَلْیُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْیَکْفُرْ" میں امر تہدید کے لئے ہے (۱۲) اور اس سے خصی بننے کا جواز نہیں مستنبط ہوتا بلکہ اس کی نہی کا مفہوم نکل رہا ہے کہ جب تقدیر بدل نہیں سکتی تو خصی ہونے میں آخر پھر فائدہ کیا ہے؟ ماقبل میں عثمان بن

---

(۸) فتح الباری: ۱۴۸/۹۔

(۹) ارشاد الساری: ۳۴۳/۱۱ وفتح الباری: ۱۴۸/۹۔

(۱۰) دیکھئے التعلیق الصبیح علی مشکاۃ المصابیح، باب الایمان بالقدر: ۸۳/۱۔

(۱۱) فتح الباری: ۱۴۸/۹۔

(۱۲) ارشاد الساری: ۳۴۸/۱۱۔ وفتح الباری: ۱۴۸/۹۔

مظعون کی روایت میں گذر چکا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خصی بننے سے منع فرمایا۔
علی ذلک: جار مجرور کا متعلق محذوف ہے ای اختص حال استعلائک علی العلم بأن کل شیء بقضاء اللہ وقَدَرِہ

## ایک اشکال اور اس کے جوابات

اس پر اشکال ہوسکتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو روزہ رکھنے کا حکم کیوں نہیں فرمایا جیسے پہلے حدیث گذر چکی ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم

❶ اس کا ایک جواب یہ دیا گیا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پہلے ہی سے اکثر روزے رکھتے تھے اور کثیر الصیام تھے لیکن اس کے باوجود انہیں اپنی شہوانی قوت کی وجہ سے فتنہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ تھا۔ (۱۳)

❷ دوسرا جواب یہ دیا گیا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ سوال درحقیقت کسی غزوہ کے موقع پر کیا تھا اور جنگ وغزوے کے موقعہ پر نفلی روزے رکھنا ضعف وکمزوری کا باعث بن سکتے ہیں، اس موقعہ پر افطار ہی کو ترجیح دی جاتی ہے اس لئے روزہ کا حکم نہیں دیا گیا، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

> "قلت: ویحتمل أن یکون أبوھریرۃ سمع "یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج" الحدیث، لکنہ انما سأل عن ذلک فی حال الغزو کما وقع لابن مسعود، وکانوا فی حال الغزو یؤثرون الفطر علی الصیام للتقوی علی القتال، فأداہ اجتھادُہ الی حَسْم مادہ الشھوۃ بالاختصاء کما ظھر لعثمان فمنعہ ﷺ من ذلک" (۱۴)

### ۹ - باب: نِكَاحِ الْأَبْكَارِ.

وَقَالَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لِعَائِشَةَ: لَمْ يَنْكِحِ النَّبِيُّ ﷺ بِكْرًا غَيْرَكِ.
[ر: ٤٤٧٦]

اس کے بعد "تزویج الثیبات" کا ترجمہ آرہا ہے، مقصد یہ ہے کہ کنواری عورت سے بھی

(۱۳) فتح الباری: ۱۴۹/۹۔
(۱۴) فتح الباری: ۱۴۹/۹۔

نکاح جائز ہے اور ثیبہ سے بھی جائز ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے "نکاح الابکار" کو "نکاح الثیبات" پر مقدم کیا تو گویا اس میں ابکار کے ساتھ نکاح کی ترغیب اور فضیلت کی طرف امام نے اشارہ فرمایا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے مقام مدح میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا لم ینکح النبی ﷺ بکرا غیرک یعنی آپ کے علاوہ کسی باکرہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی نہیں کی۔

سورۂ نور کی تفسیر میں اس تعلیق کو امام بخاریؒ نے موصولا نقل کیا ہے۔ (۱۵)

٤٧٨٩ : حدّثنا إسْماعِيلُ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ قالَ : حَدَّثَنِي أَخِي ، عَنْ سُلَيْمانَ ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهَا قالَتْ : قُلْتُ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، أَرَأَيْتَ لَوْ نَزَلْتَ وَادِيًا وَفِيهِ شَجَرَةٌ قَدْ أُكِلَ مِنْهَا ، وَوَجَدْتَ شَجَرًا لَمْ يُؤْكَلْ مِنْهَا ، فِي أَيِّهَا كُنْتَ تُرْتِعُ بَعِيرَكَ ؟ قالَ : (فِي الَّتِي لَمْ يُرْتَعْ مِنْهَا) . تَعْنِي أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ لَمْ يَتَزَوَّجْ بِكْرًا غَيْرَهَا

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے کہا یارسول اللہ! ذرا یہ بتائیں کہ آپ کسی وادی میں اتریں اور وہاں کچھ درخت ایسے ہوں جن سے کھایا گیا ہو اور کچھ درخت آپ کو ایسے بھی مل جائیں جن سے کچھ نہیں کھایا گیا ہو تو آپ اپنا اونٹ ان درختوں میں سے کن میں چرائیں گے؟ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ان درختوں میں جن سے نہیں چرایا گیا ہو" حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مطلب اس سوال سے یہ تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے علاوہ کسی باکرہ عورت سے شادی نہیں کی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کنایہ کے انداز میں اس بات کا ذکر کیا کہ آپ نے مجھ سے جو شادی کی دوسری ازواج کی شادی اس کی نظیر نہیں بن سکتی، یہ شدت محبت کی بناء پر حضرت عائشہؓ نے ذکر کیا، حافظ لکھتے ہیں: "ویحتمل أن تکون عائشة کنت بذلک عن المحبة، بل عن أدق من ذلک" (١٦)

(۱۵) عمدۃ القاری: ۲۰/۷۳۔

(۴۷۸۹) لم یخرجه أحد من أصحاب الصحاح الستة إلا البخاری۔

(۱۶) فتح الباری: ۹/۱۵۰۔

٤٧٩٠ : حدّثنا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ، عَنْ هِشَامٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عائِشَةَ قالتْ : قالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (أُرِيتُكِ فِي الْمَنَامِ مَرَّتَيْنِ ، إِذَا رَجُلٌ يَحْمِلُكِ فِي سَرَقَةِ حَرِيرٍ ، فَيَقُولُ : هٰذِهِ امْرَأَتُكَ ، فَأَكْشِفُهَا فَإِذَا هِيَ أَنْتِ ، فَأَقُولُ : إِنْ يَكُنْ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللهِ يُمْضِهِ) . [ر : ٣٦٨٢]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ میں نے تم کو دوبار خواب میں دیکھا تھا کہ ایک شخص تمہاری صورت ریشمی ٹکڑے پر لئے ہوئے کہتا ہے کہ یہ آپ کی زوجہ ہیں ، میں نے اسے کھولا تو وہ تمہاری تصویر تھی ، پھر میں نے کہا کہ اگر یہ بات من جانب اللہ ہے تو وہ اس کو جاری کر کے رہے گا۔

## اذا رجل یحملک

رجل سے مراد فرشتہ ہے ، ترمذی کی روایت میں ہے کہ یہ فرشتہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے (۱۷)

سَرَقة حریر: ریشم کا ٹکڑا - سَرَقة کے معنی ٹکڑے کے آتے ہیں - یُمْضِہ: مضارع مجزوم ہے کیونکہ جواب شرط واقع ہورہا ہے ، امضٰی --إمْضاء: کرگذرنا۔

یہاں اشکال یہ ہوتا ہے کہ انبیاء کا خواب تو وحی ہوتا ہے ، پھر آپ کو اس میں تردد کیوں ہوا کہ آپ نے إن یکن شک کا لفظ استعمال کیا؟

❶ اس کا ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ خواب آپ نے قبل النبوۃ دیکھا تھا اور نبوت سے پہلے کا خواب وحی نہیں کہلاتا۔

❷ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ جملہ آپ نے بطور شک اور تردد نہیں کہا بلکہ بطور یقین کہا کہ اگر یہ اللہ کی طرف سے ہے --اور یقیناً اللہ کی طرف سے ہے-- تو وہ اس کو پورا کر کے رہے گا۔ (۱۸) واللہ اعلم۔

---

(۱۷) عمدۃ القاری: ۷۵/۲۰۔ وسنن ترمذی: ۲۲۶/۲۔ ابواب المناقب من فضل عائشۃؓ۔

(۱۸) مذکورہ دونوں جوابوں کے لئے دیکھئے عمدۃ القاری: ۷۵/۲۰۔

## ١٠ - باب : تَزْوِيجِ الثَّيِّبَاتِ .

وَقَالَتْ أُمُّ حَبِيبَةَ : قَالَ لِي النَّبِيُّ ﷺ : (لَا تَعْرِضْنَ عَلَيَّ بَنَاتِكُنَّ وَلَا أَخَوَاتِكُنَّ) .
[ر : ٤٨١٣]

ابوذر کے نسخے میں "باب تزويج الثيبات" ہے (١٩)، امام بخاری رحمہ اللہ ترجمۃ الباب سے بیوہ عورتوں کے ساتھ جواز نکاح کو ثابت کرنا چاہتے ہیں، اس کے بعد متصل امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا قول نقل کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا "لاتعرضن عَلَيَّ بناتكن ولا اخواتكن" یعنی اپنی بیٹیوں اور بہنوں کو مجھ پر پیش نہ کرو کیونکہ وہ شرعی طور پر میرے لئے حرام ہیں، اس قول سے ضمنی طور پر یہ بھی معلوم ہورہا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹیوں والی بیوہ عورتوں سے شادی کی تھی اور اسی مناسبت سے اس قول کو اس باب کے تحت ذکر فرمایا۔

٤٧٩١/٤٧٩٢ : حدثنا أَبو النُّعْمَانِ : حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ : حَدَّثَنَا سَيَّارٌ ، عَنِ الشَّعْبِيِّ ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ : قَفَلْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ غَزْوَةٍ ، فَتَعَجَّلْتُ عَلَى بَعِيرٍ لِي قَطُوفٍ ، فَلَحِقَنِي رَاكِبٌ مِنْ خَلْفِي ، فَنَخَسَ بَعِيرِي بِعَنَزَةٍ كَانَتْ مَعَهُ ، فَانْطَلَقَ بَعِيرِي كَأَجْوَدِ مَا أَنْتَ رَاءٍ مِنَ الْإِبِلِ ، فَإِذَا النَّبِيُّ ﷺ ، فَقَالَ : (مَا يُعْجِلُكَ) . قُلْتُ : كُنْتُ حَدِيثَ عَهْدٍ بِعُرْسٍ . قَالَ : (أَبِكْرًا أَمْ ثَيِّبًا) . قُلْتُ : ثَيِّبًا . قَالَ : (فَهَلَّا جَارِيَةً تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ) . قَالَ : فَلَمَّا ذَهَبْنَا لِنَدْخُلَ ، قَالَ : (أَمْهِلُوا ، حَتَّى تَدْخُلُوا لَيْلًا - أَيْ عِشَاءً - لِكَيْ تَمْتَشِطَ الشَّعِثَةُ وَتَسْتَحِدَّ الْمُغِيبَةُ) .

یہاں امام بخاری کے شیخ ابوالنعمان ہیں جن کا نام محمد بن الفضل سدوسی ہے، حضرت جابرؓ

(١٩) ارشادالساری: ١١/٣٣٩۔ہماری تقریر کا نسخہ بھی ابو زر کے نسخہ کے مطابق ہے

٤٧٩١ : أخرجه مسلم في الإمارة ، باب : كراهة الطروق وهو الدخول ليلا .. ، رقم : ٧١٥

(قفلنا) رجعنا (قطوف) بطيء . (فنخس) طعن في مؤخرته ليهيجه . (بعنزة) رمح قصير . أطول من العصا . (الشعثة) غير المتزينة : وهي منتشرة الشعر مغبرة الرأس . (تستحد) تستعمل الحديدة في إزالة شعر الإبط والعانة ونحو ذلك (المغيبة) المرأة التي غاب عنها زوجها

فرماتے ہیں کہ ایک غزوہ سے ہم واپس آرہے تھے ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ تھے ، میں اپنے ایک سست اونٹ پر جلدی جانے کی کوشش کررہا تھا تو اتنے میں پیچھے سے ایک سوار مجھ سے آملے اور میرے اونٹ کو اپنا نیزہ چبھودیا تو میرا اونٹ ایسا چلنے لگا جیسے اچھے سے اچھے اونٹ تو تم چلتے دیکھو میں نے جو مڑکر دیکھا تو وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تھے ، فرمانے لگے جابر! تمہیں اتنی جلدی کیوں ہے ؟ میں نے کہا میری نئی شادی ہوئی ہے ، آپ نے فرمایا ، کنواری سے یا بیوہ سے ؟ میں نے کہا بیوہ سے ، آپ نے فرمایا کسی نو عمر کنواری سے شادی کیوں نہیں کی تو اس سے کھیلتا اور وہ تجھ سے کھیلتی ، حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ جب ہم مدینہ کے قریب پہنچے تو آپؐ نے فرمایا ، ٹھہر جاؤ حتی کہ رات کو یعنی عشاء کے وقت مدینہ منورہ میں داخل ہونا تاکہ پراگندہ بال والی عورت اپنے بالوں میں کنگھی کرلے اور وہ عورت اپنے (زیر ناف) بال صاف کرلے جس کا شوہر اس سے غائب رہا۔

## أَمْهِلُوا حتى تدخلوا ليلاً أي عشاءً

یعنی فی الحال رک جاؤ اور رات کے وقت گھر میں داخل ہونا ، اس حدیث کا بظاہر آگے آنے والی ایک دوسری حدیث سے تعارض ہے ، جس میں ہے "لا يَطْرق أحدُكم أهلَه ليلا" یعنی گھر والوں کے پاس رات کو نہیں آنا چاہئے ۔

دونوں کے درمیان تطبیق کی صورت یہ ہے کہ ممانعت اس وقت ہے جب آدمی اچانک آئے اور گھر والوں کو پہلے سے اس کی آمد کی اطلاع نہ ہو لیکن اگر گھر والوں کو آدمی کی آمد کی اطلاع پہلے سے ہو تو پھر رات کو آنے میں کوئی مضائقہ اور حرج نہیں (۲۰)

## لكي تَمْتَشِطَ الشَّعِثَةُ وتَسْتَحِدَّ المُغِيبَةُ

تاکہ پراگندہ بال والی عورت اپنے بالوں میں کنگھی کرسکے شَعِثَة: ایسی عورت جس کے بال پراگندہ اور پریشان ہوں تستحد أي تستعمل الحديدةَ وهي الموسى یعنی وہ زیر ناف بال استرے بلیڈ وغیرہ سے صاف کرسکے تستحد کے معنی ہیں لوہے کو استعمال کرنا ، مراد بالوں کی صفائی کے لئے استعمال ہونے والا لوہے کا آلہ ہے جیسے آج کل بلیڈ وغیرہ اس کے لئے استعمال

(۲۰) فتح الباری: ۱۵۲/۹۔

کرتے ہیں، المُغِيْبَة: وہ عورت جس کا شوہر غائب ہو۔
یہ حدیث کتاب البیوع اور کتاب الجہاد میں گذر چکی ہے۔

(٤٧٩٢) : حدثنا آدم : حدَّثنا شُعْبَةُ : حدَّثنا مُحارِبٌ قالَ : سَمِعْتُ جابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُما يقولُ : تزوَّجْتُ . فقالَ لي رَسولُ اللهِ ﷺ : (ما تَزَوَّجْتَ) . فقُلْتُ : تَزَوَّجْتُ ثَيِّبًا ، فقالَ : (ما لَكَ وَلِلْعَذارَى وَلُعابِها) . فذكَرْتُ ذٰلِكَ لِعَمْرِو بْنِ دِينارٍ فقالَ عَمْرٌو : سَمِعْتُ جابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُولُ : قالَ لي رَسُولُ اللهِ ﷺ : (هَلَّا جارِيَةً تُلاعِبُها وَتُلاعِبُكَ) .
[ر : ٤٣٢]

## مالک وللعذاری ولعابها

یعنی تجھے کنواریوں سے اور ان کے کھیل سے رغبت نہیں، لعاب لام کے کسرہ کے ساتھ باب مفاعلہ کا مصدر ہے لاعب--مُلاعَبة ولِعاباً، مستملی کی روایت میں لُعاب لام کے ضمہ کے ساتھ ہے جس سے ریق الفم مراد ہے، اس صورت میں اس بات کی طرف اشارہ ہوگا کہ اگر تم باکرہ سے شادی کرتے تو اس کے ہونٹوں اور زبان سے انتفاع حاصل کرتے، علامہ قسطلانی لکھتے ہیں

وفی روایة المُسْتَمْلی: "ولُعابها" بضم اللام، والمراد به الریق، وفیه إشارة إلی مَصِّ لسانها ورشف شفتها، وذلک یقع عند الملاعبة والتقبیل (۲۱)

## فذکرت ذلک لعمرو

یہ شعبہ کا قول ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ قول "مالک وللعذاری..." عمرو بن دینار کے سامنے ذکر کیا تو عمرو بن دینار نے کہا کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جو الفاظ سنے ہیں وہ یہ ہیں "ھلا جاریة تلاعبها وتلاعبک"
شعبہ کے شیخ مذکورہ روایت میں محارب بن دثار سدوسی ہیں، محارب کے الفاظ اوپر حدیث میں ذکر کردئے ہیں "مالک وللعذاری ولعابها" شعبہ نے یہ الفاظ عمرو بن دینار کے سامنے ذکر کئے تو انہوں نے "ھلا جاریة تلاعبها وتلاعبک" والے الفاظ بیان کئے اور کہا کہ میں نے یہ الفاظ سنے ہیں۔

(۲۱) ارشاد الساری: ۱۱/۲۵۱۔

**فائدہ**

یہاں حدیث میں جس بیوہ کے ساتھ حضرت جابرؓ کے نکاح کا ذکر ہے، ابن سعد نے طبقات میں ان کا نام سہلہ بنت مسعود بن اوس بن مالک لکھا ہے (۲۲)

## ۱۱ - باب : تَزْوِيجِ الصِّغَارِ مِنَ الْكِبَارِ .

۴۷۹۳ : حدَّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ يُوسُفَ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ يَزِيدَ ، عَنْ عِرَاكٍ ، عَنْ عُرْوَةَ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَطَبَ عائِشَةَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ ، فَقَالَ لَهُ أَبُو بَكْرٍ : إِنَّمَا أَنَا أَخُوكَ ، فَقَالَ : (أَنْتَ أَخِي فِي دِينِ ٱللهِ وَكِتَابِهِ ، وَهِيَ لِي حَلَالٌ) .

امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ بڑی عمر کا آدمی کم عمر بچی سے شادی کرسکتا ہے، ابن بطال نے فرمایا کہ یہ مسئلہ اجماعی ہے۔(۲۳)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبرؓ کے پاس حضرت عائشہؓ کے سلسلہ میں پیغام نکاح بھیجا تو حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا میں آپ کا بھائی ہوں، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپ میرے دینی بھائی ہیں، عائشہ میرے لئے حلال ہے۔

یعنی اخوت دینیہ مانع عن النکاح نہیں کیونکہ تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں "انما المؤمنون اخوة"

یہ حدیث بظاہر مرسل ہے کیونکہ عروہ تابعی ہیں اور انہوں نے صحابی کا نام ذکر نہیں کیا، ممکن ہے اپنی خالہ حضرت عائشہ یا اپنی والدہ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ سے انہوں نے یہ حدیث سنی ہو کیونکہ عموماً وہ اس قسم کی روایات حضرت عائشہؓ اور حضرت اسماءؓ سے بیان کرتے ہیں، علامہ قسطلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"وهذا الحديث صورته صورة المرسل، ويحتمل أنه حمله عن خالته عائشة أو عن أمه اسماء بنت أبي بكر، وقال أبو عمر بن عبدالبر: إذا علم لقاء الراوي لمن

(۲۲) ارشاد الساری: ۱۱/۳۵۱۔

(۲۳) فتح الباری: ۹/۱۵۴۔

أخبر عنه، ولم يكن مدلسا، حمل ذلك على سماعه ممن أخبر عنه، ولو لم يأت بصيغة تدل على ذلك" (۲۴)

١٢ - باب : إِلَى مَنْ يَنْكِحُ ، وَأَيُّ النِّسَاءِ خَيْرٌ ، وَما يُسْتَحَبُّ أَنْ يَتَخَيَّرَ لِنُطَفِهِ مِنْ غَيْرِ إِيجَابٍ .

٤٧٩٤ : حدّثنا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ : حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ ، عَنِ الْأَعْرَجِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (خَيْرُ نِسَاءٍ رَكِبْنَ الْإِبِلَ صَالِحُ نِسَاءِ قُرَيْشٍ ، أَحْنَاهُ عَلَى وَلَدٍ فِي صِغَرِهِ ، وَأَرْعَاهُ عَلَى زَوْجٍ فِي ذَاتِ يَدِهِ) . [ر : ٣٢٥١]

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں ترجمۃ الباب میں تین احکام ذکر فرمائے ہیں ❶ پہلا مسئلہ ہے إلى مَنْ ينكح: کس عورت کے ساتھ نکاح کرے ❷ دوسرا مسئلہ ہے أيُّ النساء خير کونسی عورت بہتر ہے ❸ اور تیسرا مسئلہ ہے مایستحب أن یتخیر لنطفه اور جو مستحب ہے کہ اپنے نطفہ اور نسل کے لئے اس کو اختیار کیا جائے یعنی اپنی نسل کے لئے عمدہ قسم کی عورتوں کو منتخب کرنے کا بیان۔

الی من ینکح سے پہلے عبارت محذوف ہے أی إذا أراد أن يتزوج ينتهي أمره إلى مَنْ ينكح(۲۵) یعنی جو شخص شادی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کا انتہائے امر یہ ہوتا ہے کہ وہ کونسی عورت کے ساتھ نکاح کرلے فی ذات یدہ أی فی مالہ

"من غیر ایجاب" یعنی ترجمۃ الباب میں جو تین احکام ومسائل کا بیان ہے یہ استحباب کے درجے میں ہیں واجب نہیں۔
امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کے ذیل میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ذکر کی

(۲۴) ارشاد الساری: ۱۱/۳۵۲۔

٤٧٩٤ : (صالح) من صلاح الدين ، وصلاح المخالطة للزوج وغيره ممن تجوز مخالطته . وذُكِّر اللفظ باعتبار لفظ الخبر المقدم خير . (أحناه) من الحنو وهو الشفقة : والحانية هي التي تقوم على ولدها بعد يتمه ولا تتزوج (أرعاه) أحفظه وأصونه . (في ذات يده) ماله المضاف إليه . وذلك : بالأمانة فيه . والصيانة له . وترك التبذير في الإنفاق فيه .

(۲۵) عمدة القاری: ۲۰/۶۸۔

ہے خیر نساء رَکِبْنَ الابلَ یعنی سب سے اچھی عورتیں اونٹ پر سواری کرنے والی قریش کی عورتیں ہیں، اس سے ترجمہ کے دو جز ثابت ہوگئے جب قریش کی عورتیں سب سے اچھی ہیں تو معلوم ہوا قریشی عورتوں کے ساتھ نکاح کرنا چاہئے اور خیر النساء کا اطلاق بھی صراحتاً ان پر کیا گیا تیسرا حکم تھا کہ اپنے نطفہ اور نسل کے لئے کونسی عورت کو منتخب کیا جائے، یہ حکم بطریق لزوم ثابت ہو رہا ہے کہ جب قریش کی عورتوں کو نکاح کے لئے پسندیدہ قرار دیا جارہا ہے اور وہ خیر النساء ہیں تو اس سے از خود یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ نسل اور نطفے کے لئے انہی کا انتخاب بہتر اور مستحب ہوگا۔ (۲۶)

بعض حضرات نے کہا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے "ما یستحب أنْ یتخیر لِنُطفه" سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت کی طرف اشارہ کیا ہے جس کو ابن ماجہ اور حاکم نے ذکر کیا ہے یعنی "تخیروا النطفکم وانکحوا الاکفاء" (۲۷) یعنی اپنے نطفہ کے لئے اچھی عورتوں کو منتخب کرو اور کفو میں شادی کرو، یہ روایت ھشام بن عروہ عن ابیہ عن عائشۃ کی سند سے مروی ہے، حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے (۲۸) لیکن علامہ ذہبی نے اس پر نقد کیا ہے اور حافظ ابو الفضل ابن طاہر فرماتے ہیں کہ ھشام سے روایت کرنے والے اس حدیث کے تمام راوی ضعیف ہیں۔ (۲۹)

## صالحوا نساء قریش

یہ اصل میں صالحون ہے نون جمع کو اضافت کی وجہ سے حذف کردیا، اَصِیلی کی روایت میں صُلَّحُ (صاد کے ضمہ اور لام کی تشدید کے ساتھ) ہے (۳۰) جو صالحٌ کی جمع ہے۔

## اَحْناهُ عَلَی ولدٍ فی صغرہ

یعنی جو اپنے بچہ پر اس کے بچپن میں زیادہ شفقت والی ہوتی ہیں اور اپنے شوہر کے مال کی حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں۔

اس حدیث پر ایک اشکال وارد ہوتا ہے کہ یہاں قریش کی عورتوں کو خیر نساء کہا گیا جبکہ خیر نساء حضرت مریم علیہا السلام کو بھی کہا گیا ہے تو بظاہر دونوں میں تعارض ہے۔

---

(۲۶) عمدۃ القاری: ۷۸/۲۰۔

(۲۷) مستدرک حاکم: ۱۶۳/۲۔ کتاب النکاح، وسنن ابن ماجۃ: ۱۴۱ کتاب النکاح، باب الاکفاء۔

(۲۸) مستدرک حاکم: ۱۶۳/۲۔

(۲۹) حاشیہ مستدرک حاکم: ۱۶۳/۲۔

(۳۰) ارشاد الساری: ۳۵۲/۱۱۔

❶ اس کا ایک جواب یہ دیا گیا یہاں ان عورتوں کی باہمی فضیلت کا بیان ہے جو اونٹ پر سواری کرتی ہیں رکبن الابل جو عام طور سے عرب کی عورتیں کرتی ہیں، عرب کی ان عورتوں میں قریشی عورتیں بہتر ہیں جبکہ حضرت مریم نے اونٹ پر کبھی سواری نہیں کی، کتاب الانبیاء میں حضرت ابوہریرہؓ کا قول گذر چکا ہے "ولم ترکب بعیرا قط"۔(۳۱)

❷ دوسرا جواب یہ دیا گیا کہ قریشی عورتوں کو اپنے زمانہ کے اعتبار سے خیر نساء کہا گیا ہے مطلقا خیر نساء نہیں کہا گیا لہذا اس سے حضرت مریم پر قریشی عورتوں کی فضیلت لازم نہیں آتی (۳۲) واللہ اعلم۔

## ١٣ - باب : اتِّخَاذِ السَّرَارِيِّ . وَمَنْ أَعْتَقَ جارِيَتَهُ ثُمَّ تزوَّجها

٤٧٩٥ : حدّثنا مُوسى بْنُ إِسْماعِيلَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ : حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ صَالِحٍ الْهَمْدَانِيُّ : حَدَّثَنَا الشَّعْبِيُّ قالَ : حَدَّثَنِي أَبُو بُرْدَةَ ، عَنْ أَبِيهِ قالَ : قال رَسُولُ اللهِ ﷺ : (أَيُّمَا رَجُلٍ كانَتْ عِنْدَهُ وَلِيدَةٌ ، فَعَلَّمَهَا فَأَحْسَنَ تَعْلِيمَهَا . وَأَدَّبَهَا فَأَحْسَنَ تَأْدِيبَهَا . ثُمَّ أَعْتَقَها وَتَزَوَّجَهَا فَلَهُ أَجْرَانِ . وَأَيُّمَا رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ ، آمَنَ بِنَبِيِّهِ وَآمَنَ بِي فَلَهُ أَجْرَانِ . وَأَيُّمَا مَمْلُوكٍ أَدَّى حَقَّ مَوَالِيهِ وَحَقَّ رَبِّهِ فَلَهُ أَجْرَانِ) .

السراری: یہ سُرِّيّة (سین کے ضمہ، رامشددہ مکسورہ کے ساتھ) کی جمع ہے، یہ لفظ تَسَرُّر سے ماخوذ ہے، اس کی اصل سِر ہے اور سر جماع کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔(۳۳)

سر راز اور اس چیز کو بھی کہتے ہیں جس کو چھپایا جائے چونکہ باندی کے ساتھ عام طور سے جماع بیوی سے چھپ کر کیا جاتا ہے اس مناسبت سے باندی کو سرِّیة کہا جاتا ہے۔(۳۴)

بعض حضرات نے کہا کہ یہ سرور سے ماخوذ ہے جس کے معنی خوشی کے ہیں چونکہ اس طرح کی باندی آدمی کے لئے باعث خوشی و مسرت ہوتی ہے اس لئے اسے سرِّیة کہا جاتا ہے۔

---

(۳۱) فتح الباری: ۹/۱۵۴۔

(۳۲) عمدۃ القاری: ۲۰/۷۸۔

(۳۳) ارشاد الساری: ۱۱/۳۵۴۔

(۳۴) عمدۃ القاری: ۲۰/۷۹۔

امام بخاری رحمہ اللہ ترجمۃ الباب سے جماع کے لئے اپنے پاس باندیاں رکھنے کے جواز کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں، امام ابوداود نے "مراسیل" میں زبیر بن سعد کے طریق سے روایت نقل کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "علیکم بأمهات الأولاد، فانهن مبارکات الارحام" (۳۵) لیکن اس روایت کی سند کمزور ہے، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے بھی مسند میں ایک روایت اس مفہوم کی نقل فرمائی ہے جو حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے مروی ہے، اس کے الفاظ ہیں "انکحوا امهات الاولاد، فانی اباهی بکم یوم القیامة" اس کی سند حدیث اول سے قوی ہے۔ (۳۶)

ومن اعتق جارية ثم تزوجها

یہ ترجمۃ الباب میں دوسرا مسئلہ بیان فرمایا کہ کوئی شخص باندی کو آزاد کرکے پھر اس کے ساتھ شادی کرلے، یہ جائز بلکہ بہتر ہے چنانچہ آگے باب کی پہلی روایت میں اس کی فضیلت آئی ہے، بعض حضرات صحابہ وتابعین کو شاید یہ حدیث معلوم نہ تھی اس لئے انہوں نے ابتداءً اس کو مکروہ سمجھا، چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت انس بن مالکؓ اور تابعین میں حضرت سعید بن المسیب اور حضرت ابراهیم نخعی رحمہما اللہ اس کو مکروہ سمجھتے تھے۔ (۱)

امام بخاری رحمہ اللہ کراہت کے اس نقطہ نظر کی تردید کرنا چاہتے ہیں اور روایت سے یہ ثابت کررہے ہیں کہ باندی کو آزاد کرکے اس کے ساتھ نکاح کرنے میں نہ صرف یہ کہ کوئی حرج نہیں بلکہ اس میں تو دوہرا ثواب ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت دلیل میں پیش کی ہے جو کتاب العلم میں گذر چکی ہے۔

قَالَ الشَّعْبِيُّ : خُذْهَا بِغَيْرِ شَيْءٍ ، قَدْ كَانَ الرَّجُلُ يَرْحَلُ فِيما دُونَهَا إِلَى الْمَدِينَةِ .

عامر شعبی جو صالح بن صالح کے شیخ ہیں یہ ان کا قول ہے، انہوں نے یہ حدیث بیان کی

(۳۵) ارشاد الساری: ۱۱/۳۵۳۔

(۳۶) فتح الباری: ۹/۱۶۷۔

(۱) فتح الباری: ۹/۱۵۲۔

اور پھر فرمایا کہ یہ روایت مفت میں لے لو، بغیر کسی دنیاوی عوض کے حاصل کرلو حالانکہ آدمی اس سے کم درجہ کی حدیثوں کے لئے مدینہ منورہ تک کا سفر کیا کرتا تھا۔

یہاں ظاہر عبارت سے یہ غلط فہمی ہوجاتی ہے کہ حضرت عامر شعبی نے یہ بات اپنے شاگرد صالح بن صالح سے کہی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ بات آپ نے ایک خراسانی شخص سے کہی ہے خراسانی نے حضرت شعبی سے کہا تھا کہ اگر کوئی آدمی اپنی باندی آزاد کرکے اس کے ساتھ شادی کرلے تو ہمارے ہاں لوگ اسے اچھا نہیں سمجھتے تو اس کے اس سوال پر حضرت شعبی نے یہ روایت سنائی اور اسے کہا کہ یہ قیمتی روایت بغیر عوض کے لے لو۔ (۲)

وَقالَ أَبُو بَكْرٍ ، عَنْ أَبِي حَصِينٍ ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ : (أَعْتَقَهَا ثُمَّ أَصْدَقَهَا) . [ر : ٩٧]

یہ تعلیق ہے، ابوداود طیالسی نے اپنی مسند میں اس تعلیق کو موصولاً نقل کیا ہے۔(۳)

ابوبکر کا نام شعبہ بن عیاش ہے جو مشہور قاری اور احادیث کے حفاظ میں سے ہیں ان کے شیخ ابو حصین ہیں، ان کا نام عثمان بن عاصم ہے۔(۴)

اوپر موسی بن اسماعیل کی جو روایت گذری ہے، اس میں "ثم أعتقها وتزوجها" کے الفاظ ہیں اور ابوبکر کی روایت میں "أعتقها ثم أصدقها" کے الفاظ ہیں یعنی اس کو آزاد کردے اور پھر اس کو مہر ادا کردے، اس روایت میں مہر دینے کی تصریح ہے، پہلی روایت سے ظاہراً یہ مفہوم ہورہا ہے کہ آزادی اور عتق ہی کو مہر قرار دیا گیا لیکن اس روایت میں تصریح کردی گئی کہ عتق کے ساتھ ساتھ اسکو مہر بھی دیدے تو اس کے لئے دوہرا اجر ہے، عتق مہر بن سکتا ہے کہ نہیں؟ اس سلسلہ میں علماء اور ائمہ کا اختلاف اگلے باب میں آرہا ہے۔

٤٧٩٦ : حدّثنا سَعِيدُ بْنُ تَلِيدٍ قالَ : أَخْبَرَنِي ٱبْنُ وَهْبٍ قالَ : أَخْبَرَنِي جَرِيرُ بْنُ حازِمٍ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنْ مُحَمَّدٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قالَ : قالَ النَّبِيُّ ﷺ

(۲) فتح الباری: ۱۵۸/۹۔ وعمدۃ القاری: ۷۹/۲۰۔

(۳) ارشاد الساری: ۳۵۴/۱۱۔

(۴) عمدۃ القاری: ۸۰/۲۰۔

حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنْ مُحَمَّدٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ : (لَمْ يَكْذِبْ إِبْرَاهِيمُ إِلَّا ثَلَاثَ كَذَبَاتٍ : بَيْنَمَا إِبْرَاهِيمُ مَرَّ بِجَبَّارٍ وَمَعَهُ سَارَةُ - فَذَكَرَ الْحَدِيثَ - فَأَعْطَاهَا هَاجَرَ . قَالَتْ : كَفَّ ٱللهُ يَدَ الْكَافِرِ وَأَخْدَمَنِي آجَرَ). قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ : فَتِلْكَ أُمُّكُمْ يَا بَنِي مَاءِ السَّمَاءِ . [ر : ۲۱۰٤]

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کی دو سندیں ذکر فرمائی ہیں ، پہلی سند سُداسی ہے یعنی اس میں امام بخاری اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان چھ واسطے ہیں اور دوسری سند خُماسی ہے ، امام نے یہاں جو الفاظ نقل کئے ہیں وہ دوسری سند کے ہیں ،(۵) یہ حدیث کتاب احادیث الانبیاء میں گذر چکی ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ثلاث کذبات کا بیان کتاب التفسیر میں تفصیل کے ساتھ گذر چکا ہے ۔(٦)

حدیث کی مناسبت ترجمۃ الباب سے ظاہر ہے کہ خدمت کے طور پر حضرت سارہ کو بادشاہ نے حضرت ہاجرہ دیدی تھی ، حضرت سارہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اسے ہبہ کردیا تھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انہیں اپنے پاس رکھا تو "اتخاذ سریہ" اس سے ثابت ہوگیا ۔

"آجر" اس میں ہاء کو ہمزہ سے بدل دیا ، مراد حضرت ہاجرہؓ ہیں (۷)

## فتلک أمکم یابنی ماء السماء

یہ جملہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ہاجرہ کے متعلق اہل عرب سے خطاب کرکے فرمایا کیونکہ حضرت اسماعیل ، حضرت ہاجرہ کے بطن سے تھے اور عرب حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد ہیں یعنی إنکم تتعاظمون فی أنفسکم وتلک أمکم مطلب یہ ہے کہ تم اپنے آپ کو بہت عظیم سمجھتے ہو جبکہ تمھاری والدہ ایک باندی تھیں "بنو ماء السماء" اس لئے کہا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا نسب بہت طاہر اور پاک تھا تو جس طرح آسمان کا پانی ہر قسم کی آلودگی سے پاک ہوتا ہے ، اسی طرح ان اہل عرب کا نسب بھی پاک ، طاہر اور شکوک وشبہات کی آلائش سے صاف تھا ۔

---

(۵) فتح الباری: ۱۵۹/۹ ۔

(٦) دیکھئے کشف الباری کتاب التفسیر: ۲۷۳ ۔

(۷) ارشاد الساری: ۳۵۵/۱۱ ۔

بعض حضرات نے فرمایا کہ "بنو ماء السماء" ان کو اس مناسبت سے کہا کہ اللہ تعالی نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لئے آب زمزم جاری فرمایا تھا اور وہ آسمان کا پانی ہے ۔ (۸) لیکن یہ توجیہ مستبعد ہے، زمزم کو آسمان کا پانی کیسے کہا جاسکتا ہے ۔

بعض نے اس کی ایک اور وجہ بھی لکھی ہے کہ عرب دراصل پانی کی تلاش اور جستجو میں رہتے تھے جہاں بارش ہوتی اور پانی جمع ہوتا وہیں پڑاؤ ڈال دیتے، اس مناسبت سے انہیں "بنو ماء السماء" کہا ۔ (۹)

٤٧٩٧ : حدّثنا قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جعفرٍ ، عَنْ حُمَيْدٍ ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قالَ : أَقامَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ خَيْبَرَ وَالْمَدِينَةِ ثَلَاثًا يُبْنَى عَلَيْهِ بِصَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيٍّ ، فَدَعَوْتُ الْمُسْلِمِينَ إِلَى وَلِيمَتِهِ ، فَمَا كَانَ فِيهَا مِنْ خُبْزٍ وَلَا لَحْمٍ ، أُمِرَ بِالْأَنْطَاعِ ، فَأُلْقِيَ فِيهَا مِنَ التَّمْرِ وَالْأَقِطِ وَالسَّمْنِ ، فَكَانَتْ وَلِيمَتَهُ ، فَقَالَ الْمُسْلِمُونَ : إِحْدَى أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ ، أَوْ مِمَّا مَلَكَتْ يَمِينُهُ ، فَقَالُوا : إِنْ حَجَبَهَا فَهِيَ مِنْ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ ، وَإِنْ لَمْ يَحْجُبْهَا فَهِيَ مِمَّا مَلَكَتْ يَمِينُهُ ، فَلَمَّا ارْتَحَلَ وَطَّى لَهَا خَلْفَهُ ، وَمَدَّ الْحِجَابَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ النَّاسِ . [ر : ٣٦٤]

اس حدیث میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی کا بیان ہے تفصیل کتاب المغازی میں گذر چکی، ترجمۃ الباب اس حدیث سے یوں ثابت ہورہا ہے کہ صحابہ کرامؓ نے کہا "إنْ حَجَبها فهي من أمهات المؤمنين، وإن لم يَحْجبها فهي مما ملكت يمينه" حضرات صحابہؓ کا یہ کہنا اسی بنیاد پر ہے کہ "اتخاذ سراری" جائز تھا ۔

## ١٤ - باب : مَنْ جعلَ عِتْقَ الْأَمَةِ صَداقَها .

٤٧٩٨ : حدّثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ، عَنْ ثَابِتٍ وَشُعَيْبِ بْنِ الْحَبْحَابِ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ : أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَعْتَقَ صَفِيَّةَ ، وَجَعَلَ عِتْقَهَا صَدَاقَهَا . [ر : ٣٦٤]

---

(۸) الکرمانی: ۲۱/۶۸ ۔

(۹) عمدۃ القاری: ۲۰/۸۰ ۔

(۴۷۹۸) واخرجه الترمذی فی کتاب النکاح، باب ماجاء فی الرجل یعتق الامة ثم یتزوجها، رقم الحدیث: ۱۱۱۵، وابن ماجه فی کتاب النکاح، باب الرجل یعتق امته ثم یتزوجها، رقم الحدیث: ۱۹۵۷، ومسلم فی کتاب النکاح، باب فضیلة اعتاق الامة ثم یتزوجها، رقم الحدیث: ۱۵۳، وابوداؤد فی کتاب النکاح، باب فی الرجل یعتق امته ثم یتزوجها، رقم الحدیث: ۲۰۵۴ ۔ والحدیث تقدم فی غزوة خیبر ۔

## کیا عتق کو مہر بنایا جاسکتا ہے ؟

❶ باندی کی آزادی کو اس کا مہر بنایا جاسکتا ہے یا نہیں ؟ اس میں اختلاف ہے ، حضرت سعید بن المسیب ، طاوس ، ابن شہاب زہری ، اسحاق بن راہویہ ، امام احمد بن حنبل ، سفیان ثوری اور قاضی ابویوسف رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ آزادی اور عتق کو مہر بنایا جاسکتا ہے ،(۱۰) یہ حضرات حدیث باب سے استدلال کرتے ہیں ۔

❷ امام ابوحنیفہ ، امام مالک اور امام شافعی رحمہم اللہ کے نزدیک عتق کو مہر بنانا جائز نہیں (۱۱) امام ترمذی اور علامہ ابن حزم نے امام شافعی رحمہ اللہ کا قول جواز کا نقل کیا ہے (۱۲) لیکن علمائے شافعیہ نے اس نقل کو ضعیف قرار دیا ہے اور ان کا صحیح مسلک عدم جواز کا نقل کیا ہے ،(۱۳) یہ حضرات حدیث باب کے مختلف جوابات دیتے ہیں :

❶ ایک جواب یہ دیا گیا کہ "وجعل عتقها صداقها" حضرت انس کا اپنا قول ہے ، انہوں نے اپنی رائے اور ظن کی بناء پر یہ جملہ کہا ہے ۔(۱۴)

لیکن یہ جواب ضعیف ہے کیونکہ طبرانی کی روایت میں خود حضرت صفیہ کا قول ہے .....

" اعتقنی النبی ﷺ وجعل عتقی صداقی " (۱۵) یہ روایت حضرت انس کی حدیث کے موافق ہے ۔

❷ امام مزنی رحمہ اللہ نے امام شافعیؒ سے اور امام بیہقی نے یحیی بن اکثم سے نقل کیا ہے کہ عتق کو مہر بنانا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں داخل ہے (۱۶) امام طحاوی رحمہ اللہ نے بھی اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں شمار کیا ہے (۱۷) لہذا آپ کے بعد یہ کسی کے لئے جائز نہیں ۔

❸ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ اعتاق علی شرط التزویج تھا یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شرط کے ساتھ حضرت صفیہ کو آزاد فرمایا کہ آپ ان سے شادی کریں گے اور جب

---

(۱۰) عمدۃ القاری : ۸۱/۲۰ ۔ وبدایۃ المجتہد : ۱۶/۲ الباب الثانی فی موجبات صحۃ النکاح ۔

(۱۱) عمدۃ القاری : ۸۱/۲۰ ۔

(۱۲) سنن الترمذی : ۲۱۱/۱ ۔ باب ما جاء فی الرجل یعتق الامۃ ثم یتزوجها ، وفتح الباری : ۱۶۱/۹ ۔

(۱۳) فتح الباری : ۱۶۱/۹ ۔

(۱۴) فتح الباری : ۱۶۰/۹ ۔

(۱۵) فتح الباری : ۱۶۰/۹ ۔

(۱۶) فتح الباری : ۱۶۱/۹ ۔

(۱۷) شرح معانی الآثار للطحاوی : ۱۲/۲ ۔

اس طرح نکاح ہوتا ہے تو باندی کی قیمت مہر شمار ہوا کرتی ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہؓ کی قیمت کو ان کا مہر قرار دیا اور چونکہ قیمت معلوم تھی اس لئے اسے مہر بنانے میں کوئی مضائقہ بھی نہیں تھا، حافظ نے اس جواب کو الفاظ حدیث سے قریب ترین جواب قرار دیا، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"وأجاب الباقون عن ظاهر الحديث بأجوبة، أقربها إلى لفظ الحديث أنه أعتقها بشرط أن يتزوجها، فوجبت له عليها قيمتها، وكانت معلومة، فتزوجها بها" (۱۸)

## ۱۵ - باب: تَزْوِيجِ الْمُعْسِرِ.

لِقَوْلِهِ تَعَالَى: «إِنْ يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ» /النور: ۳۲/.

اس سے پہلے ایک ترجمہ "باب تزویج المعسر الذی معه القرآن والاسلام" کے عنوان سے گذر چکا ہے، دونوں ترجموں میں فرق ظاہر ہے کہ ماقبل والا ترجمہ خاص ہے کیونکہ اس میں "الذی معه القرآن والاسلام" کی قید ہے اور مذکورہ ترجمہ عام ہے، امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ تنگدست آدمی سے اگر کوئی نکاح کردے تو یہ جائز ہے، استدلال میں سورۃ نور کی آیت پیش فرمائی، سورۃ نور میں ہے "وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَائِكُمْ اِنْ يَكُوْنُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ" علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ اس آیت کے فائدے میں لکھتے ہیں:

"بعض لوگ نکاح میں اس لئے پس وپیش کیا کرتے ہیں کہ نکاح ہوجانے کے بعد بیوی بچوں کا بار کیسے اٹھے گا، انہیں سمجھادیا کہ ایسے موہوم خطرات پر نکاح سے مت رکو، روزی تمہاری اور بیوی بچوں کی اللہ کے ہاتھ میں ہے، کیا معلوم ہے کہ خدا چاہے تو ان ہی کی قسمت سے تمہارے رزق میں کشایش کردے، نہ مجرد رہنا غنا کا موجب ہے اور نہ نکاح کرنا فقر وافلاس کو مستلزم ہے، یہ باتیں حق تعالیٰ کی مشیت پر ہیں، جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا "وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ اِنْ شَاءَ" اور ظاہری اسباب کے اعتبار سے بھی یہ چیز معقول

(۱۸) فتح الباری: ۱۶۰/۹۔

ہے کہ نکاح کرلینے یا ایسا ارادہ کرنے سے آدمی پر بوجھ پڑتا ہے اور وہ پہلے سے بڑھ کر کمائی کے لئے جدوجہد کرتا ہے، ادھر بیوی اور اولاد ہوجائے تو وہ بلکہ بعض اوقات بیوی کے کنبہ والے بھی کسب معاش میں اس کا ہاتھ بٹاتے ہیں، بہر حال روزی کی تنگی یا وسعت نکاح یا تجرد پر موقوف نہیں، پھر یہ خیال نکاح سے مانع کیوں ہو" (۱۹)

٤٧٩٩ : حدّثنا قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حازِمٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ قالَ : جاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَتْ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، جِئْتُ أَهَبُ لَكَ نَفْسِي ، قالَ : فَنَظَرَ إِلَيْهَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَصَعَّدَ النَّظَرَ فِيهَا وَصَوَّبَهُ ، ثُمَّ طَأْطَأَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ رَأْسَهُ ، فَلَمَّا رَأَتِ الْمَرْأَةُ أَنَّهُ لَمْ يَقْضِ فِيهَا شَيْئًا جَلَسَتْ ، فَقَامَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِهِ فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكَ بِهَا حاجَةٌ فَزَوِّجْنِيهَا ، فَقَالَ : (وَهَلْ عِنْدَكَ مِنْ شَيْءٍ) . قالَ : لَا وَاللّٰهِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، فَقَالَ : (اذْهَبْ إِلَى أَهْلِكَ فَانْظُرْ هَلْ تَجِدُ شَيْئًا) . فَذَهَبَ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ : لَا وَاللّٰهِ ما وَجَدْتُ شَيْئًا ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : (انْظُرْ وَلَوْ خاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ) . فَذَهَبَ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ : لَا وَاللّٰهِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَلَا خاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ ، وَلٰكِنْ هٰذَا إِزَارِي – قالَ سَهْلٌ : ما لَهُ رِدَاءٌ – فَلَهَا نِصْفُهُ ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : (ما تَصْنَعُ بِإِزَارِكَ ، إِنْ لَبِسْتَهُ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهَا مِنْهُ شَيْءٌ ، وَإِنْ لَبِسَتْهُ لَمْ يَكُنْ عَلَيْكَ شَيْءٌ) . فَجَلَسَ الرَّجُلُ حَتَّى إِذَا طَالَ مَجْلِسُهُ قامَ ، فَرَآهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مُوَلِّيًا . فَأَمَرَ بِهِ فَدُعِيَ . فَلَمَّا جاءَ قالَ : (ماذَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ) . قالَ : مَعِي سُورَةُ كَذَا وَسُورَةُ كَذَا ، عَدَّدَهَا . فَقَالَ : (تَقْرَؤُهُنَّ عَنْ ظَهْرِ قَلْبِكَ) . قالَ : نَعَمْ ، قالَ : (اذْهَبْ فَقَدْ مَلَّكْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ) . [ر : ٢١٨٦]

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک عورت آئی اور کہنے لگی یا رسول اللہ! میں نے اپنا نفس آپ کے لئے ھبہ کردیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوپر سے نیچے تک اس کو دیکھا پھر سر جھکالیا، عورت نے جب دیکھا کہ آپ نے کوئی فیصلہ نہیں فرمایا تو وہ بیٹھ گئی، صحابہ میں سے ایک آدمی کھڑا ہوکر کہنے لگا، یارسول اللہ! اگر آپ کو اس عورت کی ضرورت نہیں تو مجھ سے اس کی شادی کرادیں، حضور اکرم

(۱۹) تفسیر عثمانی : ۲۵۲ سورۃ التوبۃ۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا آپ کے پاس کچھ ہے ؟ تو وہ کہنے لگا میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ، آپ ؐ نے فرمایا ذرا گھر جاکر دیکھ لو کہ کچھ ہے یا نہیں ؟ وہ جاکر واپس لوٹا اور کہنے لگا میں نے تو کچھ بھی نہیں پایا ، آپ ؐ نے فرمایا دیکھ لو اگر چہ لوہے کی ایک انگوٹھی ہی کیوں نہ ہو تو وہ گیا اور واپس آکر کہنے لگا یا رسول اللہ ! لوہے کی ایک انگوٹھی بھی مجھے نہیں ملی لیکن یہ میری ازار ہے ، یہ آدھی اس کی ہوجائے -- حضرت سہل نے فرمایا کہ اس کے پاس صرف ازار تھی رداء نہیں تھی یعنی صرف تہہ بند تھا دوسری چادر نہ تھی جو قمیص کی جگہ استعمال کرتے ہیں -- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ عورت آپ کی ازار کے ساتھ کیا کرے گی ، اگر آپ اسے پہنیں گے تو اس کو کچھ نہیں ملے گا اور اگر وہ پہنے گی تو اس میں سے آپ کو کچھ میسر نہیں آئے گا (یعنی اس کو ایک ہی آدمی استعمال کرسکتا ہے دو کے لئے وہ کافی نہیں ) تو وہ آدمی بیٹھ گیا اور کافی دیر بیٹھنے کے بعد کھڑا ہو کر جانے لگا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب واپس جاتے ہوئے اسے دیکھا تو اس کو بلانے کے لئے حکم دیا وہ آیا تو آپ ؐ نے فرمایا قرآن میں سے آپ کے پاس کیا ہے ؟ کہنے لگا میرے پاس فلاں فلاں سورت ہے ، آپ ؐ نے دریافت فرمایا ان سورتوں کو تم زبانی پڑھ سکتے ہو ، اس نے کہا جی ہاں تو آپ ؐ نے فرمایا جاؤ قرآن کا جو حصہ تمھارے پاس ہے اس کے عوض میں نے تم کو اس عورت کا مالک بنادیا ۔

## جاءت اِمرَأَة إلی رسول اللہ ﷺ

اس عورت کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لاعلمی ظاہر فرمائی ہے اور لکھا ہے "وهذه المرأة لَمْ أَقِف عَلَى اسمها"(۲۰) اور ابن قصاع نے اس کا نام لکھا ہے کہ مذکورہ عورت خولہ بنت حکیم یا ام شریک تھی ۔ (۲۱)

## فَصَعَّد النظر فيها وَصَوَّبَه

یعنی آپ ؐ نے نظر اوپر کی طرف دوڑائی اور پھر نیچے کی طرف ، مقصد یہ ہے کہ آپ نے اس عورت کو اوپر سے نیچے تک دیکھا۔ صَوَّبَ: نیچے کرنا۔ باب تفعیل سے ہے اور طَأْطَأَ کے

(۲۰) فتح الباری: ۲۵۷/۹ ـ

(۲۱) فتح الباری: ۲۵۷/۹ ـ

معنی بھی نیچے کرنے کے ہیں۔

فقام رجلٌ مِنْ أَصْحابه

یہ آدمی کون تھا، اس کا نام معلوم نہیں ہوسکا البتہ طَبَرانی کی روایت میں ہے "فقام رجلٌ أَحْسِبه مِنَ الأَنْصار" (۲۲) کوئی انصاری آدمی تھا۔

انظر ولو خاتَماً مِنْ حدید

اس سے بعض حضرات نے استدلال کیا ہے کہ لوہے کی انگوٹھی پہننے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، امام شافعی رحمہ اللہ کا یہی مسلک ہے (۲۳) لیکن حنفیہ اور جمہور علماء لوہے کی انگوٹھی کو مکروہ تحریمی کہتے ہیں (۲۴) اس لئے کہ ابوداود کی روایت میں آیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو لوہے کی انگوٹھی پہنے ہوئے دیکھا تو فرمایا "مالی اری علیک حلیة اھل النار" اس کے بعد اس شخص نے پیتل کی انگوٹھی پہن لی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا "مالی أجد منک ریحَ الأَصْنام" پھر اس نے پوچھا کہ میں کونسی انگوٹھی استعمال کروں، آپ نے فرمایا چاندی کی انگوٹھی پہنو۔ (۲۵)

حدیث باب کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ لوہے کی انگوٹھی کے ذکر سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے استعمال کرنے کی اجازت دے رہے ہیں، آپ کا مقصد یہ تھا کہ کوئی معمولی سے معمولی قیمت کی چیز بھی اگر میسر ہو تو وہ لے آؤ، (۲۶) اس کی مزید تفصیل آگے کتاب اللباس میں آئے گی۔

ولکن هذا إِزاری — قال سهل: ماله رِداء — فلها نصفه

اصل عبارت ہے "ولکن هذا إِزاری فلها نصفه" یعنی میرے پاس یہ ازار ہے اس کا

---

(۲۲) فتح الباری: ۹/۲۵۹۔

(۲۳) المجموع شرح المهذب: ۴/۳۴۴۔ باب مایکره لبسه ومالا یکره۔

(۲۴) البحر الرائق: ۸/۱۹۱۔ کتاب الکراهیة، فصل فی اللبس، فتح القدیر: ۸/۴۵۷۔ کتاب الکراهیة۔

(۲۵) سنن ابی داؤد: ۲/۵۸۰، باب ما جاء فی خاتم حدید۔

(۲۶) فتح الباری: ۹/۲۶۴۔

آدھا اس عورت کو دیدیا جائے "قال سهل: ماله رداء" یہ درمیاں میں جملہ معترضہ ہے راویٔ حدیث حضرت سھل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس آدمی کی غربت کی یہ حالت تھی کہ اس کے پاس رِداء نہیں تھی صرف ازار وتہہ بند تھا۔

## قال اِذهَبْ فقد مَلَّكتُكُهابما معك من القرآن

حدیث باب کے مذکورہ جملہ سے استدلال کرکے حضرات شافعیہ تعلیم القرآن کے مہر بنانے کو جائز قرار دیتے ہیں۔(۲۷)

جمہور اور حنفیہ کے نزدیک تعلیم القرآن کو مہر بنانا جائز نہیں،(۲۸) جمہور کا استدلال قرآن کریم کی آیت سے ہے "وَاُحِلَّ لَكُمْ مَاوَرَاءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ" اس میں ابتغاء بالمال کا حکم دیا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ مہر کے لئے مال متقوم کا ہونا ضروری ہے اور جو مال نہ ہو وہ مہر نہیں بن سکتا اور تعلیم القرآن بھی مال نہیں، اس لئے اس کو مہر بنانا جائز نہیں، جہاں تک تعلق ہے حدیث باب کا اس کے مختلف جوابات دئے گئے ہیں:

① ایک جواب یہ دیا گیا کہ تعلیم قرآن کو مہر بنانا متعلقہ صحابی کی خصوصیت تھی، چنانچہ اس خصوصیت کی بعض روایات میں تصریح ہے "ان رسول اللہ ﷺ زوّج رجلا علی سورة من القرآن ثم قال: لاتکون لأحد بعدک مهرا" یہ روایت ابن قدامہ نے "المغنی" میں ذکر فرمائی ہے۔(۲۹)

② دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ "بما معک من القرآن" میں باء عوض کی نہیں بلکہ باء سببیت کے لئے ہے اور مطلب یہ ہے کہ ملکتکها لانک من اهل القرآن یعنی اهل قرآن ہونے کی وجہ سے تم پر مہر معجّل واجب قرار نہیں دیا جاتا البتہ مہر موجل قواعد کے مطابق واجب ہوگا۔(۳۰)

---

(۲۷) المجموع شرح المهذب: ۱۵/۳۸۶، کتاب الصداق، مسالة اذاتزوجها واصدقها تعليم القرآن۔

(۲۸) المغنی لابن قدامة: ۶/۶۸۳۔ کتاب الصداق۔

(۲۹) دیکھئے المغنی لابن قدامۃ: ۶/۶۸۳۔ کتاب الصداق۔

(۳۰) اوجز المسالک: ۹/۲۹۴۔ کتاب النکاح باب ما جاء فی الصداق والاباء۔

## ۱٦ - باب : الأكفاء في الدين.

وقوله : «وهو الذي خلق من الماء بشرا فجعله نسبا وصهرا وكان ربك قديرا» /الفرقان : ٥٤/

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد اس ترجمہ سے یہ ہے کہ نکاح کے سلسلہ میں دین کے اندر مشارکت اور مماثلت مطلوب ہے۔

اس پر تو سب کا اتفاق ہے کہ دین میں کفاءت ضروری ہے، مسلمان عورت کا کسی کافر مرد سے اور مسلمان مرد کا کسی کافرہ عورت سے نکاح جائز نہیں البتہ کتابیات اس حکم سے مستثنی ہیں۔

دین کے علاوہ کوئی اور چیز بھی ایسی ہے جس میں کفاءت مطلوب ہو، اس میں اختلاف ہے امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک صرف دین کے اندر کفاءت ضروری ہے، اس کے علاوہ باقی کسی چیز میں کفو ہونا ضروری نہیں، امام احمد رحمہ اللہ سے بھی ایک روایت اسی طرح منقول ہے۔

جمہور علماء فرماتے ہیں کہ چار چیزیں ایسی ہیں کہ ان میں کفاءت کی رعایت کی جائے گی
❶ دین ❷ نسب ❸ حرفت وصنعت ❹ حریت۔ (۳۱)

باقی رہا مال میں کفاءت، اس میں اختلاف ہے، بعض حضرات اس کا اعتبار کرتے ہیں اور بعض نہیں کرتے، آگے یہ بحث آرہی ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ چونکہ کفاءت فی النسب کے قائل نہیں اس لئے انہوں نے قرآن مجید کی جو آیت منتخب کی "وهو الذی حلق من الماء بشرا فجعله نسبا وصهرا" اس سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالی نے مطلقاً بشر کے متعلق یہ فرمایا "فجعله نسباً وصهراً" کہ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جن سے نسب کا تعلق ہوتا ہے، ان سے نکاح حلال نہیں اور بعضوں سے صہر کا تعلق قائم کیا جاسکتا ہے یعنی ان سے نکاح حلال ہے، امام فراء فرماتے ہیں "النسب من لا یحل نکاحه، والصهر من یحل نکاحه" (۳۲) آیت کریمہ میں بشر کو ان دو قسموں میں منقسم کیا گیا ہے جس سے

---

(١٦) (الأكفاء) جمع كفء . وهو المثل والنظير (من الماء) من النطفة .(فجعله) قسمين . (نسبا) ذوي نسب . أي ذكورا ينسب إليهم . (وصهرا) ذوات صهر . أي إناثا يصاهر بهن والإتيان بالآية يفيد : أن البشر من منشأ واحد . فلا تمايز بينهم من حيث الجنس . وإنما ينبغي أن يكون التمايز من حيث الدين ، ولذلك كانت الكفاءة بين الزوجين معتبرة بالدين لا بغيره

(۳۱) مذکورہ تفصیل کے لئے دیکھئے الفقہ الاسلامی وادلتہ: ۷/۲۴۰-۲۴۱۔ المبحث الخامس ما تكون فيه الكفاءة۔

(۳۲) فتح الباری: ۹/۱۶۴۔

معلوم ہوتا ہے کہ ہر بشر دوسرے کے لئے کفو ہے، دین کے بعد کسی دوسری چیز میں کفاءت کی ضرورت نہیں۔

اور واقعہ بھی یہ ہے کہ کفاءت فی الانساب کے بارے میں جتنی روایتیں بھی پیش کی جاتی ہیں ان میں ایک بھی ایسی نہیں ہے جو نقد اور کلام سے خالی ہو، (۳۳) کفاءت انساب کے بارے میں سب سے زیادہ قوی دلیل حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جو ترمذی میں ہے "یا عَلی، ثلاث لا تؤخرھا: الصلاۃ إذا حانت، والجنازۃ إذا حضرت، والأیّم إذا وجدت لھا کفوا" (۳۴) امام بیہقی فرماتے ہیں کہ کفاءت کے باب میں سب سے امثل دلیل یہی ہے، (۳۵) لیکن کفاءت فی النسب میں یہ صریح نہیں ہے۔

## کون کس کا کفو ہے؟

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قریش ایک دوسرے کے لئے کفو ہیں، قریش کے علاوہ عام عرب ایک دوسرے کے لئے کفو ہیں اور کوئی عجمی عربی کا کفو نہیں لأن العجم ضَیَّعُوا أنسابھم شوافع سے بھی ایک روایت میں یہی تفصیل منقول ہے لیکن ان کا صحیح قول یہ ہے کہ بنو ہاشم اور بنو المطلب دوسرے لوگوں پر مقدم ہیں اور ان کے علاوہ باقی بعض بعض کے لئے کفو ہیں۔ (۳۶)

## کفاءت حق اللہ ہے یا حق المرأۃ

کفاءت حق اللہ ہے یا حق المرأۃ والاولیاء، جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ کفاءت حق اللہ نہیں یہ حق المرأۃ والاولیاء ہے اور چونکہ یہ ان کا حق ہے اس لئے جمہور علماء اور ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ کفاءت صحتِ نکاح کے لئے شرط نہیں، عورت اور اولیاء کی رضامندی سے غیر کفو میں اگر نکاح ہوجائے تو درست ہے، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی بھی ایک روایت اسی طرح ہے اور ان کی دوسری روایت یہ ہے کہ کفاءت صحتِ نکاح کے لئے شرط ہے۔ (۳۷)

---

(۳۳) وفی الفتح: ۱۶۴/۹ "ولم یثبت فی اعتبار الکفاءۃ بالنسب حدیث"

(۳۴) عمدۃ القاری: ۸۶/۲۰۔

(۳۵) السنن الکبری للبیہقی، کتاب النکاح، باب اعتبار الکفاءۃ: ۱۳۲/۷۔

(۳۶) فتح الباری: ۱۶۴/۹۔

(۳۷) دیکھئے المغنی لابن قدامۃ: کتاب النکاح: رقم المسالۃ: ۵۱۸۹: ۲۶/۷ مختصر اختلاف العلماء للطحاوی، کتاب النکاح: ۲/ ۲۵۳۔

امام بخاری رحمہ اللہ چونکہ صرف دین کے اندر کفاءت اختیار کرتے ہیں، نسب وحریت وغیرہ میں کفاءت کا اعتبار ان کے نزدیک درست نہیں، اس لئے انہوں نے اس باب میں اپنے مذہب کو ثابت کرنے کے لئے ایسی روایات پیش کی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ خاندانی لحاظ سے اونچے درجے کی عورت کا غیر کفو میں نکاح ہوا ہے، مثلاً پہلی حدیث میں ہے کہ ہند بنت الولید بن عتبہ بن ربیعہ کا نکاح حضرت سالم سے ہوا جو ایک انصاری خاتون کے آزاد کردہ غلام تھے اور ہند بنت الولید قریشیہ تھیں۔ اسی طرح باب کی دوسری روایت میں ہے کہ ضباعہ بنت الزبیر حضرت مقداد بن الاسود کے نکاح میں تھیں، حضرت مقداد غیر قریشی تھے جبکہ حضرت ضُباعہ قریشیہ تھیں۔

٤٨٠٠ : حدَّثنا أَبو اليَمانِ : أَخبرَنا شُعَيبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قالَ : أَخبرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْها : أَنَّ أَبا حُذَيْفَةَ بْنَ عُتْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ بْنِ عَبْدِ شَمْسٍ ، وَكانَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ، تَبَنَّى سالِمًا ، وَأَنْكَحَهُ بِنْتَ أَخِيهِ هِنْدَ بِنْتَ الْوَلِيدِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ ، وَهُوَ مَوْلًى لِامْرَأَةٍ مِنَ الْأَنْصارِ ، كَما تَبَنَّى النَّبِيُّ ﷺ زَيْدًا ، وَكانَ مَنْ تَبَنَّى رَجُلاً فِي الْجاهِلِيَّةِ دَعاهُ النَّاسُ إِلَيْهِ وَوَرِثَ مِنْ مِيراثِهِ ، حَتَّى أَنْزَلَ اللّٰهُ : «ادْعُوهُمْ لِآبائِهِمْ – إِلَى قَوْلِهِ – وَمَوالِيكُمْ» فَرُدُّوا إِلَى آبائِهِمْ ، فَمَنْ لَمْ يُعْلَمْ لَهُ أَبٌ كانَ مَوْلًى وَأَخًا فِي الدِّينِ ، فَجاءَتْ سَهْلَةُ بِنْتُ سُهَيْلِ ابْنِ عَمْرٍو الْقُرَشِيِّ ثُمَّ الْعامِرِيِّ – وَهِيَ امْرَأَةُ أَبِي حُذَيْفَةَ – النَّبِيَّ ﷺ فَقالَتْ : يا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّا كُنَّا نَرَى سالِمًا وَلَدًا ، وَقَدْ أَنْزَلَ اللّٰهُ فِيهِ ما قَدْ عَلِمْتَ .. فَذَكَرَ الحَدِيثَ . [ر : ٣٧٧٨]

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ حدیث دو جگہ ذکر کی ہے ایک یہاں اور ایک کتاب المغازی "باب شهود الملائكة بدراً" کے بعد "باب بلا ترجمة" میں اور وہیں پر ہم نے اس حدیث کی تفصیل بیان کردی ہے۔ (۳۸)

٤٨٠١ : حدَّثنا عُبَيْدُ بْنُ إِسْماعِيلَ : حدَّثنا أَبو أُسامَةَ ، عَنْ هِشامٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عائِشَةَ قالَتْ : دَخَلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَلَى ضُباعَةَ بِنْتِ الزُّبَيْرِ ، فَقالَ لَها : (لَعَلَّكِ أَرَدْتِ الحَجَّ) قالَتْ : وَاللّٰهِ لا أَجِدُنِي إِلَّا وَجِعَةً . فَقالَ لَها : (حُجِّي وَاشْتَرِطِي ، قُولِي : اللَّهُمَّ مَحِلِّي حَيْثُ

(۳۸) دیکھئے کشف الباری، کتاب المغازی : ۱۵۲۔

حَبَسْتَنِي) وَكَانَتْ تَحْتَ الْمِقْدَادِ بْنِ الْأَسْوَدِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ضباعہ بنت الزبیر بن عبدالمطلب کے پاس آکر ان سے دریافت کیا کہ شاید تم نے حج کا ارادہ کیا ہے؟ تو وہ کہنے لگی میں اپنے جسم میں درد محسوس کرتی ہوں (یعنی میں بیمار ہوں، جسم میں درد اور تکلیف رہتی ہے) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تم حج کرنے چلی جاؤ اور شرط کرلو یہ کہہ کر کہ "اے اللہ! میرے احرام سے حلال ہونے کی جگہ وہ ہے جہاں تو مجھ کو (میری بیماری کی وجہ سے) روک دے گا (یعنی جس مقام پر مجھے کوئی مرض یا عذر پیش آجائے تو وہاں احرام سے نکلنے کا مجھے اختیار ہوگا) اور ضباعہ (قریشیہ) حضرت مقداد بن الاسود (غیر قریشی) کے نکاح میں تھیں (یہی جملہ ترجمۃ الباب کو ثابت کرتا ہے)

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ حدیث یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے، کتاب الحج سے متعلق اس حدیث کو انہوں نے وہاں ذکر نہیں فرمایا، یہاں اس کو کفاءت فی النسب کے غیر معتبر ہونے اور صرف کفاءت فی الدین کے معتبر ہونے پر بطور استدلال پیش کیا ہے۔

## دخل رسول الله ﷺ على ضُباعة بنت الزبير

ضباعۃ بنت الزبیر بن عبدالمطلب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چچازاد بہن تھیں۔

## والله لا أجدني الا وجعة

وَجِعة (واؤ کے فتحہ اور جیم کے کسرہ کے ساتھ) صفت مشبہ کا صیغہ ہے ای ذات الوجع یعنی میں اپنے آپ کو درد اور مرض والی محسوس کرتی ہوں۔

## حُجِّي، واشترطي

احرام کے وقت آدمی اس طرح کی شرط لگا سکتا ہے یا نہیں؟ اس کی پوری تفصیل کتاب

---

(۴۸۰۱) واخرجه مسلم فی کتاب الحج، باب جواز اشتراط المحرم التحلل بعذر، رقم الحدیث: ۱۲۰۷، والنسائی فی کتاب الحج، باب الاشتراط فی الحج، رقم الحدیث: ۲۷۶۸، والترمذی، کتاب الحج، باب فی الاشتراط فی الحج، رقم الحدیث: ۹۴۱، وابن ماجه فی کتاب المناسک، باب الشرط فی الحج، رقم الحدیث: ۲۹۳۶۔

الحج "ابواب المحصر" کے تحت گذر چکی ہے کہ امام ابوحنیفہ، امام مالک اور سفیان ثوری کے نزدیک ایسی شرط کا اعتبار نہیں، امام شافعی رحمہ اللہ کا قول جدید بھی یہی ہے، حنابلہ، امام اسحاق اور شافعیہ کے قول قدیم میں اس طرح کی شرط حدیث باب کی وجہ سے جائز ہے اور جہاں کوئی عذر پیش آجائے گا وہاں محرم بغیر دم کے حلال ہوجائے گا۔ (۳۹)

حضرات حنفیہ حدیث باب کا یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ حضرت ضباعہ بنت الزبیرؓ کی خصوصیت تھی۔ (۴۰)

امام بخاری رحمہ اللہ نے باب کی مذکورہ دوروایتوں سے کفاءت فی الدین کے معتبر ہونے اور کفاءت فی النسب کے غیر معتبر ہونے پر استدلال کیا ہے کیونکہ دونوں روایتوں میں قریشی عورتوں کا غیر قریشی مردوں سے نکاح کا ذکر ہے۔

لیکن جو حضرات کفاءت فی النسب کا اعتبار کرتے ہیں، وہ ان حدیثوں کے متعلق کہتے ہیں کہ ان دونوں صورتوں میں زوجہ اور اس کے اولیاء راضی تھے، انہوں نے اپنی رضامندی سے اپنا حق خود ساقط کیا ہے اور اگر کوئی عورت اور اس کے اولیاء اپنی خوشی سے کفاءت فی النسب کا اعتبار نہ کریں تو جائز ہے۔

## تنبیہ

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ حدیث کتاب الحج کے بجائے یہاں کتاب النکاح میں ذکر کی اس بناء پر بعض حضرات کو اس روایت کے صحیح بخاری میں ہونے کا علم نہیں ہوسکا، حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ نے معارف السنن میں لکھا ہے کہ مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ کو بھی یہ حدیث صحیح بخاری میں نہیں مل سکی (۴۱) لیکن اس میں حضرت بنوری رحمہ اللہ سے تسامح ہوا ہے کیونکہ علامہ ظفر احمد عثمانیؒ نے اعلاء السنن میں صراحتاً لکھا ہے "اخرجها البخاری فی کتاب النکاح لافی الحج" (۴۲)

---

(۳۹) عمدۃ القاری: ۲۰/۸۵۔ ومعارف السنن: ۶/۵۸۵۔

(۴۰) عمدۃ القاری: ۱۰/۱۴۷۔ باب الاحصار فی الحج۔

(۴۱) علامہ بنوریؒ لکھتے ہیں: "وقد خفی علی کثیر محلہ فی الصحیح لاخراجہ فی غیر محلہ المعروف عند القوم، فانکروہ، وادعوہ انہ لیس متفقا علیہ کالشیخ احمد شاکر، والشیخ العثمانی صاحب اعلاء السنن وغیرہما۔ (معارف السنن ۶/۵۸۴۔)

(۴۲) دیکھئے اعلاء السنن: ۱۰/۴۳۷۔ باب الاشتراط فی الحج والعمرۃ۔

٤٨٠٢ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنا يحيى ، عَنْ عُبَيْدِ ٱللهِ قالَ : حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِيهِ . عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللهُ عنهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (تُنْكَحُ المَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ : لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا وَجَمَالِهَا وَلِدِينِهَا . فَاظْفَرْ بِذَاتِ ٱلدِّينِ ، تَرِبَتْ يَدَاكَ) .

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار چیزوں کی بناء پر عورت کے ساتھ نکاح کرنا چاہئے ، مال ، حسب ، خوبصورتی اور دینداری اور تو دین والی کے ذریعہ سے کامیابی حاصل کر (اگر کسی میں یہ سب صفات ہیں تو سبحان اللہ ! اور اگر سب نہیں ہیں تو پھر دینداری ہی کو مدار و معیار بنانا چاہئے ۔

## فاظفر بذات الدین

امام بخاری رحمہ اللہ اسی جملہ سے اپنا مذہب ثابت فرمارہے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد اس بات کی طرف مشیر ہے کہ اصل چیز دین ہی ہے ، اسی کا اعتبار اہم اور ضروری ہے ، امام ابن ماجہؒ نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے بھی اس مفہوم کی ایک حدیث نقل فرمائی ہے

"لا تزوجوا النساء لحسنهن ، فعسى حسنهن أن يرديهن -- أي يهلكهن -- ولا تزوجوهن لأموالهن ،

---

(۴۸۰۲) واخرجه مسلم فی کتاب الرضاع ، باب استحباب نکاح ذات الدین ، رقم الحدیث : ۱۴۶۶ ، وابوداؤد فی کتاب النکاح ، باب ما یؤمر بہ من تزویج ذات الدین ، رقم الحدیث : ۲۰۴۷ ، والنسائی فی کتاب النکاح ، باب الکراهیة فی تزویج ولد الزنا ، رقم الحدیث : ۵۳۳۷ ، وابن ماجه فی کتاب النکاح ، باب تزویج ذات الدین ، رقم الحدیث ۱۸۵۸ ۔

٤٨٠ : أخرجه مسلم في الرضاع . باب : استحباب نكاح ذات الدين . رقم : ١٤٦٦
(تنكح) تتزوج ويرغب فيها . (لأربع) لأجل خصال أربع . مجتمعة أو منفردة . (لحسبها) هو ما يعده الناس من مفاخر الآباء وشرفهم . (فاظفر) من الظفر وهو غاية البغية ونهاية المطلوب . (تربت يداك) هو في الأصل دعاء . معناه : لصقت يداك بالتراب : أي افتقرت . ولكن العرب أصبحت تستعمله للتعجب والحث على الشيء . وهذا هو المراد هنا

فعسی أموالهن أن تطغیهن، ولکن تزوجوهن علی الدین، ولأمة سوداء، ذات دین أفضل" (۱)

## تَرِبَتْ یداک

تَرِبَتْ: باب سمع سے ہے بمعنی خاک آلود ہونا، یہ جملہ فقر سے کنایہ ہے، اور بطور بددعاء استعمال کرتے ہیں: علامہ ابن العربی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہاں اس جملہ کو جزا بنایا جائے گا اور اس کے لئے شرط محذوف ہے "أی إن لم تظفر بذات الدین تربت یداک" (۲)

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے ایک آدمی نے کہا کہ میری ایک بیٹی ہے، مجھے اس سے بہت محبت ہے، مختلف لوگوں نے پیغام نکاح بھیجا ہے، آپ بتائیں کہ میں اس کی شادی کیسے شخص سے کروں؟ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا "اس کی شادی ایسے آدمی سے کرو جو اللہ جل شانہ سے ڈرتا ہو، متقی ہو کیونکہ ایسے آدمی کو اگر آپ کی بیٹی سے محبت ہوگی تو وہ اس کی عزت کرے گا اور اگر اس کو آپ کی بیٹی سے نفرت ہوگی تو اس پر ظلم نہیں کرے گا۔ (۳)

---

(۱) فتح الباری: ۱۶۸/۹ ـ وقال بکیر الاسدی:

واول خبث المرء خبث ترابه    واول لوم المرء لؤم المناکح

وقال آخر:

واذا کنت تبغی ایما بجهالة    من الناس فانظر من ابوها وخالها
فانهما منها کما هی منهما    کقدک نعلا ان ارید مثالها
ولا تطلب البیت الدنیء فعاله    ولا بد ذا عقل لورهاء مالها
فان الذی ترجو من المال عندها    سیاتی علیه شؤمها و خبالها

لابد ـ ملابدۃ: جھکانا ورہاء: بیوقوف عورت یعنی بیوقوف عورت کا مال عقلمند آدمی کو اس کے سامنے جھکا دیتا ہے اور اس کو احمق عورت کے تابع بنا دیتا ہے

(۲) فتح الباری: ۱۶۸/۹ ـ

(۳) ارشاد الساری: ۳۶۵/۱۱ ـ

٤٨٠٣ : حدّثنا إبْرَاهِيمُ بْنُ حَمْزَةَ : حَدَّثَنَا ٱبْنُ أَبِي حازِمٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ سَهْلٍ قالَ : مَرَّ رَجُلٌ عَلَى رَسُولِ ٱللهِ ﷺ فَقالَ : (ما تَقُولُونَ فِي هٰذَا) . قالُوا : حَرِيٌّ إِنْ خَطَبَ أَنْ يُنْكَحَ . وإِنْ شَفَعَ أَنْ يُشَفَّعَ ، وَإِنْ قالَ أَنْ يُسْتَمَعَ . قالَ : ثُمَّ سَكَتَ . فَمَرَّ رَجُلٌ مِنْ فُقَرَاءِ الْمُسْلِمِينَ . فَقالَ : (ما تَقُولُونَ فِي هٰذَا) . قالُوا : حَرِيٌّ إِنْ خَطَبَ أَنْ لَا يُنْكَحَ ، وَإِنْ شَفَعَ أَنْ لَا يُشَفَّعَ . وَإِنْ قالَ أَنْ لَا يُسْتَمَعَ . فَقالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (هٰذَا خَيْرٌ مِنْ مِلْءِ الْأَرْضِ مِثْلَ هٰذَا) . [٦٠٨٢]

سند میں "ابن ابی حازم" سے عبدالعزیز مراد ہیں، ابوحازم کا نام سلمہ بن دینار ہے، عبدالعزیز اپنے والد سلمہ بن دینار سے روایت کرتے ہیں۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک آدمی کا گذر ہوا تو آپ نے حضرات صحابہؓ سے دریافت فرمایا کہ "اس شخص کے بارے میں تم کیا کہتے ہو" تو انہوں نے عرض کیا کہ یہ آدمی اس بات کا مستحق اور سزاوار ہے کہ اگر کہیں پیغام نکاح بھیجے تو اس کا نکاح کردیا جائے، اگر سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول کی جائے اور اگر بات کرے تو اس کی بات سنی جائے، حضرت سہل فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہوگئے، اتنے میں ایک مسلمان فقیر آدمی کا گذر ہوا تو آپؐ نے فرمایا کہ "اس کے بارے میں تم کیا کہتے ہو" انہوں نے کہا کہ یہ مستحق ہے اس کا کہ اگر پیغام نکاح بھیجے تو اس کا نکاح نہ کرایا جائے، سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول نہ کی جائے اور اگر بات کرے تو اس کی بات نہ سنی جائے، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "یہ فقیر اس جیسے روئے زمین کے تمام سرمایہ داروں سے بہتر ہے"

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے ترجمۃ الباب ثابت فرمایا کہ اصل اعتبار دین اور دینداری کا ہے اس کے علاوہ مال اور حسب کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فقیر دیندار آدمی کو ایک غنی سے بہتر اور افضل قرار دیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گذرنے والے یہ دونوں آدمی کون تھے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مجھے ان دونوں کا نام معلوم نہیں ہوسکا، (۴) بعض حضرات نے اس فقیر

---

(۴۸۰۳) واخرجه البخاری ایضا فی کتاب الرقاق، باب فضل الفقر، رقم الحدیث: ۶۰۸۲، وابن ماجه فی کتاب الزهد، باب فضل الفقراء، رقم الحدیث: ۴۱۲۰۔

(۴) فتح الباری: ۱۶۹/۹۔

مسلمان کا نام جعیل بن سراقہ بتایا ہے۔(۵)

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں "واطلاقه التفضيل على الغنى المذكور لا يلزم منه تفضيل كل فقير على كل غنى--كما لا يخفى--نعم فيه تفضيله مطلقا في الدين فيطابق الترجمة" (۶)

اس پر تفصیلی کلام آگے کتاب الرقاق میں "باب فضل الفقر" کے تحت آئے گا۔

١٧ – باب : الْأَكْفَاءِ فِي الْمَالِ وَتَزْوِيجِ الْمُقِلِّ الْمُثْرِيَةَ .

٤٨٠٤ : حدَّثني يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ عُقَيْلٍ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قالَ : أَخْبرَنِي عُرْوَةُ : أَنَّهُ سَأَلَ عائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا : «وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا في الْيَتَامى» . قالَتْ : يَا ابْنَ أُخْتِي ، هٰذِهِ الْيَتِيمَةُ تَكُونُ فِي حَجْرِ وَلِيِّهَا ، فَيَرْغَبُ فِي جَمَالِهَا وَمالِهَا ، وَيُرِيدُ أَنْ يَنْتَقِصَ صَدَاقَهَا . فَنُهُوا عَنْ نِكاحِهِنَّ إِلَّا أَنْ يُقْسِطُوا فِي إِكْمَالِ الصَّدَاقِ ، وَأُمِرُوا بِنِكاحِ مَنْ سِوَاهُنَّ . قالَتْ : وَاسْتَفْتَى النَّاسُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ بَعْدَ ذٰلِكَ ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ : «وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ – إِلَى – وَتَرْغَبُونَ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ» . فَأَنْزَلَ اللّٰهُ لَهُمْ : أَنَّ الْيَتِيمَةَ إِذَا كانَتْ ذَاتَ جَمَالٍ وَمالٍ رَغِبُوا فِي نِكَاحِهَا وَنَسَبِهَا فِي إِكْمالِ الصَّدَاقِ ، وَإِذَا كانَتْ مَرْغُوبَةً عَنْهَا فِي قِلَّةِ الْمَالِ وَالْجَمَالِ ، تَرَكُوهَا وَأَخَذُوا غَيْرَهَا مِنَ النِّسَاءِ ، قالَتْ : فَكَمَا يَتْرُكُونَهَا حِينَ يَرْغَبُونَ عَنْهَا ، فَلَيْسَ لَهُمْ أَنْ يَنْكِحُوهَا إِذَا رَغِبُوا فِيهَا ، إِلَّا أَنْ يُقْسِطُوا لَهَا وَيُعْطُوهَا حَقَّهَا الْأَوْفَى فِي الصَّدَاقِ [ر : ٢٣٦٢]

المقِل: فقیر۔ المُثرِیَة (میم کے ضمہ، ثاء کے سکون، راء کے کسرہ اور یاء کے فتحہ کے ساتھ) هي التي لها ثراء: یعنی مالدار عورت۔

امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک مال کے اندر کفاءت کا اعتبار نہیں ہے "الاکفاء فی المال" کے بعد "تزویج المقل المثریة" کا اضافہ اسی بات کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ہے کہ ایک فقیر اور مسکین آدمی مالدار عورت کے ساتھ نکاح کرسکتا ہے۔

---

(۵) فتح الباری: ۱۶۹/۹۔

(۶) ارشاد الساری: ۳۶۶/۱۱۔

کفاءت فی المال کے سلسلہ میں حضرات ائمہ کا اختلاف ہے۔

حضرات حنفیہ اور حنابلہ کفاءت فی المال کا اعتبار کرتے ہیں، (۷) ابن قاسم مالکی کا بھی یہی مسلک ہے (۸) اور امام شافعی رحمہ اللہ کا مشہور مذہب بھی یہی ہے۔ (۹)

امام مالک رحمہ اللہ کا مسلک یہ ہے کہ کفاءت فی المال غیر معتبر ہے، (۱۰) امام احمد بن حنبلؒ کا ایک قول بھی اسی کے مطابق ہے (۱۱) اور امام شافعی رحمہ اللہ کا صحیح مسلک بھی یہی ہے۔ (۱۲)

کفائت فی المال کا مطلب یہ ہے کہ آدمی نفقہ اور مہر دونوں پر قادر ہو، حنفیہ کی یہی ظاہر الروایت ہے (۱۳) البتہ امام ابویوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کفاءت فی المال سے آدمی کا نفقہ پر قادر ہونا مراد ہے، چاہے مہر پر قادر ہو یا نہیں ہو۔ (۱۴)

اور ایک ہے کفاءت فی الیسار والغنی، اس کا مطلب یہ ہے کہ مالداری اور غناء میں مساوات ہو، امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ نے اس کا بھی اعتبار کیا ہے، یہ حضرات فرماتے ہیں کہ اگر بیوی مالدار ہو اور مرد کے پاس اس کے مقابلہ میں مال کم ہو تو عورت کے لئے یہ بات عموماً عار کا سبب بنتی ہے اور پھر وہ تفوق اور تعلی کا اظہار کرتی ہے، (۱۵) جس کی وجہ سے زوجین کے درمیان ناگواری پیدا ہوتی ہے اور ازدواجی زندگی کامیاب نہیں رہتی۔

امام بخاری رحمہ اللہ کفاءت فی المال کا اعتبار نہیں کرتے، ان کے ہاں صرف کفاءت فی الدین معتبر ہے، انہوں نے یہاں باب میں جو روایت ذکر فرمائی اس کی تشریح کتاب التفسیر میں

---

(۱۰) اختلاف العلماء: ۲/۲۵۲ فی الاکفاء فی النکاح والمدونۃ الکبری، کتاب النکاح: ۲/۱۶۳-۱۶۴ والحاوی الکبیر للماوردی: ۱۱/۱۳۱۔

(۱۱) المغنی لابن قدامۃ: ۷/۲۹۔ شروط الکفاءۃ، کتاب النکاح۔

(۱۲) فتح الباری: ۹/۱۷۰۔ نیز دیکھئے العزیز شرح الوجیز للرافعی، کتاب النکاح: ۷/۵۷۶ القول فی الکفاءۃ فی النکاح والحاوی الکبیر: ۱۱/۱۴۷۔

(۱۳) الهدایۃ: ۲/۲۹۰۔ کتاب النکاح۔

(۱۴) الهدایۃ: ۲/۲۹۰۔ کتاب النکاح۔

(۱۵) الهدایۃ: ۲/۲۹۰۔ کتاب النکاح۔

(۷) الفقہ الاسلامی وادلتہ: ۷/۲۴۰۔

(۸) دیکھئے الشرح الصغیر علی اقرب المسالک الی مذہب الامام مالک للدردیر، کتاب النکاح: ۲/۴۰۰ لیکن انہوں نے ابن قاسم کے نام کی تصریح نہیں کی ہے۔

(۹) فتح الباری: ۹/۱۷۰۔

سورۂ نساء کی تفسیر میں گذر چکی ہے ، اس میں ہے "...الاان یقسطوافی اکمال الصداق" اس سے امام بخاری رحمہ اللہ ترجمۃ الباب ثابت کررہے ہیں ، چونکہ یہ عام ہے اور ہر اس شخص کو شامل ہے جو پورا مہرادا کرے چاہے وہ مقل ہو یا مکثر ، مال اس کے پاس کم ہو یا زیادہ ، اس میں "مکثر" کی کوئی قید نہیں ، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کفاءت فی المال کا کوئی اعتبار نہیں ۔

### ١٨ - باب : ما يُتَّقَى مِنْ شُؤْمِ المَرْأَةِ .

وَقَوْلِهِ تَعَالَى : «إِنَّ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ وَأَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَكُمْ» /التغابن : ١٤/ .

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ عورت میں بعض صفات نحوست کی بھی ہوسکتی ہیں مثلاً زبان درازی ، بات بات پر شور اور جھگڑے کی عادت ، اس سے بچنا چاہئے ، قرآن کریم کی آیت "إِنَّ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ وَأَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَكُمْ" سے اسی طرف اشارہ کیا ہے کہ تمھاری بعض بیویاں تمھارے لئے دشمن ہوتی ہیں ، رشتہ داروں سے تعلقات خراب کردیتی ہیں ، جھگڑا اور فساد کرکے خاندان میں تلخی کا سبب بنتی ہیں ۔

٤٨٠٦/٤٨٠٥ : حدّثنا إسْماعِيلُ قالَ : حَدَّثَنِي مالِكٌ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ ، عَنْ حَمْزَةَ وَسَالِمٍ ٱبْنَيْ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ عُمَرَ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ قالَ : (الشُّؤْمُ فِي المَرْأَةِ ، وَٱلدَّارِ ، وَٱلْفَرَسِ) .

(٤٨٠٦) : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ مِنْهالٍ : حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ : حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ العَسْقَلَانِيُّ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنِ ٱبْنِ عُمَرَ قالَ : ذَكَرُوا الشُّؤْمَ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ ، فَقالَ النَّبِيُّ ﷺ : (إِنْ كانَ الشُّؤْمُ فِي شَيْءٍ فَفِي ٱلدَّارِ ، وَالمَرْأَةِ ، وَالْفَرَسِ) . [ر : ١٩٩٣]

٤٨٠٧ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مالِكٌ ، عَنْ أَبِي حازِمٍ ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ قالَ : (إِنْ كانَ فِي شَيْءٍ فَفِي الفَرَسِ وَالمَرْأَةِ وَالمَسْكَنِ) . [ر : ٢٧٠٤]

٤٨٠٨ : حدّثنا آدمُ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ سُلَيْمانَ التَّيْمِيِّ قالَ : سَمِعْتُ أَبَا عُثْمَانَ النَّهْدِيَّ ، عَنْ أُسامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُما ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (ما تَرَكْتُ بَعْدِي فِتْنَةً أَضَرَّ عَلَى الرِّجالِ مِنَ النِّساءِ) .

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نحوست گھر میں ، عورت میں اور گھوڑے میں ہوتی ہے ۔ (۱۶)

دوسری روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نحوست کا تذکرہ کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر نحوست ہے تو گھر میں ، عورت میں اور گھوڑے میں ہے ۔

ان روایات پر اشکال ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دوسری صحیح حدیث میں ہے "لاعدوی ولا طیرۃ" (۱۷) اس میں بدشگونی سے منع فرمایا گیا ہے ، عورت ، گھر اور گھوڑے کے اندر شوم کا یہ تصور بدفالی اور بدشگونی ہی تو ہے ، بظاہر دونوں قسم کی روایات میں تعارض ہے ۔

① امام مالک رحمہ اللہ نے احادیث باب کو اپنے ظاہری معنی پر محمول فرمایا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیثیں اس عام قانون سے مستثنی ہیں ۔ (۱۸)

② بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ حدیثیں قرآن کریم کی آیت "مَآ أَصَابَ مِن مُّصِيبَةٍ فِى الْأَرْضِ وَلَا فِىٓ أَنفُسِكُمْ إِلَّا فِى كِتَٰبٍ" سے منسوخ ہیں ۔ (۱۹)

③ بعض حضرات نے یہ جواب دیا ہے کہ یہ کلام حرف شرط کے ساتھ ہے ، جیسا کہ یہاں باب کی دوسری روایت میں "ان کان الشوم..." حرف شرط کے ساتھ ہے اور مطلب یہ ہے کہ

---

(۴۸۰۸) واخرجہ مسلم فی کتاب الذکر والدعاء والتوبۃ، باب اکثر اہل الجنۃ الفقراء، رقم الحدیث: ۲۷۴۰، والترمذی فی کتاب الاداب، باب ماجاء فی تحذیر فتنۃ النساء، وابن ماجہ فی کتاب الفتن، باب فتنۃ النساء، رقم الحدیث: ۳۹۹۸۔

(۱۶) نقل الحافظ ابوذر الهروی عن البخاری ان شوم الفرس اذا کان حزونا وشوم المراۃ سوء خلقها وشوم الدار سوء جارها وقال غیرہ: شوم الفرس ان لا یغزی علیها وشوم المراۃ ان لا تلد، وشوم الدار ضیقها وقیل شوم المراۃ غلاء مهرها۔ (ارشاد الساری: ۳۶۸/۱۱۔)

(۱۷) صحیح مسلم مع تکملۃ فتح الملہم، کتاب الطب، باب لاعدوی، ولا طیرۃ: ۳۷۰۔

(۱۸) تکملۃ فتح الملہم: ۳۸۰/۴۔ کتاب الطب۔

(۱۹) تکملۃ فتح الملہم: ۳۸۰/۴۔ کتاب الطب۔

شؤم ونحوست اگر کسی چیز میں ہوسکتی ہے تو وہ عورت، گھر اور گھوڑے میں ہوسکتی ہے (۲۰)) لیکن شوئم کسی چیز میں نہیں ہوتی اس لئے ان تین چیزوں میں اس کا تصور نہیں کیا جاسکتا)

④ بعض علماء نے فرمایا کہ درحقیقت شوم کی دو قسمیں ہیں ایک شوم بمعنی عدم موافقت اور دوم شوم بمعنی نحوست، حدیث باب میں شوم بمعنی عدم موافقت ہے اور "لاعدوی ولا طیرة" میں شوم نحوست کے معنی میں ہے، اس صورت میں شوم دار کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ تنگ ہو یا وہاں پڑوسی اچھے نہ ہوں یا وہاں کی آب وہوا خراب ہو، اسی طرح شومِ مرأة کا مطلب یہ ہے کہ اس کی اولاد نہ ہو، زبان دراز ہو، عفت اور پاکدامنی کا خیال نہ رکھتی ہو اور شومِ فرس کا مطلب یہ ہے کہ وہ جہاد میں کام نہ آئے، سرکش ہو یا اس کی قیمت زیادہ ہو۔ (۲۱)

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ روایت یہاں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل فرمائی ہے، امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے، امام طحاوی رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت جب سنی تو ناراض ہوگئیں اور فرمایا کہ حضرت ابوہریرہؓ کو صحیح یاد نہیں رہا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح نہیں فرمایا بلکہ آپؐ نے یہ فرمایا کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ عورت، گھر اور گھوڑے میں بد شگونی کا عقیدہ رکھتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عقیدہ کی تردید فرمائی تھی، امام طحاوی رحمہ اللہ نے اپنا رجحان اسی طرف ظاہر کیا ہے۔ (۲۲)

## ١٩ - باب: الْحُرَّةِ تَحْتَ الْعَبْدِ.

٤٨٠٩: حدّثنا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا مالِكٌ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قالَتْ: كانَ فِي بَرِيرَةَ ثَلَاثُ سُنَنٍ: عَتَقَتْ فَخُيِّرَتْ. وَقالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: (الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ). وَدَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَبُرْمَةٌ عَلَى النَّارِ فَقُرِّبَ إِلَيْهِ خُبْزٌ وَأُدْمٌ مِنْ أُدْمِ الْبَيْتِ، فَقالَ: (أَلَمْ أَرَ الْبُرْمَةَ). فَقِيلَ: لَحْمٌ تُصُدِّقَ بِهِ عَلَى

---

(۲۰) تکملة فتح الملهم: ۳۸۱/۴ ـ کتاب الطب ـ

(۲۱) لامع الدراری: ۲۶۷/۹ ـ

(۲۲) فتح الباری: ۶۱/۶ ـ کتاب الجهاد ـ

بَرِيرَةَ ، وَأَنْتَ لَا تَأْكُلُ الصَّدَقَةَ . قَالَ : (هُوَ عَلَيْهَا صَدَقَةٌ ، وَلَنَا هَدِيَّةٌ). [٤٩٧٥ ، ٥١١٤]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ آزاد عورت کا غلام سے نکاح جائز ہے، دلیل میں انہوں نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کی حدیث پیش فرمائی ہے کہ ان کے شوہر مغیث غلام تھے اور بریرہ رضی اللہ عنہا باندی تھیں، بعد میں حضرت بریرہؓ کو آزادی ملی اور خیار عتق بھی ملا، یہ اختیار ملنا اس بات کی دلیل ہے کہ آزاد عورت غلام کے نکاح میں رہ سکتی ہے۔

لیکن ظاہر ہے کہ یہ استدلال اسی وقت صحیح اور مکمل ہوسکتا ہے جب پہلے یہ ثابت ہوجائے کہ حضرت بریرہؓ کی آزادی کے وقت حضرت مغیثؓ غلام تھے اور یہ قطعی طور پر ثابت نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اس سلسلہ میں روایات مختلف ہیں، بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بریرہؓ کی آزادی کے وقت حضرت مغیث آزاد تھے اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ غلام تھے حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عائشہؓ کی روایات اس سلسلہ میں نقل ہوتی ہیں، حضرت ابن عباسؓ کی روایات میں تو کوئی اختلاف نہیں، ان میں تو اس بات کی تصریح ہے کہ حضرت مغیث بریرہؓ کی آزادی کے وقت غلام تھے (۲۳) البتہ حضرت عائشہؓ کی روایات میں اختلاف ہے بعض روایات سے بریرہؓ کی آزادی کے وقت حضرت مغیث کا غلام ہونا معلوم ہوتا ہے اور بعض سے آزاد ہونا۔ (۲۴)

امام بخاری رحمہ اللہ کا یہاں اس حدیث کو پیش کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان کا رجحان اور میلان اسی طرف ہے کہ بریرہؓ کی آزادی کے وقت حضرت مغیثؓ غلام تھے (۲۵) ورنہ ترجمۃ الباب کے ثبوت کے لئے اس روایت کو پیش نہ کرتے، خیارِ عتق کا مسئلہ آگے کتاب الطلاق میں مستقل باب کے تحت آرہا ہے مذاہب ائمہ کی تفصیل وہیں بیان کی جائے گی۔

حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت بریرہؓ کے واقعہ میں تین شرعی مسئلے ہیں، پہلا مسئلہ

---

٤٨٠٩ : أخرجه مسلم في العتق . باب : إنما الولاء لمن أعتق .. ، رقم : ١٥٠٤

(سنن) طرائق وأحكام شرعية استفاد منها الناس جميعًا . (فخيرت) خيرها رسول الله ﷺ في البقاء عند زوجها أو فراقه وفسخ نكاحه (الولاء لمن أعتق) انظر كتاب العتق . (برمة) قدر متخذ من حجر وقيل من غيره . (أدم البيت) ما يؤتدم به مما يوجد في البيت عادة . (ألم أر البرمة) أي أين الطعام الذي كان يطبخ فيها (هو عليها ..) أي هي ملكته بسبب التصدق به عليها . ونحن نملكه بسبب إهدائها لنا منه وعليه فقد اختلف سبب الملك فاختلف الحكم . وجاز لنا أكله

(۲۳) فتح الباری: ۵۱/۹، کتاب النفقات۔

(۲۴) تعلیقات لامع الدراری: ۲۶۹/۹۔

(۲۵) ارشاد الساری: ۳۷۱/۱۱۔

ہے الولاء لِمَن أعتق یعنی حقِ ولاء آزاد کرنے والے کا حق ہے ، دوسرا مسئلہ ہے خیارِ عتق یعنی آزادی کے بعد بریرہ کو اختیار دیا گیا تھا چاہیں تو مغیث کے ساتھ رہیں یا نہ رہیں اور تیسرا مسئلہ ہے هو عليها صدقة ولنا هدية کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں داخل ہوئے ہانڈی آگ پر رکھی تھی ، آپ کے پاس روٹی اور گھر کا سالن لایا گیا ، آپ نے پوچھا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ دستر خوان پر ہانڈی کا سالن نظر نہیں آیا تو جواب دیا گیا کہ اس میں حضرت بریرہؓ کو دئے جانے والے صدقہ کا گوشت ہے اور آپ صدقہ تناول نہیں فرماتے تو اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ اس کے لئے صدقہ ہے ہمارے لئے ہدیہ ہے (تو اس طرح تبدّلِ ملک سے تبدّلِ عین کا مسئلہ بھی اس واقعہ سے معلوم ہوا)

## ٢٠ – باب : لَا يَتَزَوَّجُ أَكْثَرَ مِنْ أَرْبَعٍ

لِقَوْلِهِ تَعَالَى : «مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ» /النساء : ٢/ : وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ : يَعْنِي مَثْنَى أَوْ ثُلَاثَ أَوْ رُبَاعَ .

وَقَوْلُهُ جَلَّ ذِكْرُهُ : «أُولِي أَجْنِحَةٍ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ» /فاطر : ١/ : يَعْنِي مَثْنَى أَوْ ثُلَاثَ أَوْ رُبَاعَ

٤٨١٠ : حدّثنا مُحَمَّدٌ : أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ ، عَنْ هِشَامٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عائِشَةَ : «وَإِنْ خِفْتُمْ أَنْ لَا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى» قَالَتْ : الْيَتِيمَةُ تَكُونُ عِنْدَ الرَّجُلِ وَهْوَ وَلِيُّهَا ، فَيَتَزَوَّجُهَا عَلَى مالِهَا ، وَيُسِيءُ صُحْبَتَهَا ، وَلَا يَعْدِلُ فِي مالِهَا ، فَلْيَتَزَوَّجْ مَا طَابَ لَهُ مِنَ النِّسَاءِ سِوَاهَا ، مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ . [ر : ٢٣٦٢]

چار سے زیادہ عورتوں کے ساتھ نکاح کے عدم جواز کے متعلق تفصیل سورۃ نساء کی تفسیر میں گذر چکی ہے وہاں بھی بتایا گیا تھا کہ بعض اهل ظاہر اور بعض خارجی چار سے زیادہ عورتوں کے ساتھ نکاح کے جواز کے قائل ہیں ، علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ نے شرح وقایہ کے حاشیہ "عمدۃ الرعایہ" میں قاضی شوکانی کی طرف چار سے زائد عورتوں کے ساتھ نکاح کے جواز کے قول کو منسوب کیا ہے اور لکھا ہے ... "وقد زاد بعض أفاضل اليمن وهو محمد بن علي الشوكاني نغمة في

الطنبور، فأباح نکاح النساء من غیر حصر "(۲٦) لیکن حقیقت یہ ہے کہ علامہ شوکانی کی طرف یہ نسبت درست نہیں، اس لئے کہ انہوں نے "نیل الأوطار" میں اس مسئلہ پر بحث کی ہے اور صفائی کے ساتھ لکھا ہے کہ قرآن مجید کی آیت سے اگر چہ چار سے زائد عورتوں کے ساتھ نکاح کے جواز پر استدلال کیا جاسکتا ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور اجماعِ امت نے چار سے زائد عورتوں کے ساتھ نکاح کی اجازت نہیں دی ہے اس لئے چار سے زیادہ عورتوں کے ساتھ نکاح ناجائز ہے ۔ (۲۷)

۲۱ - باب : «وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ» /النساء : ۲۳/
وَيَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ ما يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ

امام بخاری رحمہ اللہ یہاں سے رضاعت کے مسائل بیان فرمارہے ہیں، بعض نسخوں میں یہاں "کتاب الرضاع" کا عنوان بھی قائم کیا گیا ہے، (۲۸) رِضاعت راء کے کسرہ اور فتحہ دونوں طرح پڑھا گیا ہے ۔ (۲۹)

لغت میں رضاعت کے معنی آتے ہیں مص الصبی اللبن مِنَ الثدی یعنی پستان سے بچے کا دودھ پینا اور اصطلاح میں رضاعت کہتے ہیں "مص الصبی لبن المرأة فی مدة مخصوصة" (۳۰)

## یحرم من الرضاعة ما یحرم من النسب

یعنی نسب جہاں حرمت کا باعث ہے وہاں رضاعت بھی حرمت پیدا کردیتی ہے، بعض حضرات نے اس قاعدہ کلیہ سے کچھ استثنائی صورتیں بھی نکالی ہیں، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے چار صورتیں مستثنیٰ ذکر فرمائی ہیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں :

---

(۲٦) حاشیہ عمدة الرعایة: ۲/ ۱۷ ـ کتاب النکاح ـ

(۲۷) نیل الأوطار: ٦/ ۱۷۰ ـ باب العدد المباح للحر والعبد، کتاب النکاح ـ

(۲۸) ارشاد الساری: ۱۱/ ۳۷۴ ـ

(۲۹) تعلیقات ھدایة للشیخ عبدالحی اللکنوی: ۲/ ۳۲۰ ـ کتاب الرضاع ـ وارشاد الساری: ۱۱/ ۳۷۴ ـ

(۳۰) وفی الشریعة عبارة عن مص مخصوص ـ وھو ان یکون صبیا رضیعا ـ من ثدی مخصوص ـ وھو ثدی الادمیة ـ فی وقت مخصوص (کذافی حاشیة الھدایة: ۲/ ۳۲۰ ـ)

"اربع نسوة يحرمن فی النسب مطلقا، وفی الرضاع قد لا يحرمن، الأولى: أم الأخ فی النسب حرام؛ لأنها اما ام او زوج أب، وفی الرضاع قد تكون أجنبية، فترضع الأخ؛ فلا تحرم على أخيه، الثانية: أم الحفيد حرام فی النسب؛ لأنها إما بنت أو زوج ابن، وفی الرضاع قد تكون أجنبية، فترضع الحفيد؛ فلا تحرم على جده، الثالثة: جدة الولد فی النسب حرام؛ لأنها إما أم أو أم زوجة، وفی الرضاع قد تكون أجنبية أرضعت الولد، فيجوز لوالده أن يتزوجها، الرابعة: أخت الولد حرام فی النسب؛ لأنها بنت أو ربيبة، وفی الرضاع قد تكون أجنبية فترضع الولد؛ فلا تحرم على الولد، وهذه الصور الأربع اقتصر عليها جماعة، ولم يستثن الجمهور شيئاً" (۳۱)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے یہ چار صورتیں ذکر فرمائی ہیں، علامہ ابن نجیم نے کنز کی شرح میں ۸۱ صورتیں بیان فرمائی ہیں، (۳۲) حقیقت یہ ہے کہ یہ استثنائی صورتیں مستثنیٰ منقطع کی قبیل سے ہیں، وجہ یہ ہے کہ حرمت رضاعت اس وقت ثابت ہوتی ہے جب کہ رضاعت کا رشتہ اسی حیثیت سے پایا جارہا ہو، جس حقیقت سے وہ نسب میں حرام ہے، حیثیت کے بدل جانے کی صورت میں حرمت نہیں رہتی فقہاء نے جو استثنائی صورتیں بیان کی ہیں، ان میں حرمت نہ ہونے کی وجہ یہی ہے کہ ان میں حیثیت بدل گئی ہے۔

اس کے بعد یہ بات ذہن میں رہے کہ مرضعہ کی طرف سے حرمت عام ہوتی ہے: یعنی رضیع پر مرضعہ بھی حرام، اس کا شوہر، اس کے اصول وفروع اور اسی طرح اس کے شوہر کے اصول وفروع سب حرام ہوں گے اور رضیع کی طرف سے جو حرمت ہوتی ہے وہ صرف فروع کے لئے ہوتی ہے اس کے اصول کے لئے نہیں ہوتی۔ (۳۳)

از جانب شیردہ ہمہ خویش شوند --- واز جانب شیر خوار زوجان و فروع

(دودھ پلانے والی عورت کی طرف سے سب اپنے ہوجائیں گے اور دودھ پینے والے بچے کی طرف سے وہ، اس کی بیوی اور اسکے فروع)

---

(۳۱) فتح الباری: ۹/۱۴۶۔

(۳۲) دیکھئے البحر الرائق: ۳/۲۲۴۔ کتاب الرضاع۔

(۳۳) ارشاد الساری: ۱۱/۳۷۵۔

۴۸۱۱ : حدّثنا إسماعيلُ قالَ : حدَّثني مالِكٌ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ أَبي بَكْرٍ ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ : أَنَّ عائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ أَخْبَرَتْهَا : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ كانَ عِنْدَهَا ، وَأَنَّهَا سَمِعَتْ صَوْتَ رَجُلٍ يَسْتَأْذِنُ فِي بَيْتِ حَفْصَةَ ، قالَتْ : فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، هٰذَا رَجُلٌ يَسْتَأْذِنُ فِي بَيْتِكَ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (أُرَاهُ فُلَانًا) لِعَمِّ حَفْصَةَ مِنَ الرَّضَاعَةِ ، قالَتْ عائِشَةُ : لَوْ كانَ فُلَانٌ حَيًّا - لِعَمِّهَا مِنَ الرَّضَاعَةِ - دَخَلَ عَلَيَّ ؟ فَقَالَ : (نَعَمْ ، الرَّضَاعَةُ تُحَرِّمُ ما تُحَرِّمُ الْوِلَادَةُ) . [ر : ۲۵۰۳]

## لو كانَ فلانٌ حَيًّا - لِعَمِّهَا مِنَ الرضاعة - دَخَلَ عَلَيَّ

اس میں اشکال یہ ہے کہ آگے باب لبن الفحل میں روایت آرہی ہے ، اس میں حضرت عائشہؓ کے رضاعی چچا حضرت افلح نے حضرت عائشہؓ کے پاس آنے کی اجازت مانگی حجاب کا نزول ہوچکا تھا ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انکار کردیا اور گھر میں آنے کی اجازت نہیں دی ، جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو حضرت عائشہؓ نے افلح کے آنے کا ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ انہیں اجازت دیدو .... تو اس آنے والی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہؓ کے چچا زندہ تھے اور روایت باب سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ فوت ہوچکے تھے ، دونوں روایتوں میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے۔

ابوالحسن تابعی سے جب اس تعارض کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ دراصل حضرت عائشہؓ کے دو رضاعی چچا تھے ، ایک حضرت صدیق اکبرؓ کے رضاعی بھائی تھے ان کا انتقال ہوچکا تھا یہاں حدیثِ باب میں ان ہی کا ذکر ہے اور دوسرے چچا حضرت عائشہؓ کے رضاعی باپ کے نسبی بھائی تھے جن کا نام افلح تھا ، اگلی روایت میں ان کا ذکر ہے ، لہذا یہ دونوں الگ الگ واقعات ہیں۔ (۳۴)

حضرت افلح کی آمد سے حضرت عائشہؓ نے انکار کیوں کیا ؟ اگر افلح کی آمد کا یہ واقعہ حضرت حفصہؓ کے حدیثِ باب والے واقعہ سے پہلے کا ہے تو انکار معقول ہے اور اگر بعد میں ہے تو پھر انکار کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ حضرت عائشہؓ سمجھتی تھیں کہ اجازت اس چچا کے لئے ہے جو حضرت حفصہؓ کے چچا جیسا ہو اور حضرت حفصہؓ کا چچا ان کے نسبی باپ کا رضاعی بھائی تھا جبکہ حضرت

(۳۴) فتح الباری: ۱۴۴/۹۔

افلح حضرت عائشہؓ کے رضاعی باپ کے نسبی بھائی تھے تو اگر چہ حضرت عائشہؓ کو حضرت حفصہؓ کے واقعہ سے نسبی باپ کے رضاعی بھائی کا حکم معلوم ہوگیا تھا تا ہم رضاعی باپ کے نسبی بھائی کا حکم انہیں ابھی تک معلوم نہیں تھا، اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کرنے کے بعد انہیں آنے کی اجازت دی۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت عائشہؓ یہ سمجھ رہی ہوں کہ وہ حکم ابھی باقی نہیں رہا جو حضرت حفصہؓ کے قصے میں رضاعی چچا کے لئے اجازت کا تھا۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت عائشہؓ کو طویل مدت گذر جانے کی وجہ سے حضرت حفصہؓ والا واقعہ یاد نہ رہا ہو۔ (۳۵)

٤٨١٢ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حدَّثنا يَحْيَى ، عَنْ شُعْبَةَ ، عَنْ قَتادَةَ ، عَنْ جابِرِ بْنِ زَيْدٍ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ قالَ : قِيلَ لِلنَّبِيِّ ﷺ : أَلَا تَتَزَوَّجُ ٱبْنَةَ حمزَةَ ؟ قالَ : (إِنَّها ٱبْنَةُ أَخِي مِنَ الرَّضاعَةِ) .

جابر بن زید کی کنیت ابوالشعثاء ہے یہ بصری ہیں اور یہ نام سے زیادہ اپنی کنیت کے ساتھ مشہور ہیں۔ (۳۶)

قیل للنبی ﷺ

مسلم کی روایت میں تصریح ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات کہنے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے، (۳۷) انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ حضرت حمزہؓ کی بیٹی سے شادی کیوں نہیں کرتے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے یعنی میری رضاعی بھتیجی ہے (اس لئے اس کے ساتھ میرا نکاح شرعی لحاظ سے درست نہیں)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو غالباً معلوم نہ تھا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی بھی تھے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ انہیں معلوم ہو لیکن آپ کے لئے اس کی خصوصیت ان کے ذہن میں ہو۔ (۳۸)

---

(۳۵) مذکورہ تفصیل کے لئے دیکھئے فتح الباری: ۱۷۵/۹۔

(۳۶) عمدۃ القاری: ۹۲/۲۰۔

(۳۷) فتح الباری: ۱۷۶/۹۔

(۳۸) ارشاد الساری: ۳۷۵/۱۱۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی اس صاحبزادی کے نام کے متعلق مختلف اقوال بیان کئے گئے ہیں حافظ ابن حجرؒ نے سات قول ذکر کئے ہیں ❶ امامہ ❷ عمارہ ❸ سلمی ❹ عائشہ ❺ فاطمہ ❻ امۃ اللہ ❼ یعلی ۔(۳۹)

وَقَالَ بِشْرُ بْنُ عُمَرَ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ : سَمِعْتُ قَتَادَةَ : سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ زَيْدٍ : مِثْلَهُ .
[ر : ۲۵۰۲]

یہ تعلیق ہے ، اوپر حدیث کی سند میں عنعنہ ہے "عن قتادہ عن جابر بن زید" قتادہ بن دعامہ چونکہ مدلس ہیں اس لئے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ تعلیق ذکر فرمائی ، اس میں تحدیث کی تصریح ہے ، علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں :

"وهذا تعليق، رواه مسلم عن محمد بن يحيى عنه، وفائدته عند البخاري لبيان سماع قتادة عن جابر بن زيد؛ لانه مدلس" (۴۰)

۴۸۱۳ : حدَّثنا الحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ : أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ : أَنَّ زَيْنَبَ بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ أَخْبَرَتْهُ : أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ بِنْتَ أَبِي سُفْيَانَ أَخْبَرَتْهَا : أَنَّهَا قَالَتْ : يَا رَسُولَ اللهِ ، انْكِحْ أُخْتِي بِنْتَ أَبِي سُفْيَانَ ، فَقَالَ : (أَوَ تُحِبِّينَ ذٰلِكِ) . فَقُلْتُ : نَعَمْ ، لَسْتُ لَكَ بِمُخْلِيَةٍ . وَأَحَبُّ مَنْ شَارَكَنِي فِي خَيْرٍ أُخْتِي ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (إِنَّ ذٰلِكِ لَا يَحِلُّ لِي) . قُلْتُ : فَإِنَّا نُحَدَّثُ أَنَّكَ تُرِيدُ أَنْ تَنْكِحَ بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ ؟ قَالَ : (بِنْتَ أُمِّ سَلَمَةَ) قُلْتُ :

---

(۳۹) فتح الباری: ۱۶۶/۹۔

(۴۰) عمدۃ القاری: ۹۳/۲۰۔

(۴۸۱۳) واخرجه البخاري في ايضا في باب: (وربائبكم اللاتي في حجوركم) رقم الحديث: ۴۹۰۰، وباب: (وان تجمعوا بين الاختين الا ما قد سلف) ، رقم الحديث: ۴۹۰۱، وباب عرض الانسان ابنته او اخته على اهل الخير، رقم الحديث: ۴۹۱۶، وفي كتاب النفقات، باب المراضع من المواليات وغيرهن، رقم الحديث: ۵۳۷۲، واخرجه مسلم في كتاب الرضاع، باب تحريم الربيبة واخت المراة، رقم الحديث: ۱۴۴۹، والنسائي في كتاب النكاح باب تحريم الربيبة التي في حجره تحريم الجمع بين الام والبنت، رقم الحديث: ۵۴۱۵ و ۵۴۱۶، وابن ماجه في كتاب النكاح، باب يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب، رقم الحديث: ۱۹۳۹، وابوداؤد في كتاب النكاح، باب "يحرم من الرضاعة ما يحرم من النسب"، رقم الحديث: ۲۰۵۶۔

نَعَمْ . فَقَالَ : (لَوْ أَنَّهَا لَمْ تَكُنْ رَبِيبَتِي فِي حَجْرِي ما حَلَّتْ لِي . إِنَّهَا لَابْنَةُ أَخِي مِنَ الرَّضَاعَةِ ، أَرْضَعَتْنِي وَأَبَا سَلَمَةَ ثُوَيْبَةُ . فَلَا تَعْرِضْنَ عَلَيَّ بَنَاتِكُنَّ وَلَا أَخَوَاتِكُنَّ) .

قالَ عُرْوَةُ : وَثُوَيْبَةُ مَوْلَاةٌ لِأَبِي لَهَبٍ ، كَانَ أَبُو لَهَبٍ أَعْتَقَهَا . فَأَرْضَعَتِ النَّبِيَّ ﷺ ، فَلَمَّا ماتَ أَبُو لَهَبٍ أُرِيَهُ بَعْضُ أَهْلِهِ بِشَرِّ حِيبَةٍ . قالَ لَهُ : ماذَا لَقِيتَ ؟ قالَ أَبُو لَهَبٍ : لَمْ أَلْقَ بَعْدَكُمْ غَيْرَ أَنِّي سُقِيتُ فِي هٰذِهِ بِعَتَاقَتِي ثُوَيْبَةَ . [٤٨١٧ ، ٤٨١٨ ، ٤٨٣١ ، ٥٠٥٧]

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا یا رسول اللہ ! آپ میری بہن دختر ابوسفیان سے نکاح کرلیجئے ، آپ نے فرمایا "کیا تجھے پسند ہے " (یعنی تجھے سوکن ناگوار نہ ہوگی) میں نے عرض کیا اب بھی میں ہی آپ کی اکیلی بیوی نہیں ہوں اس لئے میں اپنی بہن کو آپ کی ذات کی بھلائی میں شریک بنانا چاہتی ہوں ، اس پر آپ نے فرمایا کہ یہ میرے لئے جائز نہیں (یعنی دو بہنوں کو ایک ساتھ نکاح میں رکھنا جائز نہیں) اس پر میں نے کہا ہم نے سنا ہے کہ آپ ابوسلمہ کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہتے ہیں ، آپ نے فرمایا " ام سلمہ کی بیٹی سے ؟ " میں نے کہا جی ہاں ، آپ نے فرمایا " اگر وہ میری ربیبہ نہ ہوتی تب بھی میرے لئے حلال نہ تھی کیونکہ وہ میری رضاعی بھتیجی ہے مجھے اور ابوسلمہ کو ثوبیہ نامی خاتون نے دودھ پلایا تھا ، (مطلب یہ ہے کہ وہ میری ربیبہ ہے اور ربیبہ سے نکاح درست نہیں لیکن اگر ربیبہ نہ بھی ہوتی تو بھی وہ میرے لئے حلال نہیں کیونکہ وہ میری رضاعی بھتیجی ہے اس طرح اب اس میں دو حرمتیں جمع ہیں ربیبہ ہونا اور رضاعی بھتیجی ہونا) لہذا تم اپنی بیٹیوں اور بہنوں کو مجھ پر پیش نہ کرو۔

عروہ کہتے ہیں کہ ثُوَیبہ ابولہب کی باندی تھی ، ابولہب نے اس کو آزاد کردیا تھا اور پھر اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا تھا ، جب ابولہب مرگیا تو کسی گھر والے نے خواب میں اس کو برے حال میں دیکھا اور پوچھا تجھ سے کیا معاملہ کیا گیا ؟ اس نے جواب دیا جب سے تم سے جدا ہوا ہوں سخت عذاب میں مبتلا ہوں البتہ ثویبہ کے آزاد کرنے کی وجہ سے تھوڑا سا پانی مل جاتا ہے ۔

یہ حدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے ، اس سے پہلے بخاری میں نہیں گذری ۔

## اِنکحِ اُختی بنتَ أبی سفیان

حضرت ابوسفیان کی اس بیٹی کا نام کیا تھا جن کے ساتھ نکاح کرنے کے لئے حضرت ام حبیبہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا، اس سلسلہ میں روایات مختلف ہیں، صحیح مسلم اور نسائی کی روایت میں ان کا نام "عزہ" آیا ہے، طبرانی کی روایت میں "حَمْنہ" ہے اور بعض روایات میں "درۃ" ہے لیکن مشہور "عزہ" ہے۔ (۴۱)

## لَستُ لک بِمُخْلِیَة:

مُخْلِیَة: یہ إخلاء باب افعال سے اسم فاعل مونث کا صیغہ ہے یعنی میں آپ کی اکیلی تنہا اور سوکن سے خالی بیوی نہیں ہوں، سوکنیں تو ویسے بھی میرے ساتھ ہیں لہذا میری بہن بھی ان میں شریک ہوجائے۔

## فإنا نُحدَّثُ أنک ترید أنْ تنکح بنت أبی سلمة

نحدث: یہ باب تفعیل سے جمع متکلم مجہول کا صیغہ ہے یعنی ہمیں یہ بات بتلائی گئی ہے، ابوسلمہ کی اس بیٹی کا نام طبرانی کی روایت میں "درّہ" آیا ہے اور ابوداؤد کی روایت میں "درّہ" اور "ذرّہ" شک کے ساتھ وارد ہے۔ (۱)

یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیوں کیا جب کہ قرآن مجید میں "...وَرَبائبکم اللاتی فی حجورکم" وارد ہوا ہے، حافظ اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

> وکان ام حبیبة لم تطلع علی تحریم ذلک، اما لان ذلک قبل نزول آیة التحریم، واما بعد ذلک، وظنت انه من خصائص النبی ﷺ" (۲)

## ثُوَیْبَة مولاۃ لأبی لهب

ثویبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی والدہ تھیں اور ابولہب کی باندی تھیں ان کا بیٹا "

---

(۱) فتح الباری: ۱۶۸/۹۔

(۲) فتح الباری: ۱۶۸/۹۔

مسروح " تھا، اس کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا دودھ پیا تھا، یہ اس وقت کی بات ہے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حلیمہ کے پاس نہیں گئے تھے، ثویبہ ہی نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور ابوسلمہ کو بھی دودھ پلایا، جس کی وجہ سے یہ دونوں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی ہوئے۔

ثویبہ کے اسلام کے متعلق اختلاف ہے، ابن مندہ نے صحابہ میں ان کا تذکرہ کیا ہے ابونعیم نے فرمایا کہ ابن مندہ کے علاوہ کسی نے بھی ان کے اسلام کا ذکر نہیں کیا، (۳) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی " الاصابۃ " میں ان کا تذکرہ صحابہ میں کیا ہے۔ (۴)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کا بڑا احترام کرتے تھے اور مدینہ منورہ ہجرت کرنے کے بعد ان کے لئے ہدایا مکہ بھیجتے تھے، ان کی وفات سن ۹ھ میں غزوہ خیبر کے بعد ہوئی ہے۔ (۵)

وکان ابولهب اعتقها فارضعت النبی ﷺ

اس جملہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابولہب نے پہلے ثویبہ کو آزاد کیا اور اس کے بعد انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا لیکن سیرت کی کتابوں میں اس کے برعکس ہے البتہ علامہ سہیلی نے نقل کیا ہے کہ ان کا عتاق رضاع سے پہلے تھا۔ (۶)

أُرِيَه بعضُ أهلهِ بشرِّ حِيْبَةٍ

أُرِيَ: یہ مجہول کا صیغہ ہے اور متعدی بہ دو مفعول ہے أی رأی أبالهب بعضَ أهله فی المَنام، یہاں رؤیت سے رؤیتِ منام مراد ہے۔ حِيْبَة: (حاء کے کسرہ اور یاء کے سکون کے ساتھ) حالت، حاجت، مسکنت، کو کہتے ہیں، بَاتَ الرجلُ بِحِيْبَةِ سُوء: یعنی آدمی نے بری حالت میں رات گذاری، بغوی کی شرح " شرح السنہ " میں حاء کے فتحہ کے ساتھ حَيْبَة ہے اور مستملی کے نسخہ میں "بخيبة" خاء معجمہ کے ساتھ ہے ای فی حالة خائبة من کل خیر۔ (۷)

---

(۳) فتح الباری: ۱۸۰/۹ ۔ وعمدۃ القاری: ۹۳/۲۰۔

(۴) الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ۲۵۸/۴ ۔

(۵) عمدۃ القاری: ۹۳/۲۰ ۔ والاصابۃ: ۲۵۸/۴ ۔

(۶) فتح الباری: ۱۸۰/۹ ۔

(۷) دیکھئے مذکورہ تفصیل کے لئے عمدۃ القاری: ۹۴/۲۰ ۔

موت کے بعد ابولہب کو خواب میں کس نے دیکھا تھا؟ علامہ سہیلی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے یہ خواب دیکھا تھا، چنانچہ علامہ سہیلی فرماتے ہیں:

ان العباس قال: لما مات ابولهب رایته فی منامی بعد حول فی شرّ حال، فقال: مالقیت بعدکم راحة، الا ان العذاب یخفف عنی کل یوم اثنین، قال: وذلک ان النبی ﷺ ولد یوم الاثنین، وکانت ثویبة بشّرت ابالهب بمولده فاعتقها" (۸)

## لَمْ أَلْقَ بَعْدَكم غَيْرَ أَنّي

روایت میں "لَمْ أَلْقَ" کا مفعول بہ ذکر نہیں کیا ہے، ابن بطال نے فرمایا کہ بخاری کی روایت میں مفعول بہ کو ذکر نہیں کیا حالانکہ اس کے بغیر معنی درست نہیں ہوتے، اسماعیلی کی روایت میں ہے "لَمْ أَلْقَ بعدکم رَخاء" اور عبدالرزاق کی روایت میں ہے "لم ألق بعدکم رَاحةً" یعنی تمھارے بعد میں نے کوئی راحت نہیں پائی۔ (۹) اور قسطلانی کے نسخہ میں "لم ألق بعدکم خَیْراً" ہے۔ (۱۰)

## غیر أنی سُقِیْت فی هذه بعَتاقتی ثُوَیْبَة

سقیت: یہ باب ضرب سے واحد متکلم مجہول کا صیغہ ہے "فی هذه" کا مشارالیہ یہاں روایت میں مذکور نہیں ہے، عبدالرزاق کی روایت میں ہے "وأشارإلی النُّقْرة التی تحت إبهامه" (۱۱) اور اسماعیلی کی روایت میں ہے "وأشارإلی النُّقْرَة التی بین الإبهام والتی تلیها مِنَ الأَصابع" (۱۲) ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ "هذه" کا مشار الیہ "نقرة" ہے یعنی ابہام اور انگلی شہادت کے درمیان جو چھوٹا سا گڑھا ہوتا ہے اس کی طرف اشارہ تھا، مطلب یہ ہے کہ ان دو انگلیوں کے درمیان جو معمولی سی جگہ خالی ہے اتنی مقدار مجھے تھوڑا سا پانی پلایا جاتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے

---

(۸) فتح الباری: ۱۸۰/۹۔

(۹) فتح الباری: ۱۸۰/۹۔

(۱۰) ارشاد الساری: ۳۶۶/۱۱۔

(۱۱) عمدة القاری: ۹۴/۲۰۔

(۱۲) عمدة القاری: ۹۴/۲۰۔

کہ میں نے ثویبہ کو آزاد کیا تھا، ابولہب نے ثویبہ کو خوشخبری سنانے پر انگلی کے اشارے سے آزاد کیا تھا اس لئے اللہ تعالی نے اس کے عوض اس کو انگلی کے درمیان کے خلاء کے برابر پانی پلاکر راحت پہنچائی۔

## ایک اشکال اور اس کا جواب

حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آخرت میں کافر کو بھی اس کا نیک عمل فائدہ دے گا حالانکہ قرآن کریم میں ہے "وَقَدِمْنَا اِلٰی مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَّنْثُوْرًا" اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار کو ان کا عمل آخرت میں کوئی فائدہ نہیں دے گا، بظاہر دونوں میں تعارض ہے

❶ اس کا ایک جواب یہ دیا گیا کہ روایت میں "غیر انی سقیت..." کا یہ حصہ حضرت عروہ نے مرسلاً نقل کیا ہے، موصولاً نقل نہیں کیا لہذا اس کا اعتبار نہیں اور صحیح بات وہی ہے جس پر قرآن کریم کی آیت دلالت کررہی ہے کہ کفار کو ان کے نیک اعمال کوئی فائدہ نہیں دیں گے۔ (۱۳)

❷ اور اگر اس کو موصول بھی تسلیم کرلیا جائے تب بھی یہ خواب ہے جو کہ حجت نہیں۔ (۱۴)

❸ اور اس کو خصوصیت بھی قرار دیا جاسکتا ہے کیونکہ اس واقعہ کا تعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا جس کی وجہ سے ابولہب کے ساتھ یہ خصوصی رعایت کی گئی چنانچہ علامہ قرطبی فرماتے ہیں: هذا التخفيف خاص بهذا وبمن ورد النص فيه" (۱۵)

### ۲۲ - باب: مَنْ قَالَ لَا رَضَاعَ بَعْدَ حَوْلَيْنِ.

لِقَوْلِهِ تَعَالَى: «حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ» /البقرة: ۲۳۳/

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں دو مسئلے بیان کئے ہیں، پہلا مسئلہ مدت رضاعت کا ہے جمہور علماء کے نزدیک مدت رضاعت دوسال ہے، امام مالک، امام شافعی، امام احمد، امام

(۱۳) عمدة القاری: ۲۰/۹۵۔ وفتح الباری: ۹/۱۸۱۔

(۱۴) عمدة القاری: ۲۰/۹۵۔

(۱۵) فتح الباری: ۹/۱۸۱۔

ابویوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا مسلک یہی ہے۔(۱۶)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں مدت رضاعت تیس مہینے (ڈھائی سال) ہے۔(۱۷)

امام بخاری رحمہ اللہ جمہور علماء کی تائید فرمارہے ہیں، دلیل میں انہوں نے قرآن کریم کی آیت پیش کی ہے "وَالْوَالِدَاتُ یُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ" آیت کریمہ میں مدت رضاعت دوسال بتائی گئی ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا استدلال قرآن کریم کی ایک دوسری آیت سے ہے، جس میں ہے "وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا" اس میں مدت حمل اور مدت رضاعت دونوں کے لئے تیس مہینے یعنی ڈھائی سال کی مدت کا ذکر ہے۔

البتہ اس پر اشکال ہوتا ہے کہ حمل کی مدت تو بالاتفاق دو سال ہے، جب کہ امام ابوحنیفہؒ کے استدلال سے معلوم ہوتا ہے کہ مدت حمل ڈھائی سال ہے۔

صاحب ہدایہ نے اس کا جواب یہ دیا کہ آیت کریمہ میں اگر چہ مدت حمل اور مدت رضاعت دونوں کے لئے ڈھائی سال کی مدت بیان کی گئی ہے البتہ مدت حمل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک حدیث کی وجہ سے چھ ماہ کم کردئے گئے۔ "لایکون الحمل اکثر من سنتین قدر ما یتحول ظل المِغْزَل" (۱۸) یعنی بچہ دوسال کے بعد ماں کے پیٹ میں چرخے کے تکلے کے دھرے کے چکر کے برابر بھی نہیں رہتا تو اس حدیث کی وجہ سے مدت حمل میں چھ ماہ کم کردئے گئے۔(۱۹)

لیکن اس پر اشکال ہوتا ہے کہ حضرات حنفیہ کے یہاں تو اخبار آحاد کی وجہ سے قرآن کریم کی آیت میں نسخ نہیں ہوتا، حضرت عائشہؓ کی مذکورہ حدیث تو موقوف ہے اس کی وجہ سے یہ نسخ کیسے جائز ہوگا، اسی وجہ سے مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے فرمایا "وما أجاب به صاحب الهداية ههنا فهو ركيك جدا" (۲۰) کیونکہ حضرت عائشہؓ کے اثر سے آیت کا منسوخ ہونا لازم آرہا ہے جو کہ جائز نہیں۔

یہاں یہ شبہ نہیں ہونا چاہئے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اثر ناسخ نہیں بلکہ مخصص ہے کیونکہ تخصیص عام میں ہوتی ہے جبکہ آیت میں عدد کا ذکر ہے جو خاص کی قبیل سے ہے، اس

---

(۱۶) الهداية: ۲/۳۲۰۔ کتاب الرضاع۔

(۱۷) الهداية: ۲/۳۲۰۔ کتاب الرضاع۔

(۱۸) دیکھئے سنن دارقطنی: ۳/۳۲۲۔ باب المهر، وسنن کبری للبیهقی: ۷/۴۴۳۔ باب ماجاء فی اکثر الحمل۔

(۱۹) دیکھئے الهداية: ۲/۳۲۰۔ کتاب الرضاع۔

(۲۰) فیض الباری: ۴/

لئے اس صورت میں اثر ناسخ ہی بنے گا مخصص نہیں۔ (۲۱)

علامہ نسفی رحمہ اللہ نے ایک اور بات فرمائی ہے اور وہ یہ کہ آیت کریمہ میں حمل سے حمل فی البطن مراد نہیں بلکہ حمل فی الایدی مراد ہے تو آیت کا مطلب اس صورت میں یہ ہوگا کہ ڈھائی سال کی مدت میں بچے کو گود میں لیا جاتا ہے، ہاتھوں میں اٹھایا جاتا ہے اور اس کا دودھ بھی چھڑایا جاتا ہے۔ (۲۲)

لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ جمہور کا مذہب راجح اور ان کے دلائل قوی ہیں، حنفیہ کے یہاں بھی فتوی صاحبین کے قول پر ہے اور مدت رضاعت دو سال ہی ہے لیکن اگر کسی بچے نے دو سال کے بعد اور ڈھائی سال کی مدت کے اندر دودھ پیا تو حرمت رضاعت احتیاطاً وہاں تسلیم کی جائے گی۔

## وَمَا يُحَرِّمُ مِنْ قَلِيلِ الرَّضَاعِ وَكَثِيرِهِ.

یہاں امام بخاری رحمہ اللہ دوسرا مسئلہ بیان فرمارہے ہیں اور وہ یہ کہ حرمت رضاعت کتنی مقدار میں دودھ پینے سے ثابت ہوگی، اس سلسلہ میں چار مذہب مشہور ہیں:

❶ پہلا مذہب یہ ہے کہ رضاعت چاہے قلیل ہو یا کثیر، اس سے حرمت رضاعت ثابت ہوجاتی ہے، حضرات حنفیہ، امام مالک، سفیان ثوری، امام اوزاعی، سعید بن المسیب اور حضرت حسن بصری رحمہم اللہ کا یہی مسلک ہے، امام احمد رحمہ اللہ کی مشہور روایت بھی اس کے مطابق ہے۔ (۲۳)

❷ دوسرا مسلک یہ ہے کہ حرمت رضاعت کم از کم تین رضعات سے ثابت ہوتی ہے، اس سے کم میں نہیں ہوتی، داؤد ظاہری، ابن المنذر، اسحاق بن راہویہ کا یہی مذہب ہے اور امام احمدؒ کی بھی ایک روایت اسی کے مطابق ہے۔ (۲۴)

❸ تیسرا مذہب یہ ہے کہ پانچ رضاعات سے حرمت رضاعت ثابت ہوگی، اس سے اقل

---

(۲۱) فیض الباری: ۳/

(۲۲) تفسیر مدارک: ۲۵/۵۔

(۲۳) عمدۃ القاری: ۹۶/۲۰۔

(۲۴) عمدۃ القاری: ۹۶/۲۰۔

میں حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوگی ، یہ پانچ رضاعات بھی متفرق اوقات میں ہونی چاہئیں ، امام شافعی رحمہ اللہ کا یہی مسلک ہے اور امام احمد رحمہ اللہ کی ایک روایت بھی اسی کے مطابق ہے ۔ (۲۵)

● چوتھا مسلک یہ ہے کہ دس رضاعات سے کم میں حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوگی ، حضرت حفصہؓ کا یہی مسلک ہے اور حضرت عائشہؓ سے بھی یہی مروی ہے ۔ (۲۶)
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دس ، سات اور پانچ رضاعات کی مختلف روایات منقول ہیں ۔ (۲۷)

جو لوگ کہتے ہیں کہ تین رضاعات محرم ہوں گی وہ صحیح مسلم کی روایت "لا تحرم المصة ولا المصتان ولا الاملاجة ولا الاملاجتان" (۲۸) سے استدلال کرتے ہیں ۔
جو خمس رضاعات کو محرم قرار دیتے ہیں ، وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے استدلال کرتے ہیں جس میں ہے "انزل فی القرآن عشر رضعات معلومات ، فنسخ من ذلک خمس وصار الی خمس رضعات معلومات ، فتوفی رسول اللہ ﷺ ، والامر علی ذلک"
یہ ترمذی کی روایت کے الفاظ ہیں اور صحیح مسلم کی روایت میں ہے "کان فیما انزل من القرآن عشر رضعات معلومات یحرمن ، ثم نسخن بخمس معلومات فتوفی رسول اللہ ﷺ ، وھی فی ما یقرا من القرآن" ۔ (۲۹)
امام بخاری رحمہ اللہ اس مسئلہ میں جمہور کے ہم خیال ہیں کیونکہ وہ فرما رہے ہیں..... "مایحرم من قلیل الرضاع وکثیرہ"

جمہور کا استدلال قرآن کریم کی آیت "وامھاتکم اللاتی ارضعنکم" سے ہے کہ اس میں مطلق رضاعت کو سبب تحریم قرار دیا گیا ہے ، قلیل وکثیر کی کوئی قید نہیں اور کتاب اللہ پر خبر واحد سے تقیید و تخصیص کے ذریعہ کوئی زیادتی نہیں کی جاسکتی ۔ (۳۰)

---

(۲۵) فتح القدیر : ۳/۳۰۵ ۔

(۲۶) دیکھئے موطا امام مالک : ۵۳۶ ۔ باب رضاعۃ الصغیر ۔

(۲۷) عمدۃ القاری : ۲۰/۹۶ ۔

(۲۸) صحیح مسلم ، کتاب الرضاع : ۲۰/۹۶ ۔

(۲۹) سنن الترمذی ، کتاب الرضاع ، باب ماجاء لا تحرم المصة ولا المصتان : ۳/۴۵۶ ، صحیح مسلم ، کتاب الرضاع : ۱/۴۶۸ ۔ ۴۶۹ ۔

(۳۰) دیکھئے احکام القرآن للجصاص : ۲/۱۲۴ ۔ ۱۲۶ ۔

اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب" اس میں بھی مطلق رضاعت کو محرم قرار دیا گیا ہے ، بلکہ ایک روایت میں "قلیلہ وکثیرہ" کی تصریح بھی وارد ہے (۳۱) اور اس روایت کے تمام رجال ثقات ہیں ، یہاں روایت باب میں "فانما الرضاعة من المجاعة" بھی مطلق ہے اور قلیل وکثیر اس میں برابر ہیں۔

جہاں تک تعلق ہے ان روایات کا جن سے امام شافعیؒ وغیرہ حضرات استدلال کرتے ہیں ، جمہور علماء فرماتے ہیں کہ وہ منسوخ ہیں ، حضرت ابن عباسؓ سے کسی نے "لاتحرم الرضعة ولا الرضعتان" کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا "قدکان ذلک، فاما الیوم، فالرضعة الواحدة تحرم" (۳۲)

٤٨١٤ : حدّثنا أَبُو الْوَلِيدِ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنِ الْأَشْعَثِ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ مَسْرُوقٍ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا رَجُلٌ ، فَكَأَنَّهُ تَغَيَّرَ وَجْهُهُ ، كَأَنَّهُ كَرِهَ ذٰلِكَ ، فَقَالَتْ : إِنَّهُ أَخِي ، فَقَالَ : (انْظُرْنَ مَنْ إِخْوَانُكُنَّ ، فَإِنَّمَا الرَّضَاعَةُ مِنَ الْمَجَاعَةِ) . [ر : ٢٥٠٤]

اشعث کے والد کا نام سُلَیم بن اسود مُحارِبی ہے اور ان کی کنیت ابوالشعثاء ہے (۳۳)

## وعندها رَجُلٌ

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس آدمی کا نام تو مجھے معلوم نہ ہوسکا لیکن میرا خیال ہے کہ یہ حضرت عائشہؓ کے رضاعی چچا ابوالقُعَیس کا بیٹا تھا ، (۳۴) انہیں دیکھ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ ناگواری کی وجہ سے متغیر ہوگیا ، حضرت عائشہؓ نے فرمایا یہ میرا رضاعی بھائی ہے ، تو آپ ؐ نے فرمایا کہ دیکھ لو تمہارے رضاعی بھائی کون کون ہیں اس لئے کہ رضاعت کا تعلق بھوک سے ہے یعنی حرمت رضاعت بچپن میں بچے کے اس طرح دودھ پینے سے ثابت ہوتی ہے کہ وہ

---

(۳۱) دیکھئے جامع المسانید للخوارزمی : ۲/ ۹۷ ـ الباب الثالث والعشرون فی النکاح ، وعقود الجواهر المنيفة : ۱/ ۱۵۹ باب الرضاع ـ

(۳۲) احکام القرآن للجصاص : ۲/ ۱۲۵ ـ مطلب اختلف السلف فی التحریم بقلیل الرضاع ـ

(۳۳) ارشاد الساری : ۱۱/ ۳۸۰ ـ

(۳۴) فتح الباری : ۹/ ۱۸۳ ـ

دودھ بچے کی بھوک کو ختم کرکے اس کے لئے غذا بن سکے۔

"مااخوانکن" اس میں "ما" بمعنی "مَنْ" ہے، کشمیہنی کی روایت میں "مَنْ اخوانکن" ہے۔ (۳۵)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ "انما الرضاعة مِنَ المَجاعة" کے معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ای الرضاعة التی تثبت بھا الحرمة، وتحل بھا الخلوة ھی حیث یکون الرضیع طفلاً لسد اللبن جوعته، لان معدته ضعیفة یکفیھا اللبن وینبت بذلک لحمه، فیصیر کجزء من المرضعة؛ فیشترک فی الحرمة مع اولادھا؛ فکانه قال: لا رضاعة معتبرة الا المغنیة عن المجاعة او المطعمة من المجاعة، کقوله تعالی: "اطعمھم من جوع" (۳٦)

## ۲۳ - باب : لَبَنِ الْفَحْلِ .

۴۸۱۵ : حدّثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مالِكٌ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ ، عَنْ عائِشَةَ : أَنَّ أَفْلَحَ أَخا أَبِي الْقُعَيْسِ جاءَ يَسْتَأْذِنُ عَلَيْهَا ، وَهْوَ عَمُّهَا مِنَ الرَّضَاعَةِ ، بَعْدَ أَنْ نَزَلَ الْحِجَابُ ، فَأَبَيْتُ أَنْ آذَنَ لَهُ . فَلَمَّا جاءَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَخْبَرْتُهُ بِالَّذِي صَنَعْتُ ، فَأَمَرَنِي أَنْ آذَنَ لَهُ . [ر : ۲۵۰۱]

فحل مذکر کو کہتے ہیں اور لبن سے مراد وہ دودھ ہے جو کسی آدمی کی وطی سے عورت کی چھاتیوں میں پیدا ہوتا ہے، وہ لبن اس فحل کی طرف منسوب ہوا کرتا ہے۔

یہ مسئلہ تو متفق علیہ ہے کہ رضاعت کی وجہ سے مرضعہ رضیع کے لئے حرام ہوجاتی ہے اور رضیع مرضعہ کے لئے۔

لیکن اس میں اختلاف ہے کہ مرضعہ کا شوہر بھی رضیع کے لئے حرام ہوگا یا نہیں؟ حضرت سعید بن المسیب، ربیعۃ الرای، ابراہیم نخعی، ابراہیم بن عُلَیّہ، حضرت قاسم بن محمد، سالم اور داود

(۳۵) فتح الباری: ۹/۱۸۳۔

(۳٦) فتح الباری: ۹/۱۸۳۔

ظاہری فرماتے ہیں کہ رضیع کے لئے مرضعہ کا شوہر حرام نہیں ہوتا۔ (۳۷)

لیکن ائمہ اربعہ اور جمہور علماء فرماتے ہیں کہ جس طرح رضیع کے لئے مرضعہ حرام ہوتی ہے اسی طرح اس کا شوہر بھی حرام ہوجاتا ہے۔ (۳۸)

امام بخاری رحمہ اللہ نے "لبن الفحل" کا ترجمہ قائم کرکے جمہور کی تائید کی اور دلیل میں حدیث باب کو پیش فرمایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی چچا جب حضرت عائشہؓ کے پاس آنے لگے تو حضرت عائشہؓ نے انہیں آنے کی اجازت نہیں دی اور اس کی اطلاع حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی جس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ رضیع کے لئے مرضعہ کا شوہر بھی حرام ہے، کیونکہ یہاں حدیث میں شوہر کے بھائی کو حرمت رضاعت کی وجہ سے داخلے کی اجازت دی گئی ہے تو مرضعہ کا شوہر جو کہ رضاعی باپ ہے اس کی حرمت بطریق اولی ثابت ہوجاتی ہے۔

## ٢٤ - باب : شَهَادَةِ الْمُرْضِعَةِ.

٤٨١٦ : حدَّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ . أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ : حَدَّثَنِي عُبَيْدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ : وَقَدْ سَمِعْتُهُ مِنْ عُقْبَةَ . لٰكِنِّي لِحَدِيثِ عُبَيْدٍ أَحْفَظُ . قَالَ : تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً ، فَجَاءَتْنَا امْرَأَةٌ سَوْدَاءُ ، فَقَالَتْ : أَرْضَعْتُكُمَا ، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقُلْتُ : تَزَوَّجْتُ فُلَانَةَ بِنْتَ فُلَانٍ . فَجَاءَتْنَا امْرَأَةٌ سَوْدَاءُ . فَقَالَتْ لِي : إِنِّي قَدْ أَرْضَعْتُكُمَا ، وَهِيَ كَاذِبَةٌ ، فَأَعْرَضَ عَنِّي ، فَأَتَيْتُهُ مِنْ قِبَلِ وَجْهِهِ ، قُلْتُ : إِنَّهَا كَاذِبَةٌ . قَالَ : (كَيْفَ بِهَا وَقَدْ زَعَمَتْ أَنَّهَا قَدْ أَرْضَعَتْكُمَا ، دَعْهَا عَنْكَ) . وَأَشَارَ إِسْمَاعِيلُ بِإِصْبَعَيْهِ السَّبَّابَةِ وَالْوُسْطَى ، يَحْكِي أَيُّوبَ . [ر : ٨٨]

کتاب العلم میں اس مسئلہ پر تفصیلی بحث گذر چکی ہے اور یہ حدیث بھی وہاں گذر چکی ہے۔

---

(۳۷) عمدۃ القاری: ۲۰/۹۷۔

(۳۸) عمدۃ القاری: ۲۰/۹۷۔

دعها عنك، وأشار إسماعيل بإصبعيه: السبابة والوسطى يحكي أيوب

اسماعیل بن ابراہیم نے اپنی دو انگلیوں شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی سے اشارہ کرکے بتایا کہ ایوب یوں اشارہ کرکے بیان کرتے تھے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

(يحكي أيوب) يعني يحكي إشارة أيوب، والقائل علي بن عبد الله، والحاكي إسماعيل بن إبراهيم والمراد حكاية فعل النبي ﷺ حيث أشار بيده وقال بلسانه: (دعها عنك). فحكى ذلك كلّ راوٍ لمن دونه (۳۹)

عبداللہ بن ابی ملیکہ کے شیخ عبید بن ابی مریم ہیں، صحیح بخاری میں ان کی صرف یہی ایک حدیث ہے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ مجھے ان کے حالات معلوم نہ ہوسکے البتہ ابن حبان نے ثقات تابعین میں ان کا ذکر کیا ہے۔ (۴۰)

## ۲۵ - باب: ما يَحِلُّ مِنَ النِّسَاءِ وَمَا يَحْرُمُ.

وَقَوْلِهِ تَعَالَى: «حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ - إِلَى آخِرِ الْآيَتَيْنِ إِلَى قَوْلِهِ - إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا» /النساء: ۲۳، ۲۴/.

وَقَالَ أَنَسٌ: «وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ» ذَوَاتُ الْأَزْوَاجِ الْحَرَائِرُ حَرَامٌ «إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ» لَا يَرَى بَأْسًا أَنْ يَنْزِعَ الرَّجُلُ جَارِيَتَهُ مِنْ عَبْدِهِ وَقَالَ: «وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّى يُؤْمِنَّ» /البقرة: ۲۲۱/.

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ آزاد منکوحہ عورتیں جن کا شوہر ابھی تک موجود

---

(۳۹) فتح الباری: ۹/۱۹۰۔

(۴۰) مذکورہ تفصیل کے لئے دیکھئے فتح الباری: ۹/۱۹۰۔

(۲۵) (حرمت عليكم) أي حرم عليكم الزواج منهن. وتتمة الآيتين: «وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ مِنَ الرَّضَاعَةِ وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ لَمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا. وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ كِتَابَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا تَرَاضَيْتُمْ بِهِ مِنْ بَعْدِ الْفَرِيضَةِ».

ہے وہ حرام ہیں "الا ما ملکت ایمانکم" لا یری باسا ان ینزع الرجل جاریتہ من عبدہ، اسی طرح اگر کسی کے پاس کوئی باندی تھی اور اپنے غلام کے ساتھ اس نے اس باندی کا نکاح کرادیا تو حضرت انس رضی اللہ عنہ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ اس صورت میں مولی کو حق حاصل ہے کہ وہ اس باندی کو غلام سے نکاح کرانے کے باوجود واپس لے لے اور خود وطی کے لئے استعمال کرے، چونکہ وہ "ما ملکت ایمانکم" میں داخل ہے اور قرآن اسے حلال قرار دے رہا ہے، اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ کا خیال یہ ہے کہ اگر کسی نے کوئی شادی شدہ باندی خریدلی تو یہ بیع ہی اس باندی کے لئے بمنزلہ طلاق کے ہوجائے گی اور وہ پھر اس باندی سے ہمبستری کرسکتا ہے

لیکن جمہور علماء اس کو جائز نہیں سمجھتے، وہ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کی آیت میں "الا ما ملکت ایمانکم" سے وہ عورتیں مراد ہیں جو جہاد کرتے ہوئے قبضہ میں آجائیں تو وہ مسلمانوں کے لئے حلال ہیں اور ان کے کافر شوہروں کے نکاح کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، چنانچہ علامہ شبیر احمد رحمہ اللہ اس آیت کریمہ کے تحت لکھتے ہیں:

> "محرمات کو ذکر فرماکر اخیر میں اب ان عورتوں کی حرمت بیان فرمائی جو کسی کے نکاح میں ہوں یعنی عورت کسی کے نکاح میں ہے، اس کا نکاح اور کسی سے نہیں ہوسکتا تاوقتیکہ وہ بذریعہ طلاق یا وفات زوج نکاح سے جدا نہ ہوجائے اور عدت طلاق یا عدت وفات پوری کرلے، اس وقت تک کوئی اس سے نکاح نہیں کرسکتا لیکن اگر کوئی عورت خاوند والی تمہاری ملک میں آجائے تو وہ اس حکم حرمت سے مستثنی ہے اور وہ تم پر حلال ہے گو اس کا خاوند زندہ ہے اور اس نے طلاق بھی اس کو نہیں دی اور اس کی صورت یہ ہے کہ کافر مرد اور کافر عورت میں باہم نکاح ہو اور مسلمان دارالحرب پر چڑھائی کرکے اس عورت کو قید کرکے دارالاسلام میں لے آئے تو وہ عورت جس مسلمان کو ملے گی اس کو حلال ہے گو اس کا زوج دارالحرب میں زندہ موجود ہے اور اس نے طلاق بھی نہیں دی .... (فائدہ) جو عورت کافرہ دارالحرب سے پکڑی ہوئی آئے، اس کے حلال ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ایک حیض گذر جائے اور وہ عورت مشرک بت پرست نہ ہو بلکہ اہل کتاب میں سے ہو" (۴۱)

(۴۱) دیکھئے تفسیر عثمانی: ۱۰۵ - فائدہ نمبر ۱ -

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ما زَادَ عَلَى أَرْبَعٍ فَهُوَ حَرَامٌ، كَأُمِّهِ وَابْنَتِهِ وَأُخْتِهِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ تعلیق فریابی اور عبد بن حمید نے موصولا نقل کی ہے۔ (۴۲)

وَقَالَ لَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ سُفْيَانَ: حَدَّثَنِي حَبِيبٌ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: حَرُمَ مِنَ النَّسَبِ سَبْعٌ، وَمِنَ الصِّهْرِ سَبْعٌ. ثُمَّ قَرَأَ: «حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ». الآيَةَ.

کتاب المغازی کے آخر میں ہم نے یہ بتایا تھا کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے امام بخاری رحمہ اللہ نے تین روایتیں نقل کی ہیں: ایک کتاب المغازی میں، دوسری یہاں اور تیسری آگے کتاب اللباس میں، کتاب المغازی والی روایت مرفوع ہے اور روایتِ باب موقوف ہے۔ (۴۳)

عن ابن عباس: حرم من النسب سبع و من الصھر سبع

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ نسب سے سات قسم کی عورتیں حرام ہیں اور صہر سے سات قسم کی عورتیں حرام ہیں اور پھر قرآن کریم کی آیت "حرمت علیکم امھاتکم" تلاوت فرمائی۔

نسب سے سات قسم کی جو عورتیں حرام ہیں آیت کریمہ میں ان کی تفصیل اس ترتیب سے ہے ① امہات ② بنات ③ اخوات ④ عمات ⑤ خالات ⑥ بنات الاخ ⑦ بنات الاخت۔

اور صہر سے متعلق جو سات قسم کی عورتیں حرام ہیں وہ یہ ہیں ① امہات رضاعیہ ② اخوات رضاعیہ ③ امہات نساء یعنی بیویوں کی مائیں ④ ربائب یعنی ان بیویوں کی بیٹیاں جن سے ہمبستری کی ہو یا ان کے ساتھ خلوت صحیحہ ہوئی ہو ⑤ بیٹوں کی بیویاں ⑥ اور دو بہنوں کو جمع کرنا۔

ساتویں قسم اس آیت میں نہیں ہے بلکہ اس آیت سے پہلی آیت کریمہ میں ہے ⑦ ولا تنکحوا ما نکح اباؤکم من النساء، طبرانی کی روایت میں تصریح ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے آیت باب تلاوت کرنے کے بعد اس ساتویں قسم کو بیان کرنے کے لئے "ولا تنکحوا ما نکح اباؤکم" کی تلاوت فرمائی اور پھر فرمایا ھذا الصھر، صہر سرالی رشتے کو کہتے ہیں، رضاعی رشتوں پر

---

(۴۲) ارشاد الساری: ۱۱/۳۸۴۔

(۴۳) دیکھئے کشف الباری، کتاب المغازی: ۶۹۲۔

صہر کا اطلاق مجازاً کیا گیا ہے۔(۴۴)

وَجَمَعَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ بَيْنَ ابْنَةِ عَلِيٍّ وَامْرَأَةِ عَلِيٍّ ، وَقَالَ ابْنُ سِيرِينَ : لَا بَأْسَ بِهِ ، وَكَرِهَهُ الْحَسَنُ مَرَّةً ، ثُمَّ قَالَ : لَا بَأْسَ بِهِ .

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ نے حضرت علیؓ کی بیٹی زینب اور اور ان کی بیوی لیلی بنت مسعود دونوں کو جمع کیا تھا یعنی حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کے نکاح میں حضرت علیؓ کی بیٹی زینب تھی، پھر حضرت علیؓ کی وفات کے بعد ان کی بیوی لیلی سے بھی حضرت عبداللہ نے شادی کی تو اس طرح انہوں نے بیوی اور اس کے سابقہ شوہر کی بیٹی کو جمع کیا، حضرت محمد بن سیرین نے فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں، حضرت حسن بصری ابتداءً اس کو مکروہ سمجھتے تھے لیکن بعد میں انہوں نے فرمایا لاباس بہ، امام بغوی رحمہ اللہ نے "جعدیات" میں اس اثر کو موصولاً نقل کیا ہے،(۴۵) حضرت ابن سیرین کے قول کو سعید بن منصور نے اور حضرت حسن بصری کے قول کو دارقطنی نے موصولاً نقل کیا ہے۔(۴۶)

وَجَمَعَ الْحَسَنُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ بَيْنَ ابْنَتَيْ عَمٍّ فِي لَيْلَةٍ ، وَكَرِهَهُ جَابِرُ بْنُ زَيْدٍ لِلْقَطِيعَةِ ، وَلَيْسَ فِيهِ تَحْرِيمٌ ، لِقَوْلِهِ تَعَالَى : «وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ» /النساء: ٢٤/ .

حضرت حسن بن الحسن نے چچا کی دو بیٹیوں کو ایک رات میں جمع کیا یعنی دونوں چچازاد بہنوں سے جو ان کے نکاح میں تھیں ایک رات میں ہمبستری کی۔

جابر بن زید اس کو مکروہ سمجھتے تھے، وہ کہتے تھے اس میں قطع رحمی کی شکل پائی جاتی ہے، امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کو مکروہ کہنے کا مطلب یہ نہیں کہ اس کو حرام شرعی قرار دیا جائے، یہ حرام نہیں کیونکہ قرآن کریم کی آیت "واحل لکم ماوراء ذلکم" میں یہ داخل ہے، ابن المنذر نے فرمایا "لااعلم احدا ابطل ھذا النکاح"(۴۷)

حضرت حسن کے مذکورہ اثر کو عبدالرزاق نے موصولا نقل کیا ہے، اس میں اتنا اضافہ

(۴۴) فتح الباری: ۱۹۲/۹۔

(۴۵) فتح الباری: ۱۹۲/۹۔

(۴۶) فتح الباری: ۱۹۳/۹۔

(۴۷) فتح الباری: ۱۹۳/۹۔

بھی ہے "...فی لیلة واحدة بنت محمد بن علی وبنت عمر بن علی" (۴۸) اور جابر بن زید کے اثر کو ابوعبیدہ نے موصولاً نقل کیا ہے۔ (۴۹)

وَقَالَ عِكْرِمَةُ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ : إِذَا زَنَى بِأُخْتِ امْرَأَتِهِ لَمْ تَحْرُمْ عَلَيْهِ امْرَأَتُهُ .

جمہور علماء کا یہی مسلک ہے لیکن ایک جماعت نے اس حکم کی مخالفت کی اور حرمت کا فیصلہ دیا ہے، (۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اس اثر کو عبدالرزاق نے موصولاً نقل کیا ہے۔ (۲)

وَيُرْوَى عَنْ يَحْيَى الْكِنْدِيِّ ، عَنِ الشَّعْبِيِّ وَأَبِي جَعْفَرٍ : فِيمَنْ يَلْعَبُ بِالصَّبِيِّ : إِنْ أَدْخَلَهُ فِيهِ فَلَا يَتَزَوَّجَنَّ أُمَّهُ ، وَيَحْيَى هٰذَا غَيْرُ مَعْرُوفٍ ، وَلَمْ يُتَابَعْ عَلَيْهِ .

مستملی کے نسخہ میں "ابی جعفر" کے بجائے "ابن جعفر" ہے لیکن وہ غیر معتمد ہے، صحیح متن والا نسخہ "ابی جعفر" ہی کا ہے۔ (۳)

اس اثر میں ہے کہ اگر کسی شخص نے کسی بچے کے ساتھ بدفعلی کا ارتکاب کیا تو اس کی ماں اس پر حرام ہوجائے گی، سفیان ثوری، امام اوزاعی اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اس کے قائل ہیں لیکن جمہور علماء کے نزدیک لواطت سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی، اس لئے کسی بچے کے ساتھ بدفعلی کے ارتکاب سے اس بچے کی ماں کی حرمت بدفعلی کرنے والے کے لئے ثابت نہیں ہوگی اور اس کی ماں کے ساتھ وہ نکاح کرسکتا ہے، (۴) قال ابن المُلقّن فی عجالته: "وهذه مقالة عجيبة لو نزه البخاری عنها كتابه لكان اولی" (۵)

ویحی هذا غیر معروف، ولم يتابع عليه

امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ یحیٰ کندی غیر معروف ہیں، ان کی متابعت نہیں کی

(۴۸) ارشاد الساری: ۳۸۵/۱۱۔ وفتح الباری: ۱۹۳/۹۔

(۴۹) فتح الباری: ۱۹۳/۹۔

(۱) فتح الباری: ۱۹۴/۹۔

(۲) فتح الباری: ۱۹۴/۹۔

(۳) عمدة القاری: ۱۰۲/۲۰۔

(۴) ارشاد الساری: ۳۸۶/۱۱۔ وعمدة القاری: ۱۰۲/۲۰۔ وفتح الباری: ۱۹۳/۹۔

(۵) ارشاد الساری: ۳۸۶/۱۱۔

گئی ہے اس پر اشکال ہوتا ہے کہ سفیان ثوری، ابوعوانہ اور شریک یحی بن قیس کندی سے روایت کرتے ہیں اور جب کسی شخص سے روایت کرنے والے دو آدمی ہوتے ہیں اس کو غیر معروف اور مجہول نہیں کہا جاسکتا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں جہالت عین مراد نہیں، جہالت وصف مراد ہے کہ ان کا حال معلوم نہیں اس پر اشکال ہوتا ہے کہ ابن حبان نے کتاب الثقات میں یحی کندی کا ذکر کیا ہے، پھر انہیں مجہول بالوصف کیونکر کہا جاسکتا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ ابن حبان کا مسلک یہ ہے کہ جس راوی پر جرح نہ کی گئی ہو اور اس سے روایت کرنے والے اوپر اور نیچے کے راوی مستند اور قابل اعتماد ہوں تو ابن حبان ایسے راوی کو کتاب الثقات میں ذکر کردیتے ہیں لیکن یہ مجہول بالوصف کے منافی نہیں اس لئے اس سے امام بخاری کے فیصلے پر زد نہیں پڑتی۔(۶)

وَقَالَ عِكْرِمَةُ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ: إِذَا زَنَى بِهَا لَمْ تَحْرُمْ عَلَيْهِ ٱمْرَأَتُهُ، وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي نَصْرٍ أَنَّ ٱبْنَ عَبَّاسٍ حَرَّمَهُ، وَأَبُو نَصْرٍ هٰذَا لَمْ يُعْرَفْ بِسَمَاعِهِ مِنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ.

وَيُرْوَى عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، وَجَابِرِ بْنِ زَيْدٍ، وَالحَسَنِ، وَبَعْضِ أَهْلِ الْعِرَاقِ تَحْرُمُ عَلَيْهِ

**وقال عكرمة عن ابن عباس: اذا زنى بها لا تحرم عليه امراته**

یعنی اگر کسی نے اپنی ساس کے ساتھ زنا کرلیا تو بیوی حرام نہیں ہوگی حضرت عکرمہ کا مسلک یہی ہے، حضرت ابن عباس کی اس تعلیق کو امام بیہقی نے موصولا نقل کیا ہے،(۷) امام شافعی رحمہ اللہ بھی اسی کے قائل ہیں۔(۸)

لیکن امام ابوحنیفہ، سفیان ثوری اور امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ بیوی حرام ہوجائے گی،(۹) مالکیہ کے دو قول ہیں لیکن راجح قول حرمت ہی کا ہے (۱۰)

**ويذكر عن ابى نصر ان ابن عباس حرمه**

(۶) دیکھئے مذکورہ تفصیل کے لئے عمدة القاری: ۱۰۲/۲۰۔ وفتح الباری: ۱۹۴/۹۔

(۷) فتح الباری: ۱۹۴/۹۔ وعمدة القاری: ۱۰۲/۲۰۔

(۸) الهداية، كتاب النكاح، باب المحرمات: ۲۷۷/۲۔

(۹) عمدة القاری: ۱۰۳/۲۰۔

(۱۰) فتح الباری: ۱۹۵/۹۔

یہ حضرت ابن عباسؓ سے دوسری روایت ہے کہ ساس کے ساتھ زنا کرنے سے بیوی حرام ہوجائے گی لیکن امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک تحریم والی یہ روایت ثابت نہیں ہے اس لئے بصیغہ مجہول ذکر کیا ہے، چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں "وابو نصر هذا لم يعرف بسماعه عن ابن عباس" یعنی ابونصر کا سماع حضرت ابن عباس سے معروف نہیں ہے، تحریم کی مذکورہ تعلیق کو سفیان ثوری نے اپنی جامع میں موصولا نقل کیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں "ان رجلا قال: انه اصاب ام امراته، فقال له ابن عباس: حرمت عليك امراتك، وذلك بعد ان ولدت منه سبعة اولاد كلهم بلغ مبلغ الرجال" (۱۱) ۔

آگے امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عمران بن حصین، جابر بن زید، حسن بصری اور بعض اہل عراق کا قول بھی حرمت کا ہے "بعض اهل العراق" سے بقول مولانا انور شاہ کشمیریؒ حنفیہ مراد ہیں (۱۲) اور حافظ نے فرمایا کہ اس سے شاید سفیان ثوری مراد ہیں، (۱۳) عمران بن حصین کے قول کو عبدالرزاق نے، جابر بن زید اور حسن بصری کے قول کو ابن ابی شیبہ نے موصولا نقل کیا ہے ۔(۱۴)

وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ : لَا تَحْرُمُ حَتَّى يُلْزِقَ بِالْأَرْضِ ، يَعْنِي يُجَامِعَ . وَجَوَّزَهُ ابْنُ الْمُسَيَّبِ وَعُرْوَةُ وَالزُّهْرِيُّ ، وَقَالَ الزُّهْرِيُّ : قَالَ عَلِيٌّ : لَا تَحْرُمُ ، وَهٰذَا مُرْسَلٌ .

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے اس قول کا مقصد یہ ہے کہ محض ساس کے لمس کی وجہ سے بیوی کی حرمت ثابت نہیں ہوگی اگر ساس کے ساتھ جماع کیا تب حرمت ثابت ہوگی ۔ قال ابن التين: "يلزق" بفتح اوله، وضبطه غيره بالضم، وهو اوجه، وبالفتح لازم وبالضم متعد، يقال: لزق به لزوقا، والزقه بغيره، وهو كناية عن الجماع ۔(۱۵)

حضرات حنفیہ کے نزدیک محض مس کی وجہ سے بھی حرمت ثابت ہوجائے گی ۔(۱۶)

اور ابن مسیب، عروہ اور زہری فرماتے ہیں کہ ساس کے ساتھ جماع کرنے سے بیوی

---

(۱۱) فتح الباری: ۹/۱۹۴ ۔

(۱۲) فیض الباری: ۴/۲۷۸

(۱۳) فتح الباری: ۹/۱۹۵ ۔

(۱۴) عمدة القاری: ۲۰/۱۰۳ ۔

(۱۵) فتح الباری: ۹/۱۹۵ ۔

(۱۶) الهدایة، کتاب النکاح، باب المحرمات: ۲/۲۷۷ ۔

حرام نہیں ہوگی جیسا کہ پہلے حضرت عکرمہ اور امام شافعیؒ کا مذہب بیان ہوا ہے۔

وقال الزهری: قال علی: لا یحرم، وهذا مرسل

زہری کے قول کو بیہقی نے موصولا نقل کیا ہے، امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ مرسل ہے، مرسل سے یہاں منقطع مراد ہے، مرسل اصطلاحی مراد نہیں۔ (۱۷)

٢٦ - باب: «وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ» /النساء: ٢٣/.
وَقَالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ: ٱلدُّخُولُ وَالْمَسِيسُ وَاللِّمَاسُ هُوَ ٱلْجِمَاعُ.
وَمَنْ قَالَ: بَنَاتُ وَلَدِهَا مِنْ بَنَاتِهِ فِي التَّحْرِيمِ
لِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ لِأُمِّ حَبِيبَةَ: (لَا تَعْرِضْنَ عَلَيَّ بَنَاتِكُنَّ). وَكَذٰلِكَ حَلَائِلُ وَلَدِ الْأَبْنَاءِ هُنَّ حَلَائِلُ الْأَبْنَاءِ.
وَهَلْ تُسَمَّى الرَّبِيبَةَ وَإِنْ لَمْ تَكُنْ فِي حَجْرِهِ.
وَدَفَعَ النَّبِيُّ ﷺ رَبِيبَةً لَهُ إِلَى مَنْ يَكْفُلُهَا، وَسَمَّى النَّبِيُّ ﷺ ٱبْنَ ٱبْنَتِهِ ٱبْنًا. [ر: ٣٥٣٦]

ربیبہ کی حرمت کے لئے آیت کریمہ میں دو قیدیں ذکر کی گئی ہیں ❶ ایک تو یہ کہ وہ تمھاری گود میں ہو ❷ اور دوسری یہ کہ اس کی ماں تمھاری مدخول بہا ہو۔

مدخول بہا کی قید تو اتفاقی ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں البتہ دخول کی تفسیر میں اختلاف ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے دو قول ہیں اور اصح قول یہ ہے کہ دخول سے مراد جماع ہے جبکہ ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ اس سے خلوت صحیحہ مراد ہے۔ (۱۸)

البتہ پہلی قید یعنی ربیبہ کا گود اور پرورش میں ہونا اس میں اختلاف ہے، جمہور علماء، ائمہ اربعہ اور فقہائے مدینہ کے نزدیک یہ قید، قید اتفاقی ہے، قید احترازی نہیں، چونکہ عموماً ربیبہ زوج

---

(۱۷) عمدۃ القاری: ۲۰/۱۰۳۔

(۱۸) عمدۃ القاری: ۲۰/۱۰۴۔ فتح الباری: ۹/۱۹۶-۱۹۷۔

ہی کی پرورش میں ہوتی ہے اس لئے یہ قید لگادی۔(۱۹)

لیکن داؤد ظاہری فرماتے ہیں کہ یہ قید احترازی ہے، علامہ ابن حزم نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے (۲۰) اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جو امام عبدالرزاق نے مالک بن اوس سے نقل کی ہے، اس میں ہے "کانت عندی امراۃ قد ولدت لی، فماتت فوجدت علیھا، فلقیت علی ابن ابی طالب، فقال لی: مالک؟ فاخبرتہ، فقال: الھا ابنۃ؟ یعنی من غیرک، قلت: نعم، قال: کانت فی حجرک؟ قلت: لا، ھی فی الطائف، قال: فانکحھا، قلت: فاین قولہ تعالی: "وربائبکم" قال: انھا لم تکن فی حجرک" (۲۱)

اس روایت میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے صراحتاً منقول ہے کہ "فی حجورکم" کی قید احترازی ہے، اتفاقی نہیں۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ علامہ ذہبی نے یہ اثر شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے اس پر توقف فرمایا، (۲۲) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر اس مسئلہ میں اجماع نہ ہوتا اور مخالفت نادر اور کم نہ ہوتی تو اس اثر پر عمل کرنا اولی تھا کیونکہ تحریم ربیبہ دو شرطوں کے ساتھ مشروط ہے جب ایک شرط دخول احتراز کے لئے ہے تو دوسری شرط "فی حجورکم" بھی احتراز ہی کے لئے ہونی چاہئے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"ولولا الاجماع الحادث فی المسالۃ وندرۃ المخالف لکان الاخذ بہ اولی؛ لان التحریم جاء مشروطا بامرین: ان تکون فی الحجر، وان یکون الذی یرید التزوج قد دخل بالام؛ فلا تحرم بوجود احد الشرطین" (۲۳)

## ومَنْ قال: بنات ولدھا مِنْ بناتہ فی التحریم لقول النبی ﷺ: لا تعرضن عَلَیَّ بناتکن

مَنْ موصولہ ہے، مطلب یہ ہے کہ بیوی کی پوتیاں حرمت میں اس کی بیٹیوں کی طرح ہیں کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت ام حبیبہؓ سے کہا تھا "لا تعرضن علی بناتکن ولا اخواتکن"

(۱۹) لامع الدراری: ۲۷۹/۹۔

(۲۰) لامع الدراری: ۲۸۰/۹۔

(۲۱) فتح الباری: ۱۹۷/۹۔

(۲۲) لامع الدراری: ۲۸۰/۹۔

(۲۳) فتح الباری: ۱۹۷/۹۔

اسی طرح پوتے کی بیوی کا حکم بیٹے کی بیوی کی طرح ہے ۔

## ودفع النبی ﷺ ربیبة له الی من یکفله

اس جملہ سے پہلے امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا "هل تسمی الربیبة وان لم تکن فی حجره" یعنی ربیبہ اگر پرورش اور گود میں نہ ہو تو اس پر ربیبہ کا اطلاق ہوگا یا نہیں اور آدمی کے لئے وہ حرام ہوگی یا حلال ؟ "دفع النبی ﷺ ...." سے استدلال کرتے ہوئے امام بخاری بتانا چاہتے ہیں کہ ربیبہ کا گود اور پرورش میں ہونا شرط نہیں یہ محض قید اتفاقی ہے کیونکہ خود حضور اکرم ﷺ نے اپنی ایک ربیبہ کفالت کرنے والے ایک رشتہ دار کے حوالہ کی تھی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ربیبہ کا پرورش میں ہونا کوئی ضروری نہیں ، ربیبہ اگر گود اور پرورش میں نہ بھی ہو تب بھی اس پر ربیبہ کا اطلاق کیا جاتا ہے ۔

حضور اکرم ﷺ کی جس ربیبہ کا یہاں ذکر ہے وہ حضرت ام سلمہ کی بیٹی زینب تھی جو آپ ﷺ نے نوفل اشجعی کے حوالہ کی تھی ۔ (۲۴)

٤٨١٧ : حدَّثنا الحُمَيْدِيُّ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : حَدَّثَنَا هِشَامٌ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ زَيْنَبَ ، عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ قالَتْ : قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللهِ ، هَلْ لَكَ فِي بِنْتِ أَبِي سُفْيَانَ ؟ قالَ : (فَأَفْعَلُ ماذَا) . قُلْتُ : تَنْكِحُ ، قالَ : (أَتُحِبِّينَ) . قُلْتُ : لَسْتُ لَكَ بِمُخْلِيَةٍ ، وَأَحَبُّ مِنْ شَرِكَنِي فِيكَ أُخْتِي ، قالَ : (إِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِي) . قُلْتُ : بَلَغَنِي أَنَّكَ تَخْطُبُ ، قالَ : (ابْنَةَ أُمِّ سَلَمَةَ) . قُلْتُ : نَعَمْ ، قالَ : (لَوْ لَمْ تَكُنْ رَبِيبَتِي ما حَلَّتْ لِي ، أَرْضَعَتْنِي وَأَبَاهَا ثُوَيْبَةُ ، فَلَا تَعْرِضْنَ عَلَيَّ بَنَاتِكُنَّ وَلَا أَخَوَاتِكُنَّ) .

وَقالَ اللَّيْثُ : حَدَّثَنَا هِشَامٌ : دُرَّةُ بِنْتُ أَبِي سَلَمَةَ . [ر : ٤٨١٣]

اوپر روایت میں حضور اکرم ﷺ کی بیٹی کا نام مذکور نہیں ، لیث کی روایت میں اس کا نام مذکور ہے "درة بنت ابی سلمه" (وقال اللیث) تعلیق نہیں بلکہ سند مذکور کے ساتھ موصول ہے ۔

---

(۲۴) فتح الباری : ۹/۱۹۸ ۔

## ۲۷ - باب : «وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا ما قَدْ سَلَفَ» /النساء: ۲۳/.

۴۸۱۸ : حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ عُقَيْلٍ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ : أَنَّ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ أَخْبَرَهُ : أَنَّ زَيْنَبَ بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ أَخْبَرَتْهُ : أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ قالَتْ : قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، انْكِحْ أُخْتِي بِنْتَ أَبِي سُفْيَانَ ، قالَ : (وَتُحِبِّينَ) . قُلْتُ : نَعَمْ ، لَسْتُ لَكَ بِمُخْلِيَةٍ ، وَأَحَبُّ مَنْ شَارَكَنِي فِي خَيْرٍ أُخْتِي ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (إِنَّ ذٰلِكِ لَا يَحِلُّ لِي) . قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، فَوَاللّٰهِ إِنَّا لَنَتَحَدَّثُ أَنَّكَ تُرِيدُ أَنْ تَنْكِحَ دُرَّةَ بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ ، قالَ : (بِنْتَ أُمِّ سَلَمَةَ) . فَقُلْتُ : نَعَمْ ، قالَ : (فَوَاللّٰهِ لَوْ لَمْ تَكُنْ فِي حَجْرِي ما حَلَّتْ لِي ، إِنَّهَا لَابْنَةُ أَخِي مِنَ الرَّضَاعَةِ ، أَرْضَعَتْنِي وَأَبَا سَلَمَةَ ثُوَيْبَةُ ، فَلَا تَعْرِضْنَ عَلَيَّ بَنَاتِكُنَّ وَلَا أَخَوَاتِكُنَّ) . [ر : ۴۸۱۳]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں ، خواہ حقیقی ہوں ، یا علاتی ہوں ، یا اخیافی ہوں ، یا رضاعی ہوں ، یہ مسئلہ تو متفق علیہ ہے ۔

البتہ بِلکِ یمین میں دو بہنوں کو جمع کیا جاسکتا ہے ، اس سلسلے میں اختلاف ہے جمہور علماء کے نزدیک ملک یمین میں بھی دو بہنوں کو جمع کرنا درست نہیں ، بعض سلف جواز کے قائل ہیں ، امام احمدؒ سے بھی ایک روایت جواز کی منقول ہے ۔(۲۵)

حدیث کی مطابقت ترجمۃ الباب سے ظاہر ہے ، آپ ﷺ نے ام المؤمنین حضرت ام حبیبہؓ سے فرمایا "لاتعرضن علی بناتکن ولا اخواتکن"

## ۲۸ - باب : لَا تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ عَلَى عَمَّتِهَا

امام بخاری رحمہ اللہ فرمارہے ہیں کہ اگر کسی کے نکاح میں پھوپھی ہے تو پھر اس کی بھتیجی کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہیں ہوگا اور یہی حکم خالہ اور اس کی بھانجی کا ہے ، امام ترمذیؒ ،

(۲۵) مذکورہ تفصیل کے لئے دیکھئے فتح الباری: ۱۹۹/۹۔

ابن منذر، ابن حزم، علامہ نووی اور قرطبی رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ یہ مسئلہ اجماعی ہے البتہ امام نووی نے روافض کا اور ابن منذر اور قرطبی نے خوارج کا استثناء کیا ہے،(۲۶) حنفیہ نے ایک قاعدہ بیان کیا ہے کہ ایسی دو عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے کہ جن میں سے اگر ایک کو مرد فرض کیا جائے تو اس کا دوسری کے ساتھ نکاح جائز نہ ہو لیکن اگر حرمت ایک طرف سے ہو اور دوسری طرف سے نہ ہو تو پھر جمع کرنے میں کوئی حرج نہیں۔(۲۷)

٤٨١٩/٤٨٢١ : حدّثنا عَبْدَانُ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ ٱللهِ : أَخْبَرَنَا عاصِمٌ ، عَنِ الشَّعْبِيِّ : سَمِعَ جابِرًا رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : نَهَى رَسُولُ ٱللهِ ﷺ أَنْ تُنْكَحَ المَرْأَةُ عَلَى عَمَّتِهَا أَوْ خالَتِهَا .

وَقالَ دَاوُدُ وَٱبْنُ عَوْنٍ ، عَنِ الشَّعْبِيِّ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ .

(٤٨٢٠) : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مالِكٌ ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ ، عَنِ الأَعْرَجِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ قالَ : (لَا يُجْمَعُ بَيْنَ المَرْأَةِ وَعَمَّتِهَا ، وَلَا بَيْنَ المَرْأَةِ وَخالَتِهَا) .

(٤٨٢١) : حدّثنا عَبْدَانُ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ ٱللهِ قالَ : أَخْبَرَنِي يُونُسُ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قالَ : حَدَّثَنِي قَبِيصَةُ بْنُ ذُؤَيْبٍ : أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ : نَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ تُنْكَحَ المَرْأَةُ عَلَى عَمَّتِهَا ، وَالمَرْأَةُ وَخالَتُهَا . فَنُرَى خالَةَ أَبِيهَا بِتِلْكَ المَنْزِلَةِ ، لِأَنَّ عُرْوَةَ حَدَّثَنِي عَنْ عائِشَةَ قالَتْ : حَرِّمُوا مِنَ الرَّضَاعَةِ ما يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ

حضرات جمہور ان جیسی احادیث کی وجہ سے آیت کریمہ "واحل لکم ما وراء ذلکم" کے

---

(۲۶) مذکورہ تفصیل کے لئے دیکھئے فتح الباری:۲۰۱/۹۔

(۲۷) دیکھئے الهداية،کتاب النکاح،باب المحرمات:۲/۲۷۷۔

(۴۹۲۰)(۴۹۲۱)) واخرجہ ابوداؤد فی کتاب النکاح، باب مایکرہ ان یجمع بینھن من النساء، رقم الحدیث:۲۰۶۵، والترمذی فی کتاب النکاح،باب ماجاء لاتنکح المراۃ علی عمتھا ولا علی خالتھا،رقم الحدیث: ۱۱۲۶، والنسائی فی کتاب النکاح،باب تحریم الجمع بین المراۃ وعمتھا، رقم الحدیث: ۵۴۱۹، وابن ماجہ فی کتاب النکاح، باب لا تنکح المراۃ علی عمتھا ولا علی خالتھا، رقم الحدیث: ۱۹۲۹، واخرجہ مالک فی کتاب النکاح،باب مالا یجمع بینہ من النساء، رقم الحدیث: ۲۰۔

عموم میں تخصیص کے قائل ہوئے ہیں، جمہور علماء چونکہ قرآن کی تخصیص اخبار آحاد سے جائز مانتے ہیں (۲۸) اس لئے ان پر تو کوئی اشکال نہیں ہوگا۔

لیکن حضرات حنفیہ پر اشکال ہوتا ہے کیونکہ وہ اخبار آحاد سے تخصیص کتاب اللہ کے قائل نہیں صاحب ہدایہ نے یہ جواب دیا ہے کہ ایہ اخبار آحاد نہیں ہیں بلکہ یہ سب احادیث مشہورہ ہیں اس لئے ان سے قرآن میں تخصیص ہوسکتی ہے۔ (۲۹)

اس پر اشکال ہوتا ہے کہ جو شہرت محدثین کے ہاں معتبر ہے وہ ان احادیث میں نہیں پائی جاتی اور جو یہاں پائی جارہی ہے، اس کا حضرات محدثین نے اپنی اصطلاح میں اعتبار نہیں کیا کیونکہ محدثین کی اصطلاح میں خبر مشہور وہ کہلاتی ہے جس کے راوی ہر زمانہ میں تین سے کم نہ ہوں، کم از کم تین ہوں (۳۰) اور احادیث باب اس طرح نہیں۔

حنفیہ کی طرف سے دوسرا جواب یہ دیا گیا کہ ان پر چونکہ امت کا اجماع منعقد ہوچکا ہے اس لئے یہ احادیث مستند بالاجماع ہیں، چنانچہ آیت کریمہ میں تخصیص اجماع کے ذریعہ سے ہوئی ہے خبر واحد کی وجہ سے نہیں، علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ اس اشکال کے جواب میں فرماتے ہیں:

"واورد علیہ ابن القیم فی "اعلام الموقعین" قال: وھی زیادۃ علی الکتاب من خبر الواحد، وھو ساقط عندی؛ لان ھذا مجمع علیہ، فلم یبق خبرا واحدا، وقد مَرَّ أن خَبَرَ الواحدِ عند المحدثین ما کان لہ سند دون المشھور، وعند الاصولیین ھو ما لم یتلق بالقبول فی عھد السلف فان تلقی فھو مشھور، فھم قسموا الخبر باعتبار التلقی وعدمہ فما تلقی یصیر الخبر عندھم مشھورا، فتجوز بہ الزیادۃ علی الکتاب علی انہ متواتر عملا، وان لم یکن متواترا سَنَدًا، لان السند عبارۃ عَنْ مَنْ عَنْ مَنْ، وفی تواتر الطبقۃ یکون اخذ الطبقۃ عن الطبقۃ، وثالثا: انہ لیس من باب الزیادۃ، بل تنقیح المناط لقولہ: "وان تجمعوا بین الاختین" فافھم" (۳۱)

---

(۲۸) فتح الباری: ۹/۲۰۱۔

(۲۹) فتح الباری: ۹/۲۰۱۔ وعمدۃ القاری: ۲۰/۱۰۷۔ والھدایۃ: ۲/۲۷۷۔ کتاب الحج

(۳۰) ظفر الامانی بشرح مختصر السید الجرجانی: ۶۵، وشرح النخبۃ: ۱۸۔۳۱ وتدریب الراوی: ۳۶۸۔۳۶۹ کذا علی ھامش علوم الحدیث: ۲۶۵۔

(۳۱) فیض الباری: ۴/ ۲۸۱

## وقال داود وابن عون عن الشعبی، عن ابی هريرة

داود بن ابی ہند کی روایت کو امام ابوداؤد، امام ترمذی اور دارمی نے موصولاً نقل کیا ہے اس کے الفاظ ہیں: "ان رسول الله ﷺ نهى ان تنكح المراة على عمتها، او المراة على خالتها، او العمة على بنت اخيها، او الخالة على بنت اختها، لا الصغرى على الكبرى، ولا الكبرى على الصغرى" (۳۲)

اور عبداللہ بن عون کی روایت کو امام نسائی نے موصولاً نقل کیا ہے، اس کے الفاظ ہیں: "لاتزوج المراة على عمتها ولا على خالتها" (۳۳)

## فَنُرَى خالةَ ابيها بتلك المنزلة

نُرَى: بضم النون أى نظن وبفتحها أى نعتقد، "خالة ابيها بتلك المنزلة" أى من التحريم"۔

یہ حضرت زہری رحمہ اللہ کا قول ہے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی کہ حضور اکرم ﷺ نے پھوپھی پر بھتیجی کے نکاح سے اور خالہ پر بھانجی کے نکاح سے منع فرمایا ہے، حضرت زہری فرماتے ہیں کہ عورت کے باپ کی خالہ کا بھی ہم یہی حکم سمجھتے ہیں، یعنی عورت اور اس کے باپ کی خالہ کو بھی نکاح میں جمع نہیں کیا جاسکتا (اسی طرح نسب کی تحریم نیچے کے ساتھ خاص نہیں ہے اوپر کی جانب بھی اس کا اعتبار کیا جائے گا)

## لان عروة حدثني عن عائشة....

حضرت زہری نے حضرت عائشہؓ کی اس حدیث کو اپنے قول "فنری خالة ابيها بتلك المنزلة" کے لئے بطور دلیل پیش کیا ہے۔

لیکن اس پر اشکال یہ ہوتا ہے کہ حکم ودعوی اور دلیل دونوں میں مطابقت نہیں ہے، دعوی تو یہ ہے کہ عورت اور اس کے باپ کی خالہ کو ایک نکاح میں جمع نہیں کیا جاسکتا اور دلیل یہ دی جارہی ہے کہ "حرموا من الرضاعة ما يحرم من النسب" دلیل میں پیش کی گئی اس روایت میں حرمت رضاعت کا بیان ہے جبکہ دعوی میں حرمت نسب اور حرمت مصاہرت کا ذکر ہے کہ عورت اور

(۳۲) فتح البارى: ۹/ ۲۰۰۔

(۳۳) فتح البارى: ۹/ ۲۰۰۔

اس کے باپ کی خالہ کو تبع نہیں کیا جاسکتا، چنانچہ صاحب التوضیح فرماتے ہیں:

"استدلال الزهری غیر صحیح؛ لانه استدل علی تحریم من حرمت بالنسب فلا حاجة الی تشبیهها من الرضاع" (۳۴)

ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"فی اخذ هذا الحکم من هذا الحدیث نظر، وکانه اراد الحاق ما یحرم بالصهر مما یحرم بالنسب، کما یحرم بالرضاع ما یحرم بالنسب، ولما کانت خالة الاب من الرضاع لا یحل نکاحها، فکذلک خالة الاب لا یجمع بینها وبین بنت ابن اخیها" (۳۵)

## ۲۹ - باب : الشِّغَارِ .

٤٨٢٢ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مالِكٌ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنِ ٱبْنِ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ نَهى عَنِ الشِّغَارِ . وَالشِّغَارُ أَنْ يُزَوِّجَ الرَّجُلُ ٱبْنَتَهُ عَلَى أَنْ يُزَوِّجَهُ الآخَرُ ٱبْنَتَهُ . لَيْسَ بَيْنَهُمَا صَدَاقٌ . [٦٥٥٩]

شغار یعنی آنٹے سانٹے کے نکاح کی تفسیر یہ ہے کہ ایک آدمی دوسرے سے کہے کہ میں تجھ سے اپنی بہن یا اپنی بیٹی کا نکاح کرتا ہوں اس شرط پر کہ تو مجھ سے اپنی بہن یا اپنی بیٹی کا نکاح کردے اور احد العقدین دوسرے کا عوض ہوجائے اس کے علاوہ کوئی اور مہر نہ ہو (۳۶)

---

(۳۴) عمدۃ القاری: ۲۰/۱۰۸۔

(۳۵) فتح الباری: ۹/۲۰۱۔

(۴۸۲۲) واخرجه البخاری ایضا فی کتاب الحیل، باب الحیلة فی النکاح، رقم الحدیث: ۶۹۶۰، واخرجه مسلم فی کتاب النکاح، باب تحریم نکاح الشغار وبطلانه، رقم الحدیث: ۱۴۱۵، واخرجه ابوداؤد فی کتاب النکاح، باب فی الشغار، رقم الحدیث: ۲۰۷۴، ۲۰۷۵، والترمذی فی کتاب النکاح، باب ماجاء فی النهی عن نکاح الشغار، رقم الحدیث: ۱۱۲۴، والنسائی فی کتاب النکاح، باب تفسیر الشغار، رقم الحدیث: ۵۴۹۷، وابن ماجه فی کتاب النکاح، باب النهی عن الشغار، رقم الحدیث: ۱۸۸۳، والامام مالک فی کتاب النکاح، باب جامع مالایجوز من النکاح، رقم الحدیث: ۲۴۔

(۳۶) النهایة لابن کثیر: ۲/۴۸۲۔ وفتح الباری: ۹/۲۰۳۔

یہ شغر البلد من السلطان سے ماخوذ ہے ، یہ اس وقت کہتے ہیں جب شہر سلطان سے خالی ہوجائے ، چونکہ یہ نکاح مہر سے خالی ہوتا ہے اس لئے اس کو شغار کہتے ہیں ۔ (۳۷)

بعض حضرات نے کہا یہ شغرالکلب سے ماخوذ ہے ، یہ اس وقت کہتے ہیں جب کتا پیشاب کے لئے اپنا پاؤں اٹھائے ، نکاح شغار میں بھی چونکہ جانبین سے یہ شرط ہوتی ہے "لاأرفع رِجل بنتک حتی لاترفع رِجل بنتی" اس لئے اس کو نکاح شغار کہتے ہیں ۔ (۳۸)

نکاحِ شغار کے ناجائز ہونے پر سب کا اتفاق ہے ، ابن عبدالبر نے اس پر اجماع نقل کیا ہے (۳۹) لیکن اگر اس طرح نکاح کرلیا جائے تو سوال یہ ہے کہ وہ نکاح منعقد ہوگا یا نہیں ؟ جمہور کی رائے یہ ہے کہ منعقد نہیں ہوگا ، حضرات حنفیہ کے نزدیک منعقد ہوجائے گا ، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی بھی ایک روایت یہی ہے اور مہر مثل لازم ہوگا ۔ (۴۰)

نکاحِ شغار کے انعقاد کا یہ مسئلہ ، اصول فقہ کے مشہور قاعدہ پر متفرع ہے کہ نہی عن الافعال الشرعیہ حنفیہ کے نزدیک مشروعیت کا تقاضا کرتی ہے ، لہذا نکاح منعقد ہوگا اور مہرِ مثل واجب ہوگا ، وجہ اس کی یہ ہے کہ احدالبضعین کو جو دوسرے کا مہر مقرر کیا گیا ہے یہ تسمیہ فاسد ہے ، کیونکہ بضع مال نہیں اس لئے مہر نہیں بن سکتی، ایسی صورت میں عورت مہر مثل کی مستحق ہوگی اور احدالبضعین کو مہر قرار دینا شرط فاسد ہے اور نکاح شرط فاسد سے باطل نہیں ہوتا بلکہ شرط باطل اور نکاح صحیح ہوجائے گا ۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے جمہور کی تائید کی ہے اور "ان رسول اللہ ﷺ نھی عن الشغار" کو دلیل میں پیش کیا ہے ۔

حضرات حنفیہ حدیث باب کا جواب یہ دیتے ہیں کہ اس میں شغار جاہلیت سے ممانعت وارد ہوئی ہے جس میں مہر نہیں ہوتا ، وہ ہمارے نزدیک بھی ناجائز ہے ، ہم نے جواز کا جو قول اختیار کیا ہے وہ مہر مثل کے ساتھ ہے اس لئے یہ شغار ممنوع کے زمرے میں نہیں آتا ۔ (۴۱)

دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ نہی کراہت پر محمول ہے ، حرمت پر نہیں ۔ (۴۲)

---

(۳۷) و (۳۸) عمدۃ القاری : ۲۰/ ۱۰۸ ـ وبدائع الصنائع ، کتاب النکاح : ۲/ ۲۷۷ ـ والھدایۃ : ۲/ ۲۹۷ ـ کتاب النکاح ـ (۳۹) فتح الباری : ۹/ ۲۰۳ ـ ۲۰۴ ـ

(۴۰) فتح الباری : ۹/ ۲۰۴ ـ وعمدۃ القاری : ۲۰/ ۱۰۸ ـ

(۴۱) عمدۃ القاری : ۲۰/ ۱۰۹ ـ

(۴۲) عمدۃ القاری : ۲۰/ ۱۰۹ ـ

**فائدہ**

شغار کی ایک صورت یہ بھی ہوتی ہے کہ کوئی شخص اپنے لڑکے کا نکاح دوسرے کی لڑکی سے اس شرط پر کرے کہ وہ دوسرا اپنے لڑکے کا نکاح اس کی لڑکی سے کردے اور احدالعقدین دوسرے کا عوض ہو، اس صورت میں بھی مہر مثل واجب ہوگا البتہ اگر احد العقدین کو دوسرے کا عوض نہیں بنایا گیا تو پھر مذکورہ صورت شغار کے تحت نہیں آئے گی۔

**الشغار ان یزوج الرجل ابنته.....**

شغار کی اس تفسیر میں محدثین کا اختلاف ہے کہ یہ حصہ آیا حدیث مرفوع کا حصہ ہے یا راویٔ حدیث امام مالک رحمہ اللہ کی طرف سے بطور تشریح مدرج ہے، خطیب بغدادیؒ نے فرمایا کہ یہ حدیث مرفوع نہیں بلکہ یہ امام مالک رحمہ اللہ کا قول ہے، (۴۳) بعضوں نے اس کو امام مالک کے شیخ نافع کا قول قرار دیا اور بعضوں نے اس کو حضرت ابن عمرؓ کا قول قرار دیا ہے، (۴۴) علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں:

"تفسیر الشغار صحیح لما ذکرہ أهل اللغة، فان کان مرفوعاً فهو المقصود، وان کان من قول الصحابی فمقبول أیضاً، لأنه أعلم بالمقال، وأقعد بالحال" (۴۵)

شغار کی تفسیر میں "بنت" کا ذکر بطور مثال ہے، ہر وہ نکاح جس میں احدالعقدین کو دوسرے کا عوض بنایا جائے وہ شغار ہے چاہے وہ بنت کا نکاح ہو یا اخت کا یا ان کے علاوہ کا۔

**٣٠ - باب : هَلْ لِلْمَرْأَةِ أَنْ تَهَبَ نَفْسَهَا لِأَحَدٍ .**

٤٨٢٣ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ : حَدَّثَنَا ٱبْنُ فُضَيْلٍ : حَدَّثَنَا هِشَامٌ ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ : كَانَتْ خَوْلَةُ بِنْتُ حَكِيمٍ مِنَ اللَّائِي وَهَبْنَ أَنْفُسَهُنَّ لِلنَّبِيِّ ﷺ ، فَقَالَتْ عائِشَةُ : أَمَا تَسْتَحِي الْمَرْأَةُ أَنْ تَهَبَ نَفْسَهَا لِلرَّجُلِ ، فَلَمَّا نَزَلَتْ : «تُرْجِئُ مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ» . قُلْتُ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، ما أَرَى رَبَّكَ إِلَّا يُسَارِعُ فِي هَوَاكَ .

(۴۳) عمدۃ القاری: ۲۰/۱۰۸ ـ وفتح الباری: ۹/۲۰۲

(۴۴) عمدۃ القاری: ۲۰/۱۰۸ ـ

رَوَاهُ أَبُو سَعِيدٍ الْمُؤَدِّبُ ، وَمُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ ، وَعَبْدَةُ ، عَنْ هِشَامٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عائِشَةَ ، يَزِيدُ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ . [ر : ٤٥١٠]

اگر کوئی عورت کسی کے لئے اپنے آپ کو ھبہ کرے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ اس کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں ایک صورت یہ ہے کہ صرف لفظ ھبہ ذکر کرے اور مہر وغیرہ کا ذکر نہ ہو، جمہور کے نزدیک یہ نکاح باطل ہے، حنفیہ اور امام اوزاعی کے نزدیک یہ جائز ہے اور ایسی صورت میں مہر مثل واجب ہوگا۔ (۴۶)

جمہور قرآن کریم کی آیت "خالصة لک من دون المؤمنین" سے استدلال کرتے ہیں کہ بغیر ذکر مہر کے لفظ ہبہ سے نکاح حضور اکرم ﷺ کی خصوصیت تھی۔

حضرات حنفیہ فرماتے ہیں کہ اس سے واھبہ کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہونا مراد ہے، مطلق ھبہ کا نکاح کے لئے آپ کے ساتھ خاص ہونا مراد نہیں۔ (۴۷)

دوسری صورت یہ ہے کہ عقد نکاح لفظ ہبہ کے ساتھ منعقد ہوگا کہ نہیں، شوافع کے نزدیک منعقد نہیں ہوگا ان کے نزدیک عقد نکاح صرف دو لفظوں کے ساتھ منعقد ہوتا ہے ایک لفظ نکاح اور دوسرا تزویج۔ (۴۸)

لیکن حضرات حنفیہ اور اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ عقد نکاح ان تمام الفاظ سے منعقد ہوجاتا ہے جو ملک موبد پر دلالت کرتے ہیں جیسے ملک، صدقہ، ھبہ وغیرہ کے الفاظ ہیں۔ (۴۹)

## رواه ابو سعید المؤدب، ومحمد بن بشر، وعبدة عن هشام عن ابیه

ابو سعید کا نام محمد بن مسلم بن ابی الوضاح ہے، ابن مردویہ نے ان کی روایت موصولا نقل کی ہے، محمد بن بشر کی روایت کو امام احمد نے موصولا نقل کیا ہے اور عبد بن سلیمان کی روایت کو امام مسلم اور امام ابن ماجہ نے موصولا نقل کیا ہے۔ (۵۰)

---

(۴۵) فتح الباری: ۹/۲۰۳۔

(۴۶) فتح الباری: ۹/۲۰۳۔

(۴۷) فتح الباری: ۹/۲۰۴۔

(۴۸) فتح الباری: ۹/۲۰۴۔

(۴۹) عمدة القاری: ۲۰/۱۰۹۔

## ٣١ - باب : نِكاحِ الْمُحْرِمِ .

٤٨٢٤ : حدّثنا مالِكُ بْنُ إِسْماعِيلَ : أَخْبَرَنَا ٱبْنُ عُيَيْنَةَ : أَخْبَرَنَا عَمْرٌو : حَدَّثَنَا جابِرُ بْنُ زَيْدٍ قالَ : أَنْبَأَنَا ٱبْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا : تَزَوَّجَ النَّبِيُّ ﷺ وَهُوَ مُحْرِمٌ . [ر : ١٧٤٠]

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک حالت احرام میں نکاح جائز ہے اور نہ انکاح ، حضرات حنفیہ کے نزدیک حالت احرام میں نکاح بھی جائز ہے اور انکاح بھی البتہ جماع اور دواعی جماع حلال ہونے تک جائز نہیں ۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے جو حدیث پیش فرمائی ہے وہ حنفیہ کا مستدل ہے اور امام بخاریؒ کا مسلک بھی جواز کا ہے کیونکہ حدیث باب سے انہوں نے جواز پر استدلال کیا ہے ۔

اس مسئلہ کی تفصیلی بحث کتاب الحج میں گذر چکی ہے ۔

## ٣٢ - باب : نَهْيِ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ عَنْ نِكاحِ الْمُتْعَةِ آخِرًا .

٤٨٢٥ : حدّثنا مالِكُ بْنُ إِسْماعِيلَ : حَدَّثَنَا ٱبْنُ عُيَيْنَةَ : أَنَّهُ سَمِعَ الزُّهْرِيَّ يَقُولُ : أَخْبَرَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ ، وَأَخُوهُ عَبْدُ ٱللهِ ، عَنْ أَبِيهِمَا : أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ لِٱبْنِ عَبَّاسٍ : إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنِ الْمُتْعَةِ ، وَعَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ ، زَمَنَ خَيْبَرَ . [ر : ٣٩٧٩]

٤٨٢٦ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ أَبِي جَمْرَةَ قالَ : سَمِعْتُ ٱبْنَ عَبَّاسٍ : يُسْأَلُ عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ فَرَخَّصَ ، فَقَالَ لَهُ مَوْلًى لَهُ : إِنَّمَا ذٰلِكَ فِي الْحَالِ الشَّدِيدِ ، وَفِي النِّسَاءِ قِلَّةٌ ؟ أَوْ نَحْوَهُ ، فَقَالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : نَعَمْ .

٤٨٢٧ : حدّثنا عَلِيٌّ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : قالَ عَمْرٌو ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مُحَمَّدٍ ، عَنْ جابِرِ ٱبْنِ عَبْدِ ٱللهِ وَسَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ قالَا : كُنَّا فِي جَيْشٍ ، فَأَتَانَا رَسُولُ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ فَقَالَ : إِنَّهُ قَدْ أُذِنَ لَكُمْ أَنْ تَسْتَمْتِعُوا ، فَاسْتَمْتِعُوا .

---

(۴۸۲۶)لم یخرجہ احد من اصحاب الصحاح الستۃ الا البخاری۔

(۴۸۲۷) واخرجہ مسلم فی کتاب النکاح ، باب نکاح المتعۃ وبیان انہ ابیح ثم نسخ ، رقم الحدیث : ۱۴۰۵ ، والنسائی فی کتاب النکاح ، باب المتعۃ ، رقم الحدیث : ۵۵۳۹۔

وَقَالَ ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ : حَدَّثَنِي إِيَاسُ بْنُ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ : (أَيُّمَا رَجُلٍ وَامْرَأَةٍ تَوَافَقَا ، فَعِشْرَةُ مَا بَيْنَهُمَا ثَلَاثُ لَيَالٍ ، فَإِنْ أَحَبَّا أَنْ يَتَزَايَدَا ، أَوْ يَتَتَارَكَا تَتَارَكَا) . فَمَا أَدْرِي أَشَيْءٌ كَانَ لَنَا خَاصَّةً ، أَمْ لِلنَّاسِ عَامَّةً
قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ : وَبَيَّنَهُ عَلِيٌّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ مَنْسُوخٌ

متعہ کے متعلق تفصیلی بحث کشف الباری کتاب المغازی ( صفحہ ۴۳۴ ) میں باب غزوۂ خیبر کے تحت گذر چکی ہے ۔

وقال ابن ابی ذئب....

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مرد اور عورت ایک دوسرے کے موافق ہوں تو ان کے درمیان تین دن تک معاشرت رہنی چاہئے ، اس کے بعد اگر وہ اس مدت میں اضافہ چاہیں تو اضافہ کردیں اور اگر ایک دوسرے کو چھوڑنا چاہیں تو چھوڑدیں ، حضرت سلمۃ بن الاکوع فرماتے ہیں کہ اب مجھے معلوم نہیں کہ یہ حکم صرف ہمارے لئے خاص تھا یا عام لوگوں کے لئے بھی ہے ۔

فان أحبا أن یتزایدا أَوْ یتتارکا تَتَارَکا

اس جملہ میں "یتزایدا" کا جواب محذوف ہے ، اصل عبارت ہے فان أحبا أن یتزایدا تزایدا أَوْ یتتارکا تتارکا یعنی اگر وہ دونوں مدت میں اضافہ کرنا چاہیں تو اضافہ کردیں اور اگر وہ دونوں ایک دوسرے کو چھوڑنا چاہیں تو چھوڑ دیں

ابن ابی ذئب کی اس تعلیق کو امام طبرانی نے موصولاً نقل کیا ہے ۔

قال ابو عبداللہ : وقد بینہ علی عن النبی ﷺ انہ منسوخ

ابو عبداللہ امام بخاری رحمہ اللہ کی کنیت ہے ، فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے کہ مذکورہ حکم منسوخ ہوچکا ہے ۔

## ٣٣ – باب : عَرْضِ الْمَرْأَةِ نَفْسَهَا عَلَى الرَّجُلِ الصَّالِحِ .

٤٨٢٨ : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ : حَدَّثَنَا مَرْحُومٌ قالَ : سَمِعْتُ ثَابِتًا الْبُنَانِيَّ قالَ : كُنْتُ عِنْدَ أَنَسٍ ، وَعِنْدَهُ ابْنَةٌ لَهُ ، قالَ أَنَسٌ : جاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ تَعْرِضُ عَلَيْهِ نَفْسَهَا ، قالَتْ : يَا رَسُولَ اللهِ ، أَلَكَ بِي حاجَةٌ ؟ فَقَالَتْ بِنْتُ أَنَسٍ : ما أَقَلَّ حَيَاءَهَا ، وَاسَوْأَتَاهْ وَاسَوْأَتَاهْ ، قالَ : هِيَ خَيْرٌ مِنْكِ ، رَغِبَتْ فِي النَّبِيِّ ﷺ فَعَرَضَتْ عَلَيْهِ نَفْسَهَا . [٥٧٧٢]

٤٨٢٩ . حدّثنا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ : حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ قالَ : حَدَّثَنِي أَبُو حازِمٍ ، عَنْ سَهْلٍ : أَنَّ امْرَأَةً عَرَضَتْ نَفْسَهَا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ : يَا رَسُولَ اللهِ زَوِّجْنِيهَا ، فَقَالَ : (ما عِنْدَكَ) . قالَ : ما عِنْدِي شَيْءٌ ، قالَ : (اذْهَبْ فَالْتَمِسْ وَلَوْ خاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ) . فَذَهَبَ ثُمَّ رَجَعَ ، فَقَالَ : لَا وَاللهِ ما وَجَدْتُ شَيْئًا وَلَا خاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ ، وَلٰكِنْ هٰذَا إِزَارِي وَلَهَا نِصْفُهُ ، قالَ سَهْلٌ : وَما لَهُ رِدَاءٌ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (وَما تَصْنَعُ بِإِزَارِكَ ، إِنْ لَبِسْتَهُ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهَا مِنْهُ شَيْءٌ ، وَإِنْ لَبِسَتْهُ لَمْ يَكُنْ عَلَيْكَ مِنْهُ شَيْءٌ) . فَجَلَسَ الرَّجُلُ حَتَّى إِذَا طَالَ مَجْلِسُهُ قامَ ، فَرَآهُ النَّبِيُّ ﷺ فَدَعَاهُ أَوْ دُعِيَ لَهُ ، فَقَالَ لَهُ : (ماذَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ) . فَقَالَ : مَعِي سُورَةُ كَذَا وَسُورَةُ كَذَا ، لِسُوَرٍ يُعَدِّدُهَا ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (أَمْلَكْنَاكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ) . [ر : ٢١٨٦]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ اگر کوئی عورت اپنے آپ کو کسی نیک آدمی کے لئے پیش کرے تو سنت میں اس کی اصل موجود ہے ۔

علامہ ابن منیر مالکی فرماتے ہیں کہ یہ امام بخاری رحمہ اللہ کے لطائف میں سے ہے کہ انہوں نے حدیث باب میں مذکور واہبہ کے قصہ سے یہ عجیب وغریب مسئلہ مستنبط کیا کہ بے شک ہبہ کا یہ واقعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص تھا ، مگر اس سے یہ نکلتا ہے کہ اگر عورت اپنے آپ کو کسی صالح اور نیک آدمی کے سامنے پیش کرے تو سنت میں اس کی اصل

(۴۸۲۸) واخرجه البخاري ايضا في كتاب الادب، باب: مالا يستحى من التفقه في الدين، رقم الحديث: ۶۱۲۳، والنسائي في كتاب النكاح، باب عرض المراة نفسها على من ترضى، رقم الحديث: ۵۳۶۱، ۵۳۶۲، وابن ماجه في كتاب النكاح، باب التي وهبت نفسها للنبي ﷺ، رقم الحديث: ۲۰۰۱۔

موجود ہے ۔ (۱)

## حدثنا علی بن عبداللہ....

ثابت بُنانی فرماتے ہیں کہ میں حضرت انسؓ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا ، ان کی بیٹی بھی ان کے پاس تھی ، حضرت انسؓ نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی اور اپنے نفس کی آپ کو پیشکش کرتے ہوئے کہنے لگی یا رسول اللہ ! کیا آپ کو میری ضرورت ہے ؟ تو حضرت انسؓ کی بیٹی کہنے لگی کس قدر بے حیا عورت تھی ، ہائے بے شرمی ! تو حضرت انسؓ نے فرمایا " وہ عورت تم سے بہتر تھی کیونکہ اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے رغبت تھی تب ہی تو آپؐ پر اپنے نفس کو پیش کیا ۔

## مرحوم

یہ مرحوم بن عبدالعزیز بن مہران ہیں ، بصرہ کے رہنے والے ہیں ، ثقہ ہیں سن ۱۸۷ ھ میں ان کی وفات ہوئی ہے ، صحیح بخاری میں ان کی صرف یہی ایک حدیث ہے ، یہ حدیث امام بخاریؒ نے آگے کتاب الادب میں بھی ذکر کی ہے ۔ (۲)

## وعندہ ابنۃ انس

حضرت انسؓ کی اس بیٹی کا نام معلوم نہیں ہوسکا ، حافظ اور عینی نے لکھا ہے کہ شاید اس کا نام امینۃ تھا ۔ (۳)

## واسَوْأَتاہ

سَوْأَۃ کے معنی بے حیائی اور برے کام کے بھی آتے ہیں اور شرمگاہ کو بھی سَوْأَۃ کہتے ہیں ، یہاں اس سے پہلے معنی مراد ہیں ، اس کے آخر میں الف ندبہ کا ہے اور ہاء سکتہ کی ہے یعنی ہائے بے شرمی !

## تنبیہ

حضرت انسؓ کی اس حدیث میں بیان کردہ واقعہ کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ

(۱) فتح الباری: ۹/۲۱۸ ۔

(۲) دیکھئے عمدۃ القاری: ۲۰/۱۱۳ ۔

(۳) فتح الباری: ۹/۲۱۸ ۔ وعمدۃ القاری: ۲۰/۱۱۳ ۔

نے فرمایا کہ یہ حضرت سہل بن سعد کے بیان کردہ واقعہ سے الگ واقعہ ہے، یہ دو مختلف واقعات ہیں۔ (۴)

### ٣٤ - باب : عَرْضِ الْإِنْسَانِ ٱبْنَتَهُ أَوْ أُخْتَهُ عَلَى أَهْلِ الْخَيْرِ.

٤٨٣٠ : حدَّثنا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ ، عَنْ صَالِحِ ٱبْنِ كَيْسَانَ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ قالَ : أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ : أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ ٱللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا يُحَدِّثُ : أَنَّ عُمَرَ بْنَ الخَطَّابِ ، حِينَ تَأَيَّمَتْ حَفْصَةُ بِنْتُ عُمَرَ مِنْ خُنَيْسِ بْنِ حُذَافَةَ السَّهْمِيِّ ، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ ، فَتُوُفِّيَ بِالمَدِينَةِ ، فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الخَطَّابِ : أَتَيْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ ، فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ حَفْصَةَ ، فَقَالَ : سَأَنْظُرُ فِي أَمْرِي ، فَلَبِثْتُ لَيَالِيَ ثُمَّ لَقِيَنِي فَقَالَ : قَدْ بَدَا لِي أَنْ لَا أَتَزَوَّجَ يَوْمِي هٰذَا . قالَ عُمَرُ : فَلَقِيتُ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقَ ، فَقُلْتُ : إِنْ شِئْتَ زَوَّجْتُكَ حَفْصَةَ بِنْتَ عُمَرَ ، فَصَمَتَ أَبُو بَكْرٍ فَلَمْ يَرْجِعْ إِلَيَّ شَيْئًا ، وَكُنْتُ أَوْجَدَ عَلَيْهِ مِنِّي عَلَى عُثْمَانَ ، فَلَبِثْتُ لَيَالِيَ ثُمَّ خَطَبَهَا رَسُولُ ٱللهِ ﷺ فَأَنْكَحْتُهَا إِيَّاهُ ، فَلَقِيَنِي أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ : لَعَلَّكَ وَجَدْتَ عَلَيَّ حِينَ عَرَضْتَ عَلَيَّ حَفْصَةَ فَلَمْ أَرْجِعْ إِلَيْكَ شَيْئًا ؟ قالَ عُمَرُ : قُلْتُ : نَعَمْ ، قالَ أَبُو بَكْرٍ : فَإِنَّهُ لَمْ يَمْنَعْنِي أَنْ أَرْجِعَ إِلَيْكَ فِيمَا عَرَضْتَ عَلَيَّ ، إِلَّا أَنِّي كُنْتُ عَلِمْتُ أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ قَدْ ذَكَرَهَا ، فَلَمْ أَكُنْ لِأُفْشِيَ سِرَّ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ ، وَلَوْ تَرَكَهَا رَسُولُ ٱللهِ ﷺ قَبِلْتُهَا . [ر : ٣٧٨٣]

٤٨٣١ : حدَّثنا قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ ، عَنْ عِرَاكِ بْنِ مالِكٍ : أَنَّ زَيْنَبَ بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ أَخْبَرَتْهُ : أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ قالَتْ لِرَسُولِ ٱللهِ ﷺ : إِنَّا قَدْ تَحَدَّثْنَا أَنَّكَ نَاكِحٌ دُرَّةَ بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ ، فَقَالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (أَعَلَى أُمِّ سَلَمَةَ ؟ لَوْ لَمْ أَنْكِحْ أُمَّ سَلَمَةَ ما حَلَّتْ لِي ، إِنَّ أَبَاهَا أَخِي مِنَ الرَّضَاعَةِ) . [ر : ٤٨١٣]

اگر کوئی آدمی اپنی بیٹی یا بہن کو کسی کے سامنے نکاح کے لئے پیش کرے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں اور اسے حیا کے خلاف نہیں قرار دیا جائے گا۔

(۴) فتح الباری: ۲۱۸/۹۔

باب کے تحت جو دو حدیثیں بیان فرمائی گئی ہیں، ان پر کلام گذر چکا ہے، پہلی حدیث کتاب المغازی میں گذر چکی ہے اور دوسری حدیث ماقبل "باب وان تجمعوا بین الاختین" کے تحت گذر چکی ہے، وہاں یہ الفاظ بھی تھے "قالت ام حبیبہ: یارسول اللہ، انکح اختی" اپنی بہن کو حضرت ام حبیبہؓ نے نکاح کے لئے پیش کیا، جس سے ترجمۃ الباب عرض الانسان اختہ ثابت ہوگیا۔

٣٥ - باب: قَوْلِ اللهِ جَلَّ وَعَزَّ: «وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيما عَرَّضْتُمْ بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ أَوْ أَكْنَنْتُمْ فِي أَنْفُسِكُمْ عَلِمَ اللهُ - الآيَةَ إِلَى قَوْلِهِ - غَفُورٌ حَلِيمٌ» /البقرة: ٢٣٥/.

أَكْنَنْتُمْ: أَضْمَرْتُمْ. وَكُلُّ شَيْءٍ صُنْتَهُ وَأَضْمَرْتَهُ فَهُوَ مَكْنُونٌ.

وَقَالَ لِي طَلْقٌ: حَدَّثَنَا زَائِدَةُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: «فِيما عَرَّضْتُمْ بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ». يَقُولُ: إِنِّي أُرِيدُ التَّزْوِيجَ، وَلَوَدِدْتُ أَنَّهُ تَيَسَّرَ لِي امْرَأَةٌ صَالِحَةٌ

وَقَالَ الْقَاسِمُ: يَقُولُ إِنَّكِ عَلَيَّ كَرِيمَةٌ، وَإِنِّي فِيكِ لَرَاغِبٌ، وَإِنَّ اللهَ لَسَائِقٌ إِلَيْكِ خَيْرًا، أَوْ نَحْوَ هٰذَا

وَقَالَ عَطَاءٌ: يُعَرِّضُ وَلَا يَبُوحُ. يَقُولُ: إِنَّ لِي حَاجَةً، وَأَبْشِرِي، وَأَنْتِ بِحَمْدِ اللهِ نَافِقَةٌ. وَتَقُولُ هِيَ: قَدْ أَسْمَعُ مَا تَقُولُ، وَلَا تَعِدُ شَيْئًا، وَلَا يُوَاعِدُ وَلِيُّهَا بِغَيْرِ عِلْمِهَا، وَإِنْ وَاعَدَتْ رَجُلًا فِي عِدَّتِهَا، ثُمَّ نَكَحَهَا بَعْدُ لَمْ يُفَرَّقْ بَيْنَهُمَا.

وَقَالَ الْحَسَنُ: «لَا تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا»: الزِّنَا.

وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: «حَتَّى يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ»: تَنْقَضِيَ الْعِدَّةُ.

آیتِ باب میں چار حکم بیان کئے گئے ہیں:

---

(٣٥) (ولا جناح..) وتتمتها: «عَلِمَ اللهُ أَنَّكُمْ سَتَذْكُرُونَهُنَّ وَلٰكِنْ لَا تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا إِلَّا أَنْ تَقُولُوا قَوْلًا مَعْرُوفًا وَلَا تَعْزِمُوا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتَّى يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللهَ يَعْلَمُ مَا فِي أَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوهُ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ». (قولاً معروفاً) عرف جوازه في الشرع وهو التعريض (عقدة النكاح) عقده (فاحذروه) أن يعاقبكم إذا عقدتم العقد قبل انتهاء العدة

① ایک تعریض یعنی ایسا کلام جس میں نکاح کی صراحت تو نہ ہو لیکن یہ معلوم ہوجائے کہ نکاح کا ارادہ ہے۔

② دوسرا حکم اکنان کا ہے کہ دل ہی دل میں یہ سوچا کہ عدت گذرنے کے بعد اس عورت سے نکاح کروں گا اور کسی کو اپنے اس خیال سے آگاہ نہیں کیا۔

آیتِ کریمہ کی ابتداء میں ان دونوں حکموں کا جواز بیان کیا گیا ہے کہ اس طرح کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

③ تیسرا حکم ہے "لَاتُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا" یعنی چپکے چپکے ان سے وعدہ نہ کرو، دوران عدت چپکے سے عورت کے ساتھ نکاح کا وعدہ کرنا جائز نہیں، اس سے منع کیا گیا ہے۔

④ چوتھا حکم ہے ولَاتَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النكاحِ یعنی مدتِ عدت میں عقدِ نکاح کا ارادہ بھی ممنوع ہے۔

آگے طلق بن غنام کی روایت میں تعریض کے الفاظ نقل کئے گئے ہیں کہ آدمی کن الفاظ کے ساتھ نکاح کے لئے تعریض کی تعبیر کو اختیار کرے گا۔

## وقال القاسم: يقول: انكِ عَلَيَّ كريمة

یہ قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ ہیں، اس تعلیق کو امام مالکؒ نے موصولا نقل کیا ہے۔ (۵)

## وقال عطاء: يعرض، ولا يبوح

عطاء بن ابی رباح فرماتے ہیں کہ صراحت کرنا درست نہیں، تعریض کرے گا، مثلاً کہے گا ان لی حاجة وانت بحمد الله نافقة یعنی مجھے ضرورت ہے اور آپ الحمدللہ کھوٹی نہیں ہیں نافقة کے معنی رائجة کے ہیں یعنی چلنے والی، جو کھوٹی نہ ہو۔

عطاء بن ابی رباح کی اس تعلیق ہے اس کو امام عبدالرزاق نے موصولا نقل کیا ہے۔ (٦)

## وقال الحسن: لاتواعدوهن سرا: الزنا

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں "سرا" سے زنا مراد ہے

(۵) فتح الباری: ۲۲۳/۹۔

(٦) فتح الباری: ۲۲۴/۹۔

یعنی تم اس سے زنا کا وعدہ نہ کرو، علامہ عینی فرماتے ہیں کہ اس تفسیر میں تامل ہے کیونکہ زنا کا وعدہ نہ سراً ٹھیک ہے اور نہ جہراً درست ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں: ولکن فیه تامل، لان الزنا لایجوز المواعدة به سراً ولا جهراً (۷)

آیت کریمہ کا سیاق وسباق بھی اس پر دلالت نہیں کرتا، واضح مطلب وہی ہے جو جمہور نے اختیار کیا ہے کہ تم سراً اس کے ساتھ نکاح کا وعدہ نہ کرو۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کی اس تعلیق کو عبد بن حمید نے موصولاً نقل کیا ہے۔ (۸)

آخر میں حضرت ابن عباس کی تعلیق کو طبری نے موصولاً نقل کیا ہے۔ (۹)

## ٣٦ – باب : النَّظَرِ إِلَى الْمَرْأَةِ قَبْلَ التَّزْوِيجِ .

٤٨٣٢ : حدَّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ، عَنْ هِشَامٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهَا قالَتْ : قالَ لِي رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (رَأَيْتُكِ فِي الْمَنَامِ ، يَجِيءُ بِكِ الْمَلَكُ فِي سَرَقَةٍ مِنْ حَرِيرٍ ، فَقَالَ لِي : هٰذِهِ ٱمْرَأَتُكَ ، فَكَشَفْتُ عَنْ وَجْهِكِ الثَّوْبَ فَإِذَا هِيَ أَنْتِ ، فَقُلْتُ : إِنْ يَكُ هٰذَا مِنْ عِنْدِ ٱللهِ يُمْضِهِ) . [ر : ٣٦٨٢]

٤٨٣٣ : حدَّثنا قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ ، عَنْ أَبِي حازِمٍ ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ : أَنَّ ٱمْرَأَةً جاءَتْ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ فَقالَتْ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، جِئْتُ لِأَهَبَ لَكَ نَفْسِي ، فَنَظَرَ إِلَيْهَا رَسُولُ ٱللهِ ﷺ فَصَعَّدَ النَّظَرَ إِلَيْهَا وصَوَّبَهُ ، ثُمَّ طَأْطَأَ رَأْسَهُ ، فلمَّا رَأَتِ الْمَرْأَةُ أَنَّهُ لَمْ يَقْضِ فِيهَا شَيْئًا جَلَسَتْ ، فَقَامَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِهِ فَقَالَ : أَيْ رَسُولَ ٱللهِ ، إِنْ لَمْ تَكُنْ لَكَ بِهَا حاجَةٌ فَزَوِّجْنِيهَا ، فَقَالَ : (هَلْ عِنْدَكَ مِنْ شَيْءٍ) . قالَ : لَا وَٱللهِ يَا رَسُولَ ٱللهِ ، قالَ : (اذْهَبْ إِلَى أَهْلِكَ فَٱنْظُرْ هَلْ تَجِدُ شَيْئًا) . فَذَهَبَ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ : لَا وَٱللهِ يَا رَسُولَ ٱللهِ ما وَجَدْتُ شَيْئًا ، قالَ : (ٱنْظُرْ وَلَوْ خاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ) . فَذَهَبَ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ : لَا وَٱللهِ يا رَسُولَ ٱللهِ ، وَلَا خاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ ، وَلٰكِنْ هٰذَا إِزَارِي – قالَ سَهْلٌ : ما لَهُ رِدَاءٌ – فَلَهَا نِصْفُهُ ، فَقَالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (ما تَصْنَعُ

(۷) عمدۃ القاری: ۲۰/۱۱۸۔

(۸) فتح الباری: ۹/۲۲۴۔ عمدۃ القاری: ۲۰/۱۱۸۔

(۹) فتح الباری: ۹/۲۲۵۔

بِإِزَارِكَ ؟ إِنْ لَبِسْتَهُ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهَا مِنْهُ شَيْءٌ ، وَإِنْ لَبِسَتْهُ لَمْ يَكُنْ عَلَيْكَ شَيْءٌ) . فَجَلَسَ الرَّجُلُ حَتَّى طَالَ مَجْلِسُهُ ، ثُمَّ قَامَ ، فَرَآهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ مُوَلِّيًا فَأَمَرَ بِهِ فَدُعِيَ ، فَلَمَّا جَاءَ قَالَ : (مَاذَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ) . قَالَ : مَعِي سُورَةُ كَذَا وَسُورَةُ كَذَا وَسُورَةُ كَذَا ، عَدَّدَهَا ، قَالَ : (أَتَقْرَؤُهُنَّ عَنْ ظَهْرِ قَلْبِكَ) . قَالَ : نَعَمْ ، قَالَ : (اذْهَبْ فَقَدْ مَلَّكْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ) . [ر : ۲۱۸٦]

نکاح سے پہلے عورت کو دیکھا جاسکتا ہے یا نہیں ؟ اسماعیل بن علیہ اور یونس بن عبید اجازت نہیں دیتے ۔ (۱۰)

جمہور علماء فرماتے ہیں کہ دیکھنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ علامہ موفق الدین نے تو اس پر اجماع نقل کیا ہے ، شاید انہوں نے ان دو حضرات کے انکار کو یا تو اہمیت نہیں دی یا ان کے انکار کا انہیں علم نہیں ہوسکا ، اس لئے جواز پر اجماع نقل کردیا ۔ (۱۱)

امام بخاری رحمہ اللہ اس مسئلہ میں جمہور کے ساتھ ہیں ، اس مسئلہ میں صحیح ترین روایت وہ ہے جو امام مسلم رحمہ اللہ نے صحیح مسلم میں نقل فرمائی ہے "قال رجل :إنہ تزوج امراۃ من الأنصار فقال رسول اللہ ﷺ : أنظرت الیھا ؟ قال : لا ، قال : فاذھب فانظر الیھا ؛ فان فی أعین الأنصار شیئاً" (۱۲) اس روایت میں تزوج سے ارادۂ تزوج مراد ہے ۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے بھی اصحاب سنن نے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کسی عورت کو پیغام نکاح بھیجا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا "انظر الیھا ؛ فانہ أحری أن یودم بینکما" (۱۳)

جو حضرات اجازت نہیں دیتے وہ امام ترمذی کی اس روایت سے استدلال کرتے ہیں جس میں ہے "یا علی لاتتبع النظرۃ النظر ؛ فان لک الاولی ، ولیست لک الاخرۃ" (۱۴)

لیکن اس کا جواب ظاہر ہے کہ یہ تو اس نظر کے متعلق ہے جو ارادۂ نکاح کے بغیر ہو ۔ (۱۵)

---

(۱۰) عمدۃ القاری : ۲۰/۱۱۹ ۔

(۱۱) المغنی لابن قدامۃ ، کتاب النکاح ، أحکام النظر الی المراۃ : ۷/۴۳ ۔

(۱۲) فتح الباری : ۹/۲۲٦ ۔

(۱۳) فتح الباری : ۹/۲۲٦ ۔ عمدۃ القاری : ۲۰/۱۱۹ ۔

(۱۴) سنن ابی داود ، کتاب النکاح ، باب ما یؤمر بہ من غض البصر : ۲/۲۴٦ ، رقم الحدیث : ۲۱۴۹ ۔ وسنن الترمذی ، کتاب الادب ، باب ماجاء فی نظر الفجاۃ : ۵/۱۰۱ ، رقم الحدیث : ۲۷۷۷ ۔

(۱۵) عمدۃ القاری : ۲۰/۱۱۹ ۔

## مخطوبہ کے کتنے حصہ کو دیکھا جاسکتا ہے ؟

عورت کو قبل النکاح دیکھنے کی اجازت تو ہے لیکن اس میں اختلاف ہے کہ اس کے کتنے حصہ کو دیکھا جاسکتا ہے ؟

اس پر تو جمہور کا اتفاق ہے کہ وجہ اور کفین کو دیکھا جاسکتا ہے ،(۱۶) وجہ سے اس کے جمال کا اندازہ ہوجائے گا اور کفین سے اس کے جسم کی نعومت اور نرمی کا اندازہ ہوجائے گا ۔

امام اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شرمگاہ کے علاوہ جو بھی حصہ وہ دیکھنا چاہے دیکھ سکتا ہے ۔(۱۷)

## دیکھنے کے لئے اجازت کا مسئلہ

علامہ ابن حزم اور داود ظاہری فرماتے ہیں کہ جسم کے ہر حصہ کو دیکھ سکتا ہے (۱۸)

عورت کو دیکھنے کے لئے اس سے اجازت لینی ہوگی یا اس کی اجازت کے بغیر بھی دیکھ سکتا ہے ؟

جمہور علماء فرماتے ہیں کہ عورت کی اجازت کے بغیر دیکھ سکتا ہے ، (۱۹) امام مالک رحمہ اللہ کی ایک روایت یہ ہے کہ اسے دیکھنے کے لئے اجازت شرط ہے ، اجازت کے بغیر نہیں دیکھ سکتا ۔(۲۰)

البتہ جو پہلی روایت انہوں نے پیش کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چہرہ دیکھ سکتا ہے کیونکہ اس میں "فکشفت عن وجھک الثوب" کے الفاظ وارد ہیں اور واہبہ کی جو روایت انہوں نے ذکر کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اوپر سے نیچے تک دیکھ سکتا ہے ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے استدلال پر اشکال ہوتا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضور اکرم صلی اللہ وسلم کو حضرت عائشہؓ کی تصویر دکھائی تھی ، جیسا کہ امام

---

(۱۶) فتح الباری: ۹/ ۲۳۷ ۔ والمغنی لابن قدامة: ۷/ ۷۳ ۔

(۱۷) فتح الباری: ۹/ ۲۲۷ ۔

(۱۸) فتح الباری: ۹/ ۲۲۷ ۔ وشرح مسلم للنووی: ۱/ ۴۶ ۔ عمدة القاری: ۲۰/ ۱۱۹ ۔

(۱۹) فتح الباری: ۹/ ۲۲۷ ۔

(۲۰) فتح الباری: ۹/ ۲۲۷ ۔ عمدة القاری: ۲۰/ ۱۱۹ ۔

ترمذیؒ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے تو تصویر دیکھنے سے نفس عورت کے دیکھنے پر استدلال کیسے صحیح ہوسکتا ہے ، اور اگر اس کو تصویر نہ بھی تسلیم کیا جائے تب بھی اس کو زیادہ سے زیادہ شبیہ اور مثال ہی کہہ سکتے ہیں ، پھر دوسری بات یہ ہے کہ وہ تو اس وقت چھوٹی سی بچی تھیں اور ظاہر ہے لاعورة للصبية اس سے بالغہ کی طرف دیکھنے پر استدلال کرنے میں بہرحال سقم ہے لہذا یہ کہا جائے گا کہ یہ روایت صرف استیناس کے لئے نقل کی گئی ہے ، استدلال کے لئے نہیں ۔ (۲۱)

## ۳۷ - باب : مَنْ قالَ : لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ .

لِقَوْلِ اللهِ تَعَالَى : «فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ» /البقرة: ۲۳۲/ . فَدَخَلَ فِيهِ الثَّيِّبُ ، وَكَذٰلِكَ الْبِكْرُ . وَقالَ : «لَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّى يُؤْمِنُوا» /البقرة: ۲۲۱/ . وَقالَ : «وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَى مِنْكُمْ» /النور: ۳۲/ .

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس ترجمۃ الباب میں وہ مشہور مسئلہ بیان کیا ہے کہ نکاح بغیر ولی کے صحیح ہوسکتا ہے یا نہیں ؟ یا فقہی اصطلاح میں عباراتِ نساء سے نکاح منعقد ہوجاتا ہے یا نہیں کہ عورت ولی کی اجازت کے بغیر اپنا نکاح کرے تو وہ نکاح منعقد ہوگا یا نہیں ؟

جمہور علماء اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ولی کی اجازت وعبارت کے بغیر نکاح منعقد نہیں ہوتا اور نہ ہی عبارت نساء سے نکاح صحیح ہوتا ہے ، انعقادِ نکاح کے لئے ولی کی اجازت وتعبیر ضروری ہے ، چاہے عورت صغیرہ ہو یا کبیرہ باکرہ ہو یا ثیبہ ،(۲۲) البتہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے ایک روایت میں صرف اجازت کی شرط منقول ہے کہ اگر ولی نے اجازت دیدی تو نکاح منعقد ہوجائے گا ، اگرچہ تعبیر اس کی نہ ہو ، ابوثور کا بھی یہی مسلک ہے ۔ (۲۳)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک یہ ہے کہ نکاح بعبارۃِ النساء ولی کے بغیر منعقد ہوجائے گا بشرطیکہ عورت آزاد اور عاقلہ بالغہ ہو البتہ ولی کا ہونا مستحب ہے ۔ (۲۴)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ظاہر الروایۃ یہی ہے ، ان سے دوسری روایت حسن بن زیاد نے یہ نقل کی ہے کہ اگر کفو میں نکاح کرے گی تو منعقد ہوجائے گا اور غیر کفو میں درست نہیں ، فتوی اسی

(۲۱) فتح الباری: ۹/۲۲۷ ـ عمدۃ القاری: ۲۰/۱۱۰ ـ

(۲۲) فتح الباری: ۹/۲۳۳ ـ وبدایۃ المجتہد: ۲/۷ والمجموع شرح المہذب: ۱۵/۳۰۲ ـ والمحلی: ۹/۴۵۱ ـ

(۲۳) دیکھئے المغنی لابن قدامۃ: ۷/۲۳ ـ کتاب النکاح ، وفتح الباری: ۹/۲۵۳ ـ

(۲۴) الہدایۃ: ۲/۳۱۳ ـ باب فی الاولیاء والاکفاء ـ

روایت پر ہے۔(۲۵)

امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے اس مسئلہ میں تین روایتیں منقول ہیں، پہلی روایت جمہور کے مطابق یعنی مطلق عدم جواز، پھر انہوں نے امام ابو حنیفہ کی دوسری روایت کی طرف رجوع کرلیا تھا یعنی جواز فی الکفو وعدم جواز فی غیر الکفو اور آخر میں انہوں نے امام صاحب کی پہلی روایت جو کہ ظاہر الروایۃ ہے اس کی طرف رجوع کرلیا تھا یعنی مطلقاً جواز۔(۲۶)

شمس الائمہ سرخسی کی یہی تحقیق ہے لیکن امام طحاوی اور ابوالحسن کرخی نے نقل کیا ہے کہ قاضی ابو یوسف کا قول اخیر یہی ہے کہ نکاح بعبارۃ النساء بلا ولی کے منعقد نہیں ہوتا جو جمہور کا مسلک ہے۔(۲۷)

امام محمد رحمہ اللہ کی اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں۔

پہلی روایت یہ ہے کہ "نکاح بعبارۃ النساء" ولی کی اجازت پر موقوف ہے خواہ وہ کفو میں ہو یا غیر کفو میں، اور دوسری روایت میں ان کا وہی مسلک نقل کیا گیا ہے جو امام ابو حنیفہ کی پہلی روایت ہے یعنی مطلقاً جواز۔(۲۸)

خلاصۂ کلام یہ کہ بغیر ولی نکاح بعبارۃِ النساء منعقد ہوجاتا ہے خواہ کفو میں ہو یا غیر کفو میں، یہی امام ابو حنیفہ کی ظاہر الروایۃ ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد سے بھی اسی روایت کی طرف رجوع منقول ہے۔

جو لوگ نکاح میں اشتراط ولی کے قائل ہیں وہ قرآن کریم کی آیات اور احادیث سے استدلال کرتے ہیں۔

❶ ان کا ایک مستدل حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث "لانکاح الابولی" ہے یہ حدیث چونکہ امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط پر نہیں اس لئے انہوں نے اس کی تخریج نہیں کی اور اس کو ترجمۃ الباب کے طور پر ذکر کیا، یہ حدیث امام ترمذی، ابن حبان اور حاکم نے نقل کی ہے،(۲۹) اور جمہور کے مذہب پر صریح ہے کہ ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔

---

(۲۵) تبیین الحقائق: ۲/۱۱۷۔باب الاولیاء والاکفاء۔

(۲۶) فتح القدیر: ۳/۱۵۷۔باب الاولیاء والاکفاء، والمبسوط للسرخسی: ۵/۱۰۔باب النکاح بغیر ولی۔

(۲۷) فتح القدیر: ۳/۱۵۷۔باب الاولیاء والاکفاء۔

(۲۸) فتح القدیر: ۳/۱۵۷۔

(۲۹) الحدیث اخرجہ الترمذی فی سننہ: ۱/۲۰۸، کتاب النکاح، باب ماجاء لانکاح الابولی۔وابوداؤد فی سننہ: ۱/۲۸۴، باب فی الولی، وابن ماجہ فی سننہ: ۱۳۵، باب لانکاح الابولی، والحاکم فی المستدرک: ۲/۱۶۹، کتاب النکاح۔

حنفیہ نے اس حدیث کے مختلف جوابات دئے ہیں:

ایک جواب یہ دیا گیا کہ اس حدیث میں رفعاً ووقفاً اضطراب ہے، چنانچہ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں، "وحدیث أبی موسی فیہ اختلاف" (۳۰) اور ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں "فانہ ضعیف مضطرب فی اسنادہ وفی وصلہ، وانقطاعہ وارسالہ" (۳۱)

لیکن امام ترمذی رحمہ اللہ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے رفع کو ترجیح دی ہے اور اس کے مختلف طرق میں سے اسرائیل بن یونس کے طریق کو راجح قرار دیا ہے جو کہ مرفوع ہے (۳۲) اور یہی بات درست معلوم ہوتی ہے، امام موفق فرماتے ہیں کہ مروزی نے امام احمد بن حنبل اور یحیی بن معین سے "لانکاح الابولی" والی حدیث کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ صحیح ہے۔ (۳۳)

دوسرے کئی حضرات محدثین نے بھی اس حدیث کی تصحیح کی ہے، اس لئے اس لحاظ سے اس حدیث کو بالکلیہ رد نہیں کیا جاسکتا۔

بعض حضرات نے یہ جواب دیا ہے کہ "لانکاح الابولی" والی روایت میں "لا" نفیٔ کمال کے لئے ہے اور مطلب یہ ہے کہ بغیر ولی کے نکاح تو ہوجاتا ہے لیکن کمال تب آتا ہے جب ولی بھی شریک ہو۔ (۳۴)

❷ جمہور کا دوسرا استدلال حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے ہے جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے "أیما امرأۃ نکحت بغیر إذن ولیھا فنکاحھا باطل باطل باطل" امام ترمذی، ابوداؤد، ابن جارود، دار قطنی اور امام احمد نے اس حدیث کی تخریج کی ہے اور امام حاکم نے اسے صحیح قرار دیا۔ (۳۵)

---

(۳۰) سنن ترمذی: ۲۰۸/۱۔ باب ماجاء لانکاح الابولی۔

(۳۱) مرقاۃ المفاتیح: ۲۰۷/۶۔ باب الولی فی النکاح، واستیذان المراۃ۔

(۳۲) سنن ترمذی: ۲۰۹/۱۔

(۳۳) المغنی لابن قدامۃ، کتاب النکاح، فصل لانکاح الابولی: ۶/۷۔

(۳۴) فتح القدیر: ۱۶۱/۳۔

(۳۵) الحدیث اخرجہ الترمذی فی کتاب النکاح، باب ماجاء لانکاح الا بولی: ۲۰۸/۱ واخرجہ ابوداود فی کتاب النکاح، باب فی الولی: ۲۲۹/۲، رقم الحدیث: ۲۰۸۳ واخرجہ الدارقطنی فی کتاب النکاح: ۲۲۱/۳ والحاکم فی المستدرک، کتاب النکاح: ۱۶۸/۲ وھو حدیث صحیح، صححہ ابوعوانۃ وابن خزیمۃ، وابن حبان والحاکم وغیرھم (وانظر التعلیق علی جامع الاصول لعبدالقادر الارناووط: ۴۵۷/۱۱، کتاب النکاح)۔

حضرات حنفیہ کی طرف سے اس حدیث کے متعلق کہا گیا کہ یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اسماعیل بن ابراھیم بن عُلیہ نے ابن جریج کا قول نقل کیا ہے کہ "میں نے زھری سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے اس حدیث سے انکار کیا" (۳۶) ان سے کہا گیا کہ سلیمان بن موسیٰ یہ حدیث آپ سے نقل کرتے ہیں، فرمایا کہ "سلیمان بن موسیٰ بے شک ثقہ ہیں لیکن میرا خیال ہے کہ انہیں اس حدیث کے نقل کرنے میں وہم ہوا ہے میں اس حدیث سے واقف نہیں" (۳۷)

ابن عدی، امام طحاوی اور امام احمد نے یہ نقل کیا لیکن یحیی بن معین، ابن حبان اور حاکم وغیرہ علمائے محققین نے اس تعلیل کو رد کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ اس حدیث پر یہ اعتراض صرف اسماعیل بن ابراھیم ابن علیہ نقل کرتے ہیں اور اسماعیل بن ابراھیم کا سماع ابن جریج سے درست نہیں، (۳۸) امام ترمذی نے اس کو "حدیث حسن" کہا ہے، (۳۹) ابوعوانہ، ابن خزیمہ، ابن حبان، حاکم اور ابن حزم ظاہری نے اس کی تصحیح کی ہے (۴۰) اس لئے یہ درست نہیں معلوم ہوتا کہ اس کو ضعیف کہہ کر نظر انداز کردیا جائے۔

بعض حضرات نے "فنکاحھاباطل" کا مطلب یہ بتایا کہ ایسا نکاح فائدہ مند نہیں ہوتا اور "باطل" غیر مفید کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، قرآن کریم کی آیت "رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا" میں "باطل" اسی معنی میں مستعمل ہے یا باطل بمعنی ناپائیدار اور فانی کے ہے یعنی ایسا نکاح پائیدار نہیں ہوتا، لبید کے شعر "الاکل شیء ماخلا اللہ باطل" باطل ناپائیدار اور زائل کے معنی میں ہے۔ (۴۱)

اور بعض حضرات نے مذکورہ دونوں روایتوں کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ اس صورت پر محمول ہیں جب عورت نے غیر کفو میں نکاح کرلیا ہو اور حسن بن زیاد کی روایت میں امام ابوحنیفہ کے

---

(۳۶) سنن ترمذی: ۲۰۹/۲ ۔باب لانکاح الابولی۔

(۳۷) دیکھئے، فتح القدیر: ۱۶۱/۳ وشرح معانی الآثار للطحاوی: ۶/۲، والکامل لابن عدی: ۲۶۶/۳ ۔ترجمة سلیمان بن موسی۔

(۳۸) دیکھئے سنن ترمذی: ۲۰۹/۲۔

(۳۹) سنن ترمذی: ۲۰۹/۲۔

(۴۰) التعلیق المغنی علی سنن الدارقطنی، کتاب النکاح: ۲۲۱/۳، والتعلیق علی جامع الاصول: ۴۵۷/۱۱ والمستدرک للحاکم: ۱۶۸/۲۔

(۴۱) دیکھئے مجمع بحار الانوار: ۱۸۴/۱۔

نزدیک بھی اس صورت میں نکاح باطل ہے اور حنفیہ کے نزدیک یہی روایت راجح اور مفتی بہ ہے، (۴۲) قاضی خان نے اسی روایت کو اصح کہا ہے، (۴۳) شمس الائمہ سرخسی فرماتے ہیں "ھذا اقرب الی الاحتیاط" (۴۴) محقق بن ہمام فرماتے ہیں "اختیرت للفتوی" (۴۵)

اس حدیث کی راویہ حضرت عائشہؓ خود نکاح بغیر اذن ولی کے جواز کی قائل ہیں، (۴۶) اس لئے اس میں مذکورہ تاویل کرنا ناگزیر ہے۔ پھر یہ حدیث خود امام شافعی رحمہ اللہ کے بھی خلاف ہے کیونکہ اس حدیث کا منطوق تو یہ ہے کہ بغیر ولی کی اجازت کے عورت کا نکاح باطل ہے اور اس کا مفہوم مخالف یہ نکلتا ہے کہ اگر ولی کی اجازت ہو تو وہ نکاح کرسکتی ہے حالانکہ شوافع کے نزدیک اگر ولی اجازت بھی دیدے تب بھی بعبارۃ النساء نکاح منعقد نہیں ہوتا، جب تک کہ ولی کی تعبیر شامل نہ ہو۔ (۴۷)

## دلائل احناف

حضرات حنفیہ اولا اپنے مسلک کے ثبوت کے لئے قرآن کریم کی ان آیات سے استدلال کرتے ہیں جن میں نکاح کی نسبت عورت کی طرف کی گئی ہے۔

ایک آیت کریمہ میں ہے "واذا طلقتم النساء فبلغن اجلھن فلا تعضلوھن ان ینکحن ازواجھن" حضرات حنفیہ اس آیت کریمہ سے دو طرح استدلال کرتے ہیں ایک تو یہ کہ اس میں اولیاء کو عضل سے منع کیا گیا ہے، ان سے کہا گیا کہ وہ عورتوں کو نکاح سے نہ روکیں، دوسری بات یہ ہے کہ "ان ینکحن" میں نکاح کی نسبت عورتوں کی طرف کی گئی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کی عبارت سے بھی نکاح منعقد ہوجاتا ہے، پہلا استدلال عبارۃ النص سے اور دوسرا استدلال اشارۃ النص سے ہے۔ (۴۸)

امام بخاری رحمہ اللہ کا مذہب اس مسئلہ میں چونکہ شوافع اور جمہور کے مطابق ہے، اس

(۴۲) جیسا کہ ماقبل میں گذر چکا۔

(۴۵) فتح القدیر: ۱۵۷/۳۔

(۴۶) شرح معانی الآثار للطحاوی: ۶/۲ و تعلیقات لامع الدراری: ۲۹۹/۹۔

(۴۷) مرقاۃ المفاتیح: ۲۰۷/۶۔ کتاب النکاح۔ باب لانکاح الابولی۔

(۴۸) دیکھئے احکام القرآن للجصاص: ۴۰۰/۱، سورۃ البقرۃ۔

لئے انہوں نے اس آیت کریمہ سے اپنے مذہب پر استدلال کیا ہے، کیونکہ اس آیت میں خطاب، اولیاء کو ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نکاح کرنے کا حق صرف اولیاء کو حاصل ہے "فلاتعضلوهن" میں نہی اسی وقت درست اور صحیح ہوسکتی ہے جبکہ اولیاء کو منع نکاح پر قدرت حاصل ہو، اگر نکاح بعبارۃ النساء کو تسلیم کیا جائے تو اس صورت میں نہی بے فائدہ ہوجائے گی کیونکہ جس چیز کی اولیاء کو قدرت نہیں ہے اس سے انہیں منع کرنا "منع بلا فائدہ" کے زمرے میں آتا ہے۔ (۴۹)

اس آیت کے شان نزول میں حضرت معقل بن یسار کا جو واقعہ نقل کیا گیا ہے اس سے بھی بظاہر امام بخاری رحمہ اللہ کے نقطہ نظر کی تائید ہوتی ہے کہ اس میں ولی عورت کی مرضی کے باوجود نکاح کی اجازت نہیں دے رہا تو اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا "فلا تعضلوهن ان ینکحن ازواجهن"

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ بغیر ولی کے نکاح نہیں ہوسکتا اس لئے کہ حضرت معقل بن یسار کی بہن ثیبہ تھیں، اگر انہیں اختیار ہوتا تو وہ اپنا نکاح خود کرلیتیں لیکن اس کے باوجود انہوں نے نہیں کیا معلوم ہوا کہ اختیار ولی کو ہے، (۵۰) ابن جریر طبری، قاضی ابن عربی اور حافظ ابن تیمیہ رحمہم اللہ نے بھی اس روایت سے اشتراط ولی پر استدلال کیا ہے۔ (۵۱)

لیکن حقیقت یہ ہے کہ مذکورہ آیت وروایت سے اشتراط ولی کا ثبوت مشکل ہے اس لئے کہ حضرت معقل بن یسار کے اپنی بہن کو نکاح سے روکنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ انہوں نے شرعی حق کی وجہ سے روکا تھا، بلکہ عام معاشرہ میں ولی کو دخل اندازی اور دباؤ کا جو اختیار ہوتا ہے حضرت معقل نے بھی اسی اختیار کے پیش نظر اپنی بہن کو روکا تھا اور عام طور سے ایسی صورت میں باوجود اس کے کہ عورت کو حق حاصل ہوتا ہے ولی کی مداخلت کی وجہ سے وہ اپنے حق پر عمل نہیں کرسکتی، آیت کریمہ میں اسی معاشرتی دباؤ ڈالنے اور دخل اندازی کرنے سے منع کیا ہے لہذا اس سے ولی کے لئے اختیار نکاح کے شرعی ثبوت پر استدلال کرنا محل نظر ہے۔ (۵۲)

---

(۴۹) ارشاد الساری: ۴۰۷/۱۱۔ وفتح القدیر: ۲۴۴/۹۔ المبسوط للسرخسی: ۱۱/۵۔ باب النکاح بغیر ولی۔

(۵۰) دیکھئے سنن الترمذی، کتاب التفسیر، سورۃ البقرۃ: ۱۲۷/۲۔

(۵۱) دیکھئے احکام القرآن لابن العربی: ۲۰۱/۱، سورۃ البقرۃ وجامع البیان فی تفسیر القرآن للطبری: ۲۹۹/۲۔ ۳۰۰۔

(۵۲) دیکھئے احکام القرآن للجصاص: ۴۰۰/۱۔

یہ تو عورت کی بات ہے بیٹا جوان ہوتا ہے اور اسے کئی کاموں کے کرنے کا اختیار ہوتا ہے لیکن اپنے باپ کے خوف اور ہیبت کی وجہ سے کئی کام نہیں کرپاتا، اس کا یہ مطلب تو نہیں ہوتا کہ اسے اختیار بھی نہیں۔

بہر حال مذکورہ آیت کریمہ سے حضرات حنفیہ بھی استدلال کرتے ہیں اور جمہور بھی!

حنفیہ کا دوسرا استدلال قرآن کریم کی اس آیت سے ہے "فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِي أَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ" اس میں بتایا گیا کہ عورتیں عدت گذر جانے کے بعد نکاح کے معاملہ میں خود مختار ہیں اگر کوئی کام معروف طریقے کے مطابق کرتی ہیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں "فعلن فی انفسھن" کے الفاظ صاف بتارہے ہیں کہ نکاح عورت کا فعل ہے اور اس کی تعبیر سے نکاح منعقد ہوجاتا ہے۔ (۵۴)

حنفیہ کا تیسرا استدلال قرآن کریم کی اس آیت سے ہے "فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غیرہ" اس میں نکاح کی نسبت عورت کی طرف کی گئی ہے جس سے اشارۃ النص کے طور پر معلوم ہوتا ہے کہ عبارۃ النساء سے نکاح منعقد ہوجاتا ہے۔

حنفیہ کا چوتھا استدلال حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مشہور روایت سے ہے جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے "الایم احق بنفسھا من ولیھا، والبکر تستأذن فی نفسھا واذنھا صماتھا" (۵۵) امام مسلم رحمہ اللہ نے یہ حدیث نقل فرمائی ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس حدیث میں درحقیقت ولی کو یہ ہدایت دی گئی ہے کہ وہ ثیبہ سے مشورہ کرکے نکاح کرے، یہ مطلب نہیں ہے کہ عورت ولی کے بغیر نکاح کرسکتی ہے، ولی کو نکاح کا جو اختیار ہے اسے ہدایت دینا مقصود ہے کہ "ایم" اپنے نفس کی حقدار ہے اس لئے اس کے ساتھ مشورہ کرلینا چاہئے۔ (۵۶)

لیکن ظاہر ہے کہ روایت کا یہ مطلب الفاظ حدیث کے مطابق نہیں ہے، یہاں ولی کا ذکر تو اس عنوان سے کیا گیا کہ اس کے مقابلہ میں "ایم" کو اپنا حق زیادہ ہے، وہ اگر چاہے تو ولی کے بغیر بھی نکاح کرسکتی ہے -- اب کتاب کی طرف آئیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے دوسری آیت ذکر فرمائی ہے "ولاتنکحوا المشرکین حتی یؤمنوا"

---

(۵۳) ارشاد الساری: ۱۱/۲۰۸۔

(۵۴) ارشاد الساری: ۱۱/۲۰۸۔

(۵۵) صحیح مسلم: ۱/۴۵۵۔ کتاب النکاح۔

(۵۶) دیکھئے سنن ترمذی: ۱/۲۱۰۔ باب ما جاء فی استیمار البکر والثیب، کتاب النکاح۔

اس میں خطاب مردوں کو ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نکاح بعبارۃ النساء درست نہیں اسی طرح "وانکحوا الایامی منکم" میں بھی خطاب اولیاء کو ہے۔ (۵۷)

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں تین آیات اور تین احادیث پیش فرمائی ہیں، ان کے متعلق اجمالی طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان سے معاملہ نکاح میں ولی کا وقوع وثبوت واستحباب تو معلوم ہوتا ہے تاہم ولی کا اشتراط اس سے ثابت نہیں ہوتا۔ (۵۸)

٤٨٣٤ : قَالَ يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ : حَدَّثَنَا ٱبْنُ وَهْبٍ ، عَنْ يُونُسَ .

وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ : حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ : حَدَّثَنَا يُونُسُ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ : أَنَّ عائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ أَخْبَرَتْهُ : أَنَّ النِّكَاحَ فِي الجَاهِلِيَّةِ كَانَ عَلَى أَرْبَعَةِ أَنْحَاءٍ : فَنِكَاحٌ مِنْهَا نِكَاحُ النَّاسِ الْيَوْمَ : يَخْطُبُ الرَّجُلُ إِلَى الرَّجُلِ وَلِيَّتَهُ أَوِ ٱبْنَتَهُ ، فَيُصْدِقُهَا ثُمَّ يَنْكِحُهَا . وَنِكَاحٌ آخَرُ : كَانَ الرَّجُلُ يَقُولُ لِٱمْرَأَتِهِ إِذَا طَهُرَتْ مِنْ طَمْثِهَا : أَرْسِلِي إِلَى فُلَانٍ فَٱسْتَبْضِعِي مِنْهُ ، وَيَعْتَزِلُهَا زَوْجُهَا وَلَا يَمَسُّهَا أَبَدًا ، حَتَّى يَتَبَيَّنَ حَمْلُهَا مِنْ ذٰلِكَ الرَّجُلِ الَّذِي تَسْتَبْضِعُ مِنْهُ ، فَإِذَا تَبَيَّنَ حَمْلُهَا أَصَابَهَا زَوْجُهَا إِذَا أَحَبَّ ، وَإِنَّمَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ رَغْبَةً فِي نَجَابَةِ الْوَلَدِ ، فَكَانَ هٰذَا النِّكَاحُ نِكَاحَ الْاِسْتِبْضَاعِ . وَنِكَاحٌ آخَرُ : يَجْتَمِعُ الرَّهْطُ ما دُونَ الْعَشَرَةِ ، فَيَدْخُلُونَ عَلَى الْمَرْأَةِ ، كُلُّهُمْ يُصِيبُهَا ، فَإِذَا حَمَلَتْ وَوَضَعَتْ . وَمَرَّ عَلَيْهَا لَيَالٍ بَعْدَ أَنْ تَضَعَ حَمْلَهَا ، أَرْسَلَتْ إِلَيْهِمْ ، فَلَمْ يَسْتَطِعْ رَجُلٌ مِنْهُمْ أَنْ يَمْتَنِعَ ، حَتَّى يَجْتَمِعُوا عِنْدَهَا ، تَقُولُ لَهُمْ : قَدْ عَرَفْتُمُ الَّذِي كَانَ مِنْ أَمْرِكُمْ وَقَدْ وَلَدْتُ ، فَهُوَ ٱبْنُكَ يَا فُلَانُ ، تُسَمِّي مَنْ أَحَبَّتْ بِٱسْمِهِ فَيَلْحَقُ بِهِ وَلَدُهَا ، لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَمْتَنِعَ مِنْهُ الرَّجُلُ . وَنِكَاحُ الرَّابِعِ : يَجْتَمِعُ النَّاسُ الْكَثِيرُ ، فَيَدْخُلُونَ عَلَى الْمَرْأَةِ ، لَا تَمْتَنِعُ مِمَّنْ جَاءَهَا ، وَهُنَّ الْبَغَايَا ، كُنَّ يَنْصِبْنَ عَلَى أَبْوَابِهِنَّ رَايَاتٍ تَكُونُ عَلَمًا ، فَمَنْ أَرَادَهُنَّ دَخَلَ عَلَيْهِنَّ ، فَإِذَا حَمَلَتْ إِحْدَاهُنَّ وَوَضَعَتْ حَمْلَهَا جُمِعُوا لَهَا ،

---

(۵۷) وفی عمدۃ القاری: ۱۲۱/۲۰ "وجہ الاستدلال بہ ان اللہ خاطب الاولیاء ونہاہم عن انکاح المشرکین مولیاتہم مسلمات قلت: الایۃ منسوخۃ بقولہ: "والمحصنات من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم" والخطاب اعم من ان یکون للاولیاء او غیرہم فلا یتم الاستدلال بہ۔

(۵۸) الابواب والتراجم: ۶۸/۲۔

(۴۸۳۴) واخرجہ ابوداؤد فی کتاب الطلاق، باب فی وجوہ النکاح التی کان یتناکح بہا اہل الجاہلیۃ، رقم الحدیث: ۲۲۷۲۔

وَدَعَوْا لَهُمُ الْقَافَةَ ، ثُمَّ أَلْحَقُوا وَلَدَهَا بِالَّذِي يَرَوْنَ ، فَالْتَاطَ بِهِ ، وَدُعِيَ ابْنَهُ ، لَا يَمْتَنِعُ مِنْ ذٰلِكَ ، فَلَمَّا بُعِثَ مُحَمَّدٌ ﷺ بِالْحَقِّ ، هَدَمَ نِكَاحَ الْجَاهِلِيَّةِ كُلَّهُ إِلَّا نِكَاحَ النَّاسِ الْيَوْمَ .

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں چار طرح کا نکاح تھا، ایک نکاح تو یہی تھا جو آج کل لوگ کرتے ہیں ایک آدمی دوسرے کے پاس اس کی ولیہ یا اس کی بیٹی کا پیغام بھیجتا تھا اور مہر دے کر اسے بیاہ لاتا تھا (اسی جملہ کی مناسبت سے امام بخاریؒ نے یہ حدیث یہاں ذکر فرمائی ہے کہ رجل رجل کے پاس نکاح کا پیغام بھیجتا تھا معلوم ہوا نکاح بعبارۃ النساء معتبر نہیں جو امام بخاریؒ کا مسلک ہے)۔

نکاح کا دوسرا طریقہ یہ تھا کہ آدمی اپنی بیوی سے کہہ دیتا تھا کہ جب تو ایام سے پاک ہوجائے تو فلاں مرد کے پاس چلی جانا اور اس سے فائدہ حاصل کرلینا، پھر شوہر اس عورت سے جدا ہوجاتا تھا اور اس کے قریب نہ جاتا تھا، جب تک کہ اس مرد کا حمل ظاہر نہ ہوجاتا، جب اس کا حمل ظاہر ہوجاتا تو اس کا شوہر جب دل چاہتا اس کے پاس چلا جاتا، یہ سب کچھ اس لئے کیا جاتا تھا کہ بچہ اچھی نسل کا پیدا ہو، اس نکاح کو نکاح استبضاع کہتے تھے۔

## إذا طَهُرَتْ مِنْ طَمْثِهَا

طَمْث کے معنی حیض کے آتے ہیں، وکان السر فی ذلک أن یسرع علوقها منه فاسْتَبْضِعی منه أی اُطلُبی منه المُباضَعة، وهو الجماع، والمباضعة المُجامعة مشتقة مِنَ البضع وهو الفرج-(۱)

نکاح کی تیسری قسم یہ تھی کہ دس سے کم آدمیوں کا ایک گروہ جمع ہو کر ایک عورت کے ساتھ صحبت کرتا تھا جب عورت کو حمل ٹھیر جاتا اور اس کا بچہ پیدا ہوجاتا تو کچھ دن گذرنے کے بعد وہ سب کو بلواتی ان میں سے کوئی بھی انکار نہیں کرسکتا، جب وہ سب اس کے پاس جمع ہوجاتے تو وہ کہتی تم سب کو اپنا حال معلوم ہے جو کچھ تھا: میرا بچہ پیدا ہوا ہے اے فلانے! یہ تیرا بیٹا ہے جو نام تجھے پسند ہو وہ اس کا رکھ لے وہ بچہ اس کا ہوجاتا تھا اور اسے انکار کرنے کی مجال نہ ہوتی تھی۔

چوتھی قسم کا نکاح یہ تھا کہ بہت سے مرد ایک عورت کے ساتھ صحبت کرجایا کرتے تھے

(۱) فتح الباری: ۲۳۱/۹۔

اور وہ اپنے پاس کسی آنے والے کو منع نہیں کیا کرتی تھی درحقیقت یہ رنڈیاں ہوتی تھیں ، یہ بطور نشانی اپنے گھروں پر جھنڈے نصب کرلیا کرتی تھیں کہ جو چاہے ان سے صحبت کرے ، جب ان میں سے کسی ایک کو حمل ٹھہر جاتا اور بچہ پیدا ہوجاتا تو وہ سب جمع ہوکر علم قیافہ کے جاننے والے کو بلاتے وہ قیافہ شناس بچے کو ان میں سے جس شخص کے مشابہ بتاتا تھا اسی کے ساتھ بچے کو ملادیتا ، وہ بچہ اس شخص کا بیٹا کہہ کر پکارا جاتا اور وہ مرد اس کا انکار نہیں کرسکتا تھا۔

پھر جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو زمانہ جاہلیت کے یہ تمام نکاح باطل کردئے گئے ، صرف آج کل کے نکاح کا مروجہ طریقہ باقی رکھا گیا۔

ودعوالهم القافة

القافة: یہ قائف کی جمع ہے: هوالذي يعرف شبه الولد بالوالد بالآثار الخفية(۲) یعنی قائف وہ شخص ہے جو خفیہ علامات کے ذریعہ باپ بیٹے کے درمیان مشابہت کو پہچان لیتا ہے۔

فَالْتَاطَتْ به

اس میں فاء تعقیبیہ ہے ، التَاطَتْ: یہ باب افتعال سے واحد مونث غائب ماضی کا صیغہ ہے اصل میں اِلْتَوَطَتْ بروزن افتعلت تھا ، واو ماقبل مفتوح کو الف سے بدلا اِلْتَاطَتْ ہوگیا بمعنی لاحق کرنا یعنی اس بچے کو اس آدمی کے ساتھ لگا دیتی تھی ، یہ لَوْط سے ماخوذ ہے جس کے معنی ملانے کے اور لصوق کے آتے ہیں۔

٤٨٣٥ : حدّثنا يَحْيَى : حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عائِشَةَ : «وَما يُتْلَى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ فِي يَتَامَى النِّسَاءِ اللَّاتِي لَا تُؤْتُونَهُنَّ ما كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُونَ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ» . قالَتْ : هٰذَا فِي الْيَتِيمَةِ الَّتِي تَكُونُ عِنْدَ الرَّجُلِ . لَعَلَّهَا أَنْ تَكُونَ شَرِيكَتَهُ فِي مالِهِ . وَهُوَ أَوْلَى بِهَا . فَيَرْغَبُ عَنْهَا أَنْ يَنْكِحَهَا ، فَيَعْضُلَهَا لِمَالِهَا ، وَلَا يُنْكِحُهَا غَيْرَهُ ، كَرَاهِيَةَ أَنْ يَشْرَكَهُ أَحَدٌ فِي مالِهَا . [ر : ٢٣٦٢]

(۲) فتح الباری: ۲۳۲/۹۔

یہاں ترجمہ اس طرح ثابت ہورہا ہے کہ ولی یتیمہ کو مال کی وجہ سے روکتا ہے اور دوسرے شخص سے اس کا نکاح نہیں ہونے دیتا اس سے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ اخذ کیا کہ ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوسکتا، اگر نکاح ولی کے بغیر ہوسکتا تو وہ یتیمہ اپنا نکاح کرلیتی۔

مگر اس کا جواب بھی وہی دیا گیا ہے کہ بعض اوقات ولی اپنی طاقت اور ہیبت کی وجہ سے عورت کے لئے رکاوٹ بن جاتا ہے اور اسے نکاح نہیں کرنے دیتا حدیث میں اسی کا ذکر ہے ورنہ حدیث کی راویہ حضرت عائشہؓ نے خود اپنے بھائی عبدالرحمن بن ابی بکر کی بیٹی کا نکاح ان کی عدم موجودگی میں کرایا،(۳) پھر اس سے اشتراطِ ولی پر استدلال کیسے درست ہوسکتا ہے۔

٤٨٣٦ : حدَّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ محمَّدٍ : حَدَّثَنَا هِشَامٌ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ : حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ قالَ : أَخْبَرَنِي سَالِمٌ : أَنَّ ٱبْنَ عُمَرَ أَخْبَرَهُ : أَنَّ عُمَرَ ، حِينَ تَأَيَّمَتْ حَفْصَةُ بِنْتُ عُمَرَ مِنِ ٱبْنِ حُذَافَةَ السَّهْمِيِّ ، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ أَهْلِ بَدْرٍ ، تُوُفِّيَ بِالمَدِينَةِ ، فَقَال عُمَرُ : لَقِيتُ عُثْمانَ بْنَ عَفَّانَ فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ فَقُلْتُ : إِنْ شِئْتَ أَنْكَحْتُكَ حَفْصَةَ ، فَقَالَ : سَأَنْظُرُ فِي أَمْرِي ، فَلَبِثْتُ لَيَالِيَ ثُمَّ لَقِيَنِي فَقَالَ : بَدَا لِي أَنْ لَا أَتَزَوَّجَ يَوْمِي هٰذَا ، قالَ عُمَرُ : فَلَقِيتُ أَبَا بَكْرٍ فَقُلْتُ : إِنْ شِئْتَ أَنْكَحْتُكَ حَفْصَةَ . [ر : ٣٧٨٣]

٤٨٣٧ : حدَّثنا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي عَمْرٍو قالَ : حَدَّثَنِي أَبِي قال : حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ عَنْ يُونُسَ ، عَنِ الحَسَنِ : «فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ» . قال : حَدَّثَنِي مَعْقِلُ بْنُ يَسَارٍ : أَنَّهَا نَزَلَتْ فِيهِ ، قالَ : زَوَّجْتُ أُخْتًا لِي مِنْ رَجُلٍ فَطَلَّقَهَا ، حَتَّى إِذَا ٱنْقَضَتْ عِدَّتُهَا جاءَ يَخْطُبُهَا ، فَقُلْتُ لَهُ : زَوَّجْتُكَ وَفَرَشْتُكَ وَأَكْرَمْتُكَ ، فَطَلَّقْتَهَا ، ثُمَّ جِئْتَ تَخْطُبُهَا . لَا وَٱللهِ لَا تَعُودُ إِلَيْكَ أَبَدًا . وَكَانَ رَجُلًا لَا بَأْسَ بِهِ ، وَكَانَتِ المَرْأَةُ تُرِيدُ أَنْ تَرْجِعَ إِلَيْهِ . فَأَنْزَلَ ٱللهُ هٰذِهِ الآيَةَ : «فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ» . فَقُلْتُ : الآنَ أَفْعَلُ يَا رَسُولَ ٱللهِ . قالَ : فَزَوَّجَهَا إِيَّاهُ . [ر : ٤٢٥٥]

### ٣٨ - باب : إِذَا كَانَ الوَلِيُّ هُوَ الخَاطِبَ .

وَخَطَبَ المُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ ٱمْرَأَةً هُوَ أَوْلَى النَّاسِ بِهَا . فَأَمَرَ رَجُلًا فَزَوَّجَهُ .

وَقالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ لِأُمِّ حَكِيمٍ بِنْتِ قَارِظٍ : أَتَجْعَلِينَ أَمْرَكِ إِلَيَّ ؟ قَالَتْ : نَعَمْ ،

(۳) شرح معانی الآثار: ۶/۲۔

فَقَالَ : قَدْ تَزَوَّجْتُكِ .

وَقَالَ عَطَاءٌ : لِيُشْهِدْ أَنِّي قَدْ نَكَحْتُكِ ، أَوْ لِيَأْمُرْ رَجُلاً مِنْ عَشِيرَتِهَا .

وَقَالَ سَهْلٌ : قَالَتِ امْرَأَةٌ لِلنَّبِيِّ ﷺ : أَهَبُ لَكَ نَفْسِي . فَقَالَ رَجُلٌ : يَا رَسُولَ اللهِ ، إِنْ لَمْ تَكُنْ لَكَ بِهَا حَاجَةٌ فَزَوِّجْنِيهَا . [ر : ٤٨٣٣]

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں یہ مسئلہ ذکر کیا ہے اگر ولی خود پیغام نکاح دینے والا ہو تو آیا وہ مُوْلِیہ سے اپنا نکاح خود کرسکتا ہے، یا کسی دوسرے شخص کے ذریعے اپنا نکاح کرائے ؟

امام ابوحنیفہ ، امام مالک ، سفیان ثوری ، امام اوزاعی اور امام احمد بن حنبل کا مسلک یہ ہے کہ ولی مُوْلِیہ سے اپنا نکاح خود کرسکتا ہے ۔ (۴)

امام شافعی ، داود ظاہری اور امام زفر فرماتے ہیں کہ یا تو بادشاہ ان کا نکاح کرائے گا اور یا پھر اس عورت کا کوئی دوسرا ولی اس کا نکاح کرائے گا ۔ (۵)

امام بخاری رحمہ اللہ نے جو ترجمہ قائم کیا ہے اس کے متعلق علامہ ابن مُنَیِّرؒ مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام نے اس ترجمے میں جواز اور عدم جواز دونوں کے دلائل فراہم کردئے ہیں ، گویا مسئلہ مجتہد کی نظر کے حوالہ کردیا ہے ، اب وہ جو چاہے فیصلہ کرے ۔ (٦)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کا رجحان جواز کی طرف ہے کہ ولی خود اگر چاہے تو مُوْلِیہ سے اپنا نکاح کرسکتا ہے ، ترجمۃ الباب میں ذکر کردہ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ اور حضرت عطا کے اثر سے جواز معلوم ہوتا ہے ۔ (۷)

وخطب المغيرة بن شعبة امرأة هو أولى الناس بها فأمر رجلا فزوجه

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے ایک ایسی عورت کو جس کے وہ سب سے زیادہ قریبی ولی تھے پیغام نکاح بھیجا اور ایک آدمی کو حکم دیا ، اس نے ان کی شادی کرادی ، اس تعلیق کو امام بیہقی نے موصولا نقل کیا ہے ۔

سعید بن منصور کی روایت میں تصریح ہے کہ حضرت مغیرہؓ نے عثمان بن ابی العاص کو

(۴) فتح الباری : ۲۳۶/۹ ۔

(۵) فتح الباری : ۲۳۶/۹ ۔

(٦) فتح الباری : ۲۳۵/۹ ۔

(۷) فتح الباری : ۲۳۶/۹ ۔

اپنے چچا عروہ بن مسعود کی لڑکی کا والی مقرر کیا اور عثمان نے اس کی شادی حضرت مغیرہ سے کرادی عثمان بن ابی العاص بھی اس لڑکی کا ولی تھا لیکن وہ ولی بعید تھا ۔ (۸)

وقال عبدالرحمن بن عوف لأم حکیم بنت قارظ

حضرت عبدالرحمن نے ام حکیم بنت قارظ سے کہا کہ آپ مجھے اپنا اختیار دیتی ہیں ، انہوں نے کہا "جی ہاں" حضرت عبدالرحمن نے کہا "تو میں نے تم سے شادی کرلی" یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ولی مولیہ سے خود نکاح کرسکتا ہے ، اس تعلیق کو ابن سعد نے موصولا نقل کیا ہے ۔ (۹)

وقال عطاء: لیشهد انی قد نکحتک

عطاء بن ابی رباح فرماتے ہیں کہ وہ گواہ بنائے اس بات پر کہ "میں نے تم سے نکاح کرلیا ہے" یا اس کے قبیلہ میں سے کسی آدمی کو کہدے کہ وہ اس کا نکاح کرے ، امام عبدالرزاق نے اس تعلیق کو موصولا نقل کیا ہے ۔ (۱۰)

وقال سهل: قالت امراة....

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کی تشریح گذر چکی ہے ، یہاں امام بخاری ؒ نے اس کو ذکر کرکے ترجمۃ الباب یوں ثابت کیاہے کہ جب واہبہ نے اپنے آپ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا تو اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے قبول فرماتے تو ظاہر ہے اس صورت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ولی بھی ہوتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی خاطب بھی اور اپنا نکاح خود کرتے ، اس سے معلوم ہوا کہ ولی کے لئے خود اپنا نکاح کرنا جائز ہے ۔ (۱۱)

٤٨٣٨ : حدّثنا ابْنُ سَلَامٍ : أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ : حَدَّثَنَا هِشَامٌ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهَا فِي قَوْلِهِ : «وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ قُلِ ٱللهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ» . إِلَى آخِرِ الْآيَةِ ، قَالَتْ : هِيَ الْيَتِيمَةُ تَكُونُ فِي حَجْرِ الرَّجُلِ ، قَدْ شَرِكَتْهُ فِي مَالِهِ ، فَيَرْغَبُ عَنْهَا أَنْ يَتَزَوَّجَهَا ، وَيَكْرَهُ

(۸) عمدۃ القاری: ۲۰/۱۲۴ ۔

(۹) عمدۃ القاری: ۲۰/۱۲۴ ۔

(۱۰) عمدۃ القاری: ۲۰/۱۲۵ ۔

(۱۱) عمدۃ القاری: ۲۰/۱۲۵ ۔

أَنْ يُزَوِّجَهَا غَيْرَهُ ، فَيَدْخُلَ عَلَيْهِ فِي مالِهِ ، فَيَحْبِسَهَا ، فَنَهَاهُمُ ٱللهُ عَنْ ذٰلِكَ . [ر : ٢٣٦٢]

٤٨٣٩ : حدَّثنا أَحْمَدُ بْنُ المِقْدَامِ : حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمانَ : حَدَّثَنَا أَبُو حازِمٍ : حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ : كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ جُلُوسًا ، فَجاءَتْهُ ٱمْرَأَةٌ تَعْرِضُ نَفْسَهَا عَلَيْهِ ، فَخَفَّضَ فِيهَا النَّظَرَ وَرَفَعَهُ ، فَلَمْ يُرِدْهَا ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِهِ : زَوِّجْنِيهَا يَا رَسُولَ ٱللهِ ، قالَ : (أَعِنْدَكَ مِنْ شَيْءٍ) . قالَ : ما عِنْدِي مِنْ شَيْءٍ ، قالَ : (وَلَا خاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ) . قالَ : وَلَا خاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ ، وَلٰكِنْ أَشُقُّ بُرْدَتِي هٰذِهِ فَأُعْطِيهَا النِّصْفَ ، وَآخُذُ النِّصْفَ ، قالَ : (لَا ، هَلْ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ شَيْءٌ) . قالَ : نَعَمْ . قالَ : (اَذْهَبْ فَقَدْ زَوَّجْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ) .

[ر : ٢١٨٦]

## حدثنا ابن سلام

اس روایت میں ہے کہ ولی یتیمہ کو روکے رکھتا تھا اور کسی دوسرے سے اس کا نکاح کرنے نہیں دیتا تھا ، اللہ تعالی نے اس سے منع فرمایا ، اس سے اشارۃ النص کے طور پر مستفاد ہو رہا ہے کہ اگر وہ خود اس کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا تو کرسکتا تھا ، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ولی کو مولیہ سے نکاح کرنے کا خود اختیار ہے ۔

### ٣٩ - باب : إِنْكاحِ الرَّجُلِ وُلْدَهُ الصِّغارَ .

لِقَوْلِهِ تَعَالَى : «وَاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ» /الطلاق : ٤/ . فجعَلَ عِدَّتَها ثَلاثَةَ أَشْهُرٍ قَبْلَ الْبُلُوغِ .

وُلْد: (واو کے ضمہ اور لام کے سکون کے ساتھ) "وَلَدْ" کی جمع ہے ، بعض نسخوں میں وَلد (واو کے فتحہ کے ساتھ) ہے ، ولد اسم جنس ہے ، مذکر و مونث دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے ۔(۱۲)

---

(٣٩) (واللائي ..) ومعنى الآية : النساء اللاتي لم يبلغن سن الحيض ، إن طلقت إحداهن فعدتها ثلاثة أشهر . والمراد بإيراد الآية : الاحتجاج على جواز تزويج الرجل ولده الصغير لأنه لما جعل الله تعالى عدة المطلقة قبل البلوغ ، دل على جواز تزويجها قبله

(۱۲) عمدۃ القاری: ۱۲۶/۲۰۔

ترجمۃ الباب سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ آدمی اپنی نابالغ اولاد کا نکاح کرسکتا ہے، دلیل میں سورۂ طلاق کی آیت پیش فرمائی "واللائی یئسن من المحیض من نسائکم ان ارتبتم فعدتھن ثلثۃ اشھر واللائی لم یحضن" اس آیت میں "واللائی لم یحضن" سے امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب ثابت کیا ہے کہ اس آیت کریمہ میں وہ نابالغ لڑکیاں داخل ہیں جنہیں صغر کی وجہ سے حیض نہیں آتا، ان کی عدت بھی تین ماہ مقرر کی گئی ہے، جس سے اشارۃ النص کے طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ان کا نکاح ہوسکتا ہے کیونکہ عدت کا تصور نکاح کے بعد ہی ہوسکتا ہے اور جمہور اور امام بخاری کے نزدیک نکاح کا مجاز ولی ہے، لہذا معلوم ہوا کہ آدمی چھوٹی اولاد کا نکاح کراسکتا ہے۔

٤٨٤٠ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ . عَنْ هِشَامٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهَا : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَزَوَّجَهَا وَهِيَ بِنْتُ سِتِّ سِنِينَ . وَأُدْخِلَتْ عَلَيْهِ وَهِيَ بِنْتُ تِسْعٍ ، وَمَكَثَتْ عِنْدَهُ تِسْعًا . [ر : ٣٦٨١]

حضرت عائشہؓ کا نکاح چھ سال کی عمر میں اور رخصتی نو سال کی عمر میں ہوئی یہ اس بات پر صراحتاً دلالت کرتا ہے کہ بچی کا نکاح قبل البلوغ کیا جاسکتا ہے۔

یہی جمہور علماء کا مسلک ہے، لیکن علامہ ابن حزم نے ابن شُبْرُمَہ سے نقل کیا ہے کہ نابالغ بچی کا نکاح کرنا ولی کے لئے مطلقاً جائز نہیں ہے، چاہے وہ قابل وطی ہو یا نہ ہو اور امام طحاوی نے ابن شُبْرُمَہ سے دوسری روایت یہ نقل کی ہے کہ بچی اگر قابل وطی نہ ہو تو ولی کے لئے اس کا نکاح کرنا جائز نہیں یعنی ولی کو اس پر ولایت اجبار حاصل نہیں۔

ابن شبرمہ حضرت عائشہؓ کی حدیثِ باب کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت پر محمول کرتے ہیں۔ (۱۳)

### مکثت عندہ تسعا

یہ جملہ مدرج ہے، یہ حضرت ھشام بن عروہ کا قول ہے، جیسا کہ اگلے باب کی روایت میں تصریح آرہی ہے۔

---

(۱۳) مذکورہ تفصیل کے لئے دیکھئے فتح الباری: ۲۳۸/۹۔

٤٠ - باب : تَزْوِيجِ الْأَبِ ابْنَتَهُ مِنَ الْإِمَامِ .

وَقَالَ عُمَرُ : خَطَبَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَيَّ حَفْصَةَ فَأَنْكَحْتُهُ . [ر : ٣٧٨٣]

٤٨٤١ : حدَّثنا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ : حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عائِشَةَ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَزَوَّجَهَا وَهِيَ بِنْتُ سِتِّ سِنِينَ ، وَبَنَى بِهَا وَهِيَ بِنْتُ تِسْعِ سِنِينَ .

قَالَ هِشَامٌ : وَأُنْبِئْتُ أَنَّهَا كَانَتْ عِنْدَهُ تِسْعَ سِنِينَ . [ر : ٣٦٨١]

امام بخاری رحمہ اللہ اس باب میں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ولایتِ اب ولایت امام سے مقدم ہے یا دوسرے لفظوں میں ولی خاص ولی عام پر مقدم ہے کیونکہ حضرت عمرؓ نے اپنی بیٹی کا نکاح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا، اسی طرح حضرت ابوبکرؓ نے بھی اپنی بیٹی کا نکاح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا، ابن بطال فرماتے ہیں:

”دل حدیث الباب علی ان الاب اولی فی تزویج ابنتہ من الامام“ (۱۴)

قال هشام: وانبئت انها كانت عنده تسع سنين

یہ تعلیق نہیں ہے بلکہ ماقبل سند کے ساتھ موصول ہے، انبئت: باب افعال انبأ سے ماضی مجہول واحد متکلم کا صیغہ ہے یعنی مجھے خبر دی گئی، مخبر کا نام نہیں بتایا۔

٤١ - باب : السُّلْطَانُ وَلِيٌّ .

لِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ : (زَوَّجْنَاكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ) .

٤٨٤٢ : حدَّثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مالِكٌ ، عَنْ أَبِي حازِمٍ ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قالَ : جاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقالَتْ : إِنِّي وَهَبْتُ مِنْكَ نَفْسِي ، فَقَامَتْ طَوِيلاً ، فَقالَ رَجُلٌ : زَوِّجْنِيهَا إِنْ لَمْ تَكُنْ لَكَ بِهَا حاجَةٌ ، قالَ : (هَلْ عِنْدَكَ مِنْ شَيْءٍ تُصْدِقُهَا) . قالَ : ما عِنْدِي إِلَّا إِزَارِي ، فَقالَ : (إِنْ أَعْطَيْتَهَا إِيَّاهُ جَلَسْتَ لَا إِزَارَ لَكَ ، فَالْتَمِسْ شَيْئًا) .

(۱۴) عمدة القاری: ۲۰/۱۲۷۔

فَقَالَ ما أَجِدُ شَيْئًا ، فَقَالَ : (الْتَمِسْ وَلَوْ خاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ) . فَلَمْ يَجِدْ ، فَقَالَ : (أَمَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ شَيْءٌ) . قالَ : نَعَمْ ، سُورَةُ كَذَا ، وَسُورَةُ كَذَا ، لِسُوَرٍ سَمَّاهَا ، فَقَالَ : (زَوَّجْنَاكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ) . [ر : ۲۱۸٦]

"السلطان ولی من لاولی لہ" یہ دراصل حدیث ہے امام ابوداود اور امام ترمذی نے اس کی تخریج کی ہے ، ابوعوانہ ، ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اس کی تصحیح کی ہے (۱۵) چونکہ یہ امام بخاری کی شرط پر نہیں اس لئے انہوں نے اس کو ترجمۃ الباب کے طور پر ذکر کیا اور اس مسئلہ کو حضرت سہل کی روایت میں واہبہ کے قصہ سے ثابت کیا ہے کہ اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کا نکاح اس صحابی سے کرادیا تھا جس نے نکاح کی خواہش ظاہر کی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا تھا "زوجناکھا بما معک من القرآن" معلوم ہوا کہ سلطان کو ولایت حاصل ہے ۔

## ٤٢ - باب : لَا يُنْكِحُ الْأَبُ وَغَيْرُهُ الْبِكْرَ وَالثَّيِّبَ إِلَّا بِرِضَاهَا .

اس ترجمۃ الباب میں چار صورتیں نکلتی ہیں ❶ تزویج الاب البکر ❷ تزویج الاب الثیب ❸ تزویج غیر الاب البکر ❹ تزویج غیر الاب الثیب ۔

ان چاروں صورتوں میں عورت کی رضامندی ضروری ہے اگر صغر وکبر بلوغ وعدم بلوغ کو بھی ان کے ساتھ شامل کردیا جائے تو پھر کل آٹھ صورتیں بنیں گی ۔

### مسئلہ ولایت اجبار

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں درحقیقت ولایت اجبار کا مشہور مسئلہ بیان کیا ہے جس میں ائمہ کرام کے درج ذیل مذاہب ہیں :

❶ حضرت حسن بصری اور امام نخعی کے نزدیک ولی کو مطلقا ولایت اجبار حاصل ہے ، عورت چاہے ثیبہ ہو یا باکرہ ہو ، کبیرہ ہو یا صغیرہ ہو ۔ (۱٦)

(۱۵) فتح الباری: ۲۳۹/۹ ۔

(۱٦) عمدۃ القاری: ۱۳۰/۲۰ ۔ وفتح الباری: ۲۳۸/۹ ۔

❷ ابن شبرمہ کے نزدیک ولی کو مطلقا ولایت اجبار حاصل نہیں ۔ (۱۷)

❸ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اس سلسلہ میں مدار عورت کے ثیبہ اور باکرہ ہونے پر ہے ، باکرہ پر ولی کو ولایت اجبار حاصل ہے ، ثیبہ پر نہیں ۔ (۱۸)

❹ حضرات حنفیہ کے نزدیک مدار صغر اور کبر پر ہے ، صغیرہ پر ولایت اجبار ولی کو حاصل ہے ، کبیرہ پر نہیں ۔ (۱۹)

لہذا باکرہ صغیرہ پر باتفاق ائمہ اربعہ ولایت اجبار ہے اور کبیرہ ثیبہ پر بالاتفاق ولایت اجبار نہیں اور کبیرہ باکرہ پر شوافع کے نزدیک ولایت اجبار ہے ، حنفیہ کے نزدیک نہیں اور صغیرہ ثیبہ پر حنفیہ کے نزدیک ولایت اجبار ہے ، شوافع کے نزدیک نہیں ۔

خلاصہ کلام یہ کہ چار صورتوں میں دو صورتیں ائمہ اربعہ کے نزدیک اتفاقی ہیں اور دوصورتیں اختلافی ۔

پھر اجبار کا حق کس ولی کو حاصل ہوگا ؟ ہمارے ہاں عصبات علی الترتیب اجبار کے حقدار ہوں گے (۲۰) اور مشہور یہ ہے کہ باپ دادا کو اجبار کا حق حاصل ہوتا ہے ، یہ دراصل امام شافعیؒ کا مسلک ہے ۔ (۲۱)

امام مالکؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک اجبار کا حق صرف باپ کو حاصل ہوتا ہے ۔ (۲۲)

امام بخاری رحمہ اللہ کی اس مسئلے میں کیا رائے ہے ؟ ظاہراً یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری اس مسئلے میں حنفیہ کے ہم خیال ہیں یعنی ولایت اجبار کا مدار صغر پر ہے کیونکہ امام نے اس باب سے پہلے باب کا ترجمہ قائم کیا تھا "باب انکاح الرجل ولدہ الصغار" اس میں لفظ "صغار" عام ہے باکرہ ثیبہ دونوں کو شامل ہے ، معلوم ہوا ولایت اجبار کی علت صغر ہے ، بکارت وعدم بکارت نہیں اور باب ھذا میں امام بخاری بالغہ کا حکم بیان فرمارہے ہیں کہ عورت چاہے باکرہ ہو یا ثیبہ جب بالغ ہوجائے تو پھر اس پر ولایت اجبار نہیں ، جب تک کہ اس کی رضامندی شامل نہ ہو ۔

---

(۱۷) فتح الباری: ۲۳۸/۹ ۔

(۱۸) بدائع الصنائع: ۲۴۱/۲ ، فتح القدیر: ۱۶۱/۳ ۔

(۱۹) بدائع الصنائع: ۲۴۱/۲ ، فتح القدیر: ۱۶۱/۳ ۔ والھدایۃ: ۲۸۵/۲ ۔

(۲۰) الھدایۃ: ۲۸۴/۲ ۔ ۲۸۵ ۔ کتاب النکاح ۔

(۲۱) الھدایۃ: ۲۸۴/۲ ۔ ۲۸۵ ۔ کتاب النکاح ۔

٤٨٤٣ : حدّثنا مُعاذُ بْنُ فَضالَةَ : حدّثنا هِشَامٌ ، عَنْ يَحْيٰى ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ : أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ حَدَّثَهُمْ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قالَ : (لَا تُنْكَحُ الْأَيِّمُ حَتَّى تُسْتَأْمَرَ ، وَلَا تُنْكَحُ الْبِكْرُ حَتَّى تُسْتَأْذَنَ) . قالُوا : يَا رَسُولَ اللهِ ، وَكَيْفَ إِذْنُهَا ؟ قالَ : (أَنْ تَسْكُتَ) . [٦٥٦٧ ، ٦٥٦٩]

یہ حدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ثیبہ عورت سے جب تک مشورہ طلب نہ کیا جائے اس کا نکاح نہ کیا جائے اور باکرہ سے اس کی اجازت کے بغیر نکاح نہ کیا جائے ۔

"ایم" غیر شادی شدہ عورت کو کہتے ہیں ، اس کا اطلاق ثیبہ اور باکرہ دونوں پر ہوتا ہے لیکن چونکہ حدیث میں آگے باکرہ کا مستقل ذکر آرہا ہے اس لئے "ایم" سے یہاں "ثیبہ" مراد ہے ، اور "لاتنکح البکر ...." میں باکرہ بالغہ مراد ہے کیونکہ مصنف اس سے پہلے یہ بیان کر آئے ہیں کہ صغار کے نکاح کا ولی کو اختیار ہوتا ہے ۔

"استیمار" مشورہ طلب کرنے کو اور "استیذان" اجازت طلب کرنے کو کہتے ہیں "ایم" کے لئے "استیمار" اور باکرہ کے لئے "استیذان" بیان کیا گیا ہے ، اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ باکرہ میں نسبتاً حیا زیادہ ہوتی ہے اور اس کا پیغام نکاح اولیاء کو پیش کیا جاتا ہے اس لئے ولی کو اجازت لینی چاہئے اور ثیبہ میں حیا نسبتاً کم ہوتی ہے اس لئے ولی کو چاہئے کہ اس سے مشورہ کرے ۔ (۲۲)

٤٨٤٤ : حدّثنا عَمْرُو بْنُ الرَّبِيعِ بْنِ طَارِقٍ قالَ : أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ ، عَنْ أَبِي عَمْرٍو مَوْلَى عَائِشَةَ ، عَنْ عائِشَةَ أَنَّهَا قالَتْ : يَا رَسُولَ اللهِ ، إِنَّ الْبِكْرَ تَسْتَحِي ؟ قالَ : (رِضَاهَا صَمْتُهَا) . [٦٥٤٧ ، ٦٥٧٠]

## عمرو بن ربیع

عمرو بن ربیع مصری کی کنیت ابو حفص ہے اور یہ اصل کوفہ کے رہنے والے ہیں ، ان کے شیوخ میں امام مالک ، لیث اور یحی بن ایوب شامل ہیں اور ان سے روایت کرنے والوں میں یحی بن معین ، اسحاق کوسج اور ابراہیم بن ھانی داخل ہیں ، یہ امام بخاری رحمہ اللہ کے قدیم شیوخ میں سے ہیں ، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں : "ولم أرله عنه فی الجامع الا هذا الحدیث" عجلی اور

(۲۲) الهدایة: ۲/۲۸۵ ـ ٤٨٤٣ : أخرجه مسلم في النكاح : باب استئذان الثيب في النكاح بالنطق .. ، رقم : ١٤١٩

(۲۳) فتح الباری: ۹/۲۴۰ ـ

دار قطنی نے ان کی توثیق کی ہے، سن ۲۱۹ھ میں ان کی وفات ہوئی ۔ (۲۴)

٤٣ - باب : إِذَا زَوَّجَ ٱبْنَتَهُ وَهِيَ كَارِهَةٌ فَنِكَاحُهُ مَرْدُودٌ .

امام بخاری رحمہ اللہ فرمارہے ہیں کہ اگر کسی نے زبردستی اپنی بیٹی کا نکاح کرایاتو وہ نکاح مردود ہے، اگر وہ ثیبہ بالغہ ہے تو بالاتفاق نکاح درست نہیں اور اگر ثیبہ بالغہ نہیں تو اس کا حکم ولایت اجبار کے سلسلہ میں بیان کردہ تفصیل کے مطابق ہوگا۔

یہ ترجمہ بظاہر سابقہ ترجمۃ الباب "باب إنکاح الرجل ولدہ الصغار" کے خلاف ہے کیونکہ اس سے صغار کے متعلق مطلقا جواز معلوم ہوتا ہے اور یہاں کراھت کی صورت میں نکاح کو مردود قرار دیا، جواب یہ ہے کہ یہاں بالغہ لڑکی مراد ہے کیونکہ "وھی کارھۃ" کے الفاظ لائے ہیں اور یہ بالغہ کی صفت ہے، چنانچہ علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں "قیل : ھذہ الترجمۃ مخالفۃ للترجمۃ السابقۃ حیث قال: "باب إنکاح الرجل ولدہ الصغار" واجیب: بان المراد بنتہ البالغۃ یدل علیہ قولہ: "وھی کارھۃ "لان ھذہ الصفۃ للبالغات" (۲۵)

٤٨٤٥ : حدّثنا إِسْماعِيلُ قالَ : حدّثني مالِكٌ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَمُجَمِّعٍ ٱبْنَيْ يَزِيدَ بْنِ جارِيَةَ ، عَنْ خَنْساءَ بِنْتِ خِذَامٍ الْأَنْصارِيَّةِ : أَنَّ أَبَاهَا زَوَّجَهَا وَهْيَ ثَيِّبٌ فَكَرِهَتْ ذٰلِكَ ، فَأَتَتْ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ فَرَدَّ نِكاحَهُ .

حدّثنا إِسْحٰقُ : أَخْبَرَنَا يَزِيدُ : أَخْبَرَنَا يَحْيٰى : أَنَّ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ حَدَّثَهُ : أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ ٱبْنَ يَزِيدَ وَمُجَمِّعَ بْنَ يَزِيدَ حَدَّثَاهُ : أَنَّ رَجُلاً يُدْعٰى خِذَامًا أَنْكَحَ ٱبْنَةً لَهُ ، نَحْوَهُ .

[٦٥٤٦ ، ٦٥٦٨]

سند میں قاسم کے دو شیخ ہیں اور دونوں بھائی ہیں ایک عبدالرحمن بن یزید بن جاریہ دوسرے مجمع بن یزید بن جاریہ ۔ مُجَمِّع (جیم کے فتحہ اور میم کے کسرہ کے ساتھ) ۔

عبدالرحمن بن یزید کی بخاری میں صرف یہی ایک حدیث ہے، ان کی پیدائش نبی کریم

(۲۴) مذکورہ تفصیل کے لئے دیکھئے فتح الباری: ۹/ ۱۳۰_۱

(۲۵) عمدۃ القاری: ۲۰/ ۱۲۹۔

(۴۸۴۵) واخرجہ البخاری ایضاً متصلا بھذا الحدیث، رقم الحدیث: ۴۹۳۲ وفی کتاب الاکراہ، باب لایجوز نکاح المکرہ، رقم الحدیث: ۶۹۴۵، وکتاب الحیل، باب فی النکاح، رقم الحدیث: ۶۹۶۹، واخرجہ ابوداؤد فی کتاب النکاح، باب فی الثیب، رقم الحدیث: ۲۱۰۱، وابن ماجہ فی کتاب النکاح، باب من زوج ابنتہ وھی کارھۃ، رقم الحدیث: ۱۸۷۳، والنسائی فی کتاب النکاح، باب البکر یزوجھا ابوھا وھی کارھۃ رقم الحدیث: ۵۳۸۳۔

صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ہوئی، یہ مدینہ منورہ کے قاضی بھی رہے ہیں، ان کی وفات سن ۹۳ ہجری میں ہوئی، محدثین کی ایک جماعت نے ان کی توثیق کی ہے۔ (۲۶)

ان کے بھائی مجمع بن یزید ہیں، ان کی بھی بخاری میں صرف یہی ایک روایت ہے۔ (۲۷)

روایت میں ہے کہ خنساء بنت خدام کا نکاح ان کے والد نے کسی آدمی سے کرایا، خنساء کو وہ پسند نہیں تھا، وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے نکاح کو رد کردیا۔

اس آدمی کا نام کیا تھا؟ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ مجھے اس کا علم نہ ہوسکا البتہ واقدی نے اپنی سند کے ساتھ اتنا بیان کیا ہے کہ اس کا تعلق قبیلہ بنو مزینہ سے تھا۔ (۲۸)

حضرت خنساء ثیبہ تھیں، ان کی پہلی شادی انیس بن قتادہؓ سے ہوئی تھی جو جنگ احد میں شہید ہوگئے تھے، پھر ان کے والد نے بنو مزینہ کے کسی آدمی سے ان کی شادی کرائی لیکن انہیں وہ پسند نہیں تھا اس لئے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں، آپ نے انکے نکاح کو رد کردیا اور ان کی شادی پھر حضرت ابولبابہ سے ہوئی، امام عبدالرزاق کی روایت میں اس کی تصریح ہے۔ (۲۹)

## ٤٤ – باب : تَزْوِيجِ الْيَتِيمَةِ .

لِقَوْلِهِ : «وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى فَانْكِحُوا» /النساء: ٢/. وَإِذَا قَالَ لِلْوَلِيِّ : زَوِّجْنِي فُلَانَةَ ، فَمَكَثَ سَاعَةً ، أَوْ قَالَ : مَا مَعَكَ ؟ فَقَالَ : مَعِي كَذَا وَكَذَا ، أَوْ لَبِثَا ، ثُمَّ قَالَ : زَوَّجْتُكَهَا ، فَهُوَ جَائِزٌ . فِيهِ سَهْلٌ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . [ر : ٢١٨٦]

٤٨٤٦ : حدَّثنا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ . وَقَالَ اللَّيْثُ : حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ : أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ : أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَ لَهَا : يَا أُمَّتَاهْ :

---

(۲۶) فتح الباری: ۹/۲۴۳ - ۲۴۴۔

(۲۷) فتح الباری: ۹/۲۴۴۔

(۲۸) فتح الباری: ۹/۲۴۴۔

(۲۹) فتح الباری: ۹/۲۴۴۔

«وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامٰى – إِلَى – ما مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ». قَالَتْ عائِشَةُ: يَا ابْنَ أُخْتِي. هٰذِهِ الْيَتِيمَةُ تَكُونُ فِي حَجْرِ وَلِيِّهَا، فَيَرْغَبُ فِي جَمَالِهَا وَمالِهَا، وَيُرِيدُ أَنْ يَنْتَقِصَ مِنْ صَدَاقِهَا، فَنُهُوا عَنْ نِكَاحِهِنَّ إِلَّا أَنْ يُقْسِطُوا لَهُنَّ فِي إِكْمَالِ الصَّدَاقِ، وَأُمِرُوا بِنِكَاحِ مَنْ سِوَاهُنَّ مِنَ النِّسَاءِ، قالَتْ عائِشَةُ: اسْتَفْتَى النَّاسُ رَسُولَ اللهِ ﷺ بَعْدَ ذٰلِكَ، فَأَنْزَلَ اللهُ: «وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ – إِلَى – وَتَرْغَبُونَ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ». فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُمْ فِي هٰذِهِ الآيَةِ: أَنَّ الْيَتِيمَةَ إِذَا كانَتْ ذَاتَ مَالٍ وَجَمَالٍ رَغِبُوا فِي نِكَاحِهَا وَنَسَبِهَا وَالصَّدَاقِ، وَإِذَا كانَتْ مَرْغُوبًا عَنْهَا فِي قِلَّةِ المَالِ وَالجَمَالِ تَرَكُوهَا وَأَخَذُوا غَيْرَهَا مِنَ النِّسَاءِ، قالَتْ: فَكَمَا يَتْرُكُونَهَا حِينَ يَرْغَبُونَ عَنْهَا، فَلَيْسَ لَهُمْ أَنْ يَنْكِحُوهَا إِذَا رَغِبُوا فِيهَا، إِلَّا أَنْ يُقْسِطُوا لَهَا وَيُعْطُوهَا حَقَّهَا الْأَوْفَى مِنَ الصَّدَاقِ. [ر: ۲۳۶۲]

اس ترجمہ میں امام بخاری رحمہ اللہ یہ بتارہے ہیں کہ یتیم لڑکی کا نکاح بھی کیا جاسکتا ہے، اب رہا یہ کہ کب کیا جاسکتا ہے، بلوغ سے پہلے یا بلوغ کے بعد؟

امام مالک اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ بلوغ سے پہلے یتیم لڑکی کا نکاح جائز نہیں ہے۔ (۳۰)

امام احمد اور امام اسحاق فرماتے ہیں کہ جب وہ نو سال کی عمر کی ہوجائے تو اس کی رضامندی سے اس کا نکاح کرایا جاسکتا ہے اور پھر بالغ ہونے کے بعد اس کو فسخ کا اختیار نہیں ہوگا۔ (۳۱)

حضرات حنفیہ فرماتے ہیں کہ اگر وہ صغیرہ ہے تو اس پر دادا کو حق اجبار حاصل ہے اگر کوئی دوسرا شخص اس کا نکاح کرائے تو نکاح صحیح ہوگا اور بالغ ہونے کے بعد اس کو فسخ کا اختیار ہوگا اور اگر وہ بالغہ ہے تو پھر اس پر کسی کو بھی حق اجبار حاصل نہیں کیونکہ بالغ ہونے کے بعد اس پر "یتیم" ہونے کا اطلاق بھی درست نہیں لا یتم بعد البلوغ۔ (۳۲)

امام بخاری رحمہ اللہ اس مسئلہ میں امام احمد کے مسلک کے ساتھ متفق نظر آتے ہیں آگے "واذا قال للولی: زوجنی فلانة...." سے امام بخاری امام احمد کے مسلک کی طرف اشارہ کررہے ہیں کہ اگر ولی نے یتیمہ کا نکاح کرادیا تو صحیح ہے۔

---

(۳۰) مرقاة المفاتیح، کتاب النکاح: ۲۰۸/۶ والمغنی لابن قدامة، کتاب النکاح، کون الاجبار فی النکاح لایکون الاللاب: ۳۲/۷ وتفسیر قرطبی، سورة النساء: ۱۳/۵۔

(۳۱) فتح الباری: ۲۳۰/۹۔

(۳۲) مرقاة المفاتیح، کتاب النکاح: ۲۰۸/۶، والابواب والتراجم: ۹/۲، وتفسیر قرطبی، سورة النساء: ۱۳/۵۔

## ایجاب وقبول کے درمیان فصل کا مسئلہ

اور اس ضمن میں ایک دوسرے مسئلہ کی طرف بھی اشارہ ہوگیا کہ جس وقت ایجاب کیا جاتا ہے تو فوراً اسی وقت قبول کرنا ضروری نہیں۔

حضرات مالکیہ فرماتے ہیں کہ فورا قبول کرنا چاہئے تاخیر کے بعد قبول کرنے کا اعتبار نہیں ہوگا۔ (۳۳)

حضرات شوافع فرماتے ہیں کہ "فصل یسیر" یعنی ایجاب وقبول کے درمیان معمولی سا فاصلہ ہو تو مضر نہیں، اگر کسی نے درمیان میں خطبہ وغیرہ پڑھا، یا سبحان اللہ کہا یا درود شریف پڑھا تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ یہ قبول کے لئے بطور تمہید ومقدمہ کے ہیں۔ (۳۴)

امام ابوحنیفہ اور امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ اگر مجلس کے اندر اندر قبول کرلیا تو اس قبول کا اعتبار ہوگا لیکن اگر مجلس مختلف ہوگئی تو پھر اعتبار نہیں ہوگا (۳۵) امام بخاری کا رجحان بھی اسی طرف معلوم ہوتا ہے، انہوں نے حضرت سہل بن سعد کی حدیث سے استدلال کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں "فیہ سہل عن النبی ﷺ" یعنی اس بارے میں حضرت سہل کی مرفوع حدیث وارد ہے جس میں واہبہ کا قصہ مذکور ہے کہ ایک ہی مجلس میں ایجاب وقبول سے نکاح منعقد ہوگیا تھا حالانکہ ایجاب وقبول کے درمیان فاصلہ تھا، چنانچہ علامہ عینی لکھتے ہیں:

"والحاصل ان التفریق اذا کان بین الایجاب والقبول فی المجلس لا یضر، وان تخلل بینہما کلام، واذا حصل الایجاب فی مجلس والقبول فی آخر، لا یجوز العقد، قیل: اخذ ھذا من حدیث الباب فیہ نظر؛ لان قصتہ واقعۃ عین فیطرقہا احتمال ان یکون قَبِلَ عقیبَ الایجاب" (۳۶)

امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ اگر مجلس ایک ہو تو ایجاب وقبول کے درمیان فاصلہ بھی آجائے تو مضر نہیں، استدلال میں واہبہ کا قصہ پیش کیا ہے لیکن اس واقعہ سے استدلال میں نظر

---

(۳۳) الابواب والتراجم: ۶۹/۲۔
(۳۴) ارشاد الساری: ۴۲۰/۱۱۔
(۳۵) الابواب والتراجم: ۶۹/۲۔
(۳۶) عمدۃ القاری: ۱۳۱/۲۰۔

ہے کیونکہ اس میں یہ تصریح نہیں ہے کہ ایجاب وقبول کے درمیان فاصلہ تھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کی خواہش رکھنے والے صحابی سے جو گفتگو فرمائی ہے، اس میں اس بات کا احتمال ہے کہ ایجاب کے متصل بعد بغیر کسی فاصلہ کے اس نے قبول کیا ہو استدلال تب مکمل ہوگا جب یہ ثابت ہوجائے کہ وہ گفتگو ایجاب کے بعد تھی اور اس گفتگو کے بعد پھر قبول تھا تب کہا جاسکے گا مجلس ایک ہو تو ایجاب وقبول کے درمیان گفتگو مضر نہیں۔

٤٥ - باب : إذَا قَالَ الخَاطِبُ لِلْوَلِيِّ : زَوِّجْنِي فُلَانَةَ . فَقَالَ : قَدْ زَوَّجْتُكَ بِكَذَا وَكَذَا جَازَ النِّكَاحُ . وَإِنْ لَمْ يَقُلْ لِلزَّوْجِ : أَرَضِيتَ أَوْ قَبِلْتَ .

٤٨٤٧ : حدَّثنا أَبُو النُّعْمَانِ : حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ : أَنَّ امْرَأَةً أَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَعَرَضَتْ عَلَيْهِ نَفْسَهَا . فَقَالَ : (ما لِي الْيَوْمَ فِي النِّسَاءِ مِنْ حاجَةٍ) . فَقَالَ رَجُلٌ : يا رَسُولَ اللهِ زَوِّجْنِيهَا ، قالَ : (ما عِنْدَكَ) . قالَ : ما عِنْدِي شَيْءٌ ، قالَ : (أَعْطِهَا وَلَوْ خاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ) . قالَ : ما عِنْدِي شَيْءٌ ، قالَ : (فَمَا عِنْدَكَ مِنَ الْقُرْآنِ) . قالَ : كَذَا وَكَذَا ، قالَ : (فَقَدْ مَلَّكْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ) . [ر : ٢١٨٦]

یہاں امام بخاری رحمہ اللہ یہ بتا رہے ہیں کہ اگر کسی نے ولی سے یہ کہا کہ فلاں عورت سے میرا نکاح کردو اور اس نے کہا "زوجتک بکذاوکذا" تو یہ نکاح ہوجائے گا اور یہ التماس اور درخواست قبول نکاح کے قائم مقام قرار دی جائے گی، یہی حضرات حنفیہ، شوافع اور حنابلہ وغیرہ کا مسلک ہے، (۱) بعد میں یہ کہنا کہ میں راضی ہوگیا یا میں نے قبول کرلیا، اس کی ضرورت نہیں ہوگی۔

استدلال میں واہبہ کا قصہ ذکر کیا ہے کہ اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابی کے التماس پر عورت کا نکاح کرادیا اور فرمایا "زوجتکها بما معک من القرآن" اور اس صحابی سے "قبلت" یا "رضیت" وغیرہ کے الفاظ منقول نہیں، معلوم ہوا التماس اور درخواست قبول کے قائم مقام بن سکتے ہیں۔

### مالی الیوم فی النساء من حاجة

اس پر اشکال ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو جب ضرورت نہ تھی تو پھر اس کی طرف

(۱) الهداية: ۲/ ۲۷۳۔ وفتح الباری: ۹/ ۲۶۷۔

اوپر نیچے کیوں دیکھا جیسا کہ دوسرے طریق میں "فصعد النظر فیھا وصوبہ" کے الفاظ آئے ہیں؟
حافظ ابن حجر اس اشکال کے جواب میں لکھتے ہیں:

"فکان معنی الحدیث: مالی فی النساء اذا کن بھذہ الصفة من حاجة، ویحتمل ان یکون جواز النظر مطلقا من خصائصہ؛ وان لم یرد التزویج، وتکون فائدتہ احتمال انھا تعجبہ فیتزوجھا مع استغنائہ حینئذ عن زیادة علی من عندہ من النساء"(۲)

٤٦ - باب: لَا يَخْطُبُ عَلَى خِطْبَةِ أَخِيهِ حَتَّى يَنْكِحَ أَوْ يَدَعَ.

٤٨٤٨: حدّثنا مَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: سَمِعْتُ نَافِعًا يُحَدِّثُ: أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا كَانَ يَقُولُ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَبِيعَ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ، وَلَا يَخْطُبَ الرَّجُلُ عَلَى خِطْبَةِ أَخِيهِ، حَتَّى يَتْرُكَ الخَاطِبُ قَبْلَهُ أَوْ يَأْذَنَ لَهُ الخَاطِبُ. [ر: ٢٠٣٢]

یہاں دو مسئلے ہیں ایک یہ کہ اگر کسی نے کہیں پیغام نکاح بھیجا ہے تو دوسرے آدمی کے لئے اسی جگہ پیغام نکاح بھیجنے کا کیا حکم ہے؟ اس سلسلہ میں مخطوبہ کی حالت کو دیکھا جائے گا۔

اگر مخطوبہ نے خاطب کے پیغام کو خود قبول کرلیا ہو یا ولی کو قبول کرنے کی اجازت دی ہو تو اس صورت میں بالاتفاق کسی دوسرے شخص کے لئے پیغام نکاح بھیجنا حرام ہے۔

اور اگر مخطوبہ نے خاطب کے پیغام کو مسترد کردیا ہو تو اس صورت میں بالاتفاق پیغام نکاح بھیجنا درست ہے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ مخطوبہ نے خاطب کی طرف اشارۃً میلان ظاہر کیا ہو، اس صورت میں اختلاف ہے۔

حضرات حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک اس صورت میں پیغام نکاح دینا جائز ہے اور شوافع کی بھی یہی اصح روایت ہے اور امام احمد رحمہ اللہ سے بھی ایک روایت اسی کے مطابق مروی ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ سے دوسری روایت امام ترمذی نے اس صورت میں عدم جواز کی نقل کی ہے اور ابن قدامہ نے امام احمد سے بھی اس صورت میں عدم جواز کا قول نقل کیا ہے۔(۳)

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی آدمی نے کہیں پیغام نکاح بھیجا ہے اور دوسرے نے اس میں مداخلت کرکے اپنے لئے پیغام نکاح بھیجا اور اسی دوسرے کا نکاح ہوگیا تو اس کا یہ نکاح معتبر ہوگا کہ نہیں؟

---

(۲) فتح الباری: ۲۴۸/۹

جمہور علماء فرماتے ہیں کہ اس کا یہ نکاح معتبر ہوگا البتہ اس نے گناہ کا ارتکاب کیا ہے، وہ گنہگار ہوگا۔ (۴)

داود ظاہری فرماتے ہیں کہ اس کا نکاح فسخ کیا جائے گا چاہے قبل الدخول ہو یا بعد الدخول

مالکیہ سے تین قول منقول ہیں ایک جمہور کے مطابق، دوسرا داود ظاہری کے مطابق اور تیسرا قول یہ ہے کہ قبل الدخول فسخ کیا جائے گا بعد الدخول فسخ نہیں کیا جائے گا۔ (۵)

امام بخاری رحمہ اللہ کے ترجمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ داود ظاہری کے مسلک کی حمایت کررہے ہیں۔

روایت باب میں خطبہ علی خطبۃ اخیہ سے منع کیا گیا ہے، جمہور علماء کے نزدیک یہ نہی تحریمی ہے اس لئے وہ کہتے ہیں کہ ایسا کرنے والا گنہگار ہوگا، علامہ خطابی فرماتے ہیں کہ یہ نہی تادیبی ہے، لہٰذا ان کے نزدیک خاطب ثانی گنہگار نہیں ہوگا۔ (۶)

٤٨٤٩ : حدَّثنا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ ، عَنِ الْأَعْرَجِ قالَ : قالَ أَبُو هُرَيْرَةَ : يَأْثُرُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ ، فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ . وَلَا تَجَسَّسُوا ، وَلَا تَحَسَّسُوا ، وَلَا تَبَاغَضُوا ، وَكُونُوا إِخْوَانًا . وَلَا يَخْطُبِ الرَّجُلُ عَلَى خِطْبَةِ أَخِيهِ حَتَّى يَنْكِحَ أَوْ يَتْرُكَ) . [٥٧١٧ ، ٥٧١٩ ، ٦٣٤٥]

---

(۳) مذکورہ تفصیل کے لئے دیکھئے المغنی: ۶/۶۰۳۔۶۰۶، شرح نووی مسلم: ۱/۴۵۴، باب تحریم الخطبة، وفتح الباری: ۹/۲۴۹۔۲۵۰۔ (۴) فتح الباری: ۹/۲۵۰۔ (۵) فتح الباری: ۹/۲۵۰۔ (۶) فتح الباری: ۹/۲۴۹۔

٤٨٤٩ : (يأثر) يروي (إياكم والظن) احذروا سوء الظن بالمسلمين ، ولا تحدثوا عن عدم علم ويقين ، لا سيما فيما يجب فيه القطع (أكذب الحديث) أي يقع الكذب في الظن أكثر من وقوعه في الكلام . (تجسسوا) من التجسس وهو البحث عن العورات والسيئات . (تحسسوا) من التحسس وهو طلب معرفة الأخبار والأحوال الغائبة عنه (حتى ينكح) أي فإذا نكح فقد امتنعت خطبة الثاني قطعًا

(۴۸۴۹) واخرجه البخاری ایضا فی کتاب الادب، باب ماینهی عن التحاسد والتدابر، رقم الحديث: ۶۰۶۴، وفی کتاب الادب ایضا، باب یایها الذین امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم، رقم الحديث: ۶۰۶۶، وفی کتاب الفرایض، باب تعليم الفرایض، رقم الحديث: ۶۷۲۴، ولم یخرجه احد من اصحاب الصحاح الستة سوی البخاری۔

یہ حدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے اور اصحاب صحاح میں امام کے علاوہ کسی اور نے ذکر نہیں کی ہے، اس کی تشریح آگے کتاب الادب میں آئے گی، روایت کے آخر میں ہے "ولا یخطب الرجل علی خطبة اخیه حتی ینکح او یترک" اسی جملہ کی وجہ سے امام نے یہ حدیث یہاں بیان فرمائی یعنی کوئی آدمی اپنے بھائی کے پیغام نکاح پر پیغام نکاح نہ بھیجے یہاں تک کہ خاطب اول نکاح کرلے (تو اس صورت میں دوسرے کے لئے پیغام کی کوئی گنجائش ہی نہیں رہے گی) یا وہ خود چھوڑ دے اور دستبردار ہوجائے (تو اس صورت میں دوسرا نکاح کا پیغام بھیج سکتا ہے) حافظ ابن حجر اس جملہ کی تشریح میں لکھتے ہیں:

"قوله: "حتی ینکح" ای حتی یتزوج الخاطب الاول فیحصل الیاس المحض، وقوله: "اویترک" ای الخاطب الاول التزویج فیجوز حینئذ للثانی الخطبة، فالغایتان مختلفتان: الاولی ترجع الی الیاس، والثانیة ترجع الی الرجاء، ونظیر الاولی قوله تعالی: "حتی یلج الجمل فی سم الخیاط" (۷)

"خطبه علی خطبة الاخ" کے سلسلہ میں امام موفق فرماتے ہیں کہ اس میں تحریم کا قول راجح ہے۔(۸)

علامہ ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ "لایخطب الرجل...." کی نہی منسوخ ہوچکی ہے (۹) اور نسخ کے لئے فاطمہ بنت قیس کا واقعہ دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں اور کہا کہ مجھے معاویہ بن ابی سفیان اور ابوالجہم دونوں نے پیغام نکاح دیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا "اما معاویة فصعلوک لامال له، واما ابوالجهم فلایضع عصاه عن منکبه انکحی اسامة" (۱۰)

لیکن علامہ ابن جریر طبری نے نسخ کے اس دعوی کی تردید فرمائی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ مذکورہ قصہ سے نسخ پر استدلال کرنا درست نہیں کیونکہ فاطمہ بنت قیس حضور اکرم ﷺ سے مشورہ کرنے آئی تھیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مشورہ دیا، حضرت اسامہ نے ان

(۷) فتح الباری: ۲۵۱/۹۔

(۸) المغنی لابن قدامة، کتاب النکاح، خطبة المراة واحکامها: ۱۰۹/۷۔

(۹) فتح الباری: ۲۵۰/۹۔

(۱۰) دیکھئے سنن ترمذی: ۲۱۵/۱۔ کتاب النکاح، باب ماجاء ان لایخطب الرجل علی خطبة اخیه۔

حضرات کے خطبے میں کوئی مداخلت نہیں کی۔(۱۱)

پھر یہ بھی ذہن میں رہے کہ "لایخطب الرجل علی خطبة اخیه" میں مسلمان کا خطبہ مراد ہے کہ اسے اس بات کی اجازت نہیں کہ وہ دوسرے مسلمان کے خطبہ میں دخل اندازی کرے لیکن اگر کسی ذمی نے کہیں پیغام نکاح بھیجا ہو تو مسلمان وہاں نکاح کا پیغام بھیج سکتا ہے یا نہیں؟

امام اوزاعی، امام احمد، ابن المنذر اور علامہ خطابی فرماتے ہیں کہ ذمی کے خطبہ پر مسلمان خطبہ کرسکتا ہے، اس میں کوئی حرج نہیں۔(۱۲)

لیکن جمہور علماء فرماتے ہیں کہ ذمی بھی مسلمان کے ساتھ ملحق ہے، جس طرح مسلمان کے خطبہ پر خطبہ ٹھیک نہیں، اسی طرح ذمی کے خطبہ پر بھی خطبہ ٹھیک نہیں، اور روایت میں جو "لایخطب الرجل علی خِطبة أخیه" فرمایا ہے، اس میں "أخ" کا ذکر عموم اور غلبہ کے طور پر ہے (۱۳) واللہ اعلم۔

## ٤٧ -- باب : تَفْسِيرِ تَرْكِ الْخِطْبَةِ .

٤٨٥٠ : حدّثنا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ : أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ : أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ ٱللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا يُحَدِّثُ : أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ ، حِينَ تَأَيَّمَتْ حَفْصَةُ ، قَالَ عُمَرُ : لَقِيتُ أَبَا بَكْرٍ فَقُلْتُ : إِنْ شِئْتَ أَنْكَحْتُكَ حَفْصَةَ بِنْتَ عُمَرَ ، فَلَبِثْتُ لَيَالِيَ ثُمَّ خَطَبَهَا رَسُولُ ٱللهِ ﷺ . فَلَقِيَنِي أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ : إِنَّهُ لَمْ يَمْنَعْنِي أَنْ أَرْجِعَ إِلَيْكَ فِيمَا عَرَضْتَ ، إِلَّا أَنِّي قَدْ عَلِمْتُ أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ قَدْ ذَكَرَهَا ، فَلَمْ أَكُنْ لِأُفْشِيَ سِرَّ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ ، وَلَوْ تَرَكَهَا لَقَبِلْتُهَا .

تَابَعَهُ يُونُسُ ، وَمُوسَى بْنُ عُقْبَةَ . وَٱبْنُ أَبِي عَتِيقٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ . [ر : ٣٧٨٣]

امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب کا عنوان قائم کیا ہے "خِطبہ ترک کرنے کی تفسیر" اور اس کے ذیل میں ام المومنین حضرت حفصہؓ کے نکاح کا واقعہ ذکر کیا ہے۔

---

(۱۱) فتح الباری: ۹/ ۲۵۰۔

(۱۲) فتح الباری: ۹/ ۲۵۰۔

(۱۳) فتح الباری: ۹/ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔

❶ ابن بطال رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بظاہر حضرت حفصہؓ کے اس واقعہ کی کوئی مناسبت ترجمۃ الباب سے معلوم نہیں ہوئی کیونکہ اس واقعہ میں خِطبہ ترک کرنے کی کوئی تفسیر نہیں پائی جاتی

پھر فرمایا کہ امام بخاری نے یہ حدیث اس باب کے تحت ذکر کرکے ایک لطیف ودقیق استنباط کیا ہے، اور وہ یہ کہ حضرت صدیق اکبرؓ کو معلوم تھا کہ حضور اکرم ﷺ جب حضرت حفصہ کے نکاح کا پیغام بھیجیں گے تو حضرت عمرؓ اس کو رد نہیں کریں گے، امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ واقعہ ذکر کرکے بتادیا کہ خطبة علی خطبة الاخ جو ممنوع ہے اس کی صرف یہی ایک صورت نہیں ہے کہ کسی آدمی نے پیغام نکاح بھیجا تو دوسرا آدمی وہاں پیغام نکاح نہ بھیجے بلکہ اس میں وہ صورت بھی داخل ہے کہ جب کسی ایسے آدمی نے نکاح کا ارادہ اور خیال ظاہر کیا ہو کہ ولی کو جب اس خیال کا علم ہوگا تو وہ اپنی مولیہ کے نکاح کے لئے اسی کو ترجیح دے گا تو ایسی صورت میں بھی اس بڑے آدمی کے مقابلہ میں خطبہ نہیں پیش کرنا چاہئے، جیسا کہ حضرت صدیق اکبرؓ کو حضور اکرم ﷺ کے خیال کا علم تھا تو انہوں نے اپنا خِطبہ پیش نہیں کیا، امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ واقعہ اس باب میں ذکر کرکے خِطبہ ترک کرنے کی اسی دوسری تفسیر کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ (۱۴)

❷ ابن منیّر مالکی رحمہ اللہ نے ایک اور بات بیان فرمائی ہے انہوں نے کہا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب کے تحت مذکورہ واقعہ ذکر کرکے "خِطبہ علی الخِطبہ" کی مطلقاً ممانعت کو بیان فرمایا ہے کیونکہ مذکورہ واقعہ میں حضرت صدیق اکبرؓ نے انکار کردیا تھا حالانکہ خاطب اور ولی کے درمیان ابھی بات طے نہیں ہوئی تھی اور پیغام بھی نہیں بھیجا گیا تھا، ابھی صرف ارادہ اور خیال تھا، اس کے باوجود حضرت صدیق اکبرؓ نے خطبہ دینے سے انکار کردیا تھا، تو جس صورت میں پیغام نکاح بھیج دیا گیا ہو اس میں بطریق اولی خطبہ نہیں بھیجنا چاہئے۔ (۱۵)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ابن بطال کے قول کو اولی اور دقیق قرار دیا، چنانچہ وہ فرماتے ہیں: وما أبداه ابن بطال أدق وأولی (۱٦)

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ نے بھی اسی کو راجح قرار دیا، وہ لکھتے ہیں:"

" قلت: "وحاصل ما ابداه ابن بطال وهو الاوجه عندی ان الامام البخاری اشار الی ان ارادة الرجل الخطبة ایضا داخل فی الخطبة، لان ابابکر امتنع عن الخِطبة لعلمه اردانه ﷺ الخِطبة مع انه علیه

(۱۴) فتح الباری: ۲۵۲/۹۔

(۱۵) دیکھئے المتواری علی تراجم ابواب البخاری لابن المنیّر: ۲۸۵۔

(۱٦) فتح الباری: ۲۵۲/۹۔

السلام لم یخطب بعد، واذا کانت ارادۃ الخِطبۃ فی حکم الخِطبۃ فترک الإرادۃ ترکھا" (۱۷)

❸ بعض حضرات نے ترجمۃ الباب کا ایک تیسرا مطلب بیان کیا ہے اور وہ یہ کہ ترک خِطبہ کی تفسیر سے امام بخاری رحمہ اللہ کی مراد یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی خِطبہ پیش کرے اور اس کے بعد وہ خطبہ چھوڑنا چاہے تو یونہی نہ چھوڑے بلکہ اس کے چھوڑنے کی وجہ اور عذر بیان کرے کیونکہ عذر بیان کئے بغیر ولی کو عار محسوس ہوگی۔ (۱۸)

لیکن روایت سے اس مراد پر دلالت نہیں ہوتی کیونکہ حضرت صدیق اکبرؓ نے خِطبہ نہیں دیا تھا۔

تابعہ یونس و موسی بن عقبۃ، وابن ابی عتیق عن الزھری

یونس بن یزید کی متابعت کو دار قطنی نے موصولاً نقل کیا ہے، موسی بن عقبہ اور ابن ابی عتیق کی متابعت کو ذھلی نے "زھریات" میں موصولاً نقل کیا ہے۔ (۱۹)

"تابعہ" میں ضمیرِ مفعول "شعیب" کی طرف راجع ہے یعنی ان حضرات نے شعیب کی متابعت کی

## ٤٨ - باب : الخُطْبَةِ .

نکاح میں خطبہ پڑھا جاتا ہے داود ظاہری وغیرہ کے نزدیک وہ واجب ہے لیکن جمہور علماء کہتے ہیں کہ نکاح میں خطبہ سنت اور مستحب ہے۔ (۲۰)

جو حضرات وجوب کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کے نکاح میں خطبہ پڑھا تھا اور آپ کے افعال محمول علی الوجوب ہیں۔ (۲۱)

اور جو حضرات عدم وجوب کے قائل ہیں، ان کا استدلال واہبہ کے قصہ سے ہے، کہ اس میں خطبہ پڑھے بغیر "زوجناکھا بما معک من القرآن" کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کرادیا تھا۔

---

(۱۷) دیکھئے الابواب والتراجم: ۲/۷۰۔

(۱۸) دیکھئے الابواب والتراجم: ۲/۷۰۔

(۱۹) فتح الباری: ۹/۲۵۲۔ وارشاد الساری: ۱۱/۴۲۳۔

(۲۰) عمدۃ القاری: ۲۰/۱۳۳۔

(۲۱) عمدۃ القاری: ۲۰/۱۳۴۔

علامہ قسطلانی نے لکھا ہے کہ نکاح میں چار خطبے مستحب ہیں ❶ ایک خاطب کے خِطبہ اور پیغام سے قبل ❷ دوسرا مجیب کے اس پیغام کو قبول کرنے سے پہلے ❸ تیسرا خطبہ نکاح میں ایجاب سے قبل ولی کی طرف سے ❹ اور چوتھا نکاح کرنے والے کی طرف سے قبول سے پہلے ۔ (۲۲)

اصحاب السنن نے نکاح کا خطبہ نقل کیا ہے ، جس کے الفاظ یہ ہیں :

'ان الحمد للّٰہ نحمدہ، ونستعینہ ونستغفرہ ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا، من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ، ومن یضلل فلا ھادی لہ، واشھد ان لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ وان محمدا عبدہ ورسولہ ﷺ وعلی آلہ وصحبہ یٰاَیُّھَا الذین آمنوا اتقوا اللّٰہ حق تقاتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون" "یاایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم" الی قولہ: "رقیباً" "یاایھا الذین آمنوا اتقوا اللّٰہ وقولوا قولا سدیداً" الی قولہ: "عظیماً" (۲۳)

٤٨٥١ : حدَّثنا قَبِيصَةُ : حدَّثنا سُفْيَانُ ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ قالَ : سَمِعْتُ ٱبْنَ عُمَرَ يَقُولُ : جاءَ رَجُلَانِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَخَطَبَا ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (إِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا) . [٥٤٣٤]

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ حدیث یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے اور آگے کتاب الطب میں بھی اس کو ذکر کریں گے ، اس میں ہے کہ (مدینہ منورہ کے) مشرق (یعنی نجد) سے دو آدمی آئے اور دونوں نے خطبہ دیا تو اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ان من البیان لسحرا" یعنی بعض بیان جادو کی طرح تاثیر رکھتے ہیں۔

ان دونوں میں ایک کا نام زِبرقان بن بدر تھا اور دوسرے کا نام عمرو بن الاھیم تھا، یہ سن ۹ ھ میں آئے تھے (۲۴) اور ان کے خطبوں کی تفصیل آگے کتاب الطب میں آئے گی ۔

اس حدیث کو اس ترجمۃ الباب کے تحت ذکر کرنے کی وجہ کیا ہے ؟ علامہ انورشاہ کشمیری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کو خطبہ نکاح کے سلسلہ میں چونکہ اپنی شرط کے مطابق کوئی حدیث نہیں ملی اس لئے انہوں نے حدیث باب کو ذکر کیا کیونکہ اس میں جنس خطبہ کا ذکر ہے

---

(۲۲) ارشاد الساری: ۱۱/۴۲۵۔

(۲۳) ارشاد الساری: ۱۱/۴۲۵۔

(۲۴) ارشاد الساری: ۱۱/۴۴۵۔

چنانچہ وہ فرماتے ہیں : "الخطبة، وهی مستحبة، الا ان الحدیث فیه لیس علی شرطه، فاتی بحدیث فی الجنس" (۲۵)

بعض حضرات نے فرمایا کہ اس حدیث کو اس باب میں ذکر کرکے امام بخاری رحمہ اللہ نے نکاح میں خطبہ کی مشروعیت کی حکمت اور وجہ کی طرف اشارہ کردیا ہے حدیث میں ہے کہ بعض بیانات میں جادو کا سا اثر ہوتا ہے، انسان اس سے ایک دم متاثر ہوجاتا ہے اور چونکہ نکاح کے وقت بھی اولیاء کو اپنی بچی کی رخصتی پر ایک گونہ جدائی کا احساس ہوتا ہے تو خطبہ مشروع کردیا گیا تا کہ اس کے اثر سے متاثر ہوکر اولیاء کا طبعی تاثر ختم ہوجائے۔ (۲۶)

ان من البیان لسحرا

اس کے بارے میں علماء کے دو قول ہیں :

❶ بعض حضرات کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کا مقصود ان کے خطبہ کی مدح کرنا تھا اور یہ بتانا تھا کہ ان کا انداز بیان جادو کی طرح پر تاثیر ہے۔ (۲۷)

❷ اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اس جملہ سے مذمت مقصود ہے، یہ بتانا ہے کہ یہ تو بالکل وہی انداز ہے جیسے جادو کا انداز ہوتا ہے کہ باطل کو حق کی شکل میں اور حق کو باطل کی شکل میں ظاہر کیا جاتا ہے۔ (۲۸)

٤٩ - باب : ضَرْبِ الدُّفِّ فِي النِّكَاحِ وَالْوَلِيمَةِ .

٤٨٥٢ : حدَّثنا مُسَدَّدٌ : حدَّثنا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ : حَدَّثَنَا خالِدُ بْنُ ذَكْوَانَ قالَ : قالَتِ الرُّبَيِّعُ بِنْتُ مُعَوِّذِ بْنِ عَفْرَاءَ : جاءَ النَّبِيُّ ﷺ فَدَخَلَ حِينَ بُنِيَ عَلَيَّ ، فَجَلَسَ عَلَى فِرَاشِي كَمَجْلِسِكَ مِنِّي ، فَجَعَلَتْ جُوَيْرِيَاتٌ لَنَا . يَضْرِبْنَ بِالدُّفِّ وَيَنْدُبْنَ مَنْ قُتِلَ مِنْ آبَائِي يَوْمَ بَدْرٍ ، إِذْ قالَتْ إِحْدَاهُنَّ : وَفِينَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ ما فِي غَدٍ ، فَقَالَ : (دَعِي هٰذِهِ ، وَقُولِي بِالَّذِي كُنْتِ تَقُولِينَ) . [ر : ٣٧٨٠]

(۲۵) فیض الباری: ۴/ ۲۹۰ (۲۶) فتح الباری: ۹/۲۵۳۔

(۲۷) فتح الباری: ۹/۲۳۸۔ کتاب الطب، باب ان من البیان لسحرا۔

(۲۸) فتح الباری: ۹/۲۳۸۔ کتاب الطب۔

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ نکاح اور ولیمہ میں دف بجانے میں کوئی مضائقہ نہیں ، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نکاح کا اظہار مستحب ہے اور اس میں دف بجانا چاہئے تا کہ خوب مشہور و معروف ہو جائے ۔ (۲۹)

حضرات فقہاء نے دف بجانے کی اجازت دی ہے بشرطیکہ وہ حدود کے اندر اندر ہو اور آلات موسیقی ستار اور ہارمونیم وغیرہ اس کے ساتھ نہ ہوں ۔ (۳۰)

## نکاح میں شہادت کا حکم

امام بخاری رحمہ اللہ کے اس ترجمہ کو ایک مختلف فیہ مسئلہ کی طرف اشارہ بھی قرار دیا جاسکتا ہے اور وہ یہ کہ نکاح میں اشتہار اور اعلان کافی ہے ، شہادت کی ضرورت نہیں یا اعلان واشتہار کافی نہیں شہادت ضروری ہے ، یہ مسئلہ مختلف فیہا ہے ۔ (۳۱)

امام مالک رحمہ اللہ کا مشہور مسلک یہ ہے کہ نکاح میں اعلان کافی ہے ، شہادت کی ضرورت نہیں ، امام احمد بن حنبلؒ کی بھی ایک روایت اسی کے مطابق ہے ۔ (۳۲)

باقی ائمہ شہادت کو ضروری قرار دیتے ہیں ،(۳۳) امام مالکؒ کا اصل مسلک یہ ہے کہ نکاح کے وقت شہادت کی ضرورت نہیں البتہ زفاف سے قبل شہادت کو وہ بھی ضروری قرار دیتے ہیں ۔ (۳۴)

آگے روایت میں بچیوں کے دف بجانے کا ذکر ہے ، اس سے امام بخاری رحمہ اللہ نے ثابت کیا ہے کہ دف کا بجانا بناء کے وقت جائز ہے ، اس حدیث کی تشریح کتاب المغازی صفحہ ۱۵۴ میں گذر چکی ہے ۔

٥٠ – باب : قَوْلِ اللهِ تَعَالَى : «وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً» /النساء: ٤/.
وَكَثْرَةِ المَهْرِ . وَأَدْنَى ما يَجُوزُ مِنَ الصَّدَاقِ .

وَقَوْلِهِ تَعَالَى : «وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا» /النساء: ٢٠/. وَقَوْلِهِ جَلَّ ذِكْرُهُ : «أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً» /البقرة: ٢٣٦/.

---

(۲۹) دیکھئے الانصاف فی معرفة الراجح من الخلاف علی مذهب الامام احمد بن حنبلؒ کتاب النکاح: ۸/۲۳۱۔

(۳۰) تعلیقات لامع الدراری: ۹/۳۰۷۔

(۳۱) عمدة القاری: ۲۰/۱۳۶۔

(۳۲) الهدایة: ۲/۲۷۴۔ (۳۳) الهدایة: ۲/۲۷۴ ۔ وفتح القدیر: ۳/۱۴۰ ۔ ۱۴۱ ۔

وَقالَ سَهْلٌ : قالَ النَّبِيُّ ﷺ : (وَلَوْ خاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ) . [ر : ٢١٨٦]

## مسئلہ اقل مہر

اس باب میں امام بخاری رحمہ اللہ "مسئلہ اقل مہر" کو بیان کرنا چاہتے ہیں۔

اس بات پر تو سب کا اتفاق ہے کہ مہر شرائط نکاح میں داخل ہے البتہ اس میں اختلاف ہے کہ اقل مہر کیا ہونا چاہئے ؟

❶ ظاہریہ اور علامہ ابن حزم فرماتے ہیں کہ ہر شی مہر بن سکتی ہے ، یہاں تک کہ جو کا ایک دانہ بھی مہر بن سکتا ہے۔(۳۵)

❷ ابن شُبْرُمہ فرماتے ہیں کہ اقل مہر پانچ درہم ہے ۔(۳۶)

❸ مالکیہ کے نزدیک اقل مہر ربع دینار ہے ، یہی سرقہ میں ان کے نزدیک قطع ید کا نصاب ہے ، ربع دینار کے عوض سرقہ میں ایک عضو کاٹا جاتا ہے اور یہاں ایک عضو کی ملکیت حاصل ہوتی ہے ۔(۳۷)

❹ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک جو چیز بھی قیمت رکھتی ہے وہ مہر بن سکتی ہے ، امام بخاری کا رجحان بھی اسی طرف معلوم ہوتا ہے ۔(۳۸)

❺ حضرات حنفیہ کے نزدیک اقل مہر دس درہم ہے ، اور یہی مقدار ان کے نزدیک سرقہ میں قطع ید کا نصاب ہے ۔ (۳۹)

## دلائل حنفیہ

حنفیہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لاتنکحوا النساء الا الاکفاء، ولا یزوجهن الا الاولیاء، ولا مهر دون

---

(۳۴) فتح الباری: ۹/

(۳۵) دیکھئے المحلی لابن حزم: ۴۹۴/۹۔

(۳۶) فتح الباری: ۲۶۲/۹۔

(۳۷) فتح الباری: ۲۶۲/۹۔

(۳۸) فتح الباری: ۲۶۲/۹۔

(۳۹) دیکھئے ہدایة مع فتح القدیر، کتاب النکاح، باب المهر: ۳۰۵/۳۔

عشرۃ دراھم" دار قطنی اور بیہقی نے اس روایت کو نقل کیا ہے ۔ (۴۰)

لیکن اس کی سند میں "مُبشِّر بن عبید" ایک متروک راوی ہیں، امام احمد بن حنبل نے کذب کی طرف ان کی نسبت کی ہے (۴۱) اور ان کے شیخ حجاج بن اَرطاۃ ہیں، وہ بھی ضعیف اور مدلس ہیں، (۴۲) اگرچہ بعض جگہ امام ترمذی نے ان کی روایات کو حسن قرار دیا ہے ۔ (۴۳)

حضرت جابر بن عبداللہؓ کی مذکورہ روایت کی ایک دوسری سند بھی ہے جس میں حجاج بن اَرطاۃ نہیں ہیں، اس کو ابویعلی نے اپنی مسند میں، ابن حِبان نے کتاب الضعفاء میں اور ابن عدی نے نقل کیا ہے مگر وہ بھی مُبشِّر بن عُبَید کے طریق سے منقول ہے (۴۴) البتہ محقق ابن ہمام نے یہ حدیث ابن ابی حاتم کے طریق سے نقل کی ہے، جس کی سند حسن ہے اور انہوں نے حافظ ابن حجر کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ "انہ بھذا الأسناد حسن، ولا اقل منہ" (۴۵) یہ اسناد حسن ہے، حسن سے کم درجہ اس کا نہیں، ابن امیر الحاج نے بھی اس کی تحسین کی ہے، (۴۶) لہذا مذکورہ روایت قابل احتجاج اور لائق استدلال ہے ۔

اس کی تائید حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اثر سے بھی ہوتی ہے جس کو دار قطنی نے مختلف طرق سے ذکر کیا ہے "لا مھر اقل من عشرۃ دراھم" (۴۷)

اسی طرح قرآن کریم میں ہے "قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِي أَزْوَاجِهِمْ" فرض کے معنی مقرر کرنے کے آتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مہر شرعاً مقرر ہے لیکن یہ آیت بیان مقدار میں مجمل ہے اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہی وہ واحد حدیث ہے جس نے اس مقدار کی تفصیل کردی اور اس اجمال کے لئے وہ بیان قرار پائی، اس کے علاوہ کوئی اور حدیث اس سلسلہ میں مروی نہیں ۔

## حضرات حنفیہ کے مسلک پر ایک اشکال

حضرات حنفیہ کے مسلک پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں "وَآتُوا النِّسَاءَ

(۴۰) اخرجہ الدار قطنی: ۲۴۵/۳ ۔ والبیہقی: ۱۳۳/۷ ۔

(۴۱) فتح القدیر: ۲۸۰/۳ و میزان الاعتدال: ۴۳۳/۳ و کتاب الضعفاء الکبیر: ۳۳۵/۴ و الکامل لابن عدی: ۱۷/۶ ۴ ۔

(۴۲) تہذیب الکمال: ۴۲۵/۵، رقم الترجمۃ: ۱۱۲۱ ۔

(۴۳) دیکھئے فیض الباری: ۲۹۰/۲، حضرت کشمیری رحمہ اللہ نے بھی ان کی تحسین کی ہے ۔

(۴۴) دیکھئے الکامل فی ضعفاء الرجال: ۴۱۸/۶ ۔

(۴۵) فتح القدیر: ۲۸۱/۳ ۔ ۲۸۲ ۔

(۴۶) فتح الملہم: ۳۸۰/۳ ۔ باب الصداق ۔

(۴۷) دیکھئے سنن دار قطنی: ۲۴۵/۳ ۔ و سنن بیہقی: ۲۴۰/۷ ۔

صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً" مطلق وارد ہوا ہے مطلق کو تو اپنے اطلاق پر رہنا چاہئے اور قلیل وکثیر ہر ایک کو مہر بننا چاہئے، مذکورہ حدیث خبر واحد ہے اور خبر واحد سے مطلق کو مقید نہیں کیا جاسکتا جیسا کہ حنفیہ کا مسلک ہے۔

بعض حضرات نے اس کا یہ جواب دیا کہ کتاب اللہ مقدار کے بیان میں مطلق نہیں بلکہ مجمل ہے اور حدیث سے اس کا بیان ہورہا ہے اور خبر واحد بیان کے لئے قابل قبول ہوتی ہے۔

لیکن یہ جواب ضعیف ہے، مذکورہ آیت مطلق ہے، اسی طرح "وَاُحِلَّ لَکُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِکُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِکُمْ" بھی مطلق ہے، اگرچہ اس کے بعد "قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَیْهِمْ فِی اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُهُمْ" میں "فَرَضْنَا" کو حضرات حنفیہ نے "قَدَّرْنَا" کے معنی میں لے کر استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالی نے مقدار مقرر فرمائی ہے لیکن وہ مقدار مجمل ہے اور مذکورہ حدیث جابر اس مقدار کا بیان ہے لیکن علامہ ابن ھمام نے فرمایا کہ آیت کریمہ میں مقدار معلوم ہونے کی نسبت اللہ تعالی نے اپنی طرف کی ہے کہ ہم نے جو مقرر کیا ہے وہ معین مقدار ہمیں معلوم ہے، لوگوں کے لئے اس مقدار کی تعیین سے آیت کریمہ خاموش ہے آیت کریمہ کے سیاق کی وجہ سے اگر مہر بھی مراد لیا جائے تب بھی وہ لوگوں کے لئے متعین مقدار کی تعیین کو مستلزم نہیں زیادہ سے زیادہ نفس وجوب ثابت ہوگا، باقی لوگوں کی نسبت سے مقدار کی تعیین نہ اس میں تفصیلاً ہے نہ اجمالاً، حدیث جابر بیان اسی وقت بن سکتی ہے جب لوگوں کے لئے مقدار کی تعیین اس میں مجملاً تسلیم کرلی جائے لہذا اس سے حنفیہ کا مذکورہ انداز سے استدلال کرنا درست نہیں، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"انما افاد النص معلومیة المفروض له سبحانه، والاتفاق علی انه فی الزوجات والمملوکین ما یکفی کلا من النفقة والکسوة والسکنی، فهو مراد من الایة قطعاً وکون المهر ایضا مرادا بالسیاق.... لا یستلزم تقدیره بمعین" (۴۸)

## شافعیہ اور حنابلہ کے دلائل

حضرات شوافع اور حنابلہ ایک تو قرآن کریم کی ان آیات سے استدلال کرتے ہیں جو امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں ذکر فرمائی ہیں کہ ان میں مطلق مال کا ذکر ہے، کوئی معین مقدار نہیں۔

دوسرے وہ چند احادیث سے استدلال کرتے ہیں۔

(۴۸) فتح القدیر: ۳/۲۰۹۔

❶ ترمذی اور ابن ماجہ کی حدیث ہے "انہ ﷺ اجاز نکاح امراۃ علی نَعْلَیْن" کہ آپ ﷺ نے نعلین پر عورت کے نکاح کو جائز قرار دیا۔

لیکن یہ حدیث ضعیف ہے، اگر چہ امام ترمذیؒ نے اس کی تصحیح کی ہے لیکن اس میں عاصم بن عبیداللہ ایک ضعیف راوی ہیں۔ (۴۹)

❷ ان کا دوسرا استدلال حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ہے "من اعطی فی صداق امراۃ ملء کفیہ سویقاً او تمراً فقد استحل" (۵۰) اس میں مٹھی بھر سویق اور تمر کو نکاح کے لئے کافی قرار دیا گیا ہے۔

لیکن یہ حدیث بھی ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں اسحاق بن جبریل اور مسلم بن رومان ہیں اور یہ دونوں مجہول ہیں۔ (۵۱)

❸ شوافع اور حنابلہ کا تیسرا استدلال دار قطنی اور طبرانی کی روایت سے ہے "آدو العلائق، قیل: وما العلائق؟ قال: ماتراضی علیہ الاھلون، ولو قضیباً من اراک" (۵۲) یعنی درخت اراک کی شاخ پر بھی اگر طرفین راضی ہوں تو نکاح صحیح ہو جائے گا۔

لیکن اس حدیث کی سند میں محمد بن عبدالرحمن ایک ضعیف راوی ہیں اس لئے قابل احتجاج نہیں۔ (۵۳)

❹ شوافع اور حنابلہ کا چوتھا استدلال حضرت سہل رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ہے اور وہ صحیح حدیث ہے، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ولو خاتما من حدید"

❺ ان کا پانچواں استدلال حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کی حدیث باب سے ہے کہ جب انہوں نے حضور اکرم ﷺ کو اپنے نکاح کی خبر دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مہر میں کیا دیا" حضرت عبدالرحمن نے کہا "وزن نواۃ من ذھب" اور یہ حدیث بھی صحیح ہے۔

---

(۴۹) الحدیث اخرجہ الترمذی ۱۱۱۴: وابن ماجہ ۱۸۸۸، واحمد ۴۴۵/۳، وقال ابن الجوزی فی التحقیق: فی اسنادہ عاصم بن عبیداللہ، قال ابن معین: ضعیف لا یحتج بہ، وقال ابن حبان: کان فاحش الخطاء فترک، قالہ الزیلعی فی نصب الرایۃ: ۲۰۰/۳ وقال ابن ابی حاتم فی عللہ: ۱۲۷۶: سالت ابی عن ھذا الحدیث، فقال: ھو منکر، وعاصم منکر الحدیث۔

(۵۰) سنن ابی داؤد: ۲۸۷/۱ ـ باب قلۃ المھر۔

(۵۱) فتح القدیر: ۳۰۸/۳۔

(۵۲) دیکھئے سنن دار قطنی: ۲۴۴/۲، وفتح القدیر: ۳۰۷/۳۔

(۵۳) فتح القدیر: ۳۰۸/۳۔ ونصب الرایۃ للزیلعی: ۲۰۰/۳۔

حضرات حنفیہ اور مالکیہ کی طرف سے ان حدیثوں کے مختلف جوابات دئے جاتے ہیں :

❶ مشہور جواب یہ ہے کہ اس سے مراد مہر معجل ہے ، ابوالحسن ابن قصار مالکی نے یہی جواب دیا ہے ۔ (۱)

❷ بعض نے ان واقعات کو خصوصیت پر محمول کیا ہے (۲) لیکن خصوصیت کا دعوی اس وقت درست ہوگا جب خصوصیت کی دلیل بھی موجود ہو اور یہاں اس طرح کی کوئی دلیل نہیں ۔

❸ علامہ انورشاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابتداء اسلام میں چونکہ مسلمان غریب تھے اور عسر اور تنگی کا دور تھا اس لئے اس وقت شریعت نے بے شک مہر کے معاملہ میں اس طرح کی رعایت کی تھی لیکن بعد میں جب اللہ تعالی نے فراخی اور مالداری عطا فرمائی تو پھر مہر میں زیادتی کردی گئی چنانچہ وہ فرماتے ہیں :

"والرای فیہ عندی ان المھر وکذا نصاب السرقة کانا قلیلین فی اول الاسلام لعسر حال المسلمین ، فلما وسع اللہ تعالی علیھم ، زید فی المھر ونصاب السرقة ایضا ، حتی استقر العمل علی عشرة دراھم فیھما ، فلا نسخ عندی ، وحینئذ جاز ان یکون نحو خاتم حدید تمام المھر فی زمن" (۳)

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ ترجمۃ الباب قائم کرکے اس بات کو بیان کیا ہے کہ مال قلیل اور کثیر دونوں مہر بن سکتے ہیں ، چنانچہ "وآتوا النساء صدقٰتھن نحلة" "او تفرضوا لھن فریضة" یہ دونوں آیات مطلق ہیں ، قلیل وکثیر دونوں کو شامل ہیں اور آیت کریمہ "وآتیتم احداھن قنطارا فلا تاخذوا منہ شیئاً" کو ترجمۃ الباب میں "وکثرة المھر" کے لئے بطور دلیل پیش کیا ہے ، اس آیت کریمہ سے حضرت عمرؓ کے دور میں ایک عورت نے کثرت مہر پر استدلال کیا تھا ، حضرت عمرؓ نے فرمایا "لاتغالوا فی مھور النساء" عورتوں کی مہروں کو زیادہ نہ رکھو تو ایک عورت نے کہا "لیس ذلک لک یا عمر ، ان اللہ یقول : وآتیتم احداھن قنطاراً من ذھب" (حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی قراءت میں اسی طرح ہے "قنطاراً" کے بعد "من ذھب" کا اضافہ ہے ) تو اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا "

(۱) صاحب فتح القدیر نے بھی اس حدیث کو مہر معجل پر محمول کیا ہے دیکھئے فتح القدیر : ۳/۳۰۶-۳۰۸ ۔

(۲) اوجز المسالک : ۹/۲۹۵ ـ کتاب النکاح ، باب ما جاء فی الصداق ۔

(۳) فیض الباری : ۴/۲۰۹ ۔

امراة خاصمت عمر، فخصمته" (۴)

٤٨٥٣ : حدّثنا سُلَيمانُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ ، عَنْ أَنَسٍ : أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ تَزَوَّجَ امْرَأَةً عَلَى وَزْنِ نَوَاةٍ ، فَرَأَى النَّبِيُّ ﷺ بَشَاشَةَ الْعُرْسِ ، فَسَأَلَهُ ، فَقَالَ : إِنِّي تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً عَلَى وَزْنِ نَوَاةٍ .

وَعَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسٍ : أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ ، تَزَوَّجَ امْرَأَةً عَلَى وَزْنِ نَوَاةٍ مِنْ ذَهَبٍ

[ر : ١٩٤٤]

روایت میں ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے ایک عورت سے وزن نواۃ پر نکاح کیا وزن نواۃ کی تفسیر میں بڑا اختلاف ہے ۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں نواۃ پانچ درہم کا ہوتا ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی "الادب المفرد" میں اسی طرح فرمایا ہے، علامہ خطابی نے بھی اسی کے مطابق فرمایا ہے، قاضی عیاض نے اس کو اکثر علماء کا قول قرار دیا ہے ۔ (۵)

امام احمد فرماتے ہیں کہ نواۃ تین درھم اور ایک ثلث کا ہوتا ہے، بعض حضرات فرماتے ہیں کہ نواۃ تین درھم اور ربع کا ہوتا ہے، بعض کہتے ہیں تین درھم اور نصف کا ہوتا ہے ۔

مالکیہ فرماتے ہیں کہ اھل مدینہ کے نزدیک ربع دینار کو کہا جاتا ہے، (۶) موطا امام محمد میں امام محمد کا میلان اس طرف ہے کہ "نواۃ" دس درھم کا ہوتا ہے (۷) تو ہر شخص نے اپنے اپنے مذہب کے مطابق اس کی تفسیر بیان کی ہے لیکن مشہور قول پہلا ہے ۔

اب اگر پانچ یا تین درھم وربع یا ثلث یا نصف کی مقدار مراد لی جائے تو احناف اس صورت میں اس کو مہر معجل پر محمول کریں گے ۔ بَشَاشَةُ الْعُرْسِ: یعنی شادی کی خوشی ومسرت ۔

٥١ - باب : التَّزْوِيجِ عَلَى الْقُرْآنِ وَبِغَيْرِ صَدَاقٍ .

٤٨٥٤ : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : سَمِعْتُ أَبَا حَازِمٍ يَقُولُ : سَمِعْتُ سَهْلَ

(۴) فتح الباری: ۹/۲۵۵ ۔

(۵) فتح الباری: ۹/۲۹۲ ۔

(۶) فتح الباری: ۹/۲۹۲ ۔

(۷) دیکھئے موطا امام محمد، کتاب النکاح: باب ادنی مایتزوج الرجل علیه المراة: ۲۴۳

ٱبْنَ سَعْدٍ السَّاعِدِيَّ يَقُولُ : إِنِّي لَفِي الْقَوْمِ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ ، إِذْ قَامَتْ امْرَأَةٌ فَقَالَتْ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، إِنَّهَا قَدْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لَكَ ، فَرَ فِيهَا رَأْيَكَ ، فَلَمْ يُجِبْهَا شَيْئًا ، ثُمَّ قَامَتْ فَقَالَتْ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، إِنَّهَا قَدْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لَكَ ، فَرَ فِيهَا رَأْيَكَ ، فَلَمْ يُجِبْهَا شَيْئًا ، ثُمَّ قَامَتِ الثَّالِثَةَ فَقَالَتْ : إِنَّهَا قَدْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لَكَ ، فَرَ فِيهَا رَأْيَكَ ، فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَنْكِحْنِيهَا ، قَالَ : (هَلْ عِنْدَكَ مِنْ شَيْءٍ) . قَالَ : لَا ، قَالَ : (اذْهَبْ فَاطْلُبْ وَلَوْ خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ) . فَذَهَبَ فَطَلَبَ ، ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ : مَا وَجَدْتُ شَيْئًا وَلَا خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ ، فَقَالَ : (هَلْ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ شَيْءٌ) . قَالَ : مَعِي سُورَةُ كَذَا وَسُورَةُ كَذَا . قَالَ : (اذْهَبْ فَقَدْ أَنْكَحْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ) . [ر : ۲۱۸٦]

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں دو مسئلے ذکر کئے ہیں ، ایک مسئلہ یہ ہے کہ تعلیم القرآن کو مہر بنایا جاسکتا ہے یا نہیں ، اس مسئلہ کی تفصیل ماقبل میں گذر چکی ہے ۔

### مہر ذکر کئے بغیر نکاح کے انعقاد کا مسئلہ

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ مہر کے ذکر کے بغیر نکاح منعقد ہوجاتا ہے یا نہیں ، اس پر تو سب کا اتفاق ہے کہ مہر کے بغیر نکاح درست نہیں ، بغیر مہر کا نکاح صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی ،(۸) البتہ اگر مہر کا ذکر نہ ہو تو اس وقت نکاح ہوگا یا نہیں ؟

حضرات حنفیہ اور حنابلہ کہتے ہیں کہ نکاح منعقد ہوجائے گا ،اکثر شوافع کی بھی یہی رائے ہے اور اس صورت میں مہر مثل لازم ہوگا ۔(۹)

بعض شوافع کہتے ہیں کہ ایسی صورت میں نکاح معتبر نہیں ، صاحب ہدایہ نے امام مالک کی طرف بھی یہ قول منسوب کیا ہے ۔(۱۰)

---

(۸) عمدۃ القاری: ۱۳۹/۲۰ ۔

(۹) دیکھئے فتح القدیر: ۳۰۴/۳و ۳۱۲ ۔

(۱۰) دیکھئے الہدایۃ مع فتح القدیر: ۳۰۴/۳ ۔

فَرَفِيهَا رايك

یعنی آپ اس سلسلہ میں اپنی رائے قائم فرمالیجئے ، اگر آپ چاہیں تو میں اپنا نفس آپ کے لئے ھبہ کررہی ہوں ، آپ مجھے قبول کیجئے فَرَ: اس میں فاء تعقیبیہ یا عاطفہ ہے اور "رَ" باب فتح سے امر حاضر کا صیغہ ہے ، رَأَی - رَأیاً: دیکھنا ، رائے قائم کرنا، "رَ" اصل میں اِرْأَیْ تھا آخر سے یاء حرف علت کو حذف کردیا کیونکہ امر مجزوم ہوتا ہے اور ہمزہ کا فتحہ راء کی طرف تخفیف کی غرض سے منتقل کردیا اور ہمزہ کو گرا دیا ، جب راء مفتوح ہوگئی تو ہمزۂ وصل کی ضرورت باقی نہ رہی اس لئے ہمزۂ وصل کو حذف کرکے "رَ" بن گیا ، چنانچہ علامہ عینی لکھتے ہیں :

""فَرَ" الفاء للعطف و "رَ" وحدها امر من "رَأَىٰ يَرَىٰ" على وزن "فَ" لان عين الفعل ولامه محذوفان ، لان اصله "اِرْأَيْ" على وزن "اِفْعَلْ" حذفت لام الفعل للجزم ؛ لان الامر مجزوم ، ثم نقلت حركة الهمزة الى الراء للتخفيف ؛ فاستُغْنِيَت عن همزة الوصل ؛ فحذفت ، فبقى "رَ" على وزن "فَ""(11)

٥٢ - باب : الْمَهْرِ بِالْعُرُوضِ وَخَاتَمٍ مِنْ حَدِيدٍ .

٤٨٥٥ : حدّثنا يَحْيَى : حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ، عَنْ سُفْيَانَ ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لِرَجُلٍ : (تَزَوَّجْ وَلَوْ بِخَاتَمٍ مِنْ حَدِيدٍ) . [ر : ٢١٨٦]

امام بخاری رحمہ اللہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مہر کے لئے دراہم اور دنانیر شرط نہیں ، سامان کے قبیل سے کوئی چیز ہو تو وہ بھی مہر میں دی جاسکتی ہے ، خاتم حدید کا ذکر حدیث میں اسی بنیاد پر ہے ۔

٥٣ - باب : الشُّرُوطِ فِي النِّكَاحِ

وَقَالَ عُمَرُ : مَقَاطِعُ الْحُقُوقِ عِنْدَ الشُّرُوطِ .

وَقَالَ الْمِسْوَرُ بْنُ مَخْرَمَةَ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ ذَكَرَ صِهْرًا لَهُ ، فَأَثْنَى عَلَيْهِ فِي مُصَاهَرَتِهِ

(11) عمدة القارى: ١٣٩/٢٠ ـ

فَأَحْسَنَ ، قَالَ : (حدَّثَنِي فَصدَقَنِي ، وَوَعَدَنِي فَوَفَى لِي) . [ر : ٣٥٢٣]

٤٨٥٦ : حدَّثنا أَبُو الْوَلِيدِ هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ : حَدَّثَنَا لَيْثٌ ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ ، عَنْ عُقْبَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (أَحَقُّ ما أَوْفَيْتُمْ مِنَ الشُّرُوطِ أَنْ تُوفُوا بِهِ ما اسْتَحْلَلْتُمْ بِهِ الْفُرُوجَ) . [ر : ٢٥٧٢]

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ ترجمہ " ابواب الشروط " میں بھی "الشروط فی المهر عند عقدة النکاح" کے عنوان سے قائم فرمایا تھا اور یہاں کتاب النکاح میں بھی یہ ترجمہ قائم فرمایا۔

علامہ خطابی رحمہ اللہ نے شروط نکاح کی تین قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

❶ اول یہ کہ کوئی ایسی شرط لگائی جائے جس کو پورا کرنا شوہر کے لئے ہر حال میں لازم اور ضروری ہو ، یہ وہی شرط ہوگی جس کا اللہ تعالی نے ذکر فرمایا ہے یعنی امساک بالمعروف یا تسریح بالاحسان مثلاً عورت کی طرف سے نکاح کے وقت شرط لگائی جائے کہ شوہر بیوی کو شریعت کے مطابق معروف طریقے سے رکھے گا ، اگر اس طرح رکھنے سے وہ عاجز رہا تو پھر شرعی طریقے سے اس کو چھوڑنا ہوگا۔

❷ دوسری قسم ان شروط کی ہے جن کا پورا کرنا بالاتفاق ناجائز ہے ، مثلاً عورت شوہر کے ساتھ نکاح کرنے میں یہ شرط لگائے کہ وہ اپنی سابقہ بیوی کو طلاق دیدے۔

❸ تیسری قسم ان شروط کی ہے جن میں طرفین میں سے کسی کا کوئی فائدہ ہو ، مثلاً عورت یہ شرط لگائے کہ مرد اس کے ہوتے ہوئے کوئی دوسری شادی نہیں کرے گا ، یا اس کو اس کے گھر سے الگ نہیں کرے گا۔

جمہور علماء تیسری قسم کی شرطوں کو غیر معتبر قرار دیتے ہیں ، البتہ امام احمد اور امام اسحاق کے نزدیک ان کا اعتبار کیا جائے گا۔ (۱۲)

امام بخاری رحمہ اللہ کا رجحان امام احمد کے مسلک کی طرف معلوم ہوتا ہے ، کیونکہ انہوں نے حضرت عقبہ بن عامر کی حدیث ذکر کی ہے ، جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نکاح کے سلسلہ میں تم نے جو شرط قبول کی ہے اسے پورا کرنا چاہئے۔ (۱۳)

---

(۱۲) مذکورہ تفصیل کے لئے دیکھئے فتح الباری: ۲۷۲/۹۔

(۱۳) الابواب والتراجم: ۷۱/۲۔

جمہور علماء اس روایت کو پہلی قسم کی شروط پر محمول کرتے ہیں یعنی وہ شروط جو مقتضیات عقد میں داخل ہیں۔ (۱۴)

## وقال عمر: مقاطع الحقوق عند الشروط

یہ تعلیق ہے اور اس سے بھی امام احمد رحمہ اللہ کے نقطۂ نظر کی تائید ہوتی ہے کہ حقوق وہاں ختم ہوجاتے ہیں جہاں شروط آجاتی ہیں، اگر شوہر نے عورت کی کسی شرط کو قبول کیا تو اب اس کے متعلق شوہر کا حق باقی نہیں رہے گا، مثلاً دوسری عورت سے شادی نہ کرنے کی شرط اگر شوہر نے قبول کرلی ہے تو اب اس کو دوسری شادی کا حق نہیں رہے گا، شرط ماننے کے بعد اب اس کا حق ختم ہوگیا۔

اس تعلیق کو سعید بن منصور نے موصولاً نقل کیا ہے کہ عبدالرحمن بن غُنم نے فرمایا کہ میں حضرت عمرؓ کے ساتھ تھا اور اتنا قریب تھا کہ میرا گھٹنا ان کے گھٹنے سے مس کررہا تھا، اتنے میں ایک آدمی ان کے پاس آیا اور کہنے لگا "یا امیر المؤمنین! تزوجت هذه، وشرطت لها دارها، وانی أجمع لامری أن أنتقل الی إرض كذا وكذا" یعنی میں نے اس عورت کے ساتھ شادی کی ہے اور شرط لگائی ہے کہ وہ اپنے گھر رہے گی لیکن اب میرا ارادہ ہورہاہے کہ فلاں جگہ منتقل ہوجاؤں، تو اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا "لها شرطها" یعنی اس کو اپنی شرط پر عمل کا اختیار ہے، تو اس مرد نے کہا "هلك الرجال؛ اذا لا تشاء امراة ان تطلق زوجها الا طلقت" یعنی مرد تو پھر برباد ہوجائیں گے اس لئے کہ اس طرح جب بھی عورت چاہا کرے گی شوہر کو طلاق دیدے گی، تو حضرت عمرؓ نے فرمایا "المؤمنون علی شروطهم عند مقاطع حقوقهم" اور بعض روایات میں ہے "ان مقاطع الحقوق عند الشروط" جب آپ نے شرط کے ذریعہ خود اپنا حق ختم کیا ہے تو اس میں اب کوئی کیا دخل دے سکتا ہے۔ (۱۵)

مگر ابن وهب نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ منقول ہے کہ انہوں نے شرط کو لغو قرار دیا اور فرمایا کہ المرأة مع زوجها۔ (۱۶)

---

(۱۴) الابواب والتراجم: ۷۱/۲۔ شرح نووی لمسلم: ۴۵۵/۱۔ کتاب النکاح۔

(۱۵) مذکورہ تفصیل کے لئے دیکھئے فتح الباری: ۲۷۱/۹، وارشاد الساری: ۴۳۲/۱۱، وعمدۃ القاری: ۱۴۰/۲۰۔

(۱۶) عمدۃ القاری: ۱۴۰/۲۰۔

امام ابوعبید فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کی روایات میں تضاد ہوگیا، المراۃ مع زوجھا سے معلوم ہورہاہے کہ شرط کا اعتبار نہیں اور مقاطع الحقوق عند الشروط سے معلوم ہورہاہے کہ اعتبار ہے لہذا حضرت عمرؓ کے آثار کو چھوڑ دیا جائے گا۔ (۱۷)

ابن ابی شیبہ نے حضرت علیؓ کا اثر نقل کیا ہے "شرط اللہ قبل شرطھا" اللہ کی شرط عورت کی شرط سے پہلے ہے اور اللہ کی شرط سے مراد "اَسْکِنُوْھُنَّ مِنْ حَیْثُ سَکَنْتُمْ" ہے کہ جہاں تم رہو وہیں اپنی بیویوں کو رکھو۔ (۱۸)

## وقال المِسْوَر بن مخرمة

یہ تعلیق امام بخاری رحمہ اللہ نے ابواب المناقب میں باب ذکر اصھار النبی ﷺ کے تحت موصولا نقل کی ہے۔ (۱۹)

حضرت مِسْوَر بن مخرمہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ایک داماد کا تذکرہ کرتے ہوئے سنا، آپ نے دامادی کے سلسلہ میں ان کی تعریف کی اور اچھی ثنا بیان کی اور فرمایا کہ اس نے مجھ سے بات کی تو سچی اور وعدہ کیا تو پورا کیا۔

"صِھْر" سے یہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی بیٹی حضرت زینب کے شوہر ابوالعاص بن ربیع مراد ہیں، یہ غزوہ بدر میں مسلمانوں کے خلاف مشرکین کے ساتھ لڑنے آئے تھے اور گرفتار ہوگئے تھے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں آزاد کرایا اور یہ شرط ٹھہرائی کہ حضرت زینب کو وہ مدینہ بھیجدیں چنانچہ انہوں نے حسب وعدہ جاکر حضرت زینب کو مدینہ بھیجدیا تھا، "حدثنی فصدقنی، ووعدنی فوفی لی" سے اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے، بعد میں یہ اسلام لے آئے تھے اور فتح مکہ سے پہلے انہوں نے ہجرت مدینہ کرلی تھی، حضرت زینبؓ دوبارہ ان کے پاس آئیں، حضرت صدیق اکبرؓ کے دور خلافت میں ان کا انتقال ہوا۔ (۲۰)

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ تعلیق یہاں ذکر فرماکر اس طرف اشارہ کیا کہ نکاح میں اگر کوئی

---

(۱۷) عمدۃ القاری: ۲۰/۱۴۰۔ فتح الباری: ۹/۱۷۲۔۱۷۳۔

(۱۸) تعلیقات لامع الدراری: ۹/۳۱۰۔

(۱۹) عمدۃ القاری: ۲۰/۱۴۱۔

(۲۰) مذکورہ تفصیل کے لئے دیکھئے عمدۃ القاری: ۲۰/۱۴۱۔

شرط قبول کی جائے تو اس کا ایفاء ہونا چاہئے، شرط قبول کرنا ایک طرح کا وعدہ ہے لہذا اس کا ایفاء ہونا چاہئے۔

## حدثنا ابوالولید

ابوالخیر مرثد بن عبداللہ یزنی کی کنیت ہے اور عقبہ سے عقبہ بن عامر جُہَنی مراد ہیں،(۲۱) انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ تم پر سب شرطوں سے زیادہ نکاح کی شرطوں کو پورا کرنے کا حق ہے جن کی وجہ سے تمہارے لئے ان کی شرمگاہیں حلال ہوئیں۔

## ٥٤ – باب : الشُّرُوطِ الَّتِي لَا تَحِلُّ فِي النِّكَاحِ .

وَقَالَ ٱبْنُ مَسْعُودٍ : لَا تَشْتَرِطِ الْمَرْأَةُ طَلَاقَ أُخْتِهَا .

٤٨٥٧ : حدَّثنا عُبَيْدُ ٱللهِ بْنُ مُوسَى . عَنْ زَكَرِيَّاءَ . هُوَ ٱبْنُ أَبِي زَائِدَةَ ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تَسْأَلُ طَلَاقَ أُخْتِهَا ، لِتَسْتَفْرِغَ صَحْفَتَهَا ، فَإِنَّمَا لَهَا مَا قُدِّرَ لَهَا) . [٦٢٢٧]

ان شروط کو بیان کرنے کے بعد کہ جن کو مقرر کرنا جائز ہے اب اس باب میں امام بخاریؒ وہ شروط بیان کررہے ہیں جن کا مقرر کرنا جائز نہیں، مثلاً عورت یہ شرط لگائے کہ تم اپنی سابقہ بیوی کو طلاق دیدو اس طرح کی شرط لگانا باطل ہے اور نکاح منعقد ہوجائے گا۔

---

(۲۱) ارشادالساری: ۱۱/۴۳۲۔

٤٨٥٧ : (لا يحل لامرأة) لا يجوز لامرأة . أجنبية كانت أم زوجة . (تسأل طلاق أختها) تطلب من زوجها أن يطلق ضرتها . أو تطلب من رجل أن يطلق زوجته ويتزوجها . أو تشترط عليه ذلك إن خطبها حتى تتزوجه ، سواء كانت أختاً لها في النسب أو الرضاع أو الدين . (لتستفرغ صحفتها) لتقلب ما كان في إناء أختها في إنائها . والمعنى : لتحرم أختها مما كانت تتمتع به من الحظوظ . وتستأثر هي بكل ذلك . (ما قدر لها) لا تحصل إلا ما هو مقدر لها في الأزل . مهما حاولت وسعت . ولكنها تكسب بذلك سيئة سعيها في أذى غيرها .

## ٥٥ - باب : الصُّفْرَةِ لِلْمُتَزَوِّجِ .

وَرَوَاهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . [ر : ١٩٤٣]

٤٨٥٨ : حدّثنا عَبْدُ ٱللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مالِكٌ ، عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ ، عَنْ أَنَسِ ٱبْنِ مالِكٍ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ : أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ ، جاءَ إِلَى رَسُولِ ٱللّٰهِ ﷺ وَبِهِ أَثَرُ صُفْرَةٍ ، فَسَأَلَهُ رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ ، فَأَخْبَرَهُ أَنَّهُ تَزَوَّجَ ٱمْرَأَةً مِنَ الْأَنْصارِ ، قالَ : (كَمْ سُقْتَ إِلَيْهَا) قالَ : زِنَةَ نَوَاةٍ مِنْ ذَهَبٍ ، قالَ رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ : (أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ) . [ر : ١٩٤٤]

امام بخاری رحمہ اللہ فرمارہے ہیں کہ اگر شادی کے موقعہ پر زردی استعمال کرنیکی نوبت آجائے اس میں کوئی مضائقہ نہیں ۔

روایت میں حضرت عبدالرحمن کے متعلق ذکر ہے کہ وہ آپ کی مجلس میں آئے تو ان پر زردی کا اثر تھا ، روایت اور ترجمۃ الباب دونوں میں مطلقاً زردی کا ذکر ہے ۔

لیکن علماء کہتے ہیں کہ اس سے مراد خلوق کی زردی ہے ،(۲۲) خلوق ایک مرکب خوشبو ہوتی ہے اور اس میں زعفران بھی شامل کرتے ہیں ، زعفران کا استعمال مرد کے لئے جائز نہیں ، حدیث میں ہے نھی رسول اللہ ﷺ ان یتزعفر الرجل ،(۲۳) اس حدیث کی بنیاد پر حضرات حنفیہ اورشافعیہ مرد کے لئے زعفران کے استعمال کو مطلقاً ممنوع کہتے ہیں کہ اس کا استعمال نہ جسم میں جائز ہے اور نہ ہی کپڑوں اور بالوں میں ۔ (۲۴)

حضرات مالکیہ کے نزدیک بدن میں اس کا استعمال ممنوع ہے لیکن کپڑوں میں اس کے استعمال کی گنجائش ہے ۔(۲۵)

روایت باب میں اگر زردی سے خلوق مراد ہے جس میں زعفران ہوتا ہے تو مالکیہ فرماتے ہیں کہ یہ کپڑے میں لگی ہوئی تھی جو کہ ان کے نزدیک جائز ہے ۔ (۲۶)

---

(۲۲) ارشادالساری: ۱۱/۴۴۳ ۔

(۲۳) عمدۃ القاری: ۲۰/۱۴۳ ۔

(۲۴) عمدۃ القاری: ۲۰/۱۴۳ ۔ والابواب والتراجم: ۲/۷۱ ۔

(۲۵) الابواب والتراجم: ۲/۷۰، وعمدۃ القاری: ۲۰/۱۴۳ ۔

(۲۶) فتح الباری: ۹/۲۹۳ ۔ باب الولیمۃ ولو بشاۃ ۔

البتہ حنفیہ اور شافعیہ کے مذہب پر روایت باب سے اس صورت میں اشکال ہوگا، وہ اس حدیث کے مختلف جوابات دیتے ہیں۔

① ایک جواب یہ دیا گیا کہ یہ تحریم سے پہلے کا واقعہ ہے، لیکن اس کے لئے دلیل کی ضرورت ہے۔ (۲۷)

② دوسرا جواب یہ دیا گیا کہ یہاں حضرت عبدالرحمن نے خلوق استعمال نہیں کی تھی، ان کی بیوی نے استعمال کی تھی اور اس سے حضرت عبدالرحمن کے کپڑوں میں بغیر ارادے کے اس کا اثر آگیا اس جواب کو امام نوویؒ نے راجح قرار دیا۔ (۲۸)

③ تیسرا جواب یہ دیا گیا کہ اس وقت کوئی اور خوشبو انہیں میسر نہیں آئی اس لئے بوقت ضرورت انہوں نے اس کو مباح سمجھ لیا۔ (۲۹)

④ چوتھا جواب یہ ہے کہ یہ بہت کم مقدار میں تھی جو قابل عفو ہے۔ (۳۰)

⑤ بعضوں نے کہا کہ خلوق کا استعمال عام لوگوں کے لئے ممنوع ہے لیکن دولہا اس سے مستثنی ہے، بالخصوص جب وہ جوان بھی ہو، چنانچہ شادی کے موقعہ پر اس کے استعمال کی اجازت ہے، ابوعبید نے یہی جواب دیا ہے۔ (۳۱)

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس زردی کو خلوق کے ساتھ مقید نہیں کیا، انہوں نے مطلق زردی کا ذکر کیا ہے، بعض علاقوں میں دستور ہے کہ شادی کے موقعہ پر عورت کو بٹنہ وغیرہ لگاتے ہیں جس میں زردی شامل ہوتی ہے اور مرد کو بھی لگاتے ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ اس دستور کی رعایت کرتے ہوئے بتارہے ہیں کہ اس کی گنجائش ہے۔

لیکن امام بخاری رحمہ اللہ کا یہ استدلال اسی وقت درست ہوگا جب صفرۃ سے مطلق زردی مراد لی جائے۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ امام بخاری اس سے دولہا کے لئے خلوق کے استعمال کی اجازت کی طرف اشارہ کررہے ہوں۔ واللہ اعلم

---

(۲۷) فتح الباری: ۲۹۴/۹۔

(۲۸) فتح الباری: ۲۹۴/۹۔

(۲۹) فتح الباری: ۲۹۴/۹۔

(۳۰) فتح الباری: ۲۹۴/۹۔

(۳۱) فتح الباری: ۲۹۴/۹۔

## باب

٤٨٥٩ : حدّثنا مُسَدَّد : حَدَّثَنَا يَحْيَى ، عَنْ حُمَيْدٍ ، عَنْ أَنَسٍ قالَ : أَوْلَمَ النَّبِيُّ ﷺ بِزَيْنَبَ فَأَوْسَعَ الْمُسْلِمِينَ خَيْرًا ، فَخَرَجَ كَمَا يَصْنَعُ إِذَا تَزَوَّجَ ، فَأَتَى حُجَرَ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ يَدْعُو وَيَدْعُونَ لَهُ ، ثُمَّ انْصَرَفَ فَرَأَى رَجُلَيْنِ فَرَجَعَ ، لَا أَدْرِي : آخْبَرْتُهُ أَوْ أُخْبِرَ بِخُرُوجِهِمَا [ر : ٤٥١٣]

یہ باب بلا ترجمہ ہے ، نسفی کی روایت میں یہاں لفظ "باب" نہیں ہے (۴۲) لیکن اس صورت میں اشکال ہوگا کہ حدیث باب کی "الصفرة للمتزوج" سے کوئی مناسبت نہیں اس لئے صحیح بات یہ ہے کہ یہاں لفظ "باب" ہے اور یہ کالفصل من الباب السابق ہے اور اس کے تحت ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحشؓ کی شادی کا واقعہ ذکر کرکے امام بخاری نے اس بات کی طرف اشارہ کردیا کہ شادی کے موقعہ پر زردی لگانا کوئی ضروری اور واجب نہیں کیونکہ حضرت زینب کے واقعہ میں زردی کا ذکر نہیں تو گویا کہ سابقہ باب میں زردی کے جواز کو بیان کیا اور اس باب بلا ترجمہ کے تحت یہ حدیث لاکر اس کے عدم وجوب کی طرف اشارہ کردیا ۔ (۴۳)

## ٥٦ - باب : كَيْفَ يُدْعَى لِلْمُتَزَوِّجِ .

٤٨٦٠ : حدّثنا سُلَيْمانُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ، هُوَ ابْنُ زَيْدٍ ، عَنْ ثَابِتٍ ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى عَلَى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ أَثَرَ صُفْرَةٍ ، قالَ : (ما هٰذَا) . قالَ : إِنِّي تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً عَلَى وَزْنِ نَوَاةٍ مِنْ ذَهَبٍ ، قالَ : (بَارَكَ اللهُ لَكَ ، أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ) . [ر : ١٩٤٤]

اس باب میں شادی کرنے والے کو کن الفاظ سے اور کس طرح دعا دی جائے اس کو بیان کیا ہے ، زمانہ جاہلیت میں شادی کرنے والے کو "بالرفاء والبنین" کے الفاظ کے ساتھ دعا دی جاتی

(۴۲) فتح الباری: ۲۷۲/۹ ۔ وعمدۃ القاری: ۱۴۴/۲۰ ۔

(۴۳) فتح الباری: ۲۷۶/۹ ۔ عمدۃ القاری: ۱۴۵/۲۰ ۔

تھی یعنی صِرْتَ مَقْرُوْنًا بالرِّفاء والبَنِین تمہارے اور تمہاری بیوی کے درمیان تعلقات خوشگوار ہوں اور تمہیں بیٹے نصیب ہوں ۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت انس کی روایت ذکر کرکے بتایا کہ شادی کرنے والے کو "بارک اللہ لک" کے الفاظ سے دعا دینی چاہئے اور بعض روایات میں یہ الفاظ ہیں "بَارَکَ اللّٰہُ لَکَ، وَبَارَکَ عَلَیْکَ، وَجَمَعَ بَیْنَکُمَا فِی خیر" (۳۴)

۵۷ - باب : اَلدُّعاءِ لِلنِّسَاءِ اللَّاتِي يُهْدِينَ الْعَرُوسَ وَلِلْعَرُوسِ .

٤٨٦١ : حدّثنا فَرْوَةُ بْنُ أَبِي الْمَغْرَاءِ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ ، عَنْ هِشَامٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهَا : تَزَوَّجَنِي النَّبِيُّ ﷺ ، فَأَتَتْنِي أُمِّي فَأَدْخَلَتْنِي ٱلدَّارَ ، فَإِذَا نِسْوَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فِي الْبَيْتِ ، فَقُلْنَ : عَلَى الْخَيْرِ وَالْبَرَكَةِ ، وَعَلَى خَيْرِ طَائِرٍ . [ر : ٣٦٨١]

اس باب میں ان عورتوں کے لئے دعا کا ذکر ہے جو دلہن کی رہنمائی کرتی ہیں ، اسے سنوارتی ہیں اور دلہا کے لئے پیش کرتی ہیں اور دلہن کے لئے دعا کا اور ہدیہ دینے کا بیان ہے ۔

حدیث باب میں حضرت عائشہ کی شادی کا ذکر ہے ان کی والدہ ام رومان نے انہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر دلہن بناکر داخل کیا تو وہاں موجود انصاری عورتوں نے ام رومان اور دلہن کے استقبال میں یہ دعائیہ جملے کہے "علی الخیر والبرکة، وعلی خیر طائر" خیر اور برکت اور اچھے نصیبے پر ۔

ترجمۃ الباب اور حدیث میں مطابقت بالکل ظاہر ہے ، ترجمۃ الباب میں ہے کہ دلہن کے لئے بھی دعا کرنی چاہئے اور ان عورتوں کے لئے بھی دعا کرنی چاہئے جو دلہن کو سنوارتی اور بناتی ہیں چنانچہ حدیث میں انصاری عورتوں نے حضرت ام رومان اور حضرت عائشہ کی آمد پر انہیں دعادی ، حضرت ام رومان دلہن کو بنانے والی تھیں اور حضرت عائشہ خود دلہن تھیں ۔ (۳۵)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اور بعض دوسرے شارحین نے یہاں حدیث اور ترجمۃ الباب کی

(۳۴) مذکورہ تفصیل کے لئے دیکھئے فتح الباری: ۹/۲۷۲ ۔ ۲۷۷ ۔

(۳۵) ارشاد الساری: ۱۱/۴۴۳ ۔

مطابقت میں دوراز کار بحثیں کی ہیں، جن کی وجہ سے یہ آسان سی بات پیچیدہ بنادی گئی ۔ (۳۶)

## یهدين العروس

یهدين: هداية سے بھی ہوسکتا ہے بمعنی رہنمائی کرنا اور یہ باب افعال سے یُهدين بھی ہوسکتا ہے بمعنی هدیه دینا اور اس کو سوار کر دلہا کو پیش کرنا، (۳۷) مراد وہ عورتیں ہیں جو دلہن کو سنوارتی بناتی، اور شوہر کے لئے پیش کرتی ہیں، اس کی رہنمائی کرتی اور اسے ہدیہ وغیرہ دیتی ہیں۔

حدیث باب ابواب الہجرۃ سے پہلے باب تزویج عائشة کے تحت تفصیل سے گذر چکی ہے۔

## ٥٨ – باب : مَنْ أَحَبَّ الْبِنَاءَ قَبْلَ الْغَزْوِ .

٤٨٦٢ : حدّثنا محمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ ، عَنْ مَعْمَرٍ ، عَنْ هَمَّامٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (غَزَا نَبِيٌّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ ، فَقَالَ لِقَوْمِهِ : لَا يَتْبَعْنِي رَجُلٌ مَلَكَ بُضْعَ امْرَأَةٍ ، وَهْوَ يُرِيدُ أَنْ يَبْنِيَ بِهَا ، وَلَمْ يَبْنِ بِهَا) . [ر : ٢٩٥٦]

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں، اگر کسی آدمی کی شادی ہوگئی ہے اور اس نے اب تک بنا نہیں کی اور جہاد کا موقعہ آگیا تو اگر وہ یہ چاہے کہ پہلے بناء ہو اور پھر جہاد میں جائے تو سنت میں اس کی اصل موجود ہے ۔ ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نبی کا واقعہ بیان فرمایا کہ انہوں نے جہاد کے موقعہ پر اپنی قوم سے فرمایا کہ میرے ساتھ وہ آدمی نہ جائے جس نے شادی کی ہو اور بنا کا ارادہ ہے اور ابھی بنا نہیں کی۔

اس صورت میں اگر وہ بنا کر کے جائے گا تو عورت کی طرف سے اس کا قلب فارغ ہوجائے گا اور سکون کے ساتھ وہ جہاد کرسکے گا، لہذا ایسے موقعہ پر بنا کی اجازت ہے۔

حدیث باب کتاب الجہاد میں گذر چکی ہے، جس نبی کا اس میں ذکر ہے بعضوں نے کہا یہ حضرت داؤد علیہ السلام تھے اور بعضوں نے حضرت یوشع علیہ السلام کہا ۔ (۳۸)

---

(۳۶) دیکھئے فتح الباری: ۹/۲۲۸۔

(۳۷) فتح الباری: ۹/۲۲۸، وعمدۃ القاری: ۲۰/۱۳۶۔

(۳۸) فتح الباری: ۹/۲۲۹۔

ابن منیّر نے فرمایا کہ اس سے عام لوگوں کے اس نظریہ کی تردید بھی ہوجاتی ہے جو کہتے ہیں کہ پہلے حج کیا جائے اور پھر شادی کی جائے، بہتر یہ ہے کہ پہلے شادی کرکے عفت کا سامان کیا جائے اور پھر حج کیا جائے ۔ (۳۹)

٥٩ - باب : مَنْ بَنَى بِامْرَأَةٍ ، وَهِيَ بِنْتُ تِسْعِ سِنِينَ .

٤٨٦٣ : حدّثنا قَبِيصَةُ بْنُ عُقْبَةَ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ ، عَنْ عُرْوَةَ : تَزَوَّجَ النَّبِيُّ ﷺ عائِشَةَ وَهِيَ ابْنَةُ سِتِّ سِنِينَ ، وَبَنَى بِهَا وَهِيَ ابْنَةُ تِسْعٍ ، وَمَكَثَتْ عِنْدَهُ تِسْعًا [ر : ٣٦٨١]

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نو سال کی لڑکی سے اگر شادی کی ہے تو بنا کرنا جائز ہے، مگر شرط یہ ہوگی کہ وہ مُطِیق للجماع ہو۔

عرب میں کم عمری میں عورتوں کی رخصتی کا رواج تھا، حضرت عائشہؓ کی والدہ نے ان کی خاص طور پر تربیت فرمائی، ابوداود وغیرہ کی روایات میں ہے کہ وہ انہیں مکھن اور کھجور کھلایا کرتی تھیں، تاکہ وہ موٹی اور صحتمند ہوجائیں، امام ابوداود نے اس پر ترجمہ قائم کیا ہے بَابٌ فِي السُّمْنَةِ، (۴۰) اس میں اس طرف اشارہ کیا ہے کہ لڑکی کو موٹا تازہ کرنے کے لئے اہتمام کرنا اور کم عمری میں اس کی رخصتی کردینا درست ہے۔

٦٠ - باب : الْبِنَاءِ فِي السَّفَرِ

٤٨٦٤ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ : أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ ، عَنْ حُمَيْدٍ ، عَنْ أَنَسٍ قالَ : أَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ خَيْبَرَ وَالْمَدِينَةِ ثَلَاثًا ، يُبْنَى عَلَيْهِ بِصَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيٍّ ، فَدَعَوْتُ الْمُسْلِمِينَ إِلَى وَلِيمَتِهِ ، فَمَا كَانَ فِيهَا مِنْ خُبْزٍ وَلَا لَحْمٍ ، أَمَرَ بِالْأَنْطَاعِ فَأُلْقِيَ فِيهَا مِنَ التَّمْرِ وَالْأَقِطِ وَالسَّمْنِ ، فَكَانَتْ وَلِيمَتَهُ . فَقَالَ الْمُسْلِمُونَ : إِحْدَى أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ ، أَوْ مِمَّا مَلَكَتْ يَمِينُهُ ، فَقَالُوا :

---

(۳۹) فتح الباری: ۲۷۹/۹۔

(۴۰) دیکھئے سنن ابی داود: ۱۵/۴، کتاب الطب، باب فی السمنة: رقم الحدیث: ۳۹۰۳ "السمنة" هی بضم السین وسکون المیم: دواء تسمن به المرأة۔

إنْ حَجَبَهَا فَهِيَ مِنْ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ . وَإِنْ لَمْ يَحْجُبْهَا فَهِيَ مِمَّا مَلَكَتْ يَمِينُهُ ، فَلَمَّا ارْتَحَلَ وَطَّى لَهَا خَلْفَهُ ، وَمَدَّ الْحِجَابَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ النَّاسِ . [ر : ٣٦٤]

امام بخاری رحمہ اللہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ بناء کے لئے حضر کا ہونا ضروری نہیں ، سفر میں بھی بناء جائز ہے ۔

حدیث باب کتاب المغازی میں تفصیل کے ساتھ گذر چکی ہے ۔ (۴۱)

٦١ - باب : الْبِنَاءِ بِالنَّهَارِ بِغَيْرِ مَرْكَبٍ وَلَا نِيرَانٍ .

٤٨٦٥ : حدّثني فَرْوَةُ بْنُ أَبِي الْمَغْرَاءِ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ ، عَنْ هِشَامٍ ، عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : تَزَوَّجَنِي النَّبِيُّ ﷺ ، فَأَتَتْنِي أُمِّي فَأَدْخَلَتْنِي الدَّارَ ، فَلَمْ يَرُعْنِي إِلَّا رَسُولُ ٱللَّهِ ﷺ ضُحًى . [ر : ٣٦٨١]

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بناء کے لئے رات کا ہونا ضروری نہیں ہے ، دن میں بھی جائز ہے ، لیکن مرکب اور نیران یعنی آگ کو استعمال نہیں کرنا چاہئے ، آج کل شادی کے موقعہ پر گھڑ سواری کا جو طریقہ رائج ہے ، امام بخاری دراصل اس کی تردید کررہے ہیں ، اسی طرح شادی کے موقعہ پر آگ جلانے کی رسم کی تردید فرمارہے ہیں جو درحقیقت مجوسیوں کا شعار ہے ۔

عبداللہ بن قُرط ثمالی حضرت عمرؓ کی طرف سے حمص کے گورنر تھے ، انہوں نے دیکھا کہ کسی عروس کے سامنے لوگ، آگ لے کر جارہے ہیں ، انہوں نے ان کو کوڑے مارے ، لوگ ادھر ادھر منتشر ہوئے ، پھر انہوں نے خطبہ دیا اور فرمایا ، ان عروسکم أوقدوا النیرانَ ، وتَشَبَّهُوا بالکفرة، واللّٰه مطفئی نورھم " (۴۲)

---

(۴۱) کشف الباری: کتاب المغازی، باب غزوة خیبر: ۴۳۰ ، ۴۳۱

(۴۲) الابواب والتراجم: ۲/۴۷۔

٦٢ - باب : الْأَنْمَاطِ وَنَحْوِهَا لِلنِّسَاءِ .

٤٨٦٦ : حدّثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ ، عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : (هَلِ اتَّخَذْتُمْ أَنْمَاطًا) . قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، وَأَنَّى لَنَا أَنْمَاطٌ ؟ قَالَ : (إِنَّهَا سَتَكُونُ) . [ر : ٣٤٣٢]

أَنْمَاط: یہ نَمَط کی جمع ہے ، بستر کے اوپر جو جھالردار چادر ہوتی ہے اسے کہتے ہیں ، جھالردار پردوں اور رومال پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے ۔ (۱)

امام بخاری رحمہ اللہ انماط کے استعمال کے جائز ہونے کی طرف اشارہ کررہے ہیں ، لیکن اس پر صحیح مسلم کی روایت سے اشکال ہوتا ہے کہ حضرت عائشہؓ نے گھر میں جھالردار پردہ لٹکایا تھا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اس کو چاک فرمادیا تھا (۲) جس سے اس کے استعمال کا عدم جواز معلوم ہوتا ہے ، امام بخاری اسے کیسے جائز قرار دے رہے ہیں ۔

اس کا جواب یہ دیا گیا کہ وہ پردہ دراصل تصویروں والا تھا اس لئے آپ نے اسے چاک فرمایا ۔ (۳)

اور یا یہ کہا جائے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دراصل دنیا کی رنگینیوں سے اعراض اور عدم رغبت کے اظہار کے لئے ایسا کیا ورنہ فی نفسہ یہ جائز ہے ۔

اور یا یہ کہا جائے کہ اس حدیث کا تعلق عام مواقع سے ہے اور یہاں نکاح کے موقعہ پر اس کے جواز کا بیان مقصود ہے کیونکہ کتاب النکاح چل رہی ہے ۔

یہ حدیث باب علامات النبوۃ میں گذر چکی ہے ۔

٦٣ - باب : النِّسْوَةِ اللَّاتِي يُهْدِينَ الْمَرْأَةَ إِلَى زَوْجِهَا .

٤٨٦٧ : حدّثنا الْفَضْلُ بْنُ يَعْقُوبَ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَابِقٍ : حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ ، عَنْ

(۱) فیض الباری: ۲۹۷/۴، وعمدۃ القاری: ۱۴۸/۲۰ ۔

(۲) فتح الباری: ۲۸۰/۹، وصحیح مسلم: کتاب اللباس والزینۃ، باب تحریم تصویر صورۃ.... : ۲ / ۲۰۰

(۳) فتح الباری: ۳۱۱/۹، باب هل یرجع اذا رای منکرا۔

هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عائِشَةَ : أَنَّهَا زَفَّتِ آمْرَأَةً إِلَى رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ ، فَقَالَ نَبِيُّ اللهِ ﷺ : (يَا عائِشَةُ ، ما كانَ مَعَكُمْ لَهْوٌ ؟ فَإِنَّ الْأَنْصَارَ يُعْجِبُهُمُ اللَّهْوُ) .

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ دلہن کو شوہر کے پاس بھیجنے کے لئے اگر عورتیں اس کے بنانے ، سوارنے کے واسطے جمع ہوجائیں تو سنت میں اس کی اصل موجود ہے ۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ امام بخاری اس کے استحباب کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہوں چونکہ گھر کی عورتیں ایسے موقع پر دوسرے کاموں میں مصروف ہوتی ہیں اس لئے اگر رشتہ دار اور قریبی عورتیں آکر دلہن کو تیار کریں تو گھروالوں کو اس سے آسانی اور سہولت ہوگی ۔ (۶)

ابوذر کی روایت میں ترجمۃ الباب "ودعائهن بالبركة" کا اضافہ بھی ہے (۷) روایت باب میں دعاء کا ذکر نہیں ہے البتہ اس روایت کے بعض طرق میں دعا کا ذکر ہے اگر ترجمۃ الباب میں مذکورہ الفاظ کو ثابت مانا جائے تو اس صورت میں امام بخاری کا مقصد اس طریق کی طرف بھی اشارہ ہوگا جس میں دعا کا ذکر ہے ، وہ طریق ابوالشیخ نے کتاب النکاح میں نقل کیا ہے ، جس کے الفاظ ہیں :

"عن عائشة انها زوجت يتيمة كانت فى حجرها رجلا من الانصار، قالت: وكنت فيمن اهداها الى زوجها، فلما رجعنا، قال لى رسول الله ﷺ : ما قلتم يا عائشة ؟ قالت : قلت : سلمنا ودعونا الله بالبركة، ثم انصرفنا" (۸)

## انها زفت امراة الى رجل من الانصار

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس عورت کے نام سے متعلق عدم واقفیت کا اظہار کیا ہے (۹) البتہ ابن اثیر نے "اُسد الغابۃ" میں اس عورت کا نام "فارعۃ بنت اسعد بن زرارۃ" اور اس کے شوہر کا نام "نبیط بن جابر انصاری" لکھا ہے ۔ (۱۰)

---

(۶) الابواب والتراجم: ۲/۶۷۔ (۵۱۶۲) والحديث لم يخرجه احد من اصحاب الصحاح الستة الا البخارى۔

(۷) فتح الباری: ۹/۲۸۱ ۔

(۸) فتح الباری: ۹/۲۸۱ ۔

(۹) فتح الباری: ۹/۲۸۱ ۔

(۱۰) فتح الباری: ۹/۲۸۱ ،

**ماكان معكم لهو**

شریک کی روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ان کے ساتھ ایک لڑکی بھیجتیں، وہ دف بجاتی اور اشعار گاتی، حضرت عائشہؓ نے پوچھا کیا اشعار گاتی، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ یہ اشعار گاتی۔

اتيناكم اتيناكم فَحَيَّانا وَحَيَّاكم

ولولا الذهب الأحمر ما حَلَّتْ بوادیكم

ولولا الحِنطة السمراء ما سمنت عذاريكم (۱۱)

٦٤ – باب : الْهَدِيَّةِ لِلْعَرُوسِ .

٤٨٦٨ : وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ ، وَاسْمُهُ الجَعْدُ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مالِكٍ قالَ : مَرَّ بِنَا فِي مَسْجِدِ بَنِي رِفَاعَةَ ، فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ : كانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا مَرَّ بِجَنَبَاتِ أُمِّ سُلَيْمٍ دَخَلَ عَلَيْهَا فَسَلَّمَ عَلَيْهَا ، ثُمَّ قالَ : كانَ النَّبِيُّ ﷺ عَرُوسًا بِزَيْنَبَ ، فَقَالَتْ لِي أُمُّ سُلَيْمٍ : لَوْ أَهْدَيْنَا لِرَسُولِ اللهِ ﷺ هَدِيَّةً ، فَقُلْتُ لَهَا : افْعَلِي ، فَعَمَدَتْ إِلَى تَمْرٍ وَسَمْنٍ وَأَقِطٍ ، فَاتَّخَذَتْ حَيْسَةً فِي بُرْمَةٍ ، فَأَرْسَلَتْ بِهَا مَعِي إِلَيْهِ ، فَانْطَلَقْتُ بِهَا إِلَيْهِ ، فَقَالَ لِي : (ضَعْهَا) . ثُمَّ أَمَرَنِي فَقَالَ : (ادْعُ لِي رِجالاً – سَمَّاهُمْ – وَادْعُ لِي مَنْ لَقِيتَ) . قالَ : فَفَعَلْتُ الَّذِي أَمَرَنِي ، فَرَجَعْتُ فَإِذَا الْبَيْتُ غاصٌّ بِأَهْلِهِ ، فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَضَعَ يَدَيْهِ عَلَى تِلْكَ الحَيْسَةِ وَتَكَلَّمَ بِهَا ما شَاءَ اللهُ ، ثُمَّ جَعَلَ يَدْعُو عَشَرَةً عَشَرَةً يَأْكُلُونَ مِنْهُ ، وَيَقُولُ لَهُمْ : (اذْكُرُوا اسْمَ اللهِ ، وَلْيَأْكُلْ كُلُّ رَجُلٍ مِمَّا يَلِيهِ) . قالَ : حَتَّى تَصَدَّعُوا كُلُّهُمْ عَنْهَا ، فَخَرَجَ مِنْهُمْ مَنْ خَرَجَ ، وَبَقِيَ نَفَرٌ يَتَحَدَّثُونَ ، قالَ : وَجَعَلْتُ أَغْتَمُّ ، ثُمَّ خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ نَحْوَ الحُجُرَاتِ وَخَرَجْتُ فِي إِثْرِهِ ، فَقُلْتُ : إِنَّهُمْ قَدْ ذَهَبُوا ، فَرَجَعَ فَدَخَلَ الْبَيْتَ ، وَأَرْخَى السِّتْرَ وَإِنِّي لَفِي الحُجْرَةِ ، وَهُوَ يَقُولُ : «يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِينَ إِنَاهُ وَلَكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ لِحَدِيثٍ إِنَّ ذَلِكُمْ كانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِي مِنْكُمْ وَاللهُ

(۱۱) ارشاد الساری: ۱۱/ ۲۳۰۔

لا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ».

قَالَ أَبُو عُثْمَانَ : قَالَ أَنَسٌ : إِنَّهُ خَدَمَ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَشْرَ سِنِينَ . [ر : ٤٥١٣]

اگر دولہا یا دلہن کے لئے بطور تحفہ اور ہدیہ کوئی چیز دی جائے تو سنت میں اس کی اصل موجود ہے۔

ابراہیم بن طہمان ابو عثمان سے نقل کرتے ہیں، ابو عثمان کا نام جَعد ہے، وہ کہتے ہیں کہ حضرت انس بصرہ کی مسجد بنی رفاعہ میں ہمارے پاس سے گذرے تو میں نے ان کو یہ کہتے ہوئے سنا۔

کان النبی ﷺ اذا مر بجنبات ام سلیم دخل علیها

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت ام سلیم کے (گھر کے) اطراف سے گذرتے تو ان کے پاس جاکر سلام کرتے۔ جَنَبات: جَنَبَۃٌ کی جمع ہے بمعنی طرف، ناحیہ۔

یہاں تک حدیث کا یہ حصہ ابو عثمان سے صرف ابراہیم بن طَہمان نقل کرتے ہیں اور آگے باقی حدیث میں ان کے ساتھ جعفر بن سلیمان اور مَعْمَر بن راشد بھی شریک ہیں، امام مسلم نے ان دونوں کی حدیث موصولا نقل کی ہے (۱۲) لیکن ابراہیم بن طَہمان کی حدیث کے متعلق حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ مجھے وہ موصولاً نہیں مل سکی۔ (۱۳)

آگے حدیث میں حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینب بنت جحش کی شادی میں دولہا تھے ام سُلیم مجھ سے کہنے لگیں کہ اگر ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کوئی ہدیہ بھیجیں تو یہ بہت اچھا ہوگا، تو میں نے ان سے کہا ہاں بھیجئے، چنانچہ انہوں نے کھجور، گھی اور پنیر کو لیکر اس سے حَیس (ایک خاص قسم کا حلوہ) تیار کیا اور میرے ساتھ اسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو رکھو اور کئی آدمیوں کا نام لیکر فرمایا کہ انہیں بلالو اور ان کے علاوہ جو بھی تمہیں ملے اسکو بلالو، چنانچہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل کرتے ہوئے جب واپس گھر آیا

---

(۱۲) فتح الباری: ۲۸۳/۹۔

(۱۳) فتح الباری: ۲۸۳/۹۔

تو گھر لوگوں سے بھرا ہوا تھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے اس حلوے پر اپنا ہاتھ رکھ کر کچھ پڑھا اور پھر دس دس آدمیوں کو بلانے لگے اور ان سے کہا کہ اللہ کا نام لے کر ہر ایک اپنے سامنے سے کھائے۔

حضرت انس فرماتے ہیں کہ وہ سب کھا کر منتشر ہوگئے، کچھ لوگ گھر سے نکل گئے اور کچھ وہیں بیٹھ کر باتیں کرنے لگے جس کی وجہ سے مجھے بڑی پریشانی ہونے لگی (کہ ان حضرات کو اب جانا چاہئے) اس کے بعد قرآن کریم کی آیت "یاایھا الذین آمنوا لاتدخلوا بیوت النبی...." نازل ہوئی۔

## ایک تعارض اور اس کا حل

یہاں روایت باب میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور، گھی اور پنیر کا حیس لوگوں کو کھلایا جبکہ دوسری روایات میں مشہور ہے کہ آپ نے گوشت روٹی ولیمہ میں کھلائی تھی۔ (۱۴)

قاضی عیاض نے فرمایا کہ راوی سے وہم ہوا، اس نے ایک قصے کو دوسرے قصے میں داخل کردیا۔ (۱۵)

لیکن حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا کہ دونوں میں جمع ممکن ہے کہ پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گوشت روٹی کے ساتھ تواضع کی ہو اور وہ لوگ جو پہلے آئے تھے وہ خبز اور لحم کھانے کے بعد چلے گئے، اس کے بعد جو لوگ کھانے کے بعد بیٹھ کر باتیں کررہے تھے ان کے لئے حضرت انسؓ حیس لے کر پہنچ گئے، آپؐ نے انہیں مزید لوگوں کو بلانے کے لئے بھیجا، اور انہوں نے آکر حیس کھایا، لہذا دونوں روایات میں کوئی تعارض نہیں۔ (۱۶)

### ٦٥ - باب : اسْتِعَارَةِ الثِّيَابِ لِلْعَرُوسِ وَغَيْرِهَا .

٤٨٦٩ : حدَّثني عُبَيْدُ بْنُ إِسْماعِيلَ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ، عَنْ هِشَامٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا : أَنَّهَا اسْتَعَارَتْ مِنْ أَسْمَاءَ قِلَادَةً فَهَلَكَتْ ، فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ نَاسًا

(۱۴) فتح الباری: ۹/۲۸۳۔

(۱۵) فتح الباری: ۹/۲۸۳۔

(۱۶) فتح الباری: ۹/۲۸۳۔

مِنْ أَصْحَابِهِ فِي طَلَبِهَا ، فَأَدْرَكَتْهُمُ الصَّلَاةُ فَصَلَّوْا بِغَيْرِ وُضُوءٍ ، فَلَمَّا أَتَوُا النَّبِيَّ ﷺ شَكَوْا ذٰلِكَ إِلَيْهِ ، فَنَزَلَتْ آيَةُ التَّيَمُّمِ ، فَقَالَ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ : جَزَاكِ اللّٰهُ خَيْرًا ، فَوَاللّٰهِ ما نَزَلَ بِكِ أَمْرٌ قَطُّ ، إِلَّا جَعَلَ اللّٰهُ لَكِ مِنْهُ مَخْرَجًا ، وَجَعَلَ لِلْمُسْلِمِينَ فِيهِ بَرَكَةً . [ر : ۳۲۷]

امام بخاری رحمہ اللہ اس ترجمۃ الباب میں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر شادی کے موقعہ پر دلہن کے لئے عاریتاً کپڑے لے کر استعمال کئے جائیں تو جائز ہے، غیر دلہن کے لئے بھی عاریتاً کپڑوں کا استعمال جائز ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے جو روایت اس باب میں نقل کی ہے، اس میں کپڑوں کے عاریتاً لینے کا کوئی ذکر نہیں بلکہ ہار کے عاریتاً لینے کا ذکر ہے، امام بخاری رحمہ اللہ کا منشا یہ ہے کہ جس طرح ہار عاریتاً لیا جاسکتا ہے اسی طرح کپڑے بھی عاریتاً لئے جاسکتے ہیں۔

ابواب الہبہ میں امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک روایت ذکر کی ہے، اس میں کپڑوں کے عاریتاً لینے کا ذکر صراحتاً موجود ہے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں میرے پاس ایک قمیص تھی، مدینہ میں جب بھی کسی عورت کو دلہن بنایا جاتا تو مجھ سے وہ قمیص عاریتاً طلب کی جاتی، اس حدیث پر امام بخاری نے وہاں ترجمہ قائم کیا ہے "الاستعارۃ للعروس عندالبناء" اس ترجمہ اور حدیث کو یہاں پیش نظر رکھنا چاہئے۔(۱۷)

### ٦٦ - باب : ما يَقُولُ الرَّجُلُ إِذَا أَتَى أَهْلَهُ .

٤٨٧٠ : حدّثنا سَعْدُ بْنُ حَفْصٍ : حَدَّثَنَا شَيْبَانُ ، عَنْ مَنْصُورٍ ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ ، عَنْ كُرَيْبٍ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قالَ : قالَ النَّبِيُّ ﷺ : (أَمَا لَوْ أَنَّ أَحَدَهُمْ يَقُولُ حِينَ يَأْتِي أَهْلَهُ : بِاسْمِ اللّٰهِ ، اللَّهُمَّ جَنِّبْنِي الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ ما رَزَقْتَنَا ، ثُمَّ قُدِّرَ بَيْنَهُمَا فِي ذٰلِكَ ، أَوْ قُضِيَ وَلَدٌ ، لَمْ يَضُرَّهُ شَيْطَانٌ أَبَدًا) . [ر : ١٤١]

جب آدمی اپنی بیوی کے پاس صحبت کی نیت سے آئے تو یہ دعا پڑھنی چاہئے "بسم اللہ اللھم جنبنی الشیطان، وجَنِّبِ الشیطانَ ما رزقتنا"

(۱۷) دیکھئے فتح الباری:۹/۲۸۴، والابواب والتراجم:۲/۶۷۔

علماء فرماتے ہیں کہ یہ دعا کشفِ عورت سے پہلے پڑھ لینی چاہئے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ انزال کے وقت پڑھنی چاہئے، جمہور کا مسلک یہ ہے کہ کشف عورت سے پہلے پڑھنا چاہئے اور اگر پہلے پڑھنا بھول جائے تو جس وقت یاد آئے دل ہی دل میں اسی وقت پڑھ لینی چاہئے۔ (۱۸)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی اگر یہ دعا پڑھ لے تو پھر شیطان بچے کو کبھی نقصان اور ضرر نہیں پہنچا سکتا، شیطان سے جنس شیطان اور ضرر سے خاص قسم کا ضرر مراد ہے جو "ام الصبیان" کے نام سے بیماری کی شکل میں بچوں کو لاحق ہوجاتا ہے (۱۹) اور ضرر سے عام بدنی ضرر بھی مراد ہوسکتا ہے۔ (۲۰)

بعض حضرات نے فرمایا کہ بچے کی پیدائش کے وقت شیطان اس کو چوکا لگاتا ہے، اس دعا کی برکت سے بچہ اس سے محفوظ ہوجائے گا۔

لیکن یہ تشریح ضعیف ہے کیونکہ حدیث "ما مِنْ مولود الا یمسہ الشیطان غیر مریم وابنھا" سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان کے اس چوکے سے کوئی بھی سوائے مریم اور ان کے بیٹے کے مستثنی نہیں۔ (۲۱)

بعضوں نے فرمایا کہ شیطان کا ضرر نہ پہنچانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس پر مسلط نہیں ہوگا اور دین اسلام سے اس کو برگشتہ نہیں کرے گا۔ (۲۲)

اور یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ اگر یہ دعا پڑھی جائے تو اولاد صالح پیدا ہوگی اور وہ نیک کاموں میں اپنی زندگی صرف کرنے والی ہوگی اور اس میں اور انبیاء میں بس فرق یہ ہوگا کہ انبیاء کے لئے عصمت وجوب کے درجہ میں ہے اور یہاں عصمت جواز کے درجہ میں ہوگی۔ (۲۳)

حضرت مجاہد سے منقول ہے کہ جب آدمی بسم اللہ کے بغیر وطی کرتا ہے تو اس میں شیطان بھی شریک ہوجاتا ہے لیکن اگر کوئی یہ دعا پڑھے تو اس کی برکت سے شیطان سے حفاظت

---

(۱۸) وحدیث ابن مسعود رواہ ابن ابی شیبۃ و لفظہ: وکان اذا غشی اھلہ فانزل قال اللّٰھم لاتجعل للشیطان فیمارزقتنی نصیبا (فتح الباری: ۱ / ۲۴۲ وایضا راجع عمدۃ القاری: ۲ / ۲۶۹)

(۱۹) النھایۃ لابن الاثیر: ۱ / ۶۸

(۲۰) عمدۃ القاری: ۲۰/۱۵۲۔

(۲۱) عمدۃ القاری: ۲۰/۱۵۲۔

(۲۲) عمدۃ القاری: ۲۰/۱۵۳۔

(۲۳) فتح الباری: ۹/۲۸۶۔

ہوگی اور وہ شرکت نہیں کرسکے گا، حافظ ابن حجرؒ نے اس تشریح کو راجح قرار دیا (۲۴) لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان تمام میں کوئی تضاد نہیں اور یہ ساری تشریحات مراد لی جاسکتی ہیں۔

## ثم قدر بینهما أو قضی ولد

راوی کو شک ہے قدر بینهما ولد کہا تھا یا قضی ولد کہا تھا، معنی دونوں کے ایک ہیں۔

### ٦٧ - باب : الْوَلِيمَةَ حَقٌّ .

وَقالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ : قالَ لِي النَّبِيُّ ﷺ : (أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ) . [ر : ١٩٤٣]

٤٨٧١ : حدّثنا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قالَ : حَدَّثَنِي اللَّيْثُ ، عَنْ عُقَيْلٍ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ قالَ : أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مالِكٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ : أَنَّهُ كانَ ٱبْنَ عَشْرِ سِنِينَ ، مَقْدَمَ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ الْمَدِينَةَ ، فَكانَ أُمَّهَاتِي يُوَاظِبْنَنِي عَلَى خِدْمَةِ النَّبِيِّ ﷺ فَخَدَمْتُهُ عَشْرَ سِنِينَ ، وَتُوُفِّيَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَنَا ٱبْنُ عِشْرِينَ سَنَةً ، فَكُنْتُ أَعْلَمَ النَّاسِ بِشَأْنِ ٱلْحِجَابِ حِينَ أُنْزِلَ ، وَكانَ أَوَّلَ ما أُنْزِلَ فِي مُبْتَنَى رَسُولِ ٱللهِ ﷺ بِزَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ : أَصْبَحَ النَّبِيُّ ﷺ بِهَا عَرُوسًا ، فَدَعا الْقَوْمَ فَأَصَابُوا مِنَ الطَّعَامِ ، ثُمَّ خَرَجُوا وَبَقِيَ رَهْطٌ مِنْهُمْ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ ، فَأَطَالُوا الْمُكْثَ ، فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ فَخَرَجَ ، وَخَرَجْتُ مَعَهُ لِكَيْ يَخْرُجُوا ، فَمَشَى النَّبِيُّ ﷺ وَمَشَيْتُ ، حَتَّى جاءَ عَتَبَةَ حُجْرَةِ عائِشَةَ ، ثُمَّ ظَنَّ أَنَّهُمْ خَرَجُوا فَرَجَعَ وَرَجَعْتُ مَعَهُ ، حَتَّى إِذا دَخَلَ عَلَى زَيْنَبَ فَإِذَا هُمْ جُلُوسٌ لَمْ يَقُومُوا ، فَرَجَعَ النَّبِيُّ ﷺ وَرَجَعْتُ مَعَهُ ، حَتَّى إِذا بَلَغَ عَتَبَةَ حُجْرَةِ عائِشَةَ وَظَنَّ أَنَّهُمْ خَرَجُوا فَرَجَعَ وَرَجَعْتُ مَعَهُ ، فَإِذَا هُمْ قَدْ خَرَجُوا ، فَضَرَبَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنِي وَبَيْنَهُ بِالسِّتْرِ ، وَأُنْزِلَ ٱلْحِجَابُ . [ر : ٤٥١٣]

حق کے معنی ہیں ثابت یعنی ولیمہ ثابت ہے، باطل نہیں، شادی کے موقعہ پر جو کھانا کھلایا جاتا ہے اس کو ولیمہ کہتے ہیں۔

---

(۲۴) فتح الباری: ۲۸٦/۹۔

٤٨٧١ : (أمهاتي) أي أمي وخالاتي أخواتها . (يواظبنني) يدعني أستمر في خدمته ، وفي نسخة (يُوَاطِئْنَنِي) أي يُوافقنني . (مبتنى) وقت دخوله عليها وابتنائه بها .

ولیمہ کی دعوت کے حکم کے بارے میں اختلاف ہے :

ابن حزم ظاہری ، داود ظاہری کے نزدیک ولیمہ واجب ہے ، امام شافعی اور امام مالک کا بھی ایک ایک قول یہی ہے ، یہ حضرات فرماتے ہیں کہ "أَوْلِمْ ولو بشاة" امر کا صیغہ ہے جو وجوب کے لئے آتا ہے ۔ (۲۵)

لیکن جمہور علماء کے نزدیک ولیمہ مسنون ہے اور یہی شوافع اور مالکیہ کا صحیح مسلک ہے کیونکہ حدیث میں اس کی تصریح ہے "الوليمة حق وسنة" باقی "أَوْلِمْ" میں امر جمہور کے نزدیک استحباب اور ندب کے لئے ہے ۔ (۲۶)

ولیمہ کس وقت ہونا چاہئے ، اس میں بھی مختلف اقوال ہیں ❶ قبل الدخول ❷ بعد الدخول ❸ عقد نکاح کے وقت ❹ بناء اور دخول کے وقت ❺ ابتدائے عقد سے لیکر بعد الدخول تک کسی بھی وقت (۲۷) اور یہ آخری قول ہی راجح اور بہتر ہے ۔

انه كان ابن عشر سنين مقدم رسول الله ﷺ المدينة

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت مدینہ منورہ تشریف لائے ، اس وقت حضرت انس رضی اللہ عنہ کی عمر دس سال تھی ، بعض روایات میں ہے کہ اس وقت ان کی عمر نو سال تھی ۔

صحیح بات یہ ہے کہ اس وقت ان کی عمر نو سال سے کچھ اوپر تھی ، کسی نے کسر حذف کرکے نو سال کہا اور کسی نے کامل کرکے دس سال کہا ۔ (۲۸)

مقدم: یہ ظرف ہے ای زمان قدومه ﷺ

٦٨ - باب : الْوَلِيمَةِ وَلَوْ بِشَاةٍ .

٤٨٧٢ : حدّثنا عَلِيٌّ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قالَ : حَدَّثَنِي حُمَيْدٌ : أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسًا رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : سَأَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ ، وَتَزَوَّجَ ٱمْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ : (كَمْ أَصْدَقْتَهَا) قالَ : وَزْنَ نَوَاةٍ مِنْ ذَهَبٍ .

(۲۵) فتح الباری: ۹/۲۸۷، وعمدة القاری: ۲۰/۱۴۳، باب الصفرة للمتزوج۔

(۲۶) عمدة القاری: ۲۰/۱۴۳، باب الصفرة للمتزوج، والابواب والتراجم: ۲/۷۲۔

(۲۷) فتح الباری: ۹/۲۸۷۔۲۸۸۔ (۲۸) فتح الباری: ۹/۲۹۸۔

وَعَنْ حُمَيْدٍ : سَمِعْتُ أَنَسًا قَالَ : لَمَّا قَدِمُوا الْمَدِينَةَ ، نَزَلَ الْمُهَاجِرُونَ عَلَى الْأَنْصَارِ ، فَنَزَلَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ عَلَى سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ ، فَقَالَ : أُقَاسِمُكَ مَالِي ، وَأَنْزِلُ لَكَ عَنْ إِحْدَى امْرَأَتَيَّ ، قَالَ : بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِي أَهْلِكَ وَمَالِكَ ، فَخَرَجَ إِلَى السُّوقِ فَبَاعَ وَاشْتَرَى ، فَأَصَابَ شَيْئًا مِنْ أَقِطٍ وَسَمْنٍ ، فَتَزَوَّجَ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ) . [ر : ۱۹٤٤]

٤٨٧٣ : حدّثنا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ، عَنْ ثَابِتٍ ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ : مَا أَوْلَمَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى شَيْءٍ مِنْ نِسَائِهِ مَا أَوْلَمَ عَلَى زَيْنَبَ ، أَوْلَمَ بِشَاةٍ . [ر : ٤٥١٣]

٤٨٧٤ : حدّثنا مُسَدَّدٌ ، عَنْ عَبْدِ الْوَارِثِ ، عَنْ شُعَيْبٍ ، عَنْ أَنَسٍ : أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ أَعْتَقَ صَفِيَّةَ وَتَزَوَّجَهَا ، وَجَعَلَ عِتْقَهَا صَدَاقَهَا ، وَأَوْلَمَ عَلَيْهَا بِحَيْسٍ . [ر : ٣٦٤]

٤٨٧٥ : حدّثنا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ ، عَنْ بَيَانٍ قَالَ : سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ : بَنَى النَّبِيُّ ﷺ بِامْرَأَةٍ ، فَأَرْسَلَنِي فَدَعَوْتُ رِجَالًا إِلَى الطَّعَامِ . [ر : ٤٥١٣]

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ولیمہ کرنا چاہئے اگر چہ ایک بکری ہی سے کیوں نہ ہو، یہ معسر کے لئے ہے اور ادنیٰ درجہ ہے، کثرت کی کوئی حد نہیں۔

آگے روایت میں ہے "اولم ولو بشاۃ" اکثر علماء کے نزدیک اس میں "لو" تقلیل کے لئے ہے اور عبارت کا مقصود تقلیل اور کم درجہ کو بیان کرنا ہے اور بعض حضرات نے "لو" تکثیر کے لئے مراد لیا ہے کہ زیادہ سے زیادہ ایک بکری ذبح کرو حضرت گنگوہیؒ نے "لو" تکثیر کے لئے لیا ہے، لیکن راجح اور اکثر علماء کا قول پہلا ہے (۲۹)

حدثنا سلیمان بن حرب

روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ولیمہ اپنی بیویوں میں سے کسی کا بھی نہیں کیا جیسا کہ حضرت زینبؓ کا ولیمہ کیا، اس میں آپؐ نے بکری کا ولیمہ کیا۔

اس سے صاف معلوم ہوا کہ بکری کا ولیمہ بڑا ولیمہ شمار ہوگا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں جو چیز جس وقت میسر ہوئی، اسے آپؐ نے ولیمہ میں اختیار کرلیا، آپ کے یہاں

(۲۹) عمدۃ القاری: ۲۰/۱۵۳، واوجز المسالک: ۹/۴۴۲، باب ماجاء فی الولیمۃ، والکوکب الدری: ۲/۲۱۶۔

تکلف نہیں ہوتا تھا۔

اس کے بعد کی روایت میں ہے کہ حضرت صفیہ کے ولیمہ میں صرف کھجوریں، گھی اور پنیر سے مختصر سا ولیمہ آپ ؐ نے کیا، اس وقت یہی اشیاء میسر تھیں، معلوم ہوا بیویوں کے ولیمے میں مساوات لازم نہیں۔

٦٩ - باب: مَنْ أَوْلَمَ عَلَى بَعْضِ نِسَائِهِ أَكْثَرَ مِنْ بَعْضٍ.

٤٨٧٦: حدّثنا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ ثَابِتٍ قَالَ: ذُكِرَ تَزْوِيجُ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ عِنْدَ أَنَسٍ فَقَالَ: ما رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ أَوْلَمَ عَلَى أَحَدٍ مِنْ نِسَائِهِ ما أَوْلَمَ عَلَيْهَا، أَوْلَمَ بِشَاةٍ. [ر: ٤٥١٣]

اس ترجمہ کا مطلب یہ ہے کہ تمام ازواج کے ولیمے میں مساوات اور برابری ضروری نہیں۔

٧٠ - باب: مَنْ أَوْلَمَ بِأَقَلَّ مِنْ شَاةٍ.

٤٨٧٧: حدّثنا محمَّدُ بْنُ يُوسُفَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورِ بْنِ صَفِيَّةَ. عَنْ أُمِّهِ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ قَالَتْ: أَوْلَمَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى بَعْضِ نِسَائِهِ بِمُدَّيْنِ مِنْ شَعِيرٍ.

حدیث مرسل ہے کیونکہ صفیہ بنت شیبہ کے بارے میں دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ وہ تابعیہ ہیں اور دوسرا یہ کہ صحابیہ ہیں، صحابیہ ماننے کی صورت میں یہ حدیث مراسیل صحابہ میں شمار ہوگی کیونکہ مذکورہ واقعہ میں صفیہ بنت شیبہ خود موجود نہیں تھیں بلکہ وہ مکہ میں تھیں، پھر یہاں سند میں صفیہ کے بعد حضرت عائشہؓ کا ذکر نہیں لیکن مؤمل بن اسماعیل اور یحی بن الیمان عن سفیان کے طریق میں حضرت عائشہؓ کا ذکر ہے، اس طرح اس حدیث کی سند مزید فی متصل الاسانید کی قبیل سے ہے (۳۰)، مزید فی متصل الاسانید کا مطلب یہ ہے کہ بعض راوی سند میں کسی راوی کا

(۳۰) فتح الباری: ۲۹۷/۹۔

اضافہ کرتے ہوں اور بعض طرق میں اس کا اضافہ نہ ہو (۳۱)

## أَوْلَمَ النبی ﷺ علی بعض نسائہ

"بعض نسائہ" سے کون مراد ہیں، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مجھے صراحتاً نام کی تعیین نہ مل سکی لیکن غالب یہ ہے کہ اس سے ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ مراد ہیں (۳۲)۔

## بِمُدَّیْن مِنْ شعیر

سفیان ثوری سے عبدالرحمن بن مہدی کے علاوہ دیگر تمام راویوں نے "بِمُدَّین مِنْ شعیر" نقل کیا ہے، البتہ عبدالرحمن بن مہدی نے "بِصَاعَیْن مِنْ شعیر" نقل کیا ہے، عبدالرحمن اگرچہ ان راویوں کے مقابلہ میں احفظ ہیں لیکن چونکہ ان کی تعداد زیادہ ہے اس لئے یہاں ان کا اعتبار کرنا بہتر ہے (۳۳) ایک مد ربع صاع کے برابر ہوتا ہے۔

٧١ - باب : حَقِّ إِجابَةِ الْوَلِيمَةِ وَالدَّعْوَةِ ، وَمَنْ أَوْلَمَ سَبْعَةَ أَيَّامٍ وَنَحْوَهُ .
وَلَمْ يُوَقِّتِ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمًا وَلَا يَوْمَيْنِ .

٤٨٧٨ : حدَّثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مالِكٌ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا : أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قالَ : (إِذا دُعِيَ أَحَدُكُمْ إِلَى الْوَلِيمَةِ فَلْيَأْتِهَا) . [٤٨٨٤]

٤٨٧٩ : حدَّثنا مُسَدَّدٌ : حدَّثنا يَحْيَى ، عَنْ سُفْيانَ قالَ : حَدَّثَنِي مَنْصُورٌ ، عَنْ أَبِي وائِلٍ ،

---

(۳۱) قال الشیخ طاہر الجزائری الدمشقی فی توجیہ النظر الی اصول الاثر: ۵۹۳/۲ "... المزید فی متصل الاسانید: وھو کانت المخالفۃ فیہ بزیادۃ راوٍ فی الاسناد"

(۳۲) فتح الباری: ۲۹۷/۹۔

(۳۳) فتح الباری: ۲۹۹/۹۔

(۴۸۷۸) واخرجہ البخاری ایضا فی باب اجابۃ الداعی فی العرس وغیرھا رقم الحدیث: ۴۹۷۲، ومسلم فی کتاب النکاح، باب الامر باجابۃ الداعی الی دعوۃ، رقم الحدیث: ۱۴۲۹، وابوداؤد فی کتاب الاطعمۃ، باب ماجاء فی اجابۃ الدعوۃ، رقم الحدیث: ۳۷۳۶، والنسائی فی کتاب الولیمۃ، باب اجابۃ الدعوۃ، رقم الحدیث: ۶۶۰۸، وابن ماجہ فی کتاب النکاح، باب اجابۃ الداعی، رقم الحدیث: ۱۹۱۴، واخرجہ مالک فی الموطا فی کتاب النکاح، باب الولیمۃ، رقم الحدیث: ۴۹۔

عَنْ أَبِي موسى ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (فُكُّوا الْعانِيَ ، وَأَجِيبُوا الدَّاعِيَ ، وَعُودُوا الْمَرِيضَ)

[ر : ۲۸۸۱]

دعوت ولیمہ کو قبول کرنا حق ہے ، اس کے حکم میں ائمہ کا اختلاف ہے ۔

❶ ایک قول وجوب کا ہے یعنی دعوت ولیمہ قبول کرنا واجب ہے ، حنفیہ کا یک قول یہی ہے ، امام مالک کا بھی ایک قول اس کے مطابق ہے اور شوافع اور حنابلہ سے بھی ایک ایک قول یہی منقول ہے (۳۴)

❷ دوسرا قول یہ ہے کہ ولیمہ کی دعوت قبول کرنا سنت ہے اور یہی جمہور علماء کا مسلک ہے ، حنفیہ ، مالکیہ ، شوافع اور حنابلہ کے یہاں یہی راجح قول ہے (۳۵)

❸ بعض شوافع اور حنابلہ فرماتے ہیں کہ فرض کفایہ ہے ،(۳۶) علامہ ابن دقیق العید فرماتے ہیں کہ یہ اس وقت ہے جب عام لوگوں کو دعوت دی گئی ہو لیکن اگر دعوت خاص ہو تو جس کی تخصیص کی گئی ہو ، اس کا حاضر ہونا ضروری ہے (۳۷)

آگے "الدعوۃ" کا لفظ دعوت ولیمہ کے علاوہ دوسری دعوتوں کے متعلق بتانے کے لئے ہے کہ ان کا کیا حکم ہے ؟

ومن اولم سبعۃ ایام ونحوہ

اس سے امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ کیا ہے اور وہ یہ کہ ولیمہ کتنے دنوں تک کیا جاسکتا ہے ؟

جمہور علماء فرماتے ہیں کہ ولیمہ پہلے دن کرنا مسنون ، دوسرے دن کرنا جائز اور تیسرے دن مکروہ اور ریا میں داخل ہے (۳۸) ان کی دلیل زُہیر بن عثمان کی وہ روایت ہے جو امام ابوداود اور امام نسائیؒ نے نقل کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "الولیمۃ اول یوم حق، والثانی

(۳۴) فتح الباری: ۹/۳۰۱۔ المجموع شرح المہذب: ۱۵/۵۴۸۔

(۳۵) فتح الباری: ۹/۳۰۱۔ المجموع شرح المہذب: ۱۵/۵۴۸۔ نیز دیکھئے اعلاء السنن ۱۱/۱۰ باب استحباب الولیمۃ۔

(۳۶) فتح الباری: ۹/۳۰۱۔

(۳۷) فتح الباری: ۹/۳۰۱۔

(۳۸) دیکھئے المغنی لابن قدامۃ: ۷/۳، کتاب الولیمۃ، واعلاء السنن: ۱۱/۱۳، باب جواز الولیمۃ الی ایام۔

معروف، والثالث سمعة ورياء" لیکن امام بخاری کہتے ہیں لا یصح اسنادہ ولا یصح لہ صحبة نہ سند صحیح ہے اور نہ ہی زہیر بن عثمان صحابی ہیں۔

لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ زُہیر بن عثمان نے جو حدیث نقل کی ہے، اس کے مضمون میں وہ منفرد نہیں ہیں، ان کے کئی متابع بھی موجود ہیں چنانچہ ابن ماجہ نے حضرت ابوھریرہؓ سے یہ مضمون نقل کیا ہے، ابن عدی اور بیہقی نے حضرت انسؓ سے اور امام ترمذی نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے اس مفہوم کی حدیث نقل کی ہے، ترمذی کی حدیث کے الفاظ ہیں "کان طعام اول یوم حق، وطعام الیوم الثانی سنة، وطعام الیوم الثالث سمعة" حضرت ابن عباسؓ سے بھی اس مفہوم کی روایت منقول ہے (۳۹) ان روایتوں میں اگر چہ ہر روایت کی سند پر کچھ نہ کچھ کلام ہے لیکن ان سب کو جمع کرنے سے ان میں قوت پیدا ہوجاتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ حدیث کی اصل ہے، اس لئے اس کا اعتبار کیا جانا چاہئے (۴۰)

حضرات مالکیہ فرماتے ہیں کہ ولیمہ سات دن تک کیا جاسکتا ہے (۴۱)، امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی ترجمۃ الباب میں مالکیہ کی تائید فرمائی ہے اور فرمایا "ومن اولم بسبعة ایام ونحوہ ولم یوقت النبی ﷺ یوماً ولا یومین"

مالکیہ کا استدلال حضرت ابن سیرینؒ کی روایت سے ہے جس کو ابن ابی شیبہ نے نقل کیا ہے کہ ان کی بیٹی حفصہ بنت سیرین کی شادی پر سات دن تک ولیمہ کیا گیا اور امام عبدالرزاق کی روایت میں آٹھ دن کا ذکر ہے امام بخاری نے "سبعة ایام" کے بعد "ونحوہ" سے غالباً اسی آٹھ دن والی روایت کی طرف اشارہ کیا ہے (۴۲)

جمہور فرماتے ہیں کہ مذکورہ روایت لوگوں کی کثرت پر محمول ہے کہ لوگ زیادہ تھے اس لئے انہیں سات دنوں میں تقسیم کردیا تھا، ہردن مختلف لوگ آکر ولیمہ کھاتے اور اس طرح کی صورت میں تین دن سے زیادہ کا جواز ہے (۴۳)

---

(۳۹) مذکورہ تفصیل کے لئے دیکھئے فتح الباری: ۳۰۲/۹۔ وارشادالساری: ۴۴۹/۱۱۔

(۴۰) فتح الباری: ۳۰۲/۹۔

(۴۱) دیکھئے فتح الباری: ۹/ ومرقاۃ المفاتیح: ۲۵۶/۶، کتاب النکاح، باب الولیمة، والابواب والتراجم: ۷۳/۲۔

(۴۲) فتح الباری: ۳۰۲/۹۔ نیز دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۱۳/۲۔ من کان یقول یطعم فی العرس والختان، وسنن کبری للبیہقی: ۲۶۱/۷۔

(۴۳) فتح الباری: ۳۰۳/۹۔

٤٨٨٠ : حدّثنا الحسَنُ بْنُ الرَّبيعِ : حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ ، عَنِ الْأَشْعَثِ ، عَنْ مُعَاوِيَةَ ٱبْنِ سُوَيْدٍ : قالَ الْبَرَاءُ بْنُ عازِبٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا : أَمَرَنَا النَّبِيُّ ﷺ بِسَبْعٍ وَنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ : أَمَرَنَا بِعِيَادَةِ الْمَرِيضِ ، وَٱتِّبَاعِ ٱلْجَنَازَةِ ، وَتَشْمِيتِ الْعَاطِسِ ، وَإِبْرَارِ الْقَسَمِ وَنَصْرِ الْمظْلُومِ ، وَإِفْشَاءِ السَّلَامِ ، وَإِجَابَةِ ٱلدَّاعِي . وَنَهَانَا عَنْ خَوَاتِيمِ ٱلذَّهَبِ ، وَعَنْ آنِيَةِ الْفِضَّةِ ، وَعَنِ الْمَيَاثِرِ ، وَالْقَسِّيَّةِ ، وَالْإِسْتَبْرَقِ ، وَٱلدِّيبَاجِ .

تَابَعَهُ أَبُو عَوَانَةَ ، وَالشَّيْبَانِيُّ ، عَنْ أَشْعَثَ : فِي إِفْشَاءِ السَّلَامِ . [ر : ١١٨٢]

حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سات چیزوں کا حکم دیا اور سات چیزوں سے ہمیں روکا ، جن سات چیزوں کا حکم دیا وہ یہ ہیں ❶ مریض کی عیادت ❷ جنازہ کے ساتھ جانا ❸ چھینکنے والے کو جواب دینا ❹ ابرار المقسم: قسم کھانے والے کی تصدیق کرنا یا قسم دینے والے کی قسم کو پورا کرنا ❺ مظلوم کی نصرت کرنا ❻ سلام کی اشاعت کرنا ❼ اور دعوت دینے والے کی دعوت کو قبول کرنا ، اور جن سات چیزوں سے منع کیا وہ یہ ہیں ❶ خواتیم الذھب : مردوں کے لئے سونے کی انگوٹھی کا استعمال ❷ چاندی کے برتن ❸ میاثر : یہ مِیثَرَة کی جمع ہے ریشمی گدے جو سوار گھوڑے وغیرہ کی پشت پر اپنے نیچے ڈالتا ہے ❹ قسی کپڑے جن میں ریشم ملا ہوتا ہے ❺ اِستَبرَق : یہ ایک موٹی قسم کا ریشم ہے ❻ دیباج : یہ بھی ریشم کی ایک قسم ہے جس کو ابریشم کہتے ہیں ، یہ چھ ہوگئے ، ساتواں اس حدیث میں یہاں ذکر نہیں کیا ہے ، آگے کتاب اللباس میں اس کو ذکر کیا ہے ❼ حریر یعنی عام ریشم (۴۴) یہ حدیث کتاب الجنائز میں گذر چکی ہے ۔

## تابعہ ابوعوانۃ والشیبانی عن اشعث فی افشاء السلام

یعنی ابوالاحوص سلام بن سُلیم کی متابعت ابوعوانہ وضاح بن عبداللہ یشکری نے کی ہے ، امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الاشربۃ میں اس متابعت کو موصولاً نقل کیا ہے (۴۵)

اور ابواسحاق سلیمان شیبانی نے بھی ابوالاحوص کی متابعت کی ہے جس کو امام بخاری نے کتاب الاستئذان میں موصولا نقل کیا ہے (۴۶) البتہ ان کی روایت میں "افشاء السلام" کے الفاظ

(۴۴) ارشاد الساری: ۱۱/۳۵۱۔

(۴۵) عمدۃ القاری: ۲۰/۱۵۹۔

(۴۶) عمدۃ القاری: ۲۰/۱۵۹۔ وفتح الباری: ۹/۳۰۳۔

ہیں جبکہ شعبہ عن اشعث کی روایت میں "ردالسلام" کے الفاظ ہیں کتاب الجنائز میں ان کی روایت گذر چکی، روایت باب میں بھی "افشاء السلام کے الفاظ ہیں۔

**فائدہ**

ولیمہ کے علاوہ دعوت کے سلسلے میں جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ اسے قبول کرنا مستحب ہے، واجب نہیں البتہ علامہ ابن حزم اس کو واجب قرار دیتے ہیں، سرخسی شافعی نے عدم وجوب پر اجماع نقل کیا ہے (۴۷)

٤٨٨١ : حدّثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حازِمٍ ، عَنْ أَبِي حازِمٍ ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قالَ : دَعا أَبُو أُسَيْدٍ السَّاعِدِيُّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ في عُرْسِهِ ، وَكانَتِ ٱمْرَأَتُهُ يَوْمَئِذٍ خادِمَهُمْ ، وَهِيَ الْعَرُوسُ ، قالَ سَهْلٌ : تَدْرُونَ ما سَقَتْ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ ؟ أَنْقَعَتْ لَهُ تَمَرَاتٍ مِنَ اللَّيْلِ ، فَلَمَّا أَكَلَ سَقَتْهُ إِيَّاهُ . [٤٨٨٧ ، ٤٨٨٨ ، ٥٢٦٩ ، ٥٢٧٥ ، ٦٣٠٧]

حضرت سہل بن سعد نے فرمایا کہ ابواسید ساعدی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی شادی میں بلایا، ان کی بیوی مہمانوں کی خدمت کر رہی تھیں حالانکہ وہ نوبیاہتا دلہن تھیں، حضرت سہل نے فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا پلایا تھا؟ انہوں نے

---

(۴۷) فتح الباری: ۹/۳۰۷، باب اجابة الداعی فی العرس وغیرہ۔

(۴۸۸۱) واخرجہ البخاری فی عدة مواضع: باب قیام المراة علی الرجال فی العرس وخدمتهم بالنفس رقم الحدیث: ۴۹۷۵، ۴۹۷۶ فی وکتاب الاشربة، باب الانتباذ فی الاوعیة والتور، رقم الحدیث: ۵۵۹۱، وکتاب الاشربة، باب نقیع التمر مالم یسکر، رقم الحدیث: ۵۵۹۷، وفی کتاب الایمان والنذور، باب اذا حلف ان لایشرب نبیذا فشرب طلاءً اوسکراً.... رقم الحدیث: ۶۶۸۵، واخرجہ ابن ماجہ کتاب النکاح عن محمد بن الصباح، باب الولیمة رقم الحدیث ۱۹۱۲۔

٤٨٨١ : أخرجه مسلم في الأشربة ، باب : إباحة النبيذ الذي لم يشتد ولم يصر مسكرًا ، رقم : ٢٠٠٦ .

(امرأته) واسمها سلامة بنت وهب رضيَ الله عنها . (خادمهم) تقوم بخدمتهم وتقدم لهم الضيافة ، وكان ذلك قبل أن يفرض الحجاب . علىٰ أنه ليس في مجموع طرق الحديث ما يدل أنها جلست معهم ، أو أظهرت لهم الزينة أو مواضعها ، وعليه : فلا إشكال ، ولا ممسك لذوي النفوس الضعيفة والقلوب المريضة ، في مثل هذه الحوادث ، إذ لا يمتنع دخول المرأة مجالس الرجال وخدمتهم ، إذا كانت هناك حاجة . وكانت محتجبة بالحجاب الذي افترضه الله عز وجل .

رات کو کھجوریں پانی میں بھگو دی تھیں، پس جب آپ کھانا کھا چکے تو وہی انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پلایا، أَنْقَعَتْ: إِنْقَاع سے ہے، پانی میں بھگونا۔

## ۷۲ - باب: مَنْ تَرَكَ الدَّعْوَةَ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَرَسُولَهُ

۴۸۸۲: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِيمَةِ، يُدْعَى لَهَا الْأَغْنِيَاءُ وَيُتْرَكُ الْفُقَرَاءُ، وَمَنْ تَرَكَ الدَّعْوَةَ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ تَعَالَى وَرَسُولَهُ ﷺ.

امام بخاری رحمہ اللہ یہاں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ کسی آدمی کو دعوت دی گئی اور اس نے اس کو چھوڑ دیا تو وہ اللہ اور اس کے رسول کا نافرمان ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ ابن حزم کی طرح امام بخاری کے نزدیک بھی دعوت کو قبول کرنا واجب ہے، لیکن ان کے نزدیک بھی وجوب اس وقت ہے جب کوئی عذر نہ ہو۔

## ۷۳ - باب: مَنْ أَجَابَ إِلَى كُرَاعٍ

۴۸۸۳: حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، عَنْ أَبِي حَمْزَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: (لَوْ دُعِيتُ إِلَى كُرَاعٍ لَأَجَبْتُ، وَلَوْ أُهْدِيَ إِلَيَّ كُرَاعٌ لَقَبِلْتُ).
[ر: ۲۴۲۹]

کراع پنڈلی کے اس حصے کو کہتے ہیں جو ٹخنے سے اوپر ہوتا ہے، جیسے ہاتھ کے اندر کلائی ہوتی ہے، اردو میں اس کو سری پائے کہہ سکتے ہیں (۱)

حدیث میں ہے کہ اگر کوئی مجھے کراع (سری پائے جیسی حقیر چیزوہاں کا عرف یہی تھا

---

(۱) عمدة القاری: ۲۰/۱۶۱۔

(۴۸۸۲) واخرجه مسلم فی کتاب النکاح، باب الامر باجابة الداعی الی دعوة، رقم الحدیث: ۱۴۳۲، واخرجه ابوداؤد فی کتاب الاطعمة، باب ماجاء فی اجابة الدعوة، رقم الحدیث: ۳۷۴۲، واخرجه النسائی، واخرجه ابن ماجه فی کتاب النکاح، باب اجابة الداعی، رقم الحدیث: ۱۹۱۳۔

جب کہ ہمارے یہاں اس کا عکس ہے ) کی دعوت بھی دے تو میں اس کو قبول کروں گا۔

امام غزالی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ کراع سے یہاں بکری کے پائے مراد نہیں بلکہ مدینہ اور مکہ کے درمیان واقع "کراع الغمیم" مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ اگر مجھے کوئی "کراع الغمیم" جیسی دور جگہ میں بھی دعوت کے لئے کہے تو میں بُعد مکان کے باوجود وہاں جاؤں گا، چنانچہ امام غزالی نے "کراع" کے بعد "الغمیم" کا اضافہ کرکے "کراع الغمیم" کے الفاظ کے ساتھ اس حدیث کو ذکر کیا ہے لیکن اس زیادتی کی کوئی اصل نہیں اور جمہور اس میں "کراع" سے بکری وغیرہ کے پائے ہی مراد لیتے ہیں اور منشا یہ ہے کہ اگر دعوت کسی معمولی چیز کی بھی ہو اسے قبول کرلینا چاہئے (۲)

## ٧٤ - باب : إِجَابَةِ ٱلدَّاعِي فِي الْعُرْسِ وَغَيْرِهِ

٤٨٨٤ : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ ٱللّٰهِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ : حَدَّثَنَا الحجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قالَ : قالَ ٱبْنُ جُرَيْجٍ : أَخْبَرَنِي مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ ، عَنْ نَافِعٍ قالَ : سَمِعْتُ عَبْدَ ٱللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُولُ : قالَ رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ : (أَجِيبُوا هٰذِهِ ٱلدَّعْوَةَ إِذَا دُعِيتُمْ لَهَا)

قالَ : وَكانَ عَبْدُ ٱللّٰهِ يَأْتِي ٱلدَّعْوَةَ فِي الْعُرْسِ وَغَيْرِ الْعُرْسِ وَهُوَ صَائِمٌ . [ر : ٤٨٧٨]

"فی العرس" سے مراد ولیمہ ہے اور "وغیرہ" سے عام دعوت مراد ہے، روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ روزے کی حالت میں بھی دعوت میں جایا کرتے تھے، اس میں یہ ضروری نہیں کہ وہ اپنا روزہ بھی افطار کرلیا کرتے تھے، فقہاء نے اس سلسلہ میں یہ تفصیل لکھی ہے کہ اگر روزہ نفل ہے اور افطار نہ کرنے سے داعی کو تکلیف اور ناراضگی ہو تو ایسی صورت میں وہ نفل روزہ افطار کرلینا چاہئے اور یہ دعوت اس کے حق میں عذر شمار ہوگی لیکن اگر روزہ نفل نہیں ہے یا داعی کو افطار نہ کرنے کی صورت میں کوئی خلش اور تکلیف محسوس نہ ہوتی ہو تو ایسی صورت میں پھر افطار نہیں کرنا چاہئے بلکہ داعی کے حق میں دعا کرکے واپس آجانا چاہئے (۳)

---

(۲) دیکھئے فتح الباری: ۳۰۶/۹۔

(۳) فتح الباری: ۳۰۸/۹، وعمدۃ القاری: ۱۹۲/۲۰۔

٧٥ - باب : ذَهَابِ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ إِلَى الْعُرْسِ

٤٨٨٥ : حدثنا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْمُبَارَكِ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ ابْنُ صُهَيْبٍ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قالَ : أَبْصَرَ النَّبِيُّ ﷺ نِساءً وَصِبْيَانًا مُقْبِلِينَ مِنْ عُرْسٍ ، فَقَامَ مُمْتَنًّا فَقَالَ : (اللّٰهُمَّ أَنْتُمْ مِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ) . [ر : ٣٥٧٤]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ شادی میں شرکت کے لئے عورتوں اور بچوں کا جانا حدیث سے ثابت ہے اور سنت میں اس کی اصل موجود ہے ، شادی کے سلسلہ میں اسراف ، فضول خرچی ، اور نمود ونمائش کی گنجائش یقیناً شریعت میں نہیں ہے لیکن اس میں اس قدر تقشف اور سادگی اختیار کرلینا کہ کسی کو شریک ہی نہ کیا جائے یہ بھی غلو اور نامناسب ہے ۔

روایت کی سند میں تمام راوی بصری ہیں (۴) ، حضرت انس ؓفرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کو شادی سے سامنے آتے ہوئے دیکھا تو ان کی طرف سیدھے کھڑے ہوکر فرمانے لگے کہ آپ لوگ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں ۔

مُمتنا : یہ مُنۃ سے ماخوذ ہے جس کے معنی قوت اور طاقت کے ہیں (۵) یعنی آپ ان کی طرف قوت وطاقت اور نشاط کے ساتھ کھڑے ہوئے اور فرمایا "اللھم أنتم من احب الناس الی" اس میں "اللھم" کا لفظ بطور تبرک ذکر کیا ہے یا اپنی سچائی کے لئے بطور گواہی اس کا ذکر کیا گیا ہے (۶) ۔

٧٦ - باب : هَلْ يَرْجِعُ إِذَا رَأَى مُنْكَرًا فِي الدَّعْوَةِ .

وَرَأَى ابْنُ مَسْعُودٍ صُورَةً فِي الْبَيْتِ فَرَجَعَ . ودعا ابْنُ عُمَرَ أَبا أَيُّوب . فَرَأَى فِي الْبَيْتِ سِتْرًا عَلَى الْجِدَارِ ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ : غَلَبَنَا عَلَيْهِ النِّسَاءُ . فَقَالَ : مَنْ كُنْتُ أَخْشَى عَلَيْهِ فَلَمْ أَكُنْ أَخْشَى عَلَيْكَ . وَاللّٰهِ لَا أَطْعَمُ لَكُمْ طَعَامًا . فرجع

(۴)فتح الباری:۳۰۹/۹۔

(۵)فتح الباری:۳۰۹/۹۔

(۶)ارشاد الساری:۴۵۵/۱۱۔

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ دعوت میں اگر کوئی منکر چیز نظر آجائے تو لوٹ آنا چاہئے اور اس میں شرکت نہیں کرنی چاہئے ، اس پر انہوں نے مختلف آثار پیش کئے ۔

## ورای ابن مسعود صورة فی البیت فرجع

مستملی ، اصیلی ، قابسی اور عبدوس کی روایت میں " ابن مسعود " ہے اور باقی روایتوں میں " ابومسعود " ہے ، حافظ ابن حجر نے اس دوسری روایت کو صحیح اور پہلی کو تصحیف قرار دیا اور فرمایا کہ یہ اثر حضرت ابو مسعود عقبہ بن عمرو کا ہے جس کو بیہقی نے موصولا نقل کیا ہے (۷)

اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے ساتھ بھی اسی طرح کا واقعہ پیش آیا ہو کہ انہوں نے گھر میں تصویر دیکھی تو وہاں سے واپس ہوگئے (۸)

## ودعا ابن عمر ابا ایوب، فرای فی البیت سترا...

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے حضرت ابوایوب انصاریؓ کو دعوت دی وہ جب ان کے گھر آئے تو دیوار پر ایک پردہ دیکھا تو حضرت ابن عمر نے معذرت کے طور پر کہا کہ اس سلسلہ میں ہم پر عورتیں غالب آگئیں اور یہ پردہ لٹکادیا ، حضرت ابوایوب انصاریؓ نے فرمایا " جن لوگوں کے بارے میں مجھے اندیشہ ہوسکتا تھا (کہ وہ اس طرح امر منکر کا ارتکاب کریں گے ) وہ اور لوگ ہیں آپ کے بارے میں تو مجھے اندیشہ نہیں تھا (کہ تم بھی اس طرح کے معاملہ میں عورتوں سے مغلوب ہوجاؤگے ) واللہ ! میں تمہارا کھانا نہیں کھاؤں گا اور واپس چلے گئے امام احمد نے اس اثر کو موصولا نقل کیا ہے ۔

علامہ ابن بطالؒ فرماتے ہیں کہ کسی ایسی دعوت میں جہاں کوئی منکر ہورہا ہو شرکت نہیں کرنی چاہئے ، کیونکہ شرکت کرنے سے آپ کی طرف سے ان منکرات پر رضامندی کا اظہار ہوگا ، تفصیل اس کی یہ ہے کہ اگر وہاں کوئی امر منکر حرام کا ارتکاب ہورہا ہو اور اس کے ازالہ پر وہ قادر ہو

---

(سترا) ستارة يغطى بها الجدار . كالسجاد الذي يوضع في أيامنا على الجدران في كثير من البيوت . وإنما أنكره لأنه لا فائدة في استعماله . فهو نوع من التبذير . (من كنت ..) أي إن كنت أخشى على أحد أن يغلب على أمره . ويفعل في بيته مثل هذا المنكر . فلم أكن أخشى أن تكون أنت . لما أعلم من ورعك وقوتك في دين الله عز وجل

(۷)فتح الباری:۳۱۰/۹۔

(۸)فتح الباری:۳۱۰/۹۔

تو اس کو ختم کر دینا چاہئے اور ایسی صورت میں وہاں جانے میں کوئی حرج نہیں اور شرکت کرسکتا ہے۔

لیکن اگر اس کو ختم کرنے پر وہ قادر نہ ہو تو ایسی صورت میں لوٹ جانا چاہئے اور شرکت نہیں کرنی چاہئے۔

اور اگر وہاں کسی حرام کام کا ارتکاب نہ ہو بلکہ مکروہ تنزیہی کا کوئی عمل ہورہا ہو تو ایسی صورت میں شرکت کی جاسکتی ہے لیکن یہ بھی تقوی اور ورع کے خلاف ہے، تقوی کا تقاضہ یہی ہے کہ اس میں شرکت نہ کی جائے (۹)

صاحب ہدایہ نے اس مسئلے کو تفصیل سے بیان کرتے ہوئے لکھا ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ اگر جانے سے پہلے معلوم ہوجائے کہ وہاں منکرات اور حرام کا ارتکاب ہوگا تو جانا جائز نہیں، اگر جانے کے بعد معلوم ہو تو پھر دو صورتیں ہیں اگر وہ مقتدی اور پیشوا ہے تو اسے شرکت نہیں کرنی چاہئے الا یہ کہ اس کے کہنے پر منکرات ختم کردئے جائیں تو پھر شریک ہوسکتا ہے لیکن اگر وہ عام آدمی ہے تو اس کے لئے شرکت کی گنجائش ہے۔

امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھے ابتلاء پیش آیا تو میں نے صبر سے کام لیا صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ یہ امام صاحب کے مقتدا بننے سے پہلے کا واقعہ ہے (۱۰)

خود حضرت ابن عمرؓ کا واقعہ بھی امام احمدؒ نے کتاب الزہد میں نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ ایک مرتبہ کسی صحابی کے مکان میں داخل ہوئے، وہاں انہوں نے پردہ لٹکا ہوا دیکھا تو آپ نے فرمایا تمہارے مکان میں یہ کعبہ کب سے آگیا ہے؟ (۱۱)

امام مسلمؒ نے حضرت عائشہؓ کی روایت نقل کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ان اللہ لم یامرنا ان نکسو الحجارۃ والطین" (۱۲)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مکانوں میں پردہ لٹکانے کا کیا حکم ہے۔

شوافع کے دو قول ہیں اور امام مالک کی بھی دو روایتیں ہیں، ❶ ایک یہ کہ پردے لٹکانا حرام ہے اور ❷ دوسرا یہ کہ مکروہ تنزیہی ہے، ان کا راجح قول یہی دوسرا ہے (۱۳)

---

(۹) مذکورہ تفصیل کے لئے دیکھئے فتح الباری: ۳۱۱/۹۔

(۱۰) دیکھئے الہدایۃ، کتاب الکراھیۃ: ۴۵۵/۴، فیض الباری: ۲۰۱/۴۔

(۱۱) فتح الباری: ۳۱۰/۹۔

(۱۲) فتح الباری: ۳۱۱/۹، و صحیح مسلم: ۲۰۰/۱ ۳۸

(۱۳) شوافع کے مسلک کے لئے دیکھئے فتح الباری: ۳۱۱/۹۔

حضرات حنفیہ فرماتے ہیں کہ ضرورت ہو تو کوئی مضائقہ نہیں اور بغیر ضرورت کے مکروہ ہے (۱۴)

٤٨٨٦ : حدّثنا إسماعيلُ قال : حدَّثني مالكٌ . عنْ نافِعٍ ، عنِ الْقاسِمِ بْنِ مُحمَّدٍ ، عنْ عائِشَةَ زَوْجِ النَّبيِّ ﷺ أنَّها أخْبرَتْهُ : أنَّها اشْترَتْ نُمْرُقَةً فِيها تصاوِيرُ . فلمَّا رآها رسُولُ اللهِ ﷺ قامَ عَلَى الْبابِ فلَمْ يَدْخُلْ ، فعرفْتُ في وجْهِه الْكراهِيةَ . فقُلْتُ : يا رسُولَ اللهِ أتوبُ إلَى اللهِ وإلى رسُولِهِ ، ماذا أذْنبْتُ ؟ فقالَ رسُولُ اللهِ ﷺ : (ما بالُ هذهِ النُّمْرُقَةِ) . قالَتْ : فقُلْتُ : اشْترَيْتُها لكَ لتقْعُدَ عليْها وتَوسَّدَها . فقالَ رسُولُ اللهِ ﷺ : (إنَّ أصْحابَ هٰذهِ الصُّورِ يُعذَّبُونَ يوْمَ الْقِيامَةِ ، ويُقالُ لهُمْ : أحْيوا ما خلَقْتُمْ . وقال : إنَّ الْبيْتَ الَّذي فيهِ الصُّورُ لا تدْخُلُهُ الْملائِكَةُ) . [ر : ١٩٩٩]

اس روایت پر تفصیلی کلام ان شاء اللہ آگے کتاب اللباس میں آئے گا۔

نُمْرُقة (نون اور راء کے ضمہ اور میم کے سکون کے ساتھ) چھوٹا تکیہ، وسادة صغيرة

٧٧ - باب : قِيامِ الْمَرْأَةِ عَلَى الرِّجالِ فِي الْعُرْسِ وَخِدْمَتِهِمْ بِالنَّفْسِ .

٤٨٨٧ : حدّثنا سعِيدُ بْنُ أبِي مرْيَمَ : حدَّثنا أبو غسَّانَ قالَ : حدَّثني أبو حازِمٍ ، عنْ سهْلٍ قالَ : لمَّا عرَّسَ أبو أُسيْدٍ السَّاعِدِيُّ دعا النَّبيَّ ﷺ وأصْحابَهُ ، فما صنَعَ لهُمْ طعَامًا ولا قرَّبَهُ إلَيْهِمْ إلَّا امْرأتُهُ أُمُّ أُسيْدٍ ، بلَّتْ تمَراتٍ في تَوْرٍ مِنْ حِجارَةٍ مِنَ اللَّيْلِ ، فلمَّا فرَغَ النَّبيُّ ﷺ مِنَ الطَّعامِ أماثَتْهُ لهُ فسقَتْهُ ، تُتْحِفُهُ بِذٰلكَ . [ر : ٤٨٨١]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ اگر شادی کے موقعہ پر دلہن ہی مہمانوں کی خدمت کے لئے کھڑی ہوجائے تو اس میں اعتراض کرنے کی ضرورت نہیں ہے، سنت میں اس کی اصل موجود ہے۔

حدثنا سعید

اس میں ابو اسید ساعدی کا واقعہ بیان کیا گیا ہے جو گذر چکا، ان کا نام مالک بن ربیعہ ہے،

(۱۴) حنفیہ کے مذہب کے لئے دیکھئے، ردالمحتار علی در المختار کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی اللبس: ۵/ ۲۶۰۔

اور ان کی بیوی ام اُسید کا نام سلامہ بنت وعیب ہے (۱۵)

بلت التمرات فی تور من حجارۃ من اللیل

یعنی ام اسید نے رات کو کھجوریں پتھر سے بنے ہوئے ایک پیالہ میں بھگودی تھیں تور: برتن، پیالہ

أَمَاثَتْهُ لَهُ فَسَقَتْهُ تُتْحِفُهُ بِذٰلِك

یعنی ام اسید نے اس پیالے کی کھجوروں کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ملکر شربت بنایا اور پھر بطور تحفہ آپ کے سامنے پیش کرتے ہوئے وہ پیالہ آپؐ کو پلایا۔

اماثت: باب افعال سے واحد موئث کا صیغہ ہے، اماث-- اماثۃ: کسی چیز کو پانی میں پگھلانا، حل کرنا۔ أی أَمَاثَتْ تَوْراً مِنَ الحجارۃ للنبی ﷺ یعنی ام اُسید نے پتھر کے بنے ہوئے اس پیالے کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حل کیا، مطلب یہ ہے کہ اس پیالے میں کھجوروں کو ملکر شربت بنایا

تُتْحِفُهُ: تُتْحِفُ: یہ باب افعال إتحاف سے واحد موئث کا صیغہ ہے اور ضمیر منصوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے أَتْحَفَ-- إِتْحَافاً: تحفہ دینا، تحفہ پیش کرنا۔

نسفی کی روایت میں اسی طرح ہے اور مستملی اور سرخسی کی روایت میں "تُحْفَةً بذلك" کے الفاظ ہیں تُحْفَةً أَیْ هَدِيَّةً (۱٦)

٧٨ - باب : النَّقِيعِ وَالشَّرَابِ الَّذِي لا يُسْكِرُ فِي الْعُرْسِ .

٤٨٨٨ : حدّثنا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقَارِيُّ ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ قَالَ : سَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ : أَنَّ أَبَا أُسَيْدٍ السَّاعِدِيَّ دَعَا النَّبِيَّ ﷺ لِعُرْسِهِ . فَكَانَتِ امْرَأَتُهُ خَادِمَهُمْ يَوْمَئِذٍ ، وَهِيَ الْعَرُوسُ - فَقَالَتْ ، أَوْ-- قَالَ : أَتَدْرُونَ مَا أَنْقَعَتْ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ ؟ أَنْقَعَتْ لَهُ تَمَرَاتٍ مِنَ اللَّيْلِ فِي تَوْرٍ . [ر : ٤٨٨١]

(فقالت أو قال) بالشك . وفي رواية : فقالت . بالجزم . وكلاهما خطأ ، وتقدم في الرواية الماضية رقم (٤٨٨١) : (قال سهل) وهي المعتمدة ، فالحديث من رواية سهل . وليس لأم أسيد فيه رواية

(۱۵) ارشاد الساری: ۱۱/۴۵۷۔

(۱٦) دیکھئے فتح الباری: ۹/۳۱۳۔

شادی کے موقع پر شربت وغیرہ پلانے کا رواج ہے، امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی حرج نہیں، چاہے کھجور کا شربت ہو یا کوئی دوسرا شربت، لیکن مسکر نہیں ہونا چاہئے، نقیع اس شربت کو کہتے ہیں جو خشک انگور یا خشک کھجور کو پانی وغیرہ میں بھگو کر بنایا جاتا ہے (۱۷)

٧٩ - باب : المُداراةِ مَعَ النِّساءِ . وَقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ : (إِنَّمَا المَرْأَةُ كالضِّلَعِ) .

٤٨٨٩ : حدَّثنا عَبْدُ العَزيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ قال : حدَّثني مالِكٌ ، عَنْ أَبِي الزِّنادِ ، عَنِ الأَعْرَجِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ : أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قال : (المَرْأَةُ كالضِّلَعِ ، إِنْ أَقَمْتَها كَسَرْتَها ، وَإِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِها اسْتَمْتَعْتَ بِها وَفِيها عِوَجٌ) . [ر : ٣١٥٣]

مطلب یہ ہے کہ عورتوں کے ساتھ لطف، مہربانی اور نرمی کا معاملہ ہونا چاہئے، آپؐ نے فرمایا کہ عورت پسلی کی طرح (ٹیڑھی) ہوتی ہے، آپ نرمی کے ساتھ اس سے انتفاع حاصل کرسکتے ہیں، لیکن اگر آپ نے اس کو بالکل سیدھا کرنے کی کوشش کی تو آپ اسے توڑ دیں گے اور اس سے کوئی بھی فائدہ حاصل نہیں کرسکیں گے، اس لئے عورت کی تھوڑی بہت کجی گوارا کرلینی چاہئے۔

لیکن یہ حکم امور معاشرت اور امور دنیاویہ کے سلسلہ میں ہے، امور دین کے سلسلے میں ایسا حکم نہیں کہ وہ دین کے احکام پامال کرتی رہے اور اس پر کوئی قدغن نہ لگائی جائے، دینی امور کے سلسلہ میں اس کی نگرانی اور اس کو تنبیہ کرنی چاہئے لیکن اس میں بھی عموماً نرمی اور شفقت ہی مفید ہوتی ہے۔

٨٠ - باب : الوَصَاةِ بالنِّساءِ .

وَصَاة: یہ وَصِيَّةٌ میں ایک لغت ہے (۱۸)

٤٨٩٠ : حدَّثنا إِسْحٰقُ بْنُ نَصْرٍ : حدَّثنا حُسَيْنٌ الجُعْفِيُّ ، عَنْ زائِدَةَ ، عَنْ مَيْسَرَةَ ، عَنْ

(۱۷) عمدۃ القاری: ۲۰/۱۶۵۔

(۱۸) فتح الباری: ۹/۳۱۵۔

أَبِي حازِمٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (مَنْ كانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلا يُؤْذِي جارَهُ ، وَاسْتَوْصُوا بِالنِّساءِ خَيْرًا ، فَإِنَّهُنَّ خُلِقْنَ مِنْ ضِلَعٍ ، وَإِنَّ أَعْوَجَ شَيْءٍ فِي الضِّلَعِ أَعْلاهُ ، فَإِنْ ذَهَبْتَ تُقِيمُهُ كَسَرْتَهُ ، وَإِنْ تَرَكْتَهُ لَمْ يَزَلْ أَعْوَجَ ، فَاسْتَوْصُوا بِالنِّساءِ خَيْرًا) .

[ر : ۳۱۵۳]

مطلب یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے والا اپنے پڑوسی کو تکلیف نہیں دیتا اور بیوی چونکہ انسان کی عمر بھر کی رفیق اور پڑوسی ہوتی ہے اس لئے اس کو بھی تکلیف نہ دینا ایمان کے تقاضوں میں داخل ہے۔

آگے فرمایا "استوصوابالنساء خیراً" عورتوں کے سلسلے میں حسن سلوک اور بھلائی کی وصیت کو تم قبول کرو، یہ پسلی سے پیدا کی گئی ہیں۔

داودی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت حواء علیہا السلام کو حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا کیا گیا تھا، چونکہ عورتیں حضرت حواء علیہا السلام ہی کی صنف میں داخل ہیں اس لئے ان کے متعلق فرمایا گیا کہ وہ پسلی سے پیدا کی گئی ہیں (۱۹)

## إنّ أعوج شيء في الضّلع أعلاه

یعنی سب سے زیادہ ٹیڑھی پسلی اوپر والی ہوتی ہے، اگر آپ اسے سیدھا کرنے کی کوشش کریں گے تو آپ اسے توڑ دیں گے اور اگر چھوڑ دیں گے تو وہ برابر ٹیڑھی رہے گی۔

لہذا اگر عورت کسی وقت زبان درازی کرے، یا آپ کی ہدایت کی خلاف ورزی کرے تو آپ کو تحمل سے کام لینا چاہئے، اس طرح غالب امکان ہے کہ آپ اس کی اصلاح میں کامیاب ہوجائیں گے، لیکن اگر آپ نے چاہا کہ وہ پہلے ہی دن بالکل سیدھی ہوجائے تو وہ ٹوٹ جائے گی اور اس سے انتفاع حاصل نہیں کیا جاسکے گا۔

۴۸۹۱ : حدّثنا أَبو نُعَيْمٍ : حَدَّثَنا سُفْيانُ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينارٍ ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُما قالَ : كُنَّا نَتَّقِي الْكَلامَ وَالِانْبِساطَ إِلَى نِسائِنا عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ ، هَيْبَةَ أَنْ يُنْزَلَ فِينا شَيْءٌ ، فَلَمَّا تُوُفِّيَ النَّبِيُّ ﷺ تَكَلَّمْنا وَانْبَسَطْنا .

(۱۹) عمدة القاري: ۲۰/۱۶۵۔

(۴۸۹۱) واخرجہ ابن ماجہ فی کتاب الجنائز، باب ذکر وفاتہ ودفنہ ﷺ، رقم الحدیث: ۱۶۳۲۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہم عورتوں کے ساتھ بے تکلفی اور دل لگی کرنے سے گھبرایا کرتے تھے کہ کہیں ہمارے بارے میں کوئی آیت نازل نہ ہوجائے لیکن جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کاوصال ہوگیا تو پھر ہم عورتوں کے ساتھ بے تکلف بات چیت اور دل لگی کرنے لگے (کیونکہ شرعی لحاظ سے اس کی کوئی ممانعت نہیں آئی)

## روایتِ باب کا ترجمۃ الباب سے تعلق

اس روایت کا بظاہر ترجمۃ الباب سے تعلق نظر نہیں آتا لیکن ذرا غور کرنے سے ترجمۃ الباب کے ساتھ روایت کی دقیق مناسبت معلوم ہوجاتی ہے کیونکہ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ ہم عورتوں کے ساتھ بے تکلفی اور انبساط سے ڈرتے تھے، اس سے یہ مفہوم از خود نکل آتا ہے کہ عورتوں پر ظلم وزیادتی کرنے سے بھی ہم ڈرا کرتے تھے، چونکہ اس دوسری صورت میں بطریق اولی قرآن کریم کی آیت کے نازل ہونے کا احتمال تھا (۲۰)

اصل میں ہوتا یہ ہے کہ عورت کے ساتھ جب انسان زیادہ بے تکلف ہوجاتا ہے تو وہ جری ہوکر سر پر چڑھ جاتی ہے اور بسا اوقات گستاخی تک نوبت آجاتی ہے جو شوہر کے لئے قابل برداشت نہیں ہوتی اور اس طرح مارپیٹ کی نوبت آجاتی ہے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم اس خوف سے کہ انبساط کے نتیجہ میں مارپیٹ کی نوبت آجائے اور پھر قرآن کریم کی کوئی آیت ہمارے بارے میں نازل ہو ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عورتوں کے ساتھ محتاط رویہ اختیار کرتے تھے اور چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نزول وحی کا کوئی سلسلہ رہا نہیں اس لئے ہم عورتوں کے ساتھ بے تکلفی اور انبساط اختیار کرنے لگے اور خوف کی وجہ سے ہم جو بہت محتاط رہتے تھے اس احتیاط کو ختم کردیا۔

اور علامہ عینی ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث کی مناسبت کے متعلق لکھتے ہیں:

---

(۲۰) دیکھئے الابواب والتراجم: ۲/۴۳، حضرت گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "قولہ: "کنا نتقی الکلام والانبساط" وذلک لاستلزامہ شیئاً من الضرب والتادیب؛ فان الرجل اذا انبسط الی اہلہ، ادی ذلک الی دل وقلۃ مبالاۃ بامر الزوج؛ فیقع العصیان، ویؤدی ذلک الی ضرب وتادیب، وقد کانوا نہوا عن ذلک، وبذلک یطابق الحدیث بالترجمۃ" (وانظر لامع الدراری: ۹/۳۱۲)

وقال العینی فی عمدۃ القاری: ۲۰/۱۶۷ ـ "یمکن ان تؤخذ المطابقۃ من قولہ: "وانبسطنا" لان الانبساط الیہن من جملۃ الوصایا بہن"

یمکن ان تؤخذ المطابقة من قولہ: "وانبسطنا" لان الانبساط الیهن من جملة الوصایا بهن۔

٨١ - باب : «قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا» /التحريم : ٦/ .

٤٨٩٢ : حدّثنا أَبُو النُّعْمَانِ : حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْؤُولٌ ، فَالْإِمَامُ رَاعٍ وَهُوَ مَسْؤُولٌ ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِهِ وَهُوَ مَسْؤُولٌ ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى بَيْتِ زَوْجِهَا وَهِيَ مَسْؤُولَةٌ ، وَالْعَبْدُ رَاعٍ عَلَى مَالِ سَيِّدِهِ وَهُوَ مَسْؤُولٌ أَلَا فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْؤُولٌ) . [ر : ٨٥٣]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ اپنے گھر والوں کی خبر گیری کرنا اور ان کی اصلاح کرنا آدمی کے ذمہ لازم ہے۔

اس سے پہلے باب میں حدیث نقل فرمائی کہ عورت پسلی کی طرح ٹیڑھی ہوتی ہے، اس میں کجی ہوتی ہے، اس لئے دنیوی معاملات میں ان کے ساتھ نرمی اور چشم پوشی کا رویہ اختیار کیا جانا چاہئے، اس باب کے بعد مذکورہ باب قائم کر کے امام بخاری نے اس طرف اشارہ کر دیا کہ یہ نرمی اور چشم پوشی دنیوی امور اور گھریلو معاملات میں اختیار کرنی چاہئے لیکن دین کے معاملات میں اس طرح کی اجازت نہیں بلکہ وہاں "قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا" کا حکم ہے آگ سے بچنے کے لئے اپنے آپ کو بھی دین پر مضبوطی سے قائم رکھنا چاہئے اور اپنے گھر والوں کو بھی دین پر مضبوطی کے ساتھ قائم رکھنے کی کوشش کرنی چاہئے، موجب نار حرکتوں سے بچانے میں اغماض اور چشم پوشی کی کوئی گنجائش نہیں (۲۱)

لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ اصلاح کیلئے سختی کا طریقہ اختیار کیا جائے چونکہ وہ عموماً مفید ہونے کے بجائے عورتوں کی ضد کی عادت کی وجہ سے مضر ہوتا ہے اس لئے اغماض یا چشم پوشی تو درست نہیں لیکن سمجھانے کے لئے حکمت اور نرمی سے کام لیا جانا چاہئے۔

٨٢ - باب : حُسْنِ المُعَاشَرَةِ مَعَ الْأَهْلِ .

٤٨٩٣ : حدّثنا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَا : أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ :

(۲۱) الابواب والتراجم: ۲/۶۳۔

حَدَّثَنا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُرْوَةَ ، عَنْ عُرْوَةَ ، عَنْ عائِشَةَ قالَتْ : جلس إِحْدَى عَشْرَةَ امْرَأَةً ، فتعاهَدْنَ وَتعاقَدْنَ أَنْ لَا يَكْتُمْنَ مِنْ أَخْبارِ أَزْواجِهِنَّ شَيْئًا . قالَتِ الأُولى : زَوْجِي لَحْمُ جَمَلٍ غَثٍّ ، عَلَى رَأْسِ جَبَلٍ : لَا سَهْلٍ فَيُرْتَقى وَلَا سَمِينٍ فَيُنْتَقَلُ . قالَتِ الثَّانِيَةُ : زَوْجِي لَا أَبُثُّ خَبَرَهُ ، إِنِّي أَخافُ أَنْ لَا أَذَرَهُ ، إِنْ أَذْكُرْهُ أَذْكُرْ عُجَرَهُ وَبُجَرَهُ . قالَتِ الثَّالِثَةُ : زَوْجِي الْعَشَنَّقُ ، إِنْ أَنْطِقْ أُطَلَّقْ وَإِنْ أَسْكُتْ أُعَلَّقْ . قالَتِ الرَّابِعَةُ : زَوْجِي كَلَيْلِ تِهامَةَ ، لَا حَرٌّ وَلَا قُرٌّ ، وَلَا مَخافَةَ وَلَا سَآمَةَ . قالَتِ الْخامِسَةُ : زَوْجِي إِنْ دَخَلَ فَهِدَ ، وَإِنْ خَرَجَ أَسِدَ ، وَلَا يَسْأَلُ عَمَّا عَهِدَ . قالَتِ السَّادِسَةُ : زَوْجِي إِنْ أَكَلَ لَفَّ ، وَإِنْ شَرِبَ اشْتَفَّ ، وَإِنِ اضْطَجَعَ الْتَفَّ ، وَلَا يُولِجُ الْكَفَّ لِيَعْلَمَ الْبَثَّ . قالَتِ السَّابِعَةُ : زَوْجِي غَيَاياءُ ، أَوْ عَيَاياءُ ، طَبَاقاءُ ، كُلُّ داءٍ لَهُ داءٌ ، شَجَّكِ أَوْ فَلَّكِ أَوْ جَمَعَ كُلًّا لَكِ . قالَتِ الثَّامِنَةُ : زَوْجِي الْمَسُّ مَسُّ أَرْنَبٍ ، وَالرِّيحُ رِيحُ زَرْنَبٍ . قالَتِ التَّاسِعَةُ : زَوْجِي رَفِيعُ الْعِمادِ ، طَوِيلُ النِّجادِ ، عَظِيمُ الرَّمادِ ، قَرِيبُ الْبَيْتِ مِنَ النَّادِ . قالَتِ الْعاشِرَةُ : زَوْجِي مالِكٌ وَما مالِكٌ ، مالِكٌ خَيْرٌ مِنْ ذلِكَ ، لَهُ إِبِلٌ كَثِيراتُ الْمَبارِكِ ، قَلِيلاتُ الْمَسارِحِ ، وَإِذا سَمِعْنَ صَوْتَ الْمِزْهَرِ ، أَيْقَنَّ أَنَّهُنَّ هَوالِكُ . قالَتْ الحادِيَةَ عَشْرَةَ : زَوْجِي أَبُو زَرْعٍ ، فَما أَبُو زَرْعٍ ، أَناسَ مِنْ حُلِيٍّ أُذُنَيَّ ، وَمَلأَ مِنْ شَحْمٍ عَضُدَيَّ ، وَبَجَّحَنِي فَبَجِحَتْ إِلَيَّ نَفْسِي ، وَجَدَنِي فِي أَهْلِ غُنَيْمَةٍ بِشِقٍّ ، فَجَعَلَنِي فِي أَهْلِ صَهِيلٍ وَأَطِيطٍ ، وَدائِسٍ وَمُنَقٍّ ، فَعِنْدَهُ أَقُولُ فَلا أُقَبَّحُ ، وَأَرْقُدُ فَأَتَصَبَّحُ ، وَأَشْرَبُ فَأَتَقَنَّحُ . أُمُّ أَبِي زَرْعٍ ، فَما أُمُّ أَبِي زَرْعٍ ، عُكُومُها رَداحٌ ، وَبَيْتُها فَساحٌ . ابْنُ أَبِي زَرْعٍ ، فَما ابْنُ أَبِي زَرْعٍ ، مَضْجِعُهُ كَمَسَلِّ شَطْبَةٍ ، وَيُشْبِعُهُ ذِراعُ الْجَفْرَةِ . بِنْتُ أَبِي زَرْعٍ ، فَما بِنْتُ أَبِي زَرْعٍ ، طَوْعُ أَبِيها ، وَطَوْعُ أُمِّها ، وَمِلْءُ كِسائِها ، وَغَيْظُ جارَتِها . جارِيَةُ أَبِي زَرْعٍ ، فَما جارِيَةُ أَبِي زَرْعٍ ، لَا تَبُثُّ حَدِيثَنا تَبْثِيثًا ، وَلَا تُنَقِّثُ مِيرَتَنا تَنْقِيثًا ، وَلَا تَمْلأُ بَيْتَنا تَعْشِيشًا قالَتْ : خَرَجَ أَبُو زَرْعٍ وَالأَوْطابُ تُمْخَضُ ، فَلَقِيَ امْرَأَةً مَعَها وَلَدانِ لَها كَالْفَهْدَيْنِ ، يَلْعَبانِ مِنْ تَحْتِ خَصْرِها بِرُمَّانَتَيْنِ ، فَطَلَّقَنِي وَنَكَحَها ، فَنَكَحْتُ بَعْدَهُ رَجُلًا سَرِيًّا ، رَكِبَ شَرِيًّا ،

---

(٤٨٩٣) واخرجه مسلم فی کتاب فضائل الصحابة، باب ذکر حدیث ام زرع، رقم الحدیث: ۲۴۴۸، واخرجه النسائی فی کتاب عشرة النساء، باب شکر المراة لزوجها، رقم الحدیث ۹۱۳۸، واخرجه الترمذی فی الشمائل، ص۱۷ باب حدیث ام زرع۔

وَأَخَذَ خطِّيًا . وَأَرَاحَ عَلَيَّ نَعمًا ثَرِيًّا . وَأَعْطَانِي مِنْ كُلِّ رَائِحةٍ زَوْجًا . وَقَال : كُلِي أُمَّ زَرْعٍ ، وميرِي أَهْلَكِ . قالَتْ : فلوْ جمعْتُ كُلَّ شيْءٍ أَعْطَانِيهِ . ما بَلَغَ أَصْغرَ آنِيَةِ أَبِي زَرْعٍ .

قالَتْ عائِشَةُ : قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (كُنْتُ لَكِ كأَبِي زَرْعٍ لِأُمِّ زَرْعٍ) .

امام بخاری رحمہ اللہ نے حسن معاشرت کے باب میں حدیث ام زرع کو بیان فرمایا، ابن مُنَیِّرؒ مالکی فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث پر یہ ترجمہ منعقد فرماکر تنبیہ کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ قصہ محض قصہ کے طور پر ذکر نہیں فرمایا تھا بلکہ فائدہ شرعیہ پر مشتمل ہونے کی وجہ سے یہ قصہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا اور وہ فائدۂ شرعیہ یہی ہے کہ آدمی کو اپنے گھروالوں کے ساتھ حسن معاشرت اور بہتر طریقہ اختیار کرنا چاہئے (۲۲) ۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ابن مُنَیِّرؒ کے قول پر اعتراض کیا کہ امام بخاری نے اس حدیث میں جو سیاق اختیار فرمایا ہے اس میں یہ تصریح نہیں ہے کہ یہ قصہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا بلکہ بخاری میں یہ حدیث حضرت عائشہؓ پر موقوف ہے البتہ آخری جملہ "کنتُ لکِ کأبی زرع لأم زرع" بالاتفاق مرفوع اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے، پھر یہ حدیث ابن منیّر مالکی کے بیان کردہ ایک فائدہ پر نہیں، بلکہ کئی فوائد پر مشتمل ہے (۲۳)

حدیث ام زرع کی تخریج امام بخاری کے علاوہ امام مسلم، امام ترمذی اور امام نسائیؒ نے بھی کی ہے (۲۴) صحیحین اور شمائل ترمذی کے سیاق سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سارا قصہ حضرت عائشہؓ نے بیان کیا ہے اور آخری جملہ "کنت لکِ کأبی زرع لأم زرع" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے (۲۵)

لیکن امام نسائیؒ، زبیر بن بکار اور طبرانیؒ نے اس پوری حدیث کو مرفوعاً بھی ذکر کیا ہے (۲۶)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ صحیحین وغیرہ میں بھی اگر چہ یہ حدیث موقوفاً مروی

---

(۲۲) دیکھئے المتواری علی تراجم ابواب البخاری: ۲۹۰ ۔

(۲۳) فتح الباری: ۳۱۸/۹ ۔

(۲۴) الحدیث اخرجہ مسلم فی کتاب فضائل الصحابۃ، باب ذکر حدیث ام زرع، رقم الحدیث: ۲۴۴۸، واخرجہ الترمذی فی الشمائل، باب ماجاء فی کلام رسول اللہ ﷺ فی السمر: ۱۷، وابن الاثیر فی جامع الاصول: ۵۰۷/۶، رقم الحدیث: ۴۷۲۲ ۔

(۲۵) فتح الباری: ۳۱۹/۹ ۔

(۲۶) فتح الباری: ۳۱۹/۹ ۔

ہے اور لفظاً بے شک یہ سارا قصہ موقوف ہے لیکن حکماً اس کو مرفوع کہا جائے گا کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ حضرت عائشہؓ نے یہ حدیث حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے سنی ہوگی اور آپؐ سے سن کر انہوں نے اس کو نقل کیا ہے اور اگر حضورؐ سے انہوں نے نہیں سنی بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے سنی، تب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سننا اور سن کر اس کی تقریر فرمانا اس حدیث کو مرفوع ہونے کا درجہ دیدیتا ہے اور اس حیثیت سے اس کو مرفوع کہہ سکتے ہیں (۲۷)

حدیث ام زرع میں لغات چونکہ بہت زیادہ ہیں اس لئے کئی علماء نے اس حدیث کی مستقل شروح لکھی ہیں، چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ کے استاذ اسماعیل بن ابی اُوَیس، ابوسعید نیشاپوری، ابن قتیبہ، زہیر بن بکار، قاضی عیاض، قاضی ابوبکر بن عربی، ابن فرحون اور مولانا فیض الحسن سہارنپوریؒ نے اس حدیث کی مستقل شروح لکھی ہیں (۲۸)

حدیث ام زرع کا شانِ ورود یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے والد کے اس مال پر فخر کرنے لگیں جو زمانۂ جاہلیت میں ان کے پاس تھا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا "اسکتی یا عائشۃ؛ فانی کنت لکِ کأبی زرع لأمّ زرع" حضرت عائشہؓ نے دریافت کیا یارسول اللہ! حدیثِ ام زرع وابوزرع کیا ہے؟ تو آپ نے یہ قصہ بیان فرمایا (۲۹)

جَلَسَ إِحْدَى عَشْرَةَ إِمْرَأَةً فَتَعَاهَدْنَ وَتَعَاقَدْنَ أَنْ لَا يَكْتُمْنَ مِنْ أَخْبَارِ أَزْوَاجِهِنَّ شَيْئًا

گیارہ عورتیں بیٹھیں اور انہوں نے آپس میں یہ عہد وپیمان کیا کہ اپنے شوہروں کی خبروں میں سے کچھ بھی نہیں چھپائیں گی۔

زہیر بن بکار کی روایت میں ہے کہ یہ گیارہ عورتیں یمن کی ایک بستی میں تھیں اور یمنی قبائل سے تعلق رکھتی تھیں لیکن ھیثم کی روایت میں ہے کہ یہ مکہ مکرمہ میں تھیں۔ (۳۰)

(۲۷) فتح الباری: ۳۱۹/۹۔

(۲۸) الابواب والتراجم: ۴۳/۲۔۴۴۔

(۲۹) ارشاد الساری: ۴۶۳/۱۱۔۴۶۴۔

(۳۰) فتح الباری: ۳۱۹/۹ وارشاد الساری: ۴۶۴/۱۱۔

قالتِ الأولى: زَوْجِيْ لَحْمُ جَمَلٍ غَثٌّ عَلَى رَأْسِ جَبَلٍ، لَاسَهْلٍ فَيُرْتَقىٰ، وَلَا سَمِيْنٍ فَيُنْتَقَلُ

پہلی عورت نے کہا میرا شوہر کمزور اونٹ کا ایسا گوشت ہے جو پہاڑ کی چوٹی پر رکھا ہو (اس چوٹی کا) نہ راستہ آسان ہو کہ اس پر چڑھا جائے اور نہ وہ گوشت ایسا فربہ ہے کہ (اس کی خاطر چڑھائی کی مشقت برداشت کرکے) اسے منتقل کیا جائے۔

"غث" کے معنی کمزور اور لاغر ہونے کے ہیں یہ "جمل" کی صفت بھی بن سکتا ہے اس صورت میں یہ مجرور ہوگا یعنی لاغر اونٹ کا گوشت اور "لحم" کی صفت بھی بن سکتا ہے یعنی اونٹ کا کمزور گوشت، اس صورت میں یہ مرفوع ہوگا۔ (۳۱)

ایک تو خود اونٹ کا گوشت کوئی زیادہ پسندیدہ نہیں ہوتا، پھر وہ لاغر اور کمزور ہو تو کریلا اور نیم چڑھا کے مصداق اور ناپسند ہوتا ہے، اس عورت نے اپنے شوہر کی مذمت کی ہے کہ بالکل ناکارہ اور ناپسندیدہ شخص ہے جس سے کسی کو مالی اور جانی نفع نہیں پہنچ پاتا اور اس کے ساتھ ساتھ متکبر اور بداخلاق بھی اتنا ہے کہ اس تک رسائی بھی مشکل ہے۔

اس عورت نے اپنے شوہر کی دو اخلاقی برائیوں کی تشبیہ دو چیزوں کے ساتھ دی ہے۔

❶ اس کے بخل و کنجوسی کو لاغر اونٹ کے گوشت کے ساتھ تشبیہ دی ہے ❷ اور اس کی بداخلاقی اور درشتگی طبع کو مشکل پہاڑ کی چوٹی کے ساتھ تشبیہ دی ہے، پھر آگے مزید وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ پہاڑ کا راستہ بھی کوئی آسان نہیں کہ اس پر چڑھا جائے اور چڑھنے کی یہ مشقت بھی برداشت کرلی جائے اگر وہ گوشت کسی کام کا ہوتا۔ (۳۲)

بعض روایتوں میں "لاسمین فینتقی" ہے انتقی کے معنی ہیں مغز نکالنا، گودہ نکالنا یعنی وہ گوشت ایسا موٹا تازہ بھی نہیں ہے کہ اس سے گودا نکالا جائے (۳۳)

اس عورت کا نام معلوم نہ ہوسکا (۳۴)

---

(۳۱) ارشاد الساری: ۱۱/۳۶۳۔

(۳۲) ارشاد الساری: ۱۱/۳۶۳۔

(۳۳) فتح الباری: ۹/۳۲۳۔

(۳۴) ارشاد الساری: ۱۱/۳۶۳۔

قَالَتِ الثانيةُ : زَوْجي لا أَبُثُّ خَبَرَهُ ، إِني أَخافُ أَنْ لا أَذَرَهُ ، إِنْ أَذْكُرْهُ ، أَذْكُرْ عُجَرَهُ وَبُجَرَهُ

دوسری عورت نے کہا کہ میں اپنے شوہر کی خبر نہیں پھیلاؤں گی ، ڈرتی ہوں کہ اس کو نہ چھوڑ بیٹھوں اگر اس کو ذکر کروں گی تو اس کے تمام باطنی اور ظاہری عیوب ذکر کروں گی ۔

❶ یہ عورت بھی اپنے شوہر کی مذمت کررہی ہے ، کہتی ہے کہ میں اپنے شوہر کی خبر نہیں پھیلاؤں گی کیونکہ مجھے اس بات کا اندیشہ ہے کہ اگر میں نے اس کی خرابیاں بیان کرنا شروع کیں تو میری طبیعت میں اس کے متعلق کراہت بڑھ جائے گی اور پھر اندیشہ ہے کہ میں کہیں اس کو چھوڑ نہ بیٹھوں ، اس صورت میں "لااذرہ" میں "لا" زائدہ ہوگا (۳۵)

❷ دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اگر کہیں اس کو پتہ چل گیا کہ میرے اوپر اس شان کے ساتھ تبصرے کئے جاتے ہیں اور میرے معائب بیان کئے جاتے ہیں تو پھر کہیں وہ مجھے طلاق نہ دیدے ، جس کے نتیجے میں میں اس کو چھوڑ بیٹھوں گی ، اس صورت میں بھی "لا" زائدہ ہے (۳۶)

مذکورہ دونوں صورتوں میں "لااذرہ" میں ضمیر مفعول "زوج" کی طرف راجع ہے ۔

❸ تیسرا مطلب یہ ہے کہ اس کی خرابیاں اتنی ہیں کہ اگر میں نے بیان کرنا شروع کیا تو مجھے ڈر ہے کہ پورا نہ کرسکوں گی اور بیچ میں چھوڑنا پڑے گا ، کیونکہ اس کی کوئی ایک خرابی تو ہے نہیں قصہ ہزار داستان ہے ، اس صورت میں "لااذرہ" میں "لا" زائدہ نہیں ہے اور ضمیر "لااذرہ" میں خبر کی طرف راجع ہے اور یہی مطلب راجح اور سیاق وسباق کے مناسب ہے (۳۷)

---

(تعاقدن)أخذن على أنفسهن أن يصدقن وتواثقن على ذلك . (غث) شديد الهزال . (فينتقل) لا ينقله الناس إلى بيوتهم لهزاله . وتعني بهذا قلة خيره وبخله . وهو مع ذلك شامخ بأنفه شرس في خلقه متكبر متعجرف . (أبث) أشيع وأظهر حديثه الطويل الذي لا خير فيه (لا أذره) لا أتركه لطوله وكثرته فلا أستطيع استيفاءه . (عجره وبجره) عيوبه الظاهرة وأسراره الكامنة . أو : ظاهره المستور الحال وباطنه الرديء . (العشنق) السيء الخلق . أو الطويل المذموم . (أعلق) أبقى معلقة : لا مطلقة فأتزوج غيره . ولا ذات زوج فأنتفع به .

(۳۵) ارشادالساری: ۳۶٦/۱۱ ، وعمدة القاری: ۱۴۰/۲۰ ـ

(۳٦) فتح الباری: ۳۲۳/۹ ـ

(۳۷) عمدة القاری: ۱۴۰/۲۰ ـ

عُجَر: یہ عُجْرَۃ کی جمع ہے، عجرۃ اس گرہ کو کہتے ہیں جو رگ پر رگ کے چڑھ جانے کی وجہ سے گلے میں پیدا ہوجاتی ہے اور بجر بجرۃ کی جمع ہے اس گرہ کو کہتے ہیں جو پیٹ میں یا ناف کے اوپر پیدا ہوجاتی ہے، عجر سے ظاہری عیوب اور بجر سے باطنی عیوب مراد ہیں (۳۸)

اس دوسری عورت کا نام عمرہ بنت عمرو تمیمی لکھا ہے (۳۹)، بعض حضرات نے اعتراض کیا کہ اس عورت نے معاہدہ کی خلاف ورزی کی اور اپنے شوہر کی بات کہنے سے انکار کردیا لیکن صحیح بات یہ ہے کہ اس نے مختصر الفاظ میں سب کچھ کہہ دیا کہ وہ مجسمہ عیوب ہے (۴۰)

قَالَتِ الثالثةُ: زَوْجِي العَشَنَّقُ، إِنْ أَنْطِقْ أُطَلَّقْ، وإِنْ أَسْكُتْ أُعَلَّقْ

تیسری عورت نے کہا میرا شوہر لمبا تڑنگا، لم ڈھینگ (بے ڈھنگا) ہے اگر بولوں تو طلاق دیدی جائے اور اگر خاموش رہوں تو یوں ہی معلق رہوں گی۔

عَشَنَّق: ایسے آدمی کو کہتے ہیں جو حد سے زیادہ لمبا ہو، اس قسم کا آدمی عموماً بیوقوف ہوتا ہے کیونکہ اس کے دماغ اور دل کے درمیان لمبی گردن حائل ہونے کی وجہ سے فاصلہ زیادہ ہوتا ہے، اسی طرح حد سے زیادہ لمبا آدمی بدنما بھی ہوتا ہے (۴۱)، مطلب یہ ہے کہ میرا شوہر بیوقوف وبدنما بھی ہے اور بدخلق بھی اس قدر ہے کہ کوئی بات بھی اگر زبان سے نکالوں تو طلاق ملنے کا اندیشہ ہے۔ اور اگر چپ رہوں، کوئی بات نہ کروں تو خود سے اسے کسی بات کی پروا ہی نہیں ہے، بس یوں ہی ادھر (درمیان) میں لٹکی رہوں، نہ شوہر والیوں میں شمار کہ شوہروں جیسی کوئی بات ہی نہیں اور نہ ہی بغیر شوہر کے ہوں کہ کسی دوسری جگہ شادی کرسکوں کہ بہر حال ظاہرا پلہ اس کے ساتھ بندھا ہوا ہے۔

اس تیسری عورت کا نام حُبَیَّ بنت کعب یمانی لکھا ہے (۴۲)، اس نے بھی اپنے شوہر کی برائی کی ہے۔

---

(۳۸) ارشاد الساری: ۱۱/۳۶۶ وعمدۃ القاری: ۲۰/۱۷۰۔

(۳۹) عمدۃ القاری: ۲۰/۱۷۰۔

(۴۰) دیکھئے خصائل نبوی شرح شمائل ترمذی: ۱۲۱۔

(۴۱) فتح الباری: ۹/۳۲۲۔

(۴۲) ارشاد الساری: ۱۱/۳۶۶۔

قَالَتِ الرابعةُ: زوجی کَلَیْلِ تِهَامَةَ، لَاحَرٌّ وَلَاقُرٌّ، ولا مَخَافَةَ ولا سَآمَةَ

چوتھی نے کہا میرا شوہر تہامہ کی رات کی طرح (معتدل) ہے نہ زیادہ گرم نہ بہت ٹھنڈا، نہ ہی کوئی خوف ہے اور نہ ہی باعث اکتاہٹ ہے۔

تہامہ حجاز کا علاقہ ہے جہاں کی رات شدید گرمی میں بھی معتدل رہتی ہے، اس نے اپنے شوہر کی تعریف کی ہے کہ وہ معتدل ہے، اس سے نہ آدمی گھبراتا ہے اور نہ ہی اس سے اکتاہٹ محسوس ہوتی ہے۔

اس عورت کا نام مہدد بنت ابی ہرومہ لکھا ہے (۴۳)

قالت الخامسة: زوجی إِنْ دَخَلَ فَهِدَ، وَإِنْ خَرَجَ أَسِدَ، وَلَا يَسْأَلُ عَمَّا عَهِدَ

پانچویں عورت نے کہا کہ میرا شوہر اگر گھر میں آتا ہے تو چیتا بن جاتا ہے، باہر جاتا ہے تو شیر بن جاتا ہے اور اس چیز کے بارے میں نہیں پوچھتا جس کو وہ دیکھ لیتا ہے اور جان لیتا ہے۔

اس پانچویں عورت نے بعض حضرات کے نزدیک اپنے شوہر کی تعریف کی ہے اور یہی راجح ہے، کہنا یہ چاہتی ہے کہ میرا شوہر اچھے اخلاق کا مالک ہے، گھر میں آکر چیتا بن جاتا ہے چیتا سونے میں بہت مشہور ہے، مطلب یہ ہے کہ میرا شوہر آکے سوجاتا ہے، ہمارے عیوب نہیں نکالتا، ہماری باتوں میں دخل اندازی نہیں کرتا لیکن جب باہر نکلتا ہے تو شیر کی طرح بہادر ہوتا ہے، باہر لوگ اس سے ڈرتے ہیں، اور اگر گھر میں ہم سے کوئی کوتاہی ہوجائے اور اس کو معلوم بھی ہو تو کوئی تحقیق و تفتیش نہیں کرتا، اعراض کرلیتا ہے۔

لیکن بعض حضرات کے نزدیک اس عورت نے اپنے شوہر کی برائی بیان کی ہے کہ جب وہ

---

(۴۳) ارشاد الساری: ۱۱/ ۳۶۷۔

(تهامة) من التهم وهو ركود الريح . أو المراد مكة . تريد : أنه ليس فيه أذى ، بل فيه راحة ولذة عيش . كليل تهامة معتدل ليس فيه حر مفرط ولا برد قارس . (قر) برد . (سآمة) ملل (فهد) كالفهد وهو حيوان شديد الوثوب . تعني أنه كثير النوم فلا ينتبه إلى ما يلزمها إصلاحه من معايب البيت . وقيل : تعني : أنه يثب عليها وثوب الفهد أي يبادر إلى جماعها من شدة حبه لها . فهو لا يصبر عنها إذا رآها . (أسد) تعني أنه إذا صار بين الناس كان كالأسد في الشجاعة . (عهد) لا يتفقد ماله وغيره لكرمه . وقيل : المراد أنه يعاملها معاملة وحشية . وهو بين الناس أشد قسوة . ولا يسأل عن حالها ولا يكترث

گھر میں آتا ہے تو گھر والوں سے کوئی مطلب تعلق نہیں، بس چیتے کی طرح پڑا سویا رہتا ہے، باہر جاتا ہے تو لوگوں کی مصیبت آجاتی ہے، ان کے ساتھ اس طرح پیش آتا ہے جیسے شیر کمزور جانوروں کے ساتھ اور ہماری جن ضرورتوں کا اسے علم بھی ہوجاتا ہے ان کے بارے میں بھی کوئی سوال نہیں کرتا، اور توجہ نہیں دیتا (۱)

اس عورت کا نام کبشہ بتایا گیا ہے (۲)

قالت السادسة: زوجي إنْ أَكَلَ لَفَّ، وإنْ شَرِبَ اشْتَفَّ، وإنْ اضْطَجَعَ الْتَفَّ، ولا يُوْلِجُ الكَفَّ لِيَعْلَمَ البَثَّ

چھٹی عورت نے کہا کہ میرا شوہر اگر کھاتا ہے تو سب نبیڑ دیتا ہے جب پیتا ہے تو سب چٹ کرجاتا ہے، اور جب لیٹتا ہے تو (چادر میں اکیلا) لپٹ جاتا ہے اور وہ ہتھیلی کو داخل نہیں کرتا تاکہ پراگندگی اور پریشانی کو جان سکے۔

لف: باب نصر سے ماضی کا صیغہ ہے، بمعنی لپیٹنا۔ اشتف: باب افتعال سے ماضی کا صیغہ ہے، اشتفاف کے معنی ہیں برتن میں جو کچھ ہے وہ سارا کھا پی جانا، چٹ کرجانا۔ التف: باب افتعال سے ہے التفاف کے معنی ہیں: لپٹ جانا۔ بث: غم اور پریشانی کو کہتے ہیں۔

اس چھٹی عورت کی عبارت کو بھی مدح اور ذم دونوں پر محمول کیا گیا ہے، لیکن ذم کا احتمال راجح ہے۔

مدح کی صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ اگر وہ کھاتا ہے تو سب کچھ کھالیتا ہے، نخرے نہیں کرتا جو بھی میسر ہو سب کھالیتا ہے اور جب پیتا ہے تو ہر قسم کی چیز پی لیتا ہے، اس کے دسترخوان پر کھانے پینے کی مختلف انواع موجود رہتی ہیں تو وہ بخیل بھی نہیں اور اس کی طبیعت میں نخرے بھی نہیں اور جس وقت وہ لیٹتا ہے تو چادر میں لپٹ کر لیٹ جاتا ہے ہمیں تنگ اور پریشان نہیں کرتا، اسی طرح عیوب جاننے کے لئے دوسروں کی گھٹن میں ہاتھ نہیں ڈالتا، ہماری کوتاہیوں کی جستجو میں نہیں لگا رہتا (۳)

---

(۱) دیکھئے فتح الباری: ۹/۳۲۵-۳۲۶۔

(۲) ارشادالساری: ۱۱/۳۶۷۔

(۳) فتح الباری: ۹/۳۲۷، و خصائل نبوی: ۱۳۳۔

اور ذم کی صورت میں مطلب یہ ہوگا کھاتا ہے تو سب خود ہی کھاجاتا ہے، بیوی بچوں کا کوئی خیال نہیں رکھتا اور پیتا ہے تو بھی اسی انداز میں، کسی کی پروا کئے بغیر سب خود پی جاتا ہے اور جب لیٹ جاتا ہے تو اکیلا چادر میں لپٹ کر لیٹ جاتا ہے، دل لگی اور صحبت وغیرہ کی طرف کوئی التفات نہیں کرتا، کثیر الطعام والشراب ہونا اور قلیل الجماع ہونا عربوں کے ہاں عیب تھا۔

علامہ قسطلانی لکھتے ہیں: "وهذا غاية الذم عند العرب؛ فانها تذم بكثرة الطعام والشرب وتتمدح بقلتهما وكثرة الجماع لدلالة ذلک علی صحة الذكورية والفحولية" اس عورت کا نام ہند تھا۔ (۴)

## قالت السابعةُ: زَوْجِيْ غَيَايَاءُ أَوْ عَيَايَاءُ، طَبَاقَاءُ، كُلُّ دَاءٍ لَهُ دَاءٌ، شَجَّكِ أَوْ فَلَّكِ أَوْ جَمَعَ كُلًّا لَكِ

ساتویں عورت نے کہا میرا شوہر گمراہ ہے یا عاجز ہے، عورت کو سینے سے دبانے والا ہے، ہر عیب اس کے لئے عیب ہے تیرا سر پھوڑے یا زخمی کردے یا دونوں ہی کر گذرے۔

غَیَایاء: یہ غَیٌّ سے ماخوذ ہے جس کے معنی شر میں انہماک، محرومی اور گمراہی کے آتے ہیں یہاں راوی عیسی بن یونس کو شک ہے کہ غَیَایاء اس نے کہا یا عَیَایاء عِیٌّ سے ماخوذ ہے جس کے معنی عجز کے ہیں یعنی وہ عاجز ہے جماع سے یا عقل وفہم سے۔ (۵) طَبَاقاء: اس کے معنی احمق کے بھی آتے ہیں اور اس شخص کو بھی کہتے ہیں جو جماع کے وقت اپنے سینے یا پیٹ کو بیوی کے سینے یا پیٹ پر منطبق کرنے والا ہو اور یہ انداز عورت کو ناپسند ہوتا ہے، چونکہ اس طرح کرنے سے مرد کا پچھلا حصہ اوپر اٹھ جاتا ہے اور جماع کے عمل میں قوت اور زور میں کمی

(۴) ارشاد الساری: ۱۱/۳۶۸۔

(۵) فتح الباری: ۹/۳۲۸۔

. (نف) أكثر من الأكل مع التخلط في صنوف الطعام بحيث لا يبقي شيئًا. (اشتف) استقصى ما في الإناء. (التف) بثوبه وتنحى عنها فلا يعاشرها. (لا يولج الكف) يولج يدخل. أي لا يمد يده إليها ليعلم حزنها وسوء حالها. (البث) الحزن الشديد. (غياياء) لا يهتدي لمسلك يسلكه لمصالحه. (عياياء) لا يستطيع إتيان النساء. من العي وهو الضعف. (طباقاء) أحمق تطبق عليه الأمور، وقيل: يطبق صدره عند الجماع على صدرها فيرتفع عنها أسفله. فيثقل عليها ولا تستمتع به. (كل داء له داء) ما تفرق في الناس من العيوب موجود لديه ومجتمع فيه. والداء المرض. (شجك) جرحك في رأسك. (فلك) جرحك في أي جزء من بدنك. (جمع كلا لك) الشج والجرح، ونعني أنه كثير الضرب وشديد فيه، لا يبالي ماذا أصاب به

واقع ہوتی ہے ، عورت اس کو پسند نہیں کرتی ، لانہ لا یصل الی ما تریدہ علامہ جاحظ اس لفظ کی تشریح میں لکھتے ہیں :

"الثقیل الصدر عند الجماع ، ینطبق صدرہ علی صدر المرأۃ ، فیرتفع سفلہ عنھا ، وقد ذمت امراۃ امری القیس ، فقالت لہ : ثقیل الصدر ، خفیف العجز ، سریع الاراقۃ ، بطیء الافاقۃ" (٦)

کل داء لہ داء : ہر بیماری اس کے لئے بیماری ہے ، یعنی لوگوں میں جتنی خرابیاں پائی جاتی ہیں وہ سب اس میں موجود ہیں ۔

شَجَّکِ أَو فلک : شَج کے معنی ہیں سر پھوڑنا ، سر میں زخم لگانا اور فَلَّ کے معنی ہیں کند کرنا ، یہاں جسم کو زخمی کرنا مراد ہے یعنی وہ سر پھوڑدے یا زخمی کردے یا دونوں کرگذرے ۔

اس ساتویں عورت کا نام حُبَّی بنت علقمہ ہے (۷)

## قالت الثامنة : زَوْجي المَسُّ مَسُّ أَرْنَبٍ ، والريحُ رِيْحُ زَرْنَبٍ

آٹھویں عورت نے کہا کہ میرا شوہر کو چھونا ایسا ہے جیسے خرگوش کو چھونا اور خوشبو اس کی ایسی ہے جیسے زرنب گھاس کی خوشبو ۔

زرنب ایک خوشبو دار گھاس کو کہتے ہیں بعض نے زعفران سے اس کا ترجمہ کیا ہے (۸) مطلب یہ ہے کہ میرا شوہر خرگوش کی طرح نرم ونازک ہے ۔

اس عورت کا نام یاسر بنت اوس بن عبد لکھا ہے (۹) اور اس نے بھی اپنے شوہر کی تعریف کی ہے ۔

## قالت التاسعة : زوجي رفيع العِمَاد ، طويل النِّجادِ ، عظيم الرَّمادِ ، قريب البيت من النَّادِ

نویں عورت نے کہا میرا شوہر اونچے ستونوں والا ، لمبے پر تلے والا ، بہت راکھ والا ہے ، اس کا گھر مجلس کے قریب ہے ۔

---

(٦) فتح الباری : ۹/۳۲۸ ۔

(۷) ارشاد الساری : ۱۱/۴۲۹ ۔

(۸) ارشاد الساری : ۱۱/۳۶۹ ۔ وفتح الباری : ۹/۳۲۹ ۔

"اونچے ستونوں والا ہے" یعنی اس کا گھر اونچے اونچے ستونوں سے تعمیر کیا گیا ہے، بڑے لوگ کوٹھیاں بناتے ہیں تو ان کی چھتیں بڑی اور اونچی رکھتے ہیں، اس جملہ سے اسی کی طرف اشارہ ہے۔

"طویل النجاد" سے اس کے قد کی لمبائی کی طرف اشارہ ہے "عظیم الرماد" سے اس کی سخاوت کی طرف اشارہ ہے، مہمانوں کے لئے کھانا زیادہ پکتا ہے تب ہی تو راکھ زیادہ اکھٹی ہوجاتی ہے، اس کا گھر مجلس کے قریب ہے کیونکہ وہ ایک دانا اور صاحب رائے شخص ہے، جہاں لوگوں کی مجلس ہوتی ہے اس کے قریب اس کا گھر تعمیر کیا گیا تاکہ لوگ آسانی کے ساتھ اس سے استفادہ کرسکیں اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ چونکہ وہ بہت سخی ہے اس لئے اپنا گھر اس نے دارالندوہ کے قریب بنایا ہے تاکہ آنے والے لوگوں کی وہ خاطر مدارت کرے (۱۰)

اس نویں عورت کا نام معلوم نہیں ہوسکا (۱۱)

قالت العاشرة: زوجي مَالِكٌ، وَمَا مَالِكٌ؟ مَالِك خَيْرٌ مِنْ ذلك

دسویں عورت نے کہا میرا شوہر مالک ہے اور بھلا مالک کی کیا تعریف کروں مالک اس سے بہتر ہے "ذلک" کا مشار الیہ یا تو سابقہ عورتوں کی ذکر کردہ تعریفات ہیں کہ ان نو عورتوں نے اپنے شوہروں کی جو تعریفیں کی ہیں ان سب سے مالک بہتر ہے اور یا اس کا مشار الیہ ذہن میں آنے والا ذکر تعریف ہے کہ جو مدائح آدمی کے ذہن میں آسکتے ہیں ان سے مالک بالاتر ہے (۱۲)

لَه إِبِلٌ كثيراتُ المَبَارِكِ، قليلاتُ المَسَارِحِ

اس کے پاس اونٹ ہیں جو اکثر اوقات باڑے کے اندر ہوتے ہیں، چراگاہوں میں کم

---

(۱۰) فتح الباری: ۹/۳۲۰۔

(۱۱) ارشاد الساری: ۱۱/۴۲۰۔

(۱۲) فتح الباری: ۹/۳۳۱۔

(المس مس أرنب) أي حسن الخلق ولين الجانب، كمس الأرنب إذا وضعت يدك على ظهره فإنك تحس بالنعومة واللين. (ريح زرنب) هو نبت طيب الرائحة، تعني: أنه طيب رائحة العرق. لنظافته وكثرة استعماله للطيب. (رفيع العماد) هو العمود الذي يرفع عليه البيت ويدعم به، وهو كناية عن الرفعة والشرف. (طويل النجاد) حمائل السيف، وهو كناية عن طول قامته. (عظيم الرماد) أي لكثرة ما يوقد من النار، وهو كناية عن الكرم وكثرة الضيوف. (الناد) هو كناية عن الكرم والسؤدد، لأن النادي مجلس القوم ومتحدثهم، فلا يقرب منه إلا من كان كذلك، لأنه يتعرض لكثرة الضيوف.

جاتے ہیں "مَبَارِک" یہ "مبرک" کی جمع ہے، اونٹ بٹھانے کی جگہ اور "مَسارِح" یہ "مَسْرَح" کی جمع ہے: چراگاہ: مطلب یہ ہے کہ وہ اونٹ اکثر اوقات باڑے ہی میں کھڑے رہتے ہیں تاکہ مہمانوں کی خاطر تواضع کے لئے کسی بھی وقت ضرورت پیش آئے تو انہیں ذبح کیا جاسکے، چراگاہوں کی طرف انہیں کم بھیجا جاتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ذبح کرنے کی ضرورت پیش آئے اور وہ موجود نہ ہوں (۱۳)

واذا سَمِعْنَ صَوْتَ الْمِزْهَرِ أَيْقَنَّ أَنَّهُنَّ هَوَالِكُ

جب وہ اونٹ ساز اور باجہ کی آواز سنتے ہیں تو یقین کرلیتے ہیں کہ وہ اب ذبح ہونے والے ہیں۔

الْمِزْهَر: ساز بجانے کا آلہ، باجہ، مطلب یہ ہے کہ مہمانوں کی آمد کے موقع پر عربوں کی اس وقت کی عادت کے مطابق گانا اور موسیقی کا اہتمام کیاجاتا تھا، جب وہ اونٹ باجہ کی آواز سن لیتے ہیں تو سمجھ جاتے ہیں کہ اب وہ مہمانوں کے لئے ذبح ہوں گے۔

اس دسویں عورت کا نام کبشہ بنت ارقم بتایا گیاہے (۱۴)

قالت الحادية عشرة: زوجي أَبُوزَرْعٍ، فما أَبُوزَرْعٍ، أَنَاسَ مِنْ حُلِيٍّ أُذُنَيَّ، وَمَلأَمِنْ شَحْمٍ عَضُدَيَّ

گیارہویں عورت نے کہا کہ میرا شوہر ابوزرع ہے اور ابوزرع کا کیا کہنا! اس نے زیورات سے میرے کانوں کو بوجھل کردیا اور چربی سے میرے بازوؤں کو بھردیا۔

أَنَاسَ ـ إِنَاسَةٌ کے معنی ہیں: حرکت دینا، متحرک کرنا، (۱۵) یعنی اس نے زیورات اور بالیوں سے میرے کانوں کو متحرک کردیا کہ ان زیورات کی حرکت کے ساتھ کان ہلتے رہتے ہیں اسی طرح اس نے بہترین غذا کھلا کھلا کر میرے بازوؤں کو چربی سے موٹا کردیا۔

---

(۱۳) ارشادالساری: ۲۶۱/۱۱۔

(۱۴) ارشادالساری: ۲۶۱/۱۱۔

(۱۵) فتح الباری: ۲۳۲/۹۔

وَبَجَّحَنِيْ فَبَجِحَتْ إِلَيَّ نَفْسِيْ، وَجَدَنِيْ فِيْ أَهْلِ غُنَيْمَةٍ بِشِقٍّ، فَجَعَلَنِيْ فِيْ أَهْلِ صَهِيْلٍ وَأَطِيْطٍ وَدَائِسٍ وَمُنَقٍّ

اس نے میری (اس قدر) تعظیم کی کہ میرا نفس مجھے عظیم لگنے لگا، اس نے مجھے ایسے گھرانے میں پایا جو بمشکل چند بکریوں والا تھا، پھر مجھے ایسے (خوشحال) گھرانے میں لایا جو گھوڑوں کی ہنہناہٹ، کجاوں کی آواز، بیل اور کسان والا تھا۔ بَجَّحَ، باب تفعیل سے اس کے معنی خوش کرنے اور تعظیم کرنے کے آتے ہیں یعنی اس نے مجھے اس قدر خوش کردیا کہ مجھے اپنے اندر خود پسندی کا احساس ہونے لگا، اپنے متعلق اس کی تعریفیں سن سن کر میں خود اپنی نظروں میں بلند ہونے لگی (۱٦)

بِشِق: شین کے کسرہ کے ساتھ بمعنی مشقت یعنی میں ایک غریب خاندان کی لڑکی تھی زندگی بڑی مشقت سے گذرتی تھی صرف چند بکریوں پر گذارہ تھا۔

بعضوں نے کہا کہ "شَق" شین کے فتحہ کے ساتھ جگہ کا نام ہے، یا اس سے "شَقُّ الجبل" پہاڑ کا دامن مراد ہے یعنی میرے گھر والے مقامِ "شق" یا دامنِ کوہ میں تھے وہاں سے اس نے مجھے منتقل کردیا (۱۷)

صَہِیْل: گھوڑوں کی آواز اور ہنہنانے کو کہتے ہیں، أَطِیْط: کجاوہ کی آواز کو کہتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ ابوزرع کے گھر میں گھوڑے اور اونٹ دونوں تھے۔

دَائس: اس بیل کو کہتے ہیں جس کو گیہوں اور گندم کے خشک پودوں کے اوپر چلایا

(۱٦) فتح الباری: ۹/۳۳۳۔

(۱۷) فتح الباری: ۹/۳۳۳۔

(مالك وما مالك) أي ما أعظم ما يملك (مالك خير من ذلك) عنده من الصفات ما هو خير من كل ما ذكرتن. (كثيرات المبارك) تبرك كثيرًا لتحلب ويسقى حليبها. (قليلات المسارح) لا يتركها تسرح للرعي إلا قليلاً، حتى يبقى مستعدًا للضيوف. (صوت المزهر) الدف الذي يضرب عند مجيء الضيفان. (هوالك) مذبوحات، لأنه قد جرت عادته بذلك: يضرب الدف طربًا بالضيوف، ثم يذبح لهم الإبل، فالإبل قد اعتادت هذا وأصبحت تشعر به. (أناس من حلي أذني) حركهما بما ملأهما به من ذهب ولؤلؤ. (ملأ من شحم عضدي) سمنني وملأ بدني شحمًا، بكثرة إكرامه، وسمن العضدين دليل سمن البدن. (بجحني) عظمني وفرحني. (فبجحت إلى نفسي) عظمت عندي. (أهل غنيمة) أصحاب أغنام قليلة، وليسوا أصحاب إبل ولا خيل. (بشق) مشقة وضيق عيش. (صهيل) صوت الخيل. (أطيط) صوت الإبل، أي أصحاب خيل وإبل، ووجودهما دليل السعة والشرف. (دائس) يدوس الزرع ليخرج منه الحب، وهي البقرة. (منق) يزيل ما يخلط به من قشر ونحوه، وتعني: أنه ذو زرع إلى جانب ما ذكرته من النعم.

جاتاہے تاکہ بھوسہ علیحدہ ہوجائے اور دانے علیحدہ ہوجائیں، جس کو اردو میں ڈائس چلانے والا بیل کہتے ہیں، علامہ قسطلانی لکھتے ہیں: "دائس: یدوس الزرعَ فی بیدرہ لیخرج الحب مِنَ السُّنبُلِ" (۱۸)

مُنِقّ: یہ باب تفعیل تَنقِیَة سے صیغۂ اسم فاعل ہے، مراد اناج پھٹکنے والا کسان ہے، گندم کے پودوں پر بیل چلانے کے بعد کسان ہوا کے رخ پر کھڑے ہوکر چھاج میں اس بھوسہ اور دانوں کو اڑاتے ہیں، دانے نیچے گرتے ہیں اور بھوسہ ہوا کے رخ پر ذرا آگے جاکر گرتا ہے، اس عمل کو تَنقِیَة کہتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ ابوزرع کے گھر میں بیل بھی تھے اور کھیتی باڑی کا کام کرنے والے کسان بھی تھے۔

فعندہ أقُولُ فلا أُقَبَّحُ، وأرقُدُ فأتصَبَّحُ، وأشرَبُ فأتقَنَّحُ

اس کے پاس میں بولتی تو میری عیب چینی نہیں کی جاتی، سوتی تو صبح کردیتی اور پیتی تو اطمینان سے خوب سیر ہوکر پیتی۔

مطلب یہ ہے کہ اس کے پاس میری کسی بات پر گرفت نہیں ہوتی تھی، سوتی تو دن چڑھے تک سوتی رہتی، کوئی جگاتا نہ تھا اور جب پیتی تو فراوانی کی وجہ سے خوب سیر ہوکر پیتی۔

اتقنح: باب تفعل سے واحد متکلم کا صیغہ ہے اور نون کے ساتھ ہے جس کے معنی ہیں خوب آسودہ ہوکر پینا۔

بعض حضرات نے اس کو میم کے ساتھ أتقمّح نقل کیا ہے، اس کے معنی بھی خوب سیر ہوکر پینے کے ہیں، چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ اس روایت کے آخر میں فرماتے ہیں "قال بعضهم: "فأتقمّح" بالمیم وھذا أصح۔

أُمُّ أبي زَرْعٍ، فما أُمُّ أبي زرعٍ، عُكُومُها رَداحٌ، وبيتها فَساحٌ

ابوزرع کی ماں (میری خوشدامن) ابوزرع کی ماں کا کیا کہنا! اس کی کوٹھیاں یا کھالیاں بھری رہتی تھیں، زمینداروں کے یہاں مختلف پختہ یا خام چھوٹی بڑی کوٹھیاں ہوتی ہیں کسی میں

---

(۱۸) ارشاد الساری: ۱۱/۴۷۲۔ (۱۹) ارشاد الساری: ۱۱/۴۷۲۔

دالیں کسی کسی میں چاول اور غلے رکھے جاتے ہیں اور کہیں اس مقصد کے لئے چھوٹے مٹکوں کے برابر کھالیاں ہوتی ہیں یہی کوٹھیاں یا کھالیاں مراد ہیں اور اس کا گھر کشادہ

عُکُوْم: عِکْم کی جمع ہے ، کوٹھی یا کھالی کو کہتے ہیں جس میں غلہ وغیرہ رکھا جاتا ہے (۲۰) مطلب یہ ہے کہ اس کا گھر سازوسامان سے بھرا پڑا تھا اور اس کا گھر بھی ایک وسیع اور کشادہ گھر تھا ، وہ ایک صاحبِ حیثیت خاتون تھی ۔

ابن أَبی زرع ، فما ابن أَبی زرع ، مَضْجِعُہ کَمَسَلِّ شَطْبَۃٍ ، ویُشْبِعُہ ذِراعُ الجَفْرَۃِ

ابوزرع کا بیٹا ، اور ابوزرع کے بیٹے کا کیا کہنا ! اس کی خواب گاہ کھجور کی سنتی ہوئی شاخ کی طرح (باریک) ہے ، بکری کے بچہ کا ہاتھ اس کو سیر کردیتا ہے ۔

مَضْجِع: صیغۂ ظرف ہے : سونے اور لیٹنے کی جگہ ، خواب گاہ ، بعضوں نے جسم کا وہ حصہ مراد لیا ہے جو سوتے وقت فرش کے ساتھ لگتا ہے جیسے پسلی وغیرہ ہے (۲۱)

مَسَلّ: سَلّ (ن) سَلاًّ سے مصدر میمی ہے جس کے معنی سونتنے اور تلوار وغیرہ کو نیام سے باہر نکالنے کے آتے ہیں ۔ شطبة: کھجور کی شاخ کو کہتے ہیں (۲۲) مَسَل شَطْبَۃ میں صفت کی اضافت موصوف کی طرف ہے یعنی سنتی ہوئی کھجور کی شاخ ، کھجور کی ایسی شاخ جس سے زائد پتے بالکل کاٹ دئے جائیں ، کھجور کی شاخ ایک تو ویسے ہی پتلی ہوتی ہے ، پتے چھیلنے کے بعد مزید پتلی ہوجاتی ہے ، مطلب یہ ہے کہ وہ اس قدر دبلا پتلا ہے کہ اس کی خوابگاہ کھجور کی شاخ کی طرح باریک معلوم ہوتی ہے

یُشْبِعہ: باب افعال سے ہے ۔ جَفْرَۃ: بکری کے چار ماہ کے بچے کو کہتے ہیں ، یعنی بکری کے

(۲۰) فتح الباری: ۳۴۵/۹ ۔

(۲۱) دیکھئے خصائل نبوی للشیخ زکریاؒ: ۱۴۵ ۔

(۲۲) حاشیہ خصائل نبوی: للشیخ زکریاؒ: ۱۴۵ ۔

(أرقد فأتصبح) أنام حتى الصبيحة وهي أول النهار ، وتعني أنها ذات خدم يكفونها المؤونة والعمل . (فأتقنح) أي : لا أتقلل من مشروبي ولا يقطعه علي شيء حتى أرتوي ، وفي رواية (فأتقمح) أي أشرب حتى أرتوي وأصبح لا أرغب في الشراب . (عكومها) جمع عِكم ، وهو الوعاء الذي نجمع في الأمتعة ونحوها . (رداح) كبيرة وعظيمة . (فساح) واسع كبير . وهو دليل سعة الثروة والنعمة . (مضجعه) موضع نومه . (كمسل شطبة) صغير يشبه الجريد المشطوب من قشره ، أي هو مهفهف كالسيف المسلول من غمده : (الجفرة) الأنثى من المعز إذا بلغت أربعة أشهر وفصلت عن أمها

چھوٹے بچہ کا ایک ہاتھ اس کے کھانے کے لئے کافی ہوجاتا ہے مطلب یہ ہے کہ وہ کم کھاتا ہے، کم کھانا عربوں کے ہاں جوانوں کی اچھی خصلتوں میں شمار ہوتا تھا۔

## بنت أبی زرع، فما بنت أبی زرع، طُوْع أبیها وطَوْع أُمِّها، وَمِلْءُ کِساءِ ها، وغیظ جاریتها

ابوزرع کی بیٹی، ابوزرع کی بیٹی کا کیا کہنا! اپنے والدین کی سراپا فرمانبردار! اپنی چادر کو بھرنے والی اور اپنی پڑوسن کے لئے باعث غیظ وغضب۔

طوع مصدر ہے اس کا حمل مبالغۃً کیا گیا ہے، ملءکساء ھا کے معنی ہیں کہ وہ موٹی تازی صحتمند ہے، اپنی چادر کو اوڑھتی ہے تو اسمیں کوئی جھول اور خلا نہیں رہتا، چادر بھر جاتی ہے اس کی پڑوسن اس کی اس شان کو دیکھ کر حسد کی آگ میں جلتی ہے، جارہ سے سوکن بھی مراد ہوسکتی ہے۔

عربوں میں جوان دبلا پتلا اور چھریرے بدن کا پسند کیا جاتا تھا جبکہ لڑکی موٹی اور بھاری بھر کم پسند کی جاتی تھی (۲۳)

## جاریة أبی زَرْع، فما جاریة أبی زَرع، لاتَبُثُّ حَدِیْثَنَا تَبْثِیْثًا

ابوزرع کی باندی، اس کے کیا کہنے! ہماری بات کو اِدھر اُدھر نہیں پھیلاتی۔

## وَلَاتُنَقِّثُ مِیْرَتَنَا تَنْقِیْثًا، وَلَاتَمْلَأُ بَیْتَنَا تَعْشِیْشًا

وہ نہ ہمارے گھر کی چیزوں میں کمی کرتی ہے اور نہ ہی ہمارے گھر کو خس وخاشاک سے بھرتی ہے۔

نَقَثَ: باب تفعیل سے ہے بمعنی دوڑنا، ابوسعید نے فرمایا کہ تنقیث کے معنی ہیں اپنے گھر کی چیزوں کو غیروں کی طرف نکالنا۔ (۲۴) مِیْرَۃ: زاد، ذخیرۂ طعام، مطلب یہ ہے وہ ہمارے زاد وطعام میں کسی قسم کا تصرف اور خیانت نہیں کرتی ہے۔ تَعْشِیْش: خس وخاشاک کو کہتے ہیں یعنی وہ گھر کو کچرے سے نہیں بھرتی بلکہ گھر کو آئینہ کی طرح صاف رکھتی ہے۔

---

(۲۳) فتح الباری: ۳۳۶/۹۔

(۲۴) فتح الباری: ۳۳۸/۹۔

## قالت: خَرَجَ أَبوزَرْع، والأَوْطابُ تُمْخَضُ

ام زرع کہتی ہے کہ میرا شوہر ابوزرع (ایک دن صبح سویرے اس وقت) نکلا جب دودھ کی کھالیاں بلوئی جارہی تھیں۔

الأَوْطاب: وَطَب کی جمع ہے، دودھ کے اس برتن کو کہتے ہیں جس میں دہی ڈال کر بلویا جاتا ہے اور پھر اس سے مکھن نکالا جاتا ہے، اس کو چاٹی بھی کہتے ہیں (۲۵) تُمْخَضُ: صیغہ مجہول ہے مکھن نکالنے کے لئے دودھ کو بلونا، حرکت دینا۔

دودھ بلونے کا یہ عمل گاؤں میں عموماً صبح سویرے طلوع آفتاب سے پہلے ہوتا ہے، مطلب یہ ہے کہ ابوزرع صبح سویرے گھر سے نکلا۔

## فَلَقِيَ امْرَأَةً مَعَهَا وَلَدَانِ لَهَا، كَالْفَهْدَيْنِ يَلْعَبَانِ مِنْ تَحْتَ خَصْرِهَا بِرُمَّانَتَيْنِ فَطَلَّقَنِي وَنَكَحَهَا

اس کی ملاقات ایک ایسی عورت سے ہوگئی جس کے پاس چیتے جیسے دو بچے اس کی کمر کے نیچے دوانار کے دانوں کے ساتھ کھیل رہے تھے، چنانچہ اس نے مجھے طلاق دی اور اس کے ساتھ نکاح کرلیا۔

چیتا چھلانگ مارنے میں مشہور ہے اور اس کے ساتھ چھلانگ میں تشبیہ دی جاتی ہے یعنی اس عورت کے دو بچے چیتے کی طرح چھلانگیں لگارہے تھے اور کھیل کود میں مشغول تھے (۲۶)

"اور وہ دونوں اس کی کمر کے نیچے دو انار کے دانوں کے ساتھ کھیل رہے تھے" انار کے دانوں سے یا حقیقتاً انار کے دانے مراد ہیں، انار کے دانے اس کی کمر کے نیچے اس طرح آگئے تھے

---

(۲۵) الاوطاب: جمع وطب، وهو سقاء اللبن، ومخضها استخراج الزبد من اللبن بتحريكها (وانظر جامع الاصول: ۵۱۶/۶۔

(۲۶) ارشاد الساری: ۴۶۷/۱۱۔

(ملء كسائها) أي تملأ ثوبها لامتلاء جسمها وسمنتها. (غيظ جارتها) تغيظ ضرتها لجمالها وأدبها وعفتها. (تبث) تذيع وتفشي. (تبثيثًا) مصدر بث. (تنفث) تفسد وتذهب. (ميرتنا) طعامنا وزادنا. (تعشيشًا) لا تترك القمامة مفرقة في البيت كأعشاش الطيور، وقيل: هو كناية عن عفتها وحفظ فرجها، فهي لا تملأ البيت وسخًا بأخدانها وأطفالها من الزنا، وفي رواية (تغشيشًا) من الغش، أي لا تملؤها بالخيانة، بل هي ملازمة للنصح فيما هي فيه. (الأوطاب) جمع وَطب وهو وعاء اللبن. (تمخض) تحرك لاستخراج الزبد. (كالفهدين) في الوثوب. (خصرها) وسطها. (برمانتين) ثديين صغيرين حسنين كالرمانتين من حيث الرأس والاستدارة، فيهما نوع طول، بحيث إذا نامت قربا من وسطها حيث يجلس الولدان.

کہ چونکہ اس کے سرین بڑے بڑے اور بھاری تھے اس لئے زمین پر لیٹے ہوئے کمر اور زمین کے درمیان فاصلہ آگیا تھا، اسی خلائی فاصلہ میں دو انار تھے اور بچے ان کے ساتھ کھیل رہے تھے، موٹے سرین والا انسان جب زمین پر چت لیٹتا ہے تو اس کی کمر زمین سے نہیں لگتی، زمین اور کمر کے درمیان خلا ہوتا ہے۔

اور یا انار سے پستان مراد ہیں کہ وہ بچے اپنی والدہ کے دونوں پہلوؤں میں اس کے پستانوں سے کھیل رہے تھے (۲۷)

اس عورت کا نام معلوم نہ ہوسکا (۲۸)

فَنَكَحْتُ بَعْدَهُ رَجُلاً سَرِيًّا، رَكِبَ شَرِيًّا، وَأَخَذَ خَطِّيًّا

اس کے بعد میں نے ایک شریف آدمی سے (جس کا نام معلوم نہ ہوسکا) نکاح کرلیا جو تیزرفتار گھوڑے پر سوار ہوتا تھا، ہاتھ میں خطی نیزہ لئے رکھتا تھا (بہادر تھا)

سَرِيٌّ کے معنی سردار اور شریف کے ہیں، شری: سرکش اور تیزرفتار گھوڑا۔ خَطّی: مقام خط کا بنا ہوا نیزہ، خط بحرین کے علاقہ میں ایک جگہ کا نام ہے (۲۹)

وَأَرَاحَ عَلَيَّ نَعَماً ثَرِيًّا، وَأَعْطَانِي مِنْ كُلِّ رَائِحَةٍ زَوْجًا

اور وہ رات کے وقت میرے پاس بہت سارے مویشی لے آیا اور ہر قسم کے مویشیوں میں سے ایک ایک جوڑا مجھے دیا۔ أَرَاحَ۔إِرَاحَةً کے معنی ہیں: رات کے وقت مویشی لانا۔ نَعَماً: أَنْعَام کا مفرد ہے مویشی اور اونٹ وغیرہ کو کہتے ہیں۔ ثَرِيًّا: بہت، کثیر، بعض نسخوں میں نِعَمًا (بکسر نون) ہے نِعْمَةٌ کی جمع ہے یعنی مجھے بہت ساری نعمتیں عطا کیں (۳۰)۔ رائحة سے رات کے وقت آنے والے مویشی مراد ہیں۔

---

(۲۷) فتح الباری: ۹/ ۳۳۰۔

(۲۸) ارشاد الساری: ۱۱/ ۱۶۵۔

(۲۹) فتح الباری: ۹/ ۳۳۱۔

(۳۰) فتح الباری: ۹/ ۳۳۲۔

وقال: كُلِي أُمَّ زَرْعٍ: وَمِيرِي أَهْلَكِ

کہنے لگا، ام زرع! تم بھی کھاؤ اور اپنے میکے والوں کو بھی پہنچاؤ۔

مِيرِي: امر حاضر مونث کا صیغہ ہے ۔ مَارَ (ض) مَيْرًا: اهل وعیال کے پاس نان ونفقہ لانا۔

مطلب یہ ہے کہ عموماً شوہر یہ پسند نہیں کرتا کہ اس کی بیوی اس کے گھر کا سامان اپنے ماں باپ کے گھر پہنچائے لیکن یہ دوسرا شوہر اس قدر فراخدل تھا کہ مجھے کہا کہ خود بھی کھاؤ اور اپنے ماں باپ کے گھر بھی دے آو۔

قَالَتْ: فَلَوْ جَمَعْتُ كُلَّ شَيْءٍ أَعْطَانِيهِ مَا بَلَغَ أَصْغَرَ آنِيَةِ أَبِي زَرْعٍ

ام زرع نے کہا کہ اس دوسرے شوہر نے مجھے جو کچھ دیا وہ سب میں جمع کردوں تو ابوزرع کے چھوٹے سے برتن (میں آنے والی نعمتوں) کو بھی نہیں پہنچ سکتا (ابوزرع کی تو بات ہی کچھ اور تھی)

(یہ قصہ سنانے کے بعد) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ میں تمہارے لئے ایسا ہوں جیسے ام زرع کے لئے ابوزرع تھا اور اس میں کیا شک ہے بلکہ آپ تو اس سے بھی زیادہ حضرت عائشہؓ کے لئے ثابت ہوئے۔

زبیر بن بکار اور طبرانی کی روایت کے آخر میں اتنا اضافہ بھی ہے "إلا أنه طلقها ولا أطلقك" ابوزرع نے تو ام زرع کو طلاق دیدی تھی لیکن میں طلاق نہیں دوں گا (۳۱)

---

(۳۱) فتح الباری: ۹/۲۷۳ ـ وارشاد الساری: ۱۱/۴۷۷:

(سريًا) شريفًا ، وقيل : سخيًا . (شريًا) جيدًا ، يستشري في سيره ، أي يمضي فيه بلا فتور ولا انقطاع . (خطيًا) منسوبًا إلى الخط وهو موضع بنواحي البحرين ، تجلب منه الرماح . (أراح) من الإراحة . وهو الإتيان إلى موضع البيت بعد الزوال . (نعمًا) إبلا ونحوها . (ثريًا) كثيرًا . (من كل رائحة) من كل شيء يأتيه . (زوجًا) اثنين ، أو صنفًا . (ميري أهلك) صليهم وأوسعي عليهم من الطعام . (ما بلغ أصغر آنية أبي ذرع) لا يملؤها ، وهو مبالغة أي : كل ما أكرمني به لا يساوي شيئًا من إكرام أبي ذرع . (كنت لك) كانت سيرتي معك ، وزاد الزبير في آخره : [إلا أنه طلقها وإني لا أطلقك] ومثله في رواية للطبراني . وزاد النسائي في رواية له والطبراني ، قالت عائشة رضي الله عنها : يا رسول الله ، بل أنت خير من أبي زرع . [فتح الباري] .

قالَ أَبو عَبْدِ ٱللّٰهِ : قالَ سَعيدُ بْنُ سَلَمَةَ ، عَنْ هِشَامٍ : وَلَا تُعَشِّشُ بَيْتَنَا تَعْشِيشًا.
قالَ أَبو عَبْدِ ٱللّٰهِ : وَقالَ بَعْضُهُمْ : فَأَتَقَمَّحُ ، بِالْمِيمِ ، وَهٰذَا أَصَحُّ.

ابوعبداللہ امام بخاری رحمہ اللہ کی کنیت ہے ، انہوں نے سعید بن سلمہ بن حُسام مدنی کی تعلیق ذکر کی ہے ، سعید بن سلمہ کی صحیح بخاری میں صرف یہی ایک تعلیق ہے (۳۲) ، انہوں نے مذکورہ سند کے ساتھ ھشام سے جاریہ ابی زرع کے وصف میں "ولاتَمْلَأ" کے بجائے "ولا تُعَشِّشُ" کے الفاظ نقل کئے ہیں۔

تُعَشِّشُ: باب تفعیل سے مونث کا صیغہ ہے ، عَشَّشَ الطائرُ کے معنی ہیں پرندے کا گھونسلا بنانا ، " ولاتعشش بیتنا تعشیشا" کے معنی ہیں : وہ ہمارے گھر میں گھونسلا نہیں بناتی ، اس کے دو مطلب ہوسکتے ہیں ایک یہ کہ وہ ہمارے گھر میں تنکے اس طرح جمع ہونے نہیں دیتی کہ وہ پرندے کا گھونسلا معلوم ہو بلکہ گھر کو صاف شفاف رکھتی ہے اور دوسرا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ وہ ہمارے گھر کو اپنے لئے گھونسلا نہیں بناتی کہ اس میں زنا کر کے بچے جنتی رہے جس طرح گھونسلے میں بچے ہوتے ہیں بلکہ وہ ایک عفیف باندی ہے بدکار وزنا کار نہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے "وَلَاتُغَشِّشُ" غین معجمہ کے ساتھ نقل کیا ہے جو "غش" سے ماخوذ ہے جس کے معنی کھوٹ کے ہیں جو "خالص" کی ضد ہے اس صورت میں مطلب واضح ہے کہ وہ ہمارے گھر میں کھوٹ اور خیانت سے کام نہیں لیتی۔ (۳۳)

٤٨٩٤ : حدّثنا عَبْدُ ٱللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا هِشَامٌ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ عُرْوَةَ ، عَنْ عائِشَةَ قالَتْ : كانَ الحَبَشُ يَلْعَبُونَ بِحِرَابِهِمْ ، فَسَتَرَنِي رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ وَأَنَا أَنْظُرُ ، فَمَا زِلْتُ أَنْظُرُ حَتَّى كُنْتُ أَنَا أَنْصَرِفُ ، فَاقْدُرُوا قَدْرَ الجَارِيَةِ الحَدِيثَةِ السِّنِّ ، تَسْمَعُ اللَّهْوَ . [ر : ٤٤٣]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حبشی اپنے نیزوں کے ساتھ کھیل رہے تھے ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے چھپایا اور میں دیکھ رہی تھی ، میں برابر دیکھتی رہی یہاں تک کہ میں خود ہی واپس ہوئی ، اب اندازہ لگاؤ اس لڑکی کا جو نو عمر ہے اور کھیل کود کو سنتی ہے یعنی

(۳۲) فتح الباری: ۹/۳۳۳۔

(۳۳) فتح الباری: ۹/۳۳۹۔

کھیل کود کی شوقین ہے۔

حِراب: حَرْبَة کی جمع ہے نیزہ کو کہتے ہیں، یہ حدیث ماقبل میں کئی بار گذر چکی ہے، یہاں "حسن المعاشرۃ مع الاھل" کے تحت اس کو لائے ہیں، ایک کمسن لڑکی جو کھیل کود کی شوقین ہو ظاہر ہے وہ کافی دیر کھیل دیکھتی رہے گی، حضرت عائشہؓ کی عمر بھی اس وقت تقریباً پندرہ سال تھی اور آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آڑ میں کھیل دیکھتی رہیں اور جب تک خود نہیں ہٹیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نہیں ہٹایا۔

عورت اجنبی مرد کو بغیر شہوت کے دیکھ سکتی ہے (۴۴)

## ۸۳ - باب : مَوْعِظَةِ الرَّجُلِ ٱبْنَتَهُ لِحَالِ زَوْجِهَا .

۴۸۹۵ : حدّثنا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ : أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ ٱللهِ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ أَبِي ثَوْرٍ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا قَالَ : لَمْ أَزَلْ حَرِيصًا عَلَى أَنْ أَسْأَلَ عُمَرَ بْنَ الخَطَّابِ عَنِ الْمَرْأَتَيْنِ مِنْ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ ، اللَّتَيْنِ قَالَ ٱللهُ تَعَالَى : «إِنْ تَتُوبَا إِلَى ٱللهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا» . حَتَّى حَجَّ وَحَجَجْتُ مَعَهُ ، وَعَدَلَ وَعَدَلْتُ مَعَهُ بِإِدَاوَةٍ فَتَبَرَّزَ ، ثُمَّ جَاءَ فَسَكَبْتُ عَلَى يَدَيْهِ مِنْهَا فَتَوَضَّأَ ، فَقُلْتُ لَهُ : يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ مَنِ الْمَرْأَتَانِ مِنْ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ ، اللَّتَانِ قَالَ ٱللهُ تَعَالَى : «إِنْ تَتُوبَا إِلَى ٱللهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا» ؟ قَالَ : وَاعَجَبًا لَكَ يَا ٱبْنَ عَبَّاسٍ ، هُمَا عَائِشَةُ وَحَفْصَةُ ، ثُمَّ ٱسْتَقْبَلَ عُمَرُ الحَدِيثَ يَسُوقُهُ قَالَ : كُنْتُ أَنَا وَجَارٌ لِي مِنَ الْأَنْصَارِ فِي بَنِي أُمَيَّةَ بْنِ زَيْدٍ ، وَهُمْ مِنْ عَوَالِي الْمَدِينَةِ ، وَكُنَّا نَتَنَاوَبُ النُّزُولَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَيَنْزِلُ يَوْمًا وَأَنْزِلُ يَوْمًا ، فَإِذَا نَزَلْتُ جِئْتُهُ بِمَا حَدَثَ مِنْ خَبَرِ ذٰلِكَ الْيَوْمِ مِنَ الْوَحْيِ أَوْ غَيْرِهِ ، وَإِذَا نَزَلَ فَعَلَ مِثْلَ ذٰلِكَ ، وَكُنَّا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ نَغْلِبُ النِّسَاءَ ، فَلَمَّا قَدِمْنَا عَلَى الْأَنْصَارِ إِذَا قَوْمٌ تَغْلِبُهُمْ نِسَاؤُهُمْ ، فَطَفِقَ نِسَاؤُنَا يَأْخُذْنَ مِنْ أَدَبِ نِسَاءِ الْأَنْصَارِ ، فَصَخِبْتُ عَلَى ٱمْرَأَتِي فَرَاجَعَتْنِي ، فَأَنْكَرْتُ أَنْ تُرَاجِعَنِي ، قَالَتْ : وَلِمَ تُنْكِرُ أَنْ أُرَاجِعَكَ ؟ فَوَٱللهِ إِنَّ أَزْوَاجَ النَّبِيِّ ﷺ لَيُرَاجِعْنَهُ ، وَإِنَّ إِحْدَاهُنَّ لَتَهْجُرُهُ الْيَوْمَ حَتَّى اللَّيْلِ ، فَأَفْزَعَنِي ذٰلِكَ وَقُلْتُ لَهَا : قَدْ خَابَ مَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ

(۴۴) دیکھئے الھدایۃ، کتاب الکراھیۃ: ۴/۴۶۰۔

مِنْهُنَّ . ثُمَّ جَمَعْتُ عَلَيَّ ثِيَابِي . فَنَزَلْتُ فَدَخَلْتُ عَلَى حَفْصَةَ فَقُلْتُ لَهَا : أَيْ حَفْصَةُ . أَتُغَاضِبُ إِحْدَاكُنَّ النَّبِيَّ ﷺ الْيَوْمَ حَتَّى اللَّيْلِ ؟ قَالَتْ : نَعَمْ . فَقُلْتُ : قَدْ خِبْتِ وَخَسِرْتِ . أَفَتَأْمَنِينَ أَنْ يَغْضَبَ اللَّهُ لِغَضَبِ رَسُولِهِ ﷺ فَتَهْلِكِي ؟ لَا تَسْتَكْثِرِي النَّبِيَّ ﷺ وَلَا تُرَاجِعِيهِ فِي شَيْءٍ وَلَا تَهْجُرِيهِ . وَسَلِينِي مَا بَدَا لَكِ . وَلَا يَغُرَّنَّكِ أَنْ كَانَتْ جَارَتُكِ أَوْضَأَ مِنْكِ وَأَحَبَّ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ ، يُرِيدُ عَائِشَةَ . قَالَ عُمَرُ : وَكُنَّا قَدْ تَحَدَّثْنَا أَنَّ غَسَّانَ تُنْعِلُ الْخَيْلَ لِغَزْوِنَا ، فَنَزَلَ صَاحِبِي الْأَنْصَارِيُّ يَوْمَ نَوْبَتِهِ ، فَرَجَعَ إِلَيْنَا عِشَاءً فَضَرَبَ بَابِي ضَرْبًا شَدِيدًا . وَقَالَ : أَثَمَّ هُوَ ؟ فَفَزِعْتُ فَخَرَجْتُ إِلَيْهِ ، فَقَالَ : قَدْ حَدَثَ الْيَوْمَ أَمْرٌ عَظِيمٌ . قُلْتُ : مَا هُوَ . أَجَاءَ غَسَّانُ ؟ قَالَ : لَا بَلْ أَعْظَمُ مِنْ ذٰلِكَ وَأَهْوَلُ . طَلَّقَ النَّبِيُّ ﷺ نِسَاءَهُ . فَقُلْتُ : خَابَتْ حَفْصَةُ وَخَسِرَتْ . قَدْ كُنْتُ أَظُنُّ هٰذَا يُوشِكُ أَنْ يَكُونَ ، فَجَمَعْتُ عَلَيَّ ثِيَابِي . فَصَلَّيْتُ صَلَاةَ الْفَجْرِ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ، فَدَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ مَشْرُبَةً لَهُ فَاعْتَزَلَ فِيهَا . وَدَخَلْتُ عَلَى حَفْصَةَ فَإِذَا هِيَ تَبْكِي . فَقُلْتُ : مَا يُبْكِيكِ أَلَمْ أَكُنْ حَذَّرْتُكِ هٰذَا ، أَطَلَّقَكُنَّ النَّبِيُّ ﷺ ؟ قَالَتْ : لَا أَدْرِي ، هَا هُوَ ذَا مُعْتَزِلٌ فِي الْمَشْرُبَةِ ، فَخَرَجْتُ فَجِئْتُ إِلَى الْمِنْبَرِ ، فَإِذَا حَوْلَهُ رَهْطٌ يَبْكِي بَعْضُهُمْ ، فَجَلَسْتُ مَعَهُمْ قَلِيلًا . ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَجِدُ فَجِئْتُ الْمَشْرُبَةَ الَّتِي فِيهَا النَّبِيُّ ﷺ ، فَقُلْتُ لِغُلَامٍ لَهُ أَسْوَدَ : اسْتَأْذِنْ لِعُمَرَ ، فَدَخَلَ الْغُلَامُ فَكَلَّمَ النَّبِيَّ ﷺ ثُمَّ رَجَعَ . فَقَالَ : كَلَّمْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَذَكَرْتُكَ لَهُ فَصَمَتَ . فَانْصَرَفْتُ حَتَّى جَلَسْتُ مَعَ الرَّهْطِ الَّذِينَ عِنْدَ الْمِنْبَرِ ، ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَجِدُ فَجِئْتُ فَقُلْتُ لِلْغُلَامِ : اسْتَأْذِنْ لِعُمَرَ ، فَدَخَلَ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ : قَدْ ذَكَرْتُكَ لَهُ فَصَمَتَ ، فَرَجَعْتُ فَجَلَسْتُ مَعَ الرَّهْطِ الَّذِينَ عِنْدَ الْمِنْبَرِ ، ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَجِدُ . فَجِئْتُ الْغُلَامَ فَقُلْتُ : اسْتَأْذِنْ لِعُمَرَ ، فَدَخَلَ ثُمَّ رَجَعَ إِلَيَّ فَقَالَ : قَدْ ذَكَرْتُكَ لَهُ فَصَمَتَ . فَلَمَّا وَلَّيْتُ مُنْصَرِفًا ، قَالَ : إِذَا الْغُلَامُ يَدْعُونِي ، فَقَالَ : قَدْ أَذِنَ لَكَ النَّبِيُّ ﷺ ، فَدَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَإِذَا هُوَ مُضْطَجِعٌ عَلَى رِمَالِ حَصِيرٍ . لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ فِرَاشٌ ، قَدْ أَثَّرَ الرِّمَالُ بِجَنْبِهِ ، مُتَّكِئًا عَلَى وِسَادَةٍ مِنْ أَدَمٍ حَشْوُهَا لِيفٌ ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ ثُمَّ قُلْتُ وَأَنَا قَائِمٌ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، أَطَلَّقْتَ نِسَاءَكَ ؟ فَرَفَعَ إِلَيَّ بَصَرَهُ فَقَالَ : (لَا) . فَقُلْتُ : اللَّهُ أَكْبَرُ . ثُمَّ قُلْتُ وَأَنَا قَائِمٌ أَسْتَأْنِسُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، لَوْ رَأَيْتَنِي وَكُنَّا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ نَغْلِبُ النِّسَاءَ . فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ إِذَا قَوْمٌ تَغْلِبُهُمْ نِسَاؤُهُمْ . فَتَبَسَّمَ

النَّبِيُّ ﷺ . ثُمَّ قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللهِ لَوْ رَأَيْتَنِي وَدَخَلْتُ عَلَى حَفْصَةَ فَقُلْتُ لَهَا : لَا يَغُرَّنَّكِ أَنْ كَانَتْ جَارَتُكِ أَوْضَأَ مِنْكِ وَأَحَبَّ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ ، يُرِيدُ عَائِشَةَ . فَتَبَسَّمَ النَّبِيُّ ﷺ تَبَسُّمَةً أُخْرَى . فَجَلَسْتُ حِينَ رَأَيْتُهُ تَبَسَّمَ . فَرَفَعْتُ بَصَرِي فِي بَيْتِهِ ، فَوَاللهِ مَا رَأَيْتُ فِي بَيْتِهِ شَيْئًا يَرُدُّ الْبَصَرَ ، غَيْرَ أَهَبَةٍ ثَلَاثَةٍ ، فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللهِ ادْعُ اللهَ فَلْيُوَسِّعْ عَلَى أُمَّتِكَ ، فَإِنَّ فَارِسَ وَالرُّومَ قَدْ وُسِّعَ عَلَيْهِمْ وَأُعْطُوا الدُّنْيَا ، وَهُمْ لَا يَعْبُدُونَ اللهَ . فَجَلَسَ النَّبِيُّ ﷺ وَكَانَ مُتَّكِئًا فَقَالَ : (أَوَ فِي هٰذَا أَنْتَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ . إِنَّ أُولٰئِكَ قَوْمٌ عُجِّلُوا طَيِّبَاتِهِمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا) . فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللهِ اسْتَغْفِرْ لِي ، فَاعْتَزَلَ النَّبِيُّ ﷺ نِسَاءَهُ مِنْ أَجْلِ ذٰلِكَ الْحَدِيثِ حِينَ أَفْشَتْهُ حَفْصَةُ إِلَى عَائِشَةَ تِسْعًا وَعِشْرِينَ لَيْلَةً ، وَكَانَ قَالَ : (مَا أَنَا بِدَاخِلٍ عَلَيْهِنَّ شَهْرًا) . مِنْ شِدَّةِ مَوْجِدَتِهِ عَلَيْهِنَّ حِينَ عَاتَبَهُ اللهُ . فَلَمَّا مَضَتْ تِسْعٌ وَعِشْرُونَ لَيْلَةً دَخَلَ عَلَى عَائِشَةَ فَبَدَأَ بِهَا ، فَقَالَتْ لَهُ عَائِشَةُ : يَا رَسُولَ اللهِ ، إِنَّكَ كُنْتَ قَدْ أَقْسَمْتَ أَنْ لَا تَدْخُلَ عَلَيْنَا شَهْرًا ، وَإِنَّمَا أَصْبَحْتَ مِنْ تِسْعٍ وَعِشْرِينَ لَيْلَةً أَعُدُّهَا عَدًّا ، فَقَالَ : (الشَّهْرُ تِسْعٌ وَعِشْرُونَ) . فَكَانَ ذٰلِكَ الشَّهْرُ تِسْعًا وَعِشْرِينَ لَيْلَةً ، قَالَتْ عَائِشَةُ : ثُمَّ أَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى آيَةَ التَّخَيُّرِ . فَبَدَأَ بِي أَوَّلَ امْرَأَةٍ مِنْ نِسَائِهِ فَاخْتَرْتُهُ ، ثُمَّ خَيَّرَ نِسَاءَهُ كُلَّهُنَّ فَقُلْنَ مِثْلَ مَا قَالَتْ عَائِشَةُ . [ر : ۸۹]

یہ حدیث کتاب العلم میں مختصراً گذر چکی ہے، کتاب المظالم میں تفصیلاً گذری ہے اور کتاب التفسیر میں بھی گذر چکی ہے۔ (۱)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مجھے مسلسل یہ خواہش رہی کہ حضرت عمرؓ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں سے ان دو عورتوں کے متعلق دریافت کروں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں "إِنْ تَتُوبَا إِلَى اللهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا" ارشاد فرمایا ہے، یہاں تک کہ حضرت عمرؓ نے حج کیا اور میں نے بھی ان کے ساتھ حج کیا، واپسی پر وہ راستہ سے قضائے حاجت کے لئے علیحدہ ایک طرف گئے، میں بھی لوٹا لے کر ان کے ساتھ اسی طرف گیا، وہ قضائے حاجت سے فارغ ہوکر آئے تو میں نے لوٹے سے ان کے ہاتھوں پر پانی بہایا اور انہوں نے وضو کیا

(۱) الحديث اخرجه البخاري في كتاب العلم، باب التناوب في العلم: ۲۵، رقم الحديث: ۸۹ وفي كتاب المظالم، باب الغرفة والعلّية المشرفة وغير المشرفة في السطوح: ۴۸۹، رقم الحديث: ۲۴۶۷، وفي كتاب التفسير، باب تبتغي مرضاة ازواجك (من سورة التحريم): ۱۰۵۷، رقم الحديث: ۴۹۱۳۔

، (اس موقعہ پر ) میں نے ان سے کہا " امیر المومنین ! ازواج مطہرات میں سے وہ دو عورتیں کون تھیں جن کے متعلق اللہ تعالی کا ارشاد ہے "ان تتوبا الی اللہ فقد صغت قلوبکما" حضرت عمرؓ نے فرمایا "ابن عباس ! تم پر تعجب ہے (کہ تمہیں یہ بات نہیں معلوم ) وہ دونوں عائشہ اور حفصہ ہی تو تھیں "

پھر حضرت عمرؓ حدیث بیان کرتے ہوئے متوجہ ہوئے ، فرمانے لگے "میں اور میرا ایک انصاری پڑوسی بنوامیہ بن زید (کے محلہ ) میں رہتے تھے ، بنوامیہ مدینہ منورہ کے اطراف میں رہتے تھے ، ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس باری باری آتے تھے ، ایک دن وہ آتے اور ایک دن میں ، جب میں آتا تو ان کے پاس وحی وغیرہ کے متعلق اس دن کی خبر لاتا اور جب وہ آتے تو اسی طرح کرتے ، ہم (مکہ مکرمہ میں ) قریش کے لوگ عورتوں پر غالب تھے ، پھر جب ہم (مدینہ منورہ) انصار کے پاس آئے تو دیکھا کہ ان پر ان کی عورتیں غالب ہیں ، (انہیں دیکھ کر ) ہماری عورتوں نے انصار کی عورتوں کی عادت اپنانا شروع کی چنانچہ ایک دن میں اپنی بیوی پر چلایا تو اس نے پلٹ کر مجھے جواب دیا ، مجھے اس کا پلٹ کر جواب دینا ناگوار گذرا ، وہ کہنے لگی " یہ بات آپ کو کیوں ناگوار گذرتی ہے کہ میں آپ کو جواب دوں ، جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج انہیں جواب دیتی ہیں ، ان میں سے ایک تو (مراد حضرت حفصہؓ ہیں ) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (سے گفتگو) کو رات تک پورا دن چھوڑدیتی ہے " اس بات نے مجھے خوف زدہ کردیا اور میں نے ان سے کہا " ان میں سے جس نے بھی اس طرح کیا وہ محروم ہوگئی " پھر میں نے اپنے کپڑے سمیٹے اور مدینہ منورہ آکر حفصہ کے پاس گیا ، ان سے پوچھا " حفصہ !کیا تم میں سے کوئی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو واقعی پورا دن رات تک ناراض رکھتی ہے ؟ " کہنے لگی " جی ہاں " تو میں نے کہا " تب تو تو ناکام اور نامراد ہوئی ، کیا تو اس بات سے محفوظ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کی وجہ سے اللہ تعالی ناراض ہوجائے اور تو ہلاک ہو؟ دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ نہ مانگا کرو اور نہ ہی کسی چیز کے متعلق انہیں پلٹ کر جواب دو اور نہ انہیں چھوڑا کرو ، تمہاری جو ضرورت ہو وہ مجھ سے مانگ لو ، اور یہ بات تم کو دھوکہ میں نہ ڈالے کہ تمہاری سوکن (جارہ سے سوکن مراد ہے ) جو تم سے زیادہ حسین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تم سے زیادہ محبوب ہے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محبت کی وجہ سے انہیں کچھ نہیں فرماتے تو تم بھی غلط فہمی میں مبتلا ہوکر جری ہوجاؤ) ان کی مراد حضرت عائشہؓ سے تھی ۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ہم باتیں کرتے تھے کہ غسان نامی بادشاہ ہم سے لڑنے کے لئے گھوڑوں کو نعل لگوارہا ہے (اور انہیں تیار کررہا ہے) میرا انصاری ساتھی اپنی باری کے دن مدینہ منورہ آیا اور عشاء کے وقت ہمارے پاس واپس آکر زور سے میرا دروازہ مارنے لگا، بولا "یہاں گھر میں وہ ہیں؟" میں نکلا تو کہنے لگا "آج تو بہت بڑا حادثہ ہوگیا" میں نے کہا "کیا ہوا؟ کیا غسان آگیا؟" کہا "نہیں بلکہ اس سے بھی بڑا اور ہولناک حادثہ ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کو طلاق دیدی ہے،" میں نے کہا "حفصہ ناکام ونامرا ہوئی، مجھے خیال آرہا تھا کہ یہ واقعہ عنقریب ہوگا"

چنانچہ میں نے اپنے کپڑے سمیٹے اور (مدینہ منورہ جاکر) صبح کی نماز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھی پھر (نماز کے بعد) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بالا خانہ میں داخل ہوکر گوشہ نشین ہوگئے، میں حفصہ کے پاس آیا تو دیکھا کہ وہ رورہی ہے، میں نے کہا "تم کیوں رورہی ہو کیا میں نے تمہیں اس سے ڈرایا نہیں تھا کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج کو طلاق دیدی؟" وہ کہنے لگی "پتہ نہیں، وہ یہاں کمرے میں گوشہ نشین ہوگئے ہیں" میں وہاں سے نکل کر (مسجد نبوی میں) منبر کے پاس آیا تو اس کے پاس ایک جماعت تھی اور اس کے بعض افراد رورہے تھے، میں ان کے پاس تھوڑی دیر بیٹھا، پھر مجھ پر میرا احساس غالب آگیا تو میں اس کمرے کی طرف چلا جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور آپ کے سیاہ غلام سے میں نے کہا کہ "عمر کے لئے اجازت لے لو" غلام اندر گیا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کی، پھر واپس آکر کہنے لگا "میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کی اور آپ کا ذکر کیا لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے" چنانچہ میں لوٹ کر منبر کے پاس موجود جماعت کے ساتھ دوبارہ بیٹھ گیا لیکن میرا احساس پھر مجھ پر غالب آگیا اور میں نے آکر غلام سے کہا کہ "عمر کے لئے اجازت طلب کرو" وہ اندر جاکر واپس آیا اور کہا کہ "میں نے حضورؐ سے آپ کا ذکر کیا لیکن وہ خاموش رہے" میں پھر لوٹ کر منبر کے پاس موجود جماعت کے ساتھ بیٹھا لیکن میرا احساس پھر مجھ پر غالب آیا تو میں پھر غلام کے پاس آکر کہنے لگا کہ "عمر کے لئے اجازت طلب کرو" وہ اندر گیا، پھر میری طرف واپس آکر کہنے لگا "میں نے حضورؐ سے آپ کا ذکر کیا لیکن وہ خاموش رہے" جب میں مڑکر واپس جانے لگا، حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ غلام مجھے بلانے لگا اور کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اجازت دیدی، چنانچہ میں رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کے پاس اندر گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (کھجور کی چھالوں کی) بنی ہوئی ایک چٹائی پر لیٹے ہیں، آپ کے اور اس چٹائی کے درمیان کوئی بستر وغیرہ نہیں تھا، چٹائی کی چھالوں نے آپ کے پہلو میں نشان ڈالدئے تھے، چمڑے کے ایک تکیہ پر آپ ٹیک لگائے ہوئے تھے جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔

چنانچہ میں نے آپ کو سلام کیا اور پھر کھڑے ہی کھڑے کہا "یارسول اللہ! کیا آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق دیدی ہے؟" آپ نے میری طرف نگاہ اٹھائی اور فرمایا "نہیں" میں نے کہا "اللہ اکبر" پھر میں نے مانوس کرنے کے لئے کھڑے ہونے کی حالت ہی میں کہا "یارسول اللہ! کاش آپ میری بات کی طرف التفات فرمائیں، ہم قریش کے لوگ عورتوں پر غالب رہا کرتے تھے، جب ہم مدینہ آئے تو دیکھا کہ وہاں کی قوم پر ان کی عورتیں غالب رہتی ہیں" میری اتنی بات سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرادئے، پھر میں نے کہا "میں حفصہ کے پاس آیا اور میں نے اس سے کہا کہ تمہیں اپنی سَوکَن (جارہ سے سوکن مراد ہے) کی حالت سے دھوکہ نہ کھانا چاہئے چونکہ وہ تم سے زیادہ حسین اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب ہے" حضرت عمرؓ کی مراد حضرت عائشہؓ سے تھی۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر دوبارہ مسکرادئے، میں نے جب آپؐ کو مسکراتے ہوئے دیکھا تو میں بیٹھ گیا، میں نے آپ کے کمرے میں نگاہ ڈالی تو تین چمڑوں کے علاوہ کمرے میں ایسی کوئی چیز میں نے نہیں دیکھی جو نگاہ کو لوٹاتی تو میں نے کہا "یارسول اللہ! اللہ سے دعا کریں کہ آپ کی امت پر فراخی فرمادیں، اس لئے کہ فارس اور روم پر فراخی کردی گئی ہے اور انہیں دنیا (کی دولت) عطا کی گئی ہے حالانکہ وہ اللہ کی عبادت نہیں کرتے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ٹیک لگائے ہوئے تھے میری بات سن کر آپ بیٹھ گئے اور ارشاد فرمایا:

"أَوَفِي هذا أنت يا ابن الخطاب، إِنَّ أُولئك قوم قد عجلوا طيباتهم في الحياة الدنيا"

"اے ابن الخطاب! کیا تم اس خیال میں ہو، بے شک ایسے لوگ میں جن کو ان کی پسندیدہ عمدہ چیزیں دنیا ہی میں دیدی گئی ہیں"

تو میں نے کہا "یارسول اللہ! میرے لئے مغفرت طلب فرمائیں، (کہ میں نے اس طرح کی نامناسب درخواست آپ سے کی) چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں سے اس بات کی وجہ سے جس کو حفصہ نے عائشہ کے سامنے ظاہر کردیا تھا ۲۹ دن الگ رہے، آپ نے ازواج پر سخت ناراضگی کی وجہ سے فرمایا تھا "میں ایک ماہ تک ان کے پاس نہیں جاؤں گا"

پھر جب ۲۹ دن گذر گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہؓ کے پاس آئے اور ان سے ابتداء کی حضرت عائشہؓ نے آپؐ سے فرمایا " یا رسول اللہ ! آپ نے تو قسم کھائی تھی کہ آپ ایک ماہ تک ہمارے پاس نہیں آئیں گے ، ابھی تو آپ نے ۲۹ دن گذارے ہیں میں گن رہی ہوں " حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " مہینہ ۲۹ دن کا بھی ہوتا ہے " وہ مہینہ ۲۹ دن کا تھا۔

حضرت عائشہؓ نے فرمایا " پھر اللہ تعالی نے آیت تخییر نازل فرمائی اور اپنی بیویوں میں سے سب سے پہلے مجھ سے ابتداء فرمائی چنانچہ میں نے آپ کو اختیار کیا ، پھر آپ نے اپنی تمام بیویوں کو اختیار دیا اور سب نے وہی کہا جو عائشہؓ نے کہا تھا۔

## وَعَدَلَ وعَدَلْتُ معه بِإِدَاوَةٍ فَتَبَرَّزَ

عدل یعنی آپؐ راستہ ہٹ گئے ، میں بھی لوٹا لے کر آپ کے ساتھ ہٹ گیا ، آپ براز کے لئے گئے ، تَبَرَّزَ أَیْ خَرَجَ وذهب للبَرازِ۔ إِدَاوَة: لوٹا ، پانی کا برتن (۲)

## واعَجَباً لک یا ابن عباس

وَاعَجَباً میں دو قول ہیں ایک یہ کہ واعجباً تنوین کے ساتھ اسم فعل بمعنی "أَتَعَجَّبُ" ہے جیسے وَاهاً اسم فعل ہے بمعنی کیا ہی عمدہ ہے دوسرا قول یہ ہے کہ بغیر تنوین کے "وَاعَجَبا" ہے ، اصل میں "وَاعَجَبِی" ہے یاء کو تخفیفاً الف سے بدل دیا جیسے وَالَهفَا ، یا أسفا اور یا حَسْرتا کے الفاظ ہیں (۳)

علامہ زمخشری نے فرمایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے یہ الفاظ ناگواری کے طور پر کہے ہیں حضرت ابن عباسؓ کا سوال آپ کو ناگوار گذرا ، ابن شہاب زہری کا بھی یہی خیال ہے ، چنانچہ صحیح مسلم میں ہے "قال الزهری: کره والله ما سأله عنه ولم یکتمه" (۴) علامہ قرطبی نے ان الفاظ سے ناگواری کے اس مفہوم کو بعید سمجھا (۵) اور حقیقت بھی یہی ہے کہ حضرت عمرؓ نے یہ الفاظ ناگواری کے اظہار کے لئے نہیں کہے بلکہ بطور تعجب کہے ہیں کہ آپ اتنے بڑے عالم ہیں اور

---

(۲) واصل تبرز من البراز: وهو الموضع الخالی البارز عن البیوت: ثم اطلق علی نفس الفعل (فتح الباری: ۳۳۸/۹)

(۳) ارشاد الساری: ۱۱/ ۴۸۰۔

(۴) صحیح مسلم ۱/ ۱۰ وفتح الباری: ۳۳۹/۹۔

(۵) فتح الباری: ۳۳۹/۹۔

یہ واقعہ آپ کو معلوم نہیں، چنانچہ کتاب التفسیر کی روایت میں حضرت ابن عباسؓ کا قول منقول ہے کہ انہوں نے حضرت عمرؓ سے کہا "واللہ إن کنت لأرید أن أسألک عن ھذا منذ سنة، فما أستطیع ھیبةً لک" تو حضرت عمرؓ نے فرمایا "فلا تفعل ما ظننت أن عندی من علم فاسألنی، فان کان لی علم خبرتک به" (٦) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کا سوال حضرت عمرؓ کو ناگوار نہیں گذرا۔

کنت أنا وجار لی من الأنصار

حضرت عمرؓ کے اس انصاری پڑوسی کا نام بعض حضرات نے عتبان بن مالک بتایا ہے، لیکن حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا کہ ان کا نام اوس بن خولی بن عبداللہ ہے (٧)

عوالی المدینة: عَوَالی: عالیة کی جمع ہے، اس سے مدینہ کے قریب مشرق کی جانب واقع بستیاں مراد ہیں (٨)

نتناوب النزولَ: تناوب کسی چیز کو باری باری کرنا، نوبت بنوبت کرنا۔

صَخِبْتُ علی امرأتی: صَخِبَ (س) صَخَباً: چیخنا، چلانا، بعض نسخوں میں "سخبت" سین کے ساتھ ہے، دونوں کے ایک ہی معنی ہیں (٩)

لاتَستکثرِ النبیَّ ﷺ: ای لاتطلبی منه الکثیرَ (١٠)

غَسَّان: سے قبیلۂ غسان مراد ہے، جس کے سردار اور بادشاہ کا نام حارث بن ابی شمر تھا (١١)

تُنْعِلُ الخیلَ: تُنْعِل: باب افعال سے ہے: گھوڑوں کو نعل لگوانا۔

أَثَمَّ هُو: ہمزہ استفہامیہ ہے "ثَمَّ" ظرف مکان ہے یعنی کیا گھر میں حضرت عمرؓ ہیں۔

یُوْشِک: افعال مقاربہ میں سے ہے، جَمَعْتُ عَلَیَّ ثِیابِیْ: میں نے کپڑے سمیٹے، جمع کئے، گھر میں آدمی کے پاس مختصر لباس ہوتا ہے، چادر وغیرہ رکھ دیتا ہے، مطلب یہ ہے کہ

---

(٦) دیکھئے، صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ التحریم: ١٨٦٦/٤، رقم الحدیث: ٤٦٢٩۔

(٧) فتح الباری: ٣٥٠/٩۔ وارشاد الساری: ٤٨٠/١١۔

(٨) فتح الباری: ٣٥٠/٩۔

(٩) فتح الباری: ٣٥١/٩۔

(١٠) ارشاد الساری: ٤٨١/١١۔

(١١) ارشاد الساری: ٤٨١/١١۔

چادر وغیرہ میں نے اوڑھی اور روانہ ہوا۔

مَشْرُبَۃ: کمرہ، بالا خانہ۔

غلام لہ أسْوَد: اس غلام کا نام رباح لکھا ہے (۱۲)

## فاذا ھو مضطجع علی رمال حصیر

یعنی چٹائی کی بناوٹ پر آپ لیٹے ہوئے تھے، کوئی بستر بچھا ہوا نہیں تھا، اس لئے بناوٹ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو پر نشان ڈالدیا تھا۔

اس حدیث میں لفظ "رمال" کی تشریح کرتے ہوئے علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں:

"الرمال: ما رمل ای نسج، یقال: رمل الحصیر وأرملہ فھو مرمول، ومُرْمَل۔ قال الزمخشری: ونظیرہ: الحطام، والرکام، لما حطم ورکم وقال غیرہ: الرمال جمع رَمْل، بمعنی مرمول کخلق اللہ بمعنی مخلوقہ، والمراد أنہ کان السریر قد نسج وجھہ بالسعف، ولم یکن علی السریر وطاء سوی الحصیر" (۱۳)

اور حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں: "رِمال: بکسر الراء، وقد تضم،... تقول: رملتُ الحصیرَ، وأرْملتہ، إذا نسجتَہ وحصیرٌ مُرمول أی منسوج، والمراد ھنا أنّ سریرہ کان مرمولاً بما یرمل بہ الحصیر (۱۴)

## وسادۃ مِنْ أَدَم حَشْوُھا لِیْفٌ

چڑہ کا تکیہ جس کے اندر کھجور کی چھال بھری گئی تھی۔ لِیف: کھجور کی چھال اور حَشْوٌ سے تکیہ کے کپڑے میں جو زائد چیز روئی وغیرہ بھرتے ہیں وہ مراد ہے۔

## فقلت: اللہ اکبر

یہ کہنا یا تو تعجب کے طور پر تھا، امام بخاری رحمہ اللہ کی یہی رائے ہے اور انہوں نے ابواب الآداب ص ۹۱۸ پر ایک ترجمہ قائم کیا ہے، اس سے اس کی وضاحت ہوتی ہے (۱۵)

---

(۱۲) فتح الباری: ۳۵۸/۹۔

(۱۳) دیکھئے، النھایۃ لابن الاثیر: ۲۶۵/۲۔

(۱۴) فتح الباری: ۳۵۸/۹۔

(۱۵) دیکھئے، صحیح بخاری، کتاب الادب، باب التکبیر والتسبیح عند التعجب۔

بعض شراح بخاری کا خیال ہے کہ حضرت عمرؓ نے یہ الفاظ بطور شکر ادا کئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق نہیں دی، یہ اللہ کا بڑا کرم ہوا، آپ طلاق دیتے تو حضرت عمرؓ کی بیٹی کو بھی طلاق ہوجاتی (۱۶)

وقال عبيد بن حنين: سمع ابن عباس عن عمر، فقال: اعتزل النبی ﷺ ازواجه

یہ درمیان میں عبید بن حنین کی تعلیق ذکر فرمادی، اس تعلیق میں لفظ "طلق" کے بجائے "اعتزل" کا کلمہ ہے، کتاب التفسیر میں اس تعلیق کو امام نے موصولا نقل کیا ہے۔ (۱۷)

آگے حدیث "فقلت: خابت حفصة وخسرت...." یہ سند باب سے متعلق ہے اور موصول ہے، سابقہ حدیث کا تسلسل ہے، درمیان میں عبید بن حنین کی تعلیق جملہ معترضہ کے طور پر ذکر کی ہے اس تعلیق کے ذکر کرنے سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ "طلق" کے لفظ پر تمام روایات متفق نہیں ہیں، بعض میں "طلق" اور بعض میں "اعتزل" کا لفظ ہے۔

اگر "طلق" کے لفظ کو درست تسلیم کرلیا جائے تو اس صورت میں ان انصاری صحابی کے بارے میں کہا جائے گا کہ وہ منافقین کے پروپیگنڈہ سے متاثر ہوگئے تھے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صرف گوشہ نشین ہوگئے تھے، اہل نفاق نے یہ بے پر کی اڑائی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق دیدی اور لوگ اس کو نقل کرنے لگے۔ (۱۸)

ثم قلت: وأنا قائم أَسْتَأْنِسُ

یعنی پھر میں نے کہا، اس حال میں کہ میں کھڑا ہوکر مانوس ہورہا تھا، أَسْتَأْنِسُ: یہ ماقبل سے حال ہے علامہ قرطبی نے فرمایا کہ یہ محل استفہام میں ہے، اصل میں أَأَسْتَأْنِسُ ہے، ایک ہمزہ کو تخفیفاً حذف کردیا یعنی کیا میں مانوس ہوکر بات کرسکتا ہوں، لیکن پہلے معنی ظاہر ہیں۔ (۱۹)

---

(۱۶) فتح الباری: ۳۵۹/۹۔

(۱۷) دیکھئے، صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورہ التحریم: ۱۸۶۶/۴، رقم الحدیث: ۴۶۲۹۔

(۱۸) فتح الباری: ۳۵۵/۹۔

(۱۹) فتح الباری: ۳۵۹/۹۔

غیر أَھَبَۃٍ ثلاثۃٍ

أَھَبَۃ: (ہمزہ اور باء کے فتحہ کے ساتھ) یہ إِھَابٌ کی خلاف قیاس جمع ہے، (۲۰) چمڑے کو کہتے ہیں۔

مِنْ شِدَّۃِ مَوْجِدَتِہ عَلَیْھِنَّ: مَوْجِدَۃ: غضب، غصہ

اس حدیث کے آخر میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کی وجہ سے ناراض ہوکر اپنی ازواج سے الگ ہوگئے تھے جو حضرت حفصہؓ نے حضرت عائشہؓ کے سامنے ظاہر کردی تھی، وہ بات کیا تھی؟ اس کے متعلق تفصیل سورۂ تحریم کی تفسیر میں گذر چکی ہے، (۲۱) وہاں دیکھ لی جائے۔

حدیث کی مناسبت ترجمۃ الباب سے واضح ہے کہ اس میں حضرت عمرؓ نے اپنی صاحبزادی حضرت حفصہؓ کو نصیحت فرمائی۔

۸٤ – باب: صَوْمِ المَرْأَةِ بِإِذْنِ زَوْجِهَا تَطَوُّعًا.

٤٨٩٦: حدّثنا محمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: (لَا تَصُومُ المَرْأَةُ وَبَعْلُهَا شَاهِدٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ). [٤٨٩٩]

عورت شوہر کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ رکھ سکتی ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب میں کوئی حکم نہیں لگایا، البتہ اس کے تحت جو حدیث ذکر کی ہے، اس سے عدم جواز معلوم ہوتا ہے۔

تطوع کی قید اس لئے لگائی ہے کہ فرض روزے میں شوہر کی اجازت ضروری نہیں، نفل میں البتہ عورت اس کی مکلف ہے کہ وہ شوہر سے اجازت لے کر روزہ رکھے۔ (۲۲)

---

(۴۸۹٦) اخرجہ البخاری ایضا فی کتاب النکاح، باب لاتاذن المراۃ فی بیت زوجھا لاحد الاباذنہ، واخرجہ مسلم فی الزکاۃ، باب ماانفق العبد من مال مولاہ، رقم الحدیث: ١٠٦٦۔

(۲۰) فتح الباری: ۹/۳٦۰۔

(۲۱) دیکھئے کشف الباری، کتاب التفسیر صفحہ: ٦۸۳۔

(۲۲) الابواب والتراجم: ۲/۷۳۔

شوہر کی اجازت کے بغیر اگر عورت نے نفلی روزہ رکھ لیا تو اکثر نے اس کو حرام، بعضوں نے مکروہ قرار دیا ہے، امام نووی نے حرمت کے قول کو اور مہلب نے مکروہ تنزیہی کے قول کو ترجیح دی ہے، البتہ روزہ رکھنے کے بعد وہ روزہ معتبر اور صحیح ہوگا لیکن عورت گنہگار ہوگی اور اس کی قبولیت کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالہ ہے۔ (۲۳)

سند حدیث میں "عبداللہ" سے عبداللہ بن مبارک مراد ہیں، حدیث میں ہے کہ عورت کا شوہر اگر حاضر ہے تو وہ روزہ نہ رکھے مگر اس سے اجازت لے کر۔

البتہ اگر شوہر سفر پر ہے یا اس طرح بیمار ہے کہ وہ عورت سے استمتاع حاصل نہیں کرسکتا تو ایسی صورت میں وہ روزہ رکھ سکتی ہے، اگر وہ سفر سے آیا اور عورت روزہ دار تھی تو وہ اس کے روزہ کو فاسد کرسکتا ہے اور اس میں کسی قسم کی کوئی کراہت نہیں۔ (۲۴)

## ٨٥ – باب: إِذَا بَاتَتِ الْمَرْأَةُ مُهَاجِرَةً فِرَاشَ زَوْجِهَا.

٤٨٩٧/٤٨٩٨: حدَّثنا محمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا ٱبْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِي حازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ. عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ: (إِذَا دَعَا الرَّجُلُ ٱمْرَأَتَهُ إِلَى فِرَاشِهِ. فَأَبَتْ أَنْ تَجِيءَ. لَعَنَتْهَا المَلَائِكَةُ حَتَّى تُصْبِحَ)

(٤٨٩٨): حدَّثنا محمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ. عَنْ قَتَادَةَ. عَنْ زُرَارَةَ. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قالَ: قالَ النَّبِيُّ ﷺ: (إِذَا بَاتَتِ الْمَرْأَةُ مُهَاجِرَةً فِرَاشَ زَوْجِهَا. لَعَنَتْهَا المَلَائِكَةُ حَتَّى تَرْجِعَ). [ر: ٣٠٦٥]

مطلب یہ ہے کہ شوہر عورت کو جماع کے لئے بلاتا ہے اور وہ بغیر کسی عذر کے نہیں آتی، انکار کردیتی ہے تو اس پر ملائکہ صبح تک لعنت کرتے ہیں، جب کہ شوہر ناراضگی کی حالت میں رات گذارے۔

دوسری روایت میں ہے کہ فرشتے اس پر لعنت بھیجتے ہیں یہاں تک کہ وہ عورت (شوہر کو چھوڑ دینے سے) رجوع کرے۔

---

(۲۳) فتح الباری: ۹/۳۶۹۔

(۲۴) فتح الباری: ۹/۳۶۹۔

## ۸۶ - باب : لَا تَأْذَنُ المَرْأَةُ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا لِأَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِهِ .

امام بخاری رحمہ اللہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ عورت کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے شوہر کے گھر میں اس کی اجازت کے بغیر کسی کو آنے دے ، چاہے وہ اس کا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔

حضرات مالکیہ کے نزدیک عورت کے باپ بھائی اس کے شوہر کے گھر میں بغیر اجازت کے آسکتے ہیں ، ان کے لئے اجازت ضروری نہیں ، وہ دلیل میں صلۃ الرحم کی روایات پیش کرتے ہیں ، کہتے ہیں کہ ان کو روکنے سے قطع رحمی لازم آئے گی ، حالانکہ صلہ رحمی واجب اور ضروری ہے ۔ (۲۵)

حضرات حنفیہ کے اس مسئلہ میں تین قول ہیں :

ایک قول تو مطلقاً ممانعت کا ہے یعنی کسی کو بھی شوہر کی اجازت کے بغیر اس کے گھر میں آنا صحیح نہیں ۔

دوسرا قول یہ ہے کہ رشتہ داروں کا دخول تو بغیر اجازت کے ممنوع نہیں البتہ زیادہ دیر وہاں ٹھرنا اور طویل گفتگو کرنا ممنوع ہے ۔

اور تیسرا قول یہ ہے کہ عورت کے والدین شوہر کی اجازت کے بغیر ہفتہ میں ایک مرتبہ آسکتے ہیں ، شوہر کو انہیں روکنے کا حق نہیں ، اسی طرح عورت اگر والدین کے پاس ہفتہ میں ایک بار جانا چاہے تو اس کے لئے بھی اجازت ہوگی ، البتہ دوسرے رشتہ داروں کو سال بھر میں ایک مرتبہ شوہر کی اجازت کے بغیر عورت سے ملنے کا حق ہے ۔ (۲۶)

امام بخاری رحمہ اللہ کا مسلک مطلقاً ممانعت کا معلوم ہوتا ہے کیونکہ انہوں نے ترجمہ میں الفاظ مطلق اور عام ذکر کئے ہیں ۔

---

(۲۵) الابواب والتراجم : ۲/ ۶۴ ۔

(۲۶) مذکورہ تینوں اقوال کے لئے دیکھئے : الہدایۃ ، کتاب الطلاق ، باب النفقۃ : ۲/ ۴۱۸ ۔ صاحب ہدایہ نے آخری قول کو مفتی بہ قرار دیا ہے ۔

٤٨٩٩ : حدّثنا أبو اليمان : أخبرنا شعيب : حدّثنا أبو الزّناد ، عن الأعرج ، عن أبي هريرة رضي الله عنه : أنّ رسول الله ﷺ قال : (لا يحلّ للمرأة أن تصوم وزوجها شاهد إلّا بإذنه ، ولا تأذن في بيته إلّا بإذنه ، وما أنفقت من نفقة عن غير أمره فإنّه يؤدّى إليه شطره) .
ورواه أبو الزّناد أيضًا عن موسى ، عن أبيه ، عن أبي هريرة في الصّوم . [ر : ٤٨٩٦]

## وَمَا أَنْفَقَتْ مِنْ نَفَقَةٍ عَنْ غَيْرِ أَمْرِهِ، فَإِنَّهُ يُؤَدَّى إِلَيْهِ شَطْرُهُ

عورت نے اگر شوہر کی (صریح) اجازت کے بغیر اس کے مال اور کمائی میں سے کچھ خرچ کردیا تو اس کا آدھا حصہ شوہر کو دیا جائے گا، یعنی آدھے حصہ کا ثواب شوہر کو ملیگا۔

مطلب یہ ہے کہ شوہر چونکہ مالک ہے، ملک کی وجہ سے اسکو آدھا ثواب ملے گا اور بیوی نے انفاق اور خرچ کیا ہے تو انفاق کی وجہ سے آدھا ثواب بیوی کو ملے گا۔

لیکن یہ اس صورت میں ہے کہ شوہر نے اتنی مقدار خرچ کرنے کی صراحتاً اجازت تو نہ دی ہو لیکن عُرفاً اتنی مقدار خرچ کرنے کی عورت مُجاز ہو، یا یہ ہے کہ خرچ کرتے وقت صراحتاً اجازت نہ دی ہو لیکن سابق میں اسے اجازت دی گئی ہو، تو ایسی صورت میں اگر عورت مال کی اتنی مقدار راہ خیر میں خرچ کرے گی تو اس کا آدھا ثواب شوہر کو ملیگا کیونکہ وہ اس کی کمائی تھی اور چونکہ انفاق بیوی نے کیا ہے اس لئے آدھا ثواب بیوی کو ملے گا، حدیث میں "عن غبر امرہ" سے "عن غیر امرہ الصریح" مراد ہے یعنی صریح اجازت انفاق کے وقت نہ ہو اور "امر صریح" سابقہ اجازت یا عرفی اجازت کے منافی نہیں۔

لیکن اگر عورت شوہر کے مال میں اس کی اجازت کے بغیر اتنی مقدار خرچ کردے جس کی اسے عرفاً اجازت نہیں اور نہ ہی شوہر نے سابق میں اسے اجازت دی ہو تو یہ جائز نہیں، ایسی صورت میں عورت کو ثواب نہیں ملے گا بلکہ وہ گنہگار ہوگی۔ (۲۷)

---

٤٨٩٩ : (لا تأذن في بيته) أي لا تسمح بالدخول إلى مسكنه لأحد يكرهه . وتعلم عدم رضاه بدخوله . امرأة كانت أو رجلاً يجوز له الدخول عليها ؛ وأما من لا يجوز له الدخول عليها فلا تسمح له بالدخول ولو كان زوجها يرضى بذلك . (يؤدى إليه شطره) يعطى نصف الأجر . وقيل : المراد أنها إذا أنفقت على نفسها زيادة عن القدر المعتاد غرمت له الزيادة . (في الصوم) أي رواه بإسناد آخر في الصوم خاصة ، ولم يذكر فيه الإذن والإنفاق

(۲۷) دیکھئے فتح الباری: ۳۶۰/۹۔

**وروا ہ أبو الزّناد أیضا عن موسی عن أبیہ عن أبی ھریرۃ فی الصوم**

مقصد یہ ہے کہ روایت باب جو "شعیب عن أبی الزّناد عن الأعرج" کے طریق سے ہے تین احکام پر مشتمل ہے ❶ اِذنِ زوج کے بغیر صوم کا حکم ❷ اِذنِ زوج کے بغیر دخول بیت کا حکم ❸ اور امر صریح کے بغیر انفاق کا حکم، امام بخاری رحمہ اللہ نے مذکورہ تعلیق ذکر کرکے اشارہ کردیا کہ ابوالزناد ایک دوسری سند "عن موسی، عن ابیہ" کے طریق سے بھی یہ روایت نقل کرتے ہیں اور اس میں تین احکام میں سے صرف صوم والا حکم مذکور ہے کہ عورت شوہر کی اجازت کے بغیر روزہ نہیں رکھ سکتی۔

تعلیق میں موسی سے موسی بن ابی عثمان مراد ہیں، ان کے والد کا نام تبان یا عمران ہے اور ان کی کنیت ابوعثمان ہے، بخاری میں ان کی صرف یہی ایک تعلیق ہے، کہیں اور ان کا ذکر نہیں۔ (۲۸)

اس تعلیق کو امام احمد اور نسائی وغیرہ نے موصولا نقل کیا ہے۔ (۲۹)

## باب

٤٩٠٠ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حدّثنا إسْماعِيلُ : أَخْبَرَنَا التَّيْمِيُّ . عَنْ أَبِي عُثْمانَ . عَنْ أُسامَةَ . عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (قُمْتُ عَلى بابِ الجَنَّةِ ، فَكانَ عامَّةَ مَنْ دَخَلَها المَساكِينُ . وَأَصْحابُ الجَدِّ مَحْبُوسُونَ . غَيْرَ أَنَّ أَصْحابَ النَّارِ قَدْ أُمِرَ بِهِمْ إِلَى النَّارِ . وَقُمْتُ عَلى بابِ النَّارِ فَإِذا عامَّةُ مَنْ دَخَلَها النِّساءُ) . [٦١٨١]

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں جنت کے دروازہ پر کھڑا ہوں گا تو عام طور سے جنت میں داخل ہونے والے مساکین ہوں گے اور اغنیاء اور مالدار حساب وکتاب میں محبوس

---

(۴۹۰۰) واخرجہ البخاری فی کتاب الرقاق، باب صفۃ الجنۃ والنار، رقم الحدیث: ۶۵۴۸، واخرجہ مسلم فی کتاب الذکر والدعاء والتوبۃ، باب اکثر اھل الجنۃ الفقراء، رقم الحدیث: ۲۷۳۶، واخرجہ النسائی فی کتاب عشرۃ النساء، باب ماذکر فی النساء، رقم الحدیث: ۹۲۵۹۔

(۲۸) عمدۃ القاری: ۱۸۶/۲۰۔

(۲۹) عمدۃ القاری: ۱۸۶/۲۰۔

ہوں گے لیکن اصحاب النار۔کے لئے نار میں لیجانے کا حکم ہوچکا ہوگا اور میں دوزخ کے دروازہ پر کھڑا ہوں گا، وہاں عام طور پر دوزخ میں داخل ہونے والی عورتیں ہوں گی۔

ترمذی کی ایک روایت میں آتا ہے کہ فقراء نصف یوم پہلے اغنیاء سے جنت میں داخل ہوں گے اور آخرت کا دن ایک ہزار سال کا ہے، لہذا وہ پانچ سو سال پہلے جنت میں جائیں گے۔ (۳۰)

سفیان بن عیینہ سے نقل کیا گیا کہ اصل میں اغنیاء اپنے دروازہ کو چھوڑ کر فقراء کے دروازہ کے پاس غلطی سے چلے جائیں گے، انہیں پھر ان کے دروازے کے پاس واپس کیا جائے گا، یہ فاصلہ پانچ سو سال کا ہوگا، اس لئے انہیں جنت میں داخل ہونے میں پانچ سو سال کی تاخیر ہوگی۔ (۳۱)

لیکن روایت کے ظاہری الفاظ سے اس توجیہ کی تائید نہیں ہوتی، "وأصحاب الجَدِّ مَحْبُوسون" سے تو متبادر یہی ہے کہ ان کو حساب وکتاب کی بناء پر دیر لگے گی۔

جہنم میں عام طور پر عورتوں کے داخل ہونے پر اشکال یہ ہوتا ہے کہ جنتیوں کے بارے میں آتا ہے کہ "لکل واحد منهم زوجتان" جنت میں ہر جنتی مرد کو دو بیویاں ملیں گی، پھر جب عام طور سے عورتیں جہنم میں داخل ہونے والی ہیں تو جنتیوں کو دو بیویاں کہاں سے ملیں گی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ص ۴۶۱ پر روایت گذری ہے، اس میں ہے "لکل امرئ منهم زوجتان مِنَ الحُوْرِ العین" (۳۲)

اور ایک جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ ابتداءً عورتیں جہنم میں زیادہ ہوں گی اور پھر وہاں کی سزا مکمل ہونے کے بعد جب جنت میں آئیں گی تو ہر جنتی کو دو دو عورتیں عطا کی جائیں گی۔ (۳۳)

یہ باب بلا ترجمہ کے ہے اور کالفصل من الباب السابق ہے، بعض نسخوں میں باب کا لفظ مذکور نہیں، اس صورت میں یہ ماقبل باب "لا تأذن المراة...." کے تحت آئے گا، باب اور حدیث کے درمیان مناسبت اس طرح ہوگی کہ اس حدیث میں اشارہ کردیا کہ عورتیں مذکورہ نہی کی عموماً مرتکب ہوتی ہیں، اس وجہ سے اکثر جہنم میں داخل ہوں گی، چنانچہ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

"وسقط للنسفي لفظ "باب" فصار الحدیث الذي فیه من جملة الباب الذي قبله

---

(۳۰) دیکھئے، سنن ترمذی: وفیض الباری: ۳۰۳/۴۔

(۳۱) البدر الساری: ۳۰۳/۴، وقوت المغتذی: ۶۱/۲

(۳۲) دیکھئے، صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی صفة الجنة وانها مخلوقة: ۴۶۱/۱۔

(۳۳) مرقاة المفاتیح: ۳ / ۳۲۰

"ومناسبته له من جهة الاشارة إلى أن النساء غالباً يرتكبن النهي المذكور، ومن ثم كن أكثر من دخل النار" (۳۴)

۸۷ – باب : كُفْرَانِ الْعَشِيرِ وَهُوَ الزَّوْجُ ، وَهُوَ الخَلِيطُ ، مِنَ الْمُعَاشَرَةِ
فِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ .

٤٩٠١ : حدّثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مالِكٌ ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ قالَ : خَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ . فَصَلَّى رَسُولُ اللهِ ﷺ وَالنَّاسُ مَعَهُ ، فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلاً نَحْوًا مِنْ سُورَةِ الْبَقَرَةِ ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلاً ثُمَّ رَفَعَ ، فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلاً ، وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلاً ، وَهُوَ دون الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ ، ثُمَّ سَجَدَ ، ثُمَّ قامَ ، فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلاً ، وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلاً ، وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ ، ثُمَّ رَفَعَ ، فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلاً ، وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلاً ، وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ ، ثُمَّ رَفَعَ ، ثُمَّ سَجَدَ ، ثُمَّ انْصَرَفَ ، وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ ، فَقَالَ : (إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللهِ ، لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ ، فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذٰلِكَ فَاذْكُرُوا اللهَ) قالُوا : يَا رَسُولَ اللهِ ، رَأَيْنَاكَ تَنَاوَلْتَ شَيْئًا فِي مَقَامِكَ هٰذَا ، ثُمَّ رَأَيْنَاكَ تَكَعْكَعْتَ ؟ فَقَالَ : (إِنِّي رَأَيْتُ الجَنَّةَ ، أَوْ أُرِيتُ الجَنَّةَ ، فَتَنَاوَلْتُ مِنْهَا عُنْقُودًا ، وَلَوْ أَخَذْتُهُ لَأَكَلْتُمْ مِنْهُ ما بَقِيَتِ الدُّنْيَا ، وَرَأَيْتُ النَّارَ ، فَلَمْ أَرَ كَالْيَوْمِ مَنْظَرًا قَطُّ ، وَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا النِّسَاءَ) . قالُوا : لِمَ يا رَسُولَ اللهِ ؟ قالَ : (بِكُفْرِهِنَّ) . قِيلَ : يَكْفُرْنَ بِاللهِ ؟ قالَ : (يَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ ، وَيَكْفُرْنَ الْإِحْسَانَ ، لَوْ أَحْسَنْتَ إِلَى إِحْدَاهُنَّ الدَّهْرَ ، ثُمَّ رَأَتْ مِنْكَ شَيْئًا ، قالَتْ : ما رَأَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ) . [ر : ۲۹]

٤٩٠٢ : حدّثنا عُثْمانُ بْنُ الْهَيْثَمِ : حَدَّثَنَا عَوْفٌ ، عَنْ أَبِي رَجَاءٍ ، عَنْ عِمْرَانَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (اطَّلَعْتُ فِي الجَنَّةِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا الْفُقَرَاءَ ، وَاطَّلَعْتُ فِي النَّارِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا النِّسَاءَ) .

تَابَعَهُ أَيُّوبُ وَسَلْمُ بْنُ زَرِيرٍ . [ر : ۳۰٦۹]

(۳۴) فتح الباری: ۹/۳٦۲۔

عشیر کے دو معنی آتے ہیں ایک زوج کے اور دوسرے ساتھی کے، چنانچہ ابوعبیدہ نے قرآن کریم کی آیت "لَبِئْسَ الْمَوْلیٰ وَلَبِئْسَ الْعَشِیر" میں "عَشِیر" کے معنی خلیط کے بیان کئے ہیں (۳۵)

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ شوہر کی نافرمانی اور ناشکری کرنا ممنوع ہے۔

چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ نے جو حدیث ذکر فرمائی ہے، اس کے آخر میں ہے کہ میں نے جہنم کو دیکھا کہ اس میں عورتوں کی اکثریت ہے، حضرات صحابہؓ نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا "بکفرھن" ان کے کفر کی وجہ سے، صحابہ نے پوچھا "یکفرن باللہ؟" کیا وہ اللہ تعالی کا انکار کرتی ہیں تو آپ نے فرمایا یکفرن العشیر، ویکفرن الاحسان: شوہر کی نافرمانی کرتی ہیں، احسان کی ناشکری کرتی ہیں، اگر آپ ان میں سے کسی ایک کے ساتھ ساری عمر اچھائی کرتے رہیں اور پھر اس نے آپ سے کوئی ایک بات بھی خلاف طبع دیکھ لی تو کہے گی "میں نے آپ سے کبھی بھلائی نہیں دیکھی" اور ظاہر ہے یہ ناشکری ہے شوہر کی بھی اور بھلائی اور احسان کی بھی اور ان کی یہ ناشکری ان کے جہنم میں جانے کا سبب بن جاتی ہے۔

مولانا انورشاہ کشمیری رحمہ اللہ نے فرمایاکہ جہنم میں عورتوں کی کثرت کا یہ مشاہدہ کلیہ نہیں ہے بلکہ یہ ایک جزئی مشاہدہ ہے، یعنی جس وقت آپ نے مشاہدہ فرمایا اس وقت عورتوں کی کثرت تھی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جہنم میں ہمیشہ عورتوں کی کثرت ہوگی، چنانچہ فیض الباری میں ہے

"وقد مر منّي أن مشاهدته تلك ليست كلية، بل مشاهدة جزئية، تقتصر على هذه الحال فقط، ويؤيده ما عندالبخاري في الصفحة الاتية ۲۸۳ ـ طبع الهند ـ "اطلعت في الجنة فرأيتُ أكثرَ أهلها الفقراء، واطلعت في النار فرأيتُ أكثرَ أهلها النساء" ففيه إشعار بأنها مشاهدته إذ ذاك، ولو أراد الضابطة الكلية لقال: "الرجال" بدل "الفقراء" ليستقيم تقابله بالنساء، ولكنه ذكر الفقراء من جانب، وذكر النساء من جانب، فظهر أنه لم يرد بيان الضابطة" (۳۶)

(۳۵) فتح الباری: ۳۶۳/۹۔

(۳۶) فیض الباری: ۳۰۲/۴۔

باب کی پہلی حدیث ابواب الکسوف میں گذر چکی ہے اور وہیں اس پر بحث بھی گذر چکی ہے (۳۷)

دوسری حدیث کے آخر میں ہے ۔

## تابعہ ایوب وسَلْم بن زَرِیْر

یعنی ایوب اور سَلْم بن زَرِیر نے عوف کی جو ابورجاء سے روایت نقل کررہے ہیں متابعت کی ہے ۔

ایوب کی متابعت کو امام نسائی نے اور سَلْم بن زَرِیر کی روایت کو امام بخاری نے صفۃ الجنہ میں موصولاً نقل کیا ہے ۔ (۳۸)

٨٨ - باب : (لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقٌّ) .

قَالَهُ أَبُو جُحَيْفَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . [ر : ١٨٦٧]

ابوجُحَیْفہ کی تعلیق کو امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الصوم میں موصولاً نقل کیا ہے ۔ (۳۹)

پہلے باب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ بیوی پر شوہر کا حق ہے اور اس حق کو ادا نہ کرنے کی وجہ سے اکثر عورتیں جہنم میں ہوں گی ، اس باب میں امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ شوہر پر بیوی کا بھی حق ہے ۔

٤٩٠٣ : حدّثنا مُحمدُ بْنُ مُقَاتِلٍ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ ٱللهِ : أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قالَ : حَدَّثَنِي يَحْيَىٰ بْنُ أَبِي كَثِيرٍ قالَ : حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قالَ : حَدَّثَنِي عَبْدُ ٱللهِ بْنُ عَمْرِو ٱبْنِ الْعَاصِ قالَ : قالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (يَا عَبْدَ ٱللهِ ، أَلَمْ أُخْبَرْ أَنَّكَ تَصُومُ النَّهَارَ وَتَقُومُ اللَّيْلَ) .

---

(۳۷) راجع صحیح البخاری: کتاب الکسوف، باب الصلوۃ فی کسوف الشمس : رقم الحدیث: ۱۰۴۰ ، ص : ۲۰۵

(۳۸) عمدة القاری: ۲۰/۱۸۸۔

(۳۹) عمدة القاری: ۲۰/۱۸۸۔

قُلْتُ : بَلَى يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، قالَ : (فَلَا تَفْعَلْ ، صُمْ وَأَفْطِرْ ، وَقُمْ وَنَمْ ، فَإِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا ، وَإِنَّ لِعَيْنِكَ عَلَيْكَ حَقًّا ، وَإِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا) . [ر : ۱۰۷۹]

روایت میں ہے "إن لزوجک علیک حقًا" آپ کا منشا یہ تھا کہ اس طرح اگر تم مسلسل روزے رکھتے رہے اور قیام اختیار کیا تو تم کمزور ہوجاؤ گے اور اپنی بیوی کا حق ادا نہیں کرسکو گے صرف نان نفقہ ہی تو اس کا حق نہیں ہے۔

## بیوی سے صحبت نہ کرنے والے کا حکم

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر ایک آدمی اپنی بیوی کے ساتھ ہم بستری نہ کرے تو اس کا کیا حکم ہے ؟

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی بلا عذر ایسا کرتا ہے تو اس کو تنبیہ کردی جائے اگر وہ پھر بھی ہم بستری نہیں کرتا تو دونوں کے درمیان تفریق کردی جائے (۴۰)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے بھی یہی قول نقل کیا گیا ہے (۴۱)

امام شافعی رحمہ اللہ کا مشہور قول یہ ہے کہ شوہر پر ہمبستری واجب نہیں ہے اور ایک قول یہ ہے کہ نکاح کے بعد ایک مرتبہ ہم بستری کرنا واجب ہے (۴۲)

بعض اسلاف سے منقول ہے کہ چار راتوں میں ایک مرتبہ واجب ہے ، بعض کہتے ہیں ، ایک طہر میں ایک مرتبہ واجب ہے (۴۴) حضرات حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ نکاح کے بعد ایک مرتبہ تو واجب ہے اور اس کے بعد وجوب دیانۃً ہے ، قضاءً نہیں ، محقق بن ھمام فرماتے ہیں کہ مدت ایلاء یعنی چار ماہ میں ایک مرتبہ وطی ضروری ہے ، اس سے زیادہ تاخیر درست نہیں (۴۵)

ہاں اگر بیوی خود ترک وطی اور ترک جماع پر راضی ہے تو اس صورت میں کوئی مضائقہ نہیں۔

---

(۴۰) فتح الباری: ۳۶۳/۹۔

(۴۱) فتح الباری: ۳۶۳/۹۔

(۴۲) فتح الباری: ۳۶۳/۹۔

(۴۳) فتح الباری: ۳۶۳/۹۔

(۴۴) فتح الباری: ۳۶۳/۹۔

(۴۵) حنفیہ کے مسلک اور ابن ھمام کے قول کے لئے دیکھئے :فتح القدیر ،کتاب النکاح ،باب القسم: ۳۰۲/۳۔

## ٨٩ – باب: المَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا.

٤٩٠٤: حدّثنا عَبْدَانُ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ ٱللهِ: أَخْبَرَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ٱبْنِ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ: (كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالْأَمِيرُ رَاعٍ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ، وَالمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى بَيْتِ زَوْجِهَا وَوَلَدِهِ، فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ). [ر: ٨٥٣]

بیوی گھر میں نگران ہوتی ہے، اولاد کی تربیت اور شوہر کے گھر کی حفاظت اس کے ذمہ لازم ہے۔

## ٩٠ – باب: قَوْلِ ٱللهِ تَعَالَى: «الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ ٱللهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ – إِلَى قَوْلِهِ – إِنَّ ٱللهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيرًا» /النساء: ٣٤/.

٤٩٠٥: حدّثنا خالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ: حدّثنا سُلَيْمانُ قالَ: حَدَّثَنِي حُمَيْدٌ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ: آلَى رَسُولُ ٱللهِ ﷺ مِنْ نِسَائِهِ شَهْرًا، وَقَعَدَ فِي مَشْرُبَةٍ لَهُ، فَنَزَلَ لِتِسْعٍ وَعِشْرِينَ، فَقِيلَ: يَا رَسُولَ ٱللهِ، إِنَّكَ آلَيْتَ عَلَى شَهْرٍ؟ قالَ: (إِنَّ الشَّهْرَ تِسْعٌ وَعِشْرُونَ). [ر: ٣٧١]

---

(٩٠) (قوامون) يقومون بأمرهن، آمرين لهن وناهين كما تقوم الولاة على الرعايا. (بما فضل الله) بسبب ما جعل الله تعالى في كل من المرأة والرجل من خصائص، وقد اختص الرجل بمزيد الروية والتعقل والقدرة والجلد. وتتمتها: «وبِمَا أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ فَالصَّالِحَاتُ قَانِتَاتٌ حَافِظَاتٌ لِلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ ٱللهُ وَاللَّاتِي تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوهُنَّ فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا» (وبما أنفقوا) بسبب ما أدوه من مهر وما يؤدونه من نفقة المسكن والملبس والمأكل ونحو ذلك. (فالصالحات) المؤمنات المحسنات. (قانتات) مطيعات. (حافظات للغيب) صائنات لنفوسهن في غيبة أزواجهن كما يصنّها في حضرتهم. (بما حفظ الله) كما أمر الله تعالى، ومقابلة لوصية الله تعالى بهن، وأمره الرجال بحفظهن والإحسان لهن. (نشوزهن) عصيانهن. (المضاجع) جمع مضجع وهو الفراش، والمراد ترك الجماع. (اضربوهن) ضربًا خفيفًا يقصد به التأديب، حيث لم نجد كل الوسائل من النصح والهجر والإصلاح وغير ذلك. في ردها عن جموحها ومخالفتها. (أطعنكم) في أداء ما وجب عليهن في طاعة الله عز وجل. (فلا تبغوا عليهن سبيلاً) فلا تطلبوا مسلكًا من المسالك لإيذائهن بالضرب أو التوبيخ ظلمًا (عليًا كبيرًا) أقدر منكم. وسلطانه عليكم أشد من سلطانكم على نسائكم فاحذروا مخالفته ولا تظلموهن.

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں ایلاء والی روایت نقل کی ہے ، امام اسماعیلی نے اس پر اشکال کیا ہے کہ یہ روایت آیت مُتَرجَم بہا "الرجال قوامون...." کے ساتھ مرتبط نہیں ہے ، دونوں کے درمیان مناسبت نہیں، (۱)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے آیت کریمہ کے ابتدائی حصہ کو صرف ترجمہ کا جزء نہیں بنایا بلکہ انہوں نے فرمایا ہے "الی قولہ: "ان اللہ کان علیما حکیما" پوری آیت امام بخاری رحمہ اللہ کے پیش نظر ہے اور پوری آیت میں "فَعِظُوْهُنَّ واهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ" کے الفاظ بھی موجود ہیں اور ایلاء میں ازواج مطہرات سے ہجر پایا گیا ہے ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے علیحدگی اختیار کی تھی اس لئے روایت اور آیت کے درمیان مطابقت اور مناسبت پائی جاتی ہے ۔ (۲)

۹۱ - باب : هِجْرَةِ النَّبِيِّ ﷺ نِسَاءَهُ فِي غَيْرِ بُيُوتِهِنَّ .

وَيُذْكَرُ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ حَيْدَةَ رَفَعَهُ : (غَيْرَ أَنْ لَا تَهْجُرَ إِلَّا فِي الْبَيْتِ) . وَالْأَوَّلُ أَصَحُّ

امام بخاری رحمہ اللہ فرما رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج سے الگ رہے لیکن ان کے گھروں میں ان سے اعتزال نہیں فرمایا بلکہ بالاخانہ میں جاکر آپ نے قیام فرمایا۔

مُہلَّب کہتے ہیں کہ امام بخاری اس ترجمہ سے اس بات کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں کہ ایک ہجر فی البیوت ہوتا ہے اور ایک ہجر فی غیر البیوت ہوتا ہے تو ہجر فی البیوت بہت سخت ہوتا ہے ، بیوی کے لئے یہ بات ناقابل برداشت ہوتی ہے کہ شوہر اس کے گھر میں موجود ہو اور پھر وہ اس سے اعراض کرے ، اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سخت طریقے کو اختیار کرنے کے بجائے بالا خانے میں قیام فرمایا ، امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ عورت کے ساتھ اگر ہجر کی صورت پیش آئے تو اس میں نرمی کرنی چاہئے اور وہ صورت اختیار کرنی چاہئے جو نسبۃً سخت نہیں ہے ۔ (۳)

---

(۱) فتح الباری: ۹/ ۳۶۳ ـ وفی اللامع: ۹/ ۳۲۶: "دلالۃ الروایۃ علیہ من حیث ان الزوج کان لہ الایلاء والامتناع عن قربانہا، ولا یمکن ذلک للمرأۃ ان قصدت۔

(۲) فتح الباری: ۹/ ۳۶۳ ـ (۳) الابواب والتراجم: ۲/ ۶۴ ـ

ابن منیّر مالکی نے فرمایا کہ مہلب نے امام بخاری کا جو مقصد بیان کیا یہ بعید ہے بلکہ امام بخاریؒ ہجر کی دونوں صورتوں کے جواز کو بیان کرنا چاہتے ہیں کہ ہجر فی البیوت بھی جائز ہے اور ہجر فی غیر البیوت بھی جائز ہے ۔ (۳)

ويذكر عن معاوية بن حيدة رفعه: "غير ان لا تهجر الا في البيت" والاول اصح

اس سے حضرت معاویہ بن حیدہ قُشَیْرِی رضی اللہ عنہ کی روایت کی طرف اشارہ ہے جس کو امام احمد اور امام ابوداود ، نے نقل کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ازواج سے گھر ہی میں ہجر اختیار کیا جائے ۔ (۳) *

امام بخاری رحمہ اللہ نے "والأوّل أصح" کہہ کر معاویہ بن حَیْدَہ کی روایت کے ضعف اور مرجوح ہونے کی طرف اشارہ کیا کہ ہجر صرف گھر میں منحصر نہیں ، ہجر فی البیت اور فی غیر البیت دونوں درست ہیں جیسا کہ حضرت انسؓ کی روایت میں ہے جو اس سے پہلے باب میں گذری امام نے اس روایت کو اصح فرمایا ۔

رَفَعَہٗ: یعنی معاویہ بن حَیْدَہ سے یہ حدیث مرفوعاً منقول ہے ۔

٤٩٠٦ : حدّثنا أَبُو عاصِمٍ ، عَنِ ٱبْنِ جُرَيْجٍ . وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ ٱللهِ : أَخْبَرَنَا ٱبْنُ جُرَيْجٍ قالَ : أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ صَيْفِيٍّ : أَنَّ عِكْرِمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الحَارِثِ أَخْبَرَهُ : أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ أَخْبَرَتْهُ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ حَلَفَ لَا يَدْخُلُ عَلَى بَعْضِ أَهْلِهِ شَهْرًا ، فَلَمَّا مَضَى تِسْعَةٌ وَعِشْرُونَ يَوْمًا غَدَا عَلَيْهِنَّ أَوْ رَاحَ ، فَقِيلَ لَهُ : يَا نَبِيَّ ٱللهِ ، حَلَفْتَ أَنْ لَا تَدْخُلَ عَلَيْهِنَّ شَهْرًا ؟ قالَ : (إِنَّ الشَّهْرَ يَكُونُ تِسْعَةً وَعِشْرِينَ يَوْمًا) . [ر : ١٨١١]

٤٩٠٧ : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ : حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ : حَدَّثَنَا أَبُو يَعْفُورٍ قالَ : تَذَاكَرْنَا عِنْدَ أَبِي الضُّحَى فَقَالَ : حَدَّثَنَا ٱبْنُ عَبَّاسٍ قالَ : أَصْبَحْنَا يَوْمًا وَنِسَاءُ النَّبِيِّ ﷺ يَبْكِينَ ، عِنْدَ كُلِّ ٱمْرَأَةٍ مِنْهُنَّ أَهْلُهَا ، فَخَرَجْتُ إِلَى المَسْجِدِ . فَإِذَا هُوَ مَلْآنُ مِنَ النَّاسِ ، فَجَاءَ

(۳) فتح الباری: ۹/۳۷۶۔

*(۳) فتح الباری: ۹/۳۷۵ وارشاد الساری: ۱۱/۴۹۲۔

(۴۹۰۷) واخرجه النسائی فی کتاب الطلاق، باب الایلاء، رقم الحدیث: ۵۶۴۹۔

عُمَرُ بْنُ الخَطَّابِ ، فصَعِدَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ فِي غُرْفَةٍ لَهُ ، فَسَلَّمَ فَلَمْ يُجِبْهُ أَحَدٌ ، ثُمَّ سَلَّمَ فَلَمْ يُجِبْهُ أَحَدٌ ، ثُمَّ سَلَّمَ فَلَمْ يُجِبْهُ أَحَدٌ . فَنَادَاهُ ، فَدَخَلَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ : أَطَلَّقْتَ نِسَاءَكَ ؟ فَقَالَ : (لَا ، وَلٰكِنْ آلَيْتُ مِنْهُنَّ شَهْرًا) . فَمَكَثَ تِسْعًا وَعِشْرِينَ ، ثُمَّ دَخَلَ عَلَى نِسَائِهِ

ابویَعفُوْر کا نام عبدالرحمن بن عبید ہے ، یہ کوفہ کے رہنے والے ہیں ، ثقہ ہیں صحیح بخاری میں ان کی صرف یہی ایک حدیث ہے ۔ (۵)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں ، ایک روز ہم نے صبح کے وقت دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج سب کی سب رو رہی تھیں اور ان میں سے ہر ایک کے پاس اس کے رشتہ دار اکھٹے تھے میں مسجد گیا تو دیکھا کہ مسجد لوگوں سے بھری ہوئی ہے ، حضرت عمرؓ آگئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے ، آپؐ اپنے بالا خانے میں تھے ، حضرت عمرؓ نے وہاں جاکر سلام کیا کسی نے جواب نہیں دیا ، پھر سلام کیا کسی نے جواب نہیں دیا ، پھر سلام کیا کسی نے جواب نہیں دیا ، پھر (حضرت بلال ) نے حضرت عمرؓ کو بلایا ، آپؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق دیدی ؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " نہیں لیکن میں نے ایک ماہ تک ان سے ایلاء اختیار کرلیا ہے "

### فناداہ

اس میں فاعل کا ذکر نہیں ، ابونعیم اورنسائی کی روایت میں حضرت بلال کا نام ہے ابونعیم کی روایت میں ہے "فناداہ بلال ،فدخل" (٦)

یہ روایت اس سے پہلے تفصیل سے گذر چکی ہے ، اس میں تھا کہ غلام اسود رباح نے حضرت عمرؓ کو بلایا تھا اور ابونعیم اور نسائی کی روایت میں " حضرت بلال " کانام ہے ۔ (۷)

لیکن دونوں میں تطبیق ہوسکتی ہے کہ حضرت بلال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اندر کمرے میں تشریف فرماتھے جبکہ رباح باہر دروازہ کے پاس تھے ، حضرت بلال نے اجازت ملتے ہی آواز دی اور رباح نے حضرت عمرؓ کو واپس جاتے ہوئے آواز دی کیونکہ وہ باہر دروازہ کے پاس

(۵)عمدۃ القاری: ۱۹۱/۲۰ ۔

(٦)فتح الباری: ۳۷۷/۹ ۔

(۷)فتح الباری: ۳۷۷/۹ ۔

تھے ،اس طرح دونوں میں کوئی تعارض نہیں رہتا۔ (۸)

اس روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے سلام کیا اور کسی نے ان کو جواب نہیں دیا یعنی خاموش رہے جبکہ ابھی اس سے پہلے تفصیلی روایت گذر چکی ہے کہ حضرت عمرؓ نے غلام سے اجازت لینے کے لئے کہا تھا اور غلام نے ہر دفعہ کہا کہ میں نے آپ کا ذکر کیا لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی جواب نہیں دیا۔

اس تعارض کا حل یہ ہے کہ یہاں روایتِ باب میں اختصار ہے اور اصل صورتحال وہی تھی جو پہلے تفصیلی روایت میں بیان کی گئی ہے ، یہاں اختصار کی غرض سے حضرت عمرؓ کی اجازت لینے کو "سَلَّمَ علیہ فَلَمْ یُجِبْہ أحد" سے تعبیر کیا ہے۔

اس روایت سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ ایلاء کا یہ واقعہ فتح مکہ کے بعد کا ہے کیونکہ حضرت ابن عباسؓ اس وقت حاضر تھے جیسا کہ روایت باب میں ہے اور حضرت ابن عباسؓ فتح مکہ کے بعد ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تھے۔ (۹)

اسی طرح ایلاء کا یہ واقعہ حجاب کے نزول کے بعد کا ہے کیونکہ نزول حجاب کا حکم حضرت زینبؓ کے نکاح کے وقت آیا ہے اور حضرت زینبؓ کا نکاح خلیفہ ابن خیاط اور ابوعبیدہ کے نزدیک سنہ ۳ ھ اور حافظ شرف الدین دمیاطی کے نزدیک سن ۴ ہجری اور واقدیؒ طبریؒ اور حافظ ابن حجرؒ کے نزدیک سنہ ۵ ھ میں ہوا ہے ان میں سے جس سنہ کا بھی یہ واقعہ ہو تاہم ایلاء کا واقعہ اس کے بعد کا ہے۔ (۱۰)

مسلم کی بعض روایات میں ہے کہ قصہ تخییر نزولِ حجاب سے پہلے پیش آیا تھا وہ کسی راوی کا وہم ہے کیونکہ تخییر کا واقعہ ایلاء کے ساتھ پیش آیا تھا اور واقعۂ ایلاء نزولِ حجاب کے بعد سنہ ۹ ھ کا قصہ ہے۔ (۱۱)

---

(۸) فتح الباری: ۹/۳۷۷۔

(۹) فتح الباری: ۹/۳۵۶۔

(۱۰) احکام القرآن للمفتی محمد شفیع: ۳/۳۰۷۔

(۱۱) مذکورہ تفصیل کے لئے دیکھئے فتح الباری: ۹/۳۵۶۔۳۵۷۔

## ۹۲ - باب : ما يُكْرَهُ مِنْ ضَرْبِ النِّسَاءِ .

وَقَوْلِ اللهِ : «وَاضْرِبُوهُنَّ» /النساء: ٣٤/ : أَيْ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ .

٤٩٠٨ : حدّثنا محمّدُ بْنُ يُوسُفَ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ هِشَامٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ زَمْعَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (لَا يَجْلِدُ أَحَدُكُمُ امْرَأَتَهُ جَلْدَ الْعَبْدِ ، ثُمَّ يُجَامِعُهَا في آخِرِ الْيَوْمِ) . [ر : ٣١٩٧]

امام بخاری رحمہ اللہ اس ترجمہ کے ذریعہ دراصل قرآن اور حدیث کے درمیان تطبیق دینا چاہتے ہیں قرآن کریم کی آیت میں ہے "فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوهُنَّ" اس آیت کریمہ سے عورتوں کو مارنے کی اجازت معلوم ہوتی ہے اور روایت باب میں ہے کہ جس طرح غلام کی پٹائی کرتے ہو اس طرح بیوی کو نہ مارا کرو، پھر بعد میں تمہیں اس کے ساتھ ہم بستری کی ضرورت پیش آئے گی تو انبساط اور انشراح کیسے ہوگا، اس روایت سے ضرب کی ممانعت معلوم ہورہی ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے بتایا کہ ایک ہے ضرب شدید اور دوسری ہے ضرب خفیف، آیت کریمہ میں ضرب خفیف کی اجازت ہے اور روایت میں ضرب شدید کی ممانعت ہے، چنانچہ قرآن کریم کی آیت میں "واضربوهن" کے بعد امام نے اضافہ فرمایا "أيْ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ" یعنی ایسی مار مارو جو تکلیف دہ نہ ہو۔ (۱۲) جَلَدَ: (ض) جَلْداً: مارنا، کوڑا مارنا

## ۹۳ - باب : لَا تُطِيعُ الْمَرْأَةُ زَوْجَهَا فِي مَعْصِيَةٍ

٤٩٠٩ : حدّثنا خَلَّادُ بْنُ يَحْيَى : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ نَافِعٍ ، عَنِ الْحَسَنِ ، هُوَ ابْنُ مُسْلِمٍ ، عَنْ صَفِيَّةَ ، عَنْ عائِشَةَ : أَنَّ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ زَوَّجَتِ ابْنَتَهَا ، فَتَمَعَّطَ شَعَرُ رَأْسِهَا ، فَجَاءَتْ

(۱۲) الابواب والتراجم: ۲/۷۴۔

(۴۹۰۹) واخرجه البخاری ایضا فی کتاب اللباس، باب الوصل فی الشعر، رقم الحدیث: ۵۹۳۴، واخرجه مسلم فی کتاب اللباس والزینة، باب تحریم فعل الواصلة والمستوصلة، رقم الحدیث: ۲۱۲۳، واخرجه النسائی فی کتاب الزینة، باب الموتصلة رقم الحدیث: ۹۳۴۶۔

إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لَهُ . فَقَالَتْ : إِنَّ زَوْجَهَا أَمَرَنِي أَنْ أَصِلَ فِي شَعَرِهَا ، فَقَالَ : (لَا إِنَّهُ قَدْ لُعِنَ الْمُوصِلَاتُ) . [۵۵۹۰]

عورت کو شوہر کی اطاعت اور فرمانبرداری کا حکم ہے لیکن اگر شوہر معصیت اور اللہ تعالی کی نافرمانی کا حکم دے تو پھر اس کی اطاعت کرنا جائز نہیں لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق۔

حدیث باب میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک انصاری عورت آئی جس نے اپنی بیٹی کی شادی کرادی تھی، اس کے سر کے بال چیچک کی بیماری کی وجہ سے گر گئے تھے، اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ذکر کرنے کے بعد کہا کہ اس کا شوہر کہتا ہے کہ میں اس کے بالوں میں دوسرے بال جوڑدوں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "نہیں، بال جوڑنے والیوں پر لعنت کی گئی ہے"

## بالوں میں دوسرے بال ملانے کا حکم

امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک وصل بشعر الآدمی تو ناجائز ہے لیکن آدمی کے بالوں کے علاوہ کالے رنگ کے دھاگے وغیرہ سے اگر وصل کیا جائے تو جائز ہے۔ (۱۳)

امام مالکؒ مطلقاً عدم جواز کے قائل ہیں، نہ وصل بشعر الآدمی ان کے نزدیک جائز ہے اور نہ وصل بشئ آخر ان کے نزدیک جائز ہے۔ (۱۴)

علامہ نووی رحمہ اللہ نے اسی قول کو اختیار کیا ہے، قاضی عیاض نے اس قول کو اکثر علماء کی طرف منسوب کیا ہے۔ (۱۵)

امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب اللباس میں آگے اس پر مستقل باب قائم کیا ہے۔ (۱۶)

تَمَعَّطَ الشَّعَرُ: بیماری کی وجہ سے بال گرجانا۔

---

(۱۳) تعلیقات لامع الدراری: ۹/ ۳۳۰۔

(۱۴) تعلیقات لامع الدراری: ۹/ ۳۳۰۔

(۱۵) تعلیقات لامع الدراری: ۹/ ۳۳۰۔

(۱۶) دیکھئے، صحیح بخاری، کتاب اللباس: باب الموصلة: ۲/ ۸۷۹۔

٩٤ - باب : «وإنِ امْرَأَةٌ خافَتْ مِنْ بَعْلِها نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاضًا» /النساء: ١٢٨/.

٤٩١٠ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ : أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ، عَنْ هِشَامٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا : «وإنِ امْرَأَةٌ خافَتْ مِنْ بَعْلِها نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاضًا» . قالَتْ : هِيَ المَرْأَةُ تَكُونُ عِنْدَ الرَّجُلِ لَا يَسْتَكْثِرُ مِنْها ، فَيُرِيدُ طَلَاقَها وَيَتَزَوَّجُ غَيْرَها ، تَقُولُ لَهُ : أَمْسِكْنِي وَلَا تُطَلِّقْنِي ، ثُمَّ تَزَوَّجْ غَيْرِي ، فَأَنْتَ فِي حِلٍّ مِنَ النَّفَقَةِ عَلَيَّ وَالْقِسْمَةِ لِي ، فَذٰلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى : «فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَصَّالَحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ» . [ر : ٢٣١٨]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آیت کریمہ "وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا" سے وہ عورت مراد ہے جو کسی مرد کے پاس ہو اور وہ مرد اس کو اپنے پاس نہ رکھنا چاہے بلکہ اس کو طلاق دے کر کسی دوسری عورت سے نکاح کرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو یہ عورت اپنے شوہر سے کہے کہ تو ٹھہیر جا اور مجھے طلاق نہ دے ، خواہ تو غیر سے نکاح کرلے ، میرے نفقہ اور باری دونوں سے تو آزاد ہے ، قرآن کریم کی آیت "فلا جناح علیهما ان یصلحا بینهما صلحا والصلح خیر" سے یہی مراد ہے (یعنی مذکورہ صورت میں میاں بیوی جدائی اور فرقت کے بجائے صلح کرکے ساتھ رہنا چاہیں تو یہ ان کے لئے بہتر ہے)۔

یہ باب اور حدیث کتاب التفسیر میں بھی گذر چکے ہیں۔

## لَا يَسْتَكْثِرُ مِنْهَا

اِسْتَكْثَرَ مِنَ الشيءِ: بہت کرنا ، بہت کی رغبت کرنا ، یعنی وہ مرد اس عورت کی صحبت سے رغبت نہ رکھتا ہو یا اس کا اچھی طرح خیال نہ رکھتا ہو۔

ایسی عورت جو اپنی باری کو معاف کردے اور پھر رجوع کرنا چاہے ، ائمہ ثلاثہ کے نزدیک وہ رجوع کرسکتی ہے۔ (۱۷)

---

٤٩١٠ : (جناح) إثم . (يصالحا) يصطلحا فيما بينهما . على طريقة ما في القسم والنفقة . بأن تترك له شيئًا من حقها فيهما ، فإن لم ترض فعلى الزوج أن يوفيها حقها أو يطلقها . وفي قراءة (يُصْلِحَا) بمعنى يصطلحا (خير) لما فيه من قطع النزاع وإعادة العشرة بينهما /النساء : ١٢٨/

(۱۷) دیکھئے فتح الباری: ۹/۳۸۰ ـ وفتح القدیر: ۳/۳۱۶ ، وعمدۃ القاری: ۲۰/۱۹۴ ـ

امام مالک کا ایک قول ائمہ ثلاثہ کے مطابق ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس کو رجوع کا حق حاصل نہیں، حضرت حسن بصری اور ابراهیم نخعی سے بھی عدم رجوع کا قول منقول ہے ۔ (۱۸)

## ٩٥ - باب : الْعَزْلِ

٤٩١١ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ ، عَنِ ٱبْنِ جُرَيْجٍ ، عَنْ عَطَاءٍ ، عَنْ جابِرٍ قالَ : كُنَّا نَعْزِلُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ .

حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : قالَ عَمْرٌو : أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ : سَمِعَ جابِرًا رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : كُنَّا نَعْزِلُ وَالْقُرْآنُ يَنْزِلُ .

وَعَنْ عَمْرٍو ، عَنْ عَطَاءٍ ، عَنْ جابِرٍ قالَ : كُنَّا نَعْزِلُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ وَالْقُرْآنُ يَنْزِلُ .

٤٩١٢ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاء : حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ ، عَنْ مالِكِ بْنِ أَنَسٍ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنِ ٱبْنِ مُحَيْرِيزٍ ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قالَ : أَصَبْنَا سَبْيًا ، فَكُنَّا نَعْزِلُ ، فَسَأَلْنَا رَسُولَ ٱللهِ ﷺ فَقَالَ : (أَوَ إِنَّكُمْ لَتَفْعَلُونَ - قالَهَا ثَلَاثًا - ما مِنْ نَسَمَةٍ كائِنَةٍ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ إِلَّا هِيَ كائِنَةٌ) . [ر : ٢١١٦]

عزل کا مطلب یہ ہے کہ جماع کے وقت آدمی انزال فرج سے باہر کرے، عزل کے حکم میں اختلاف ہے، علامہ ابن حزم ظاہری فرماتے ہیں کہ عزل حرام ہے (۱۹)، وہ حضرت جُذامہ بنت وہب اسدی کی روایت سے استدلال کرتے ہیں جس کو امام مسلم نے نقل کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عزل کے متعلق فرمایا "ذلک الوَأْدُ الخَفِی" (۲۰) (وَأْد کے معنی زندہ درگور کرنے کے ہیں)

لیکن جمہور علماء نے احادیث باب کی بناء پر عزل کو جائز قرار دیا ہے اور حضرت جُذامہ

---

(۴۹۱۱)اخرجہ مسلم فی النکاح، باب: حکم العزل، رقم الحدیث ۱۴۴۰، واخرجہ الترمذی فی النکاح، باب ماجآء فی العزل: ۱۳۵۱،

(۱۸)عمدۃ القاری: ۲۰/ ۱۹۳۔

(۱۹)فتح الباری: ۹/ ۳۸۵۔

(۲۰)دیکھئے صحیح مسلم: ۱/ ۴۶۶، کتاب النکاح۔

کی روایت کو بعض حضرات نے منسوخ کہا ہے اور بعض نے اس کو کراہت تنزیہی پر محمول کیا ہے کہ عزل جائز تو ہے لیکن مکروہ تنزیہی ہے ۔ (۲۱)

عزل کے سلسلہ میں تھوڑی سی تفصیل یہ ہے کہ حُرّہ یعنی آزاد عورت کی اجازت کے بغیر عزل جائز نہیں ، ائمہ ثلاثہ کا یہی مذہب ہے ، اور امام شافعیؒ کا ایک قول بھی اس کے مطابق ہے ، ان کا دوسرا قول یہ ہے کہ اجازت کے بغیر بھی عزل جائز ہے ۔

باندی کی اجازت کے بغیر بالاتفاق آقا عزل کرسکتا ہے اور اگر باندی کسی کے نکاح میں ہے تو اس صورت میں جمہور علماء کے نزدیک اجازت ضروری ہے ، امام ابوحنیفہ ، امام احمد اور مالکیہ کے نزدیک آقا سے اجازت لی جائے گی اور اس کی اجازت کافی ہے ، صاحبین فرماتے ہیں کہ باندی سے اجازت لی جائے گی ۔

امام شافعی رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ شادی شدہ باندی سے عزل کے لئے اجازت کی ضرورت نہیں ہے ، امام احمد رحمہ اللہ کی ایک روایت اسی کے مطابق ہے ۔ (۲۲)

کنا نعزل علی عهد النبی ﷺ والقرآن ینزل

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر عزل حرام ہوتا تو قرآن مجید میں اس کی حرمت نازل ہوجاتی لیکن حرمت نازل نہیں ہوئی تو معلوم ہوا کہ عزل جائز ہے لیکن جیسا کہ بتایا گیا کہ ضرورت کے تحت جائز ہے ۔

---

(۲۱) فتح الباری: ۳۸۵/۹ ـ ۳۸۶، وشرح الطیبی، کتاب النکاح، باب المباشرۃ: ۲۸۲/۶ ـ

(۲۲) مذکورہ مذاہب اور تفصیل کے لئے دیکھئے فتح الباری: ۳۸۴/۹ ـ ۳۸۵ ـ حنفیہ کے مذہب کے لئے دیکھئے فتح القدیر: ۳/ ۴۲۹ ـ

بیوی سے مقاربت کے وقت آخری لمحات میں مرد کا اپنی منی کو باہر خارج کرنا عزل کہلاتا ہے ۔

موجودہ دور میں عزل کی مختلف صورتیں رائج ہیں اور احکام بھی ان کے مختلف ہیں ، یہاں ان صورتوں کا اور ان کے احکام کا ایک مختصر تعارف فائدہ سے خالی نہ ہوگا ۔ عزل کا مقصد یہ ہے کہ مرد کی منی عورت کے رحم تک نہ پہنچے اور حمل نہ ٹھہرے ، اس مقصد کے حصول کے لیے جو طریقہ اختیار کیا جائے گا وہ عزل شمار ہوگا ۔ عزل یا موانع حمل کے اسباب دو طرح ہیں ۔

① مستقل اور دائمی مانع حمل ② عارضی اور وقتی مانع حمل

مستقل اور دائمی مانع حمل کا مطلب یہ ہے کہ کوئی ایسی تدبیر اختیار کرنا جس سے توالد و تناسل کا سلسلہ ہمیشہ کے لیے منقطع ہوجائے ۔ عصر حاضر میں عموماً اس کے مندرجہ ذیل طریقے مروج ہیں ۔

### (الف) نس بندی

بار آور ہونے والی نسوں کو دونوں جانب سے یا کسی جگہ سے کاٹ کر باندھ دیا جاتا ہے۔

### (ب) گرہ بندی

اس طریقہ کار میں نسوں کو کاٹے بغیر اس طرح باندھ دیا جاتا ہے، تاکہ مادہ منویہ کا اخراج ممکن نہ رہے، گرہ بندی اگرچہ عارضی مانع حمل تدبیر سمجھی جاتی ہے لیکن عملاً یہ مستقل اور دائمی ہوتا ہے۔

### (ج) تقطیع و تخریج

اس طریقہ کا حاصل یہ ہے کہ عورت کی بیضہ دانی یعنی رحم کو کاٹ کر شکم سے باہر نکال دیا جاتا ہے، تاکہ بار آور نہ ہوسکے، یہ تینوں طریقے عمل جراحی کے نتیجہ میں روبعمل لائے جاتے ہیں۔

مرد کے لیے کوئی ایسی تدبیر جس سے مستقل طور پر قوتِ توالد و تناسل اور اس کی صلاحیت و استعداد ہی سرے سے ختم ہوجائے کسی حال میں بھی جائز نہیں۔ اس لیے مذکورہ تین طریقے شرعی لحاظ سے جائز نہیں۔

عورت کے لیے بھی عام حالات میں اس طرح کی تدبیر اختیار کرنا جائز نہیں جس سے بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت ہی ختم ہوجائے، البتہ سخت اضطراری حالت میں اس کی گنجائش ہے، جس کی ایک صورت یہ ہے کہ کسی خاتون کے متعلق ماہر ڈاکٹر تحقیق کے بعد قطعی اور یقینی طور یہ کہہ دے کہ اگر سلسلۂ توالد کو ختم نہ کیا گیا اور حمل ٹھہر گیا، تو اس کی ولادت کی کوئی صورت نہیں اور عورت کے لیے موت کے سوا کوئی چارہ کار نہیں، ایسے حالات میں مستقل مانع حمل تدابیر کو اختیار کیا جاسکتا ہے کیونکہ یہ شریعت کا مسلمہ اصول ہے کہ "الضرورات تُبِيْحُ المَحْظُوراتِ"

### عارضی مانع حمل تدابیر

یعنی وہ تدابیر جن کے اختیار کرنے سے ایک مدت تک حمل نہیں ٹھہرتا، البتہ توالد و تناسل کی استعداد اور صلاحیت برقرار رہتی ہے، اس کی مروجہ صور میں مندرجہ ذیل ہیں:

(الف) عزل! یہ وہ قدیم اور سادہ طریقہ ہے، جو ابتدا اسلام سے آج تک رائج ہے وہ یہ کہ انزال کے وقت مرد اپنی منی کو باہر خارج کردے۔

(ب) عورت رحم کا منہ بند کر دیتی ہے تاکہ مرد کی منی رحم تک نہ پہنچنے پائے، موجودہ دور میں اس کی ایک صورت لوپ

کارپرٹی کی ہے یہ انگریزی T کی شکل کا تانبے کا تار ہوتا ہے، جسے ڈاکٹر عورت کے اندام نہانی میں اس طرح فٹ کر دیتے ہیں کہ یہ مرد کی منی رحم میں داخل نہیں ہونے دیتا۔ اس طریقہ میں عموماً عورت کی ماہواری میں بے قاعدگی پیدا ہوجاتی ہے۔

(ج) غلافِ آلہ کا استعمال (یعنی نرودھ کانڈوم) یہ ایک مہین ملائم باریک غبارے کی مانند ہوتا ہے، بغیر ہوا بھرے لمبے غبارے کی شکل کا یہ مخصوص غبارہ مباشرت سے قبل مرد عضو تناسل پر اسی طرح چڑھالیتا ہے جس طرح پاؤں پر موزہ اور ہاتھ پر دستانہ چڑھایا جاتا ہے، اس صورت میں عضو تناسل مکمل طور پر ڈھک جانے کے باعث مباشرت میں مرد کی منی عورت کی اندام نہانی کے بجائے اسی کانڈوم میں گرتی ہے، اس لیے حمل قرار پانے کا ننانوے فیصد اندیشہ ختم ہوجاتا ہے۔

(د) مانع حمل گولیاں یا مانع حمل انجکشن کا استعمال! ان کے استعمال سے حمل نہیں ٹھہرتا لیکن یہ طریقہ صحت کے لیے مضر ہے، جدید تحقیق کے مطابق اس کی وجہ سے خون میں خطرناک حد تک چربی کی مقدار کم ہوجاتی ہے۔

(س) پانی کی پچکاری سے رحم دھونا، جماع کے بعد پانی کی پچکاری سے رحم دھولیا جاتا ہے، تاکہ مادہ منویہ اگر رحم میں پہنچ چکا ہے وہ نکل آئے۔

## عارضی موانع حمل کے جواز کی صورتیں

درج ذیل صورتوں میں بلا کراہت عارضی مانع حمل تدابیر کو اختیار کیا جاسکتا ہے۔

● دو بچوں کے درمیان مناسب وقفہ کے لیے، تاکہ ہر بچے کو ماں کی طرف سے توجہ اور نگہداشت مل سکے مثلاً پہلا بچہ ایام رضاعت میں ہے اور استقرار حمل ہوگیا، تو ماں کا دودھ مضر ثابت ہوگا، جس سے فطری طور پر اس کے بدن میں ضعف و کمزوری پیدا ہوسکتی ہے۔ اس کے علاوہ دو بچوں کے درمیان مناسب وقفہ نہ ہونے کی وجہ سے ماں کی توجہ و نگہداشت تقسیم ہوجاتی ہے جس سے بچوں کی صحت متاثر ہوسکتی ہے۔

● بچے کے بارے میں یہ خطرہ ظن غالب کے درجے میں ہو کہ وہ خطرناک موروثی امراض میں مبتلا ہوسکتا ہے۔ (جدید فقہی مباحث: ۲۱۸/۱)

● اگر عورت اتنی کمزور ہو کہ بار حمل کا تحمل نہیں کرسکتی، حمل کی تکالیف یا درد زہ وغیرہ برداشت کرنے کی اس کے اندر طاقت نہیں، یا ولادت کے بعد شدید کمزوری کے لاحق ہونے کا اندیشہ ہو، تو اس صورت میں بھی منع حمل کی اجازت ہے۔ (ضبط ولادت: ۱۹)

● بعض فقہاء کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ اگر عورت بداخلاق سخت مزاج ہو، خاوند طلاق دینے کا ارادہ رکھتا ہو اور اندیشہ ہو کہ اولاد پیدا ہوجانے کے بعد بداخلاقی میں اضافہ ہوگا، تو ایسی صورت میں بھی منع حمل یعنی عزل درست ہے۔ شامیہ میں ہے

"او کانت الزوجة سیئة الخلق ویرید فراقها یخاف ان تحبل" (شامیہ: ۴۱۲/۲)

## ۹۶ - باب : الْقُرْعَةِ بَيْنَ النِّسَاءِ إِذَا أَرَادَ سَفَرًا

امام بخاری رحمہ اللہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جب آدمی سفر میں جاتا ہے تو وہ کیف ما اتفق اپنی کسی بھی بیوی کو سفر میں ساتھ لیجائے یا یہ کہ اس کو قرعہ اندازی کرنی چاہئے۔

علامہ مُوَفق فرماتے ہیں کہ قرعہ کے بغیر سفر کرنا اکثر اھل علم کے نزدیک ناجائز ہے، شوافع کے نزدیک بھی نزاع کی صورت میں قرعہ کے بغیر سفر کرنا جائز نہیں۔ (۲۳)

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اسے اختیار ہے جسے چاہے لیجائے، اس لئے کہ سفر میں خاص طور پر مناسبت کی بے حد ضرورت ہوتی ہے تو اس کو سفر کے حالات کے پیش نظر جو بیوی زیادہ سازگار معلوم ہو وہ اسے لیجاسکتا ہے، اس میں قرعہ اندازی کی ضرورت نہیں (۲۴)

---

● کتب فقہ میں یہ بات صراحت کے ساتھ موجود ہے کہ فسادِ زمان کی وجہ سے اگر نافرمان اور بدکردار اولاد کے پیدا ہونے کا خوف ہو تو ایسی صورت میں بھی عزل جائز ہے۔

وفی الفتاوی ان خاف من الولد السوء فی الحرة یسعه العزل لغیر رضاها لفساد الزمان .....وبه جزم القهستانی حیث قال هذا اذا لم یخف علی الولد السوء لفساد الزمان و الا فتجوز بلا اذنها (شامیه: ۲\۴۱۲)

### عارضی مانع حمل کے عدم جواز کی صورتیں

● معاشی تنگی کے پیش نظر عزل کرنا، تاکہ کم بچے ہوں اور ان کا مستقبل بہتر ہو یہ عذر شرعی نہیں، کیونکہ معاش کے اعتبار سے مستقبل کی بہتری اللہ تعالی نے اپنے ذمے لے رکھی ہے، اس لیے اسے عزل کے اعذار میں شمار نہیں کیا جاسکتا۔ (ضبط ولادت: ۲۰)

● موجودہ دور کے فیشن "چھوٹا خاندان" کے لیے بھی یہ تدبیر جائز نہیں، چھوٹے خاندان کا تصور اسلام کے مزاج و ماحول سے ہم آہنگ نہیں۔

● عارضی منع حمل کی وہ تدبیر بھی جائز نہیں جو ہمیشہ کے لیے مایوسی کا سبب بنے۔

● محض اولاد سے اعراض مقصود ہو یعنی صرف یہی نیت ہو کہ اولاد نہ ہونے پائے۔

● اس کا محرک کوئی ایسی غرض ہو جو اسلامی اصولوں کے خلاف ہو مثلاً لڑکی پیدا ہونے کے خوف سے عزل کرنا۔ (ضبط ولادت: ۲۰

(۲۳) دیکھئے المغنی لابن قدامة: ۷/۲۳۸ کتاب النکاح: مسالة: ۵۷۳۱۔ وارشاد الساری: ۱۱/۵۰۱۔

(۲۴) دیکھئے الابواب و التراجم: ۲/۷۵۔

حضرات حنفیہ کے نزدیک قرعہ حجت مُلزِمہ نہیں ہے، صرف تطییبِ قلب کے لئے اس کو اختیار کیا جاتا ہے اور ان کے یہاں قرعہ ڈالنا صرف مستحب کے درجے میں ہے۔ (۲۵)

٤٩١٣ : حدثنا أَبُو نُعَيمٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَيْمَنَ قالَ : حَدَّثَنِي ٱبْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ ، عَنِ الْقَاسِمِ ، عَنْ عائِشَةَ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كانَ إِذَا خَرَجَ أَقْرَعَ بَيْنَ نِسَائِهِ ، فَطَارَتِ الْقُرْعَةُ لِعَائِشَةَ وَحَفْصَةَ ، وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا كانَ بِاللَّيْلِ سَارَ مَعَ عائِشَةَ يَتَحَدَّثُ ، فَقَالَتْ حَفْصَةُ : أَلَا تَرْكَبِينَ اللَّيْلَةَ بَعِيرِي وَأَرْكَبُ بَعِيرَكِ ، تَنْظُرِينَ وَأَنْظُرُ ؟ فَقَالَتْ : بَلَى ، فَرَكِبَتْ ، فَجَاءَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى جَمَلِ عائِشَةَ وَعَلَيْهِ حَفْصَةُ ، فَسَلَّمَ عَلَيْهَا ، ثُمَّ سَارَ حَتَّى نَزَلُوا ، وَٱفْتَقَدَتْهُ عائِشَةُ ، فَلَمَّا نَزَلُوا جَعَلَتْ رِجْلَيْهَا بَيْنَ الْإِذْخِرِ وَتَقُولُ : يَا رَبِّ سَلِّطْ عَلَيَّ عَقْرَبًا أَوْ حَيَّةً تَلْدَغُنِي ، وَلَا أَسْتَطِيعُ أَنْ أَقُولَ لَهُ شَيْئًا

روایت میں ہے کہ حضرت حفصہؓ نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ آج رات تم میرے اونٹ پر سوار ہوجاؤ اور میں تمہارے اونٹ پر سوار ہوتی ہوں اور پھر دیکھو (کہ میرا اونٹ کیسا چلتا ہے) اور میں دیکھتی ہوں (کہ تمہارا اونٹ کیسا چلتا ہے یا آپ اس طرف کو دیکھیں جس طرف میں چل رہی ہوں اور میں اس جانب کو دیکھوں جس جانب آپ چلتی ہیں)

حضرت حفصہؓ پختہ عمر کی خاتون تھیں اور حضرت عائشہؓ بہت کم عمر تھیں، حضرت حفصہؓ نے حضرت عائشہؓ کو یوں بہلاوادیا، منشاء ان کا یہ تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت یہ ہے کہ رات کو عائشہؓ کے ساتھ سفر کرتے ہیں، یہ سعادت مجھے کیوں حاصل نہ ہو، آپ عائشہؓ کے اونٹ کو دیکھ کر تشریف لائیں گے، موجود اس میں، میں ہوں گی تو مجھ سے باتیں ہوں گی۔

چنانچہ حضرت عائشہؓ حضرت حفصہؓ کے کہنے میں آگئیں اور اونٹ تبدیل کرلیا، حضور

---

(۲۵) فتح القدیر: ۴/۳۱۵۔

٤٩١٣ : أخرجه مسلم في فضائل الصحابة ، باب في فضل عائشة رضي الله عنها ، رقم : ٢٤٤٥ .
(فطارت) حصلت . (تنظرين وأنظر) ماذا يحدث ، فأرى أنا ما لم أكن أراه ، و ترين أنت ما لم ترينه من قبل . (افتقدته) استوحشت لفقده حالة المسايرة والمسامرة . (نزلوا) في مكان للاستراحة أو النوم . (الإذخر) حشيش ، طيب الرائحة ، تأوي إليه هوام الأرض غالبًا . (تلدغني) من اللدغ وهو عض الحية أو ضرب العقرب . وقالت ذلك ندمًا على ما فعلته حيث أجابت حفصة رضي الله عنها لطلبها وعرفت أنها هي التي جنت على نفسها . (أقول له) أقول في حقه .

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہؓ کے اونٹ کے پاس تشریف لائے تو دیکھا کہ وہاں عائشہؓ کے بجائے حضرت حفصہؓ ہیں، آپؐ نے ان کو سلام کیا اور چلنے لگے، ادھر حضرت عائشہؓ نے چلتے ہوئے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے سے گم پایا، تو انہیں بڑا افسوس ہوا۔

جب لشکر نے پڑاؤ ڈالا تو حضرت عائشہؓ اذخر گھاس کے اندر پاؤں لٹکا کر بیٹھ گئیں اور کہنے لگیں "اے پروردگار! میرے اوپر کسی بچھو یا سانپ کو مسلط کردیجئے جو مجھے ڈس لے، میں آپؐ سے کچھ کہہ بھی نہیں سکتی ہوں" (کیونکہ غلطی میری اپنی ہے، غرضیکہ حضرت عائشہؓ نادم بھی تھیں اور رنجیدہ بھی!)

طارَتِ القُرْعَةُ لعائشة: أيْ حَصَلَتْ۔

٩٧ – باب: المَرْأَةُ تَهَبُ يَوْمَهَا مِنْ زَوْجِهَا لِضَرَّتِهَا، وَكَيْفَ يَقْسِمُ ذٰلِكَ.

٤٩١٤: حدّثنا مالِكُ بْنُ إِسْماعِيلَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عائِشَةَ: أَنَّ سَوْدَةَ بِنْتَ زَمْعَةَ وَهَبَتْ يَوْمَهَا لِعَائِشَةَ، وَكانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْسِمُ لِعَائِشَةَ بِيَوْمِهَا وَيَوْمِ سَوْدَةَ.

یہ بات ماقبل میں آچکی ہے کہ ایک عورت اپنی باری اپنی سوکنوں میں سے کسی کو ہبہ کرسکتی ہے وَکَیفَ یَقْسِمُ ذلک: مرد اس کو کیسے تقسیم کرے گا، یعنی اگر ایک بیوی اپنی باری اپنی کسی سوکن کو ہبہ کردے تو مرد اس کو تقسیم کیسے کرے گا، امام بخاریؒ نے اس قسمت کی کیفیت بیان نہیں کی بلکہ اس کو علی سبیل الاستفہام ذکر کیا ہے۔

اس تقسیم کا طریقہ یہ ہے کہ موہوبہ اس باری میں بمنزلہ واہبہ ہوگی، واہبہ کا جو دن ہو وہی دن موہوبہ کے حصہ میں آئے گا، مثلاً موہوبہ کی اپنی باری دوسرے دن ہے اور واہبہ کی باری کا دن چوتھا ہے تو موہوبہ کو اب دو دن ملیں گے ایک دوسرا جو اس کا اپنا ہے اور ایک چوتھا جو واہبہ کا ہے، اس میں شوہر کے لئے اس طرح کرنا صحیح نہیں کہ موہوبہ کو دو دن ساتھ دیدے یعنی دوسرا اور تیسرا کیونکہ اس صورت میں دوسری سوکنوں کا حرج ہوگا، ہاں اگر موہوبہ کی باری کا دن واہبہ کی باری کے دن کے ساتھ متصل ہو تو پھر موہوبہ کو دو دن متصل مل جائیں گے۔ (۲۶)

---

(۴۹۱۴) الحدیث اخرجه مسلم فی الرضاع باب جواز هبتها نوبتها لضرتها: ۱/ ۴۷۳۔

(۲۶) عمدة القاری: ۲۰/ ۱۹۸۔

## باری اور قَسَم کا مسنون طریقہ

اس سلسلہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ یہ تھا کہ آپ نے ہر ایک کے لئے ایک رات اور دن مقرر فرمایا تھا۔

اس لئے بعض اہل علم کا خیال ہے کہ باری کے سلسلہ میں ایک رات اور دن سے زیادہ مدت کسی ایک کو نہیں دینی چاہئے، امام مالک، ابوثور اور شوافع میں سے ابواسحاق مروزی کی یہی رائے ہے (۲۷)

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک یوم ولیلۃ کا حساب مستحب اور بہتر ہے تاہم دو دو اور تین تین راتوں کے حساب سے بھی باری لگانے کی گنجائش اور جواز ہے، اس سے زیادہ مکروہ ہے۔ (۲۸)

علامہ جُوَیْنی فرماتے ہیں کہ باری کی یہ مدت، مدتِ ایلاء یعنی چار ماہ سے زیادہ نہیں ہونی چاہئے، اس سے کم میں جائز ہے، مثلاً ایک ایک ماہ کے حساب سے بھی باری لگائی جاسکتی ہے۔ (۲۹)

حضرات حنفیہ فرماتے ہیں کہ اس میں تحدید اور تعیین نہیں ہے بلکہ زوج اور ازواج کی باہمی رضامندی اور مشورہ پر موقوف ہے۔ (۳۰)

۹۸ – باب : الْعَدْلِ بَيْنَ النِّسَاءِ .

«وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ – إِلَى قَوْلِهِ – وَاسِعًا حَكِيمًا» /النساء: ۱۲۹ ، ۱۳۰/ .

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ بیویوں کے درمیان عدل اور مساوات ان چیزوں

(۲۷) عمدۃ القاری: ۲۰/۱۹۸-۱۹۹۔

(۲۸) عمدۃ القاری: ۲۰/۱۹۹۔

(۲۹) عمدۃ القاری: ۲۰/۱۹۹۔

(۳۰) دیکھئے الهدایة، کتاب النکاح، باب القسم: ۲/۳۱۹۔

(۹۸) (إلىٰ قوله) وتتمتها : «وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ وَإِنْ تُصْلِحُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ اللهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا . وَإِنْ يَتَفَرَّقَا يُغْنِ اللهُ كُلًّا مِنْ سَعَتِهِ وَكَانَ اللهُ وَاسِعًا حَكِيمًا ..» (تعدلوا) تسووا بينهن في المحبة والميل القلبي ، وهذا أمر لا يكلف به الإنسان لأنه لا يملكه ، إذ ربما يميل في قلبه أحيانًا إلىٰ بعض أولاده أكثر من بعض ، وإنما يكلف الإنسان بالعدل في الأمور الحسية : من مبيت ونفقه ونحو ذلك . (حرصتم) علىٰ التسوية بينهن في المحبة . (تميلوا) إلىٰ التي تحبونها . (كل الميل) بحيث يحملكم ذلك علىٰ الميل الظاهر من ترك العدل في الأمور الحسية . (فتذروها) تتركوا الممال عنها . (كالمعلقة) التي ليست بذات زوج ولا مطلقة . (تصلحوا) بالعدل بين النساء في الأمور الحسية . (تتقوا) تحذروا الظلم والجور . (غفورًا) لما في قلوبكم من الميل . (رحيمًا) حيث لم يكلفكم التسوية فيه . (يتفرقا) أي الزوجان ، بالطلاق .

میں واجب ہے جو اختیاری ہیں جیسے نان ونفقہ، سکنی وغیرہ غیر اختیاری چیزوں میں مساوات کا آدمی مکلف نہیں، اگر ایک بیوی سے آدمی کو فطری طور پر محبت زیادہ ہے اور دوسری سے کم ہے تو یہ قابل مواخذہ نہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عدل بین الازواج فرماتے تھے حالانکہ آپ پر عدل واجب نہیں تھا لیکن اس کے باوجود آپ فرماتے تھے "اللھم ھذا قَسْمِي فيما أَمْلِك، فَلَا تَلُمْنِي فِيمَا تَمْلِك، ولا أَمْلِك" امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس کی تفسیر محبت اور مودت سے کی ہے (۳۱)

## ٩٩ - باب : إِذَا تَزَوَّجَ الْبِكْرَ عَلَى الثَّيِّبِ .

٤٩١٥ : حدَّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا بِشْرٌ : حَدَّثَنَا خالِدٌ ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ - وَلَوْ شِئْتُ أَنْ أَقُولَ : قالَ النَّبِيُّ ﷺ - وَلٰكِنْ قالَ : السُّنَّةُ إِذَا تَزَوَّجَ الْبِكْرَ أَقَامَ عِنْدَهَا سَبْعًا ، وَإِذَا تَزَوَّجَ الثَّيِّبَ أَقَامَ عِنْدَهَا ثَلَاثًا . [٤٩١٦]

ثیبہ عورت پہلے سے آدمی کے پاس موجود ہو اور آدمی کنواری عورت سے شادی کرلے تو اس کے پاس رہنے کی ترتیب کیا ہوگی، امام بخاری رحمہ اللہ نے اس ترجمہ کے تحت حضرت انس﷛ کی حدیث ذکر کرکے وہ ترتیب بیان کردی کہ اس میں مسنون یہ ہے کہ اس باکرہ کے پاس شوہر

---

(يغن الله كلاً من سعته) يجعل لكل من الزوجين غنى له عن صاحبه ، حيث يرزقه من فضله سبحانه زوجًا عوضًا عن زوجه ، وغير ذلك .

(۳۱) اخرجه ابوداؤد رقم الحديث : ۲۱۳۴، والترمذی : رقم الحديث : ۱۱۴۰ ـ والدارمی : رقم الحديث : ۲۱۲۷ ـ وابن ماجه : ۱۹۷۱، وابن حبان : رقم الحديث : ۴۲۰۵ ـ والحاكم : ۱۸۷/۲، نیز دیکھئے عمدة القاری : ۱۹۹/۲۰ ـ

(۴۹۱۵) الحديث اخرجه البخاری ايضا فی النكاح، باب اذا تزوج الثيب على البكر، رقم الحديث: ۴۹۱۶، واخرجه مسلم فی الرضاع، باب قدر ماتستحقه البكر والثيب من اقامة الزوج..... رقم الحديث: ۱۴۶۱، واخرجه الترمذی فی النكاح، باب ماجاء فی القسمة للبكر والثيب : ۱۱۳۵، واخرجه ابن ماجة فی النكاح، باب الاقامة على البكر والثيب ۱۳۷ ـ

٤٩١٥ : أخرجه مسلم في الرضاع ، باب قدر ما تستحقه البكر والثيب من إقامة الزوج .. ، رقم : ١٤٦١ .

(ولو شئت) قائل هذا خالد الحذاء ، أي لو قلت: قال النبي ﷺ لكنت صادقًا . (ولكن قال) أي أنس رضي الله عنه ، وأنا ألتزم ما قال . (السنة) الطريقة النبوية . (البكر) هي التي لم تتزوج من قبل . (أقام عندها) أي على التوالي ، دون أن يبيت عند زوجة غيرها . (الثيب) التي سبق لها أن تزوجت .

سات دن رہے گا اور ان سات دنوں کے بعد پھر باری شروع ہوگی، یہ سات دن باری میں شمار نہیں کئے جائیں گے۔

امام بخاریؒ نے اس باب کے تحت جو حدیث ذکر فرمائی ہے اس میں "علی الثیب" کے الفاظ نہیں ہیں بلکہ صرف یہ ہے کہ باکرہ سے شادی کرنے کے بعد اس کے پاس سات دن رہنا سنت ہے، لیکن اسی حدیث کے دوسرے طرق میں چونکہ "علی الثیب" کے الفاظ ہیں اس لئے ترجمہ میں بھی "علی الثیب" کے الفاظ امامؒ نے استعمال کئے، چنانچہ اگلے باب میں حضرت انسؓ کی اسی حدیث میں یہ الفاظ ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب میں "اذاتزوج البکر...." شرط کو ذکر کیا، آگے حدیث پر اکتفا کرتے ہوئے جزاء ذکر نہیں کی۔

## ١٠٠ - باب : إِذَا تَزَوَّجَ الثَّيِّبَ عَلَى الْبِكْرِ .

٤٩١٦ : حدّثنا يُوسُفُ بْنُ رَاشِدٍ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ، عَنْ سُفْيَانَ : حَدَّثَنَا أَيُّوبُ وَخَالِدٌ ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ : مِنَ السُّنَّةِ إِذَا تَزَوَّجَ الرَّجُلُ الْبِكْرَ عَلَى الثَّيِّبِ أَقَامَ عِنْدَهَا سَبْعًا وَقَسَمَ ، وَإِذَا تَزَوَّجَ الثَّيِّبَ عَلَى الْبِكْرِ أَقَامَ عِنْدَهَا ثَلَاثًا ثُمَّ قَسَمَ .

قَالَ أَبُو قِلَابَةَ : وَلَوْ شِئْتُ لَقُلْتُ : إِنَّ أَنَسًا رَفَعَهُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ .

وَقَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ : أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ أَيُّوبَ وَخَالِدٍ ، قَالَ خَالِدٌ : وَلَوْ شِئْتُ قُلْتُ رَفَعَهُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ . [ر : ٤٩١٥]

اس باب کے تحت بھی حضرت انسؓ کی حدیث ذکر فرمائی کہ باکرہ کی موجودگی میں ثیبہ سے شادی کرلی تو تین دن تک اس کے پاس شوہر رہے گا اور پھر باری شروع ہوگی۔

اس مسئلہ میں حضرات حنفیہ اور ائمہ ثلاثہ کا اختلاف ہے، ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مذکورہ حدیث کے مطابق نکاح جدید کے بعد باکرہ کے لئے سات دن اور ثیبہ کے لئے تین دن زائد ہوں گے اور پھر باری شروع ہوگی۔ (٣٢) حضرات حنفیہ کے نزدیک مساوات بین الازواج واجب ہے

(٣٢) عمدة القاری: ٢٠/٢٠١۔

اور ثیبہ، باکرہ، قدیمہ، جدیدہ کا کوئی فرق نہیں (۳۳*)

حضرات حنفیہ ان نصوص سے استدلال کرتے ہیں جن میں مساوات کا مطلق ذکر آیا ہے۔ مثلاً قرآن کریم کی آیت میں ہے "فَإِنْ خِفْتُمْ أَنْ لَا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً....." اس میں قدیم، جدید وغیرہ کی کوئی قید نہیں۔ (۳۴)

اسی طرح طحاوی وغیرہ نے حضرت ام سلمہؓ کی روایت ذکر کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان سے نکاح کیا اور آپؐ نے ان کے پاس تین دن قیام فرمایا، پھر جب آپ دوسری ازواج کے پاس جانے لگے تو حضرت ام سلمہؓ نے آپ کا کرتہ پکڑلیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لَيْسَ لَكِ عَلَى أَهْلِكِ هَوَانٌ، إِنْ شِئْتِ سَبَّعْتُ عِنْدَكِ وَسَبَّعْتُ عِنْدَهُنَّ، وَإِنْ شِئْتِ ثَلَّثْتُ ثُمَّ دُرْتُ، قالت: ثَلِّثْ" (۳۵)

امام محمد رحمہ اللہ نے اس حدیث کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ ام سلمہؓ نے یہ سمجھا تھا کہ سات دن اگر آپ میرے پاس رہیں گے اور پھر سات سات دن دوسری ازواج کے پاس رہیں گے تو میری باری پھر بہت دن کے بعد آئے گی، اسی لئے انہوں نے کہا کہ آپ تین دن رہیں، اس سے معلوم ہوا کہ اگر ان کو سات دن دئے جاتے تو تمام ازواج کو سات سات دن دئے جائیں گے اور اگر انہیں تین دن دئے جائیں گے تو پھر تمام کو تین دن دئے جائیں گے، معلوم ہوا خصوصیت کوئی بھی نہیں۔ (۳۶)

جمہور علماء فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ نہیں ہے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر میں تمہارے پاس سات دن رہوں گا تو پھر دوسری تمام ازواج کے پاس بھی سات سات دن رہوں گا اور اگر میں تمہارے پاس تین دن رہتا ہوں چونکہ تم نئی ہو تو پھر میں دوسری ازواج کے پاس تین تین دن نہیں رہوں گا، ایک ایک دن رہ کر پھر تمہارے پاس آجاؤں گا، دوسری مرتبہ میں تمہارا اتنا ہی حق ہوگا جتنا کہ دوسری ازواج کا ہے، اور حضرت ام سلمہؓ کی جو روایت مسلم میں وارد ہوئی ہے، اس سے جمہور علماء کے خیال کی تائید ہوتی ہے۔ (۳۷)

---

(۳۳) عمدة القاری: ۲۰/۲۰۱، والهداية مع الفتح القدير: ۳/۴۱۰، باب القسم۔

(۳۴) فتح القدير: ۳/۴۱۰۔

(۳۵) شرح معانی الآثار للطحاوی، کتاب النکاح، باب مقدار مایقیم الرجل عند الثیب او البکر اذا تزوجها: ۲/۱۹۔

(۳۶) راجع الموطا للامام محمد: کتاب النکاح، باب الرجل تکون عنده نسوة کیف یقسم بینهن: ص ۲۴۲

(۳۷) دیکھئے، صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب قدر ما تستحقه البکر والثیب: ۱/۴۷۲، وشرح مسلم للنووی: ۲/۴۷۲، وشرح معانی الآثار للطحاوی: ۲/۱۹، وشرح الزرقانی علی موطا الامام مالک کتاب النکاح: ۳/۱۳۵۔

ثیبہ سے نکاح جدید کرنے کے بعد ائمہ ثلاثہ کے نزدیک باری سے ہٹ کر اس کو تین دن ملتے ہیں لیکن اگر تین دن سے زیادہ سات دن کوئی رہا تو وہ سات دن باری باری میں محسوب ہوں گے۔ (۳۸)

حاصل یہ کہ نصوص مطلقہ حنفیہ کی تائید کرتی ہیں اور دیگر نصوص ائمہ ثلاثہ کی تائید کرتی ہیں۔

وقال عبدالرزاق، اخبرنا یوسف عن ایوب و خالد، قال خالد: "لو شئت لقلت رفعه الی النبی ﷺ"

راویٔ حدیث خالد فرماتے ہیں کہ اگر میں چاہوں تو کہہ سکتا ہوں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو مرفوعاً ذکر کیا ہے، "ولوشئت لقلت...." اس قول کے قائل میں اختلاف ہے، امام بخاریؒ نے یہ تعلیق ذکر کرکے اسی اختلاف کی طرف اشارہ کیا، اوپر باب کی حدیث موصول میں اس قول کا قائل ابوقلابہ ہے وہاں ہے "قال ابو قلابة: لو شئت..." اور عبدالرزاق کی روایت میں اس قول کا قائل ابوقلابہ کا شاگرد خالد ہے۔

١٠١ - باب : مَنْ طَافَ عَلَى نِسَائِهِ فِي غُسْلٍ وَاحِدٍ .

٤٩١٧ : حدّثنا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ : حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ : حَدَّثَنَا سَعِيدٌ ، عَنْ قَتَادَةَ : أَنَّ أَنَسَ بْنَ مالِكٍ حَدَّثَهُمْ : أَنَّ نَبِيَّ اللهِ ﷺ كانَ يَطُوفُ عَلَى نِسَائِهِ فِي اللَّيْلَةِ الْوَاحِدَةِ ، وَلَهُ يَوْمَئِذٍ تِسْعُ نِسْوَةٍ . [ر : ٢٦٥]

امام بخاری رحمہ اللہ کا اس ترجمہ سے مقصد یہ ہے کہ ہر جماع کے لئے مستقل غسل کرنا واجب نہیں، بلکہ غسل کئے بغیر اپنی مختلف بیویوں سے جماع کرسکتا ہے۔

یہ حدیث کتاب الغسل میں "باب إذا جَامَعَ ثم عَادَ" کے تحت گذر چکی ہے اور وہیں اس پر تفصیلی بحث بھی گذر چکی ہے۔

(۳۸) شرح مسلم للنووی: ۴۷۲/۲، وشرح معانی الآثار: ۱۹/۲۔

١٠٢ – باب : دُخُولِ الرَّجُلِ عَلَى نِسَائِهِ فِي الْيَوْمِ .

٤٩١٨ : حدَّثنا فَرْوَةُ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ ، عَنْ هِشَامٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا : كانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا انْصَرَفَ مِنَ الْعَصْرِ دَخَلَ عَلَى نِسَائِهِ ، فَيَدْنُو مِنْ إِحْدَاهُنَّ ، فَدَخَلَ عَلَى حَفْصَةَ ، فَاحْتَبَسَ أَكْثَرَ ما كانَ يَحْتَبِسُ .

[٤٦٢٨ ، ٤٩٦٧ ، ٥١١٥ ، ٥٢٧٧ ، ٥٢٩١ ، ٥٣٥٨ ، ٦٥٧١ ، وانظر : ٤٦٢٨]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ عَدل بین الأزواج میں اصل اعتبار رات کا ہے کہ رات میں جس کی باری ہوگی، اس میں دوسری بیوی کے پاس رہنا جائز نہیں، لیکن اگر دن کو کچھ دیر کے لئے یا کسی ضرورت کی وجہ سے دوسری بیوی کے پاس جانا پڑے تو وہ عدل کے منافی نہیں۔

چنانچہ حدیث باب میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دن کے وقت عصر کی نماز کے بعد اپنی بیویوں کے پاس تشریف لاتے تھے اور کسی کے پاس کچھ دیر ٹھہر جاتے تھے ایک دن حضرت حفصہؓ کے پاس گئے اور وہاں معمول سے زیادہ ٹھہرے، معلوم ہوا دن کے وقت مختلف بیویوں کے ہاں جاسکتے ہیں۔

اس حدیث سے بعض حضرات نے استدلال کیاہے کہ شرب عسل کا واقعہ حضرت حفصہؓ کے یہاں ہوا تھا، بعضوں نے حضرت سودہؓ کانام لیا لیکن ماقبل میں گذر چکا کہ صحیح قول یہ ہے کہ وہ واقعہ حضرت زینبؓ کے ہاں پیش آیا تھا۔ (۳۹)

١٠٣ – باب : إِذَا اسْتَأْذَنَ الرَّجُلُ نِسَاءَهُ فِي أَنْ يُمَرَّضَ فِي بَيْتِ بَعْضِهِنَّ فَأَذِنَّ لَهُ .

یُمَرَّض: صیغة المجهول، مِنَ التمریض، وهو القیام علی المریض، وتعاهد حاله۔ فَأَذِنَّ له بتشدید النون، لأنه جمع مؤنث غائب من الماضی۔ (۴۰)

مطلب یہ ہے کہ آدمی بیمار ہو اور وہ اپنی بیویوں سے اجازت لے لے کہ وہ اپنا زمانہ مرض کسی ایک کے پاس گذارے گا اور ان کی طرف سے اجازت مل جائے تو وہ اس کے پاس

(۳۹) دیکھئے کشف الباری، کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ التحریم: ۶۸۵

(۴۰) عمدۃ القاری: ۲۰/ ۲۰۲۔

منتقل ہوسکتا ہے، باری اور عدل کے یہ منافی نہیں۔

چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض وفات کے ایام حضرت عائشہؓ کے ہاں گذارے تھے اور باقی ازواج مطہرات نے انہیں اجازت دیدی تھی۔

٤٩١٩ : حدّثنا إسماعيلُ قالَ : حَدَّثَني سُلَيمانُ بْنُ بِلالٍ : قالَ هِشامُ بْنُ عُرْوَةَ : أَخْبَرَني أَبي ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْها : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ كانَ يَسْأَلُ في مَرَضِهِ ٱلَّذي ماتَ فِيهِ : (أَيْنَ أَنا غَدًا ؟ أَيْنَ أَنا غَدًا) . يُرِيدُ يَوْمَ عائِشَةَ ، فَأَذِنَ لَهُ أَزْواجُهُ يَكُونُ حَيْثُ شاءَ ، فَكانَ في بَيْتِ عائِشَةَ حَتَّى ماتَ عِنْدَها ، قالَتْ عائِشَةُ : فَماتَ فِي الْيَوْمِ الَّذِي كانَ يَدُورُ عَلَيَّ فِيهِ في بَيْتِي ، فَقَبَضَهُ ٱللهُ وَإِنَّ رَأْسَهُ لَبَيْنَ نَحْرِي وَسَحْرِي ، وَخالَطَ رِيقُهُ رِيقِي . [ر : ٨٥٠]

## حضورؐ پر عدل بین الازواج واجب تھا کہ نہیں؟

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر عدل بین الازواج واجب تھا کہ نہیں؟ حضرات حنفیہ عدم وجوب کے قائل ہیں، یہی مالکیہ کا راجح قول ہے جیسا کہ علامہ زرقانی نے لکھا ہے امام غزالیؒ نے اسی کو صحیح قرار دیا ہے اور علامہ بُلقینی اور علامہ سیوطی فرماتے ہیں "وھو المختار للادلۃ الصریحۃ" (۴۱)

لیکن اکثر شوافع اور حنابلہ کے نزدیک عدل بین الازواج واجب تھا (۴۲)، وہ حدیث باب سے استدلال کرتے ہیں، حنفیہ اس کو استحباب پر محمول کرتے ہیں کہ آپؐ پر واجب تو نہ تھا لیکن اپنی طرف سے عدل کا اہتمام کرتے تھے۔

## ١٠٤ - باب : حُبِّ الرَّجُلِ بَعْضَ نِسائِهِ أَفْضَلَ مِنْ بَعْضٍ .

٤٩٢٠ : حدّثنا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ : حَدَّثَنا سُلَيْمانُ ، عَنْ يَحْيَى ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ حُنَيْنٍ : سَمِعَ ٱبْنَ عَبَّاسٍ ، عَنْ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمْ : دَخَلَ عَلَى حَفْصَةَ فَقالَ : يا بُنَيَّةُ ، لا يَغُرَّنَّكِ

---

(۴۱) حنفیہ کے مذہب کے لئے دیکھئے، حاشیہ ترمذی للشیخ احمد علی السہارنفوری: ۱/۲۱۷، باب ما جاء فی التسویۃ بین الضرائر مالکیہ کے مذہب کے لئے دیکھئے شرح الزرقانی علی موطا الامام مالک، کتاب النکاح: ۳/۱۳۵۔

(۴۲) عمدۃ القاری: ۲۰/۲۰۳۔

هٰذِهِ الَّتِي أَعْجَبَهَا حُسْنُهَا وَحُبُّ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ إِيَّاهَا . يُرِيدُ عائِشَةَ ، فَقَصَصْتُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَتَبَسَّمَ . [ر : ۸۹]

اس باب سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ بتلانا ہے کہ عدل کا تعلق محبت اور تعلق قلبی سے نہیں ہے کیونکہ وہ ایک غیر اختیاری شی ہے ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہؓ سے زیادہ محبت تھی ، حضرت عمرؓ خود اس کا اقرار کررہے ہیں ۔

## ۱۰۵ - باب : اَلْمُتَشَبِّعِ بِمَا لَمْ يَنَلْ ، وَمَا يُنْهٰى مِنِ افْتِخَارِ الضَّرَّةِ

مُتَشَبِّعٌ : باب تفعّل سے صیغہ اسم فاعل ہے ، تَشَبُّعٌ کے معنی ہیں : بتکلف شکم سیر بننا ، بہت کرنا ، بہت ظاہر کرنا ، "المتشبع بمالم ینل" کے معنیٰ ہیں کہ جو چیز انسان کو حاصل نہیں اس کو اپنے لئے حاصل شدہ ظاہر کرنا تاکہ دوسروں کو معلوم ہو کہ یہ چیز اسے حاصل ہے ، حدیث میں آگے ایسے شخص کا حکم آرہا ہے ۔

### ومایُنْهَی مِنْ افتخار الضَرَّة

ایک سوکن کو دوسری سوکن کے مقابلہ میں اس طرح کا جھوٹا افتخار ممنوع ہے کہ سوکن کو جلانے کے لئے روز بیان کرے کہ شوہر آج میرے لئے ایسا کپڑا لایا ہے ، ایسا زیور لایا ہے لیکن حقیقت کچھ بھی نہ ہو ، ہاں اگر کسی شوہر کو کسی بیوی کے ساتھ واقعۃً محبت زیادہ ہو اور وہ اس محبت کا ذکر کرے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ، بعض نسخوں میں "من إضجار الضرة" ہے " إضجار الضرة أی إلحاق الغم والقلق إياها (۴۲) مطلب یہ ہے کہ سوکن کو غم اور قلق میں مبتلا کرنا ممنوع ہے ۔

(۴۲) عمدۃ القاری : ۲۰/۲۰۳ - ۲۰۴ -

٤٩٢١ : حدّثنا سُلَيمانُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ، عَنْ هِشَامٍ ، عَنْ فاطِمَةَ ، عَنْ أَسْمَاءَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ .

حَدَّثَنِي محمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى : حَدَّثَنَا يَحْيَى ، عَنْ هِشَامٍ : حَدَّثَتْنِي فاطِمَةُ ، عَنْ أَسْمَاءَ : أَنَّ آمْرَأَةً قالَتْ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، إِنَّ لِي ضَرَّةً ، فَهَلْ عَلَيَّ جُنَاحٌ إِنْ تَشَبَّعْتُ مِنْ زَوْجِي غَيْرَ الَّذِي يُعْطِينِي ؟ فَقَالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (الْمُتَشَبِّعُ بِمَا لَمْ يُعْطَ كَلَابِسِ ثَوْبَيْ زُورٍ)

ایک عورت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! میری ایک سوکن ہے اگر میں (اس کو جلانے کے لئے اس کے سامنے) اپنے شوہر کی طرف سے جس قدر وہ مجھے دیتا ہے اس سے زیادہ بڑھا کر بتلاؤں تو کیا مجھ پر گناہ ہوگا؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ دی ہوئی چیز کو ظاہر کرنے والا ایسا ہے جیسے کوئی جھوٹ کے دو کپڑے پہنے ہوئے ہو۔

علامہ خطّابی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ "ثوب" کا لفظ اس میں بطور محاورہ اور بطور مثال استعمال ہے اور مطلب یہ ہے کہ ایسا شخص صاحب زور اور صاحب کذب یعنی جھوٹا ہے، جیسے کسی کی صفائی بیان کرنی ہو تو کہتے ہیں "ھو طاھر الثوب" مراد اس سے ثوب نہیں ہوتا بلکہ نفس رجل ہوتا ہے۔ (۴۴)

ابو سعید ضریر نے فرمایا کہ جھوٹی گواہی دینے والا دو خوبصورت کپڑے پہن کر گواہی دیتا ہے تاکہ اس کی ظاہری اچھی حالت کو دیکھ کر اس پر جھوٹ کا گمان نہ ہو۔

علامہ خطابی نے نعیم بن حماد سے اس سلسلہ میں ایک حکایت بھی نقل کی ہے کہ ایک قبیلہ میں ظاہری ہیئت کے اعتبار سے ایک باوقار آدمی رہتا تھا جب کبھی جھوٹی گواہی دینا ہوتی تو وہ دو کپڑے پہن کر گواہی دیتا اور اس کی ظاہری کیفیت اور لباس کی وجہ سے اس کی گواہی قبول کرلی جاتی،

---

٤٩٢١ : أخرجه مسلم في اللباس والزينة ، باب النهي عن التزوير في اللباس وغيره .. ، رقم : ٢١٣٠ .

(ضرة) هي الزوجة الأخرى لزوج المرأة ، سميت بذلك لما توقع بالأخرى من ضرر لمشاركتها لها بزوجها وما يكون له من نفع . واسم هذه الضرة هنا أم كلثوم بنت عقبة بن أبي معيط ، رضي الله عنها . (تشبعت) ادعيت أنه يعطيني من الحظوة عنده أكثر ما هو واقع ، تريد بذلك غيظ ضرتها وإزعاجها . (المتشبع) المتزين والمتظاهر ، شبه بالشبعان . (كلابس ثوبي زور) كمن يلبس ثوبين مستعارين ، أو مودعين عنده ، يتظاهر أنها ملكه . وقيل : هو من يلبس لباس أهل الزهد والتقوى والصلاح وهو ليس كذلك . وقيل : يلبس ثوبًا ويصل بكميه كمين آخرين ليوهم أنهما ثوبان ، رياء ومفاخرة .

(۴۴) فتح الباري: ۹/۳۹۷۔

لوگ کہتے "أمضاها بثوبيه" یعنی اس نے کپڑوں کے ذریعہ سے گواہی قبول کرادی، اس طرح اُن دو کپڑوں کی طرف زور کی نسبت ہونے لگی، کہا جاتا ہے "كلابس ثَوْبَيْ زُوْر" حاصل یہ کہ مذکورہ پس منظر میں یہ ایک محاورہ بن گیا ہے۔ (۴۵)

حدیث میں "ثَوْبَيْ زُوْر" کو تثنیہ لانے میں یہ حکمت بھی ہے کہ اس میں اپنے نفس پر بھی جھوٹ ہے کہ جو چیز ملی نہیں اس کا اظہار ہے اور دوسرے پر بھی جھوٹ ہے کہ جو چیز اس نے دی نہیں، اس کی نسبت اس کی طرف کی جارہی ہے، اسی طرح جھوٹی گواہی دینے والا اپنے اوپر بھی ظلم کرتا ہے اور مشہود علیہ پر بھی ظلم کرتا ہے۔ (۴۶)

حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنے والی جس عورت کا ذکر ہے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس کے اور اس کے شوہر کے متعلق مجھے معلوم نہیں ہوسکا کہ ان کا کیا نام تھا اور وہ کون تھے۔ (۴۷)

## ۱۰۶ - باب : الْغَيْرَةِ

غیرت اور تغیر کا مادہ ایک ہے، غیرت تغیر پر دلالت کرتی ہے، اصطلاح میں غیرت اس طبعی ناراضگی کو کہا جاتا ہے جو کسی ایسی چیز کی وجہ سے انسان کو لاحق ہو جس میں انسان شرکت پسند نہیں کرتا، (۴۸) مثلاً کوئی آدمی کسی کی بیوی کو بری نگاہ سے دیکھتا ہے تو شوہر کو اس سے طبعی طور سے ملال اور ناراضگی ہوتی ہے کیونکہ بیوی کے معاملہ میں کوئی آدمی شرکت کو پسند نہیں کرتا تو اس طبعی ناراضگی کو غیرت کہا جائے گا۔

---

(۴۵) فتح الباری: ۹/۳۹۷۔

(۴۶) فتح الباری: ۹/۳۹۷، وعمدۃ القاری: ۲۰/۲۰۴۔

(۴۷) فتح الباری: ۹/۳۹۷۔

(۴۸) قال صاحب المشارق: "معنى الغيرة: تغير القلب وهيجان الغضب بسبب المشاركة في الاختصاص من احد الزوجين بالآخر، وتحريمه، ونبه عنه" (عمدۃ القاری: ۲۰/۲۰۵)۔

وَقَالَ وَرَّادٌ ، عَنِ الْمُغِيرَةِ : قَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ : لَوْ رَأَيْتُ رَجُلاً مَعَ امْرَأَتِي لَضَرَبْتُهُ بِالسَّيْفِ غَيْرَ مُصْفِحٍ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (أَتَعْجَبُونَ مِنْ غَيْرَةِ سَعْدٍ ، لَأَنَا أَغْيَرُ مِنْهُ ، وَاللَّهُ أَغْيَرُ مِنِّي) .
[ر : ٦٣٧٣]

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر میں نے کسی آدمی کو اپنی بیوی کے پاس دیکھ لیا تو میں اس کو تلوار کی دھار سے ماروں گا۔

"مُصْفِح" یہ "صَفح" سے ہے تلوار کے عرض اور چوڑائی کو کہتے ہیں، یہ باب افعال سے صیغۂ اسم فاعل بھی ہوسکتا ہے اور صیغۂ اسم مفعول بھی، اسم فاعل کی صورت میں "ضَرَبْتُ" کی ضمیر فاعل سے حال ہوگا یعنی میں اس کو ماروں گا اس حال میں کہ تلوار کو چوڑائی میں مارنے والا نہیں ہوں گا (بلکہ تلوار کی دھار سے اس کا کام تمام کروں گا) اور اسم مفعول کی صورت میں یہ "السیف" سے حال ہوگا یعنی اس حال میں کہ وہ چوڑائی اور عرض سے نہیں ماری جائے گی، بلکہ دھار سے ماری جائے گی۔ (۴۹)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بات سن کر حضرات صحابہؓ سے فرمایا "تمہیں سعد کی بات سن کر تعجب ہوتا ہوگا میں ان سے زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ تعالی مجھ سے زیادہ باغیرت ہے"۔

اس تعلیق کو امام بخاری رحمہ اللہ نے آگے کتاب الحدود میں موصولاً نقل کیا ہے، (۵۰) یہاں حدیث مکمل نہیں، مسند احمد میں مکمل سیاق کے ساتھ ہے جس کے الفاظ ہیں "لما نزلت هذه الاية "والذين يرمون المحصنات" الاية، قال سعد بن عبادة: اهكذا انزلت؟ فلو وجدت لكاع متفخذها رجل، لم يكن لي أن أحركه، ولا أهيجه حتى آتي بأربعة شهداء؟ فوالله لا اتي بأربعة شهداء حتى يقضي حاجته، فقال رسول الله (ﷺ): يا معشر الأنصار، ألا تسمعون ما يقول سيدكم؟ قالوا: يا رسول الله، لا تلمه فإنه رجل غيور، والله ما تزوج امرأة قط إلا عذراء، ولا طلق امرأة فاجترأ رجل منها أن يتزوجها من شدة غيرته، فقال سعد: والله إني لأعلم يا رسول الله أنها الحق، وأنها من عند الله، ولكني عجبت" (۵۱)

---

(۴۹) فتح الباری: ۴۰۱/۹۔

(۵۰) دیکھئے، صحیح بخاری، کتاب الحدود: ۲/ قوله: "اتعجبون من غيرة سعد" الهمزة فيه للاستفهام، يجوز ان يكون على سبيل الاستحضار، ويجوز ان يكون على سبيل الانكار يعني لاتعجبوا من غيرة سعد، وانا اغير منه اي من سعد (عمدة القاري: ۲۰۵/۲۰)

(۵۱) فتح الباری: ۴۰۱/۹۔ ۴۰۲۔

٤٩٢٢ : حدّثنا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ : حَدَّثَنا أَبِي : حَدَّثَنا الأَعْمَشُ ، عَنْ شَقِيقٍ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (ما مِنْ أَحَدٍ أَغْيَرُ مِنَ ٱللهِ ، مِنْ أَجْلِ ذٰلِكَ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ ، وَما أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيْهِ المَدْحُ مِنَ ٱللهِ) . [ر : ٤٣٥٨]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی سے زیادہ کوئی باغیرت نہیں ، اسی وجہ سے اللہ تعالی نے بے حیائی کے کاموں کو حرام کیا اور اللہ تعالی سے زیادہ کسی کو اپنی مدح پسند نہیں ۔

غیرت کی نسبت اس حدیث میں اللہ تعالی کی طرف کی گئی ہے ، متقدمین کے مسلک میں اس طرح کے الفاظ میں تفویض و تسلیم ہی بہتر ہے ، متاخرین فرماتے ہیں کہ اس طرح کے الفاظ کی نسبت اللہ تعالی کی طرف غایت اور نتیجہ کے اعتبار سے ہے ، مبداء کے اعتبار سے نہیں ، غیرت کا نتیجہ اور غایت یہ ہوتی ہے کہ اس چیز کو باقی نہیں رکھا جاتا جس پر غیرت آتی ہے ، اللہ تعالی کو فواحش پر غیرت آتی ہے اس لئے اللہ تعالی نے ان کو حرام قرار دیا ہے ۔ (۵۲)

٤٩٢٣ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ ، عَنْ مالِكٍ ، عَنْ هِشَامٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْها : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ قالَ : (يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ ، ما أَحَدٌ أَغْيَرَ مِنَ ٱللهِ أَنْ يَرَى عَبْدَهُ أَوْ أَمَتَهُ تَزْنِي ، يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ ، لَوْ تَعْلَمُونَ ما أَعْلَمُ ، لَضَحِكْتُمْ قَلِيلاً وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيراً) . [ر : ٩٩٧]

اس حدیث میں اس خطبہ کا ایک حصہ نقل کیا گیا ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا اور کتاب الکسوف میں گذر چکا ، وہیں اس پر بحث گذر گئی ہے ۔ (۵۳)

٤٩٢٤/٤٩٢٥ : حدّثنا مُوسَى بْنُ إِسْماعِيلَ : حَدَّثَنا هَمَّامٌ : عَنْ يَحْيَى ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ : أَنَّ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ حَدَّثَهُ عَنْ أُمِّهِ أَسْماءَ : أَنَّها سَمِعَتْ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ يَقُولُ : (لَا شَيْءَ أَغْيَرُ مِنَ ٱللهِ) .

وَعَنْ يَحْيَى : أَنَّ أَبَا سَلَمَةَ حَدَّثَهُ : أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ حَدَّثَهُ : أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ

---

(۵۲) راجع عمدة القاري: ٢٠ / ٢٠٥

٤٩٢٤ : أخرجه مسلم في التوبة ، باب : غيرة الله تعالى وتحريم الفواحش ، رقم ٢٧٦١ ، ٢٧٦٢ .

(أن يأتي المؤمن) أي نهيه أن يأتي المؤمن المحرمات .

(۵۳) دیکھئے صحیح البخاری ، کتاب الکسوف: باب الصدقة فی الکسوف ، رقم الحدیث ۱۰۴۴ ۔

(٤٩٢٥) : حدّثنا أبو نُعَيم : حدَّثنا شَيْبَانُ ، عَنْ يَحْيَى ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ : أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قالَ : (إِنَّ ٱللهَ يَغَارُ ، وَغَيْرَةُ ٱللهِ أَنْ يَأْتِيَ الْمُؤْمِنُ ما حَرَّمَ ٱللهُ)

"عن يحى ان اباسلمة..." یہ ماقبل سند پر معطوف ہے اور موصول ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے دوسندیں بیان کی ہیں ❶ موسى بن اسماعيل عن همام عن يحى عن ابى سلمة عن ابى هريرة عن النبى ﷺ ❷ ابونعيم عن شيبان عن يحى عن ابى سلمة عن ابى هريرة عن النبى ﷺ، یحی پر جاکر دونوں سندیں مل جاتی ہیں، یہاں جو الفاظ حدیث منقول ہیں: "ان الله يغار، وغيرة الله أن يأتى المؤمن ما حرم الله" حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بظاہر دونوں سندوں کے الفاظ ایک ہیں اور یہ الفاظ دونوں سندوں کے ہیں۔ (۵۴)

٤٩٢٦ : حدّثنا مَحْمُودٌ : حدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ : حدَّثَنَا هِشَامٌ قالَ : أَخْبَرَنِي أَبِي ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا قالَتْ : تَزَوَّجَنِي الزُّبَيْرُ ، وَما لَهُ فِي الْأَرْضِ مِنْ مَالٍ وَلَا مَمْلُوكٍ ، وَلَا شَيْءٍ غَيْرَ نَاضِحٍ وَغَيْرَ فَرَسِهِ ، فَكُنْتُ أَعْلِفُ فَرَسَهُ وَأَسْتَقِي الْمَاءَ ، وَأَخْرِزُ غَرْبَهُ وَأَعْجِنُ ، وَلَمْ أَكُنْ أُحْسِنُ أَخْبِزُ ، وَكانَ يَخْبِزُ جارَاتٌ لِي مِنَ الْأَنْصَارِ ، وَكُنَّ نِسْوَةَ صِدْقٍ ، وَكُنْتُ أَنْقُلُ النَّوَى مِنْ أَرْضِ الزُّبَيْرِ الَّتِي أَقْطَعَهُ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ عَلَى رَأْسِي ، وَهِيَ مِنِّي عَلَى ثُلُثَيْ فَرْسَخٍ ، فَجِئْتُ يَوْمًا وَالنَّوَى عَلَى رَأْسِي ، فَلَقِيتُ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ وَمَعَهُ نَفَرٌ مِنَ الْأَنْصَارِ ، فَدَعَانِي ثُمَّ قالَ : (إِخْ إِخْ) . لِيَحْمِلَنِي خَلْفَهُ ، فَٱسْتَحْيَيْتُ أَنْ أَسِيرَ مَعَ الرِّجالِ ، وَذَكَرْتُ الزُّبَيْرَ وَغَيْرَتَهُ وَكانَ أَغْيَرَ النَّاسِ ، فَعَرَفَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ أَنِّي قَدِ ٱسْتَحْيَيْتُ فَمَضَى ، فَجِئْتُ الزُّبَيْرَ فَقُلْتُ : لَقِيَنِي رَسُولُ ٱللهِ ﷺ وَعَلَى رَأْسِي النَّوَى ، وَمَعَهُ نَفَرٌ مِنْ أَصْحَابِهِ ، فَأَنَاخَ لِأَرْكَبَ ، فَٱسْتَحْيَيْتُ مِنْهُ وَعَرَفْتُ غَيْرَتَكَ ، فَقَالَ : وَٱللهِ لَحَمْلُكِ النَّوَى كانَ أَشَدَّ عَلَيَّ مِنْ رُكُوبِكِ مَعَهُ . قالَتْ : حَتَّى أَرْسَلَ إِلَيَّ أَبُو بَكْرٍ بَعْدَ ذٰلِكَ بِخَادِمٍ يَكْفِينِي سِيَاسَةَ الْفَرَسِ ، فَكَأَنَّمَا أَعْتَقَنِي . [ر : ٢٩٨٢]

(۴۹۲۵)الحديث اخرجه النسائى غيرانه ذكر (ان لاياتى) مكان (ان ياتى)، باب غيرة النساء ووجدهن، اخرجه البخارى ايضا فى كتاب الادب، باب مايجوز من الهجران لمن عصى، رقم الحديث: ۶۰۷۸، واخرجه مسلم فى فضائل الصحابة، باب فى فضل عائشة، رقم الحديث ۲۴۳۹۔

(۵۴)فتح البارى: ۳۰۲/۹۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں کہ مجھ سے زبیر نے شادی کی تو نہ ان کے پاس مال تھا نہ زمین اور نہ لونڈی غلام تھے، بجز پانی کھینچنے والے اونٹ اور گھوڑے کے کچھ نہ تھا۔ ان کے گھوڑے کو میں چراتی تھی، پانی لاتی تھی، اس کا ڈول سیتی تھی اور آٹا گوندھتی تھی، البتہ روٹی پکانا مجھے اچھے طریقے سے نہیں آتا تھا، میری روٹی انصاری پڑوسنیں پکایا کرتی تھیں، وہ بڑی سچی اور کھری عورتیں تھیں، زبیر کی اس زمین سے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دی تھی میں اپنے سر پر کھجوروں کی گٹھلیاں لایا کرتی تھی، وہ مقام دو میل دور تھا، ایک دن میں اپنے سر پر گٹھلیاں رکھے آرہی تھی کہ مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ملے، آپ کے ہم راہ چند صحابہ بھی تھے آپ نے مجھے پکارا، پھر مجھے اپنے پیچھے بٹھانے کے لئے اونٹ کو (رکوانے کے واسطے) اخ اخ کہا لیکن مجھے مردوں کے ساتھ چلنے میں شرم آئی، زبیر کی غیرت بھی مجھے یاد آئی اور وہ بڑے غیرتمند تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ گئے کہ میں شرما رہی ہوں تو آپ چل دئے، زبیر سے میں نے آکر کہا کہ راستہ میں مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ملے تھے، میرے سر پر گٹھلیاں تھیں آپ کے ہمراہ چند صحابہ بھی تھے، آپ نے مجھے بٹھانے کے لئے اونٹ کو ٹھہرایا تو مجھے اس سے شرم آئی اور آپ کی غیرت کو بھی میں جانتی ہوں، زبیر نے کہا "آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تیرے سوار ہونے سے تیرا گٹھلیاں اٹھانا مجھ پر زیادہ سخت اور بھاری ہے (کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھنا کوئی باعث عار نہیں لیکن اس طرح زمین سے گٹھلیوں کے گٹھے اٹھا کر لانا بسا اوقات عار اور طعنہ کا سبب بن جاتا ہے)۔

اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے ایک خادم بھیج دیا جو گھوڑے کی دیکھ بھال اور نگرانی کے لئے میری طرف سے کافی ہوگیا گویا کہ انہوں نے اس بوجھ سے مجھے آزاد کردیا۔

ناضِح: وہ اونٹ جس پر پانی لایا جاتا ہے۔ أَعْلِفُ: از ضرب: چرانا، چرنا۔ أَسْتَقِیْ: یہ افتعال سے متکلم کا صیغہ ہے۔ اِسْتَقَی مِنَ النهرِ: نہر وغیرہ سے پانی لانا۔ أَخْرِزُ غَرْبَہٗ: میں اس کا ڈول سیتی تھی خَرَزَ (ض) خرزاً: سینا۔ غَرْب: ڈول۔ أَعْجِن: (ض ن) عَجْناً: آٹا گوندھنا۔ نِسْوَۃ صِدْق: سچائی کی علمبردار عورتیں "صِدْق" کی طرف اسم کی اضافت کی جاتی ہے قرآن کریم میں ہے "أَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ" النَّوَی: گٹھلی۔ أَقْطَعَہٗ: إِقْطَاعاً: جاگیر دینا، زمین دینا "عَلَی رَاسی" "النَّوَی" سے حال ہے أَیْ کُنْتُ أَنْقُلُ النَّوَی حَالَ کَوْنِهَا عَلَی رَأْسِی مِنْ أَرْضِ الزبیر...

إِخْ إِخْ (ہمزہ کے کسرہ اور خاء کے سکون کے ساتھ) یہ کلمہ اونٹ کو بٹھانے کے لئے کہا جاتا ہے...

سِیَاسَۃُ الفَرَس: گھوڑے کی نگہبانی، نگرانی۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ظاہر یہی ہے کہ یہ واقعہ نزولِ حجاب سے پہلے کا ہے، ابھی تک پردے کے احکام نازل نہیں ہوئے تھے۔ (۵۵)

۴۹۲۷ : حدّثنا عليّ : حدّثنا ابنُ عُليّة ، عن حُميدٍ ، عن أنسٍ قال : كان النبيُّ ﷺ عِندَ بعضِ نِسائِهِ ، فأرسلتْ إحدى أمّهاتِ المؤمنينَ بِصَحْفةٍ فِيها طعامٌ . فضربتِ الّتي النّبيُّ ﷺ في بيتِها يدَ الخادمِ ، فسقطتِ الصّحفةُ فانفلقتْ ، فجمعَ النّبيُّ ﷺ فِلَقَ الصّحفةِ ثمّ جعلَ يجمعُ فيها الطّعامَ الّذي كانَ في الصّحفةِ ، ويقولُ : (غارتْ أمُّكُمْ) . ثمّ حبسَ الخادمَ حتّى أُتيَ بصحفةٍ مِن عندِ الّتي هوَ في بيتِها ، فدفعَ الصّحفةَ الصّحيحةَ إلى الّتي كُسِرتْ صحفتُها ، وأمسكَ المكسورةَ في بيتِ الّتي كسرتْ . [ر : ۲۳۴۹]

یہ حدیث کتاب المظالم میں گذر چکی ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ایک بیوی کے پاس تھے دوسری اہلیہ نے ان کے گھر پلیٹ میں کھانا بھیجا، آپ جن کے پاس تھے، انہیں غیرت کی وجہ سے غصہ آیا اور خادم کے ہاتھ سے اس پلیٹ کو گرا کر توڑ دیا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پلیٹ کے ٹوٹے ہوئے ٹکڑوں کو جمع کیا اور فرمایا کہ تمہاری امی کو غصہ آگیا، پھر جنہوں نے برتن توڑا تھا ان کے گھر سے صحیح برتن خادم کو دلوایا اور ٹوٹا ہوا برتن انہی کے گھر رکھا۔ ۳

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ آپ جس عورت کے گھر تھے وہ حضرت عائشہؓ تھیں اور کھانا بھیجنے والی حضرت زینب بنت جحشؓ تھیں۔ (۵۶)

"غَارَتْ أُمُّكُمْ" میں خطاب غلام اور جو حاضر تھے ان سے تھا اور "امکم" سے وہ زوجہ مراد تھیں جنہوں نے برتن توڑا تھا۔ (۵۷)

---

(۵۵) فتح الباری: ۹/۳۰۵۔

(۵۶) فتح الباری: ۹/۳۰۵۔

(۵۷) فتح الباری: ۹/۳۰۶۔

۴۹۲۷ : (بصحفة) إناء كالقصعة المبسوطة . (فانفلقت) تكسرت . (فلق) قطع ، جمع فلقة .

٤٩٢٨ : حدّثنا مُحمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ المُقَدَّمِيُّ : حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ ، عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ ، عَنْ جابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (دَخَلْتُ الجَنَّةَ ، أَوْ أَتَيْتُ الجَنَّةَ ، فَأَبْصَرْتُ قَصْرًا ، فَقُلْتُ : لِمَنْ هٰذَا ؟ قالُوا : لِعُمَرَ بْنِ الخَطَّابِ ، فَأَرَدْتُ أَنْ أَدْخُلَهُ ، فَلَمْ يَمْنَعْنِي إِلَّا عِلْمِي بِغَيْرَتِكَ) . قالَ عُمَرُ بْنُ الخَطَّابِ : يَا رَسُولَ اللهِ ، بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي يَا نَبِيَّ اللهِ ، أَوَ عَلَيْكَ أَغارُ ؟!. [ر : ٣٤٧٦]

٤٩٢٩ : حدّثنا عَبْدانُ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ . عَنْ يُونُسَ . عَنِ الزُّهْرِيِّ قالَ : أَخْبَرَنِي ابْنُ الْمُسَيَّبِ . عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قالَ : بَيْنَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ جُلُوسٌ ، فَقالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُنِي فِي الجَنَّةِ . فَإِذَا امْرَأَةٌ تَتَوَضَّأُ إِلَى جانِبِ قَصْرٍ . فَقُلْتُ : لِمَنْ هٰذَا ؟ قالُوا : هٰذَا لِعُمَرَ . فَذَكَرْتُ غَيْرَتَهُ . فَوَلَّيْتُ مُدْبِرًا) . فَبَكَى عُمَرُ وَهُوَ فِي الْمَجْلِسِ ثُمَّ قالَ : أَوَ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ أَغارُ ؟!. [ر : ٣٠٧٠]

یہ حدیث کتاب المناقب میں حضرت عمرؓ کے مناقب میں گذر چکی ہے "فاذا امراۃ تتوضا" پر بعض حضرات نے کہا کہ جنت کی عورتیں پاک ہوں گی ، انہیں وضوء کی ضرورت نہیں ہوگی ، اس لئے یہ تصحیف ہے اصل میں "وضاء" یا "شوھاء" کا لفظ ہے جس کے معنی خوبصورت اور جمیلہ کے ہیں یعنی وہاں خوبصورت عورت تھی ، لیکن حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا کہ "تتوضا" کا لفظ تصحیف نہیں بلکہ صحیح ہے باقی جنت میں اس عورت کا یہ وضوء نظافت کے لئے نہیں تھا بلکہ بطورعادت کے تھا ۔ (۵۸)

داودی نے اس حدیث سے استدلال کیا کہ جنت میں حوریں نمازیں پڑھیں گی اور وضوء کریں گی ، (۵۹)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جنت میں عبادت کے مکلف نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہاں اپنے اختیار (اور شوق) سے کوئی عبادت نہیں کرے گا ۔ (٦٠)

---

(۵۸) فتح الباری : ۳۰۶/۹ ۔

(۵۹) فتح الباری : ۳۰۶/۹ ۔

(٦٠) فتح الباری : ۳۰۶/۹ ۔

## ۱۰۷ - باب : غَيْرَةِ النِّسَاءِ وَوَجْدِهِنَّ

"وجد" غصہ کو کہتے ہیں، علامہ انورشاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
"وَجْدهن: وله أربعة مصادر: وِجْدانًا، ووَجْدًا، ومَوْجِدَة، ووُجُوْدًا، وباعتبار مصادره الأربعة تختلف معانيه، والمناسب لترجمة المصنف: "ومَوْجِدَتهن" بدل "وَجْدهن" فان الوَجد ترجمته: "دل بھر آنا"، وليس بمناسب ههنا"(۱)

امام بخاری رحمہ اللہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ عورتوں میں غیرت کا مادہ زیادہ ہوتا ہے اور وہ جلدی ناراض ہوجایا کرتی ہیں، لہذا ان کی اس قسم کی کوئی کیفیت سامنے آئے تو اس میں ان کو معذور سمجھنا چاہئے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمہ میں کوئی تفصیل پیش نہیں کی کیونکہ اس سلسلہ میں کوئی قاعدہ کلیہ نہیں ہے، احوال اور اشخاص کے اعتبار سے اس میں اختلاف ہوتا رہتا ہے۔

عورت کو اگر مرد پر غیرت اور غصہ آتا ہے اور اس کی کوئی ٹھوس وجہ اور ثبوت ہو مثلاً وہ زنا یا اس کے حقوق زوجیت کی ادائیگی میں کوتاہی کا مرتکب ہورہا ہو تو اس طرح کی غیرت کا شرعاً جواز ہے لیکن اگر دلیل اور ثبوت نہ ہو محض ظن اور وہم کی بنیاد پر عورت غیرت کا اظہار کرتی ہے تو شرعی لحاظ سے یہ پسندیدہ نہیں ہے البتہ اگر عورت کی طرف سے اس میں حد سے تجاوز نہ ہو تو مرد کو اسے معذور سمجھنا چاہئے اور صبر و تحمل سے کام لینا چاہئے۔ (۲)

۴۹۳۰ : حدّثنا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ، عَنْ هِشَامٍ ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهَا قالَتْ : قالَ لِي رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (إِنِّي لَأَعْلَمُ إِذَا كُنْتِ عَنِّي رَاضِيَةً ، وَإِذَا كُنْتِ عَلَيَّ غَضْبَى) . قالَتْ : فَقُلْتُ : مِنْ أَيْنَ تَعْرِفُ ذٰلِكَ ؟ فَقَالَ : (أَمَّا إِذَا كُنْتِ عَنِّي رَاضِيَةً ، فَإِنَّكِ تَقُولِينَ : لَا وَرَبِّ مُحَمَّدٍ . وَإِذَا كُنْتِ غَضْبَى ، قُلْتِ : لَا وَرَبِّ إِبْرَاهِيمَ)

(۱) فيض البارى: ۳۰۷/۴۔

(۲) فتح البارى: ۲۰۷/۹۔

قالَتْ : قُلْتُ : أَجَلْ وَاللّٰهِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، ما أَهْجُرُ إِلَّا اسْمَكَ . [٥٧٢٨]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ جب تم مجھ سے خوش ہوتی ہو یا ناراض تو میں پہچان لیتا ہوں، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے پوچھا "وہ کیسے ؟" تو آپؐ نے فرمایا کہ جب تم مجھ سے خوش ہوتی ہو تو قسم کھاتے وقت "لاورب محمد" کہتی ہو اور جب خفا ہوتی ہو تو "لاورب ابراھیم" کہتی ہو، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے کہا "درست ہے لیکن خدا کی قسم! یا رسول اللہ میں صرف آپ کا نام چھوڑتی ہوں" (لیکن آپ کی ذات سے دل کا جو تعلق ہے وہ تو بہر حال برقرار رہتا ہے)

یہ حدیث یہاں امام بخاری رحمہ اللہ نے پہلی بار ذکر کی ہے اور حدیث کی مناسبت ترجمۃ الباب سے ظاہر ہے۔

حضرت عائشہؓ ناراضگی کے وقت تمام انبیاء میں سے حضرت ابراھیم علیہ السلام کا نام لے کر "لاورب ابراھیم" کہتی تھیں کیونکہ حضرت ابراھیم علیہ السلام تمام انبیاء میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ زیادہ قربت اور تعلق رکھتے ہیں، یہ حضرت عائشہؓ کی سمجھ داری اور ذہانت کا نتیجہ تھا کہ ناراضگی کے وقت جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے عدول اختیار کرتیں تو ایسے نبی کا نام لیتیں جو آپؐ کے قریب ترین ہو۔ (۳)

اس حدیث سے متعلق دیگر بحثیں ان شاء اللہ کتاب التوحید میں آئیں گی، أعانَ اللّٰہُ تعالی علی الوصولِ إلی ذلک بِحَوْلِہ وقُوَّتِہ۔

٤٩٣١ : حدّثني أَحْمَدُ بْنُ أَبِي رَجاءٍ : حَدَّثَنَا النَّضْرُ ، عَنْ هِشامٍ قالَ : أَخْبَرَنِي أَبِي ، عَنْ عائِشَةَ أَنَّها قالَتْ : ما غِرْتُ عَلَى امْرَأَةٍ لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ كما غِرْتُ عَلَى خَدِيجَةَ ، لِكَثْرَةِ ذِكْرِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ إِيَّاها وَثَنائِهِ عَلَيْها ، وَقَدْ أُوحِيَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يُبَشِّرَها بِبَيْتٍ لَها فِي الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ . [ر : ٣٦٠٥]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جتنی غیرت مجھے حضرت خدیجہؓ کے سلسلے میں آتی تھی اتنی غیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی دوسری بیوی پر مجھے نہیں آئی کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کا کثرت سے ذکر اور ان کی بڑی تعریف کرتے تھے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی

(۳) فتح الباری: ۳۰۹/۹

طرف وحی کی گئی تھی کہ وہ حضرت خدیجہ کو جنت میں موتی کے ایک محل کی خوشخبری دیدیں ۔
قَصَب: نکل اور بانس کو بھی کہتے ہیں اور مروارید آبدار تازہ اور زبرجد آبدار تازہ کو بھی کہتے ہیں جو قیمتی جواہر کہلاتے ہیں ، مطلب یہ ہے کہ قیمتی جواہرات کے موتیوں سے ان کے لئے جنت میں ایک محل تیار کیا گیا ہے ، (۴) یہ حدیث ابواب المناقب میں "باب تزویج النبی ﷺ خدیجة" کے تحت گذر چکی ہے اور وہیں اس پر بحث بھی گذر گئی ہے ۔ (۵)

## ١٠٨ - باب : ذَبُّ الرَّجُلِ عَنِ ٱبْنَتِهِ فِي الْغَيْرَةِ وَالْإِنْصَافِ

اس ترجمہ کا مقصد یہ ہے کہ کسی کی بیٹی اگر کسی کے نکاح میں ہے اور اس بیٹی کے ساتھ کوئی ایسا واقعہ پیش آئے جو اس کی غیرت کا سبب بنے تو باپ اپنی بیٹی کی طرف سے دفاع کرسکتا ہے ، اس طرح کا دفاع عصبیت جاہلیت میں داخل نہیں ۔

٤٩٣٢ : حدّثنا قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنِ ٱبْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ ، عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ يَقُولُ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ : (إِنَّ بَنِي هِشَامِ بْنِ الْمُغِيرَةِ ٱسْتَأْذَنُوا فِي أَنْ يُنْكِحُوا ٱبْنَتَهُمْ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ ، فَلَا آذَنُ . ثُمَّ لَا آذَنُ ، ثُمَّ لَا آذَنُ ، إِلَّا أَنْ يُرِيدَ ٱبْنُ أَبِي طَالِبٍ أَنْ يُطَلِّقَ ٱبْنَتِي وَيَنْكِحَ ٱبْنَتَهُمْ ، فَإِنَّمَا هِيَ بَضْعَةٌ مِنِّي ، يُرِيبُنِي ما أَرَابَهَا ، وَيُؤْذِينِي ما آذَاهَا) هٰكَذَا قالَ . [ر : ٨٦٤]

علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ وہ حدیث ہے جس کی تخریج ائمہ خمسہ بخاری ، مسلم ، ابوداود ، ترمذی اور نسائی نے ایک ہی استاذ قتیبہ سے کی ہے ، یہ حدیث ابواب المناقب میں گذر چکی ہے ۔ (۷)

روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ بنوہاشم بن مغیرہ (جو ابوجہل کے خاندان کے لوگ تھے ) نے مجھ سے اجازت مانگی ہے کہ وہ اپنی

(۴) عمدة القاري: ۲۰/۲۱۱ ۔

(۵) دیکھئے صحیح البخاری ، ابواب المناقب ، باب تزویج النبی ﷺ خدیجة: رقم الحدیث: ۳۸۱۶ ،

(۷) صحیح البخاری ، ابواب المناقب ، باب ذکر اصهار النبی ﷺ ، رقم الحدیث: ۳۷۲۹ ۔

بیٹی (عکرمہ کی بہن) کا نکاح علی بن ابی طالب کے ساتھ کردیں لیکن میں انہیں کبھی بھی اجازت نہیں دوں گا، ہاں اگر علی بن ابی طالب میری بیٹی کو طلاق دے کر اس سے نکاح کرنا چاہیں تو کرلیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں شمار کرسکتے ہیں کہ آپ کی صاحبزادی کے ساتھ کسی عورت کو نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں۔

اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں شمار نہ کیا جائے بلکہ کہا جائے کہ آپؐ نے حضرت فاطمہؓ کی رعایت اور دلجوئی کی خاطر اجازت نہیں دی۔

اور اس کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خصوصیت پر بھی محمول کرسکتے ہیں کہ آپ کے ساتھ کسی عورت کو نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں تھا۔ (۸) واللہ اعلم۔

## يُرِيبُنِي مَا أَرَابَهَا:

یہ باب افعال سے ہے "أَرَابَنِيْ" اس وقت کہتے ہیں جب کسی آدمی سے آپ برائی اور تکلیف محسوس کریں، علامہ ابن اثیر النہایۃ میں فرماتے ہیں:

"يريبني ما يريبها: أي يسوءني ما يسوءها، ويُزْعِجُنِي ما يُزْعِجُها، يقال: رَابَنِي هذا الأمر، وأَرابني: إذا رأيتَ منه ما تكره" (۹)

### ۱۰۹ - باب: يَقِلُّ الرِّجالُ وَيَكْثُرُ النِّساءُ

وَقالَ أَبُو مُوسَى، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: (وَتَرَى الرَّجُلَ الْوَاحِدَ. يَتْبَعُهُ أَرْبَعُونَ امْرَأَةً يَلُذْنَ بِهِ، مِنْ قِلَّةِ الرِّجالِ وَكَثْرَةِ النِّساءِ). [ر: ۱۳٤۸]

٤۹۳۳: حَدَّثَنا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ الحَوْضِيُّ: حَدَّثَنا هِشامٌ، عَنْ قَتادَةَ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قالَ: لَأُحَدِّثَنَّكُمْ حَدِيثًا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ لَا يُحَدِّثُكُمْ بِهِ أَحَدٌ غَيْرِي: سَمِعْتُ

(۱۰۹) (أربعون امرأة) من بنات وأخوات وشبههن من القريبات. (يلذن به) يلتجئن إليه ويستغثن به. وتكون قلة الرجال بسبب كثرة الحروب والفتن

٤۹۳۳: (لا يحدثكم به أحد غيري) لعل مراده: أنه كان وحده مع رسول الله ﷺ حين حدث به. وغلب على ظنه أنه ﷺ لم يحدث به ثانية. والله أعلم.

(۸) مذکورہ تفصیل کے لئے دیکھئے فتح الباری: ۳۱۱/۹۔

(۹) النہایۃ لابن الاثیر: ۲۸۷/۲۔ باب الراء مع الیاء۔

رَسُولَ اللّٰہِ ﷺ یَقُولُ : (إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ یُرْفَعَ الْعِلْمُ . وَیَکْثُرَ الْجَهْلُ . وَیَکْثُرَ الزِّنَا . وَیَکْثُرَ شُرْبُ الْخَمْرِ . وَیَقِلَّ الرِّجَالُ . وَیَکْثُرَ النِّسَاءُ . حَتَّی یَکُونَ لِخَمْسِینَ امْرَأَةً الْقَیِّمُ الْوَاحِدُ) .

[ر : ۸۰]

مطلب یہ ہے کہ قیامت کی علامات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مردوں کی قلت ہوگی اور عورتوں کی کثرت ، حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ آپ ایک مرد کے پیچھے چالیس عورتوں کو دیکھیں گے کہ وہ اس کی پناہ میں ہوں گی ۔

حضرت ابوموسی اشعریؓ کی اس تعلیق کو امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الزکوٰۃ میں موصولاً نقل کیا ہے ۔ (۱۰)

آگے حضرت انسؓ کی روایت میں " پچاس عورتوں " کا ذکر ہے لیکن دونوں میں کوئی تضاد نہیں کیونکہ عدد اقل عدد اکثر کی نفی نہیں کرتا ؛ نیز یہ بھی ہوسکتا ہے کہ عدد خاص مراد نہ ہو بلکہ کثرت مراد ہو ۔ (۱۱)

حضرت انسؓ کی یہ روایت کتاب العلم میں گذر چکی ہے اور وہیں اس پر بحث ہوئی ہے ۔ (۱۲)

۱۱۰ - باب : لَا یَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا ذُو مَحْرَمٍ ، وَالدُّخُولُ عَلَی الْمُغِیبَةِ .

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ عورت کے ساتھ محرم کے علاوہ کسی دوسرے کو خلوت اختیار کرنے کی اجازت نہیں ہے ، اسی طرح اگر کوئی عورت مغیبہ ہے یعنی اس کا شوہر اس سے غائب ہے کہیں باہر گیا ہوا ہے تو اس کے پاس بھی سوائے محرم کے کسی غیر کو آنے کی اجازت نہیں ۔

"دخول" کو مجرور بھی پڑھ سکتے ہیں ، اس صورت میں اس کا عطف "امرأة" پر ہوگا یعنی لایخلون رجل بالدخول علی المُغِیْبَۃ اور اس کو مرفوع بھی پڑھ سکتے ہیں ، اس صورت میں یہ مبتدا

---

(۱۰) دیکھئے صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب الصدقۃ قبل الرد: رقم الحدیث: ۱۴۱۴ ، ص : ۲۸۰

(۱۱) فتح الباری: ۳۱۳/۹ ۔

(۱۲) دیکھئے صحیح البخاری، کتاب العلم، باب رفع العلم، و ظہور الجہل: ۱۸/۱ ۔

محذوف کے لئے خبر بنے گا ای وکذا الدخول علی المغیبة۔ (۱۳)

مُغِیْبَة : باب افعال سے صیغہ اسم فاعل مونث کا صیغہ ہے ، اس عورت کو کہتے ہیں جس کا شوہر اس کے پاس نہ ہو ، کہیں باہر گیا ہو۔

٤٩٣٤ : حدّثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا لَيْثٌ ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عامِرٍ : أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قالَ : (إِيَّاكُمْ وَالدُّخُولَ عَلَى النِّسَاءِ) . فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، أَفَرَأَيْتَ الحَمْوَ ؟ قالَ : (الحَمْوُ المَوْتُ) .

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں کے پاس آنے سے پرہیز کرو ، ایک انصاری شخص نے پوچھا یا رسول اللہ ! دیور کے متعلق کیا حکم ہے ؟ آپ نے فرمایا "دیور تو موت ہے"۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ پوچھنے والے اس انصاری شخص کا نام معلوم نہیں ہوسکا (۱۴)

الحَمْو: شوہر کی طرف سے رشتہ داروں پر اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہے جیسے دیور ، دیور کا بیٹا ، دیور کا چچا وغیرہ ، علامہ قسطلانی لکھتے ہیں :

"الحَمْو الموت : أی لِقاؤہ مثل لِقاء الموت ، إذ الخَلوۃ بہ تُؤدّی إلی ھلاک الدِّیْن ، إنْ وقعت المعصیۃ أو النفس إنْ وجب الرجم ، أو ھلاک المرأۃ بفراق زوجھا ، إذا حملتہ الغیرۃ علی المراۃ علی طلاقھا" (۱۵)

اور امام نووی رحمہ اللہ شرح مسلم میں لکھتے ہیں :

"الحَمْو المراد بہ ھنا أقارب الزوج غیر آبائہ وأبنائہ ؛ لأنھم محارم للزوجۃ ، ویجوز لھم الخلوۃ بھا ، ولا یوصفون بالموت ، وإنما المراد الأخ ، وابن الأخ ونحوھما ممن یحل لھا تزویجہ لو لم تکن متزوجۃ ، وقد جرت العادۃ بالتساھل فیہ فیخلو الأخ بامرأۃ أخیہ ، فشبھہ بالموت ، وھو أولی بالمنع من الأجنبی ، لِشرّبہ

---

(۱۳) عمدۃ القاری : ۲۱۳/۲۰۔

(۱۴) فتح الباری : ۴۱۴/۹۔

(۱۵) ارشاد الساری : ۵۱۹/۱۱۔

اکثر من الأجنبی، والفتنة به أمکن من الوصول إلی المرأة، والخلوة بها من غیر نکیر علیه بخلاف الأجنبی" (۱٦)

٤٩٣٥ : حدّثنا عليُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : حَدَّثَنَا عَمْرٌو ، عَنْ أَبِي مَعْبَدٍ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ) . فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللهِ ، امْرَأَتِي خَرَجَتْ حاجَّةً ، وَاكْتُتِبْتُ فِي غَزْوَةِ كَذَا وَكَذَا ، قالَ : (ارْجِعْ ، فَحُجَّ مَعَ امْرَأَتِكَ) . [ر : ١٧٦٣]

یہ حدیث کتاب الحج میں گذر چکی ہے اور وہیں اس پر بحث بھی گذر گئی ہے ۔ (۱۷)

## ١١١ - باب : ما يَجُوزُ أَنْ يَخْلُوَ الرَّجُلُ بِالمَرْأَةِ عِنْدَ النَّاسِ

٤٩٣٦ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ هِشَامٍ قالَ : سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قالَ : جاءَتِ امْرَأَةٌ مِنَ الأَنْصارِ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَخَلَا بِهَا . فَقَالَ : (وَاللهِ إِنَّكُمْ لَأَحَبُّ النَّاسِ إِلَيَّ) . [ر : ٣٥٧٥]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کی موجودگی میں اگر کسی عورت سے علیحدہ جاکر کوئی بات کی جائے تو اس میں مضائقہ نہیں، مثلاً وہ کوئی مسئلہ پوچھنا چاہتی ہے اور عام لوگوں کے سامنے بیان کرنے سے شرماتی ہے تو ایک طرف ہوکر اس کے ساتھ بات کی جاسکتی ہے ۔

روایت باب فضائل انصار میں گذر چکی ہے ۔ (۱۸)

## ١١٢ - باب : ما يُنْهَى مِنْ دُخُولِ الْمُتَشَبِّهِينَ بِالنِّسَاءِ عَلَى المَرْأَةِ .

٤٩٣٧ : حدّثنا عُثْمانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ : حَدَّثَنَا عَبْدَةُ ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أُمِّ سَلَمَةَ ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كانَ عِنْدَها وَفِي الْبَيْتِ مُخَنَّثٌ .

(۱٦) شرح مسلم للنووی: کتاب السلام، باب الخلوة بالاجنبية: ۲/۲۱٦ ـ

(۱۷) دیکھئے صحیح البخاری، کتاب الحج، باب حج النساء:

(۱۸) صحیح البخاری، ابواب المناقب: باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم للانصار: انتم احب الناس الیّ رقم الحدیث: ۳۷۸٦، ص : ۵۳۵

فَقَالَ الْمُخَنَّثُ لِأَخِي أُمِّ سَلَمَةَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي أُمَيَّةَ : إِنْ فَتَحَ اللّٰهُ لَكُمُ الطَّائِفَ غَدًا ، أَدُلُّكَ عَلَى ابْنَةِ غَيْلَانَ . فَإِنَّهَا تُقْبِلُ بِأَرْبَعٍ وَتُدْبِرُ بِثَمَانٍ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (لَا يَدْخُلَنَّ هٰذَا عَلَيْكُنَّ) .
[ر : ٤٠٦٩]

ایسا آدمی جو اپنی حرکات اور چال وانداز میں عورتوں کے ساتھ مشابہت رکھتا ہو، کسی اجنبی عورت کے پاس اس کا جانا جائز نہیں، ممنوع ہے ۔

مُخَنَّث: (نون کے فتحہ اور کسرہ کے ساتھ) اس آدمی کو کہتے ہیں جو کلام اور حرکات وسکنات میں عورتوں کے ساتھ مشابہت رکھتا ہو، اگر کسی کی خلقت ہی ایسی ہے تو قابل ملامت نہیں، لیکن اگر بتکلف اس طرح کی مشابہت اختیار کرتا ہے تو درست نہیں، قابل مذمت ہے ۔ (۱۹)

حدیثِ باب کی تشریح کتاب المغازی میں گذر چکی ہے ۔ (۲۰)

## ۱۱۳ – باب : نَظَرِ الْمَرْأَةِ إِلَى الْحَبَشِ وَنَحْوِهِمْ مِنْ غَيْرِ رِيبَةٍ .

٤٩٣٨ : حدّثنا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ ، عَنْ عِيسَى ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ عُرْوَةَ ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَسْتُرُنِي بِرِدَائِهِ ، وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَى الْحَبَشَةِ يَلْعَبُونَ فِي الْمَسْجِدِ ، حَتَّى أَكُونَ أَنَا الَّذِي أَسْأَمُ ، فَاقْدُرُوا قَدْرَ الْجَارِيَةِ الْحَدِيثَةِ السِّنِّ ، الْحَرِيصَةِ عَلَى اللَّهْوِ . [ر : ٤٤٣]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ بغیر شہوت کے عورت مردوں کو دیکھتی ہے تو یہ جائز ہے جہاں فتنہ وغیرہ کا اندیشہ نہ ہو، یہی ائمہ ثلاثہ کا مذہب ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کا ایک قول بھی اسی کے مطابق ہے، ان کا دوسرا قول عدم جواز کا ہے، امام نووی رحمہ اللہ نے اس دوسرے قول کو ترجیح دی ہے ۔ (۲۱)

---

(۱۹) فتح الباری: ۳۱۸/۹۔

(۲۰) دیکھئے کشف الباری، کتاب المغازی: باب غزوۃ الطائف: ۵۳۶۔

(۲۱) دیکھئے الابواب والتراجم: ۷۶/۲، وفتح الباری: ۴۲۱/۹، وارشاد الساری: ۵۲۳/۱۱۔

ان کا استدلال حضرت ام سلمہؓ کی روایت سے ہے وہ فرماتی ہیں :

"کنتُ أنا ومیمونة جالستین عندرسول اللہ ﷺ، فاستأذن علیه ابنُ أمّ مکتوم فقال: اِحتَجِبامنه، فقلنا: یارسول اللہ، الیس أعمی لا یبصرنا، ولا یعرفنا، فقال: أفعَمیاوان أنتما، ألستُما تبصرانه" (۲۲)

جمہور روایتِ باب سے استدلال کرتے ہیں، امام نووی نے روایت باب کے متعلق فرمایا کہ یہ یا نزول حجاب سے پہلے کا واقعہ ہے یا اس وقت کا واقعہ ہے جب حضرت عائشہؓ نابالغ تھیں۔

لیکن امام نووی کی مذکورہ دونوں باتیں درست نہیں کیونکہ روایتِ باب کے بعض طرق میں ہے کہ مذکورہ واقعہ وفدِ حبشہ کی آمد کے بعد کا ہے اور وفدِ حبشہ کی آمد سنہ ۷ ہجری میں ہے، اس وقت حضرت عائشہؓ کی عمر ۱۶ سال تھی، اسی طرح حجاب کا حکم بھی نازل ہوچکا تھا۔ (۲۳)

حضرت ام سلمہؓ کی ذکر کردہ روایت کا جواب جمہور یہ دیتے ہیں کہ مذکورہ حکم تقوی پر محمول ہے فتوی کا بیان نہیں، یا یہ حکم حضرت عبداللہ بن ام مکتوم کے ساتھ خاص تھا کیونکہ وہ نابینا تھے اور نابینا کے جسم سے بعض ایسے حصے کے کھل جانے کا امکان ہوتا ہے جس کو دیکھنا عورتوں کے لئے ہر حال میں ناجائز ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں :

"والجمع بین الحدیثین .... أن یکون فی قصة الحدیث الذی ذکره نبھان شیء یمنع النساء مِنْ رُؤیته، لِکَوْن ابن ام مکتوم کان أعمی، فلعله کان منه شیء ینکشف ولا یشعربه، ویقوی الجواز استمرار العمل علی جواز خروج النساء إلی المساجد والأسواق والأسفار، متنقبات لئلا یراهن الرجال، ولم یؤمر الرجال قط بالانتقاب لئلا یراهم النساء، فدل علی تغایر الحکم بین الطائفتین" (۲۴)

بہر حال امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ باب قائم کرکے اور اس کے تحت حضرت عائشہؓ کی روایت ذکر کرکے یہ بتایا کہ عورت اجنبی مرد کی طرف دیکھ سکتی ہے، چنانچہ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ لکھتے ہیں :

"وبالجملة أن الغرض من الترجمة بیان جواز نظر المرأة إلی الرجل الأجنبی،

---

(۲۲) الابواب والتراجم: ۲/۷۶۔

(۲۳) فتح الباری: ۹/۴۲۱۔

(۲۴) فتح الباری: ۹/۴۲۱۔

وهو كذلك عند الائمة الثلاثة، كما يظهر من النقول المتقدمة، ويخالف مذهب الشافعية على قول" (۲۵)

البتہ یہ جواز اس وقت ہے جب فتنہ کا اندیشہ نہ ہو، چنانچہ ترجمۃ الباب میں "من غیر ریبة" سے اسی طرف اشارہ ہے۔

## ١١٤ - باب : خُرُوجِ النِّسَاءِ لِحَوَائِجِهِنَّ .

٤٩٣٩ : حدّثنا فَرْوَةُ بْنُ أَبِي الْمَغْرَاءِ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ ، عَنْ هِشَامٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عائِشَةَ قالَتْ : خَرَجَتْ سَوْدَةُ بِنْتُ زَمْعَةَ لَيْلاً ، فَرَآهَا عُمَرُ فَعَرَفَهَا ، فَقَالَ : إِنَّكِ وَاللهِ يَا سَوْدَةُ ما تَخْفَيْنَ عَلَيْنَا ، فَرَجَعَتْ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لَهُ ، وَهْوَ فِي حُجْرَتِي يَتَعَشَّى ، وَإِنَّ فِي يَدِهِ لَعَرْقًا ، فَأُنْزِلَ عَلَيْهِ ، فَرُفِعَ عَنْهُ وَهُوَ يَقُولُ : (قَدْ أَذِنَ اللهُ لَكُنَّ أَنْ تَخْرُجْنَ لِحَوَائِجِكُنَّ) .
[ر : ١٤٦]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ نزول حجاب کے بعد بھی عورتیں اپنی ضرورت کے لئے باپردہ ہو کر باہر نکل سکتی ہیں۔

روایت میں ہے کہ حضرت سودہ بنت زمعہ (پردہ کا حکم نازل ہونے کے بعد) رات کے وقت باہر نکلیں تو حضرت عمرؓ نے انہیں دیکھ کر پہچان لیا (کتاب التفسیر کی روایت میں ہے "وکانت امرأة جسیمة لاتخفی علی من یعرفها" اور کتاب الوضوء کی روایت میں "وکانت امرأة طویلة" کے الفاظ ہیں) اور ان سے کہا "سودہ! آپ ہم سے نہیں چھپ سکتیں" چنانچہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور اس بات کا ذکر کیا، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت میرے حجرے، میں رات کا کھانا تناول فرمارہے تھے اور آپ کے ہاتھ میں ہڈی تھی، آپ پر وحی نازل ہوئی، جب نزول وحی کی کیفیت آپ سے ختم ہوئی تو آپ نے فرمایا "قد اذن اللہ لکن ان تخرجن لحوائجکن" اپنی ضرورتوں کے لئے نکلنے کی اللہ نے تمہیں اجازت دیدی ہے۔

عَرْق: (عین کے فتحہ اور راء کے سکون کے ساتھ) گوشت والی ہڈی۔ (فرفع عنہ) ماکان فیہ من الشدة بسبب نزول الوحی۔ (۲۶)

---

(۲۵) الابواب والتراجم: ۲/۶۷۔

(۲۶) ارشاد الساری: ۱۱/۵۲۳۔

یہ حدیث کتاب التفسیر میں بھی گذر چکی ہے اور کتاب الوضوء میں بھی گذری ہے ۔ (۲۷)

۱۱۵ - باب : اَسْتِئْذَانِ الْمَرْأَةِ زَوْجَهَا فِي الْخُرُوجِ إِلَى الْمَسْجِدِ وَغَيْرِهِ .

۴۹۴۰ : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ ، عَنْ سَالِمٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ : (إِذَا اسْتَأْذَنَتِ امْرَأَةُ أَحَدِكُمْ إِلَى الْمَسْجِدِ فَلَا يَمْنَعْهَا) . [ر : ۸۲۷]

امام بخاری رحمہ اللہ مسئلہ تو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ عورت اگر گھر سے باہر جانا چاہے تو وہ شوہر سے اجازت لے کر جاسکتی ہے لیکن اس مسئلہ کے لئے ان کے پاس کوئی روایت نہیں ہے ، اس لئے انہوں نے خروج الی المسجد والی روایت سے استدلال کیا ہے ورنہ خروج الی المسجد کا مسئلہ خود وہ ابواب الصلوٰۃ میں بیان کر چکے ہیں (۲۸) ، اب یہاں اس کو ذکر کر کے غیر مسجد کے لئے زوج کی اجازت سے خروج کا جواز بتانا چاہتے ہیں کہ جب خروج الی المسجد کے لئے عورت کو شوہر سے اجازت کی ضرورت ہے تو غیر مسجد کی طرف خروج کے لئے بطریقۂ اولی اس کو اجازت لینی ہوگی ۔

۱۱۶ - باب : ما يَحِلُّ مِنَ الدُّخُولِ وَالنَّظَرِ إِلَى النِّسَاءِ فِي الرَّضَاعِ .

۴۹۴۱ : حدّثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مالِكٌ ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّهَا قالَتْ : جاءَ عَمِّي مِنَ الرَّضَاعَةِ . فَاسْتَأْذَنَ عَلَيَّ فَأَبَيْتُ أَنْ آذَنَ لَهُ ، حَتَّى أَسْأَلَ رَسُولَ اللهِ ﷺ . فَجاءَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذٰلِكَ ، فَقَالَ : (إِنَّهُ عَمُّكِ ، فَأْذَنِي لَهُ) . قالَتْ : فَقُلْتُ : يا رَسُولَ اللهِ ، إِنَّمَا أَرْضَعَتْنِي الْمَرْأَةُ . وَلَمْ يُرْضِعْنِي الرَّجُلُ . قالَتْ : فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (إِنَّهُ عَمُّكِ . فَلْيَلِجْ عَلَيْكِ) . قالَتْ عائِشَةُ : وَذٰلِكَ بَعْدَ أَنْ ضُرِبَ عَلَيْنَا الْحِجَابُ . قالَتْ عائِشَةُ : يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ ما يَحْرُمُ مِنَ الْوِلَادَةِ . [ر : ۲۵۰۱]

اس باب سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ رضاعت کا رشتہ قائم ہونے کے بعد

---

(۲۷) صحیح البخاری ، کتاب الوضوء ، باب خروج النساء الی البراز ، رقم الحدیث : ۱۴۶ ، وکتاب التفسیر ، باب قولہ : "لاتدخلوا بیوت النبی...." رقم الحدیث : ۴۷۹۵ ۔

(۲۸) دیکھئے صحیح البخاری ، کتاب الصلاۃ ، باب خروج النساء الی المساجد باللیل والغلس ، رقم الحدیث : ۸۲۴ ۔

آدمی کے لئے پردہ کا حکم باقی نہیں رہتا اور جن عورتوں سے رضاعت کا رشتہ قائم ہے ان کے پاس آدمی جاسکتا ہے ۔

### ١١٧ - باب : لَا تُبَاشِرِ الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ فَتَنْعَتَهَا لِزَوْجِهَا .

٤٩٤٢/٤٩٤٣ : حدّثنا محمّدُ بْنُ يوسُفَ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ مَنْصُورٍ ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : قالَ النَّبِيُّ ﷺ : (لَا تُبَاشِرِ الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ ، فَتَنْعَتَهَا لِزَوْجِهَا كَأَنَّهُ يَنْظُرُ إِلَيْهَا) .

(٤٩٤٣) : حدّثنا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ : حَدَّثَنَا أَبِي : حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قالَ : حَدَّثَنِي شَقِيقٌ قالَ : سَمِعْتُ عَبْدَ ٱللهِ قالَ : قالَ النَّبِيُّ ﷺ : (لَا تُبَاشِرِ الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ ، فَتَنْعَتَهَا لِزَوْجِهَا كَأَنَّهُ يَنْظُرُ إِلَيْهَا) .

مطلب یہ ہے کہ کسی عورت کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی دوسری عورت کے ساتھ ایک کپڑے میں لیٹے اور پھر وہ اس کے جسم کے کوائف کو اپنے شوہر کے سامنے بیان کرے ، ظاہر ہے کہ اس میں فتنے کا اندیشہ ہے ، ممکن ہے شوہر کی طبیعت اپنی بیوی کے بجائے اس عورت کی طرف مائل ہوجائے جس کی وجہ سے وہ اپنی بیوی کو طلاق دیدے یا اس عورت کے ساتھ گناہ میں مبتلا ہوجائے اس لئے یہ جائز نہیں کہ وہ دوسری عورت کے جسم کے اوصاف اپنے شوہر سے بیان کرے ۔

### ١١٨ - باب : قَوْلِ الرَّجُلِ : لَأَطُوفَنَّ اللَّيْلَةَ عَلَى نِسَائِي .

اس ترجمہ سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی کسی سے یہ کہے کہ آج رات میں اپنی بیوی کے پاس جاؤں گا تو یہ جائز ہے اور سابقہ باب میں جس نعت اور وصف کی ممانعت

---

٤٩٤٢ : (تباشر) من المباشرة وهي الملامسة في الثوب الواحد ، فتحس بنعومة بدنها وغير ذلك . وقد يكون المراد مطلق الاطلاع على بدنها . مما يجوز للمرأة أن تراه ولا يجوز أن يراه الرجل . (فتنعتها) فتصفها . (كأنه ينظر إليها) لدقة الوصف وكثرة الإيضاح .

آئی ہے یہ اس میں داخل نہیں، چنانچہ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"والظاهر عندي في غرض الترجمة أن المصنف أشار بذلك إلى أن القول المذكور، وإظهار ذلك الأمر لا يدخل في النعت المنهي عنه المذكور فيما سبق فتأمل" (۲۹)

٤٩٤٤ : حدَّثني محمودٌ : حدَّثنا عبدُ الرزَّاقِ : أخبرنا معمرٌ ، عن ابنِ طاوسٍ ، عن أبيه ، عن أبي هريرةَ قال : (قال سليمانُ بنُ داودَ عليهما السلامُ : لأطوفنَّ الليلةَ بمائةِ امرأةٍ ، تلدُ كلُّ امرأةٍ غلامًا يقاتلُ في سبيلِ الله . فقال له الملكُ : قل إن شاء الله ، فلم يقلْ ونسيَ . فأطاف بهنَّ ، ولم تلدْ منهنَّ إلا امرأةٌ نصفَ إنسانٍ . ) قال النبيُّ ﷺ : ( لو قال : إن شاء الله لم يحنثْ ، وكان أرجى لحاجتِه) . [ر : ٣٢٤٢]

یہ روایت کتاب الانبیاء میں گذر چکی ہے، اس کے آخر میں ہے "لوقال: إن شاء الله لم يحنث، وكان أرجى لحاجته" یعنی اگر حضرت سلیمان علیہ السلام ان شاء اللہ کہہ دیتے تو ان کی قسم نہ ٹوٹتی اور حاجت بر آنے کی امید بھی زیادہ ہوتی۔

## ١١٩ - باب : لا يطرقْ أهلَه ليلاً إذا أطال الغيبةَ . مخافةَ أن يخوِّنَهم أو يلتمسَ عثراتِهم .

٤٩٤٥/٤٩٤٦ : حدَّثنا آدمُ : حدَّثنا شعبةُ : حدَّثنا محاربُ بنُ دثارٍ قال : سمعتُ جابرَ بنَ عبدِ الله رضيَ الله عنهما قال : كان النبيُّ ﷺ يكرهُ أن يأتيَ الرجلُ أهلَه طروقًا
(٤٩٤٦) : حدَّثنا محمدُ بنُ مقاتلٍ : أخبرنا عبدُ الله : أخبرنا عاصمُ بنُ سليمان ،

---

(۲۹) الابواب والتراجم: ۲/۴۶۔

(۴۹۴۴) الحديث اخرجه مسلم في السلام، باب تحريم الخلوة بالاجنبية، والدخول عليها، رقم الحديث: ۲۱۷۲، واخرجه النسائي في عشرة النساء واخرجه الترمذي في النكاح، باب ماجاء في كراهية الدخول على المغيبات: ۱۳۶/۱

(١١٩) (يطرق) من الطروق وهو إتيان المنزل في الليل . وقوله (ليلاً) تأكيد . (مخافة أن يخونهم) لأجل أن لا يتهم بنسبة الخيانة إليهم . (يلتمس عثراتهم) يتهم بطلب زلاتهم والبحث عنها .

عَنِ الشَّعْبِيِّ : أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُولُ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : (إِذَا أَطَالَ أَحَدُكُمُ الْغَيْبَةَ فَلَا يَطْرُقْ أَهْلَهُ لَيْلاً) . [ر : ۱۷۰۷]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ اگر طویل سفر ہو اور گھر سے کافی عرصہ آدمی غائب رہا ہو تو اسے اچانک رات کو گھر نہیں آنا چاہئے ۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی ناگوار صورت سامنے آجائے اور پھر عمر بھر کے لئے زندگی تلخ ہوجائے ۔

"أَطَالَ الغَيْبَةَ" کی قید اس لئے لگائی کہ اگر ایک دو دن کے لئے گیا ہوا ہے اور پھر واپس آتا ہے تو ایسی صورت میں اچانک رات کے وقت آنے میں کوئی حرج نہیں ، کیونکہ ایسی صورت میں گھر والوں کو معلوم ہوتا ہے کہ سفر ایک دو دن کا ہے ۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمہ میں آگے قید لگادی ہے "مَخَافَةَ أَنْ يُخَوِّنَهُمْ أَوْ يَلْتَمِسَ عَثَرَاتِهِم" باب کی روایت میں یہ قید نہیں ہے ، پھر ترجمہ کیسے ثابت ہوگا ؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ترجمہ ، ترجمہ شارحہ ہے یعنی بتانا یہ ہے کہ حدیث میں ممانعت اس وجہ سے کی گئی ہے جس کو امام بخاریؒ نے ترجمہ میں ظاہر فرمایا ہے ، یعنی حدیث میں وارد حکم کی علت امام نے ترجمہ میں بیان فرمائی تو یہ ترجمہ علت الحکم فی الحدیث کے بیان اور تشریح پر مشتمل ہے ۔

نیز بخاری کی روایت میں اگرچہ یہ قید نہیں لیکن صحیح مسلم کی روایت میں یہ اضافہ ہے "نهى رسول الله ﷺ أن يطرق الرجل أهله ليلاً يتخونهم أو يطلب عثراتهم" (۳۰) اس روایت میں مذکورہ اضافہ کی وجہ سے امام نے ترجمۃ الباب میں "مخافة أن يُخَوِّنهم أو يلتمسَ عثراتِهم" کے الفاظ بڑھائے ہیں ۔ يُخَوِّنهم : باب تفعیل سے ہے ، خَوَّنَ ۔ تَخْوِيْناً : کسی کو خیانت کی طرف منسوب کرنا ، اس میں ضمیر فاعل "رجل" اور ضمیر مفعول "أهل" کی طرف راجع ہے ، مطلب یہ ہے کہ آدمی رات کے وقت اپنے گھر والوں کے پاس اس اندیشہ کی وجہ سے نہ آئے کہ کہیں وہ انہیں خیانت کی طرف منسوب کرنے لگے یا ان کی لغزشوں کو تلاش کرنے لگے ، یعنی ممکن ہے گھر والے اچھی حالت میں نہ ہوں اور رات کو اچانک آنے والا انہیں دیکھ کر انہیں خائن سمجھے اس وجہ سے رات کو اچانک نہیں آنا چاہئے چنانچہ علامہ قسطلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں :

"والعلة فى ذلك أنه ربما يجد أهله على غير أهبة من التنظيف والتزين المطلوب

(۳۰) دیکھئے صحیح مسلم: كتاب الامارة، باب كراهة الطروق وهو الدخول ليلا: رقم الحديث ۱۹۲۸

من المرأة، فيكون ذلك سببا للنفرة بينهما، أو يجدها على غير حالة مرضية، والستر مطلوب بالشرع" (۳۱)

ابن التین نے فرمایا کہ "یخوّنهنّ" اور "عثراتهنّ" نون کے ساتھ ہونا چاہئے کیونکہ مرجع جمع مونث ہے، لیکن روایت میں "یخوّنهم" میم کے ساتھ ہے، اس کی یہ تاویل کی جاسکتی ہے کہ "اهل" سے صرف بیوی مراد نہیں بلکہ اولاد بھی اس میں شامل ہے، اس لئے تغلیباً جمع مذکر کی ضمیر استعمال کی۔ (۳۲)

١٢٠ - باب : طَلَبِ الْوَلَدِ .

٤٩٤٧/٤٩٤٨ : حدّثنا مُسَدَّدٌ ، عَنْ هُشَيْمٍ ، عَنْ سَيَّارٍ ، عَنِ الشَّعْبِيِّ ، عَنْ جابِرٍ قالَ : كُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي غَزْوَةٍ ، فَلَمَّا قَفَلْنَا ، تَعَجَّلْتُ عَلَى بَعِيرٍ قَطُوفٍ ، فَلَحِقَنِي رَاكِبٌ مِنْ خَلْفِي . فَالْتَفَتُّ فَإِذَا أَنَا بِرَسُولِ اللهِ ﷺ ، قالَ : (ما يُعْجِلُكَ) . قُلْتُ : إِنِّي حَدِيثُ عَهْدٍ بِعُرْسٍ . قالَ : (فَبِكْرًا تَزَوَّجْتَ أَمْ ثَيِّبًا) . قُلْتُ : بَلْ ثَيِّبًا ، قالَ : (فَهَلَّا جارِيَةً تُلاعِبُها وَتُلاعِبُكَ) . قالَ : فَلَمَّا قَدِمْنَا ذَهَبْنَا لِنَدْخُلَ ، فَقَالَ : (أَمْهِلُوا ، حَتَّى تَدْخُلُوا لَيْلاً - أَيْ عِشاءً - لِكَيْ تَمْتَشِطَ الشَّعِثَةُ ، وَتَسْتَحِدَّ الْمُغِيبَةُ) .

قالَ : وَحَدَّثَنِي الثِّقَةُ : أَنَّهُ قالَ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ : (الْكَيْسَ الْكَيْسَ يَا جابِرُ) . يَعْنِي الْوَلَدَ .

(٤٩٤٨) : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ سَيَّارٍ ، عَنِ الشَّعْبِيِّ ، عَنْ جابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قالَ : (إِذَا دَخَلْتَ لَيْلاً ، فَلَا تَدْخُلْ عَلَى أَهْلِكَ ، حَتَّى تَسْتَحِدَّ الْمُغِيبَةُ ، وَتَمْتَشِطَ الشَّعِثَةُ) . قالَ : قالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (فَعَلَيْكَ بِالْكَيْسِ الْكَيْسِ) .

تابَعَهُ عُبَيْدُ اللهِ ، عَنْ وَهْبٍ ، عَنْ جابِرٍ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ : فِي الْكَيْسِ [ر : ٤٣٢]

اس ترجمہ سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ نکاح کرنے سے آدمی کا مقصد محض لذت حاصل کرنا اور خواہش نفس کو پورا کرنا نہ ہو، بلکہ طلبِ ولد اس کے پیش نظر ہونا چاہئے۔

(۳۱) ارشاد الساری: ۱۱/۵۲۹۔

(۳۲) فتح الباری: ۹/۴۲۵، وارشاد الساری: ۱۱/۵۲۹۔

حدیث میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابرؓ سے "الکَیْسَ الکَیْسَ" فرمایا امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کی تفسیر ولد سے کی ہے اور اشارہ اسی طرف کیا کہ وطی اور جماع کا مقصد طلبِ ولد ہونا چاہئے، ابن حبّان نے "الکَیْسَ" کی تفسیر جماع سے کی ہے (۳۳)

"الکَیْس" کے اصلی معنی عقل اور دانشمندی کے ہیں اس لئے بعض حضرات نے حدیث میں واقع اس لفظ کی تشریح یوں کی ہے کہ دیکھو تم سفر سے گھر جارہے ہو، ایسا نہ ہو کہ غلبۂ شہوت میں تمہیں کوئی خیال نہ رہے اور بیوی تمہاری حالت حیض میں ہو تب بھی تم جماع کرلو، ایسا نہیں ہونا چاہئے، عقل اور ہوشمندی کو اختیار کرنا چاہئے۔ (۳۴)

قال: وحدثني الثقة انه قال في هذا الحديث: "الكيس الكيس"

قائل ہشیم ہیں، جو امام بخاری کے استاذ مسدد کے شیخ ہیں، انہوں نے کہا کہ ایک ثقہ راوی نے اس حدیث میں "الکیس الکیس یا جابر" کے الفاظ کا اضافہ کیا ہے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ ثقہ راوی غالباً شعبہ ہیں، کیونکہ امام بخاریؒ نے اس کے بعد شعبہ کی روایت ذکر کی ہے اور اس میں یہ الفاظ ہیں۔ (۳۵)

تابعه عبيد الله عن وهب، عن جابر عن النبي ﷺ في الكيس

یعنی عبیداللہ بن عمرو نے شعبی کی متابعت لفظ "الکیس" میں کی ہے، انہوں نے بھی "عن وہب عن جابر" کے طریق سے مذکور حدیث میں یہ الفاظ بڑھائے ہیں۔

عبیداللہ بن عمرو کی مذکورہ تعلیق کتاب البیوع میں امام بخاری رحمہ اللہ نے موصولاً نقل کی ہے۔ (۳۶)

## ۱۲۱ - باب : تَسْتَحِدُّ الْمُغِيبَةُ وَتَمْتَشِطُ الشَّعِثَةُ

۴۹۴۹ : حدَّثني يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ : أَخْبَرَنَا سَيَّارٌ ، عَنِ الشَّعْبِيِّ ، عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ : كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي غَزْوَةٍ ، فَلَمَّا قَفَلْنَا ، كُنَّا قَرِيبًا مِنَ الْمَدِينَةِ ، تَعَجَّلْتُ

---

(۳۳) فتح الباری: ۹/۴۲۸۔

(۳۴) مجمع بحار الانوار: ۴ / ۴۵۳

(۳۵) فتح الباری: ۹/۴۲۷۔

(۳۶) صحیح البخاری، کتاب البیوع: باب شراء الدواب والحمير، رقم الحديث: ۲۰۹۷، ص: ۳۱۴

عَلَى بَعِيرٍ لِي قَطُوفٍ، فَلَحِقَنِي رَاكِبٌ مِنْ خَلْفِي، فَنَخَسَ بَعِيرِي بِعَنَزَةٍ كَانَتْ مَعَهُ، فَسَارَ بَعِيرِي كَأَحْسَنِ مَا أَنْتَ رَاءٍ مِنَ الْإِبِلِ، فَالْتَفَتُّ فَإِذَا أَنَا بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي حَدِيثُ عَهْدٍ بِعُرْسٍ، قَالَ: (أَتَزَوَّجْتَ). قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: (أَبِكْرًا أَمْ ثَيِّبًا). قَالَ قُلْتُ: بَلْ ثَيِّبًا، قَالَ: (فَهَلَّا بِكْرًا تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ). قَالَ: فَلَمَّا قَدِمْنَا ذَهَبْنَا لِنَدْخُلَ فَقَالَ: (أَمْهِلُوا، حَتَّى تَدْخُلُوا لَيْلًا - أَيْ عِشَاءً - لِكَيْ تَمْتَشِطَ الشَّعِثَةُ، وَتَسْتَحِدَّ الْمُغِيبَةُ)

[ر: ٤٣٢]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد اس ترجمۃ الباب سے یہ ہے کہ جس عورت کا شوہر سفر پر گیا ہوا ہو اور گھر سے غائب ہو، جب اس کے آنے کا وقت قریب ہو تو عورت کو چاہئے کہ اپنے جسم کی صفائی اور کنگھی چوٹی [illegible] زیر ناف صفائی کا اہتمام کرے۔

یہاں [illegible] کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس کے معنی [illegible] استعمال کرنے کے ہیں لیکن آج کل بہت سی دوسری چیزیں رائج ہو گئی ہیں، عورتیں وہ بھی استعمال کر سکتی ہیں۔

١٢٢ - باب: «وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ - إِلَى قَوْلِهِ - لَمْ يَظْهَرُوا عَلَى عَوْرَاتِ النِّسَاءِ»

/النور: ٣١/.

٤٩٥٠: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ قَالَ: اخْتَلَفَ النَّاسُ بِأَيِّ شَيْءٍ دُووِيَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ أُحُدٍ، فَسَأَلُوا سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ السَّاعِدِيَّ، وَكَانَ مِنْ آخِرِ مَنْ بَقِيَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ بِالْمَدِينَةِ، فَقَالَ: وَمَا بَقِيَ مِنَ النَّاسِ أَحَدٌ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي، كَانَتْ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ تَغْسِلُ الدَّمَ عَنْ وَجْهِهِ، وَعَلِيٌّ يَأْتِي بِالْمَاءِ عَلَى تُرْسِهِ، فَأُخِذَ حَصِيرٌ فَحُرِّقَ، فَحُشِيَ بِهِ جُرْحُهُ. [ر: ٢٤٠]

(١٢٢) (إلى قوله) وتتمة ما بين الجملتين: «أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ آبَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ أَوِ التَّابِعِينَ غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ». (ولا يبدين زينتهن) ولا يظهرن ما يتزين به لغير من سيذكر. والزينة منها ما هو ظاهر وهو الثياب ونحوها، فهذه يجوز إظهارها. ومنها ما هو خفي كالسوار والقلادة ونحو ذلك فلا يجوز إظهاره لغير المحارم. (لبعولتهن) أزواجهن. (نسائهن) أي النساء المسلمات (ما ملكت أيمانهن) من العبيد والإماء. (الإربة) الحاجة والميل إلى النساء (لم يظهروا على عورات النساء) لا يعرفون ما العورة ولا يميزون بينها وبين غيرها.

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ عورت اپنے مواقع زینت کو شوہر، اپنے والد اور بیٹے وغیرہ کے سامنے ظاہر کرسکتی ہے۔

روایت سے ظاہر ہے حضرت فاطمہ نے اپنے ہاتھوں اور چہرے کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ظاہر کیا جس سے معلوم ہوا کہ مواضع زینت کو عورت اپنے والد کے سامنے ظاہر کرسکتی ہے۔

## وکان من آخر من بقی من اصحاب النبی ﷺ بالمدینة

مدینہ منورہ میں حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سب سے آخری صحابی تھے لیکن یہ حدیث کے راوی ہونے کے اعتبار سے آخری صحابی تھے، ورنہ حضرت سہل کی زندگی کے آخری ایام میں محمود بن الربیعؓ اور محمود بن لبیدؓ مدینہ منورہ میں تھے اور یہ دونوں صحابی ہیں لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان دونوں کا سماع ثابت نہیں۔ (۴۷)

تُرْس: ڈھال کو کہتے ہیں یعنی حضرت علی ڈھال میں پانی لاکر ڈال رہے تھے، ایک چٹائی کا ٹکڑا لے کر جلایا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا زخم اس سے بھرا گیا۔ حُشِیَ بروزن دُعِیَ، یہ باب نصر سے ماضی مجہول کا صیغہ ہے، حَشَا (ن) حَشْواً—الوِسادةَ بِالقُطن: تکیہ میں روئی بھرنا، فَحُشِیَ بِہ جُرْحُہُ: یعنی اس چٹائی کے ذریعہ آپؐ کا زخم بھرا گیا۔

## فائدہ

امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب میں جو آیت کریمہ ذکر فرمائی ہے، علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

> "سنگار عرف میں خارجی اور کسبی آرائش کو کہتے ہیں جو مثلا لباس یا زیور وغیرہ سے حاصل ہو، احقر کے نزدیک یہاں "زینت" کا ترجمہ "سنگار" کے بجائے "زیبائش" کیا جاتا تو زیادہ جامع اور مناسب ہوتا، زیبائش کا لفظ ہر قسم کی خلقی اور کسبی زینت کو شامل ہے، خواہ جسم کی پیدائشی ساخت سے

---

(۴۷) فتح الباری: ۹/۴۲۹۔

متعلق ہو یا پوشاک وغیرہ خارجی ٹیپ ٹاپ سے، خلاصۂ مطلب یہ ہے کہ عورت کو کسی قسم کی خلقی یا کسبی زیبائش کا اظہار بجز مَحارِم کے جن کا ذکر آگے آتا ہے کسی کے سامنے جائز نہیں، ہاں جس قدر زیبائش کا ظہور ناگزیر ہے اور اس کے ظہور کو بسببِ عدمِ قدرت یا ضرورت کے روک نہیں سکتی، اس کے بمجبوری یا بضرورت کھلا رکھنے میں مضائقہ نہیں (بشرطیکہ فتنہ کا خوف نہ ہو) حدیث و آثار سے ثابت ہوتا ہے کہ چہرہ اور کَفَّین (ہتھیلیاں) "اِلَّا مَاظَهَرَ مِنْهَا" میں داخل ہیں کیونکہ بہت سی ضروریات دینی ودنیوی ان کے کھلا رکھنے پر مجبور کرتی ہیں، اگر ان کے چھپانے کا مطلقاً حکم دیا جائے تو عورتوں کے لئے کاروبار میں سخت تنگی اور دشواری پیش آئے گی، آگے فقہاء نے "قَدَمَیْن" کو بھی ان ہی اعضاء پر قیاس کیا ہے اور جب یہ اعضاء مستثنی ہوئے تو ان کے متعلقات مثلاً انگوٹھی، چھلا، یا مہندی، کاجل وغیرہ کو بھی استثناء میں داخل ماننا پڑے گا۔

لیکن واضح رہے کہ "اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا" سے صرف عورتوں کو بضرورت ان کے کھلا رکھنے کی اجازت ہوئی، نامحرم مردوں کو اجازت نہیں دی گئی کہ وہ آنکھیں لڑایا کریں اور ان اعضاء کا نظارہ کیا کریں، شاید اسی لئے اس اجازت سے پیشتر ہی حق تعالی نے غض بصر کا حکم مؤمنین کو سنادیا ہے، معلوم ہوا ایک طرف سے کسی عضو کے کھولنے کی اجازت اس کو مستلزم نہیں کہ دوسری طرف سے اس کو دیکھنا بھی جائز ہو، آخر مرد جن کے لئے پردہ کا حکم نہیں، اسی آیت بالا میں عورتوں کو ان کی طرف دیکھنے سے منع کیا گیا، نیز یاد رکھنا چاہئے کہ ان آیات میں محض ستر کا مسئلہ بیان ہوا ہے یعنی اس سے قطع نظر کرتے ہوئے کہ اپنے گھر کے اندر ہو یا باہر، عورت کو کس حصۂ بدن کا کس کے سامنے کن حالات میں کھلا رکھنا جائز ہے، باقی "مسئلۂ حجاب" یعنی شریعت نے اس کو کن حالات میں گھر سے باہر نکلنے اور سیر وسیاحت کرنے کی اجازت دی یہاں مذکور نہیں .... اور ہم نے فتنہ کا خوف نہ ہونے کی جو شرط بڑھائی وہ دوسرے دلائل اور قواعدِ شرعیہ سے ماخوذ ہے جو ادنی تأمل اور مراجعتِ نصوص سے دریافت ہوسکتی ہیں۔ (۳۸)

(۳۸) تفسیر عثمانی، تفسیر سورۃ النور: ۴۷۱-۴۷۲۔

۱۲۳ - باب : «وَالَّذِينَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ» /النور: ۵۸/.

٤٩٥١ : حدثنا أحمد بن محمد : أخبرنا عبد الله : أخبرنا سفيان . عن عبد الرحمن ابن عابس : سمعت ابن عباس رضي الله عنهما سأله رجل : شهدت مع رسول الله ﷺ العيد ، أضحى أو فطرا ؟ قال : نعم . ولولا مكاني منه ما شهدته . يعني من صغره ، قال : خرج رسول الله ﷺ فصلى ثم خطب . ولم يذكر أذانا ولا إقامة . ثم أتى النساء فوعظهن وذكرهن وأمرهن بالصدقة . فرأيتهن يهوين الى آذانهن وحلوقهن . يدفعن الى بلال ، ثم ارتفع هو وبلال إلى بيته . [ر : ۹۸]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد اس ترجمۃ الباب سے یہ ہے کہ نابالغ بچے جو ابھی تک جنسی مسائل سے واقف نہ ہوں وہ عورتوں کے پاس آجاسکتے ہیں، حضرت عبداللہ بن عباس بھی ایسے ہی چھوٹے بچے تھے اس لئے وہ آجایا کرتے تھے۔

۱۲٤ - باب : قَوْلِ الرَّجُلِ لِصَاحِبِهِ : هَلْ أَعْرَسْتُمُ اللَّيْلَةَ ؟

وطَعْنِ الرَّجُلِ ابْنَتَهُ فِي الْخَاصِرَةِ عِنْدَ الْعِتَابِ .

٤٩٥٢ : حدثنا عبد الله بن يوسف : أخبرنا مالك . عن عبد الرحمن بن القاسم ، عن أبيه ، عن عائشة قالت : عاتبني أبو بكر . وجعل يطعنني بيده في خاصرتي فلا يمنعني من التحرك إلا مكان رسول الله ﷺ . ورأسه على فخذي . [ر : ۳۲۷]

امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب میں دو مسئلے بیان کئے ہیں، ایک یہ کہ کیا ایک آدمی دوسرے آدمی سے یہ کہہ سکتا ہے کہ "تم نے رات کو اپنی بیوی کے ساتھ ہم بستری کی ہے" اور دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ عتاب کے موقع پر باپ اپنی بیٹی کو مار سکتا ہے، جہاں تک دوسرے مسئلہ کا

(۱۲٤) (أعرستم) يقال : أعرس وعرس . من الاعراس والتعريس . وهو نزول المسافر آخر الليل في مكان للنوم والاستراحة . ويطلق الإعراس على جماع الرجل زوجته لأنه من توابعه . وهو المراد هنا ، ومنه قيل لكل من الزوجين بعد الدخول : عروس .

تعلق ہے وہ تو حضرت عائشہؓ اور حضرت ابوبکرؓ کے قصے سے روایت میں صاف صاف معلوم ہورہا ہے لیکن پہلا مسئلہ حدیث باب سے ثابت نہیں ہورہا۔

❶ علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ترجمۃ الباب میں مذکورہ پہلا مسئلہ صحیح بخاری کے اکثر نسخوں میں نہیں ہے۔ (۳۹) چنانچہ فتح الباری کے نسخے میں صرف "باب طعن الرجل ابنته فی الخاصرة عند العتاب" کے الفاظ ہیں، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ترجمۃ الباب میں پہلے مسئلہ کا اضافہ ابن بطال نے اپنی شرح میں کیا ہے، (۴۰) اگر مذکورہ مسئلہ واقعۃً ترجمۃ الباب میں نہیں پھر تو اشکال کی کوئی بات نہیں، البتہ اگر یہ مسئلہ ہے تو پھر ترجمۃ الباب اور حدیث کے درمیان ربط کے سلسلہ میں مختلف توجیہات بیان کی گئی ہیں۔

❷ چنانچہ ابن مُنیرؒ مالکی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ باپ کے لئے یہ ممنوع ہے کہ وہ اپنی بیٹی کے خاصرہ پر ہاتھ رکھے، لیکن حالت عتاب میں اس کی اجازت ہے، جیسا کہ حدیث باب میں حضرت صدیق اکبرؓ نے حالت عتاب میں ایسا کیا، اسی طرح آدمی کے لئے اپنے ساتھی سے عام حالات میں اس طرح کی بات پوچھنا ممنوع ہے، ہاں اگر دل لگی کی باتیں ہورہی ہوں تو ایسی مخصوص حالت میں پوچھا جاسکتا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"والجامع بينهما أن كلا الأمرين مستثنى في بعض الحالات؛ فإمساك الرجل بخاصرة ابنته ممنوع إلا لمثل هذه الحاجة، وسؤال الرجل صاحبه عما فعله في كسر بيته ممنوع، وقد ورد النهي فيه الا في هذه الحالة المقتضية للبسط" (۴۱)

❸ مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ترجمۃ الباب میں مذکورہ مسئلہ امام بخاری رحمہ اللہ نے حدیث سے قیاس کے ذریعہ ثابت کیا ہے، حدیث میں ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے اپنا سر مبارک حضرت عائشہؓ کی فخذ (ران) پر رکھا تھا، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حالت میں ان کو آنے سے منع نہیں کیا تو اس سے اعراس کے متعلق سوال کا جواز بطریق اولیٰ معلوم ہوجاتا ہے کیونکہ سوال کا درجہ تو بہر حال اس حالت سے کم ہی ہے چنانچہ حضرت فرماتے ہیں:

"أراد إثبات ذلك قياساً على ماذكر في الحديث أن أبابكر دخل عليهما والنبي ﷺ واضع رأسه على فَخِذها، فلما لم يمنعه ذلك علم جواز سؤاله عن الأعراس

(۳۹) دیکھئے شرح البخاری للکرمانی: ۱۹ / ۱۷۶

(۴۰) فتح الباری: ۹/ ۴۳۱۔

(۴۱) المتواری علی تراجم ابواب البخاری لابن منیر: ۲۹۱۔ ومعنی الکسر: الجانب والناحیة۔

بالطریق الأولی، لأنہ أدون من ذلک وأیسر " (۴۲)

❹ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب میں مذکورہ مسئلہ ذکر کرکے آگے بیاض چھوڑ دیا تھا کہ وہاں اس مسئلہ کے اثبات کے متعلق کوئی حدیث لکھیں گے مثلاً ابوطلحہ اور ام سلیم کا قصہ مشہور ہے کہ ان کے بچے کا انتقال ہوگیا تھا، ام سلیم نے حضرت ابوطلحہ کو بتایا نہیں، دونوں نے رات ساتھ گذاری، پھر صبح انہیں بتایا، حضرت ابوطلحہؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ واقعہ بتایا تو حضورؐ نے ان سے پوچھا "هل أعرستم اللیلة؟" تو انہوں نے "نعم" کہا۔

یہ قصہ امام نے آگے کتاب العقیقہ میں ذکر کیا ہے تو امام بخاری مذکورہ مسئلہ کے ثبوت کے لئے اس طرح کی کوئی حدیث ذکر کرنا چاہتے تھے، لیکن وہ بیاض بیاض ہی رہی اور انہیں حدیث ذکر کرنے کا موقع نہیں مل سکا، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"والذی یظهر لی أن المصنف أخلی بیاضها لیکتب فیه الحدیث الذی أشار إلیه، وهو "هل أعرستم" أو شیئاً مما یدل علیه، وقد وقع ذلک فی قصة أبی طلحة وأم سلیم عند موت ولدیهما، وکتمتها ذلک عنه حتی تعشی وبات معها، فأخبر بذلک أبوطلحة النبی ﷺ فقال: "أعرستم اللیلة؟ قال: نعم" وسیأتی بهذا اللفظ فی أوائل کتاب العقیقة" (۴۳)

❺ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے تشحیذ اذہان کے لئے حدیث ذکر نہیں کی تاکہ قاری خود غور وتدبر کرکے اس کے لئے مناسب حدیث نکالے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

والأوجه عند هذا العبد الضعیف وهو الراجح عندی فی أمثال هذه المواضع أن الإمام البخاری رحمه الله کثیراً ما یخلی الأبواب عن الروایات تشحیذاً للأذهان، إشارة إلی أنه یثبت بحدیث وارد فی صحیحه، فینبغی أن یجهد فی التتبع والتدبر بسهر اللیالی " (۴۴)

---

(۴۲) لامع الدراری: ۹/۳۳۸ ـ ۳۳۹ ـ وفی تقریر المکی " وراسه علی فخذی: فیه الترجمة، لانه لما جاز ان یری احد هذه الحالة بین المرا وزوجته، جاز ان یقول له: "هل اعرستم اللیلة" (وانظر تعلیقات لامع الدراری: ۹/۳۳۸ ـ

(۴۳) فتح الباری: ۹/۳۳۱ ـ

(۴۴) الابواب والتراجم: ۲/۷۷ ـ

# كتاب الطلاق

## کتاب الطلاق، الاحادیث: (۴۹۵۳-۵۰۳۵)

صحیح بخاری کی کتاب الطلاق ترپین (۵۳) ابواب پر مشتمل ہے، ہم نے جو نسخہ بطور متن اختیار کیا ہے اس میں ۵۱ ابواب ہیں، دراصل بعض نسخوں میں کہیں لفظ "باب" ہے اور بعض میں نہیں، مثلاً ہمارے اس اختیار کردہ نسخے میں پہلا باب "اذاطلقت الحائض" سے شروع ہوتا ہے جبکہ حافظ اور عینی کے نسخوں میں پہلا "باب" قرآن کریم کی آیت "یا ایها النبی اذا طلقتم....." پر قائم کیا گیا ہے جبکہ ہمارے نسخے میں اس پر باب نہیں، کتاب الطلاق میں امام بخاری نے ایک سو اٹھارہ احادیث ذکر فرمائی ہیں، ان میں (۲۶) احادیث تعلیقاً یا متابعتاً مذکور ہیں، بیانوے احادیث مکرر ہیں اور چھبیس (۲۶) احادیث کتاب الطلاق میں پہلی بار ذکر فرمائی ہیں، ان میں گیارہ احادیث کے علاوہ باقی احادیث کی تخریج امام مسلم رحمہ اللہ نے بھی کی ہے، کتاب الطلاق میں صحابہ اور سلف کے نوے آثار امام بخاری رحمہ اللہ نے ذکر فرمائے ہیں۔

کتاب الطلاق میں امام نے لعان، ظہار اور عدت کے مسائل بھی بیان کئے ہیں، عدت کے مسائل امام نے ۳۵ ابواب کے بعد بیان کئے ہیں، بعض نسخوں میں وہاں مستقل "کتاب العدۃ" کا عنوان بھی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# ۷۱ - کتاب الطلاق

قَوْلُ اللّٰهِ تَعَالَى : «يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ» /الطلاق : ١/ . «وأَحْصَيْنَاهُ» /يس : ١٢/ : حَفِظْنَاهُ وَعَدَدْنَاهُ .

وَطَلَاقُ السُّنَّةِ : أَنْ يُطَلِّقَهَا طَاهِرًا مِنْ غَيْرِ جِمَاعٍ ، وَيُشْهِدَ شَاهِدَيْنِ .

طلاق کے معنی لغۃً رفع القید کے ہیں اور اصطلاح شرع میں نکاح کی قید کے رفع کو طلاق کہاجاتا ہے (۱)

آگے امام بخاری رحمہ اللہ نے آیت ذکر کی ہے ''یاایھاالنبی إذاطلقتم النساء...'' ''طلقتم'' جمع کا صیغہ یا تو تعظیماً استعمال کیاگیا ہے ، یا امت بھی اس میں شامل ہے تقدیر عبارت ہے ''یا

---

(طلقتم النساء) أردتم طلاقهن . والطلاق في اللغة : رفع القيد مطلقًا . مأخوذ من إطلاق البعير وهو إرساله من عقاله . أي الحبل الذي تشدّ به ساقه إلى عضده حتى لا يشرد . وفي الشرع حل عقدة الزواج وإنهاؤه (لعدتهن) لأول عدتهن . ويكون ذلك بأن يطلقها في طهر لم يجامعها فيه . (أحصوا العدة) احفظوا وقتها . حتى تتمكنوا من مراجعة المطلقة قبل انتهاء عدتها . (طلاق السنة) أي الطلاق المشروع الذي لا حرمة فيه ولا كراهة . وينفذ باتفاق العلماء . وتترتب عليه آثاره . وهي انقطاع الزوجية بين المطلق والمطلقة (يطلقها) تطليقة واحدة . منجزة غير معلقة . (طاهرًا) أي غير حائض ولا نفساء (من غير جماع) أي أن لا يكون قد جامعها في ذلك الطهر الذي طلقها فيه

(۱)فتح الباری:۹/۳۴۳۔عمدۃالقاری:۲۰/۲۲۵۔

ایھا النبی وامتہ اذا طلقتم ....“ اور یہ بھی احتمال ہے کہ ”قُلْ“ محذوف مانا جائے تقدیر عبارت ہوگی ”یاایھا النبی قل لامتک اذا طلقتم“ (۲)

”لعدتھن“ میں لام وقت کے لئے ہے اور عدت سے عدت الرجال مراد ہے، عدت کی دو قسمیں ہیں ایک عدت الرجال اور دوسری عدت النساء، عدت الرجال کو عدت الطلاق بھی کہتے ہیں، مراد اس سے وہ زمانہ ہے جس میں مرد کو طلاق دینے کے لئے مامور کیا گیا ہے اور وہ طہر کا زمانہ ہے جبکہ عدت النساء سے وہ زمانہ مراد ہے جس میں عورت عدت گذارتی ہے، وہ موقت بالحیض ہے۔ (۳)

”وَاَحْصُوْاالعِدَّۃَ“ کا مفہوم متعین کرنے کے لئے ”اَحْصَیْنَاہُ“ جو قرآن مجید میں دوسری جگہ آیا ہے کی تفسیر کی ہے، یہ تفسیر ابوعبیدہ کی ہے۔ (۴)

اس کے بعد مصنف نے طلاق سنت کی تعریف کی ہے کہ آدمی ایسے طہر میں طلاق دے جس میں اس نے جماع نہ کیا ہو اور پھر اس کی عدت گذرنے دے، حضرات ائمہ ثلاثہ کا مسلک یہی ہے۔ (۵)

اور حضرات حنفیہ کے یہاں طلاق سنت کی دو صورتیں ہیں، ایک صورت تو یہ ہے کہ ایسے طہر میں طلاق دی جائے جس میں جماع نہ کیا ہو اور اس کے بعد عدت گذرنے کے لئے عورت کو چھوڑ دیا جائے اور کوئی طلاق نہ دی جائے۔

اور دوسری صورت یہ ہے کہ آدمی ایک طہر میں ایک طلاق دے، پھر دوسرے طہر میں دوسری طلاق اور تیسرے طہر میں تیسری طلاق دے۔

پہلی صورت کو احناف طلاق احسن اور دوسری صورت کو طلاق حسن کہتے ہیں ان کے نزدیک طلاق احسن اور حسن دونوں طلاق سنت میں شامل ہیں، سفیان ثوری سے بھی یہی منقول ہے۔ (۶)

مگر جمہور کے یہاں طلاق سنت کی صرف پہلی صورت ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے جمہور کی تائید کی ہے۔

---

(۲) فتح الباری: ۹/ ۴۴۳۔ عمدۃ القاری: ۲۰/ ۲۲۵۔

(۳) فیض الباری: ۴/ ۳۰۹۔

(۴) فتح الباری: ۹/ ۴۴۳۔

(۵) المغنی لابن قدامۃ، کتاب الطلاق: ۷/ ۲۷۸

(۶) دیکھئے مختصر اختلاف العلماء للطحاوی: ۲/ ۳۷۵، طلاق السنۃ رقم المسئلۃ: ۸۲۹۔ والھدایۃ، کتاب الطلاق: ۲/ ۳۵۴۔

٤٩٥٣ : حَدَّثَنا إِسْماعِيلُ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ قالَ : حَدَّثَنِي مالِكٌ ، عَنْ نافِعٍ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ ٱبْنِ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُما : أَنَّهُ طَلَّقَ ٱمْرَأَتَهُ وَهِيَ حائِضٌ ، عَلَى عَهْدِ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ ، فَسَأَلَ عُمَرُ بْنُ الخَطَّابِ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ عَنْ ذٰلِكَ ، فَقالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (مُرْهُ فَلْيُراجِعْها ، ثُمَّ لِيُمْسِكْها حَتَّى تَطْهُرَ ، ثُمَّ تَحِيضَ ثُمَّ تَطْهُرَ ، ثُمَّ إِنْ شاءَ أَمْسَكَ بَعْدُ ، وَإِنْ شاءَ طَلَّقَ قَبْلَ أَنْ يَمَسَّ ، فَتِلْكَ العِدَّةُ الَّتِي أَمَرَ ٱللهُ أَنْ تُطَلَّقَ لَهَا النِّساءُ) . [ر : ٤٦٢٥]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ انہوں نے اپنی بیوی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بحالت حیض طلاق دیدی ، حضرت عمرؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس کو رجوع کرنے کا حکم دو ، پھر وہ اس کو روکے رکھے ، یہاں تک کہ پاک ہوجائے ، پھر حیض آئے ، پھر پاک ہوجائے پھر اگر چاہے تو اس کے بعد اپنے پاس رہنے دے اور اگر چاہے تو صحبت کرنے سے پہلے طلاق دے ، یہی وہ عدت ہے جس کے لئے عورتوں کو طلاق دئے جانے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے ۔

### طَلَّقَ امرأتَہ وھی حائض

اس عورت کا نام علامہ نووی رحمہ اللہ نے تھذیب میں آمنہ بنت غفار لکھا ہے ، بعض نے آمنہ بنت عمار اور مسند احمد کی روایت میں نوار آیا ہے ، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا یوں ان روایات میں تطبیق ہوسکتی ہے کہ آمنہ نام اور نوار لقب ہو ۔ (۷)

### مُرْہُ فَلْیُرَاجِعْھا

اگر کسی نے حیض میں اپنی بیوی کو طلاق دی تو اس طلاق سے رجوع کے متعلق ائمہ کا اختلاف ہے ، امام مالک اور داؤد ظاہری کے نزدیک رجوع کرنا واجب ہے ، امام احمد کی بھی ایک روایت اسی کے مطابق ہے اور حنفیہ کے نزدیک بھی مختار یہی ہے (۸) کیونکہ حدیث باب میں "فلیراجعھا" امر کا صیغہ ہے جو وجوب پر دلالت کرتا ہے ، لہذا رجوع واجب ہے عملا بحقیقة

(۷) فتح الباری : ۹/۳۴۵، وتلخیص الحبیر : ۲/۲۰۶ ۔

(۸) دیکھئے المغنی لابن قدامة : ۷/۱۰۰ ۔ البحر الرائق : ۳/۲۴۲، ورد المحتار : ۳/۲۲۳ ۔

الامر ورفعاً للمعصیة بقدر الممکن۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک رجوع کرنا مستحب ہے اور حنابلہ کا مختار مسلک بھی یہی ہے۔ (۹)

ثُمَّ لِيُمْسِكْهَا حَتّٰى تَطْهُرَ، ثُمَّ تَحِيضَ، ثُمَّ تَطْهُرَ

مطلب یہ ہے کہ جس حیض میں طلاق دی تھی اس کے متصل طہر میں طلاق نہ دے بلکہ اس کے بعد حیض آئے گا، پھر دوسرا طہر آئے گا، اسی دوسرے طہر میں وہ طلاق دے سکتا ہے۔

جس حیض میں طلاق دی ہے اس کے متصل طہر میں طلاق شافعیہ اور حنفیہ دونوں کے اصح قول کے مطابق جائز نہیں بلکہ اگلے طہر کا انتظار کیا جائے گا اور یہ انتظار واجب ہے۔

امام احمد اور امام مالک کے نزدیک جائز ہے، البتہ اگر طہر ثانی تک طلاق کو موخر کیا جائے تو مستحب ہے، امام ابوحنیفہ کی بھی ایک روایت اس کے مطابق ہے۔

حافظ ابن تیمیہ نے "المُحَرَّر" میں قول اول کو اختیار کیا ہے، طہر اول میں طلاق دینے کو انہوں نے بدعت کہا ہے۔ (۱۰)

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس مسئلہ میں کوئی تفصیل نہیں بیان فرمائی۔

حدیثِ باب حنفیہ اور شوافع کا مستدل ہے۔

## ۱ - باب : إِذَا طُلِّقَتِ الحَائِضُ يُعْتَدُّ بِذٰلِكَ الطَّلَاقِ .

یعنی اگر حیض میں عورت کو طلاق دی گئی تو اس طلاق کا اعتبار کیا جائے گا، امام بخاری رحمہ اللہ نے واضح فیصلہ کیا ہے، جمہور اور ائمہ اربعہ کا یہی مسلک ہے کہ حیض میں طلاق دینا حرام ہے لیکن طلاق واقع ہوجائے گی۔ (۱۱)

حافظ ابن تیمیہ، علامہ ابن قیم، علامہ ابن حزم، ابراہیم بن اسماعیل بن عُلَیہ اور روافض کا

---

(۹) المغنی لابن قدامة: ۱۰۰/۷، وتکملة فتح الملہم: ۱۳۵/۱۔

(۱۰) دیکھئے فتح الباری: ۴۳۸/۹، والبحر الرائق: ۲۴۲/۳، والمغنی: ۱۰۱/۷۔

(۱۱) دیکھئے بدائع الصنائع، فصل واما حکم طلاق البدعة: ۹۶/۳، المجموع شرح المہذب، الطلاق فی الحیض یحتسب: ۶۸/۱۶۔

مذہب یہ ہے کہ حیض میں طلاق کا اعتبار نہیں، طلاق واقع نہیں ہوگی۔ (۱۲)

یہ حضرات ابوداود کی اس روایت سے استدلال کرتے ہیں جو انہوں نے "ابوالزبیر عن ابن عمر" کے طریق سے نقل کی ہے "طلق عبداللہ بن عمر امراته، وھی حائض علی عھد رسول اللہ ﷺ، فَسَأَلَ عُمر رسول اللہ ﷺ، فقال: إن عبداللہ بن عمر طَلَّق امرأته، وھی حائض، قال عبداللہ، فَرَدَّھا عَلَیَّ، وَلَمْ یَرَھَا شَیْئاً" (۱۳) اس حدیث کے آخر میں ہے "ولم یرھا شیئاً" اس سے استدلال کرکے یہ حضرات فرماتے ہیں کہ حیض میں طلاق معتبر نہیں۔

جمہور اس استدلال کے مختلف جوابات دیتے ہیں:

❶ پہلا جواب یہ ہے کہ "ولم یرھا شیئاً" کا یہ اضافہ ابوالزبیر کا تفرد ہے امام ابوداود فرماتے ہیں کہ ابوالزبیر کے علاوہ ان الفاظ کو کسی اور نے روایت نہیں کیا۔ (۱۴)

ابن عبدالبر نے ان الفاظ کو منکر قرار دیا۔ (۱۵)

❷ اور اگر ان الفاظ کو درست اور ثابت مانا جائے تو حافظ ابن عبدالبر نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہوگا "لم یرھا شیئاً مستقیماً لکونھا لم تقع علی السنة" یعنی حیض کے زمانہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق دینے کو صحیح اقدام نہیں سمجھا، علامہ خطابی اور امام شافعی رحمہما اللہ نے بھی ان الفاظ کے ثابت ماننے کی صورت میں اسی طرح کا مطلب بیان کیا ہے۔ (۱۶)

❸ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ "لم یرھا" کی ضمیر "رجعة" کی طرف بھی لوٹائی جاسکتی ہے ای لم یر الرجعة شیئاً ممنوعاً یعنی طلاق سے رجوع کرنے کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ممنوع نہیں سمجھا۔ (۱۷)

جمہور کا استدلال یہاں باب کی آخری روایت سے ہے، اس میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا "حُسِبَتْ عَلَیَّ بِتَطْلِیقَةٍ" اس میں تصریح ہے کہ انہوں نے حیض کے زمانہ میں جو طلاق دی تھی وہ معتبر سمجھی گئی۔

---

(۱۲) فیض الباری: ۴/ و المحلی لابن حزم "لایحل لرجل ان یطلق امراته فی حیضتها: ۱۰/۶۱۔ و زاد المعاد، حکم رسول اللہ ﷺ فی تحریم طلاق الحائض: ۵/۲۲۱۔

(۱۳) سنن ابی داود: تفریع ابواب الطلاق، باب فی طلاق السنة: ۲/۶۵۲، رقم: ۵۸۱۲۔

(۱۴) سنن ابی داود: تفریع ابواب الطلاق: ۲/۶۵۲، رقم: ۵۸۱۲۔

(۱۵) فتح الباری: ۹/۴۳۳۔

(۱۶) فتح الباری: ۹/۴۳۳۔

(۱۷) بذل المجهود: ۳/۶۱۔

٤٩٥٤ : حدثنا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيرِينَ قَالَ : سَمِعْتُ ٱبْنَ عُمَرَ قَالَ : طَلَّقَ ٱبْنُ عُمَرَ ٱمْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ ، فَذَكَرَ عُمَرُ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ : (لِيُرَاجِعْهَا) . قُلْتُ : تُحْتَسَبُ ؟ قَالَ : فَمَهْ ؟

وَعَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ يُونُسَ بْنِ جُبَيْرٍ ، عَنِ ٱبْنِ عُمَرَ قَالَ : (مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا) . قُلْتُ : تُحْتَسَبُ ؟ قَالَ : أَرَأَيْتَ إِنْ عَجَزَ وَٱسْتَحْمَقَ .

وَقَالَ أَبُو مَعْمَرٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ : حَدَّثَنَا أَيُّوبُ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ ، عَنِ ٱبْنِ عُمَرَ قَالَ : حُسِبَتْ عَلَيَّ بِتَطْلِيقَةٍ . [ر : ٤٦٢٥]

"فمہ" کے بارے میں دو احتمال ہیں :

❶ ایک یہ کہ ما استفہامیہ ہے اور "ہ" وقف کے لئے ہے أی فما یکون إن لم تحتسب؟ یعنی وہ طلاق کیوں شمار نہیں ہوگی ۔ (۱۸)

❷ اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ ھاء اصلیہ ہو اور "مہ" کو کلمہ زجر مانا جائے ، أی کفّ عن هذا الکلام، فانہ لابد من وقوع الطلاق بذلک ۔ (۱۹)

وعن قتادة عن یونس بن جبیر....

اس کا عطف سند اول میں "عن انس بن سیرین" پر ہے اور یہ موصول ہے ۔ (۲۰)

أَرَأَيْتَ إِنْ عَجَزَ وَاسْتَحْمَقَ

اس جملے کے تین مطلب بیان کئے گئے ہیں :

❶ ایک یہ کہ اگر وہ (ابن عمرؓ صحیح طریقہ پر طلاق دینے سے ) عاجز ہوگیا اور اس نے (حیض کی حالت میں طلاق دے کر ) حماقت کا ارتکاب کرلیا تو کیا طلاق واقع نہیں ہوگی اور کیا اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا؟ ظاہر ہے کہ کیا جائے گا ۔

---

(۱۸) فتح الباری : ۹/ ۴۴۱، وقال ابن عبدالبر : "قول ابن عمر : "فمہ" معناه فای شیء یکون اذا لم یعتدبها؟ انکار القول السائل : "ایعتدبها" فکانہ قال : وهل من ذلک بد"

(۱۹) فتح الباری : ۹/ ۴۴۱ ۔

(۲۰) فتح الباری : ۹/ ۴۴۰ ۔

❷ اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ بیوی کی طرف رجوع کرنے سے عاجز ہوجاتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل نہ کرکے، حماقت کا ارتکاب کرتا تو کیا طلاق واقع نہ ہوتی، ظاہر ہے طلاق تو واقع ہو ہی جاتی۔ (۲۱)

مذکورہ دونوں صورتوں میں "إِنْ عَجَزَ واستحمق" شرط ہے اور جزاء محذوف ہے: "أَلَا يَقَعُ الطلاقُ"

❸ علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ بھی احتمال ہے کہ "إِنْ" کو نافیہ مانا جائے "أي لَمْ يَعْجِز ابنُ عمر ولا اسْتَحْمَقَ، لأنه ليس بطفل ولا مجنون" یعنی ابن عمر نہ کوئی عاجز آدمی ہے اور نہ ہی اس نے حماقت میں ایسا کیا کیونکہ وہ بچہ اور مجنون تو نہیں ہے۔ (۲۲)

## ۲ - باب: مَنْ طَلَّقَ. وَهَلْ يُوَاجِهُ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ بِالطَّلَاقِ

مذکورہ ترجمۃ الباب دو جزءوں پر مشتمل ہے، پہلا جزء ہے "مَنْ طَلَّقَ" یہ جزء ابن بطال نے حذف کردیا ہے کیونکہ ان کے نزدیک اس کے کوئی معنی نہیں بنتے۔ (۲۳)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس سے امام بخاری کا مقصد طلاق کا شرعی جواز بتلانا ہے، امام ابوداود رحمہ اللہ نے ایک حدیث روایت کی ہے "أَبْغَضُ الحلال إلى الله الطلاق" لیکن یہ روایت اس صورت پر محمول ہے جب طلاق بغیر کسی سبب کے دی جائے۔ (۲۴)

علامہ عینی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ "مَنْ طَلَّقَ" کلام غیر مفید ہے، ہاں اگر تقدیری عبارت نکالی جائے تو اس صورت میں یہ کلام مفید ہوسکتا ہے اور تقدیری عبارت اس طرح نکالی جاسکتی ہے "هذا باب في بيان حكم مَنْ طلق امرأته هل يُبَاح له ذلك" یعنی کیا طلاق دینا مباح ہے؟ امام بخاری رحمہ اللہ نے جواب ذکر نہیں کیا، جواب محذوف ہے "نعم" یعنی جی ہاں طلاق دینا جائز ہے۔ (۲۵)

---

(۲۱) مذکورہ دونوں مطلب کے لئے دیکھئے فتح الباری: ۹/۴۴۱۔

(۲۲) شرح الکرمانی: ۱۹ / ۱۷۹

(۲۳) فتح الباری: ۹/۴۳۶، وعمدۃ القاری ۲۰/۲۲۹۔

(۲۴) فتح الباری: ۹/۴۳۶۔

(۲۵) عمدۃ القاری: ۲۰/۲۲۹۔

ترجمۃ الباب کا دوسرا جزء ہے "ھل یواجہ الرجل امرأتہ بالطلاق" یعنی کیا بیوی کو بالمشافہہ طلاق دی جاسکتی ہے ؟ یہاں پر بھی جواب ذکر نہیں فرمایا اعتماداً علی ما یفھم من حدیث الباب اور یہاں بھی وہی جواب ہے یعنی "نعم"

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس جزء کے ساتھ لفظ "ھل" لاکر اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ بالمشافہہ طلاق دینا خلافِ اولی ہے، ہاں اگر ضرورت ہو تو دوسری بات ہے ۔ (۲۶)

٤٩٥٥ : حدّثنا الحُمَيْدِيُّ : حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ : حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قالَ : سَأَلْتُ الزُّهْرِيَّ : أَيُّ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ ٱسْتَعَاذَتْ مِنْهُ ؟ قالَ : أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهَا : أَنَّ ٱبْنَةَ الجَوْنِ ، لَمَّا أُدْخِلَتْ عَلَى رَسُولِ ٱللّٰهِ ﷺ وَدَنَا مِنْهَا قالَتْ : أَعُوذُ بِٱللّٰهِ مِنْكَ ، فَقَالَ لَهَا : (لَقَدْ عُذْتِ بِعَظِيمٍ ، ٱلْحَقِي بِأَهْلِكِ) .

قالَ أَبُو عَبْدِ ٱللّٰهِ : رَوَاهُ حَجَّاجُ بْنُ أَبِي مَنِيعٍ ، عَنْ جَدِّهِ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ : أَنَّ عُرْوَةَ أَخْبَرَهُ : أَنَّ عائِشَةَ قالَتْ .

اس حدیث میں جو واقعہ بیان کیا گیا اس کی تفصیل اگلی دو حدیثوں کی تشریح میں آرہی ہے ، حدیث کے آخر میں ہے "لقد عذتِ بعظیم، اِلحقی بأھلک" "اِلحقی بأھلک" طلاق سے کنایہ ہے ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بالمشافہہ یہ جملہ اس سے کہا ، معلوم ہوا آدمی عورت کو بالمشافہہ طلاق دے سکتا ہے ۔

## قال أبو عبداللہ: رواہ حجّاجُ بن أبی مَنیع عَنْ جدہ عَنْ الزھری

ابو منیع کا نام عبیداللہ بن ابی زیاد ہے اور یہ حجاج کے دادا ہیں ، حجاج کے والد کا نام یوسف ہے ، حجاج اور ان کے دادا ابو منیع کی امام بخاری نے صحیح میں صرف تعلیقاً روایت ذکر کی ہے ، موصولاً ان سے کوئی روایت نہیں لی ہے ۔ (۲۷)

---

(۲۶) فتح الباری: ۹/۴۳۶۔

(۴۹۵۵) الحدیث اخرجہ النسائی فی الطلاق ، باب مواجھۃ الرجل بالطلاق ۲ / ۱۰۱ ، واخرجہ ابن ماجۃ فی الطلاق باب مایقع بہ الطلاق: ۱ / ۱۴۸

(۲۷) فتح الباری: ۹/۴۴۷، وعمدۃ القاری: ۲۰/۲۳۰۔

اس تعلیق کو ذہلی نے زہریات میں موصولاً نقل کیا ہے ۔ (۲۸)

۴۹۵۶/۴۹۵۷ : حدثنا أبو نُعَيم : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ غَسِيلٍ ، عَنْ حَمْزَةَ بْنِ أَبِي أُسَيْدٍ ، عَنْ أَبِي أُسَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قالَ : خَرَجْنا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ حَتَّى انْطَلَقْنَا إِلَى حائِطٍ يُقَالُ لَهُ : الشَّوْطُ ، حَتَّى انْتَهَيْنَا إِلَى حائِطَيْنِ ، فَجَلَسْنَا بَيْنَهُمَا ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (اجْلِسُوا هَا هُنَا) . وَدَخَلَ ، وَقَدْ أُتِيَ بِالْجَوْنِيَّةِ ، فَأُنْزِلَتْ في بَيْتٍ في نَخْلٍ في بَيْتِ أُمَيْمَةَ بِنْتِ النُّعْمَانِ بْنِ شَرَاحِيلَ ، وَمَعَهَا دَايَتُهَا حاضِنَةٌ لَهَا ، فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهَا النَّبِيُّ ﷺ قالَ : (هَبِي نَفْسَكِ لِي) . قالَتْ : وَهَلْ تَهَبُ المَلِكَةُ نَفْسَهَا لِلسُّوقَةِ ؟ قالَ : فَأَهْوَى بِيَدِهِ يَضَعُ يَدَهُ عَلَيْهَا لِتَسْكُنَ ، فَقَالَتْ : أَعُوذُ بِاللهِ مِنْكَ ، فَقَالَ : (قَدْ عُذْتِ بِمَعَاذٍ) . ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْنَا فَقَالَ : (يَا أَبَا أُسَيْدٍ ، اكْسُهَا رَازِقِيَّتَيْنِ ، وَأَلْحِقْهَا بِأَهْلِهَا) .

(۴۹۵۷) : وَقالَ الحُسَيْنُ بْنُ الْوَلِيدِ النَّيْسَابُورِيُّ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، عَنْ عَبَّاسِ بْنِ سَهْلٍ ، عَنْ أَبِيهِ وَأَبِي أُسَيْدٍ قالَا : تَزَوَّجَ النَّبِيُّ ﷺ أُمَيْمَةَ بِنْتَ شَرَاحِيلَ . فَلَمَّا أُدْخِلَتْ عَلَيْهِ بَسَطَ يَدَهُ إِلَيْهَا ، فَكَأَنَّهَا كَرِهَتْ ذٰلِكَ . فَأَمَرَ أَبَا أُسَيْدٍ أَنْ يُجَهِّزَهَا وَيَكْسُوَهَا ثَوْبَيْنِ رَازِقِيَّيْنِ .

حدثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ أَبِي الْوَزِيرِ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ، عَنْ حَمْزَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، وَعَنْ عَبَّاسِ بْنِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ ، عَنْ أَبِيهِ بِهٰذَا . [ر : ۵۳۱۴]

مذکورہ دونوں حدیثوں میں امام بخاری رحمہ اللہ نے ابنۃ الجون کا واقعہ لکھا ہے صحیح بخاری میں اس طرح کے دو واقعات ہیں :

## ابنۃ الجون کا واقعہ

① ایک واقعہ تو یہاں احادیث باب میں ہے ، حضرت ابو اسید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک نخلستان کی طرف نکلے ، جس کو "شوط" کہا جاتا تھا ، جب ہم اس کی دو دیواروں کے پاس پہنچے تو وہاں بیٹھ گئے ، آپ نے فرمایا یہیں بیٹھے رہو ، آپ اندر تشریف لے گئے ، وہاں جونیہ (جس کا نام امیمہ تھا) لائی گئی تھی ، امیمہ کو نخلستان میں واقع

(۲۸) فتح الباری : ۹/۴۴۷۔

ایک گھر میں اتارا گیا تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے قریب ہوئے تو فرمایا هَبِیْ نَفْسَکِ (اپنی جان ھبہ کرو) اس نے کہا وَهَلْ تَهَبُ الْمَلِكَةُ نفسها لِلسُّوْقَةِ؟ کیا شہزادی رعایا (اور عام آدمی) کو اپنا نفس ھبہ کرسکتی ہے؟ آپؐ نے اپنا ہاتھ اس پر رکھنے کے لئے بڑھایا تاکہ اس کو تسکین دیں، اس نے کہا أَعوذ باللّٰہِ مِنْكَ (میں آپ سے اللہ کی پناہ چاہتی ہوں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قدعُذتِ بِمَعاذ (تو نے ایسی ذات کی پناہ مانگی ہے جس کی پناہ مانگی جاتی ہے) پھر آپ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا اے ابواسید! اس کو دو رازقی کپڑے پہنا کر اس کے گھر والوں کے پاس پہنچادو۔

ابن سعد کی روایت میں اس میں قدرے اضافہ ہے، اس میں ابواسید فرماتے ہیں کہ نعمان بن الجون کندی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اسلام قبول کرتے ہوئے آیا اور آپؐ سے کہا کہ میں (اپنی بیٹی) عرب کی خوبصورت ترین خاتون سے آپ کی شادی نہ کرادوں؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حامی بھرلی اور شادی کرلی، خاتون کو لانے کے لئے ابواسید رضی اللہ عنہ کو بھیجا گیا، ابواسید جاکر اسے لائے اور بنوساعدہ کے مذکورہ باغ میں واقع گھر میں اسے اتارا اور آکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گئے اور وہاں یہ واقعہ پیش آیا۔ (۲۹)

صحیح بخاری کی احادیث باب سے چند باتیں سامنے آتی ہیں ایک یہ کہ مذکورہ عورت کا نام امیمہ بنت نعمان بن شراحیل تھا، دوسری یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شادی اور نکاح کیا تھا اور تیسری یہ کہ مذکورہ خاتون اس نکاح پر راضی نہیں تھی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی ناراضگی کا علم نہیں تھا، جب آپ اس کے قریب گئے اور اس نے ناراضی کا اظہار کیا اور آپ کو اس کی ناراضی کا علم ہوگیا تو دو رازقی کپڑے متعہ کے طور پر دے کر اسے طلاق دیتے ہوئے رخصت کیا۔

اب یہ بات رہ جاتی ہے کہ وہ کیوں راضی نہیں تھی، روایات باب میں اس کا ذکر نہیں اتنی بات تو متعین ہے کہ اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رتبہ، آپ کے مقام اور عظمت کا علم نہیں تھا، وهل تهب الملكة نفسها للسوقة کے الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام نبوت اور عظمت شان سے وہ ناواقف تھی، اب اس طرح کا ایک دوسرا واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔

(۲۹) فتح الباری: ۴۴۸/۹، وطبقات ابن سعد، ذکر من تزوج رسول اللہ ﷺ من النساء فلم یجمعهن: ۱۴۴/۱۴۳/۸۔

❷ یہ دوسرا واقعہ امام بخاری رحمہ اللہ نے آگے کتاب الاشربۃ میں باب الشرب فی الاقداح کے تحت ذکر کیا ہے، حضرت سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عرب کی ایک عورت کا ذکر کیا گیا تو آپؐ نے ابواسید ساعدی کو حکم دیا کہ اس کے پاس پیغام بھیجیں، ابواسید نے اس کے پاس پیغام بھیجا، تو وہ آگئی اور بنو ساعدہ کے مکانات میں ٹھہر گئی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نکل کر اس کے پاس تشریف لے گئے تو دیکھا کہ وہ عورت اپنا سر جھکائے ہوئے تھی جب اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گفتگو کی تو اس نے کہا "اعوذ باللہ منک" آپ نے فرمایا میں نے تجھ کو پناہ دے دی (اور اس کو رخصت کر دیا)

لوگوں نے اس عورت سے بعد میں پوچھا کہ کیا تو جانتی ہے کہ یہ کون تھے؟ اس نے کہا نہیں، لوگوں نے بتایا کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھے جو تمھارے پاس پیغام نکاح لے کر آئے تھے تب اس عورت نے کہا کہ میں بدبخت ہوں۔

ابن سعد کی روایت میں ہے کہ جونیہ کا نام اسماء بنت النعمان بن ابی الجون تھا، جب وہ لائی گئی تو اس کو بنانے اور سنوارنے کے لئے ازواج مطہرات میں سے حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ گئیں، چونکہ وہ بہت حسین تھی اس لئے انہیں ڈر ہوا کہ اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سے شادی ہوگئی تو آپؐ کی پوری توجہ اس کی طرف ہوجائے گی اس لئے اس کو ورغلا کر ان دونوں میں سے ایک نے اس سے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب تمہارے قریب آئیں تو تم "اعوذ باللہ منک" کہنا کیونکہ اس وقت ان کو یہ جملہ اچھا لگتا ہے، چنانچہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے قریب گئے تو اس نے مذکورہ جملہ کہا جس کی وجہ سے آپؐ نے طلاق دیدی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بعد میں حقیقت حال معلوم ہوئی کہ بعض ازواج مطہرات نے اس کو یہ جملہ کہنے پر آمادہ کیا تھا تو آپؐ نے فرمایا "انهن صواحب یوسف وکیدهن عظیم" (۳۰)

---

(۳۰) فتح الباری: ۴۴۹/۹۔ وطبقات ابن سعد: ۱۴۴/۸۔ ۱۴۵۔

یہاں کسی کو یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ وہ عورت اس جملہ کہنے پر کیوں آمادہ ہوگئی اور اس طرح ورغلانے میں کیوں آگئی جبکہ وہ اس جملے کے معنی سمجھتی تھی کہ یہ جملہ مخاطب سے پناہ مانگنے کے لیے ہے اور مخاطب اس سے خوش ہونے کے بجائے ناراض ہوگا، اس کا جواب یہ دیا جاسکتا ہے کہ درحقیقت عہد جاہلیت میں قبائل عرب میں یہ بات مشہور تھی کہ جو عورت صحبت کے لیے تیار نہ ہو اور اس کے ساتھ زبردستی جماع کیا جائے تو اس کا بچہ قوی اور شریف ہوتا ہے، صحبت کے لیے عورت کا ازخود راضی ہوجانا اور اس کی خواہش کے نتیجہ میں عورت کا بہ رغبت فرش مرد بن جانا اچھا نہیں سمجھا جاتا تھا بلکہ اس سلسلہ میں عورت کی بے رغبتی ہی کو اچھا

یہ ربیع الاول سن نو ھجری کا واقعہ ہے ۔ (۳۱)

## کیا مذکورہ دونوں واقعات ایک ہیں یا الگ؟

مذکورہ دونوں واقعات کو تو بعض حضرات نے ایک ہی واقعہ شمار کیا ہے لیکن چند چیزیں مشترک ہونے کے باوجود کچھ باتیں ان میں مختلف ہیں۔

مثلاً یہ کہ پہلے واقعہ میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امیمہ سے شادی کی تھی اس لئے امام بخاری نے اس واقعہ کو اس باب کے تحت ذکر کیا، ظاہر ہے طلاق اسی وقت دی جاسکتی ہے جب پہلے نکاح ہوا ہو "الحقی باھلک" کو طلاق پر اسی وقت محمول کیا جاسکتا ہے جب پہلے نکاح کا ثبوت مانا جائے، اگر نکاح نہیں ہوا تھا تو پھر "الحقی باھلک" کے الفاظ طلاق شمار نہیں ہوں گے اور ترجمۃ الباب "وھل یواجہ الرجل بالطلاق" ثابت نہیں ہوسکے گا، علامہ ابن عبدالبر نے اس عورت کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح پر اجماع نقل کیا ہے ۔ (۳۲)

جبکہ دوسرے واقعہ میں شادی کا ذکر نہیں، بلکہ تصریح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف پیغام نکاح دیا تھا، اسی طرح پہلے واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خاتون راضی نہیں تھی جبکہ دوسرے واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ راضی تھی لیکن اس نے "اعوذباللہ منک" کا کلمہ دھوکہ میں آکر کہہ دیا اور حقیقت حال معلوم ہونے پر بعد میں اس کو افسوس ہوا۔

اس لئے بظاہر یہ دونوں الگ الگ واقعات ہیں۔

---

خیال کیا جاتا تھا "اعوذ باللہ منک" میں بھی اظہار بے رغبتی ہے ممکن ہے اس نے یہ جملہ دوسری عورتوں کے کہنے پر اسی تاثر کے تحت کہا ہو مشہور حماسی شاعر ابو کبیر ہذلی تابط شرا کی تعریف اسی حوالے سے کرتے کہتا ہے:

ممن حملن به وهن عواقد
حبك النطاق فشب غير مهبل
حملت به في ليلة مزؤدة
كرها وعقد نطاقها لم يحلل

❶ یعنی وہ جوان ان لوگوں میں سے ہے جن کے ساتھ عورتیں اس حال میں حاملہ ہوتی ہیں کہ وہ تہہ بند کی رسیوں کو گرہ لگائے ہوتی ہیں (یعنی وہ صحبت کے لیے تیار نہیں ہوتی ہیں) چنانچہ وہ پھرتیلا ہو کر جوان ہوا۔

❷ اس کی ماں اس کے ساتھ حاملہ ہوئی ایک خوف و گھبراہٹ کی رات زبردستی اور مجبوری کی حالت میں؛ اس حال میں کہ اس کے کمربند کی گرہ نہیں کھولی گئی تھی۔

(۳۱) طبقات ابن سعد: ۱۴۵/۸۔

(۳۲) دیکھئے الاستیعاب لابن عبدالبر (علی ہامش الأصابة) ۲۲۸/۴۔

یہاں حدیث باب میں اس خاتون کا نام امیمہ آیا ہے ، بعض روایات میں اسماء ہے ، بعض حضرات نے فرمایا کہ امیمہ لقب اور اسماء نام ہے ، (۴۳) لیکن قوی بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ دوسرے واقعہ میں جس عورت کا ذکر ہے اسماء اس کا نام ہے ، پہلا واقعہ حضرت ابواسید سے مروی ہے اور دوسرا واقعہ حضرت سہل سے چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں :

"القصة التی فی حدیث ابی اسید فیها اشیاء مغایرة لهذه القصة فیقوی التعدد، و یقوی ان التی فی حدیث ابی اسید اسمها امیمة والتی فی حدیث سهل اسمها اسماء، واللّٰه اعلم، وامیمة کان قد عقد علیها ثم فارقها، وهذه لم یعقد علیها بل جاء لیخطبها فقط" (۴۴)

## کیا اس طرح کئی واقعات پیش آئے ہیں یا ایک واقعہ ہے ؟

اب یہ بات رہ جاتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کے سلسلہ میں اس طرح کے متعدد واقعات پیش آئے ہیں یا صرف ایک واقعہ پیش آیا ہے ؟

حقیقت یہ ہے کہ اس کے متعلق روایات میں بہت زیادہ اختلاف پایا جاتا ہے اس کا اندازہ آپ اس سے لگائیں کہ روایات میں اس سلسلے میں عورتوں کے تقریباً ۱۰ نام ملتے ہیں ❶ امیمہ بنت النعمان بن شراحیل ❷ اسماء بنت النعمان بن الحارث بن شراحیل ❸ فاطمہ بنت الضحاک بن سفیان ❹ عمرہ بنت یزید بن عبید ❺ عمرہ بنت الجون ❻ عمرہ بنت معاویہ کندیہ ❼ سنا بنت سفیان بن عوف کلابیہ ❽ عالیہ بنت ظبیان بن عمرو ❾ امامة ❿ ملیکة (۴۵)

پھر فراق اور جدا کرنے کے متعلق بھی مختلف اسباب کا ذکر ملتا ہے ۔

❶ بخاری کی روایت میں ہے کہ اس نے "اعوذ باللّٰه منک" کہا تھا ۔

❷ بعض روایات میں ہے کہ جب آپ داخل ہوئے اور اس کو بلایا تو اس نے کہا تعال انت جسکی وجہ سے آپ نے طلاق دیدی ۔

❸ بعض روایات میں ہے کہ وہ برص زدہ تھی اس لئے آپ نے طلاق دی ۔ (۴۶)

---

(۴۳) فتح الباری: ۹/ ۴۴۸ ۔

(۴۴) فتح الباری: ۹/ ۴۴۹ ۔

(۴۵) دیکھئے طبقات ابن سعد، ذکر من تزوج رسول اللہ ﷺ من النساء فلم یجمعهن: ۸/ ۱۴۱ ۔ ۱۴۹، وفتح الباری: ۹/ ۴۴۹، واسد الغابة فی معرفة الصحابة، ذکر زوجاته ﷺ: ۱/ ۱۴۳ ۔

(۴۶) فتح الباری: ۹/ ۴۴۷ ۔

علامہ ابن اثیر اسد الغابۃ میں لکھتے ہیں :

" واما اللواتی تزوجھن ، ولم یدخل بھن ، او خطبھن ولم یتم لہ العقد او استعاذت منہ ففارقھا، فقد اختلف فیھن، وفی اسباب فراقھن اختلافاً کثیراً" (۳۷)

اور علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

" الاختلاف فیھا (ای فی الکندیۃ) وفی صواحباتھا اللواتی لم یجتمع بھن عظیم " (۳۸)

## مذکورہ عورت کا انجام

پھر جس عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پناہ مانگی تھی ، اس کے انجام کے متعلق بھی روایات میں اختلاف ہے ۔

❶ بعض روایات میں ہے کہ وہ عورت بعد میں پچھتاتی رہی ، یہاں تک کہ وہ اس غم کی وجہ سے مرگئی (۳۹)

❷ بعض روایات میں ہے کہ حضورؐ سے پناہ مانگنے والی اسماء بنت النعمان نامی عورت نے ابواسید سے پوچھا کہ میں اب کیا کروں ؟ ابواسید نے کہا اپنے گھر میں باپردہ ہوکر رہ اور کوئی شخص تجھ سے نکاح کی امید نہ رکھے ، چنانچہ وہ اسی طرح رہی ، یہاں تک کہ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں انتقال کرگئی (۴۰)

❸ اور ایک روایت میں ہے کہ اسماء بنت النعمان نے اس کے بعد مہاجر بن امیہ مخزومی سے شادی کی حضرت عمرؓ کو جب علم ہوا تو اس کو سزا دینے کا ارادہ کیا لیکن اس نے کہا واللہ ماضرب علی حجاب، ولا سمیت بام المؤمنین (یعنی بخدا میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم میں نہیں آئی اور نہ ہی "ام المؤمنین" کا لقب مجھے ملا ہے ) تو حضرت عمرؓ نے ارادہ ترک کیا ۔

مہاجر ابن امیہ کے بعد قیس بن مکشوح نے اس کے ساتھ نکاح کیا (۴۱)

(۳۷) اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ: ۱/۱۳۳، ذکر زوجاتہ ﷺ ۔

(۳۸) اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ: ۷/۱۵ ۔ (اسماء بنت النعمان، رقم الحدیث: ۶۷۱۶)

(۳۹) فتح الباری: ۹/۴۵۰ ۔

(۴۰) دیکھئے الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ (القسم الاول اسماء بنت النعمان): ۴/۲۳۳ ۔

(۴۱) الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ۴/۲۳۳، وطبقات ابن سعد: ۸/۱۴۷ ۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جدائی اختیار کرنے والی ایک عورت کے بارے میں ہے کہ وہ بعد میں مینگنیاں چنا کرتی تھی لیکن ابن سعد کی روایت میں ہے کہ یہ وہ عورت تھی جس نے آیت تخییر نازل ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار کرنے کے بجائے جدائی اختیار کرلی تھی، بعد میں وہ اپنے اس فیصلہ پر بڑی نادم تھی اور اس کی حالت یہ ہوگئی تھی کہ مینگنیاں چن چن کر بیچتی تھی اور اپنے آپ کو بدبخت کہتی تھی۔ (۴۲) اب ذرا روایت کے الفاظ دیکھ لیں۔

حدثنا ابونعیم: وَقَدْ أُتِيَ بِالْجَوْنِيَّةِ

یہ واقعہ ربیع الاول سن ۹ ھجری کا ہے جیسا کہ گذر چکا: حائط کھجور کے باغ کو کہتے ہیں۔ (۴۳)

فانزلت فی بیت فی نخل فی بیت امیمة بنت النعمان

امیمة مرفوع ہے، یہ یا تو "الجونیة" سے بدل ہے اور یا عطف بیان ہے دوسرا "فی بیت" تنوین کے ساتھ ہے، "امیمة" کی طرف مضاف نہیں ہے "فی بیت" کو مکرر ذکر کیا گیا ہے، چونکہ مقصود یہ بتانا تھا کہ وہ گھر نخلستان میں واقع تھا اس لئے پہلے "فی بیت" کے بعد "فی نخل" کا اضافہ کیا گیا لیکن "فی نخل" کے اضافہ سے کسی کو یہ وہم ہوسکتا تھا کہ یہ بدل الغلط ہے اور مراد نخلستان میں اتارنا ہے جہاں گھر نہیں تھا، اس وہم کو دور کرنے کے لئے دوبارہ "فی بیت" کو ذکر کیا گیا کہ نخلستان میں گھر تھا، اس گھر میں اتارا گیا تھا، چنانچہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قولہ: "فی بیت فی نخل فی بیت" لما کان المقصود ذکر نزولها فی بیت واقع فی نخل، ولم یکن لفظ "فی بیت" کافیا، لذلک، زاد لفظ "فی نخل" فتوهم ان یکون بدلا غلطا عنه، او یکون المعنی انزلها فی نخل، الا ان ذکر البیت تشبیها او مجازا، اعاد لفظ "البیت" ثانیاً لدفع هذه الاحتمالات (۴۴)

---

(۴۲) طبقات ابن سعد، ذکر تخییر نساءه: ۱۹۱/۸، وانظر ایضا: ۱۹۲/۸۔

(۴۳) الحائط: هو البستان من النخیل، اذا کان علیه جدار (عمدة القاری: ۲۳۱/۲۰۔)

(۴۴) لامع الدراری: ۲۳۱/۹، کتاب الطلاق۔

## ومعها دایتها حاضنة لها

یعنی اس کے ساتھ اس کی پرورش کرنے والی دایہ تھی، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ اس دایہ کا نام مجھے معلوم نہ ہوسکا۔ (۴۵)

## وَهَلْ تهب المَلِكَة نفسها للسُّوْقَة

سوقة بازاری کو نہیں کہتے بلکہ سُوْقة اس شخص کو کہتے ہیں جو عامی ہو اور بادشاہ کے خاندان سے اس کا تعلق نہ ہو، مفرد جمع دونوں کے لئے آتا ہے، بازاری شخص کو عربی میں "سُوْقی" کہا جاتا ہے۔ (۴۶)

## ایک اشکال اور اس کا جواب

بعض لوگوں نے اس پر اشکال کیا ہے کہ اس مکالمہ سے تو معلوم ہوتا ہے. کہ نکاح نہیں ہوا تھا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس کیسے گئے اور اس کی طرف ہاتھ کیسے بڑھایا، نکاح سے پہلے تو یہ درست نہیں معلوم ہوتا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ عورت سے اس کی اجازت کے بغیر نکاح کرلیں، کسی عورت کے پاس آپؐ کا پیغام نکاح بھیجنا، اس کو لے آنا اور اس میں رغبت اختیار کرنا نکاح کے لئے کافی ہے "ھبی لی نفسک" کے الفاظ تو صرف تطییب خاطر کے لئے کہے تھے چنانچہ حافظ لکھتے ہیں:

> والجواب انہ ﷺ کان لہ ان یزوج من نفسہ بغیر اذن المراۃ، وبغیر اذن ولیھا، فکان مجرد ارسالہ الیھا واحضارھا، ورغبتھا فیھا کافیا فی ذلک، ویکون قولہ: "ھبی لی نفسک" تطییبا لخاطرھا، واستمالۃ لقلبھا۔ (۴۷)

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک راجح جواب یہ ہے کہ نکاح اس واقعہ سے پہلے ہوچکا تھا، روایت میں "تزوج" کا لفظ صراحتاً موجود ہے اس وقت "

(۴۵) فتح الباری: ۹/۴۴۸۔

(۴۶) عمدۃ القاری: ۲۰/۲۳۱، وفتح الباری: ۹/۴۴۸۔

(۴۷) فتح الباری: ۹/۴۵۰۔

ھبی لی نفسک" کا جملہ آپ نے تقریب اور تالیف کے لئے فرمایا تھا ورنہ نفس نکاح تو اس سے پہلے ہوچکا تھا۔ (۴۸)

## قدعذت بمعاذ

معاذ: میم کے فتحہ کے ساتھ ظرف مکان ہے اسم مکان العوذ، علامہ عینی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مصدر میمی بھی ہوسکتا ہے۔ ظرف مکان کی صورت میں ترجمہ ہوگا "تو نے ایسی ذات کی پناہ لی جو پناہ گاہ ہے" اور مصدر میمی کی صورت میں مصدر بمعنی اسم فاعل ہوگا، ترجمہ ہوگا "تو نے پناہ دینے والی ذات کی پناہ لی۔" (۴۹)

## اکسیھا رازقیین

رازقیین صفت ہے ای ثوبین رازقیین، یہ تثنیہ ہے رازقی کا یہ سفید کتان کا لمبا کپڑا ہوتا تھا۔ (۵۰)

## الحقھا باھلھا

اس روایت میں خطاب حضرت ابواسید سے ہے اور پہلی روایت میں خطاب براہ راست اس عورت سے تھا، ممکن ہے پہلے عورت سے "الحقی باھلک" کہا ہو اور بعد میں نکل کر حضرت ابواسید سے یہ جملہ فرمایا۔

"الحقی باھلک" کنایات طلاق میں سے ہے، اگر کوئی یہ لفظ اپنی بیوی سے کہہ دے اور طلاق کی نیت ہو تو طلاق واقع ہوجائے گی، اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

## وقال الحسین بن الولید النیسابوری.....

یہ تعلیق ہے، ابونعیم نے اس کو مستخرج میں موصولا نقل کیا ہے (۵۱) اس سے پہلے یہ روایت امام بخاری نے ابونعیم سے نقل کی ہے حسین اور ابونعیم دونوں عبدالرحمن بن الغسیل سے

---

(۴۸) دیکھئے تعلیقات لامع الدراری: ۹/۲۴۳۔

(۴۹) عمدۃ القاری: ۲۰/۲۳۲۔

(۵۰) عمدۃ القاری: ۲۰/۲۳۲۔

(۵۱) فتح الباری: ۹/۴۵۱۔

نقل کررہے ہیں لیکن عبدالرحمن کے شیخ دونوں روایات میں مختلف ہیں، ابونعیم کی روایت میں عبدالرحمن کے شیخ حمزہ ہیں اور حسین کی روایت میں ان کے شیخ عباس بن سہل ہیں۔

اس کے بعد امام بخاری رحمہ اللہ نے تیسرا طریق عبداللہ بن محمد سے نقل کیا ہے اس میں عبدالرحمن کے دونوں شیوخ کا ذکر ہے حمزہ کا بھی اور عباس بن سہل کا بھی، معلوم ہوا عبدالرحمن کے پاس یہ حدیث حمزہ اور عباس دونوں کے واسطے سے ہے۔

## ابراہیم بن ابی الوزیر

ابراہیم بن ابی الوزیر حجازی ہیں، ابوالوزیر کا نام عمر بن مطرف ہے، ابراہیم کا زمانہ امام بخاری نے پایا ہے لیکن ان سے امام کی ملاقات نہیں ہوسکی، اس لئے امام ان سے بالواسطہ روایت نقل کرتے ہیں، سن ۲۱۰ ھجری کے قریب ان کی وفات ہوئی ہے بخاری میں ان کی صرف یہی ایک روایت ہے۔ (۵۲)

٤٩٥٨ : حدثنا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ : حَدَّثَنَا هَمَّامُ بْنُ يَحْيَى . عَنْ قَتَادَةَ : عَنْ أَبِي غَلَّابٍ يُونُسَ بْنِ جُبَيْرٍ قالَ : قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ : رَجُلٌ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَهْيَ حائِضٌ ؟ فَقَالَ : تَعْرِفُ ابْنَ عُمَرَ ، إِنَّ ابْنَ عُمَرَ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَهْيَ حائِضٌ ، فَأَتَى عُمَرُ النَّبِيَّ ﷺ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ . فَأَمَرَهُ أَنْ يُرَاجِعَهَا ، فَإِذَا طَهُرَتْ فَأَرَادَ أَنْ يُطَلِّقَهَا فَلْيُطَلِّقْهَا ، قُلْتُ : فَهَلْ عَدَّ ذٰلِكَ طَلَاقًا ؟ قالَ : أَرَأَيْتَ إِنْ عَجَزَ وَاسْتَحْمَقَ . [ر : ٤٦٢٥]

اس حدیث کی مناسبت ترجمۃ الباب کے پہلے جزء "من طلق" سے تو بالکل ظاہر ہے اور دوسرے جزء "وھل یواجہ الرجل" کے ساتھ بھی اس کی مناسبت ابن منیر نے بیان فرمائی ہے اور وہ یہ کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اپنی بیوی کو نافرمانی کی وجہ سے طلاق دی تھی اور ایسی صورت میں آدمی عموماً بالمشافہہ اور بیوی کو براہ راست طلاق دیتا ہے، اس لئے حدیث کی مناسبت ترجمۃ الباب کے دونوں جزءوں سے ہے۔ (۵۳)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ کہنا کہ حضرت ابن عمرؓ نے نافرمانی کی وجہ سے بیوی کو

---

(۵۲) مذکورہ تفصیل کے لئے دیکھئے فتح الباری: ۹/۳۵۱۔

(۵۳) فتح الباری: ۹/۳۵۱۔

طلاق دی تھی غیر مستند ہے بلکہ مسند امام احمد کی ایک روایت میں ہے :

"کان تحتی امراۃ احبھا، وکان عمر یکرھھا، فقال: طلقھا، فاتیت النبی ﷺ، فقال: اطع اباک" (۵۴)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس روایت میں جس عورت کا ذکر ہے شاید اسی عورت کو حالت حیض میں حضرت ابن عمرؓ نے طلاق دی تھی اور ظاہر ہے یہ طلاق نافرمانی کی وجہ سے نہیں دی تھی بلکہ اپنے والد کے حکم کی اطاعت میں دی تھی، ورنہ بذات خود تو وہ اسے چاہتے تھے۔ (۵۵)

## ٣ – باب : مَنْ أَجَازَ طَلَاقَ الثَّلَاثِ .

لِقَوْلِ ٱللهِ تَعَالَى : «الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ» /البقرة: ٢٢٩/.
وَقَالَ ٱبْنُ الزُّبَيْرِ فِي مَرِيضٍ طَلَّقَ : لَا أَرَى أَنْ تَرِثَ مَبْتُوتَتُهُ .
وَقَالَ الشَّعْبِيُّ : تَرِثُهُ ، وَقَالَ ٱبْنُ شُبْرُمَةَ : تَزَوَّجُ إِذَا ٱنْقَضَتِ الْعِدَّةُ ؟ قَالَ : نَعَمْ ، قَالَ : أَرَأَيْتَ إِنْ مَاتَ الزَّوْجُ الْآخَرُ ؟ فَرَجَعَ عَنْ ذٰلِكَ .

یہاں دو مسئلے ہیں اور ترجمۃ الباب سے ان دونوں کی طرف اشارہ ہوسکتا ہے۔

### تین طلاقیں ایک ساتھ دینا جائز ہے کہ نہیں ؟

پہلا مسئلہ ہے کہ تین طلاقیں ایک ساتھ دینا جائز ہے کہ نہیں؟ امام ابوحنیفہ اور اور امام مالک"

(۵۴) فتح الباری: ۹/۳۵۲۔

(۵۵) فتح الباری: ۹/۳۵۲۔

(٣) (مرتان) يطلق مرة بعد مرة ، والسنة أن لا يطلق المرة الثانية قبل أن تنتهي عدة الطلقة الأولى . (تسريح) تطليق للمرة الثالثة التي ليس بعدها رجعة . (وقال ابن الزبير) هو عبدالله رضي الله عنه ، والمراد المريض مرض الموت ، والمبتوتة : هي التي طلقت طلاقًا بائنًا ، كأن قال لها : أنت طالق البتة ، أو طلقها ثلاثًا ، أو الطلقة الثالثة ، أو طلقها طلقة واحدة وانتهت عدتها قبل موته . ويسمى هذا الطلاق طلاق الفارّ ، أي طلقها ليفر من ميراثها ، وفي توريثها خلاف لدى المذاهب ، فمنهم من يورثها إذا مات وهي في العدة كالحنفية ، ومنهم من ورثها مطلقًا ولو مات بعد انقضاء العدة كالحنابلة والمالكية ، ومنهم من لم يورثها مطلقًا كالشافعية . (وقال ابن شبرمة ..) أي قال ابن شبرمة للشعبي : هل تتزوج هذه المرأة بعد انقضاء العدة وقبل وفاة الزوج الأول أم لا ؟ فقال : تتزوج ، فقال ابن شبرمة : أخبرني إذا مات الزوج الثاني عند موت الأول هل ترثه ؟ فتكون قد ورثت من زوجين معًا في حالة واحدة ، فرجع الشعبي عن قوله في توريثها .

کے نزدیک جائز نہیں، امام احمد رحمہ اللہ کی بھی ایک روایت اسی کے مطابق ہے۔ (۱)

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک تین طلاقیں ایک ساتھ دینا حرام نہیں، جائز ہے امام احمد رحمہ اللہ کی دوسری روایت بھی یہی ہے۔ (۲)

امام شافعی رحمہ اللہ کا استدلال حضرت عویمر عجلانیؓ کے قصے سے ہے کہ لعان سے فارغ ہونے کے بعد انہوں نے بیوی کو تین طلاقیں دیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر نکیر نہیں فرمائی، جس سے جواز معلوم ہوتا ہے۔ (۳)

حنفیہ کی طرف سے اس استدلال کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک لعان میں بیوی کے لعان سے پہلے شوہر کے لعان کرنے سے دونوں کے درمیان فرقت واقع ہوجاتی ہے، لعان کے بعد اگر شوہر طلاق دے گا تو طلاق واقع نہیں ہوگی کیونکہ وہ پہلے سے بائنہ ہوچکی ہے، اس لئے ان کے مذہب کے مطابق مذکورہ واقعہ میں حضرت عویمر کی طلاق واقع نہیں ہوئی، پھر اس سے استدلال کرنا کیسے صحیح ہوگا۔ (۴)

یہ تو امام شافعی رحمہ اللہ کے مذہب کے مطابق ان کے استدلال کا الزامی جواب ہے۔

حنفیہ کے مذہب کے مطابق اس کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے یہ واقعہ تین طلاقیں ایک ساتھ دینے کی ممانعت سے پہلے کا ہو اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نکیر نہیں فرمائی۔ (۵)

اور یہ وجہ بھی ہوسکتی ہے کہ طلاق کے بغیر ہی چونکہ فرقت لعان کی جہت سے واقع ہورہی تھی، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکیر نہیں فرمائی۔

حضرات حنفیہ اور مالکیہ اپنے مذہب پر محمود بن لبید کی روایت سے استدلال کرتے ہیں جس کو امام نسائی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں ایک ساتھ دیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب معلوم ہوا تو آپ غصہ کے عالم میں کھڑے ہوکر فرمانے لگے "ایلعب بکتاب اللہ، وانا بین اظهرکم" (٦)

---

(۱) المغنی لابن قدامة: ۱۰۲/۷، وتکملة فتح الملهم: ۱۵۲/۱، کتاب الطلاق۔

(۲) تکملة فتح الملهم: ۱۵۲/۱۔

(۳) تکملة فتح الملهم: ۱۵۲/۱۔

(۴) احکام القرآن للجصاص: ۴۵۴/۱۔

(۵) احکام القرآن للجصاص: ۴۵۴/۱۔

(٦) سنن النسائی، کتاب الطلاق، باب الثلاث المجموعة ومافیها من التغلیظ: ۹۹/۲۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس روایت کے رجال کو ثقات اور ابن کثیر نے اس کی سند کو جید قرار دیا ہے ۔ (۷)

## کیا تین طلاقیں ایک شمار ہوں گی یا تین

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو تین طلاقیں ایک مجلس میں یا ایک ہی کلمہ میں ایک ساتھ دے تو یہ ایک شمار ہوں گی یا تین، اس میں اختلاف ہے :

❶ جمہور سلف، ائمہ اربعہ اور اکثر علماء کا قول یہ ہے کہ تین شمار ہوں گی اور تین طلاقیں واقع ہوجائیں گی جس کی وجہ سے حرمت مغلظہ ثابت ہوجائے گی، جب تک عورت کسی دوسرے سے نکاح نہ کرے اور اس کے ساتھ ہمبستری نہ ہو اس وقت تک وہ پہلے شوہر کے لئے حلال نہیں ہوگی ۔ (۸)

❷ دوسرا مسلک یہ ہے کہ ایک بھی واقع نہیں ہوگی، شیعہ جعفریہ کا یہی مسلک ہے ۔ (۹) امام نووی رحمہ اللہ نے حجاج بن أرطاۃ، محمد بن اسحاق اور ابن مقاتل کا بھی یہی مسلک نقل کیا ہے ۔ (۱۰)

❸ تیسرا مسلک بعض ظاہریہ، علامہ ابن تیمیہ او رعلامہ ابن قیم کا ہے، یہ حضرات فرماتے ہیں اس صورت میں ایک طلاق رجعی واقع ہوگی، (۱۱) آج کل غیر مقلدین نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے ۔

## ظاہریہ کا پہلا استدلال

یہ حضرات صحیح مسلم میں حضرت ابن عباس ؓ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں، اس میں ہے "کان الطلاق علی عهد رسول الله ﷺ وأبی بکر، وسنتین من خلافة عمر، طلاق الثلاث

---

(۷) فتح الباری: ۴۵۳/۹، وتکملة فتح الملهم: ۱۵۲/۱ ۔

(۸) المغنی لابن قدامة: ۱۰۴/۷ ۔

(۹) شرائع الاسلام للحلی الشیعی: ۵۷/۲ (کذافی التکملة: ۱۵۳/۱ ۔

(۱۰) شرح مسلم للنووی: ۴۷۸/۱، باب طلاق الثلاث ۔

(۱۱) زاد المعاد: ۲۴۸/۵، وتکملة فتح الملهم: ۱۵۳/۱ ۔

واحدة، فقال عمر بن الخطاب: إن الناس قد استعجلوا فی أمر قد کانت لهم فیه أناة، فلو أمضیناه علیهم! فأمضاه علیهم" (۱۲)

اس حدیث میں یہ بات صراحتاً ذکر کی گئی ہے کہ تین طلاقیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم کے عہد خلافت کے ابتدائی دو سالوں میں ایک شمار ہوتی تھیں، پھر حضرت عمرؓ نے انہیں تین قرار دیا۔

## جمہور کی طرف سے اس کے جوابات

جمہور علماء کی طرف سے اس روایت کا متعدد طریقے سے جواب دیا گیا ہے:

❶ ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ ثلث کا واحد قرار دیا جانا غیر مدخول بہا کے لئے تھا، اسحاق بن راہویہ اور زکریا ساجی شافعی نے یہ جواب دیا ہے۔ (۱۳)

لیکن یہ جواب اس وقت درست ہوسکتا ہے جب کوئی "انت طالق، انت طالق، انت طالق" تین بار کہہ کر طلاق دے، اس صورت میں پہلی بار "انت طالق" سے وہ بائنہ ہوجائے گی اور باقی دو کا چونکہ محل نہیں رہا اس لئے ایک ہی طلاق واقع ہوگی لیکن اگر کسی نے "انت طالق ثلاثا" کہہ کر طلاق دی تو ظاہر ہے اس صورت میں "ثلاثا" عدد کو ماقبل سے الگ نہیں کیا جاسکتا اور تین طلاقیں واقع ہوجائیں گی تو پہلی صورت میں غیر مدخول بہا کے حق میں ثلث کو واحد قرار دیا جاسکتا ہے لیکن دوسری صورت میں تین ہی واقع ہوں گی۔ (۱۴)

❷ دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی تین بار الفاظ طلاق کہے اور اس کا مقصد تاکید ہو، تاسیس نہ ہو تو دیانۃً ایسی صورت میں تین طلاقیں واقع نہیں ہوتیں، بلکہ صرف ایک ہوتی ہے۔

عہد نبوی، عہد صدیقی اور ابتدائے عہد فاروقی میں لوگ "انت طالق" کو تین بار کہتے تھے لیکن ان کا مقصود انشاء جدید نہیں ہوتا تھا بلکہ وہ صرف تاکید کی غرض سے دوبارہ اور سہ بارہ "انت طالق" کو دوہرایا کرتے تھے اور لوگوں کی دیانت پر چونکہ اس وقت اعتماد تھا اس لئے تاکید اور تاسیس کے سلسلے میں ان کے قول کا اعتبار کیا جاتا، اگر کوئی شخص تین بار الفاظ طلاق کہنے کے بعد

---

(۱۲) صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب طلاق الثلاث: ۱/۴۷۷۔

(۱۳) فتح الباری: ۹/۴۵۵۔

(۱۴) فتح الباری: ۹/۴۵۵۔

بیان کرتا کہ میری نیت تاکید کی تھی، تاسیس کی نہیں تھی تو اس کا قول قضاءً بھی قبول کیا جاتا۔

لیکن بعد میں جب لوگوں کی کثرت ہوگئی اور دیانت کا معیار وہ پہلا والا نہ رہا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اعلان فرمایا کہ اگر کسی نے تین طلاقیں دیں تو تاکید کا قول معتبر نہیں ہوگا بلکہ ظاہر الفاظ پر فیصلہ کرتے ہوئے اس کو تین طلاق شمار کیا جائے گا۔

یہ جواب ابن سریج سے نقل کیا گیا ہے، ابوالعباس قرطبی اور علامہ نووی نے اس جواب کو اصح الاجوبۃ قرار دیا ہے۔ (۱۵)

❸ تیسرا جواب "واحدۃ" کی تاویل پر مشتمل ہے کہ "کان الثلاث واحدۃ" کے معنی یہ ہیں کہ اس وقت کی تین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک ہوتی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں لوگ عموماً ایک طلاق دیا کرتے تھے لیکن جب حضرت عمرؓ کا زمانہ آیا تو لوگ تین طلاقیں دینے لگے چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تین کے واقع ہونے کا اعلان فرمایا۔

اس جواب کے مطابق عہد نبوی اور عہد فاروقی میں طلقات ثلاث کے حکم میں کوئی تبدیلی نہیں آئی ہے، صرف لوگوں کی عادت میں تبدیلی کا بیان روایت میں ہے، چنانچہ ابوزرعہ فرماتے ہیں: "معنی ھذا الحدیث عندی أن ما تطلقون أنتم ثلاثا کانوا یطلقون واحدۃ، قال النووی: وعلی ھذا فیکون الخبر وقع عن اختلاف عادۃ الناس خاصۃ، لا عن تغیر الحکم فی الواحدۃ" (۱۶)

اس جواب کو ابن العربی رحمہ اللہ نے راجح قرار دیا۔ (۱۷)

## ظاہریہ کا دوسرا استدلال

علامہ ابن تیمیہ اور علامہ ابن قیم کا دوسرا استدلال حدیث رکانہ سے ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، اس میں ہے "طلق رکانۃ بن عبد یزید امرأتہ ثلاثا فی مجلس واحد، فحزن علیھا حزنا شدیدا فسألہ رسول اللہ ﷺ: کیف طلقتھا؟ قال: طلقتھا ثلاثا، قال: فقال: فی مجلس واحد؟ قال: نعم، قال: فانما تلک واحدۃ فارجعھا إن شئت، قال: فراجعھا"

امام احمد اور ابویعلی نے اس حدیث کو نقل کیا ہے اور محمد بن اسحاق کے طریق سے اس

---

(۱۵) مذکورہ تفصیل کے لئے دیکھئے فتح الباری: ۹/۴۵۶، نیز دیکھئے شرح مسلم للنووی: ۱/۴۷۸، وتفسیر قرطبی: ۳/۱۳۰، تفسیر سورۃ البقرۃ۔ المسألۃ الخامسۃ۔

(۱۶) فتح الباری: ۹/۴۵۶۔

(۱۷) فتح الباری: ۹/۴۵۶۔

کو صحیح قرار دیا ہے ۔ (۱۸)

## حدیث رکانہ کا جواب

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت رکانہ کے واقعہ طلاق کے متعلق روایات میں اختلاف ہے ، مذکورہ روایت میں تو "طلقھا ثلاثا" کے الفاظ ہیں لیکن سنن ابی داؤد کی روایت میں "طلقھا البتۃ" کے الفاظ ہیں (۱۹) امام ابوداود رحمہ اللہ نے "البتۃ" والی روایت کو راجح قرار دیا ہے ، اس لئے کہ یہ روایت حضرت رکانہ کے گھر والوں سے مروی ہے اور گھر کے معاملہ میں گھر والوں کو زیادہ علم ہوتا ہے ، (۲۰) اس لئے صحیح بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ حضرت رکانہ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں نہیں دی تھیں بلکہ "انت طالق البتۃ" کے ساتھ طلاق دی تھی اور چونکہ "البتۃ" کا اطلاق تین پر بھی ہوجاتا ہے اگر کوئی اس لفظ سے تین کی نیت کرے ، اس لئے بعض راویوں نے روایت بالمعنی کرتے ہوئے اس کو "طلقھا ثلاثا" سے تعبیر کیا ہے ۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت رکانہ نے "انت طالق البتۃ" کہہ کر طلاق دی تھی اور انہوں نے اس سے ایک طلاق کی نیت کی تھی ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تصدیق فرمائی اور دوبارہ نکاح کا حکم دیا ، حدیث میں رجوع سے دوبارہ نکاح کرنا مراد ہے ، چنانچہ مسئلہ یہی ہے کہ اگر کوئی شخص "أنت طالق البتۃ" کے الفاظ کے ساتھ طلاق دے تو ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور رجوع کی صورت میں دوبارہ نکاح کرنا ہوگا ۔ (۲۱)

اور اگر بالفرض تسلیم کیا جائے کہ حضرت رکانہ نے تین طلاقیں دی تھیں تو بھی اس واقعہ سے جمہور کے خلاف استدلال درست نہیں کیونکہ ابوداود ، ترمذی ، ابن ماجہ اور دارمی کی روایات میں تصریح ہے کہ حضرت رکانہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے قسم کھاکر کہا "واللہ ما أردت الا واحدۃ" (۲۲) کہ میری نیت ایک ہی کی تھی اور یہ بات پہلے گذر چکی ہے کہ عہد نبوی میں تین طلاق دینے کی صورت میں اگر کوئی شخص ان سے ایک ہی طلاق مراد لینے کا دعوی کرتا تو

---

(۱۸) فتح الباری: ۹/۴۵۳۔ ۴۵۴۔

(۱۹) سنن ابی داود، کتاب الطلاق، باب فی البتۃ: ۲/۲۶۳، رقم الحدیث: ۲۲۰۶۔

(۲۰) سنن ابی داود: ۲/۲۶۳۔ ۲۶۴۔

(۲۱) تکملۃ فتح الملہم: ۱/۱۵۹۔

(۲۲) دیکھئے سنن ابی داود، کتاب الطلاق، باب فی البتۃ: ۲/۲۶۳، نیز دیکھئے تکملۃ: ۱/۱۶۰۔

اس کی بات قضاءً قبول کی جاتی۔

اگر تین طلاقیں علی الاطلاق ایک شمار ہوتیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت رکانہ سے حلف نہ لیتے جبکہ علامہ ابن تیمیہ وغیرہ کا مذہب یہی ہے کہ تین طلاقیں مطلقاً ایک شمار ہوں گی، چاہے طلاق دینے والا ان سے تین ہی کی نیت کیوں نہ کرلے۔ (۲۳)

حاصل کلام یہ ہے کہ حضرت رکانہ کے واقعہ سے زیادہ سے زیادہ یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نیتِ تاکید میں ان کی تصدیق فرمائی؛ لہذا اس واقعہ سے اس بات پر استدلال کرنا درست نہیں کہ طلقات ثلاث ایک شمار ہوں گی اگر چہ بنیت تاسیس ہوں۔

پھر علامہ ابن تیمیہ وغیرہ کی مستدل مذکورہ دونوں روایات کا ایک مشترکہ جواب یہ بھی ہے کہ یہ دونوں روایات حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے اور حضرت ابن عباسؓ کا اپنا فتوی طلقات ثلاث کے وقوع کا ہے، جب ان کے فتوی اور بیان کردہ روایت میں تعارض ہوگیا تو ترجیح فتوی کو ہوگی کیونکہ وہ جمہور کے مطابق ہے، چنانچہ ابن المنذر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"لا یظن بابن عباس أنه یحفظ عن النبی ﷺ شیئاً ویفتی بخلافه، فیتعین المصیر إلی الترجیح، والأخذ بقول الاکثر أولی من الأخذ بقول الواحد إذا خالفهم" (۲۴)

حضرت ابن عباسؓ کا یہ فتوی مجاہد کے طریق سے امام ابوداود رحمہ اللہ نے سند صحیح کے ساتھ نقل کیا ہے، مجاہد فرماتے ہیں:

"کنت عند ابن عباس، فجاءه رجل فقال: انه طلق امراته ثلاثا، فسکت حتی ظننت أنه سیردها الیه، فقال: ینطلق أحدکم، فیرکب الحموقة، ثم یقول: یا ابن عباس یا ابن عباس، إن الله قال: "ومن یتق الله یجعل له مخرجا" وإنک لم تتق الله فلا أجدلک مخرجا، عصیت ربک، وبانت منک امراتک" (۲۵)

## جمہور کے دلائل

➊ امام بخاری رحمہ اللہ نے باب میں جو تین احادیث ذکر فرمائی ہیں، یہ تینوں جمہور کی دلیل ہیں، چنانچہ پہلی حدیث میں ہے "فطلقها ثلاثا قبل أن یأمره رسول الله ﷺ" دوسری حدیث

(۲۳) تکملة فتح الملهم: ۱/ ۱۶۰۔

(۲۴) فتح الباری: ۹/ ۴۵۵۔

(۲۵) فتح الباری: ۹/ ۴۵۳،

میں امراۃ رفاعہ کہتی ہے "إن رفاعة طلقني فبتّ طلاقي" اور کتاب الادب کی روایت میں ہے "طلقني آخر ثلاث تطليقات" اور تیسری حدیث میں بھی تین طلاق کا ذکر ہے۔

❷ حضرت حسن بن علیؓ نے اپنی ایک بیوی کو طلاق دی، بعد میں ان کو افسوس ہوا اور فرمانے لگے

"لو لا أني سمعت جدي أو حدثني أبي أنه سمع جدي يقول: أيما رجل طلق امرأته ثلاثا عند الأقراء، أو ثلاثا مبهمة لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره، لراجعتها" (۲۶)

❸ سنن دار قطنی میں حضرت عبادہ بن صامتؓ کی روایت ہے کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دیں، اس کے بیٹے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر کہنے لگے، ہمارے باپ نے ہماری والدہ کو ہزار طلاقیں دی ہیں تو اس پر حضورؐ نے فرمایا "إن أباكم لم يتق الله تعالى فيجعل له من أمره مخرجا، بانت منه بثلاث على غير السنة، وتسعمائة وسبعة وتسعون إثم في عنقه" (۲۷)

پھر اگر یہ تسلیم بھی کیا جائے کہ عہد نبوی اور عہد صدیقی میں تین طلاقیں بنیت تاکید ایک شمار ہوتی تھیں اور قضاءً اس سلسلے میں طلاق دینے والے کے قول کا اعتبار کیا جاتا تھا، تاہم حضرت فاروق اعظمؓ کے زمانے میں مطلقاً تین طلاقوں کے وقوع پر اجماع منعقد ہوگیا، انہوں نے یہ فیصلہ فرمایا کہ تین طلاقیں واقع ہوجائیں گی اگر چہ وہ بنیتِ تاکید ہوں اور تمام صحابہ نے اس کو تسلیم کرلیا، کسی نے مخالفت نہیں کی، چنانچہ امام طحاوی، حافظ ابن عبدالبر، ابن العربی، حافظ ابن حجر اور علامہ ابن الھمام نے طلقات ثلاث کے وقوع پر اجماع نقل کیا ہے۔ (۲۸)

یہی وجہ ہے کہ عرب کے سلفی علماء نے جو عموماً علامہ ابن تیمیہ اور علامہ ابن القیم کے اقوال کو ترجیح دیتے ہیں اس مسئلے میں ان سے اختلاف کیا ہے، اور ان کے قول کو اختیار کرنے کے بجائے انہوں نے اتفاق کے ساتھ جمہور امت کے مطابق تین طلاق کے وقوع کا فتوی دیا ہے۔ (۲۹)

---

(۲۶) السنن الکبری للبیہقی، کتاب الخلع والطلاق، باب ماجاء فی امضاء الطلاق الثلاث: ۷/۳۳۶۔

(۲۷) دیکھئے سنن دارقطنی، کتاب الطلاق: ۴/۲۰، وقال الدار القطنی: "رواته مجهولون، وضعفاء الا شيخنا ابن عبدالباقي۔

(۲۸) دیکھئے شرح معانی الآثار، باب الرجل یطلق امراتہ ثلاثا معا: ۲/۲۹، وشرح موطا للزرقانی: ۳/۱۶۷ وفتح الباری: ۹/۴۵۷ وعمدۃ الاثاث: ۳۷۔

(۲۹) دیکھئے احسن الفتاوی: ۵/۱۲۵

## اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ

امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب کے ثبوت کے لئے مذکورہ آیت پیش کی ہے، اس آیت کریمہ سے ترجمۃ الباب پر دو طریقے سے استدلال ہوسکتا ہے۔

❶ الطلاق مرتان کے دو معنی ہیں مرۃ بعد مرۃ تو جب دو طلاقوں کو جمع کرنا جائز ہے تو تین طلاقوں کو بھی جمع کرنا جائز ہونا چاہئے۔ (۳۰)

لیکن اس پر اشکال کرتے ہوئے علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ قیاس مع الفارق ہے، کیونکہ دو طلاقوں کو جمع کرنے سے حرمت مغلظہ ثابت نہیں ہوتی جبکہ تین طلاقوں کو جمع کرنے سے حرمت مغلظہ واقع ہوجاتی ہے اس لئے ایک کو دوسرے پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ (۳۱)

❷ ترجمۃ الباب کے ثبوت کے لئے دوسرا استدلال اس سے یوں ہوسکتا ہے کہ "او تسریح باحسان" میں "تسریح" کے معنی چھوڑ دینے کے ہیں، یہ عام ہے، تین طلاقیں دے کر چھوڑنے کو بھی شامل ہے، جس سے طلقات ثلاث کے وقوع کا جواز معلوم ہوجاتا ہے، اس کی تائید ابن ابی حاتم کی روایت سے ہوتی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک آدمی حاضر ہوکر پوچھنے لگا کہ "الطلاق مرتان ...." میں اللہ تعالی نے دو طلاقوں کا ذکر کیا ہے، تیسری طلاق کا ذکر کہاں ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "او تسریح باحسان" یہ تیسری کا ذکر ہے (۳۲) اس تفسیر کے مطابق ترجمۃ الباب کے ثبوت پر آیت کریمہ سے استدلال بالکل واضح ہے۔

لیکن "او تسریح باحسان" کی ایک تفسیر سدی سے منقول ہے، اس کے مطابق تسریح یعنی چھوڑنے کا مطلب یہ ہے کہ عورت کو دو طلاق دینے کے بعد عدت گذارنے کے لئے چھوڑ دیا جائے اور رجوع نہ کیا جائے، عدت گذرنے کے بعد عورت آزاد ہوجائے گی، آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ طلاق دو ہی مرتبہ ہے، دو مرتبہ طلاق دینے کے بعد دو صورتیں ہیں کہ یا تو رجوع کرکے بیوی کو اپنے نکاح میں روک لے، یا پھر رجوع نہ کرے، عدت پوری ہونے دے، عدت کے پوری ہونے کے بعد عورت آزاد ہوجائے گی، پھر اس کے بعد آیت کریمہ میں خلع کا بیان

---

(۳۰) عمدۃ القاری: ۲۰/۲۳۳۔

(۳۱) فتح الباری: ۹/۴۵۷۔

(۳۲) عمدۃ القاری: ۲۰/۲۳۳، وفتح الباری: ۹/۴۵۷-۴۵۸۔

ہے اس کے بعد "فان طلقها..." سے تیسری طلاق کا ذکر ہے ۔ (۳۳)

اس تفسیر کے مطابق آیت کریمہ سے ترجمۃ الباب کے ثبوت پر استدلال درست نہیں ہوگا ۔

## وقال ابن الزبیر فی مریض طلق: لاأری أنْ ترِث مبتوتة

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا یہ اثر نقل کیا ہے ، جس کا تعلق امراۃ الفار سے ہے ، اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو مرض الموت میں طلاق دی تو اس صورت میں وہ فار کہلائے گا ، اس کی بیوی کو وراثت ملے گی یا نہیں ، اس میں اختلاف ہے ۔

## امرأۃ الفار کا حکم

حضرات حنفیہ فرماتے ہیں کہ اگر شوہر عورت کے زمانہ عدت میں مرگیا ہے تب تو وراثت ملے گی لیکن اگر عدت گذرنے کے بعد مرا ہے تو پھر وراثت نہیں ملے گی ۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ امراۃ الفار وارث نہیں ہوگی ، شوہر کا انتقال خواہ عدت کے اندر ہو یا عدت گذرنے کے بعد ہو ۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب تک اس نے کسی دوسرے مرد سے نکاح نہیں کیا اس وقت تک وہ وارث ہوگی اور اگر اس نے نکاح کرلیا تو پھر وارث نہیں ہوگی ، ان کے ہاں وراثت ملنے نہ ملنے کا مدار دوسرے کے ساتھ نکاح پر ہے ، عدت پر نہیں ۔

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امراۃ الفار مطلقا وارث ہوگی ، چاہے وہ دس نکاح یکے بعد دیگرے ہی کیوں نہ کرلے (۳۴)

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ وارث نہیں ہوگی ، ان کی اس تعلیق کو امام عبدالرزاق نے موصولا نقل کیا ہے ۔ (۳۵)

---

(۳۳) فتح الباری: ۹/۴۵۸۔

(۳۴) مذاہب کی مذکورہ تفصیل کے لئے دیکھئے ، الابواب والتراجم: ۲/

(۳۵) فتح الباری: ۹/۴۵۸۔

وقال الشعبي: ترثه

امام شعبی فرماتے ہیں امراۃ الفار وارث ہوگی، ان کی اس تعلیق کو سعید بن منصور نے موصولاً نقل کیا ہے۔ (۳۶)

وقال ابن شُبْرُمَة: تَزَوَّجُ إذا انقضت العدة، قال: نعم

تزوج یہ فعل مضارع ہے اصل میں تتزوج ہے، ایک تاء کو تخفیفاً حذف کردیا حرف استفہام یہاں محذوف ہے، (۳۷) قاضی ابن شبرمہ نے شعبی سے کہا "کیا یہ عورت عدت گذرجانے کے بعد شادی کرسکتی ہے؟ شعبی نے کہا "نعم" اس پر قاضی ابن شبرمہ نے اعتراض کرکے کہا إن مات الزوج الآخر یعنی یہ بتائے کہ اگر دوسرا شوہر مرگیا یہاں یہ تعلیق مختصر ہے، دوسری روایت میں ہے "فإن مات هذا أو مات الأول أترث زوجين" (۳۸) یعنی اگر یہ دوسرا شوہر بھی مرگیا اور پہلا شوہر بھی مرگیا تو کیا عورت ایسی صورت میں دونوں شوہروں کی وارث ہوگی؟ آپ کہہ رہے ہیں کہ وہ عدت کے بعد بھی وارث ہوگی تو اب وہ زوج اول کی بھی وارث ہوگی اور زوج ثانی کی بھی وارث ہوگی تو ایک عورت وقت واحد میں دو شوہروں کی وارث بنے گی، اس پر شعبی نے اپنے قول سے رجوع کرلیا اور کہا کہ عدت گذرنے کے بعد وہ وارث نہیں ہوگی اور یہی حنفیہ کا مسلک ہے کہ عدت گذرنے کے بعد اگر زوج اول کا انتقال ہوا ہے تو وراثت کا استحقاق نہیں ہوگا اور اگر عدت گذرنے سے پہلے انتقال ہوا ہے تو چونکہ عقد کا تعلق ابھی قائم ہے لہذا اس کو وارث قرار دیا جائے گا۔

٤٩٥٩ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مالِكٌ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ : أَنَّ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ السَّاعِدِيَّ أَخْبَرَهُ : أَنَّ عُوَيْمِرًا الْعَجْلَانِيَّ جاءَ إِلَى عاصِمِ بْنِ عَدِيٍّ الْأَنْصَارِيِّ ، فَقَالَ لَهُ : يَا عاصِمُ ، أَرَأَيْتَ رَجُلاً وَجَدَ مَعَ ٱمْرَأَتِهِ رَجُلاً ، أَيَقْتُلُهُ فَتَقْتُلُونَهُ ، أَمْ كَيْفَ يَفْعَلُ ؟ سَلْ لِي يَا عاصِمُ عَنْ ذٰلِكَ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ . فَسَأَلَ عاصِمٌ عَنْ ذٰلِكَ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ ، فَكَرِهَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ الْمَسَائِلَ وَعابَهَا ، حَتَّى كَبُرَ عَلَى عاصِمٍ ما سَمِعَ مِنْ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ فَلَمَّا رَجَعَ عاصِمٌ إِلَى

(۳۶) فتح الباری: ۴۵۸/۹۔

(۳۷) عمدۃ القاری: ۲۴۳/۲۰۔

(۳۸) فتح الباری: ۴۵۸/۹۔

أَهْلِهِ . جاءَ عُوَيْمِرٌ فَقَالَ : يا عاصِمُ ، ماذا قالَ لَكَ رَسُولُ اللهِ ﷺ ؟ فَقالَ عاصِمٌ : لَمْ تَأْتِنِي بِخَيْرٍ ، قَدْ كَرِهَ رَسُولُ اللهِ ﷺ المَسْأَلَةَ الَّتِي سَأَلْتُهُ عَنْها ، قالَ عُوَيْمِرٌ : وَاللهِ لا أَنْتَهِي حَتَّى أَسْأَلَهُ عَنْها ، فَأَقْبَلَ عُوَيْمِرٌ حَتَّى أَتَى رَسُولَ اللهِ ﷺ وَسْطَ النَّاسِ ، فَقالَ : يا رَسُولَ اللهِ أَرَأَيْتَ رَجُلاً وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلاً ، أَيَقْتُلُهُ فَتَقْتُلُونَهُ ، أَمْ كَيْفَ يَفْعَلُ ؟ فَقالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (قَدْ أَنْزَلَ اللهُ فِيكَ وَفِي صاحِبَتِكَ ، فَاذْهَبْ فَأْتِ بِها) . قالَ سَهْلٌ : فَتَلاعَنا وَأَنا مَعَ النَّاسِ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ ، فَلَمَّا فَرَغا قالَ عُوَيْمِرٌ : كَذَبْتُ عَلَيْها يا رَسُولَ اللهِ إِنْ أَمْسَكْتُها . فَطَلَّقَها ثَلاثًا ، قَبْلَ أَنْ يَأْمُرَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ .

قالَ ابْنُ شِهابٍ : فَكانَتْ تِلْكَ سُنَّةَ المُتَلاعِنَيْنِ . [ر : ٤١٣]

یہ لعان سے متعلق حضرت عویمر عجلانیؓ کی روایت ہے ، اس پر آگے باب اللعان میں بحث آئے گی ۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں اس کو اس لئے ذکر کیا ہے کہ اس میں حضرت عویمرؓ کے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دینے کا ذکر ہے ، روایت کے آخر میں ہے "فطلقها ثلاثا قبل أن يأمره رسول الله ﷺ" اس جملہ سے امام بخاری رحمہ اللہ نے جمع بین الطلقات الثلاث پر استدلال کیا ہے ۔

## ایک اشکال اور اس کا جواب

یہاں یہ اشکال ہوسکتا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ کے مسلک پر نفس لعان سے فرقت واقع ہوجاتی ہے اور طلاق کا مقصود حاصل ہوجاتا ہے تو پھران کے مذہب کے مطابق حضرت عویمرؓ کی طلاق تو بے محل ہوئی ۔

اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے امام شافعیؒ کے مسلک پر اپنے استدلال کی بنیاد نہیں رکھی ، امام کا مقصد یہ ہے کہ حضرت عویمرؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تین طلاقیں دیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی نکیر نہیں فرمائی تو معلوم ہوا کہ بیک وقت تین طلاقیں دینا جائز ہے ۔ (۳۹)

(۳۹) فتح الباری: ۹/۴۵۹۔

٤٩٦٠/٤٩٦١ : حدّثنا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ قالَ : حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قالَ : حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ قالَ : أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ : أَنَّ عائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ : أَنَّ ٱمْرَأَةَ رفاعَةَ الْقُرَظِيِّ جاءَتْ إِلَى رَسُولِ ٱللهِ ﷺ فَقالَتْ : يا رَسُولَ ٱللهِ ، إِنَّ رِفاعَةَ طَلَّقَنِي فَبَتَّ طَلَاقِي ، وَإِنِّي نَكَحْتُ بَعْدَهُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الزَّبِيرِ الْقُرَظِيَّ ، وَإِنَّمَا مَعَهُ مِثْلُ الْهُدْبَةِ ، قالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (لَعَلَّكِ تُرِيدِينَ أَنْ تَرْجِعِي إِلَى رِفاعَةَ ؟ لَا ، حَتَّى يَذُوقَ عُسَيْلَتَكِ وَتَذُوقِي عُسَيْلَتَهُ) .

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو یہاں ذکر کیاہے کیونکہ اس میں ہے کہ "ان رفاعة طلقنی فبت طلاقی" "فبت طلاقی" میں ایک احتمال تو یہ ہے کہ اس نے "انت طالق البتة" کے الفاظ کے ساتھ طلاق دی تھی ۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس نے تین طلاقیں ایک ساتھ دیں کیونکہ تین طلاقوں سے عصمت نکاح قطع ہوجاتی ہے ۔

اس دوسرے احتمال کی صورت میں ترجمۃ الباب ثابت ہوجاتا ہے ۔

تیسرا احتمال یہ ہے کہ اس نے تین طلاقیں الگ الگ متفرق طور پر دیں ، اس تیسرے احتمال کی تائید ایک دوسرے طریق سے ہوتی ہے جس کو امام نے آگے کتاب الادب میں ذکر کیا ہے ، اس میں ہے "طلقنی آخر ثلاث تطلیقات" (۴۰) ، تو اس صورت میں یہ کہا جائے گا کہ امام بخاری کا مقصد ترجمۃ الباب سے دو چیزوں کو ثابت کرنا ہے ۔

ایک تو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر تین طلاقیں اکھٹی دی جائیں تو ان کا اعتبار کیا جائے گا ، پہلی حدیث سے اس کو ثابت کیا اور دوسری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ تین طلاقیں دینے میں کوئی کراہت نہیں ہے جیساکہ امراۃ رفاعہ کے قصہ میں ہے ۔

(٤٩٦١) : حدّثني محمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا يَحْيَى ، عَنْ عُبَيْدِ ٱللهِ قالَ : حَدَّثَنِي الْقَاسِمُ ٱبْنُ مُحَمَّدٍ ، عَنْ عائِشَةَ : أَنَّ رَجُلاً طَلَّقَ ٱمْرَأَتَهُ ثَلَاثًا ، فَتَزَوَّجَتْ فَطَلَّقَ ، فَسُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ : أَتَحِلُّ لِلْأَوَّلِ ؟ قالَ : (لَا ، حَتَّى يَذُوقَ عُسَيْلَتَهَا كَمَا ذَاقَ الْأَوَّلُ) . [ر : ٢٤٩٦]

اس حدیث کی مناسبت ترجمۃ الباب سے بالکل واضح ہے ۔

---

(۴۰) فتح الباری : ۹/۴۵۹ ۔

٤ - باب : مَنْ خَيَّرَ أَزْوَاجَهُ .

وَقَوْلِ ٱللّٰهِ تَعَالَى : «قُلْ لِأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيَاةَ ٱلدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلاً» /الأحزاب : ٢٨/ .

٤٩٦٢/٤٩٦٣ : حدّثنا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ · حَدَّثَنَا أَبِي : حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ : حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ ، عَنْ مَسْرُوقٍ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهَا قالَتْ : خَيَّرَنَا رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ ، فَاخْتَرْنَا ٱللّٰهَ وَرَسُولَهُ ، فَلَمْ يَعُدَّ ذٰلِكَ عَلَيْنَا شَيْئًا .

(٤٩٦٣) : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيىٰ ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا عامِرٌ ، عَنْ مَسْرُوقٍ قالَ : سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنِ الْخِيَرَةِ ، فَقَالَتْ : خَيَّرَنَا النَّبِيُّ ﷺ ، أَفَكَانَ طَلَاقًا ؟

قالَ مَسْرُوقٌ : لَا أُبَالِي أَخَيَّرْتُهَا وَاحِدَةً أَوْ مِائَةً ، بَعْدَ أَنْ تَخْتَارَنِي .

اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو اختیار دیدیا اور کہا اختاری نفسک تو اس صورت میں دو احتمال ہیں یا تو وہ عورت اپنے شوہر کو اختیار کرے گی اور یا اپنے نفس کو اختیار کرے گی۔

اگر وہ اپنے شوہر کو اختیار کرتی ہے تو ائمہ اربعہ اور جمہور علماء فرماتے ہیں کہ اس صورت میں طلاق واقع نہیں ہوگی (۱)

البتہ حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ اس صورت میں ایک طلاق رجعی واقع ہوجائے گی اور حضرت زید بن ثابت کے نزدیک اس صورت میں ایک طلاق بائن واقع ہوگی (۲)

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ ترجمہ قائم کرکے اس نقطہ نظر کی تردید کی ہے اور یہ بتانا چاہتے ہیں کہ عورت اگر خاوند کو اختیار کرے گی تو طلاق واقع نہیں ہوگی، کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ

---

(۴۹۶۲) الحدیث اخرجہ مسلم فی الطلاق، باب بیان ان تخییر امراتہ لایکون طلاقا الابالنیۃ، رقم الحدیث: ۱۴۷۷، واخرجہ النسائی فی الطلاق، باب فی المخیرۃ تختار زوجھا ۲/۱۰۵، واخرجہ الترمذی فی الطلاق باب ماجآء فی الخیار: ۱/۱۴۱، واخرجہ ابن ماجہ فی الطلاق، باب الرجل یخیّر امراتہ ۱/۱۴۸، واخرجہ ابوداؤد فی الطلاق، باب فی الخیار: ۱/۳۰۰۔

(۱) فتح الباری: ۹/۳۶۰، عمدۃ القاری: ۲۰/۲۳۸۔

(۲) فتح الباری: ۹/۳۶۰، عمدۃ القاری: ۲۰/۲۳۸۔

وسلم نے اپنی ازواج کو اختیار دیا تھا اور اس اختیار کے بعد جب ازواج نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار کیا تو طلاق واقع نہیں ہوئی، چنانچہ باب کی پہلی روایت میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ہمیں اختیار دیا اور ہم نے اللہ اور رسول کو اختیار کیا تو اس کو طلاق نہیں شمار کیا گیا۔

اور باب کی دوسری روایت میں وہ فرماتی ہیں کہ ہم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار کیا تھا تو کیا ہمارا آپؐ کو اختیار کرنا طلاق بنا تھا؟ استفہام انکاری ہے یعنی نہیں بنا تھا، معلوم ہوا تخییر زوج کو طلاق قرار دینا درست نہیں۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو اختیار کرے، شوہر کو اختیار نہ کرے، اس صورت میں امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک تین طلاقیں واقع ہوں گی (۳)

حنفیہ کے نزدیک ایک طلاق واقع ہوجائے گی (۴)

امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک ایک طلاق رجعی واقع ہوگی (۵)

## قال مسروق: لاأبالي أخيرتها واحدة أو مائة بعد أن تختارني

باب کی دوسری روایت کے راوی مسروق فرماتے ہیں کہ بیوی کے مجھے اختیار کرنے کے بعد پھر اس بات کی مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ میں نے اس کو ایک مرتبہ اختیار دیا تھا یا سو مرتبہ۔

یہ تعلیق نہیں ہے بلکہ ماقبل سند کے ساتھ موصول ہے (۶)

## ٥ - باب : إِذَا قالَ : فارَقْتُكِ . أَوْ سَرَّحْتُكِ . أَوِ الخَلِيَّةُ . أَوِ الْبَرِيَّةُ . أَوْ ما عُنِيَ بِهِ الطَّلَاقُ . فَهُوَ عَلَى نِيَّتِهِ .

وقَوْلُ اللهِ عَزَّ وجَلَّ : «وَسَرِّحُوهُنَّ سَرَاحًا جَمِيلاً» /الأحزاب : ٤٩/ . وَقالَ : «وأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلاً» /الأحزاب : ٢٨/ .

---

(۳) تکملة فتح الملهم: ۱/۱۶۳۔

(۴) تکملة فتح الملهم: ۱/۱۶۳۔

(۵) المغنی لابن قدامة: ۷/۱۴۲، وتکملة فتح الملهم: ۱/۱۶۳۔

(۶) عمدة القاری: ۲۰/۲۳۸۔

وَقالَ : «فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ» /البقرة: ٢٢٩/ . وَقالَ : «أَوْ فارِقُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ» /الطلاق : ٢/ .

وَقالَتْ عائِشَةُ : قَدْ عَلِمَ النَّبِيُّ ﷺ أَنَّ أَبَوَيَّ لَمْ يَكُونا يَأْمُرانِي بِفِراقِهِ . [ر : ٤٥٠٧]

امام بخاری رحمہ اللہ طلاق صریح کا مسئلہ بیان کرنے کے بعد اب طلاق کنائی کا مسئلہ بیان کررہے ہیں۔

## طلاق صریح کے الفاظ

طلاق صریح کے متعلق حضرات ائمہ کا اختلاف ہے کہ شریعت میں اس کے لئے کونسے الفاظ مخصوص ہیں۔

حضرات حنفیہ کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ ایک ہی لفظ طلاق صریح کے لئے مخصوص ہے اور وہ ہے لفظ "طلاق" (۷) یہی امام شافعی رحمہ اللہ کا قول قدیم ہے (۸) ، قاضی عبدالوہاب مالکی نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے (۹) اور علامہ احمد مالکی نے اپنی مختصر میں یہی مالکیہ کا مسلک نقل کیا ہے (۱۰) ، حنابلہ میں سے ابوعبداللہ ابن حامد نے اسی کو اختیار کیا ہے (۱۱) اور علامہ موفق حنبلی نے اس کو راجح قرار دیا ہے (۱۲)

امام شافعی رحمہ اللہ کا قول جدید یہ ہے کہ طلاق صریح کے لئے تین الفاظ خاص ہیں ❶ طلاق ❷ فراق ❸ سراح (۱۳)

لیکن امام بخاری رحمہ اللہ فراق اور سراح کو صریح الفاظ طلاق میں شمار نہیں کرتے وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ دونوں لفظ جس طرح طلاق کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں اسی طرح غیر طلاق کے لئے بھی استعمال ہوتے ہیں۔

---

(۷)عمدة القاری: ۲۰/۲۳۸۔

(۸)فتح الباری: ۹/۳۶۲وعمدة القاری: ۲۰/۲۳۸۔

(۹)فتح الباری: ۹/۳۶۲،عمدة القاری: ۲۰/۲۳۸۔

(۱۰) هذا الكتاب ليس بموجود لدينا

(۱۱)اوجز المسالک،کتاب الطلاق: ۱۰/۱۴۔ المغنی لابن قدامة، كتاب الطلاق، باب تصريح الطلاق وغيره: ۷ / ۲۹۴

(۱۲)المغنی لابن قدامة. كتاب الطلاق: ۷ / ۲۹۴

(۱۳)فتح الباری: ۹/۳۶۲۔واوجز المسالک: ۱۰/۱۴،کتاب الطلاق،باب ماجاء فی الخلیة۔

ترجمۃ الباب میں امام بخاری رحمہ اللہ فرمارہے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو "فارقتک" یا "سرحتک" کہے یا "انت الخلیۃ" یا "انت البریۃ" کہے یا کوئی اور لفظ کہے جس سے طلاق مراد لی جاسکتی ہو تو اس میں اس کی نیت کا اعتبار ہوگا، اگر نیت طلاق واقع کرنے کی ہے تو طلاق واقع ہوگی اور اگر طلاق واقع کرنے کی نیت نہیں ہے تو طلاق نہیں ہوگی۔

کنایات طلاق کے سلسلہ میں یہی مسلک حضرات حنفیہ، شافعیہ اور حنابلہ کا ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس سلسلہ میں ضابطہ لکھا ہے:

"وضابط ذلک ان کل کلام افهم الفرقة ولو مع دقته یقع به الطلاق مع القصد، فاما اذا لم یفهم الفرقة من اللفظ، فلا یقع الطلاق ولو قصد الیه، کما لو قال: کلی، او اشربی، أو نحو ذلک" (۱۴)

حضرات مالکیہ کے نزدیک کنایات کی دو قسمیں ہیں ❶ کنایات ظاہرہ ❷ کنایات خفیہ، کنایات ظاہرہ میں ان کے نزدیک بغیر نیت کے طلاق واقع ہوجاتی ہے، جیسے أنت بتة، حَبلُکِ عَلَی غاربک البتہ کنایات خفیہ میں بغیر نیت کے طلاق واقع نہیں ہوگی، جیسے أنتِ حرة، اِذهَبِی، اِنصَرِفی (۱۵)

یہاں یہ بات ملحوظ رہے کہ الفاظ کنایات سے طلاق کے وقوع کے لئے نیت کی ضرورت ہے لیکن دلالت الحال بھی اگر اس بات کے لئے قرینہ بنتی ہے کہ یہاں طلاق کا واقع کرنا مقصود تھا تو اس وقت بھی طلاق واقع ہوجائے گی جیسے غضب اور غصہ کی حالت یا مذاکرہ طلاق یا بیوی نے طلاق کا مطالبہ کیا ہو ایسی صورت میں اگر کنایہ کا لفظ استعمال کیا جائے گا تو اس سے طلاق واقع ہوجائے گی۔ (۱۶)

## کنایہ سے کونسی طلاق واقع ہوگی؟

پھر ان الفاظ سے کونسی طلاق واقع ہوگی، طلاق بائن یا طلاق رجعی؟ صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ کنایہ کی دو قسمیں ہیں، تین الفاظ تو ایسے ہیں کہ ان سے صرف ایک طلاق رجعی واقع ہوجاتی ہے اور وہ یہ ہیں: اعتدی، استبری رحمک، أنتِ واحدة، دوسری قسم ان کے علاوہ باقی الفاظ

(۱۴) فتح الباری: ۹/ ۳۶۴

(۱۵) اوجز المسالک، کتاب الطلاق، باب ماجاء فی الخلیة والبریة: ۱۰/ ۱۵-۱۶۔

(۱٦) المغنی لابن قدامة، کتاب الطلاق: ۷ / ۲۹۸، والهداية (مع فتح القدير)، كتاب الطلاق: ۳ / ۳۹۷

کنایات کی ہے ان سے ایک طلاق بائن واقع ہوگی، اگر کسی نے ان سے تین کی نیت کی تو تین واقع ہوں گی اور اگر دو کی نیت کی تو ایک واقع ہوگی (۱۷)

وقالت عائشة: قد علِمَ النبی ﷺ أن أبوی لم یکونا یأمرانی بفراقه.

یہ حدیث تخییر کا حصہ ہے جو کتاب النکاح میں باب موعظة الرجل کے تحت گذر چکی ہے، اس میں فراق سے طلاق مراد ہے، اس لئے امام بخاری نے اس کو یہاں ذکر کیا (۱۸)، فراق کنایات طلاق میں سے ہے۔

٦ - باب: مَنْ قالَ لِامْرَأَتِهِ: أَنْتِ عَلَيَّ حَرامٌ.

وَقالَ الحَسَنُ: نِيَّتُهُ.

وقالَ أَهْلُ الْعِلْمِ: إِذَا طَلَّقَ ثَلاثًا فَقَدْ حَرُمَتْ عَلَيْهِ. فَسَمَّوْهُ حَرامًا بِالطَّلاقِ وَالْفِرَاقِ، وَلَيْسَ هٰذَا كَالَّذِي يُحَرِّمُ الطَّعَامَ، لِأَنَّهُ لا يُقَالُ لِلطَّعَامِ الْحِلِّ حَرامٌ. وَيُقَالُ لِلْمُطَلَّقَةِ حَرامٌ.

وَقالَ فِي الطَّلاقِ ثَلاثًا: لَا تَحِلُّ لَهُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ.

وَقالَ اللَّيْثُ، عَنْ نَافِعٍ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا سُئِلَ عَمَّنْ طَلَّقَ ثَلاثًا قالَ: لَوْ طَلَّقْتَ مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ. فَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَنِي بِهٰذَا. فَإِنْ طَلَّقْتَهَا ثَلاثًا حَرُمَتْ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَكَ

اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے انت علی حرام تو اس کا کیا حکم ہے؟ اس کے حکم کے متعلق سلف میں بڑا اختلاف رہا ہے اور علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس میں اٹھارہ اقوال ہیں (۱۹)

حضرات حنفیہ کے نزدیک مسئلہ یہ ہے کہ اگر اس نے اس جملہ سے ایلاء، ظہار، ایک طلاق بائن یا تین طلاقوں کی نیت کی تو اس کی نیت معتبر سمجھی جائے گی اور جس چیز کی اس نے نیت کی وہ واقع ہوجائے گی البتہ اگر اس نے اس سے دو طلاقوں کے وقوع کی نیت کی تو دو واقع نہیں ہوں

(۱۷) الهداية (مع فتح القدير)، كتاب الطلاق: ۳ / ۳۹۸

(۱۸) فتح الباری: ۹/ ۳۶۴۔

(۱۹) فتح الباری: ۹/ ۳۶۵۔

گی ، ایک طلاق واقع ہوگی اور اگر اس نے کسی بھی چیز کی نیت نہیں کی تو ایسی صورت میں متقدمین حنفیہ کے نزدیک ایلاء ہوگا اور متاخرین کے نزدیک ایک طلاق بائن واقع ہوگی ، فتوی متاخرین کے قول پر ہے (۲۰)

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اگر کہنے والے نے اس سے طلاق کی نیت کی ہے تو طلاق واقع ہوجائے گی ، ورنہ پھر یمین ہے اور کفارہ یمین اس کو دینا پڑے گا (۲۱)

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر وہ مدخول بہا ہے تو تین طلاقیں واقع ہوجائیں گی اور شوہر کی نیت کا اعتبار نہیں ہوگا اور اگر غیر مدخول بہا ہے تو پھر شوہر جو نیت کرے گا اسی کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا (۲۲)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں ، اگر کہنے والے نے کچھ بھی نیت نہیں کی تو ظہار ہوگا اور اگر طلاق کی نیت کی تو ان کا مشہور قول یہ ہے کہ اس صورت میں بھی ظہار ہوگا اور ایک قول یہ ہے کہ طلاق واقع ہوگی (۲۳)

ربیعہ ، شعبی ، اصبغ مالکی کے نزدیک ایسی صورت میں کچھ بھی واقع نہیں ہوگا (۲۴)

### وقال الحسن: نیته

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی طرف سے کچھ فیصلہ نہیں کیا بلکہ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کا اثر نقل کیا کہ "انت علی حرام" کہنے والے کی نیت کا اعتبار کیا جائے گا ، امام بخاری رحمہ اللہ نے ان کا اثر نقل کرکے اسی طرف غالباً اشارہ کیا ہے کہ ان کے نزدیک بھی یہی مختار ہے اور یہی حنفیہ اور شافعیہ کا مسلک ہے جیسا کہ گذر چکا۔

عبدالرزاق نے اس تعلیق کو موصولاً نقل کیا ہے (*۲۴)

---

(۲۰) ردالمحتار ، باب الایلاء: ۳/۴۳۳ ، وتکملة فتح الملهم: ۱/۱۶۲۔

(۲۱) شرح مسلم للنووی: ۲/ ۴۷۸ وفتح الباری: ۹/۴۶۵۔

(۲۲) اوجز المسالک ، کتاب الطلاق ، باب ماجاء فی الخلیة: ۱۰/۲۲ ۔ وشرح الزرقانی: ۳/۱۶۹۔

(۲۳) اوجز المسالک: ۱۰/۲۳۔

(۲۴) فتح الباری: ۹/۴۶۵۔

(*۲۴) عمدة القاری: ۲۰/۲۳۹۔

وقال اهل العلم: إذا طَلَّقَ ثلاثا فقد حَرُمَتْ عليه، فَسَمَّوْهُ حراما بالطَّلاق والفِراق

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ بعض اہل علم کا قول نقل کیا ہے، یہ درحقیقت ان حضرات کی دلیل ذکر فرمائی ہے جو کہتے ہیں "انت علی حرام" سے تین طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں جیسے امام مالک رحمہ اللہ ہیں وہ فرماتے ہیں کہ جب آدمی تین طلاقیں دیتا ہے تو بیوی حرام ہوجاتی ہے اور لوگ اس کو حرام بالطلاق اور حرام بالفراق کہتے ہیں، اب اگر کسی شخص نے تین طلاقیں تو نہ دیں لیکن تین طلاقوں کا جو اثر اور نتیجہ ہوتا ہے اس کو اپنی زبان سے ادا کرکے "انت علی حرام" کہا تو اس کا تقاضہ یہ ہے کہ تین طلاقیں واقع ہوں۔

ولیس هذا کالذی یُحَرِّمُ الطَّعَامَ، لِأنہ لا یقال للطَّعامِ الحِلِّ: حَرَام، ویقال للمطلقة: حرام

یعنی تحریم مراۃ اور تحریم طعام میں فرق ہے، تحریم مراۃ تو موثر ہے اور تحریم طعام موثر نہیں ہے اس لئے کہ تین طلاقوں کے واقع ہونے کے بعد مطلقہ شوہر کے لئے حرام قرار دی جاتی ہے جبکہ طعام حلال کو حرام نہیں کہا جاتا، اگر کوئی آدمی کہے ھذا الطعام علی حرام تو اس کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا اور وہ طعام اس کے لئے حرام نہیں ہوگا۔

یہ امام شافعی اور امام مالک رحمہما اللہ کا مسلک ہے کہ "ھذا الطعام علی حرام" کا اعتبار نہیں ہوگا اور یہ کلام لغو سمجھا جائے گا (۲۶)، اسی کے مطابق امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تحریم طعام موثر نہیں، امام ابوحنیفہ اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ ایسی صورت میں یہ الفاظ یمین سمجھے جائیں گے اور کفارہ یمین اس پر واجب ہوگا (۲۷)

وقال فی الطلاق ثلاثًا: لا تحل له حتی تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَہ

تین طلاقوں کے متعلق اللہ تعالی نے فرمایا "لا تحل لہ حتی تنکح زوجا غیرہ" عدم حل کا مطلب ہے حرام ہونا تو معلوم ہوا تین طلاقوں سے حرمتِ غلیظہ واقع ہوجاتی ہے لہذا اگر کسی

---

(۲۶) الابواب والتراجم: ۲/ ۶۸۔

(۲۷) الابواب والتراجم: ۲/ ۶۸۔

نے "أَنْتِ عَلَيَّ حرام" کہا جو ان تین طلاقوں کا اثر اور نتیجہ ہے تو تین طلاقیں واقع ہونی چاہئیں اور یہی امام مالک کا مسلک ہے جب عورت مدخول بہا ہو جیسا کہ گذر چکا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے تحریم طعام اور تحریم امراہ میں فرق بیان کرکے درحقیقت ان حضرات کی تردید کی ہے جو "أَنْتِ عَلَيَّ حَرَام" کو لغو سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی جیسے کہ اصبغ مالکی ہیں۔

## وقال الليث عن نافع.....

حضرت ابن عمرؓ سے جب تین طلاقیں دینے والے کے متعلق پوچھا جاتا تو وہ فرماتے اگر آپ نے ایک یا دو طلاقیں دیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس (سے رجوع) کا حکم دیا ہے لیکن اگر تین طلاقیں دیں تو عورت حرام ہوجائے گی یہاں تک کہ وہ آپ کے سوا کسی دوسرے سے نکاح کرے۔

"لَوْ طَلَّقْتَ مَرَّةً أَوْ مرتين، فإن النبي ﷺ أمرني بهذا" اس میں "أمرني بهذا" سے طلاق دینا مراد نہیں بلکہ طلاق سے رجوع کرنے کا حکم مراد ہے (۲۸) چنانچہ یہ حدیث کتاب الطلاق کے شروع میں تفصیل سے گذر چکی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عمر کو رجوع کا حکم دیا تھا۔

اس تعلیق کو امام بخاری رحمہ اللہ نے ذکر فرمایا کیونکہ اس میں تین طلاقوں کے بعد حرمت کا ذکر ہے، معلوم ہوا اگر کوئی "أَنْتِ عَلَيَّ حَرَام" کہے گا تو تین طلاقیں واقع ہوجائیں گی کیونکہ حرمت انہیں کا اثر اور نتیجہ ہے۔

٤٩٦٤ : حدّثنا محمّدٌ : حدّثنا أبو مُعَاوِيَةَ : حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عائِشَةَ قالَتْ : طَلَّقَ رَجُلٌ آمْرَأَتَهُ ، فَتَزَوَّجَتْ زَوْجًا غَيْرَهُ فَطَلَّقَهَا ، وَكَانَتْ مَعَهُ مِثْلُ الْهُدْبَةِ ، فَلَمْ تَصِلْ مِنْهُ إِلَى شَيْءٍ تُرِيدُهُ ، فَلَمْ يَلْبَثْ أَنْ طَلَّقَهَا ، فَأَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَتْ : يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ زَوْجِي طَلَّقَنِي ، وَإِنِّي تَزَوَّجْتُ زَوْجًا غَيْرَهُ فَدَخَلَ بِي ، وَلَمْ يَكُنْ مَعَهُ إِلَّا مِثْلُ الْهُدْبَةِ ، فَلَمْ يَقْرَبْنِي إِلَّا هَنَةً وَاحِدَةً ، لَمْ يَصِلْ مِنِّي إِلَى شَيْءٍ ، فَأَحِلُّ لِزَوْجِي الْأَوَّلِ ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (لَا تَحِلِّينَ لِزَوْجِكِ الْأَوَّلِ حَتَّى يَذُوقَ الْآخَرُ عُسَيْلَتَكِ وَتَذُوقِي عُسَيْلَتَهُ) . [ر : ٢٤٩٦]

(۲۸) فتح الباری: ۹/۴۶۷۔

اس روایت میں امراۃ رفاعہ کا قصہ بیان کیا گیا ہے، اس کی پوری تفصیل آگے "باب اذا طلقها ثلاثا بعد العدة..." میں آرہی ہے، ھنة واحدة: یعنی مرة واحدة

امرأہ رفاعہ کو تین طلاقیں دی گئی تھیں اور اس نے شوہر اول کے پاس جانے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا "أفأحل لزوجی الأول؟" تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لا تحلین لزوجک الأول حتی یذوق الآخر عسیلتک...." تو حلالۂ شرعیہ کے بغیر آپ نے تین طلاقوں پر عدم حل کا اطلاق فرمایا، عدمِ حل حرمت کو مستلزم ہے، تین طلاقیں دینے سے حرمت ثابت ہوتی ہے۔

لہذا اگر کسی نے "أنتِ عَلَیَّ حَرام" کہا تو اس سے تین طلاقیں واقع ہوجانی چاہئیں کیونکہ حرمت تین طلاقوں کا نتیجہ اور اثر ہے اور اس نے اس اثر کے لئے وضع کردہ لفظ کو استعمال کرکے طلاق دی ہے، چنانچہ ابن بطال فرماتے ہیں:

"وإلی هذه الحجة أشار البخاری بإیراد حدیث رفاعة لأنه طلق امرأته ثلاثا، فلم تحل له مراجعتها إلا بعد زوج، فکذلک من حرم علی نفسه امرأته فهو کمَنْ طلقها" (۲۹)

## امام بخاری کی رائے

شارحِ بخاری ابن بطال رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ تحریم بمنزلہ طلقات ثلاث ہے اور مدخول بہا کے متعلق امام مالک کا بھی یہی مسلک ہے اور ماقبل میں تشریح بھی اسی کے مطابق کی گئی ہے۔

لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ ایسی صورت میں قائل کی نیت کا اعتبار ہوگا، وہ "أنت عَلَیَّ حرام" سے جس چیز کی نیت کرے گا وہی واقع ہوجائے گی اور یہی حنفیہ کا مسلک ہے کیونکہ امام نے سب سے پہلے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کا اثر "نیتہ" نقل کیا ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ کی عادت یہ ہے کہ اختلافی مسائل میں وہ جس صحابی یا تابعی کا اثر سب سے پہلے نقل کردے وہی امام کا مذہب مختار ہوتا ہے، چنانچہ حافظ لکھتے ہیں:

---

(۲۹) فتح الباری: ۹/۳۶۷۔

"والذی یظهر من مذهب البخاری أن الحرام ینصرف إلی نیة القائل، ولذلک صدر الباب بقول الحسن البصری، وهذه عادته فی موضع الاختلاف، مهما صدر به من النقل عن صحابی أو تابعی فهو اختیاره" (۳۰)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تحریم طلقات ثلاث کے علاوہ بھی پائی جاتی ہے، مثلاً غیر مدخول بہا میں ایک طلاق سے حرمت ثابت ہوجاتی ہے، طلاق بائن میں بھی عقد جدید کے بغیر حرمت ثابت رہتی ہے، طلاق رجعی میں بھی عدت گذرنے کے بعد حرمت ثابت ہوجاتی ہے، معلوم ہوا تحریم طلقات ثلاث میں منحصر نہیں، نیز تحریم عام ہے اور طلقات ثلاث خاص، تو عام سے خاص کے وجود پر کس طرح استدلال کیا جاسکتا ہے کیونکہ عام خاص کو مستلزم نہیں ہوتا۔ (۳۱)

اس لئے ابن بطال رحمہ اللہ نے امام بخاری کی جو رائے اور ترجمۃ الباب کا جو مقصد بیان کیا ہے وہ درست نہیں، صحیح بات یہی ہے کہ امام نے اس مسئلہ میں حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کا مسلک اختیار کیا ہے۔

لیکن امام بخاری رحمہ اللہ کی جو رائے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بیان کی ہے، اس پر اشکال یہ ہوتا ہے کہ اس صورت میں امام کو حدیثِ رفاعہ اس ترجمۃ الباب کے تحت ذکر کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی اور دونوں کے درمیان کیا مناسبت ہے، ابن بطال نے امام بخاری رحمہ اللہ کا جو مسلک بیان کیا ہے اس کے مطابق دونوں کے درمیان مناسبت اور حدیث سے استدلال کی تفصیل ماقبل میں بیان کردی گئی ہے لیکن حافظ کی بیان کردہ رائے کی صورت میں مناسبت ظاہر نہیں، چنانچہ

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ لکھتے ہیں:

"وکان رأیی أولاً فی ذلک ما ذهب الیه الحافظ مِنْ أَنَّ میل البخاری إلی قول الحسن، کما هو الظاهر مِنْ صنیعه، لکن النظر الدقیق یشعر إلی أنه مال إلی قول مالک للروایات المرفوعة الورادة فی الباب، ولم یقتصر البخاری علی قول الحسن فقط، بل ذکر فی الترجمة أقوالاً أخر أیضا" (۳۲)

---

(۳۰) فتح الباری: ۹/۴۶۷۔

(۳۱) فتح الباری: ۹/۴۶۸۔

(۳۲) تعلیقات لامع الدراری: ۹/۳۵۱۔

٧ - باب : «لِمَ تُحَرِّمُ ما أَحَلَّ ٱللهُ لَكَ» /التحريم : ١/

٤٩٦٥ : حدّثني الحَسَنُ بْنُ صَبَّاحٍ . سَمِعَ الرَّبِيعَ بْنَ نافِعٍ : حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ ، عَنْ يَحْيَى ٱبْنِ أَبِي كَثِيرٍ ، عَنْ يَعْلَى بْنِ حَكِيمٍ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ : أَنَّهُ سَمِعَ ٱبْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ : إِذَا حَرَّمَ ٱمْرَأَتَهُ لَيْسَ بِشَيْءٍ . وَقالَ : «لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ ٱللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ» . [ر : ٤٦٢٧]

## ربیع بن نافع

ربیع بن نافع کی کنیت ابوتوبہ ہے ، یہ اپنی کنیت سے مشہور ہیں ، حلب کے ہیں ؛ امام بخاری رحمہ اللہ نے ان کا زمانہ تو پایا ہے لیکن ملاقات کے متعلق حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مجھے معلوم نہ ہوسکا کہ ملاقات ہوئی ہے کہ نہیں ، امام بخاریؒ نے حدیث باب حسن بن صباح کے واسطے سے ان سے نقل کی ہے اور مزارعت میں ان کی ایک تعلیق ذکر کی ہے ، صحیح بخاری میں ان کی صرف یہی دو روایتیں ہیں ایک تعلیقاً اور ایک موصولاً (۳۳)

امام ابوداود نے ان سے بکثرت روایات لی ہیں ، امام ترمذی کے علاوہ باقی اصحاب الصحاح نے ان سے روایات نقل کی ہیں ، ان کے بارے میں کہاجاتا تھا کہ ابدال میں سے تھے سن ۲۴۱ ھجری میں ان کی وفات ہوئی (۳۴)

## ابن عباس یقول: اذاحرم امراته لیس بشیء

حضرت ابن عباسؓ فرماتے تھے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے "انت علی حرام" کہدے تو کچھ بھی نہیں ہوگا اور فرماتے تھے "لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ" اس سے حضرت ماریہ قبطیہ کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے ، جس کو امام نسائی نے حضرت انسؓ سے سند صحیح کے ساتھ نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماریہ قبطیہ کو اپنے اوپر حرام کردیا تھا تو اس پر آیت کریمہ "یاایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ....." نازل ہوئی (۳۵) ، اس سے استدلال کرکے حضرت ابن عباسؓ فرماتے تھے کہ تحریم مراۃ مؤثر نہیں ہوگی جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ

(۳۳) فتح الباری: ۹/۳۶۹۔

(۳۴) دیکھئے تہذیب الکمال: ۹/۱۰۶، وسیر اعلام النبلاء: ۱۰/۶۵۳، وتذکرۃ الحفاظ: ۲/۲۰۷۔

(۳۵) ارشادالساری: ۱۲/۲۵۔

وسلم کی تحریم ماریہ کو قرآن نے غیر موثر قرار دیا۔

لیس بشیء کے معنی یہ بھی ہوسکتے ہیں کہ کچھ بھی واقع نہیں ہوگا، نہ طلاق، نہ یمین بلکہ یہ کلام لغو ہوگا اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے طلاق مراد ہو یعنی تحریم امراہ سے طلاق نہیں ہوگی، اس دوسرے احتمال کو حافظ نے اقرب کہا ہے کیونکہ کتاب التفسیر میں حضرت ابن عباسؓ کی تعلیق گذر چکی ہے اس میں ہے "فی الحرام یکفر" اسی طرح اسماعیلی نے ان سے نقل کیا ہے "اذا حرم الرجل امراته فانما هی یمین یکفرها" تو لیس بشیء میں طلاق کی نفی ہے، یمین کی نہیں (۳۵*)

حضرت کشمیری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ حضرت ابن عباسؓ کا تفرد ہے (۳۶)

٤٩٦٦ : حدّثني الحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ صَبَّاحٍ : حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ ، عَنِ ٱبْنِ جُرَيْجٍ قالَ : زَعَمَ عَطاءٌ : أَنَّهُ سَمِعَ عُبَيْدَ بْنَ عُمَيْرٍ يَقُولُ : سَمِعْتُ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهَا : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كانَ يَمْكُثُ عِنْدَ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ ، وَيَشْرَبُ عِنْدَهَا عَسَلاً ، فَتَواصَيْتُ أَنَا وَحَفْصَةُ : أَنَّ أَيَّتَنا دَخَلَ عَلَيْها النَّبِيُّ ﷺ فَلْتَقُلْ : إِنِّي أَجِدُ مِنكَ رِيحَ مَغافِيرَ ، أَكَلْتَ مَغافِيرَ ، فَدَخَلَ عَلَى إِحْداهُما فَقالَتْ لَهُ ذٰلِكَ . فَقالَ : (لَا ، بَلْ شَرِبْتُ عَسَلاً عِنْدَ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ ، وَلَنْ أَعُودَ لَهُ) . فَنَزَلَتْ : «يا أَيُّها النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ ما أَحَلَّ ٱللهُ لَكَ - إِلَى - إِنْ تَتُوبا إِلَى ٱللهِ» . لِعائِشَةَ وَحَفْصَةَ : «وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَى بَعْضِ أَزْواجِهِ» . لِقَوْلِهِ : (بَلْ شَرِبْتُ عَسَلاً) . [ر : ٤٦٢٨]

## فتواصیتُ أنا وحفصة

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میں نے اور حفصہ نے ایک دوسرے کو وصیت کی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے جس کے پاس بھی تشریف لائیں تو ان سے کہا جائے "إنی لأجد منک ریح مغافیر، اکلت مغافیر؟" چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے ایک کے پاس تشریف لے گئے (روایت میں تصریح نہیں ہے لیکن غالب یہ ہے کہ مراد حضرت حفصہؓ ہیں (۳۷)) تو انہوں نے وہی جملہ آپ سے کہا تو آپؐ نے فرمایا "لا بل شربت عسلاً عند زینب بنت جحش،

(۳۵*) فتح الباری: ۹/۴۷۰۔

(۳۶) فیض الباری: ۴/۳۱۴۔

(۳۷) فتح الباری: ۹/۴۷۲۔

ولن اعود له" اور سورۃ تحریم کی تفسیر میں اتنا اضافہ ہے "وقد حلفت، لاتخبری بذلک احدا" یعنی میں نے قسم کھائی ہے، اب میں دوبارہ وہ شہد استعمال نہیں کروں گا تو اس پر "یاایھاالنبی لم تحرم...." سے لے کر "اِنْ تَتُوْبَا اِلَی اللہ...." تک کی آیات نازل ہوئیں۔

(اِنْ تَتُوْبَا اِلَی اللہ) لعائشة وحفصة یعنی توبہ کا یہ قول حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کے لئے تھا کیونکہ مذکورہ منصوبہ ان دونوں نے ہی بنایا تھا۔

واذاسر النبی الی بعض ازواجہ حدیثا، لقولہ: شربت عسلاً

یعنی سورۃ تحریم کی مذکورہ آیت بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول "شربت عسلاً.... ولن أعود له...." کی وجہ سے نازل ہوئی، آیت میں جس سرگوشی کا ذکر ہے اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی قول مراد ہے۔

٤٩٦٧ : حدَّثنا فَرْوَةُ بْنُ أَبِي الْمَغْرَاءِ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قالَتْ : كانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يُحِبُّ الْعَسَلَ وَالْحَلْوَاءَ . وَكانَ إِذَا انْصَرَفَ مِنَ الْعَصْرِ دَخَلَ عَلَى نِسَائِهِ ، فَيَدْنُو مِنْ إِحْدَاهُنَّ . فَدَخَلَ عَلَى حَفْصَةَ بِنْتِ عُمَرَ ، فَاحْتَبَسَ أَكْثَرَ ما كانَ يَحْتَبِسُ ، فَغِرْتُ ، فَسَأَلْتُ عَنْ ذٰلِكَ ، فَقِيلَ لِي : أَهْدَتْ لَهَا امْرَأَةٌ مِنْ قَوْمِهَا عُكَّةً مِنْ عَسَلٍ ، فَسَقَتِ النَّبِيَّ ﷺ مِنْهُ شَرْبَةً ، فَقُلْتُ : أَما وَاللّٰهِ لَنَحْتَالَنَّ لَهُ ، فَقُلْتُ لِسَوْدَةَ بِنْتِ زَمْعَةَ : إِنَّهُ سَيَدْنُو مِنْكِ ، فَإِذَا دَنَا مِنْكِ فَقُولِي : أَكَلْتَ مَغَافِيرَ . فَإِنَّهُ سَيَقُولُ لَكِ : لَا ، فَقُولِي لَهُ : ما هٰذِهِ الرِّيحُ الَّتِي أَجِدُ مِنْكَ ، فَإِنَّهُ سَيَقُولُ لَكِ : سَقَتْنِي حَفْصَةُ شَرْبَةَ عَسَلٍ ، فَقُولِي لَهُ : جَرَسَتْ نَحْلُهُ الْعُرْفُطَ ، وَسَأَقُولُ ذٰلِكَ ، وَقُولِي أَنْتِ يَا صَفِيَّةُ ذَاكِ . قالَتْ : تَقُولُ سَوْدَةُ : فَوَاللّٰهِ ما هُوَ إِلَّا أَنْ قامَ عَلَى الْبَابِ ، فَأَرَدْتُ أَنْ أُبَادِيَهُ بِمَا أَمَرْتِنِي بِهِ فَرَقًا مِنْكِ ، فَلَمَّا دَنَا مِنْهَا قالَتْ لَهُ سَوْدَةُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، أَكَلْتَ مَغَافِيرَ ؟ قالَ : (لَا) . قالَتْ : فَمَا هٰذِهِ الرِّيحُ الَّتِي أَجِدُ مِنْكَ ؟ قالَ : (سَقَتْنِي حَفْصَةُ شَرْبَةَ عَسَلٍ) . فَقَالَتْ : جَرَسَتْ نَحْلُهُ

---

٤٩٦٧ : أخرجه مسلم في الطلاق ، باب : وجوب الكفارة على من حرم امرأته ولم ينو الطلاق ، رقم : ١٤٧٤ .
(عكة) وعاء صغير يوضع فيه السمن أو العسل . (مغافير) صمغ حلو له رائحة كريهة . (جرست) رعت وجنت . (العرفط) نوع من الشجر يخرج منه المغافير . (أباديه) أبتدئه ببيان ما قلت لي . (فرقًا) خوفًا .

الْعُرْفُطَ ، فَلَمَّا دَارَ إِلَيَّ قُلْتُ لَهُ نَحْوَ ذٰلِكَ ، فَلَمَّا دَارَ إِلَى صَفِيَّةَ قَالَتْ لَهُ مِثْلَ ذٰلِكَ ، فَلَمَّا دَارَ إِلَى حَفْصَةَ قَالَتْ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، أَلَا أَسْقِيكَ مِنْهُ ؟ قَالَ : (لَا حَاجَةَ لِي فِيهِ) . قَالَتْ : تَقُولُ سَوْدَةُ : وَاللّٰهِ لَقَدْ حَرَمْنَاهُ ، قُلْتُ لَهَا : اسْكُتِي . [ر : ٤٩١٨]

عکۃ عسل: عُکَّۃ چمڑے کا بنا ہوا ایک گول برتن ہوتا تھا جس میں صرف شہد اور گھی رکھتے تھے۔

مَغَافیر: یہ مُغْفُور (بضم المیم) کی جمع ہے، یہ گوند ہوتا ہے جس میں مٹھاس ہوتی ہے لیکن اس میں قدرے بدبو ہوتی ہے، امام بخاری نے فرمایا کہ یہ گوند کے مشابہہ ایک مادہ ہوتا ہے جو رِمْث (بکسر الراء وسکون المیم) نامی درخت میں پایا جاتا ہے، اس درخت کو اونٹ چرتے ہیں، کہتے ہیں أَغْفَرَ الرِّمْثُ: جب اس میں یہ مادہ ظاہر ہوجائے، مُغْفُور میں میم امام فراء کے نزدیک زائد اور جمہور کے نزدیک اصل ہے (۳۸)

## جَرَسَتْ نَحْلُهُ العُرْفُطَ

یعنی اس شہد کی مکھی نے عرفط کا رس چوسا ہوگا، جَرَسَتِ النَّحْلُ العَسَلَ إِذَا لَحِسَتْهُ: مکھی کا: شہد چاٹنا، چوسنا، عُرْفُط اس درخت کا نام ہے جس کے گوند کو مغافیر کہتے ہیں (۳۹)

ابن قتیبہ نے فرمایا کہ یہ ایک نبات ہے جس کا ذائقہ کڑوا اور بو کریہہ ہوتی ہے، اس کے پتے چوڑے ہوتے ہیں، اس میں کانٹے بھی ہوتے ہیں اور اس کا پھل سفید ہوتا ہے (۴۰)

## تقول سودة : فواللّٰه ما هو إلا أَنْ قام على الباب فَأَرَدتُ أَنْ أُبَادئه لما أَمَرْتِنِي به فَرَقًا منك

حضرت سودہؓ حضرت عائشہؓ سے کہنے لگیں بخدا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دروازے پر تشریف لائے ہی تھے کہ میں نے تمہارے ڈر کے سبب سے آپؐ کے ساتھ اس بات کی ابتدا کرنی چاہی جس کا تم نے مجھے حکم دیا تھا۔

---

(۳۸) مذکورہ تفصیل کے لئے دیکھئے فتح الباری: ۳۷۲/۹۔

(۳۹) فتح الباری: ۳۷۵/۹۔

(۴۰) فتح الباری: ۳۷۵/۹۔

"اُبادِئہ" یہ باب مفاعلہ مُباداۃ سے ہے "فَرِقَ منک: خَوفاً منک" فَرَق خوف کو کہتے ہیں۔

## تقول سودة: واللّٰہ لقد حرمناہ

حضرت سودہؓ فرمانے لگیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہد پینے سے منع کردیا، حضرت عائشہؓ نے فرمایا خاموش رہو (کہیں راز فاش نہ ہوجائے) حرمناہ: ای منعناہ۔

## تعارضِ روایات اور اس کا حل

یہاں باب کی پہلی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے حضرت زینبؓ کے ہاں شہد استعمال فرمایا تھا اور آخری روایت میں ہے کہ آپؐ نے شہد حضرت حفصہؓ کے ہاں استعمال فرمایا تھا۔

بعض حضرات نے اس کو تعدد واقعات پر محمول کیا ہے لیکن محققین علماء نے پہلی روایت کو ترجیح دی ہے کہ آپؐ نے شہد حضرت زینبؓ کے ہاں استعمال کیا تھا، اس کی تفصیل کشف الباری، کتاب التفسیر میں تفسیر سورۃ تحریم کے تحت گذر چکی ہے (۴۱)

## ترجمۃ الباب کا مقصد

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک ترجمۃ الباب کا مقصد آیات کی تفسیر ہے کہ ان آیات کا ورود احادیث باب میں ذکر کردہ دونوں قصوں میں ہوا ہے، اسی لئے امام بخاری نے اس باب کے تحت دونوں واقعات ذکر کئے، تحریم مراہ کا مسئلہ بیان کرنا مقصود نہیں، کیونکہ وہ پہلے باب میں بیان ہوچکا ہے (۴۲)

ترجمۃ الباب سے بظاہر اصبغ مالکی کے مذہب کی تائید ہوتی ہے ان کے نزدیک تحریم مطلقاً لغو ہے چاہے تحریم مراہ ہو یا تحریم طعام وشراب ہو، چنانچہ باب میں ذکر کردہ حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے تحریم مراہ کے لغو ہونے اور باقی دو روایتوں سے تحریم شراب (عسل) کے لغو ہونے پر دلالت ہوتی ہے۔

---

(۴۱) دیکھئے کشف الباری، کتاب التفسیر: ۶۸۵۔

(۴۲) الابواب والتراجم: ۲/ ۷۸

## ٨ - باب : لَا طَلَاقَ قَبْلَ النِّكَاحِ .

وَقَوْلُ اللّٰهِ تَعَالَى : «يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّونَهَا فَمَتِّعُوهُنَّ وَسَرِّحُوهُنَّ سَرَاحًا جَمِيلاً» /الأحزاب : ٤٩/ .

وَقَالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : جَعَلَ اللّٰهُ الطَّلَاقَ بَعْدَ النِّكَاحِ .

وَيُرْوَى فِي ذٰلِكَ عَنْ عَلِيٍّ وَسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ . وَعُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ . وَأَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ . وَعُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ . وَأَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ . وَعَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ . وَشُرَيْحٍ . وَسَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ . وَالْقَاسِمِ . وَسَالِمٍ . وَطَاوُسٍ . وَالْحَسَنِ وَعِكْرِمَةَ . وَعَطَاءٍ . وَعَامِرِ بْنِ سَعْدٍ . وَجَابِرِ ٱبْنِ زَيْدٍ . وَنَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ . وَمُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ . وَسُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ . وَمُجَاهِدٍ . وَالْقَاسِمِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ . وَعَمْرِو بْنِ هَرِمٍ . وَالشَّعْبِيِّ : أَنَّهَا لَا تَطْلُقُ .

علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد حضرات حنفیہ کے مذہب کی تردید کرنا ہے کیونکہ ان کا مذہب قبل النکاح صحت طلاق کا ہے (۱)

علامہ عینی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ قبل النکاح وقوع طلاق حضرات حنفیہ کا مسلک نہیں ہے بلکہ یہ تو کسی کا بھی مسلک نہیں ہے، کرمانی اور ان کے ہم خیالوں پر تعجب ہے کہ وہ اپنی طرف سے ایک مذہب بناکر حنفیہ کی طرف منسوب کرکے اس پر رد کرنا شروع کردیتے ہیں (۲)

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اگر کوئی شخص اجنبیہ سے کہے "أنت طالق" تو طلاق واقع نہیں ہوگی یعنی لا طلاق قبل النکاح پر سب متفق ہیں (۳)

### قبل النکاح تعلیقِ طلاق کا مسئلہ

اختلاف اس میں ہے کہ اگر کوئی طلاق کو ملک یا سبب ملک کے ساتھ معلق کردے تو یہ تعلیق صحیح ہوگی کہ نہیں، مثلاً کوئی شخص کہے إذا زوجتُ فلانة فهي طالق تو نکاح کرنے کے بعد

(۱) شرح الكرمانی: ۱۹ / ۱۹۱، ۱۹۲

(۲) عمدة القاری: ۲۰/۲۳۵ ـ

(۳) عمدة القاری: ۲۰/۲۳۵ ـ

طلاق واقع ہوگی یا نہیں اس میں اختلاف ہے۔

حضرات حنفیہ کے نزدیک یہ تعلیق درست ہے اور نکاح کے بعد طلاق واقع ہوجائے گی۔

حضرات شافعیہ کے نزدیک یہ تعلیق لغو ہے اور زواج کے بعد طلاق واقع نہیں ہوگی۔

امام احمد بن حنبل سے اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں ایک حنفیہ کے مطابق، دوسری شافعیہ کے مطابق۔

امام مالکؒ سے تین روایتیں ہیں، ایک میں توقف ہے، دوسری روایت شوافع کے مطابق ہے لیکن وہ مرجوح ہے اور تیسری روایت یہ ہے کہ اگر ایسی صورت میں عورت کی تعیین کرکے اس نے تعلیق کی ہے مثلاً یہ کہا "إن تزوجتُ هذه المرأةَ فهي طالق" تو طلاق واقع ہوگی لیکن اگر تعیین نہیں کی مطلقاً اور عام الفاظ کہے مثلاً کہا کل امرأة أتزوجها فهي طالق تو ایسی صورت میں طلاق واقع نہیں ہوگی اور یہی مالکیہ کی راجح روایت اور مذہب مختار ہے (۴)، عموم کی صورت میں تعلیق اس لئے درست نہیں کہ یہ ایک حلال چیز (نکاح) کو مطلقاً حرام کردینے کے مترادف ہے اور اس کا اختیار کسی انسان کو نہیں (۵)۔

حضرات شافعیہ حضرت ابن عباسؓ کے اثر سے استدلال کرتے ہیں جس کو یہاں امام بخاری نے نقل کیا ہے، آپ نے فرمایا جعل الله الطلاق بعد النكاح

لیکن حنفیہ کے خلاف اس اثر سے استدلال کرنا درست نہیں کیونکہ اس کے حنفیہ بھی قائل نہیں اس لئے کہ اختلاف، تعلیقِ طلاق قبل النکاح میں ہے، طلاق قبل النکاح میں نہیں، چنانچہ علامہ عینی لکھتے ہیں:

"هذا لا اخلاف فيه أن الله جعل الطلاق بعد النكاح، والحنفية قائلون به، فلا يجوز للشافعية أن يحتجوا به عليهم في مسألة التعليق، فان تعليق الطلاق غير الطلاق، لأنه ليس بطلاق في الحال، فلا يشترط لصحته قيام المحل" (٦)

چنانچہ عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں حضرت زہری رحمہ اللہ کا اثر نقل کیا ہے کہ اگر کسی نے کل امرأة أتزوجها فهي طالق کہا تو اس کا یہ کہنا معتبر ہوگا، اس پر معمر نے ان سے کہا کہ "أوليس قد جاء لا طلاق قبل النكاح، ولا عتق قبل الملك" تو حضرت زہریؒ نے فرمایا "إنما ذلك

---

(۴) مذاہب اربعہ کی تفصیل کے لئے دیکھئے الابواب والتراجم: ۷۸/۲، نیز دیکھئے فتح الباری: ۳۸۲/۹-۳۸۳۔

(۵) فتح الباری: ۳۸۴/۹۔

(٦) عمدة القاری: ۲۴۶/۲۰۔

أن يقول الرجل: امرأةُ فلانٍ طالق" (۷) یعنی لا طلاق قبل النکاح سے مراد تنجیز ہے، تعلیق نہیں۔
وجہ اس کی یہ ہے کہ تعلیق کی صورت میں اگر طلاق واقع ہوگی تو نکاح میں آنے کے بعد واقع ہوگی، لہذا وہ لاطلاق قبل النکاح کا مصداق نہیں۔

وقول الله تعالى: يَاأيها الذين آمنوا إذا نَكَحْتُمُ المُؤمناتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس آیت کریمہ سے لا طلاق قبل النکاح پر استدلال کیا ہے کیونکہ اس میں ہے "اذا نکحتم المؤمنات ثم طلقتموهن" پہلے نکاح پھر طلاق کا ذکر ہے معلوم ہوا نکاح سے پہلے طلاق نہیں ہوسکتی۔

ابن التین اور ابن منیر نے فرمایا کہ امام کا طلاق کے عدم وقوع قبل النکاح پر مذکورہ آیت سے استدلال کرنا درست نہیں کیونکہ آیت میں بغیر کسی حصر کے طلاق بعد النکاح کے وقوع کی ایک صورت ذکر کی گئی ہے، نکاح سے قبل طلاق کے وقوع اور عدم وقوع کا نہ اس میں ذکر ہے اور نہ ہی سیاق کلام سے اس پر دلالت ہوتی ہے (۸)

اس کے بعد امام بخاری رحمہ اللہ نے چوبیس حضرات کا نام ذکر کر کے فرمایا کہ نکاح سے قبل طلاق کے عدم وقوع کا قول ان سے مروی ہے، ان میں حضرت علیؓ اور عمرو بن حرم کے سوا سب تابعین ہیں، عمرو بن حرم تبع تابعین میں سے ہیں (۹)

۹ - باب: إِذَا قَالَ لِامْرَأَتِهِ وَهُوَ مُكْرَهٌ: هٰذِهِ أُخْتِي. فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ.
قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: (قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِسَارَةَ: هٰذِهِ أُخْتِي. وَذٰلِكَ فِي ذَاتِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ).
[ر: ۲۱۰٤]

اگر کسی نے اپنی بیوی سے "یا اُختی" (اے میری بہن!) کہا تو جمہور علماء کے نزدیک اس سے تحریم، طلاق یا ظہار واقع نہیں ہوگا، شیخ ابن الہمام اور علامہ ابن عابدین شامی نے حضرات

---

(۷) دیکھئے مصنف عبدالرزاق: ۶/۳۲۱، رقم: ۱۱۴۷۵، وعمدة القاری: ۲۰/۲۴۶۔

(۸) عمدة القاری: ۲۰/۲۴۶، وفتح الباری: ۹/۴۷۷۔

(۹) عمدة القاری: ۲۰/۲۴۷۔

حنفیہ کا بھی یہی مسلک نقل کیا ہے البتہ اس طرح کہنا عام حالات میں مکروہ ضرور ہے (۱۰)

علامہ عینی نے علامہ خطابی کے حوالہ سے امام ابویوسف رحمہ اللہ کا مسلک یہ نقل کیا ہے کہ اگر کسی نے اس جملہ سے کوئی نیت نہیں کی تو تحریم واقع ہوگی اور اس کو کفارہ دینا ہوگا، امام محمد کے نزدیک یہ ظہار ہوگا۔ (۱۱)

امام بخاری کا مقصد ان حضرات پر رد ہوسکتا ہے جو اس کو مکروہ سمجھتے ہیں یا اس سے تحریم اور ظہار کے وقوع کے قائل ہیں، چنانچہ انہوں نے فرمایا فلاشیء علیہ۔

اس کی کراہت پر ابوداود کی روایت سے استدلال کیا جاتا ہے جو انہوں نے ابوتمیمہ ہُجَیمی سے نقل کی ہے کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی سے کہا "یاأُخَیّة" تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اختک هی؟" وہ تمہاری بہن ہے؟ (جو تم اس کو یا اخیّة کہہ رہے ہو) اور اس اطلاق کو ناپسند فرمایا فکرہ ذلک ونهی عنه (۱۲)

امام ابو داود رحمہ اللہ نے اس حدیث پر ترجمہ قائم کیا ہے "باب فی الرجل یقول لامرأته: یاأُختی" اس ترجمہ کے تحت انہوں نے مذکورہ روایت کے علاوہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سارہ کا واقعہ بھی نقل کیا ہے، امام ابوداود رحمہ اللہ نے مذکورہ دونوں روایتیں اس باب کے تحت ذکر کرکے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ اگر آدمی مجبور اور مکرہ ہو تو بیوی کو اخت کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں، لیکن بلا ضرورت کہنا ابوتمیمہ کی روایت کی وجہ سے مکروہ ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ بھی غالباً اسی تفصیل کی طرف اشارہ کررہے ہیں اور یہ بتانا چاہتے ہیں کہ بیوی کو اخت کہنا ہر حال میں مکروہ نہیں ہے، اس صورت میں مکروہ ہے جب بلا ضرورت کہا جائے، اسی لئے امام نے ترجمہ میں "وهو مکره" کی قید بڑھائی، حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سارہ کا واقعہ گذر چکا ہے، انہوں نے بھی مجبوری کے تحت اپنی اہلیہ کو "اخت" کہا تھا (۱۳)

---

(۱۰) فتح القدیر، کتاب الطلاق، باب الظهار: ۴ / ۹۱

(۱۱) عمدة القاری: ۲۰/۲۴۷۔

(۱۲) دیکھئے سنن ابی داود، کتاب الطلاق، باب فی الرجل یقول لامرأته: "یاأختی": ۲/۲۶۴، رقم: ۲۲۱۰۔

(۱۳) کشف الباری، کتاب التفسیر، تفسیر سورة بنی اسرائیل: ۴۷۳۔

## ١٠ - باب : الطَّلَاقِ في الْإِغْلَاقِ وَالْكُرْهِ . وَالسَّكْرَانِ وَالْمَجْنُونِ وَأَمْرِهِما وَالْغَلَطِ وَالنِّسْيَانِ في الطَّلَاقِ وَالشِّرْكِ وَغَيْرِهِ .

لِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ : (الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ . وَلِكُلِّ امْرِئٍ ما نَوى) . [ر : ١]

وَتَلَا الشَّعْبِيُّ : «لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا» /البقرة : ٢٨٦/

### وَما لَا يَجُوزُ مِنْ إِقْرارِ الْمُوَسْوِسِ

وَقالَ النَّبِيُّ ﷺ لِلَّذِي أَقَرَّ عَلَى نَفْسِهِ : (أَبِكَ جُنُونٌ) . [ر : ٤٩٦٩]

وَقالَ عَلِيٌّ : بَقَرَ حَمْزَةُ خَوَاصِرَ شَارِفَيَّ ، فَطَفِقَ النَّبِيُّ ﷺ يَلُومُ حَمْزَةَ ، فَإِذَا حَمْزَةُ قَدْ ثَمِلَ مُحْمَرَّةٌ عَيْنَاهُ ، ثُمَّ قالَ حَمْزَةُ : هَلْ أَنْتُمْ إِلَّا عَبِيدٌ لِأَبِي ، فَعَرَفَ النَّبِيُّ ﷺ أَنَّهُ قَدْ ثَمِلَ ، فَخَرَجَ وَخَرَجْنَا مَعَهُ . [ر : ٣٧٨١]

وَقالَ عُثْمانُ : لَيْسَ لِمَجْنُونٍ وَلَا لِسَكْرَانَ طَلَاقٌ .

وَقالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : طَلَاقُ السَّكْرَانِ وَالْمُسْتَكْرَهِ لَيْسَ بِجَائِزٍ .

وَقالَ عُقْبَةُ بْنُ عامِرٍ : لَا يَجُوزُ طَلَاقُ الْمُوَسْوِسِ .

وَقالَ عَطاءٌ : إِذا بَدَا بِالطَّلَاقِ فَلَهُ شَرْطُهُ .

وَقالَ نَافِعٌ : طَلَّقَ رَجُلٌ امْرَأَتَهُ الْبَتَّةَ إِنْ خَرَجَتْ . فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ : إِنْ خَرَجَتْ فَقَدْ بُتَّتْ

---

(١٠) (الإغلاق) الإكراه . لأن المكره يغلق عليه في أمره ، أي يضيق عليه حتى يطلق
(الموسوس) حدثته نفسه بشيء فأقر به . فلا يؤخذ بإقراره . (ليس بجائز) أي لا يقع
(فله شرطه) أي له تعليق الطلاق على الشرط ولو لم يقدم الشرط وبدأ بالطلاق أولا ، كما لو قال : أنت طالق إن دخلت الدار ، فيعمل بشرطه كما لو قال : إن دخلت الدار فأنت طالق . (البتة) من البت وهو القطع ، أي طلاقًا بائنًا . (سمى أجلا) حدد وقتًا للفعل الذي حلف عليه . (نيته) أي تعتبر نيته في كلامه . فإن قصد طلاقًا وقع وإلا فلا . ويعتبر في الطلاق لغة المطلق وما تدل عليه ألفاظها ، وإبراهيم هنا هو النخعي .
(يغشاها) يجامعها مرة واحدة . ولا يجامعها ثانية في نفس الطهر ، لاحتمال حملها من المرة الأولى . فتطلق .
(بانت) بينونة كبرى . فلا تحل له حتى تنكح زوجًا غيره . (عن وطر) أي لا ينبغي إيقاعه إلا عند الحاجة .
(العتاق) تحرير العبيد المقبول عند الله تعالى والمثاب عليه . (ألم تعلم ..) يخاطب علي رضي الله عنه بهذا عمر ابن الخطاب رضي الله عنه . وقد أتي بمجنونة قد زنت وهي حبلى من الزنا ، فأراد أن يرجمها . وما قاله لفظ حديث رواه ابن حبان في صحيحه وأبو داود والنسائي . (رفع القلم) أي المؤاخذة . (يفيق) يصحو من جنونه .
(يدرك) يبلغ . (جائز) واقع . (المعتوه) المغلوب على عقله .

مِنْهُ ، وَإِنْ لَمْ تَخْرُجْ فَلَيْسَ بِشَيْءٍ .

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ : فِيمَنْ قَالَ : إِنْ لَمْ أَفْعَلْ كَذَا وَكَذَا فَامْرَأَتِي طَالِقٌ ثَلَاثًا : يُسْأَلُ عَمَّا قَالَ وَعَقَدَ عَلَيْهِ قَلْبُهُ حِينَ حَلَفَ بِتِلْكَ الْيَمِينِ ؟ فَإِنْ سَمَّى أَجَلاً أَرَادَهُ وَعَقَدَ عَلَيْهِ قَلْبُهُ حِينَ حَلَفَ ، جُعِلَ ذٰلِكَ فِي دِينِهِ وَأَمَانَتِهِ .

وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ : إِنْ قَالَ : لَا حَاجَةَ لِي فِيكِ ، نِيَّتُهُ ، وَطَلَاقُ كُلِّ قَوْمٍ بِلِسَانِهِمْ .

وَقَالَ قَتَادَةُ : إِذَا قَالَ : إِذَا حَمَلْتِ فَأَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا ، يَغْشَاهَا عِنْدَ كُلِّ طُهْرٍ مَرَّةً ، فَإِنِ اسْتَبَانَ حَمْلُهَا فَقَدْ بَانَتْ .

وَقَالَ الْحَسَنُ : إِذَا قَالَ : اَلْحَقِي بِأَهْلِكِ ، نِيَّتُهُ .

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : الطَّلَاقُ عَنْ وَطَرٍ ، وَالْعَتَاقُ ما أُرِيدَ بِهِ وَجْهُ اللّٰهِ .

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ : إِنْ قَالَ : ما أَنْتِ بِامْرَأَتِي ، نِيَّتُهُ ، وَإِنْ نَوَى طَلَاقًا فَهُوَ ما نَوَى .

وَقَالَ عَلِيٌّ : أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ الْقَلَمَ رُفِعَ عَنْ ثَلَاثَةٍ : عَنِ الْمَجْنُونِ حَتَّى يُفِيقَ ، وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتَّى يُدْرِكَ ، وَعَنِ النَّائِمِ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ .

وَقَالَ عَلِيٌّ : وَكُلُّ الطَّلَاقِ جَائِزٌ ، إِلَّا طَلَاقَ الْمَعْتُوهِ .

## اغلاق کے معنی

امام ابن ماجہ اور امام ابوداود نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے "لا طلاق فی الاغلاق" یہ ابن ماجہ کی روایت کے الفاظ ہیں، ابوداود کی روایت کے الفاظ ہیں "لا طلاق فی الغلاق" (۱۴) غلاق سے اغلاق ہی مراد ہے، اغلاق کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں:

❶ بعضوں نے کہا اس سے جنون مراد ہے (۱۵)

❷ ابوعبید ہروی نے نقل کیا ہے کہ اس سے ایک ساتھ تین طلاقیں دینا مراد ہے، کیونکہ تین طلاقیں دے کر وہ اپنے اوپر طلاق کو بند کردیتا ہے اور مزید طلاق کی گنجائش اس کے پاس نہیں

---

(۱۴) الحدیث اخرجہ ابن ماجہ فی کتاب الطلاق، باب طلاق المکرہ والناسی، رقم: ۲۰۴۶، وابوداود، کتاب الطلاق باب فی الطلاق علی غیظ: رقم: ۲۱۹۳، واحمد: ۲۷۶/۶، والحاکم: ۱۹۸/۲، والبیہقی: ۳۵۷/۷۔

(۱۵) فتح الباری: ۴۸۷/۹۔

رہتی (۱۶)

● ابوعبید نے اغلاق کی تفسیر اکراہ سے کی ہے اور یہی اس کی مشہور تفسیر ہے، (۱۷) امام ابن ماجہ نے اس پر "طلاق المُکرَہ" کے عنوان سے ترجمہ قائم کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک بھی اس کے معنی اکراہ کے ہیں۔

● امام احمد اور امام ابوداود نے اس کی تفسیر غضب اور غصے سے کی ہے (۱۸)۔

عبدالغافر فارسی نے "مجمع الغرائب" میں اس تفسیر پر اشکال کیا ہے کہ اس تفسیر کی صورت میں مطلب ہوگا کہ حالت غضب میں طلاق واقع نہیں ہوتی، حالانکہ طلاق حالت غضب ہی میں دی جاتی ہے (۱۹)

## اقسامِ غضب

لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ اغلاق سے مطلقاً غضب مراد نہیں بلکہ غضب کی وہ قسم مراد ہے جس میں انسان کی عقل جاتی رہتی ہے چنانچہ علامہ ابن قیم نے زاد المعاد میں غصہ کی تین قسمیں بیان کی ہیں:

● پہلی قسم ایسے غصے کی ہے جو آدمی کی عقل کو بالکلیہ زائل کردے اور اس کو اپنی بات کا سرے سے شعور ہی نہ ہو، ایسی صورت میں بالاتفاق طلاق واقع نہیں ہوتی۔

● دوسری قسم غصہ کی ابتدائی کیفیت کی ہے کہ اس میں آدمی کو شعور ہے اور جو کہہ رہا ہے اسے سمجھ رہا ہے، ایسی صورت میں بالاتفاق طلاق واقع ہوجائے گی۔

● تیسری قسم یہ ہے کہ غصہ میں استحکام اور شدت آگئی ہے لیکن عقل بالکلیہ زائل نہیں ہوئی تاہم غصہ کی وجہ سے وہ اپنی نیت کے مطابق کام نہیں کرسکتا اور اس دوران کوئی زیادتی اگر اس سے سرزد ہوجائے چونکہ وہ نیت کے مطابق نہیں ہوتی ہے اس لئے اس پر بعد میں اس کو پشیمانی اور افسوس ہوتا ہے یہ تیسری قسم محل نظر ہے، علامہ ابن قیم کے نزدیک اس صورت میں طلاق کا واقع نہ ہونا راجح ہے (۱۹) اور علامہ شامی نے فرمایا کہ اس صورت میں طلاق واقع ہوجائے گی (۲۰)۔

---

(۱۶) زادالمعاد فی هدی خیر العباد، ذکر احکام رسول اللہ ﷺ فی الطلاق: ۲۱۵/۶۔

(۱۷) فتح الباری: ۳۸۶/۹۔

(۱۸) زادالمعاد: ۲۱۴/۶-۲۱۵۔

(۱۹) دیکھئے زادالمعاد: ۲۱۵/۶۔

(۲۰) ردّ المحتار علی درالمختار، کتاب الطلاق، مطلب فی طلاق المدھوش: ۲ / ۴۶۳

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ لفظ اغلاق کے مفہوم میں اکراہ، غضب، جنون اور ہر وہ امر شامل ہے جس کی وجہ سے آدمی کے ہوش وحواس اور عقل سلامت نہ رہے (۲۱)

## طلاق مجنون ومکرہ

مجنون کی طلاق تو بالاتفاق واقع نہیں ہوتی البتہ مکرہ کی طلاق کے بارے میں اختلاف ہے، حضرات حنفیہ، امام شعبی، قتادہ، ابراہیم نخعی اور سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ مکرہ کی طلاق واقع ہوجاتی ہے (۲۲) اس لئے کہ اکراہ کی وجہ سے صرف رضا فوت ہوتی ہے، اختیار فوت نہیں ہوتا لہذا جب اختیار باقی ہے تو طلاق واقع ہوگی (۲۳)

یہ حضرات فرج بن فضالہ عن عمرو بن شرحبیل معافری کے ایک اثر سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ ایک عورت نے اپنے شوہر کو طلاق پر مجبور کیا اور اس سے طلاق حاصل کرلی، حضرت عمرؓ کے پاس یہ مقدمہ پیش ہوا تو آپ نے وہ طلاق صحیح قرار دیدی (۲۴)

حضرت ابن عمر اور عمر بن عبدالعزیز سے بھی اسی طرح کے آثار منقول ہیں (۲۵)

ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ مکرہ کی طلاق واقع نہیں ہوگی کیونکہ اکراہ کی وجہ سے اختیار نہیں رہتا اور شرعی تصرفات کا دارومدار اختیار پر ہے (۲۶)

اسی طرح یہ حضرات فرماتے ہیں کہ حالت اکراہ میں کلمہ کفر کہنے کی بھی اجازت دی گئی ہے "الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان" اکراہ کی حالت میں کلمہ کفر کہنے والے پر احکام کفر جاری نہیں ہوتے تو طلاق تو کلمہ کفر سے بہت کم درجہ کی چیز ہے اس پر بھی طلاق کا حکم جاری نہیں ہونا چاہئے (۲۷)

ترجمۃ الباب میں "الاغلاق" کے بعد "والکرہ" کا لفظ ہے، کرہ (کاف کے ضمہ اور راء

---

(۲۱) زادالمعاد: ۲۱۵/۶۔

(۲۲) عمدۃ القاری: ۲۵۰/۲۰۔

(۲۳) دیکھئے ھدایۃ، کتاب الطلاق: ۳۵۸/۲۔

(۲۴) زادالمعاد: ۲۰۸/۶۔

(۲۵) عمدۃ القاری: ۲۵۰/۲۰۔

(۲۶) دیکھئے الھدایۃ، کتاب الطلاق: ۳۵۸/۲ لیکن اس میں صرف امام شافعی کا مذہب نقل کیا ہے۔

(۲۷) فتح الباری: ۴۸۷/۹۔

کے سکون کے ساتھ) بمعنی الاکراہ ہے "الاغلاق" سے اگر غضب مراد لیا جائے تو اس صورت میں عطف مغایرت کے لئے ہوگا اور معنی ہوں گے "باب الغضب والاکراہ" لیکن اگر "الاغلاق" کی تفسیر اکراہ سے کی گئی تو اس صورت میں یہ عطف تفسیری ہوگا۔

اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ لفظ "مکرہ" ہو، اس صورت میں تقدیر ہوگی "باب حکم الطلاق فی الاغلاق، وحکم المکرہ والسکران" (۲۸)

## طلاق سکران

سکران کی طلاق کے بارے میں علماء کے دو قول ہیں:

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک سکران کی طلاق واقع ہوجائے گی اور امام شافعی کا بھی اصح قول یہی ہے، امام احمدؒ کی بھی ایک روایت اسی کے مطابق ہے (۲۹)

امام احمد کا مشہور قول اور امام شافعی کی ایک روایت یہ ہے کہ سکران کی طلاق واقع نہیں ہوگی (۳۰) حنفیہ میں سے امام کرخی اور امام طحاوی نے اسی کو اختیار کیا ہے، (۳۱) شوافع میں امام بغوی کی بھی یہی رائے ہے، (۳۲) امام بخاری کا رجحان بھی اسی طرف ہے۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ وہ مستی اور مدہوشی کے عالم میں ہوتا ہے، اسے پتہ نہیں چلتا کہ اس کے منہ سے کیا نکل رہا ہے اور اس کے کیا اثرات ہوں گے، قصد وارادہ کا اعتبار عقل سے ہے اور اس کی عقل زائل ہوگئی ہے۔ (۳۳)

امام طحاویؒ نے فرمایا کہ معتوہ کی طلاق بالاتفاق واقع نہیں ہوتی، سکران بھی سکر اور نشہ کی وجہ سے معتوہ ہوتا ہے اس لئے اس کی طلاق بھی واقع نہیں ہونی چاہئے (۳۴)

قائلینِ وقوعِ طلاق فرماتے ہیں کہ اس کی عقل زائل ہونے کا جو سبب ہے وہ معصیت ہے، اس لئے حکماً اس کی عقل باقی سمجھی جائے گی تاکہ اس کو تنبیہ ہو، زجر اور تنبیہ کا تقاضہ یہی ہے

---

(۲۸) فتح الباری: ۳۸۸/۹، وعمدۃ القاری: ۲۵۰/۲۰ـ ۲۵۱۔

(۲۹) مذکورہ تفصیل کے لئے دیکھئے فتح الباری: ۳۸۹/۹۔

(۳۰) فتح الباری: ۳۸۹/۹۔

(۳۱) الهدایة: ۳۵۸/۲، کتاب الطلاق، باب طلاق السنة۔

(۳۲) راجع لمزید التفصیل المغنی لابن قدامة، کتاب الطلاق، مسالة طلاق السکران: ۲۸۹/۷

(۳۳) الهدایة، کتاب الطلاق: ۳۵۸/۲۔

(۳۴) فتح الباری: ۱۸۹/۹۔

کہ اس کی طلاق واقع ہو (۳۵)

## والغَلَطِ والنسيانِ فی الطلاق والشرک وغیرہ

اسکا عطف "الطلاق فی الاغلاق" پر ہے اور لفظ "باب" کے لئے مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے مجرور ہے یعنی "باب الطلاق فی الاغلاق....وباب الغلط والنسیان"

## غلطی یا بھول میں طلاق دینے والے کا حکم

غلطی یا بھول میں طلاق دینے والے کے حکم میں بھی اختلاف ہے۔

جمہور علماء کے نزدیک طلاق واقع نہیں ہوگی، حنفیہ کے نزدیک واقع ہوجائے گی (۳۶)

حنفیہ کی دلیل مشہور حدیث ہے جس کو امام ابوداود رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے "ثلاث جدھن جد، وھزلھن جد: النکاح، والطلاق، والرجعة" (۳۷) تو جب ھزل کا اعتبار کیا گیا ہے تو خطاء، غلط اور نسیان کا بھی اعتبار کیا جائے گا۔

جمہور حضرت ابن عباسؓ کی ایک مرفوع حدیث سے استدلال کرتے ہیں جس میں ہے: ان اللہ تجاوز عن امتی الخطاء والنسیان وما استکرھوا علیہ" (۳۸)

## الشرکِ وغیرہ

اس کا عطف "الطلاق" پر ہے یعنی "الغلط والنسیان فی الشرک" مطلب یہ ہے کہ کسی نے غلطی یا بھول میں کوئی شرکیہ کلمہ کہہ دیا تو بالاتفاق اس کا اعتبار نہیں ہوگا کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "الأعمال بالنية...." اور غلطی اور بھول میں کہنے والے کی نیت نہیں ہوتی۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس مسئلہ سے غالباً مسئلہ طلاق پر استدلال کیا ہے کہ جب غلطی

---

(۳۵) الهداية: ۲/۳۵۹۔

(۳۶) عمدة القاری: ۲۰/۲۵۱۔

(۳۷) اخرجه ابوداود فی الطلاق، باب فی الطلاق علی الهزل، رقم: ۲۱۹۴، والترمذی فی الطلاق، باب ما جاء فی الجد والهزل، رقم: ۱۱۸۴، وصححه الحاكم: ۲/۱۹۷-۱۹۸، واقره الذهبی، وله شواهد یتقوی بها فی تلخیص الحبیر: ۳/۲۰۹

(۳۸) فتح الباری: ۹/۳۸۸۔

اور بھول میں شرکیہ کلمہ کا اعتبار بالاتفاق نہیں کیا جاتا تو طلاق کا بھی اعتبار نہیں کرنا چاہئے ، لیکن حنفیہ نے طلاق کا اعتبار ابوداود شریف کی حدیث "جدھن جد وھزلھ جد" کی وجہ سے کیا ہے ۔

ابن بطالؒ نے فرمایا کہ "الشرک" کا لفظ یہاں صحیح نہیں بلکہ صحیح لفظ "الشک" ہے اس صورت میں اس کا عطف "النسیان" پر ہوگا یعنی باب الغلط والنسیان والشک (۳۹)

## وغیرہ

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ "غیرہ" کی ضمیرِ مجرور "الشرک" کی طرف راجع ہے أی وغیر الشرک مما ھو دونہ (۴۰)

علامہ عینیؒ نے فرمایا کہ ضمیر "المذکور" کی طرف راجع ہے أی وغیر المذکور من الأشیاء المذکورۃ نحو الخطاء وسبق اللسان والھزل (۴۱)

## لقول النبی ﷺ: الأعمال بالنیة....

اس سے دلیل کی طرف اشارہ ہے کہ مذکورہ مسائل میں نیت کا اعتبار ہوتا ہے ، کیونکہ حکم در اصل عاقل مختار اور عامد ذاکر کی طرف متوجہ ہوتا ہے جبکہ مکرہ مختار نہیں ہوتا ، سکران حالت سکر میں عاقل نہیں ہوتا ، غالط اور ناسی کا بھی قصد اور ارادہ نہیں ہوتا ۔

## وتلا الشعبی: رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا

حضرت عامر بن شراحیل شعبی سے جب ناسی اور مخطی کی طلاق کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے قرآن کریم کی مذکورہ آیت تلاوت فرمائی اور اس سے استدلال کیا کہ ناسی اور مخطی کا مواخذہ نہیں ہونا چاہئے ۔

---

(۳۹) فتح الباری: ۳۸۸/۹، وعمدۃ القاری: ۲۵۱/۲۰ ۔

(۴۰) فتح الباری: ۳۸۸/۹ ۔

(۴۱) عمدۃ القاری: ۲۵۱/۲۰ ۔

## ومالا یجوز من إقرار الموسوس

موسوس اس آدمی کو کہا جاتا ہے جس کو کثرت سے وسوسہ آتا ہو، اگر کسی کو طلاق کا وسوسہ آیا تو جمہور علماء کے نزدیک وسوسہ طلاق سے طلاق واقع نہیں ہوگی کیونکہ طلاق کے لئے تلفظ یاکتابت ضروری ہے اور وسوسہ میں نہ تلفظ ہوتا ہے اور نہ کتابت ۔

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد اس کے پیش کرنے سے یہ ہے کہ موسوس کی طلاق اس لئے واقع نہیں ہوتی کہ اس کی نیت نہیں لہذا سکران، مکرہ، ناسی کی بھی طلاق واقع نہیں ہونی چاہئے کیونکہ ان کی بھی نیت نہیں ہوتی، حالانکہ وہاں الفاظ طلاق پائے گئے ہیں اور یہاں الفاظ نہیں ہیں ۔

ابن سیرین اور ابن شہاب زہری فرماتے ہیں کہ موسوس نے اگر طلاق کا عزم کیا ہے تو اس صورت میں طلاق واقع ہوجائے گی، امام مالکؒ سے بھی ایک روایت اسی کے مطابق منقول ہے قاضی ابوبکر بن عربی نے اس کو قوی بھی قرار دیا ہے (۴۲) لیکن جمہور کا مسلک یہ نہیں ہے ۔

## وقال النبی ﷺ للذی أقرّ علی نفسہ: أبک جنون ؟

یہ آگے حدیث باب کا ٹکڑا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تھے، ایک آدمی نے آکر کہا میں نے زنا کیا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف التفات نہیں فرمایا، حتی کہ چار بار آپؐ نے اس کے قول کو رد کیا، اس کے بعد آپؐ نے انہیں بلا کر فرمایا "أبک جنون" کیا تم پاگل ہو، اس نے کہا نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سوال اس آدمی سے اس لئے کیا کہ اگر اس کا مجنون ہونا ثابت ہوجاتا تو اس سے حد ساقط ہوجاتی، جس سے معلوم ہوا کہ مجنون کا اقرار واعتراف معتبر نہیں، اسی لئے اس کی طلاق بھی واقع نہیں ہوگی (۴۳)

## وقال علی: بقر حمزۃ خواصر شارفی.....

یہ اس طویل حدیث کا حصہ ہے جو کتاب المغازی میں گذر چکی ہے، (۴۴) حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کیا اور کہا چونکہ وہ نشہ کی حالت میں تھے اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ

---

(۴۲) فتح الباری: ۹/۳۹۲۔

(۴۳) فتح الباری: ۹/۳۹۳۔

(۴۴) دیکھئے کشف الباری، کتاب المغازی: باب شہود الملائکۃ بدرا: ۱۵۶، ۱۵۷

وسلم نے مؤاخذہ نہیں فرمایا، جس سے معلوم ہوا کہ حالت سکر میں مواخذہ معاف ہے، لہذا سکران کی طلاق واقع نہیں ہونی چاہئے۔

وقال عثمانؓ: لیس لمجنون ولا لسکران طلاق

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجنون اور سکران کی طلاق واقع نہیں ہوتی یہ تعلیق ابن ابی شیبہ نے سند صحیح کے ساتھ موصولا نقل کی ہے۔ (۴۵)

وقال ابن عباسؓ: طلاق السکران والمُستَکرَہ لیس بجائز.

یعنی سکران اور مستکرہ (مغلوب مقہور اور مجبور) کی طلاق واقع نہیں ہوتی، اس تعلیق کو بھی سند صحیح کے ساتھ ابن ابی شیبہ نے موصولا نقل کیا ہے۔ (۴۶)

وقال عقبة بن عامرؓ: لا یجوز طلاق المُوَسْوِس.

اس تعلیق کو کس نے موصولا نقل کیا ہے، یہ معلوم نہیں ہوسکا۔

وقال عطاء: إذا بدأ بالطلاق، فله شرطه

اگر آدمی نے مشروط طلاق دی اور اس میں طلاق کو پہلے ذکر کیا اور شرط کو بعد میں ذکر کیا مثلاً یوں کہا أنت طالق إن دخلت الدار عطاء فرماتے ہیں اس صورت میں شرط معتبر ہوگی اور یہ طلاق مشروط ہوگی شرط واقع ہونے پر طلاق واقع ہوجائے گی۔

جمہور علماء کا یہی مسلک ہے کہ شرط کو چاہے پہلے ذکر کیا جائے یا بعد میں ذکر کیا جائے شرط کا بہر حال اعتبار ہوگا اور طلاق فوراً واقع نہیں ہوگی، شرط پائے جانے کے بعد واقع ہوگی (۴۷)

قاضی شریح فرماتے ہیں کہ تقدیم شرط کی صورت میں تو طلاق مشروط ہوگی لیکن تاخیر شرط کی صورت میں طلاق واقع ہوجائے گی، مشروط نہیں ہوگی۔ (۴۸)

---

(۴۵) عمدۃ القاری: ۲۰/۲۵۷۔

(۴۶) عمدۃ القاری: ۲۰/۲۵۷۔

(۴۷) عمدۃ القاری: ۲۰/۲۵۳، فتح الباری: ۹/۴۹۰۔

(۴۸) فتح الباری: ۵ / ۴۲۵

ابراہیم نخعی کو جب قاضی شریح کی یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے ان کی تردید فرمائی اور فرمایا کہ شرط کی تقدیم اور تاخیر دونوں صورتوں میں طلاق مشروط ہوگی، امام طحاوی نے ابراہیم نخعی کی یہ رائے نقل کی ہے۔ (۴۹)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کو یہاں وہم ہوا ہے، انہوں نے قاضی شریح کے مسلک کو ابراہیم نخعی کی طرف منسوب کردیا ہے (۵۰)

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عطاء کا جو اثر نقل کیا ہے وہ اس بات کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ہے کہ لفظ میں اصل اعتبار نیت کا ہے، آدمی ایک شروط کلام بولتا ہے اس کا مقصد اور اس کی نیت یہ ہوتی ہے کہ شرط کے ساتھ یہ کلام موثر ہو اور بغیر شرط کے یہ موثر نہ ہو، چنانچہ شریعت نے اس کا اعتبار کیا اور تحقق شرط کے بغیر اس کا کلام معتبر نہیں ہوتا انت طالق ان دخلت الدار اگر کسی نے کہا تو طلاق اسی وقت واقع ہوگی جب دخول دار متحقق ہوگا، کیونکہ کہنے والے کی نیت یہی ہے تو معلوم ہوا نیت معتبر ہے لہذا سکران اور مکرہ وغیرہ کی طلاق واقع نہیں ہونی چاہئے کیونکہ ان کی نیت نہیں ہوتی۔ (۵۱)

ترجمۃ الباب کے ساتھ اس اثر کی یہ مناسبت صرف حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے بیان فرمائی ہے (۵۲)

حضرت عطاء کی اس تعلیق کو عبدالرزاق نے موصولاً نقل کیا ہے (۵۳)

وقال نافع: طَلَّقَ امراتہ البتۃ إنْ خَرَجَتْ، فقال ابن عمرؓ: إنْ خَرَجَتْ فقد بُتَّتْ منہ، وإنْ لم تخرج فلیس بشیء

بُتَّتْ باء کے ضمہ اور تاء کی تشدید کے ساتھ صیغہ مجہول ہے۔

حضرت ابن عمرؓ کے غلام اور شاگرد حضرت نافع نے سوال کیا کہ اگر کسی نے اپنی بیوی کو طلاق بائن خروج دار کے ساتھ معلق کرکے دیدی تو اس کا کیا حکم ہے، حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ

---

(۵۱) لامع الدراری: ۹/۳۵۶۔

(۵۲) تعلیقات لامع الدراری: ۹/۳۵۶۔

(۵۳) تغلیق التعلیق علی صحیح البخاری: ۴/۴۵۵۔

اگر وہ نکلی تو بائنہ ہوجائے گی اور اگر نہیں نکلی تو کچھ بھی نہیں ہوگا، اس لئے کہ شوہر کی نیت یہ ہے کہ طلاق تحقق شرط کے بعد متحقق ہو، معلوم ہوا کہ نیت کا اعتبار ہوتا ہے (۵۴) لہذا ماقبل میں بیان کردہ اغلاق، مکرہ، سکران، مجنون، غالط اور ناسی ہونے کی حالت میں طلاق واقع نہیں ہونی چاہئے۔

اس تعلیق کو کس نے موصولا نقل کیا ہے یہ معلوم نہ ہوسکا (۵۵)

وقال الزهری فیمن قال: إنْ لم أفعل کذا وکذا، فامرأتی طالق ثلاثا، یُسأل عما قال وعقد علیه قلبهُ حین حلف بتلک الیمین، فإنْ سمی أجلاً أرادہ جعل ذلک فی دینه وامانته

حضرت زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے کہا " اگر میں ایسا ایسا نہ کروں تو میری بیوی کو تین طلاق " یعنی کسی کام کی اور مدت کی صراحت نہیں کی تو اس سے اس کے قول اور نیت کے بارے میں پوچھا جائے گا، اگر اس نے کوئی معین مدت بتادی (کہ میری مراد اتنی مدت تھی کہ اگر اس مدت میں میں یہ کام نہ کروں تو میری بیوی کو طلاق) تو اس کا قول دیانۃً معتبر سمجھا جائے گا۔

اس تعلیق کو بھی ذکر کرنے سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ نیت کا اعتبار ہوتا ہے (۵۶) لہذا ماقبل میں اغلاق اور اکراہ .... کے جو مسائل ذکر کئے گئے ہیں چونکہ ان میں نیت نہیں ہوتی اس لئے طلاق واقع نہیں ہونی چاہئے۔

اس تعلیق کو عبدالرزاق نے موصولا نقل کیا ہے (۵۷)

وقال إبراهیم: إنْ قال: لا حاجة لی فیک: نیته

اگر کوئی آدمی اپنی بیوی سے کہتا ہے کہ " مجھے تمہاری ضرورت نہیں " تو اس کی نیت

---

(۵۴) لامع الدراری: ۹/۳۵۶۔

(۵۵) چنانچہ حافظ ابن حجر نے تغلیق التعلیق (۴/۴۵۶) میں واما قول ابن عمر کے بعد جگہ خالی چھوڑدی ہے۔

(۵۶) لامع الدراری: ۹/۳۵۷-۳۵۸۔

(۵۷) تغلیق التعلیق: ۴/۴۵۶۔

کے مطابق فیصلہ ہوگا اگر نیت طلاق کی ہے تو طلاق واقع ہوجائے گی ورنہ نہیں ، معلوم ہوا کہ اصل اعتبار نیت کا ہے ۔

اس تعلیق کو ابن ابی شیبہ نے موصولا نقل کیا ہے (۵۸)

## وطلاقُ کلِ قوم بلسانهم

ہر قوم کی طلاق کا اس کی زبان کے اعتبار سے فیصلہ کیا جائے گا ، یہ ایک اجماعی فیصلہ ہے ، جس زبان میں جو لفظ طلاق کے لئے استعمال ہوتا ہو ، اس سے طلاق واقع ہوجائے گی ، اس سے بھی نیت کا اعتبار معلوم ہوتا ہے کیونکہ ہر زبان کے لوگ اپنے محاورے کے مطابق طلاق کے لئے جو لفظ استعمال کریں گے ظاہر ہے ان کی نیت طلاق واقع کرنے کی ہوگی ۔

ابن ابی شیبہ نے اس تعلیق کو موصولاً نقل کیا ہے (۵۹)

## وقال قتادة : إذا قال : إذا حملتِ فأنت طالق ثلاثا يَغْشاها عند كلِ طهر مَرَّةً ، فإنْ اسْتَبان حَمْلُها فقد بانَتْ منه

حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ جب کسی نے اپنی بیوی سے کہا " اگر تو حاملہ ہوگی تو تجھے تین طلاق " تو وہ ہر طہر میں ایک بار اس کے ساتھ وطی کرسکتا ہے (کیونکہ طہر حیض کے بعد آتا ہے ، حیض سے معلوم ہوا کہ حاملہ نہیں ہے لیکن ایک بار وطی کرنے کے بعد چونکہ حاملہ ہونے کا امکان ہے اس لئے اس طہر میں دوبارہ وطی نہیں کرے گا ) اگر حمل ظاہر ہوگیا تو عورت بائنہ ہوجائے گی کیونکہ قائل نے یہی نیت کی تھی ۔

اس تعلیق کو ابن ابی شیبہ نے موصولا نقل کیا ہے (٦۰)

## وقال الحسن : إذا قال : اِلْحَقِی بأَهلك نيته

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر کسی نے اپنی بیوی سے "الحقی باھلک" کے

---

(۵۸) تغلیق التعلیق : ۴/۴۵٦ ـ

(۵۹) تغلیق التعلیق : ۴/۴۵٦ ـ

(٦۰) تغلیق التعلیق : ۴/۴۵٦ ـ

الفاظ کہے تو اس کی نیت کا اعتبار ہوگا، اگر اس نے طلاق کی نیت کی تو طلاق واقع ہوجائے گی یہی جمہور علماء اور ائمہ اربعہ کا مسلک ہے، ظاہریہ کہتے ہیں کہ اس سے کچھ بھی نہیں ہوگا طلاق کی نیت ہو یا نہ ہو۔

اس تعلیق کو عبدالرزاق نے موصولا نقل کیا ہے (۶۱)

وقال ابن عباس: الطلاق عَنْ وَطَر، والعتاق ما أُرِيدَ به وجهُ الله

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ طلاق ضرورت کے تحت ہوتی ہے اور عتاق سے اللہ کی رضا مقصود ہوتی ہے، یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ سکران، مکرہ، خاطی اور ناسی کی طلاق واقع نہیں ہونی چاہئے کیونکہ وہاں ضرورت کا کوئی پہلو نہیں ہے اس لئے بغیر نیت کے اگر ان کی طلاق واقع قرار دی جائے تو لازم آئے گا کہ بغیر ضرورت اور حاجت کے واقع ہوئی جبکہ طلاق ضرورت کے تحت واقع ہوتی ہے (۶۲)

اس تعلیق کو موصولا نقل کرنے والا معلوم نہ ہوسکا (*۶۲)

وقال الزهري: إن قال: ما أنت بامرأتي، نيته، وإن نوى طلاقا فهو ما نوى

حضرت زہری فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا "تو میری بیوی نہیں" تو اس کی نیت کا اعتبار ہوگا، اگر اس نے طلاق کی نیت کی تو طلاق ہوجائے گی اور اگر نیت طلاق کی نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ تو میری بیوی بن کر فرمانبرداری نہیں کرتی، اس جملہ سے فرمانبرداری پر بیوی کو آمادہ کرنا مقصود ہے تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔

اس تعلیق کو ابن ابی شیبہ نے موصولا نقل کیا ہے (۶۳)

وقال علي: أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ القَلَمَ رُفِعَ عَنْ ثلاثة

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ تم نہیں جانتے کہ تین سے قلم اٹھادیا گیا ہے، مجنون سے اس

---

(۶۱) تغلیق التعلیق: ۴/۴۵۷۔

(۶۲) لامع الدراری: ۹/۳۵۸۔

(۶۳) تغلیق التعلیق: ۴/۴۵۷۔

کے صحیح ہونے تک بچہ سے اس کے بالغ ہونے تک اور نائم سے اس کے جاگ جانے تک، اس تعلیق سے مجنون کے طلاق واقع نہ ہونے پر استدلال مقصود ہے۔

یہ تعلیق موقوفاً اور مرفوعاً دونوں طرح منقول ہے لیکن موقوفاً راجح ہے، بغوی نے اس کو موصولاً نقل کیا ہے (۶۴)

## بچے کی طلاق کا حکم

یہی جمہور علماء کا مسلک ہے کہ مجنون اور نائم (سونے والے) کی طلاق واقع نہیں ہوگی البتہ صبی کے طلاق دینے کے بارے میں اختلاف ہے شافعیہ کے نزدیک صبی کی طلاق واقع ہوجائے گی۔

لیکن امام مالک رحمہ اللہ کی ایک روایت یہ ہے کہ اگر وہ قریب البلوغ اور مراہق ہو تو اس کی طلاق واقع ہوجائے گی۔

امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر وہ روزہ رکھنے کی طاقت رکھتا ہے تو ایسے صبی کی طلاق واقع ہوجائے گی (۶۵)

حنفیہ کے نزدیک بچے کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔(۱)

## وقال علیؓ: وكل طلاق جائز إلا طلاق المعتوه

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہر طلاق واقع ہوجاتی ہے لیکن معتوہ کی طلاق واقع نہیں ہوتی معتوہ سے ایسا آدمی مراد ہے جس کی عقل میں خلل اور فتور ہو جو ناقص العقل ہو، مجنون بھی اس میں داخل ہے اور صبی بھی (۶۶)

اس تعلیق کو بغوی نے موصولاً نقل کیا ہے (۶۷)

---

(۶۴) فتح الباری: ۳۹۱/۹۔

(۶۵) مذکورہ تفصیل کے لئے دیکھئے فتح الباری: ۳۹۱/۹۔

(۶۶) فتح الباری: ۳۹۲/۹۔

(۶۷) تغلیق التعلیق: ۴۵۷/۴۔

(۱) هدایه: ج۲/ص۳۳۔

٤٩٦٨ : حدّثنا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : حَدَّثَنَا هِشَامٌ : حَدَّثَنَا قَتَادَةُ ، عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفَى ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (إِنَّ ٱللّٰهَ تَجَاوَزَ عَنْ أُمَّتِي ما حَدَّثَتْ بِهِ أَنْفُسَهَا ، ما لَمْ تَعْمَلْ أَوْ تَتَكَلَّمْ).

قالَ قَتَادَةُ : إِذَا طَلَّقَ فِي نَفْسِهِ فَلَيْسَ بِشَيْءٍ . [ر : ٢٣٩١]

٤٩٦٩ : حدّثنا أَصْبَغُ : أَخْبَرَنَا ٱبْنُ وَهْبٍ ، عَنْ يُونُسَ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ قالَ : أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ ، عَنْ جابِرٍ : أَنَّ رَجُلاً مِنْ أَسْلَمَ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ : إِنَّهُ قَدْ زَنَى ، فَأَعْرَضَ عَنْهُ ، فَتَنَحَّى لِشِقِّهِ الَّذِي أَعْرَضَ ، فَشَهِدَ عَلَى نَفْسِهِ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ ، فَدَعَاهُ فَقَالَ : (هَلْ بِكَ جُنُونٌ ؟ هَلْ أُحْصِنْتَ) . قالَ : نَعَمْ ، فَأَمَرَ بِهِ أَنْ يُرْجَمَ بِالْمُصَلَّى ، فَلَمَّا أَذْلَقَتْهُ ٱلْحِجَارَةُ جَمَزَ حَتَّى أُدْرِكَ بِالْحَرَّةِ فَقُتِلَ . [٦٤٢٩ ، ٦٤٣٤ ، وانظر : ٤٩٧٠]

٤٩٧٠ : حدّثنا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قالَ : أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَسَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ : أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قالَ : أَتَى رَجُلٌ مِنْ أَسْلَمَ رَسُولَ ٱللّٰهِ ﷺ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ ، فَنَادَاهُ فَقَالَ : يَا رَسُولَ ٱللّٰهِ ، إِنَّ ٱلْآخِرَ قَدْ زَنَى ، يَعْنِي نَفْسَهُ ، فَأَعْرَضَ عَنْهُ ، فَتَنَحَّى لِشِقِّ وَجْهِهِ الَّذِي أَعْرَضَ قِبَلَهُ ، فَقَالَ : يَا رَسُولَ ٱللّٰهِ ، إِنَّ ٱلْآخِرَ قَدْ زَنَى ، فَأَعْرَضَ

---

(٤٩٦٩) الحديث اخرجه البخاری ایضا فی الطلاق، باب الطلاق فی الاغلاق والکره.... رقم الحدیث: ٥٢٧٢، وایضا اخرجه فی الحدود، باب رجم المحصن، رقم الحدیث: ٦٨١٤، وایضا اخرجه البخاری فی الحدود، باب لایرجم المجنون والمجنونة، رقم الحدیث: ٦٨١٦، ٦٨١٥، وایضا اخرجه البخاری فی الحدود، باب الرجم بالمصلّی، رقم الحدیث: ٦٨٢٠، و باب سوال الامام المفر هل احصنت؟ رقم الحدیث: ٦٨٢٦، ٦٨٢٥، فی الاحکام، باب من حکم فی المسجد حتی اذا اتی علی حد امران یخرج من المسجد فیقام، رقم: ٧١٦٧، ٧١٦٨، واخرجه مسلم فی الحدود، باب من اعترف علی نفسه بالزنا، رقم: ١٦٩١، واخرجه ابوداود فی الحدود، باب فی الرجم ٢/ ٢٥٢، واخرجه الترمذی فی الحدود، باب ماجآء فی تحقیق الرجم: ١/ ١٧٢، واخرجه النسائی فی الجنائز، باب ترک الصلوة علی المرجوم ١/ ٢٧٨۔

(رجلاً) هو ماعز رضي الله عنه . (فتنحى لشقه) قصد الجهة التي وجهه إليها . (أحصنت) تزوجت (أذلقته) أجهدته وأقلقته . (جمز) أسرع هاربًا . (أدرك) وصل إليه . (بالحرة) أرض ذات حجارة سوداء خارج المدينة .

٤٩٧٠ : أخرجه مسلم في الحدود ، باب : من اعترف على نفسه بالزنا ، رقم : ١٦٩١ م .

عَنْهُ ، فَتَنَحَّى لِشِقِّ وَجْهِهِ الَّذِي أَعْرَضَ قِبَلَهُ ، فَقَالَ لَهُ ذٰلِكَ ، فَأَعْرَضَ عَنْهُ . فَتَنَحَّى لَهُ الرَّابِعَةَ ، فَلَمَّا شَهِدَ عَلَى نَفْسِهِ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ دَعَاهُ فَقَالَ : (هَلْ بِكَ جُنُونٌ) . قَالَ : لَا ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (اذْهَبُوا بِهِ فَارْجُمُوهُ) . وَكَانَ قَدْ أُحْصِنَ .

وَعَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ : أَخْبَرَنِي مَنْ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَنْصَارِيَّ قَالَ : كُنْتُ فِيمَنْ رَجَمَهُ ، فَرَجَمْنَاهُ بِالْمُصَلَّى بِالْمَدِينَةِ ، فَلَمَّا أَذْلَقَتْهُ الْحِجَارَةُ جَمَزَ ، حَتَّى أَدْرَكْنَاهُ بِالْحَرَّةِ ، فَرَجَمْنَاهُ حَتَّى مَاتَ . [٦٤٣٠ ، ٦٤٣٩ ، ٦٧٤٧ ، وانظر : ٤٩٦٩]

باب کی پہلی حدیث سے طلاق مُوَسْوِس کے عدمِ وقوع پر امام بخاری رحمہ اللہ نے استدلال کیا ہے کیونکہ اس میں ہے "إنّ اللّٰہ تجاوز عن أمتی ما حدثت بہ أنفسھا" وسوسہ پر مواخذہ نہیں لہذا اگر طلاق کا وسوسہ کسی آدمی کو آتا ہے تو طلاق واقع نہیں ہوگی ۔ (۶۸)

بعد کی احادیث میں وہی واقعہ بیان کیا گیا ہے جو اوپر عقبہ بن عامرؓ کی تعلیق میں گذر چکا کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر زنا کا اقرار کیا، آپ نے فرمایا أبِکَ جُنُونٌ؟ کیا تو مجنون ہے، اس نے کہا "نہیں" اگر اس کا مجنون ہونا ثابت ہوجاتا تو اس پر حد جاری نہ کی جاتی (۶۹) معلوم ہوا مجنون کا اعتراف معتبر نہیں لہذا اس کی طلاق بھی واقع نہیں ہوگی ۔

---

(۶۸) عمدۃ القاری: ۲۰/۲۵۵۔

(۶۹) فتح الباری: ۱۰/۴۹۳۔

## ١١ - باب : الْخُلْعِ وَكَيْفَ الطَّلَاقُ فِيهِ .

وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى : «وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا إِلَّا أَنْ يَخَافَا أَنْ لَا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ - إِلَى قَوْلِهِ - الظَّالِمُونَ» /البقرة : ٢٢٩/ .

وَأَجَازَ عُمَرُ الخُلْعَ دُونَ السُّلْطَانِ .

وَأَجَازَ عُثْمَانُ الخُلْعَ دُونَ عِقَاصِ رَأْسِهَا .

وَقَالَ طَاوُسٌ : «إِلَّا أَنْ يَخَافَا أَنْ لَا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ» . فِيمَا افْتَرَضَ لِكُلٍّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَلَى صَاحِبِهِ فِي العِشْرَةِ وَالصُّحْبَةِ ، وَلَمْ يَقُلْ قَوْلَ السُّفَهَاءِ : لَا يَحِلُّ حَتَّى تَقُولَ لَا أَغْتَسِلُ لَكَ مِنْ جَنَابَةٍ .

یہ خلع کا باب ہے، خُلْع خَلْعٌ سے ماخوذ ہے جس کے معنی نزع اور اتارنے کے ہیں میاں بیوی چونکہ ایک دوسرے کے لباس ہیں جیسا کہ قرآن کریم میں ہے "هن لباس لكم وانتم لباس لهن" اور خلع کے ذریعہ اس لباس کو اتار دیا جاتا ہے اس لئے اس کو خلع کہتے ہیں (۱)، علامہ عینی نے اپنے شیخ کے حوالہ سے خلع کی اصطلاحی تعریف کی ہے .... "هو فراق الرجل امراته على عوض يحصل له" بعضوں نے تعریف کی ہے "هو مفارقة الرجل امراته على مال" بعضوں

---

(١١) (آتيتموهن) أعطيتموهن من المهر . (يخافا) أي الزوجان . (يقيما) يلتزما . (حدود الله) ما لزم كلاً منهما من حقوق الزوجية . وتتمتها : «فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ تِلْكَ حُدُودُ اللهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ» . (فلا ..) فلا إثم عليها في بذله ولا إثم عليه في أخذه . (فيما افتدت به) ما تعطيه من مال تفتدي نفسها ليطلقها . (تلك حدود الله) أحكام شريعته التي أمركم بالوقوف عندها . (تعتدوها) تجاوزوها . (دون السلطان) أي بغير حضور القاضي ولا علمه . والخلع هو أن يفارق الزوج زوجته مقابل مال تعطيه إياه . (دون ..) المعنى : أن المخالع له أن يأخذ كل ما تملكه المرأة حتى ما دون عقاص رأسها ، إذا افتدت منه بذلك . والعقاص جمع عقيصة وهي الضفيرة . وقيل : هي الخيط الذي تربط به الضفيرة . (لم يقل) أي لم يقل الله تعالى قول السفهاء . والمراد بقول السفهاء أنهم يقولون : لا يحل للرجال أن يأخذوا شيئًا حتى تقول المرأة : لا أغتسل لك من الجنابة . وقولها هذا كناية عن عدم السماح له بالوطء ، فتكون عندها ناشزًا .

(۱) ارشاد الساری: ۱۲/۴۰۔

نے فرمایا "ھو ازالۃ الزوجیۃ بما یعطیہ من المال" (۲)

مطلب یہ ہے کہ شوہر بیوی کو کسی چیز کے عوض چھوڑ دے اور اپنی زوجیت سے اس کو خارج کردے یہ اصطلاح شرع میں خلع کہلاتا ہے ۔

## سب سے پہلے خلع کس نے کیا؟

ابوبکر بن درید نے لکھا ہے کہ دنیا میں سب سے پہلے خلع عامر بن ظرِب نے اپنی لڑکی کا کیا تھا، اس نے اپنی لڑکی کا نکاح اپنے بھتیجے سے کرایا لیکن نکاح کے بعد دونوں میں نبھا نہیں ہوسکا، لڑکی کو شوہر سے نفرت تھی، جس کی شکایت شوہر نے لڑکی کے والد سے کی، والد نے کہا "میں تجھ پر دو باتوں کو جمع نہیں کروں گا کہ تیرا مال بھی جائے اور تیری بیوی بھی جائے، لہذا تو نے جو کچھ اس کو دیا اس کے عوض میں تجھ سے اس کا خلع کراتا ہوں (۳)، اسلام میں سب سے پہلے حضرت ثابت بن قیس بن شماس ؓ کی بیوی جمیلہ کا خلع پیش آیا ہے آگے روایات باب میں اس کی تفصیل آرہی ہے ۔

## کیف الطلاق فیہ

خلع کے اندر طلاق کیسے واقع ہوگی، اس میں حضرات ائمہ کا اختلاف ہے ۔

❶ امام ابوحنیفہ، امام مالک اور جمہور علماء کے نزدیک خلع سے ایک طلاق واقع ہوجائے گی اور دوبارہ نئے نکاح ہی کی صورت میں وہ اس کے لئے حلال ہوگی، امام شافعی کا اصح قول اور امام احمد کی ایک روایت اسی کے مطابق ہے (۴)

❷ ظاہریہ کے نزدیک خلع طلاق رجعی کے حکم میں ہے، نئے نکاح کے بغیر شوہر بیوی سے رجوع کرسکتا ہے (۵)

❸ امام احمد، امام اسحاق اور ابوثور کے نزدیک خلع فسخ نکاح ہے (۶)

---

(۲) عمدۃ القاری: ۲۰/۲۶۰۔

(۳) فتح الباری: ۹/۴۹۴۔

(۴) فتح الباری: ۹/۴۹۵: مختصر اختلاف العلماء للطحاوی: ۲/۴۶۵۔

(۵) دیکھئے المحلی لابن حزم الظاہری، احکام الخلع، رقم المسئلۃ: ۱۹۸۸۔: ۱۰/۲۴۹۔

(۶) المغنی لابن قدامۃ، کتاب الخلع، رقم المسألۃ: ۵۷۵۵۔: ۷/۲۴۹۔

● امام شافعی رحمہ اللہ سے ایک روایت یہ نقل کی گئی ہے کہ اگر شوہر نے خلع سے طلاق کا ارادہ نہیں کیا تو فرقت اور جدائی واقع نہیں ہوگی "کتاب الام" میں امام شافعی ؒ نے اس کی تصریح فرمائی ہے، علامہ تقی الدین سبکی نے اس کو قوی قرار دیا اور محمد بن نصر مروزی نے فرمایا کہ یہی امام شافعی کا آخری قول ہے (۷)

امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب میں "وکیف الطلاق فیہ" کہہ کر غالباً اسی اختلاف کی طرف اشارہ کیا ہے (۸)

## وقول اللّٰہ تعالی: ولا یحل لکم ان تاخذوا مما آتیتموھن شیئاً

اس کا عطف "الخلع" پر ہے اور "باب" کے لئے مضاف الیہ ہے، یہ سورۃ بقرہ کی آیت کا وہ حصہ ہے جس میں خلع کا بیان ہے، ارشاد ہے "اور تمہارے لئے یہ حلال نہیں کہ (بیویوں کو چھوڑنے کے وقت ان سے) کچھ بھی لو (اگر چہ وہ لیا ہوا) اسی مال میں سے کیوں نہ ہو جو تم نے (مہر میں) ان کو دیا تھا مگر (ایک صورت البتہ حلال ہے، وہ) یہ کہ (کوئی) میاں بیوی ایسے ہوں کہ دونوں کو خطرہ ہو کہ وہ (حقوق زوجیت کے متعلق) اللہ تعالی کے مقرر کردہ ضابطوں کو قائم نہ رکھ سکیں گے۔

تو ایسی صورت میں آگے فرمایا گیا فلا جناح علیھما فیما افتدت بہ یعنی دونوں پر کوئی گناہ نہ ہوگا اس مال کے لینے دینے میں جس کو عورت دے کر اپنی جان چھڑائے۔

اس آیت کریمہ کی بناء پر خلع کی مشروعیت اور جواز پر اتفاق ہے البتہ مشہور تابعی بکر بن عبداللہ اس کو جائز نہیں سمجھتے کہ عورت کی جدائی کے عوض شوہر کچھ مال حاصل کرے، وہ قرآن کریم کی سورۂ نساء کی آیت "فلا تاخذوا منہ شیئاً" سے استدلال کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ سورۂ بقرہ کی آیت منسوخ ہے، لیکن ان کا یہ قول شاذ ہے، سورۂ نساء ہی میں ایک دوسری آیت میں ہے "فان طبن لکم عن شیء منہ نفسا فکلوہ ھنیئاً مریئاً" جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت رضا مندی سے اگر کچھ دینا چاہے تو اس کا لینا جائز ہے اور خلع میں عورت رضامندی سے دیتی ہے۔ (۹)

---

(۷) فتح الباری: ۳۹۵/۹۔

(۸) فیض الباری: ۳۱۸/۴۔

(۹) فتح الباری: ۳۹۵/۹۔

## وَأَجَازَ عُمَرُ الخُلْعَ دون السلطان

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خلع کو سلطان کے بغیر جائز قرار دیا، جمہور کا یہی مسلک ہے کہ خلع میں بادشاہ اور قاضی کی شرط نہیں ہے، ان کے بغیر خلع صحیح ہوسکتا ہے۔

حضرت حسن بصری، ابن سیرین اور ابوعبید فرماتے ہیں کہ بادشاہ اور سلطان کے بغیر خلع جائز نہیں ہے (۱۰) اس تعلیق کو ابن ابی شیبہ نے موصولاً نقل کیا ہے۔ (۱۱)

## وَأَجَازَ عثمانُ الخُلْعَ دون عِقاص رَأسها

عِقاص: عَقِیْصَة کی جمع ہے، بالوں کی چوٹی کو یا اس دھاگے کو کہتے ہیں جس سے بالوں کی چوٹیوں کو باندھتے ہیں (۱۲)، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بالوں کی چوٹیوں کے علاوہ خلع میں دوسرا سارا مال لینے کو جائز قرار دیا ہے۔

اس میں اختلاف ہے کہ خاوند نے جتنا مال دیا ہے اس سے زائد مال عورت سے خلع میں لے سکتا ہے یا نہیں؟

امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک شوہر اپنے دئے ہوئے مال سے زیادہ طلب کرسکتا ہے (۱۳)

امام احمد اور امام اسحاق فرماتے ہیں کہ زائد لینے کی اجازت نہیں ہے۔ (۱۴)

حنفیہ کے دو قول ہیں ایک جواز کا اور دوسرا کراہت کا؛ دونوں میں تطبیق یوں ہوسکتی ہے کہ اگر نشوز اور نافرمانی عورت کی طرف سے ہے تو زیادہ مال لے سکتا ہے اور اگر اضرار اور ایذاء مرد کی طرف سے ہے اور اس کی بناء پر خلع کی نوبت آرہی ہے تو اس صورت میں زیادہ مال لینا مکروہ ہے (۱۵)

---

(۱۰) فتح الباری: ۹/۴۹۷، نیز دیکھئے مختصر اختلاف العلماء للطحاوی: ۲/۴۶۵۔۴۶۶۔

(۱۱) عمدة القاری: ۲۰/۲۶۱۔

(۱۲) عمدة القاری: ۲۰/۲۶۱۔

(۱۳) عمدة القاری: ۲۰/۲۶۲۔ واوجز المسالک: ۱۰/۱۰۴، ماجاء فی الخلع۔

(۱۴) عمدة القاری: ۲۰/۲۶۲۔

(۱۵) دیکھئے فتح القدیر: ۴/۱۹۴۔ باب الخلع، واوجز المسالک: ۱۰/۱۰۵۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حضرت عثمانؓ کی اس تعلیق کو ہم نے " امالی ابن قاسم " میں موصولاً نقل کیا ہے ۔ (۱٦)

وقال طاوس: إلا أن يخافا أن لا يقيما حدود الله فيما افترض لكل واحد منهما على صاحبه في العشرة

حضرت طاوس فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کی آیت میں "حدود اللہ" سے وہ حدود مراد ہیں جو میاں بیوی کے ایک دوسرے کے ساتھ رہتے ہوئے معاشرت اور مصاحبت میں اللہ تعالی نے ان میں سے ہر ایک کے لئے دوسرے پر مقرر کئے ہیں ۔

ولم يقل قول السفهاء: لا يحل حتى تقول: لا أغتسل لك من جنابة

یہ عبداللہ بن طاوس کا مقولہ ہے ، وہ فرماتے ہیں کہ طاوس نے احمقوں کا یہ قول اختیار نہیں کیا کہ خلع اس وقت تک حلال نہیں جب تک عورت یہ نہ کہدے میں تمہارے ساتھ وطی نہیں کروں گی ، یہاں بخاری میں اختصار ہے ، عبدالرزاق نے اس تعلیق کو موصولاً نقل کیا ہے ، (۱۷) اس سے واضح ہوجاتا ہے کہ یہ ابن طاوس کا مقولہ ہے ۔

اس میں حضرت حسن بصری اور امام شعبی پر تعریض کی گئی ہے ، ان دونوں کا مذہب یہ ہے کہ جب تک عورت نافرمانی اور جماع کرنے سے انکار نہ کرے اس وقت تک خلع کرنا درست نہیں ، لا یحل حتی تقول.... یعنی خلع حلال نہیں یہاں تک کہ عورت کہدے لا اغتسل لک من جنابۃ یہ جماع سے کنایہ ہے یعنی عورت کہدے کہ میں تمہارے ساتھ ہمبستری کے لئے تیار نہیں ہوں تو تب خلع حلال ہوجاتا ہے (۱۸) ابن طاوس نے اس کو رد کردیا اور فرمایا کہ طاوس کا یہ مذہب نہیں ، جماع کا انکار نہ کرنے کے باوجود اگر دونوں کے درمیان معاشرت اور رہن سہن کے حوالہ سے ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی اور مزاجوں میں مناسبت بالکل نہ ہورہی ہو تو ایسی صورت میں بھی خلع کیا جاسکتا ہے ۔

---

(۱٦) فتح الباری: ۹/۳۹٦۔

(۱۷) فتح الباری: ۹/۳۹۷۔

(۱۸) فتح الباری: ۹/۳۹۷۔

٤٩٧٣/٤٩٧١ : حدّثنا أزْهَرُ بْنُ جَمِيلٍ : حدّثنا عبدُ الْوَهّابِ الثَّقَفِيُّ : حدّثنا خالِدٌ ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنِ ابْنِ عَبّاسٍ : أَنَّ امْرَأَةَ ثابِتِ بْنِ قَيْسٍ أَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَقالَتْ : يا رَسُولَ اللهِ ، ثابِتُ بْنُ قَيْسٍ ، ما أَعْتِبُ عَلَيْهِ في خُلُقٍ وَلا دِينٍ ، وَلٰكِنِّي أَكْرَهُ الْكُفْرَ في الْإِسْلامِ . فَقالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (أَتَرُدِّينَ عَلَيْهِ حَدِيقَتَهُ) . قالَتْ : نَعَمْ ، قالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (اقْبَلِ الْحَدِيقَةَ وَطَلِّقْها تَطْلِيقَةً) . قالَ أَبو عَبْدِ اللهِ : لا يُتابَعُ فِيهِ عَنِ ابْنِ عَبّاسٍ .

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں ثابت بن قیسؓ کی بیوی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ ! میں ثابت بن قیس سے کسی بری عادت یا دین داری اور دیانت داری میں کمی کے باعث ناراض نہیں ہوں لیکن میں حالت اسلام میں ناشکری نہیں کرنا چاہتی ہوں ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ، "کیا تو اس کا باغ اس کو واپس کرنے کے لئے تیار ہے ؟ " اس نے کہا " ہاں " حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت بن قیس سے فرمایا کہ اس سے باغ لے لو اور اس کو ایک طلاق دیدو۔

امراۃ ثابت بن قیس

حضرت ثابت بن قیس بن شماس خطیب الانصار اور مشہو صحابی ہیں، اللہ تعالی نے فصاحت وبلاغت میں انہیں بلند مقام عطا فرمایا تھا ان کی بیوی نے ان سے خلع کیا کیونکہ حضرت ثابت شکل وصورت کے لحاظ سے حسین نہیں تھے ، اس عورت کا نام باب کی آخری روایت میں" جمیلہ " آیا ہے ، یہ جمیلہ بنت عبداللہ بن ابی بن سلول ہے یعنی راس المنافقین کی بیٹی ہے ۔

دار قطنی کی روایت میں اس کا نام " زینب " آیا ہے ، ہوسکتا ہے کہ ایک عورت کے دو نام ہوں یا ایک نام اور ایک لقب ہو (۱۹)

---

٤٩٧١ : (امرأة ثابت) واسمها جميلة بنت أبي بن سلول . (ما أعتب عليه) لا أعيبه ولا ألومه . (أكره الكفر) أي أن أقع في أسباب الكفر ، من سوء العشرة مع الزوج ونقصانه حقه ونحو ذلك.(حديقته) بستانه الذي أعطاها إياه مهرًا . (تطليقة) طلقة واحدة رجعية . (لا يتابع فيه) أي لا يتابع أزهر بن جميل على ذكر ابن عباس رضي الله عنهما في هذا الحديث .

(۴۹۷۱)الحدیث اخرجه البخاری ایضا فی الطلاق، باب الخلع وکیف الطلاق فیه، رقم الحدیث: ۵۲۷۴، ۵۲۷۵، ۵۲۷۶، ۵۲۷۷، واخرجه النسائی فی الطلاق، باب ماجاء فی الخلع : ۲/ ۱۰۷ ۔

(۱۹) فتح الباری: ۹/ ۳۹۸۔

یہاں امام بخاری کی دوسری روایت میں ہے "ان اخت عبداللّٰہ بن ابی" اس میں "عبداللہ" سے راس المنافقین مراد نہیں بلکہ اس کا بیٹا۔ "عبداللہ" مراد ہے جو مخلص صحابی تھے، یہاں ان کی نسبت دادا کی طرف کردی، اصل عبارت ہے "ان اخت عبداللّٰہ بن عبداللّٰہ بن ابی" حاصل یہ کہ جمیلہ، راس المنافقین عبداللہ بن ابی کی بہن نہیں بلکہ اس کی بیٹی اور عبداللہ بن عبداللہ بن ابی کی بہن ہے اور بخاری کی روایت میں "عبداللہ بن ابی" سے راس المنافقین نہیں بلکہ اس کا بیٹا مراد ہے۔ جو مخلص صحابی تھے لیکن یہاں ان کی نسبت ان کے دادا کی طرف کردی (۲۰)

ابن الاثیر اور امام نووی نے فرمایا کہ یہ راس المنافقین کی بہن تھی، بیٹی نہیں تھی، جیسا کہ بخاری کی روایت میں ہے (۲۱) لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا رجحان اسی طرف ہے جو اوپر ہم نے ذکر کیا۔

بعضوں نے اس کو تعدد واقعات پر محمول کیا اور کہا کہ راس المنافقین کی بہن اور بیٹی دونوں ثابت بن قیس کے عقد میں رہی ہیں، لیکن اس پر کوئی ٹھوس دلیل نہیں، اصل عدم تعدد ہے (۲۲)

بعض روایات میں اس عورت کا نام "حبیبہ بنت سہل" آیا ہے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ظاہر یہ ہے کہ جمیلہ بنت عبداللہ اور حبیبہ بنت سہل دونوں کا واقعہ الگ الگ ہے اور دونوں کے ساتھ خلع کا واقعہ پیش آیا، باقی "جمیلہ" کے نام اور نسب میں جو اختلاف ہے اس کو تعدد واقعات پر محمول کرنا خلاف سیاق ہے؛ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"قلت: والذی یظهر انهما قصتان وقعتا لامراتین لشهرة الخبرین، وصحة الطریقین، واختلاف السیاقین، بخلاف ما وقع من الاختلاف فی تسمیة جمیلة ونسبها، فان سیاق قصتها متقارب، فامکن رد الاختلاف فیه الی الوفاق" (۲۳)

## ولکن أکرہ الکُفُرَ فی الإسلام

اس جملے کے چار مطلب ہوسکتے ہیں:

❶ کفر سے مراد ناشکری اور کفرانِ عشیر ہے اور مطلب یہ ہے کہ یہ تو میرے ساتھ اچھے

(۲۰) فتح الباری: ۹/۴۹۸۔

(۲۱) فتح الباری: ۹/۴۹۸۔

(۲۲) فتح الباری: ۹/۴۹۸۔

(۲۳) فتح الباری: ۹/۴۹۹۔

اخلاق اور حسن سلوک کے ساتھ پیش آتے ہیں اور میں ان کی طرف مائل نہیں ہوں اعراض اور نفرت کرتی ہوں، تو یہ ناشکری مسلمان ہونے کے بعد مجھے پسند نہیں، لہذا میں ان کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی تاکہ اس ناشکری کا ارتکاب نہ ہو۔

❷ دوسرا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ اگر یہ مجھے نہیں چھوڑیں گے تو نفرت کی شدت کی وجہ سے نکاح فسخ کرنے کے لئے مجھے کفر اور ارتداد میں پڑنے کا خطرہ ہے اور اسلام لانے کے بعد کفر اختیار کرنا مجھ کو پسند نہیں اس لئے یہ مجھے چھوڑ دیں۔

❸ علامہ طیبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ کفر سے مراد نافرمانی اور اظہار نفرت ہے جو اسلامی احکام کے خلاف ہیں، اسلام کے تقاضوں کے خلاف رویہ پر اس نے کفر کا اطلاق کیا اور مطلب یہ ہے کہ اسلام لانے کے بعد اس کی تعلیمات کے خلاف عمل کرنے کو میں ناپسند کرتی ہوں اور چونکہ ان کے ساتھ مجھے مناسبت اور محبت نہیں اس لئے اسلامی حکم کے برخلاف نافرمانی اور نفرت کے ارتکاب کا مجھے اندیشہ ہے، لہذا مجھے ان سے الگ کردیجئے۔

❹ اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہاں مضاف محذوف مانا جائے ای اکرہ لوازم الکفر یعنی اسلام میں کفر کے لوازم (نافرمانی، نفرت، جھگڑا) مجھے پسند نہیں، اس لئے مجھے الگ کردیا جائے۔ (۲۴)

## اقبل الحدیقۃ، وطلِّقها تطلیقۃ

امام احمد رحمہ اللہ اسی جملہ سے استدلال کرکے فرماتے ہیں کہ خلع طلاق نہیں بلکہ فسخ نکاح ہے اس لئے کہ اگر خلع طلاق ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم "طلقها تطلیقۃ" نہ فرماتے۔

لیکن اس جملہ سے خلع کا فسخ نکاح پر استدلال کرنا درست نہیں کیونکہ اس سے زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ طلاق علی المال ہے اور مطلب یہ ہے کہ تم باغ قبول کرکے طلاق دیدو تو یہ طلاق علی المال کی صورت ہوگئی۔

محل اختلاف یہ ہے کہ اگر کسی نے خلع کیا اور طلاق کا لفظ استعمال نہیں کیا تو طلاق واقع ہوگی کہ نہیں اور مذکورہ جملہ سے اس کے متعلق کوئی استدلال نہیں کیا جاسکتا۔ (۲۵)

---

(۲۴) مذکورہ تفصیل کے لئے دیکھئے فتح الباری: ۹/۵۰۰، وعمدۃ القاری: ۲۰/۲۶۳۔

(۲۵) فتح الباری: ۹/۵۰۱، واوجز المسالک، کتاب الطلاق، باب الخلع: ۱۰/۱۰۰۔

**قال ابو عبداللہ: لا یُتَابَعُ فیہ عن ابن عباس**

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں ان کے شیخ ازہر بن جمیل کی حضرت ابن عباسؓ کے بارے میں متابعت نہیں کی گئی ہے یعنی دوسرے حضرات نے سند میں حضرت ابن عباسؓ کا ذکر نہیں کیا بلکہ عکرمہ سے اس کو مرسلا نقل کیا ہے، چنانچہ باب کی دوسری روایت جس میں امام بخاری کے شیخ اسحاق واسطی ہیں عکرمہ سے مرسلا منقول ہے، حاصل یہ کہ اس حدیث میں خالد حذّا کا جو طریق ہے وہ صرف ازہر بن جمیل سے موصولا منقول ہے باقی حضرات ان کے طریق سے اس حدیث کو مرسلا نقل کرتے ہیں البتہ ایک دوسرا طریق "أیوب عن عِکْرِمَة" ہے وہ امام نے یہاں چوتھے نمبر پر موصولا نقل کیا ہے۔

(٤٩٧٢) : حدَّثنا إِسْحٰقُ الْوَاسِطِيُّ : حَدَّثَنا خالِدٌ ، عَنْ خالِدٍ الحَذَّاءِ ، عَنْ عِكْرِمَةَ : أَنَّ أُخْتَ عَبْدِ اللهِ بْنِ أُبَيٍّ : بِهٰذَا ، وَقالَ : (تَرُدِّينَ حَدِيقَتَهُ) . قالَتْ : نَعَمْ ، فَرَدَّتْها ، وَأَمَرَهُ يُطَلِّقُها .

وقالَ إِبْراهِيمُ بْنُ طَهْمانَ ، عَنْ خالِدٍ ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ : (وَطَلِّقْها) .

وَعَنْ أَيُّوبَ بْنِ أَبِي تَمِيمَةَ ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ قالَ : جاءَتِ امْرَأَةُ ثابِتِ ابْنِ قَيْسٍ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقالَتْ : يا رَسُولَ اللهِ ، إِنِّي لَا أَعْتِبُ عَلَى ثابِتٍ فِي دِينٍ وَلَا خُلُقٍ ، وَلٰكِنِّي لَا أُطِيقُهُ ، فَقالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (فَتَرُدِّينَ عَلَيْهِ حَدِيقَتَهُ) . قالَتْ : نَعَمْ .

(٤٩٧٣) : حدَّثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْمُبارَكِ الْمُخَرِّمِيُّ : حَدَّثَنا قُرادٌ أَبُو نُوحٍ : حَدَّثَنا جَرِيرُ بْنُ حازِمٍ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُما قالَ : جاءَتِ امْرَأَةُ ثابِتِ بْنِ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقالَتْ : يا رَسُولَ اللهِ ، ما أَنْقِمُ عَلَى ثابِتٍ فِي دِينٍ وَلَا خُلُقٍ ، إِلَّا أَنِّي أَخافُ الْكُفْرَ ، فَقالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (فَتَرُدِّينَ عَلَيْهِ حَدِيقَتَهُ) . فَقالَتْ : نَعَمْ ، فَرَدَّتْ عَلَيْهِ ، وَأَمَرَهُ فَفارَقَها .

حدَّثنا سُلَيْمانُ : حَدَّثَنا حَمَّادٌ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنْ عِكْرِمَةَ : أَنَّ جَمِيلَةَ ، فَذَكَرَ الحَدِيثَ .

**وقال ابراهیم بن طهمان عن خالد عن عِکْرِمَة عن النبی ﷺ**

ابراہیم بن طہمان کے دو شیخ ہیں ایک خالد حذّا اور دوسرے ایوب بن ابی تمیمہ، خالد حذّا

سے تو وہ اس حدیث کو مرسلاً نقل کرتے ہیں، البتہ ایوب سے وہ اس کو موصولاً نقل کرتے ہیں، امام بخاری نے یہاں دونوں کو ذکر کیا۔

## حدثنا قُراد

قراد امام بخاری کے شیخ الشیخ ہیں، یہ ان کا لقب ہے، ان کا نام عبدالرحمن بن غزوان ہے اور ابو نوح کنیت ہے، یہ ثقہ ہیں اور جلیل القدر محدثین میں سے ہیں، البتہ لیث بن سعد سے انہوں نے ایک روایت نقل کی ہے اس روایت پر محدثین نے کلام کیا ہے، صحیح بخاری میں ان کی صرف یہی ایک روایت ہے، امام بخاری کے علاوہ امام ابوداود، امام ترمذی اور امام نسائیؒ نے بھی ان سے روایات لی ہیں، ان کی وفات سن ۲۰۷ ہجری میں ہوئی ہے۔ (۲۶)

١٢ - باب : الشِّقَاقُ . وَهَلْ يُشِيرُ بِالْخُلْعِ عِنْدَ الضَّرُورَةِ .

وَقَوْلِهِ تَعَالَى : «وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِنْ أَهْلِهَا» الآيَةَ /النساء: ٣٥/ .

٤٩٧٤ : حدَّثنا أَبُو الْوَلِيدِ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ . عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ : (إِنَّ بَنِي الْمُغِيرَةِ اسْتَأْذَنُوا فِي أَنْ يَنْكِحَ عَلِيٌّ ابْنَتَهُمْ . فَلَا آذَنُ) .
[ر : ٨٨٤]

یہ باب شقاق یعنی اختلاف بین الزوجین کے بیان میں ہے، آگے فرمایا "وھل یشیر بالخلع عند الضرورۃ" اور کیا ضرورت کے وقت حاکم اور ولی خلع کا مشورہ دے سکتا ہے، بعض نسخوں میں "....عندالضرر" ہے یعنی آپس کی معاشرت میں زوجین کے درمیان ضرر لاحق ہورہا ہو تو ایسی صورت میں خلع کا مشورہ دیا جاسکتا ہے "یشیر" کا فاعل حاکم یا ولی محذوف ہے، آگے

(۲۶) فتح الباری: ۹/۵۰۱۔ وعمدۃ القاری: ۲۰/۲۶۳ وتہذیب الکمال: ۱۷/۳۳۸، رقم الحدیث: ۳۹۲۷۔

(١٢) (خفتم) علمتم . (شقاق) نزاعًا وخلافًا . (حكمًا) رجلاً عدلاً . (أهله) أقاربه . (أهلها) أقاربها . (الآية) وتتمتها : «إِنْ يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللهُ بَيْنَهُمَا إِنَّ اللهَ كَانَ عَلِيمًا خَبِيرًا ..» . (يريدا) الحكمان . (يوفق الله) يقدرهما الله على ما فيه المصلحة والألفة .

ترجمۃ الباب میں سورۃ نساء کی آیت نقل فرمائی ہے، اللہ جل شانہ نے حکام سے خطاب کرکے فرمایا کہ "اگر تم کو زوجین کے درمیان (ایسے) اختلاف کا اندیشہ ہو (کہ اس کو وہ باہم نہ سلجھا سکیں گے) تو تم ایک حکم (منصف) مرد کے خاندان سے اور ایک حکم عورت کے خاندان سے بھیجو اگر وہ دونوں اصلاح چاہیں گے تو اللہ تعالی زوجین کے درمیان اتفاق فرمادیں گے۔

زوجین کے رشتہ داروں میں حکم اور منصف بنانے کا فائدہ یہ ہے کہ اقارب کو ان کے حالات بھی زیادہ معلوم ہوں گے اور ان سے خیر خواہی کی بھی زیادہ امید ہے، اگر اقارب میں سے کوئی نہ ملتا ہو تو پھر کسی دوسرے مناسب اور اس کام کے لئے لائق آدمی کا انتخاب کیا جائے اگر وہ دونوں حکم اور منصف اصلاح بین الزوجین چاہیں گے تو اللہ تعالی ان کے حسن نیت اور حسن سعی سے زوجین کے درمیان موافقت کرادے گا۔

یہ دونوں منصف اگر کسی بات پر متفق ہوگئے تو وہ بات نافذ العمل ہوگی، لیکن اگر دونوں نے میاں بیوی کی جدائی پر اتفاق کر لیا تو امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک جدائی واقع ہوجائے گی، ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ جدائی واقع نہیں ہوگی کیونکہ طلاق کا اختیار شوہر کو ہے، اس کی رضامندی اور اجازت کے بغیر جدائی نہیں ہوگی (۲۷)

## ترجمۃ الباب سے حدیث کی مناسبت

باب کے تحت امام بخاری رحمہ اللہ نے جو حدیث نقل کی ہے، وہ کتاب النکاح میں گذر چکی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور فرمایا کہ بنی مغیرہ نے اپنی بیٹی سے علیؓ کے نکاح کرنے کی مجھ سے اجازت مانگی ہے لیکن میں انہیں اجازت نہیں دیتا۔

علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس حدیث کو اس باب میں ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت فاطمہ حضرت علیؓ کے اس نکاح پر راضی نہیں تھی، اگر حضرت علیؓ نکاح کرلیتے تو دونوں کے درمیان شقاق اور اختلاف کا اندیشہ تھا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو نکاح سے منع کرکے دونوں کے درمیان واقع ہونے والے متوقع اختلاف کو ختم کردیا، چنانچہ علامہ کرمانی لکھتے ہیں:

"تؤخذ مطابقة الترجمة من كون فاطمة ما كانت ترضى بذلك، فكان الشقاق

(۲۷) فتح الباری: ۹/۵۰۴-۵۰۵۔

بينها وبين على متوقعا، فاراد ﷺ دفع وقوعه بمنع على من ذلك بطريق الايماء والاشارة" (۲۸)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے حدیث اور ترجمۃ الباب کی اس مناسبت کو سراہا اور فرمایا

"وهی مناسبة جیدة" (۲۹)

---

(۲۸) شرح الکرمانی: ۱۹/۲۰۰۔

(۲۹) فتح الباری: ۹/۵۰۵۔ (۳۰) مذکورہ تفصیل کے لئے دیکھئے عمدۃ القاری: ۲۰/۲۶۶، وفتح الباری: ۹/۵۰۵۔

یہاں پاکستان کی عدالت کے عائلی قوانین میں خلع کے متعلق قرآن وسنت کے خلاف ایک فیصلہ پر تنبیہ مناسب معلوم ہوتی ہے۔ ۱۹۶۷ء میں پاکستان کی سپریم کورٹ نے پہلی بار یہ فیصلہ دیا کہ اگر عورت عدالت میں خلع کی درخواست دے اور عدالت یہ محسوس کرے کہ فریقین کے درمیان خوشگوار تعلقات کا قیام مشکل ہے تو وہ شوہر کی رضامندی کے بغیر بھی خلع کر کے نکاح فسخ کر سکتی ہے۔

سپریم کورٹ کا یہ فیصلہ اسلامی شریعت کے بالکل خلاف تھا اس لیے کہ قرآن وسنت کا واضح حکم یہ ہے کہ "خلع" شوہر اور بیوی کا ایک دوطرفہ معاہدہ ہے جو فریقین کی رضامندی سے انجام پاتا ہے اور زوجین میں سے کوئی فریق اس پر دوسرے کو مجبور نہیں کر سکتا۔ چنانچہ چودہ سو سال سے تمام فقہاء امت کا اس پر اجماع رہا ہے کہ "خلع" کے لیے دونوں فریقوں کی رضامندی ضروری ہے، اور کوئی فریق یک طرفہ طور سے "خلع" نہیں کر سکتا۔ ۱۹۶۷ء سے پہلے تک پاکستان کی تمام عدالتیں بھی اسی کے مطابق فیصلے کرتی آئی ہیں۔

سپریم کورٹ کے ۱۹۶۷ء کے فیصلے کے پیچھے جو ذہنیت کارفرما ہے وہ درحقیقت یہ ہے کہ مغربی ممالک کی تقلید میں یہاں بھی عورت کو طلاق کا اختیار دے دیا جائے۔ البتہ عدالت نے مسلمانوں سے شرم حضوری کی خاطر اس طلاق کا صرف نام "خلع" رکھ دیا ہے ورنہ عملاً اس کا مطلب یہی ہے کہ عورت جب چاہے اپنے شوہر کو طلاق دے کر الگ ہو جایا کرے۔

جس شخص نے بھی کسی مسلمان گھرانے میں پرورش پائی ہے وہ اس بدیہی حقیقت سے واقف ہے کہ اللہ تعالیٰ نے طلاق کا اختیار صرف مرد کو دیا ہے، عورت کو نہیں، البتہ اگر عورت کسی خاص مجبوری کے تحت شوہر کے ساتھ نہ رہ سکتی ہو (مثلاً مرد پاگل ہو، یا مفقود الخبر ہو، یا نان نفقہ دینے سے منکر ہو، یا نامرد ہو) تو اس کے لیے عدالت کے ذریعہ نکاح فسخ کرانے کا ایک خاص طریقہ اسلام نے مقرر کیا ہے لیکن جہاں تک تعلق ہے خلع کا تو وہ شرعی اعتبار سے اسی صورت میں کیا جا سکتا ہے جب میاں بیوی دونوں راضی ہوں، یکطرفہ طور سے عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ جب چاہے عدالت سے خلع کا پروانہ لے

کر شوہر کو جدا کردے، طلاق دینے اور نکاح ختم کرنے کا اختیار قرآن نے صرف مرد کو دیا ہے۔ قرآن کریم نے شوہر کے بارے میں سورۂ بقرہ، آیت ۲۳۷ میں فرمایا ہے:

بیده عقدة النكاح.... اسی کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔

اس کے علاوہ پورے قرآن کریم میں طلاق دینے کا تذکرہ بارہا آیا ہے اور ہر جگہ اس کی نسبت مرد ہی کی طرف کی گئی ہے، عورت کے طلاق دینے کا کہیں ذکر نہیں کیا گیا، نیز سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح ارشاد ہے:

**الطلاق بالرجال والعدة بالنساء**

"طلاق کا اختیار مرد کو ہے اور عدت کے شمار میں عورتوں کا قول معتبر ہے۔"

اسی طرح قرآن کریم نے جس آیت میں "خلع" کا تذکرہ فرمایا ہے وہاں اس بات کی صراحت موجود ہے کہ "خلع" زوجین کی باہمی رضامندی ہی سے منعقد ہو سکتا ہے۔ کسی فریق کو اس پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ خلع کی آیت میں ارشاد ہے:

**ولاتاخذوا مما اتیتموھن شیئاً الا ان یخافا ان لایقیما حدود الله**

"اور تم نے بیویوں کو جو مہر دیا ہو اس میں سے کوئی حصہ واپس نہ لو، اِلّا یہ کہ شوہر اور بیوی دونوں کو یہ اندیشہ ہو کہ وہ اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے۔"

یہاں یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ خلع صرف اس صورت میں ہو سکتا ہے جب کہ شوہر اور بیوی دونوں اس بات پر متفق ہوں کہ وہ نکاح کو باقی رکھ کر اللہ کی مقرر کی ہوئی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے۔ نیز اس کے فوراً بعد ارشاد ہے:

**فان خفتم ان لایقیما حدود الله فلاجناح علیهما فیما افتدت به**

"پس اگر تم کو اندیشہ ہو کہ زوجین اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو ان دونوں پر اس مال میں کچھ حرج نہیں جو عورت فدیہ کے طور پر دے کر رہائی حاصل کرلے۔"

یہاں یہ جان لینا چاہیے کہ خلع میں طرفین کی رضامندی کے ضروری نہ ہونے کو اس آیت سے ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، اور کہا جاتا ہے کہ اس آیت میں حکام سے خطاب کیا گیا ہے لہٰذا خلع کے انعقاد کا دارومدار حاکم کے فیصلے پر ہے نہ کہ طرفین کی رضامندی پر، حالانکہ آیت میں موجود "فلا جناح علیهما" (ان دونوں پر کچھ حرج نہیں) کے الفاظ اور اسی طرح اس آیت کے شروع کے الفاظ "الا ان یخافا ان لایقیما حدود الله" صراحۃً بتا رہے ہیں کہ خلع کے منعقد ہونے کے لیے دونوں فریقوں کی رضامندی ضروری ہے۔ (اِلّا یہ کہ شوہر اور بیوی دونوں کو یہ اندیشہ ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے۔)

اس سلسلے میں صحیح بخاریؒ کے اس ترجمۃ الباب کی روایت سے بھی استدلال کیا جاتا ہے، حالانکہ ایک معمولی سمجھ کا آدمی بھی اس روایت سے یہ جان سکتا ہے کہ آپؐ نے اس موقع پر خود نکاح فسخ نہیں فرمایا، بلکہ حضرت ثابت بن قیسؓ کو طلاق

دینے کا مشورہ دیا، چنانچہ انھوں نے اسی مشورے کو قبول کر لیا، نسائی کی روایت میں ہے کہ آپؐ نے حضرت ثابتؓ سے فرمایا:

خذ الذی لها علیك، وخل سبیلها، قال نعم

جو مال ان کا تم پر واجب تھا وہ لے لو، اور ان کو چھوڑ دو، حضرت ثابتؓ نے کہا "ہاں"

(الدر المنثور للسیوطیؒ ج۱ ص۲۸۲)

یہ الفاظ پوری صراحت کے ساتھ بتا رہے ہیں کہ یہ معاملہ حضرت ثابتؓ کی رضامندی سے ہوا تھا، اگر محض عورت کی درخواست پر شوہر کی رضامندی کے بغیر بھی خلع ہو سکتا تو آپؐ خود نکاح فسخ کر دیتے۔ چنانچہ امام ابوبکر جصاص رازیؒ اس واقعے پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اگر خلع کا حق سلطان کو حاصل ہوتا، خواہ زوجین چاہتے ہوں یا نہ چاہتے ہوں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں سے اس کا سوال نہ فرماتے، اور شوہر سے یہ نہ کہتے کہ تم ان سے خلع کر لو، بلکہ خود خلع کر کے عورت کو چھڑا دیتے اور شوہر پر اس کا باغ لوٹا دیتے، خواہ وہ دونوں انکار کرتے یا ان میں سے کوئی ایک انکار کرتا، جیسے کہ لعان میں فسخِ نکاح کا اختیار حاکم کو ہوتا ہے تو وہ ملاعن (شوہر) سے یہ نہیں کہتا کہ اپنی بیوی کو چھوڑ دو، بلکہ خود تفریق کر دیتا ہے۔"

(احکام القرآن للجصاص ج۱ ص ۴٦۸)

لہذا اس روایت باب سے مدعا کا نہ صرف یہ کہ کوئی تعلق نہیں، بلکہ یہ روایت صراحۃً اس کی تردید کر رہی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ مغرب نے اس وقت آزادی نسواں اور حقوق نسواں کے حوالہ سے جو ڈھونگ رچایا ہے۔ کئی اسلامی ممالک بھی اس کے پر فریب نعرے کے دامِ اسیری کا شکار ہو گئے ہیں اور وہاں قانون سازی کرتے ہوئے اسلام کی بنیادی اور فطری تعلیمات کو بھی نظر انداز کر دیا گیا ہے، ابھی حال ہی میں مصر کی حکومت نے عورتوں کو طلاق دینے کے اختیار کا قانون بنایا ہے کہ مردوں کی طرح عورتوں کو بھی یہ اختیار ہے کہ وہ جب چاہیں مردوں کو طلاق دے کر جدائی اختیار کر سکتی ہے، اسلام کی فطری تعلیمات اور ابدی صداقتوں کے بر خلاف اس طرح کے قوانین میں اگر انسانی معاشرہ کے لیے سدھار اور اصلاح کا کوئی پہلو موجود ہوتا تو آج مغربی زندگی کا خاندانی معاشرہ تباہ نہ ہوتا، مغرب کا فیملی نظام جس طرح تباہ و برباد ہو کر رہ گیا ہے۔ مغربی اقوام کے لیے یہ سب سے بڑا المیہ ہے اور وہاں کے دانشوروں نے اب اسلامی تعلیمات ہی کی طرف اس کے حل کے لیے نگاہیں اٹھائی ہیں۔ لیکن مغربی تہذیب کی چمک دمک سے متاثر مسلمان ملکوں کے کئی حکمران اور قانون دان حضرات کی نظر میں ابھی تک یہ حقیقت پوشیدہ ہے۔ فالی الله المشتکی، اللهم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه.



١٣ - باب : لَا يَكُونُ بَيْعُ الْأَمَةِ طَلَاقًا .

٤٩٧٥ : حدّثنا إسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قالَ : حَدَّثَنِي مالِكٌ . عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ . عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ . عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا . زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ قالَتْ : كانَ فِي بَرِيرَةَ ثَلَاثُ سُنَنٍ : إِحْدَى السُّنَنِ أَنَّهَا أُعْتِقَتْ فَخُيِّرَتْ فِي زَوْجِهَا . وقالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ) . وَدَخَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَالْبُرْمَةُ تَفُورُ بِلَحْمٍ . فَقُرِّبَ إِلَيْهِ خُبْزٌ وَأُدْمٌ مِنْ أُدْمِ الْبَيْتِ . فَقَالَ : (أَلَمْ أَرَ الْبُرْمَةَ فِيهَا لَحْمٌ) . قالُوا : بَلَى . وَلٰكِنْ ذٰلِكَ لَحْمٌ تُصُدِّقَ بِهِ عَلَى بَرِيرَةَ . وَأَنْتَ لَا تَأْكُلُ الصَّدَقَةَ . قالَ : (عَلَيْهَا صَدَقَةٌ . وَلَنَا هَدِيَّةٌ) . [ر : ٤٨٠٩]

شادی شدہ باندی کو اگر مالک فروخت کردے تو اس کی یہ بیع طلاق شمار ہوگی کہ نہیں ، اس میں اختلاف ہے جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ فروخت کرنے سے طلاق واقع نہیں ہوگی ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت ابی بن کعبؓ سے مروی ہے کہ بیع سے طلاق واقع ہوجائے گی ، امام بخاریؒ نے جمہور کی تائید فرمائی ہے روایت باب جمہور کی دلیل ہے ، اس میں حضرت بریرہؓ کا واقعہ ہے ، جنہیں حضرت عائشہؓ نے خرید کر آزاد کیا تھا ، اور انہیں ان کے شوہر حضرت مغیث کی زوجیت میں رہنے اور نہ رہنے کا اختیار دیا گیا تھا ، یہ خیار کا حاصل ہونا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ بیع سے طلاق واقع نہیں ہوتی ، اگر نفس بیع سے طلاق واقع ہوتی تو پھر زوجیت میں رہنے اور نہ رہنے کا اختیار کہاں حاصل ہوتا (۳۰)

بُرْمَة: ہانڈی کو کہتے ہیں۔

١٤ - باب : خِيَارِ الْأَمَةِ تَحْتَ الْعَبْدِ

٤٩٧٨/٤٩٧٦ - حدّثنا أَبُو الْوَلِيدِ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ وَهَمَّامٌ . عَنْ قَتَادَةَ . عَنْ عِكْرِمَةَ .

---

(۴۹۷٦)الحديث اخرجه البخارى ايضا فى الطلاق، باب خيار الامة تحت العبد، رقم الحديث: ۵۲۸۱، ۵۲۸۲ وباب شفاعة النبى ﷺ فى زوج بريرة، رقم الحديث: ۵۲۸۳، واخرجه ابوداؤد فى الطلاق، باب فى المملوكة تعتق وهى تحت حر، اوعبد ۱/ ۳۰۳، ۳۰۴۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ : رَأَيْتُهُ عَبْدًا ، يَعْنِي زَوْجَ بَرِيرَةَ

(٤٩٧٧) : حدَّثنا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ : حدَّثَنَا وُهَيْبٌ : حَدَّثَنَا أَيُّوبُ ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ : ذَاكَ مُغِيثٌ عَبْدُ بَنِي فُلَانٍ ، يَعْنِي زَوْجَ بَرِيرَةَ ، كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ يَتْبَعُهَا فِي سِكَكِ الْمَدِينَةِ ، يَبْكِي عَلَيْهَا .

(٤٩٧٨) : حدَّثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : كَانَ زَوْجُ بَرِيرَةَ عَبْدًا أَسْوَدَ ، يُقَالُ لَهُ مُغِيثٌ ، عَبْدًا لِبَنِي فُلَانٍ ، كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ يَطُوفُ وَرَاءَهَا فِي سِكَكِ الْمَدِينَةِ . [٤٩٧٩]

## مسئلہ خیار عتق

شادی شدہ باندی اگر آزاد کردی جائے اور اس کا شوہر غلام ہو تو بالاتفاق ایسی باندی کو خیار عتق حاصل ہوگا یعنی اپنے غلام شوہر کے پاس رہنے اور نہ رہنے کا اسے اختیار ہوگا، لیکن اگر اس کا شوہر آزاد ہے تو اس کو خیار عتق حاصل ہوگا یا نہیں، اس میں اختلاف ہے۔

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اس کو خیار عتق حاصل نہیں ہوگا، امام بخاری رحمہ اللہ کا بھی یہی مسلک ہے، چنانچہ انہوں نے "خیار الامۃ تحت العبد" کا ترجمہ قائم کرکے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اختیار اس وقت حاصل ہوگا جب اس کا شوہر غلام ہو، مفہوم مخالف یہ ہے کہ اگر شوہر آزاد ہو تو اختیار نہیں ہوگا۔ (۳۱)

حضرات حنفیہ کے نزدیک اس کو خیار عتق حاصل ہوگا، دونوں فریقوں کا استدلال حضرت بریرہؓ کے واقعہ سے ہے، حضرت بریرہؓ کو آزادی کے بعد بالاتفاق خیار عتق ملا تھا اور انہوں نے اپنے سابقہ شوہر کے پاس نہ رہنے کا فیصلہ کیا تھا، حضرت بریرہ کی آزادی کے وقت ان کے شوہر حضرت مغیث کے بارے میں دو قسم کی روایات ہیں، بعض روایات میں ہے کہ اس وقت وہ آزاد تھے یہی روایات حنفیہ کا مستدل ہیں اور بعض میں ہے کہ اس وقت وہ غلام تھے، ائمہ ثلاثہ نے اس دوسری قسم کی روایات کو ترجیح دی ہے لیکن یہ روایات ان کے لئے دلیل نہیں بن سکتی ہیں کیونکہ ان روایات کو تسلیم کرکے اگر کہا جائے کہ اس وقت وہ غلام تھے تو اس سے "خیار الامۃ تحت العبد" کا مسئلہ ثابت ہوگا جو متفق علیہ ہے "خیار الامۃ تحت الحر" کی نفی پر ان روایات سے استدلال

(۳۱) فتح الباری: ۹/۵۰۹۔

نہیں کیا جاسکتا (۳۲) حضرت مغیث کے اس بات غلام ہونے، نہ ہونے کے متعلق اہم روایات حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہؓ سے منقول ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ کی روایات میں کوئی اختلاف نہیں (۳۳)، ان میں حضرت مغیث زوج بریرہ کے غلام ہونے کی تصریح ہے، ائمہ ثلاثہ نے ہیں روایات کو ترجیح دی ہے، امام بخاری نے بھی باب میں صرف حضرت ابن عباسؓ کی روایات نقل کی ہیں۔

حضرت عائشہؓ کی روایات میں اختلاف ہے ان سے تین حضرات یہ روایات نقل کرتے ہیں ❶ عروہ ❷ قاسم بن محمد ❸ اسود، ان تین میں سے عروہ اور قاسم دونوں کی روایات میں تعارض ہے، بعض میں زوج بریرہ کے آزاد ہونے اور بعض میں غلام ہونے کی تصریح ہے (۳۴) البتہ اسود عن عائشہ کی روایت میں کوئی اختلاف نہیں، اس میں زوج بریرہ کے آزاد ہونے کی تصریح ہے۔ (۳۵)

ائمہ ثلاثہ نے حضرت ابن عباس کی روایات اور حضرت عائشہؓ کی ان روایات کو ترجیح دی جن میں "وکان عبدا" کی صراحت ہے۔ (۳۶)

حضرات حنفیہ نے حضرت عائشہؓ کی اسود والی روایت کو ترجیح دی ہے جس میں "وکان حرا" ہے حنفیہ فرماتے ہیں کہ عروہ عن عائشہؓ اور قاسم عن عائشہؓ کی روایات تعارض کی وجہ سے ساقط ہوگئی ہیں لہذا اسود عن عائشہؓ کی روایت کا اعتبار ہوگا کیونکہ وہ غیر مختلف فیھا ہے۔ (۳۷)

اور حضرت عائشہؓ کی روایت کو حضرت ابن عباسؓ کی روایت پر ترجیح دی جائے گی کیونکہ حضرت عائشہؓ ہی حضرت بریرہ کو آزاد کرنے والی اور صاحب قصہ ہیں جبکہ حضرت ابن عباسؓ اس

---

(۳۲) عمدۃ القاری: ۲۶۷/۲۰۔

(۳۳) فتح الباری: ۵۱۳/۹ (باب بلا ترجمة) واوجز المسالک: جاء فی الخیار: ۸۴/۱۰۔

(۳۴) عروہ کی اس روایت کے لئے دیکھئے جس میں "کان زوج بریرة حرا" کے الفاظ ہیں فتح الباری: ۵۱۳/۹ (باب بلا ترجمة) عروہ کی دوسری روایت جس میں "وکان عبدا" کے الفاظ ہیں امام مسلم نے نقل کی ہے دیکھئے صحیح مسلم، کتاب العتق، باب بیان الولاء لمن اعتق: ۴۹۴/۱، قاسم سے ان کے بیٹے عبدالرحمن نے ایک روایت میں "وکان حرا" کے الفاظ نقل کئے ہیں دیکھئے فتح الباری: ۵۱۳/۹، اور قاسم کی دوسری روایت میں زوج بریرہ کے غلام ہونے کی تصریح ہے دیکھئے سنن ابی داود، کتاب الطلاق، باب فی المملوکة تعتق وھی تحت حر او عبد: ۲۷۰/۲، رقم الحدیث: ۲۲۳۴۔

(۳۵) سنن ابی داود، کتاب النکاح، باب من قال: کان حرا: ۲۷۰/۲، رقم الحدیث: ۲۲۳۵، وسنن الترمذی، کتاب الرضاع، باب ما جاء فی الامة تعتق ولها زوج: ۴۶۱/۳، رقم الحدیث: ۱۱۵۵۔

(۳۶) فتح الباری: ۵۱۴/۹۔

(۳۷) عمدۃ القاری: ۲۶۷/۲۰، واوجز المسالک: ۸۴/۱۰۔

وقت کم عمر بھی تھے اور یہ قصہ براہ راست ان سے متعلق بھی نہیں، اس لئے اس باب میں حضرت عائشہؓ کی روایت مدار اور قابل اعتبار ہونی چاہئے۔

نیز اسود عن عائشہؓ والی روایت تسلیم کرنے کی صورت میں دونوں قسم کی روایات میں جمع اور تطبیق ممکن ہے کہ جن روایات میں انہیں "عبد" کہا وہ ماضی کے اعتبار سے کہا کیونکہ حضرت مغیث پہلے غلام تھے، پھر آزاد کئے گئے کیونکہ حریت اور عبدیت دو ایسی صفتیں ہیں کہ بیک وقت دونوں جمع نہیں ہوسکتی ہیں، دونوں کو الگ الگ حالتوں میں ماننا جائے گا کہ "انه كان عبداً في حالة، حرا في حالة اخرى" اور ظاہر ہے اس صورت میں ایک حالت مقدم ہوگی اور دوسری حالت موخر اور یہ بات اپنی جگہ متعین ہے کہ رقیت کے بعد حریت آسکتی ہے لیکن حریت کے بعد رقیت نہیں آسکتی، لہذا رقیت مقدم ہوگی اور حریت موخر؛ اس لئے جن روایتوں میں "کان عبدا" کی تصریح ہے وہ ماضی کے اعتبار سے ہے اور جن میں "کان حرا" ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت بریرہ کی آزادی کے وقت وہ حر تھے، اس طرح دونوں قسم کی روایات میں تعارض نہیں رہے گا۔ (۳۸)

اور اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ تمام روایات میں زوج بریرہ کے غلام ہونے کا ذکر ہے تب بھی ائمہ ثلاثہ کے لئے وہ مستدل نہیں بن سکتی ہیں، کیونکہ اس سے زیادہ سے زیادہ خیار الامة تحت العبد کے ایک متفق علیہ مسئلہ کا اثبات ہوگا " خیار الامة تحت الحر" کی نفی پر ان روایات سے استدلال بہر حال نہیں کیا جاسکتا۔ (۳۹)

البتہ سنن ابی داود اور ترمذی شریف کی ایک روایت سے ائمہ ثلاثہ استدلال کرتے ہیں جو ہشام بن عروہ عن ابیہ عن عائشہ کے طریق سے مروی ہے، اس میں ہے "قالت: كان زوج بريرة عبدا، فخيرها رسول الله ﷺ، فاختارت نفسها، ولو كان حرا لم يُخيّرها" (۴۰)، اس میں "ولوكان حرالم يخيرها" حضرت عائشہؓ کا قول ہے، امام نوویؒ نے فرمایا "ومثل هذا لا يكاد احد يقوله الا توقيفا" یعنی حضرت عائشہؓ نے یہ جملہ اپنی طرف سے نہیں کہا بلکہ ضرور آنحضرت صلی اللہ

---

(۳۸) دیکھئے عمدۃ القاری: ۲۰/۲۶۷۔

(۳۹) عمدۃ القاری: ۲۰/۲۶۷، وفی الاوجز: ۱۰/۸۴: "اما الروايات التي ورد فيها انه كان عبدا، فلا تخالف احدا من الائمة الاربعة... لان خيار المراة اذا كان زوجها عبدا اجماعي، واما الروايات التي وردفيها انه كان حرا فتخالف الائمة الثلاثة، ولا تخالف الحنفية، لان الخيار عندهم على كل حال"۔

(۴۰) دیکھئے سنن الترمذی، کتاب الرضاع، باب ما جاء في المراة تعتق ولها زوج: ۳/۴۶۱، رقم الحديث: ۱۱۵۴ وسنن ابی داود، کتاب الطلاق، باب في المملوكة تعتق وهي تحت حر او عبد: ۲/۲۷۰، رقم الحديث: ۲۲۳۴۔

علیہ وسلم سے اس کے متعلق کچھ سنا ہوگا کیونکہ اس طرح کا جملہ اپنی طرف سے نہیں کہا جاسکتا۔ (۴۱)

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حضرت عائشہؓ کا قول نہیں بلکہ حضرت عروہ کا قول ہے، چنانچہ نسائی کی روایت میں اس کی تصریح ہے (۴۲)، اس لئے یہ ان کا اپنا اجتہاد ہے جو دوسرے مجتہد پر حجت نہیں۔

یہ تو روایت کے اعتبار سے کلام تھا، علت اور درایت کے اعتبار سے ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ خیار عتق کی علت عدم مساوات اور عدم کفاءت ہے، بیوی آزاد ہوگئی، شوہر غلام ہو، دونوں کے درمیان برابری نہیں رہی لہذا بیوی کو خیار عتق حاصل ہوگا لیکن اگر شوہر آزاد ہے تو عدم کفاءت کی یہ علت وہاں نہیں پائی جارہی لہذا اس صورت میں بیوی کو خیار عتق حاصل نہیں ہوگا (۴۳)

حنفیہ میں صاحب ہدایہ کے نزدیک خیار عتق کی علت باندی کا آزادی کے بعد اپنے نفس کا مالک ہونا ہے، جس کی وجہ سے اس کے شوہر کے لئے بیوی پر تین طلاقوں کا اختیار حاصل ہوگیا جبکہ پہلے اس کو دو طلاقوں کا اختیار تھا، لہذا اس کو اختیار دیا گیا کہ اگر چاہے اپنے سابقہ شوہر کی زوجیت میں رہے اور اپنی طلاق میں اضافے کو قبول کرے اور اگر چاہے تو اس اضافے کو قبول نہ کرے جس سے ایک گونہ شوہر کی ملکیت بڑھ گئی ہے اور الگ ہوجائے (۴۴)

امام طحاوی نے فرمایا کہ خیار عتق کی اصل علت آزادی کے بعد باندی کا خود مختار ہونا ہے، آزادی سے پہلے اس کا سارا اختیار آقا کے پاس تھا، آقا کو مکمل اختیار تھا کہ اس کی شادی غلام سے کرائے یا آزاد سے لہذا اب آزاد ہونے کے بعد اس کو مکمل اختیار ملنا چاہئے کہ اس کا شوہر غلام ہو یا آزاد، اسے قبول کرنے میں اس کو پورا اختیار ملنا چاہئے۔ (۴۵)

یہ گفتگو عقل اور قیاس کے اعتبار سے ہے، ورنہ اصل مدار تو حضرت بریرہؓ کا واقعہ ہے، جس کی تفصیل بیان کی جاچکی۔

---

(۴۱) فتح الباری: ۵۱۴/۹۔

(۴۲) دیکھئے سنن نسائی، کتاب الطلاق، باب خیار الامة تعتق وزوجها مملوک: ۱۰۶/۲۔

(۴۳) أوجز المسالک: ۸۱/۱۰۔

(۴۴) هدایة، کتاب النکاح، باب نکاح الرقیق: ۳۴۲/۲۔

(۴۵) دیکھئے شرح معانی الآثار للطحاوی، کتاب الطلاق، باب الامة تعتق وزوجها حر: ۵۲/۲۔

## ١٥ - باب : شَفاعَةِ النَّبِيِّ ﷺ في زَوْجِ بَرِيرَةَ .

٤٩٧٩ : حدَّثنا مُحَمَّدٌ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ : حَدَّثَنَا خالِدٌ ، عَنْ عِكْرِمَةَ . عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ : أَنَّ زَوْجَ بَرِيرَةَ كانَ عَبْدًا يُقالُ لَهُ مُغِيثٌ ، كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ يَطُوفُ خَلْفَها يَبْكِي وَدُمُوعُهُ تَسِيلُ عَلَى لِحْيَتِهِ . فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِعَبَّاسٍ : (يَا عَبَّاسُ . أَلَا تَعْجَبُ مِنْ حُبِّ مُغِيثٍ بَرِيرَةَ ، وَمِنْ بُغْضِ بَرِيرَةَ مُغِيثًا) . فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (لَوْ راجَعْتِهِ) . قالَتْ : يَا رَسُولَ ٱللهِ تَأْمُرُنِي ؟ قالَ : (إِنَّمَا أَنَا أَشْفَعُ) . قالَتْ : لَا حاجَةَ لِي فِيهِ . [ر : ٤٩٧٦]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد اس باب سے یہ ہے کہ خیار عتق حاصل ہونے کے بعد باندی سے سابقہ شوہر کے ساتھ رہنے کی سفارش کی جاسکتی ہے، چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریرہؓ سے سفارش کی تھی کہ وہ اپنے سابقہ شوہر کے ساتھ رہے لیکن انھوں نے اس سفارش کو قبول نہیں کیا۔ (۱)

اس سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ اگر کسی آدمی کی سفارش قبول نہیں کی گئی تو اس کو ناراض نہیں ہونا چاہیے، اگرچہ سفارش کرنے والا بڑا ہی کیوں نہ ہو، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش حضرت بریرہؓ نے قبول نہیں کی، آپ ؐنے اس پر کسی قسم کی ناراضگی کا اظہار نہیں فرمایا۔

## باب

٤٩٨٠ : حدَّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ رَجاءٍ : أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ . عَنِ الحَكَمِ . عَنْ إِبْرَاهِيمَ ، عَنِ الْأَسْوَدِ : أَنَّ عائِشَةَ أَرادَتْ أَنْ تَشْتَرِيَ بَرِيرَةَ . فَأَبَى مَوَالِيهَا إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطُوا الْوَلَاءَ . فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ . فَقَالَ : (ٱشْتَرِيها وَأَعْتِقِيها . فَإِنَّما الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ) . وَأُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِلَحْمٍ ، فَقِيلَ : إِنَّ هٰذا ما تُصُدِّقَ بِهِ عَلَى بَرِيرَةَ . فَقَالَ : (هُوَ لَهَا صَدَقَةٌ وَلَنَا هَدِيَّةٌ) .

حدَّثنا آدَمُ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، وَزَادَ : فَخُيِّرَتْ مِنْ زَوْجِها . [ر : ٤٤٤]

(۱) الابواب والتراجم: ۲/۸۰

یہ باب بلا ترجمہ ہے اور ماقبل کے باب ہی سے اس کا تعلق ہے، یہ کالفصل من الباب السابق، ہے۔ (۲)

۱۶ - باب: قَوْلِ اللّٰهِ تَعالَى: «وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّى يُؤْمِنَّ وَلَأَمَةٌ مُؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِنْ مُشْرِكَةٍ وَلَوْ أَعْجَبَتْكُمْ» /البقرة: ۲۲۱/

۴۹۸۱: حدّثنا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنْ نَافِعٍ: أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ إِذَا سُئِلَ عَنْ نِكَاحِ النَّصْرَانِيَّةِ وَالْيَهُودِيَّةِ قالَ: إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ الْمُشْرِكَاتِ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ، وَلَا أَعْلَمُ مِنَ الْإِشْرَاكِ شَيْئًا أَكْبَرَ مِنْ أَنْ تَقُولَ الْمَرْأَةُ: رَبُّهَا عِيسَى. وَهُوَ عَبْدٌ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ

ترجمۃ الباب میں ذکر کردہ آیت سے جو مسئلہ سمجھ میں آرہا ہے، وہ اجماعی ہے، مشرکات سے اہل ایمان کا نکاح جائز نہیں ہے۔ (۳) ایمان والی عورت چاہے باندی ہی کیوں نہ ہو وہ شرک والی عورت سے بہتر ہے، چاہے وہ مشرکہ کتنی ہی پسندیدہ کیوں نہ ہو۔

## کتابیہ سے نکاح کا حکم

البتہ اس میں اختلاف ہے کہ مسلمان کا کتابیہ سے نکاح کرنا جائز ہے کہ نہیں؟

❶ جمہور علماء اور ائمہ اربعہ کے نزدیک کتابیہ سے نکاح کرنا ایک مسلمان کے لیے جائز ہے جمہور کا استدلال قرآن کریم کی سورۃ مائدہ کی آیت "والمحصنت من الذین اوتوا الکتاب" سے ہے، ترجمۃ الباب میں امام بخاری نے سورۃ بقرہ کی جو آیت "ولاتنکحوا المشرکات" ذکر کی ہے، جمہور فرماتے ہیں کہ یہ آیت عام تھی، مجوسیہ، کتابیہ سب کو شامل تھی، سورۃ مائدہ کی آیت نے اس میں تخصیص کردی۔

❷ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ کتابیہ سے نکاح ممنوع ہے کیونکہ قرآن نے "ولاتنکحوا المشرکات" فرمایا ہے اور اس سے بڑھ کر شرک اور کیا ہوسکتا ہے کہ کوئی عورت حضرت عیسی علیہ السلام کو اپنا رب تسلیم کرلے، گویا کہ حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک سورۃ مائدہ کی

(۴۹۸۱) هذا الحديث انفرد بتخريجه البخاري۔

(۲) عمدة القاري: ۹ / ۵۸۳، ۵۸۴

(۳) الأبواب والتراجم: ۲/۸۰

آیت سورۂ بقرہ کی ترجمۃ الباب کی آیت سے منسوخ ہے، چنانچہ ابراہیم حربی نے تصریح کی ہے کہ آیت مائدہ آیت بقرہ سے منسوخ ہے۔

لیکن جمہور فرماتے ہیں کہ یہ دعویٔ نسخ بلادلیل ہے اور حقیقت یہ ہے کہ سورہ نساء کی آیت نے سورہ بقرہ کی آیت میں تخصیص کردی ہے، حضرت ابن عمرؓ کے قول کو بعضوں نے شاذ کہا ہے اور بعضوں نے تقویٰ اور تورع پر اس کو محمول کہا ہے۔ (۴)

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام بخاری کا رحجان اس مسئلہ میں حضرت ابن عمرؓ کے قول کی طرف ہے۔ (۵)

## ۱۷ - باب : نِكَاحِ مَنْ أَسْلَمَ مِنَ الْمُشْرِكَاتِ وَعِدَّتِهِنَّ .

۴۹۸۲ : حدّثنا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى : أَخْبَرَنَا هِشَامٌ . عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ . وَقَالَ عَطَاءٌ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ : كَانَ الْمُشْرِكُونَ عَلَى مَنْزِلَتَيْنِ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ وَالْمُؤْمِنِينَ : كَانُوا مُشْرِكِي أَهْلِ حَرْبٍ . يُقَاتِلُهُمْ وَيُقَاتِلُونَهُ ، وَمُشْرِكِي أَهْلِ عَهْدٍ ، لَا يُقَاتِلُهُمْ وَلَا يُقَاتِلُونَهُ . وَكَانَ إِذَا هَاجَرَتِ امْرَأَةٌ مِنْ أَهْلِ الْحَرْبِ لَمْ تُخْطَبْ حَتَّى تَحِيضَ وَتَطْهُرَ ، فَإِذَا طَهُرَتْ حَلَّ لَهَا النِّكَاحُ ، فَإِنْ هَاجَرَ زَوْجُهَا قَبْلَ أَنْ تَنْكِحَ رُدَّتْ إِلَيْهِ ، وَإِنْ هَاجَرَ عَبْدٌ مِنْهُمْ أَوْ أَمَةٌ فَهُمَا حُرَّانِ ، وَلَهُمَا ما لِلْمُهَاجِرِينَ . ثُمَّ ذَكَرَ مِنْ أَهْلِ الْعَهْدِ مِثْلَ حَدِيثِ مُجَاهِدٍ ، وَإِنْ هَاجَرَ عَبْدٌ أَوْ أَمَةٌ لِلْمُشْرِكِينَ أَهْلِ الْعَهْدِ لَمْ يُرَدُّوا ، وَرُدَّتْ أَثْمَانُهُمْ .

وَقَالَ عَطَاءٌ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ : كَانَتْ قَرِيبَةُ بِنْتُ أَبِي أُمَيَّةَ عِنْدَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ ، فَطَلَّقَهَا فَتَزَوَّجَهَا مُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ . وَكَانَتْ أُمُّ الْحَكَمِ بِنْتُ أَبِي سُفْيَانَ تَحْتَ عِيَاضِ بْنِ غَنْمٍ الْفِهْرِيِّ . فَطَلَّقَهَا فَتَزَوَّجَهَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُثْمَانَ الثَّقَفِيُّ .

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مشرکہ عورت مسلمان ہوجائے تو عدت گزرنے کے بعد مسلمان کا اس کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے البتہ اس کی عدت میں اختلاف ہے، جمہور کے

(۴) مذکورہ تفصیل کے لیے دیکھیے فتح الباری: ۵۲۰/۹-۵۲۱، والابواب والتراجم: ۸۰/۲

(۵) الابواب والتراجم: ۸۰/۲

(۴۹۸۲) هذا الحديث انفرد بتخريجه البخاري۔

نزدیک اس کی عدت آزاد عورت کی عدت کی طرح تین طہر ہے، امام ابوحنیفہ کے نزدیک استبراء بحیضۃ یعنی ایک حیض کافی ہے۔ (۶)

امام بخاری رحمہ اللہ نے باب میں جو روایت نقل کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تائید کررہے ہیں، کیونکہ اس میں بھی ایک حیض کا ذکر ہے..... "لم تخطب حتی تحیض و تطہر"

## وقال عطاء عن ابن عباس

واؤ حرف عطف ہے، معلوم یوں ہوتا ہے کہ جو مضمون اس کا معطوف علیہ ہے وہ امام نے حذف کردیا ہے، ابن جریج نے حدیث میں آنے والا مضمون بھی عطاء سے نقل کیا ہے اور اس کے علاوہ کوئی دوسرا مضمون بھی واؤ سے پہلے تھا وہ حذف کردیا گیا۔ (۷)

اس عطاء سے کونسا عطاء مراد ہے؟ امام بخاری رحمہ اللہ نے تو یہ سمجھا ہے کہ اس سے عطاء بن ابی رباح مراد ہے، لیکن محدثین فرماتے ہیں کہ اس سے عطاء خراسانی مراد ہے اور ابن جریج نے عطاء خراسانی سے براہ راست سماع نہیں کیا اس لیے یہ سند ضعیف اور امام بخاری کی ان سندوں میں سے ہے جن پر تنقید کی گئی ہے، کتاب التفسیر میں سورۃ نوح کے تحت "تنبیہ" کے عنوان سے اس پر بحث گزر چکی ہے، (۸)

عطاء حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں انھوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مؤمنین کے ساتھ مشرکین کی دو جماعتیں تھیں، اول حربی مشرک کہ آپ ان سے جنگ کرتے اور وہ آپ سے جنگ کرتے تھے، دوسرے معاہد مشرک کہ نہ تو آپ ان سے اور نہ ہی وہ آپ سے جنگ کرتے تھے، حربی کی کوئی عورت اگر ہجرت کرکے آجاتی تو اس کے پاس پیغام نکاح نہیں بھیجتے تھے جب تک کہ اسے حیض نہ آئے اور وہ اس سے پاک نہ ہوجائے، جب وہ پاک ہوجاتی تو اس کے لیے نکاح جائز ہوتا اور اگر شوہر نے اس کے نکاح سے پہلے ہی ہجرت کی تو وہ اپنے شوہر کو واپس کردی جاتی اور اگر ان میں کوئی غلام یا لونڈی ہجرت کرکے آتی تو وہ دونوں آزاد ہوجاتے اور ان کو بھی وہی حق ہوتا جو مہاجرین کا ہوتا۔

---

(۶) فتح الباری: ۵۲۱/۹

(۷) فتح الباری: ۵۲۲/۹

(۸) دیکھیے کشف الباری، کتاب التفسیر (سورۃ نوح): ۶۹۹

ثم ذکر من اهل العھد مثل حدیث مجاھد: وان ھاجر عبداللہ وامة.....

پھر عطاء نے معاہد کا ذکر مجاہد کی حدیث کی طرح کیا کہ اگر معاہد کی لونڈی یا غلام ہجرت کرکے آتے تو انھیں واپس نہیں کیا جاتا بلکہ ان کی قیمتیں دی جاتیں۔

"مثل حدیث مجاھد" سے یا تو یہی بات مراد ہے جو یہاں "وان ھاجر عبد....." سے بیان کی گئی ہے اور یا اس سے ایک آنے والی حدیث کی طرف اشارہ ہے جس میں معاہدین کی آزاد عورتوں کا حکم بیان کیا گیا ہے کیونکہ حدیث باب میں معاہدین کی آزاد عورتوں کا ذکر نہیں ہے۔ (۹) چونکہ وہ آگے آرہا ہے اس لیے امام نے یہاں اس کو ذکر نہیں کیا۔

مجاہد کی حدیث عبد بن حمید نے موصولا نقل کی ہے۔ (۱۰)

وقال عطاء عن ابن عباس: "کانت قریبة ابنة ابی امیة....."

یہ سابقہ سند کے ساتھ موصول ہے، اس میں ہے کہ قریبہ بنت ابی امیہ (ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کی بہن) حضرت عمرؓ کے نکاح میں تھیں، آپ نے انھیں طلاق دیدی تو حضرت معاویہ نے ان سے شادی کی اور ام حکم بنت ابی سفیان عیاض بن غنمؓ کے نکاح میں تھیں، انھوں نے طلاق دی تو عبداللہ بن عثمان ثقفی نے ان سے شادی کی۔

حدیث کی مناسبت باب سے واضح ہے کہ مذکورہ دونوں عورتیں قریبہ اور ام حکم پہلے مشرک تھیں، پھر انھوں نے اسلام قبول کیا اور بالترتیب حضرت معاویہ اور عیاض نے ان سے نکاح کیا، اس سے ترجمۃ الباب "نکاح من اسلم من المشرکات" ثابت ہوجاتا ہے۔

۱۸ - باب : إِذَا أَسْلَمَتِ الْمُشْرِكَةُ أَوِ النَّصْرَانِيَّةُ تَحْتَ الذِّمِّيِّ أَوِ الْحَرْبِيِّ .

وَقَالَ عَبْدُ الْوَارِثِ ، عَنْ خَالِدٍ ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ : إِذَا أَسْلَمَتِ النَّصْرَانِيَّةُ قَبْلَ زَوْجِهَا بِسَاعَةٍ حَرُمَتْ عَلَيْهِ .

وَقَالَ دَاوُدُ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ الصَّائِغِ : سُئِلَ عَطَاءٌ : عَنِ امْرَأَةٍ مِنْ أَهْلِ الْعَهْدِ أَسْلَمَتْ ،

(۹) فتح الباری: ۹/۵۲۲

(۱۰) فتح الباری: ۹/۵۲۲

ثُمَّ أَسْلَمَ زَوْجُهَا فِي الْعِدَّةِ . أَهِيَ امْرَأَتُهُ ؟ قَالَ : لَا . إِلَّا أَنْ تَشَاءَ هِيَ بِنِكَاحٍ جَدِيدٍ وَصَدَاقٍ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : إِذَا أَسْلَمَ فِي الْعِدَّةِ يَتَزَوَّجُهَا .

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالَى : «لَا هُنَّ حِلٌّ لَهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ» /الممتحنة: ١٠/ .

وَقَالَ الْحَسَنُ وَقَتَادَةُ : فِي مَجُوسِيَّيْنِ أَسْلَمَا : هُمَا عَلَى نِكَاحِهِمَا . وَإِذَا سَبَقَ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ وَأَبَى الْآخَرُ بَانَتْ . لَا سَبِيلَ لَهُ عَلَيْهَا .

وَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ : قُلْتُ لِعَطَاءٍ : امْرَأَةٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ جَاءَتْ إِلَى الْمُسْلِمِينَ . أَيُعَاوَضُ زَوْجُهَا مِنْهَا . لِقَوْلِهِ تَعَالَى : «وَآتُوهُمْ مَا أَنْفَقُوا» /الممتحنة: ١٠/. قَالَ : لَا . إِنَّمَا كَانَ ذَاكَ بَيْنَ النَّبِيِّ ﷺ وَبَيْنَ أَهْلِ الْعَهْدِ .

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : هٰذَا كُلُّهُ فِي صُلْحٍ بَيْنَ النَّبِيِّ ﷺ وَبَيْنَ قُرَيْشٍ .

## احد الزوجین کے اسلام قبول کرنے کے بعد نکاح کا حکم

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد اس ترجمے سے یہ ہے کہ اگر زوجین کافر ہوں اور عورت شوہر سے پہلے مسلمان ہوجائے تو اس کا کیا حکم ہے، اس میں اختلاف ہے۔

① حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور عطاء بن ابی رباح فرماتے ہیں کہ عورت کے اسلام لانے سے دونوں کے درمیان نکاح فسخ ہوجائے گا لعموم قولہ تعالیٰ: "لاهن حل لهم ولاهم يحلون لهن"

② ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ نکاح اس وقت تک باقی رہے گا، جب تک عدت ختم نہ ہو، عدت ختم ہوجائے گی تو پھر نکاح ٹوٹ جائے گا۔

③ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ جب عورت مسلمان ہوجائے گی تو اس کے شوہر پر اسلام پیش کیا جائے گا اگر اس نے اسلام قبول کرلیا تو نکاح برقرار رہے گا اور اگر انکار کیا تو دونوں کے درمیان فرقت واقع ہوجائے گی۔

لیکن یہ اس وقت ہے جب کہ وہ دونوں دارالاسلام میں ہوں، اگر دونوں دارالحرب میں ہیں تو دو صورتیں ہوں گی، ایک صورت یہ ہے کہ عورت دارالاسلام کی طرف ہجرت کرلے، اس صورت میں تباین دارین کی وجہ سے دونوں کے درمیان فرقت واقع ہوجائے گی، دوسری صورت یہ ہے کہ

عورت دارالحرب ہی میں رہے، اس صورت میں عورت انقضاء عدت تک شوہر کے عقد میں رہے گی اور عدت کے بعد نکاح ٹوٹ جائے گا۔ (۱۱)

امام بخاری رحمہ اللہ اس مسئلہ میں بظاہر قول اول کی طرف مائل نظر آتے ہیں کیونکہ انھوں نے جو آثار نقل کیے ہیں ان سے قول اول ہی کی تائید ہوتی ہے۔

## وقال عبدالوارث.....

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نصرانیہ نے اگر اپنے شوہر سے پہلے اسلام قبول کیا تو اپنے شوہر کے لیے حرام ہوجائے گی، حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا کہ عبدالوارث سے یہ تعلیق موصولا مجھے نہیں ملی، البتہ عباد بن العوام کے طریق سے اس کو ابن ابی شیبہ نے موصولا نقل کیا ہے۔ (۱۲)

## وقال داود عن ابراھیم الصائغ: سئل عطاء.....

داود بن ابی الفرات نے ابراہیم بن میمون صائغ سے نقل کیا ہے کہ عطاء بن ابی رباح سے پوچھا گیا کہ اگر معاہد کی عورت اسلام لے آئے اور عدت کے اندر اندر اس کا شوہر بھی مسلمان ہوجائے تو کیا وہ اس کی بیوی رہے گی؟ انھوں نے فرمایا نہیں، ہاں اگر عورت چاہے تو نئے نکاح اور مہر سے دوبارہ اس کے عقد میں جاسکتی ہے، داود کی تعلیق کو ایک دوسرے طریق سے ابن ابی شیبہ نے موصولاً نقل کیا ہے۔ (۱۳)

## وقال مجاھد: اذا اسلم فی العدۃ یتزوجھا

حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ اگر شوہر نے عدت کے اندر اسلام قبول کیا تو وہ عورت اس کی بیوی رہے گی، یہی ائمہ ثلاثہ کا مذہب ہے جیسا کہ گزر چکا کہ عدت ختم ہونے تک نکاح باقی رہے گا۔ مجاہد کے اس قول میں "یتزوجھا" سے نئے سرے سے نکاح مراد نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ تجدید عقد کے بغیر ہی وہ اس کی بیوی رہے گی۔ (۱۴) طبری نے یہ تعلیق موصولا نقل کی ہے۔ (۱۵)

---

(۱۱) مذکورہ تینوں مذاہب اور تفصیل کے لیے دیکھیے عمدۃ القاری: ۲۰/۲۷۲

(۱۲) فتح الباری: ۵۲۵/۹

(۱۳) عمدۃ القاری: ۲۷۳/۲، وفتح الباری: ۵۲۵/۹

(۱۴) تعلیقات لامع الدراری: ۳۷۶/۹

(۱۵) فتح الباری: ۵۲۵/۹

امام بخاری نے آگے قرآن کریم کی آیت "لاهن حل لهم ولاهم يحلون لهن" نقل کرکے مجاہد کی تردید اور عطاء کی تائید فرمائی ہے کہ اس آیت کریمہ کے عموم کی وجہ سے نکاح ختم ہوگیا، چاہے عدت ختم ہو یا نہ ہو۔

وقال الحسن وقتادة في مجوسيين أسلما: هما على نكاحهما

دو مجوسی میاں بیوی نے اگر ایک ساتھ اسلام قبول کیا تو دونوں کا نکاح برقرار رہے گا، اگر ایک نے اسلام قبول کیا اور دوسرے نے انکار کیا تو زوجین کے درمیان فرقت واقع ہوجائے گی، حضرت حسن بصری اور قتادہ کی اس تعلیق کو ابن ابی شیبہ نے ان سے موصولا نقل کیا ہے۔ (۱۶)

وقال ابن جريج: قلت لعطاء: امراة من المشركين جاءت الى المسلمين

حضرت ابن جریج فرماتے ہیں کہ میں نے عطاء بن ابی رباح سے پوچھا کہ مشرکین میں کوئی عورت مسلمانوں کے پاس آجائے تو اس کے شوہر کو اس عورت کا معاوضہ دلایا جائے گا یا نہیں؟ جب کہ اللہ تعالیٰ نے "وآتوهم ما انفقوا" فرمایا ہے، عطاء نے جواب میں فرمایا کہ نہیں یہ تو صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور معاہدین کے درمیان تھا (یعنی یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مشرکین معاہدین کے درمیان ایک عہد ہوا تھا جس پر ان کے درمیان صلح ہوئی تھی لیکن آج کل اس پر عمل نہیں ہوگا۔) عبدالرزاق نے اس تعلیق کو موصولا نقل کیا ہے۔ (۱۷)

وقال مجاهد: هذا كله في صلح بين النبي صلى الله عليه وسلم وبين قريش

مجاہد فرماتے ہیں کہ یہ ساری باتیں اس صلح میں تھیں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش کے درمیان ہوئی تھی۔ اس تعلیق کو ابن ابی حاتم نے موصولا نقل کیا ہے۔ (۱۸) مجاہد کی اس تعلیق سے امام بخاریؒ نے عطاء کے قول کی تائید فرمائی ہے۔ (۱۹)

---

(۱۶) عمدة القاري: ۲۰/۲۶۳

(۱۷) عمدة القاري: ۲۰/۲۶۳

(۱۸) فتح الباري: ۹/۵۲۷ ـ وعمدة القاري: ۲/۲۶۳

(۱۹) فتح الباري: ۹/۵۲۷

٤٩٨٣ : حدَّثنا ابْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ . عَنْ عُقَيْلٍ . عَنِ ابْنِ شِهَابٍ . وَقالَ إِبْرَاهِيمُ ابْنُ الْمُنْذِرِ : حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ : حَدَّثَنِي يُونُسُ : قالَ ابْنُ شِهَابٍ : أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ : أَنَّ عائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْها . زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قالَتْ : كانَتِ الْمُؤْمِنَاتُ إِذَا هَاجَرْنَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ يَمْتَحِنُهُنَّ بِقَوْلِ اللهِ تَعالَى : «يا أَيُّها الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جاءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهاجِرَاتٍ فَامْتَحِنُوهُنَّ» . إِلَى آخِرِ الآيَةِ . قالَتْ عائِشَةُ : فَمَنْ أَقَرَّ بِهٰذَا الشَّرْطِ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ فَقَدْ أَقَرَّ بِالمِحْنَةِ ، فكانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا أَقْرَرْنَ بِذٰلِكَ مِنْ قَوْلِهِنَّ قالَ لَهُنَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (انْطَلِقْنَ فَقَدْ بَايَعْتُكُنَّ) . لَا وَاللهِ ما مَسَّتْ يَدُ رَسُولِ اللهِ ﷺ يَدَ امْرَأَةٍ قَطُّ . غَيْرَ أَنَّهُ بَايَعَهُنَّ بِالْكَلَامِ ، وَاللهِ ما أَخَذَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَلَى النِّسَاءِ إِلَّا بِمَا أَمَرَهُ اللهُ . يَقُولُ لَهُنَّ إِذَا أَخَذَ عَلَيْهِنَّ : (قَدْ بَايَعْتُكُنَّ) . كَلَامًا . [ر : ٤٦٠٩]

امام بخاری رحمہ اللہ نے حدیث باب کی دو سندیں ذکر فرمائی ہیں۔ ❶ پہلی سند یحیی عن اللیث عن عقیل عن ابن شہاب ہے۔ ❷ دوسری سند ابراھیم عن ابن وھب عن یونس عن ابن شہاب ہے، یہاں جو الفاظ حدیث ہیں وہ دوسری سند کے ہیں، سند اول کے الفاظ امام نے "کتاب الشروط" میں ذکر فرمائے ہیں، دوسری سند امام نے یہاں "قال ابراھیم" کہہ کر تعلیقاً ذکر کی ہے، امام ذہلی نے "زھریات" میں ابراہیم بن المنذر سے اس کو موصولاً نقل کیا ہے۔ (۲۰)

حدیث میں ہے کہ مومن عورتیں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہجرت کرکے آتی تھیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالی کے اس قول "یاایھا الذین آمنوا اذا جاء کم المؤمنات مهاجرات فامتحنوهن" کی بناء پر امتحان لیا کرتے تھے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مومن عورتوں میں سے جو اس کا اقرار کرلیتیں تو وہ اس آزمائش میں پوری سمجھی جاتیں، جب وہ عورتیں اس کا اپنے قول سے اقرار کرلیتیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کہتے، جاؤ میں تم لوگوں سے بیعت لے چکا۔ حدیث کی مناسبت ترجمۃ الباب "باب اذا اسلمت المشركة" سے واضح ہے۔

(۲۰) فتح الباری: ۹/ ۵۴۰، وارشاد الساری: ۱۲/ ۵۸

١٩ - باب : قَوْلِ اللهِ تَعَالَى : «لِلَّذِينَ يُؤْلُونَ مِنْ نِسَائِهِمْ تَرَبُّصُ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ فَإِنْ فَاؤُوا فَإِنَّ اللهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ . وَإِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَإِنَّ اللهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ» /البقرة: ٢٢٦ ، ٢٢٧/ .

فَإِنْ فَاؤُوا : رَجَعُوا .

٤٩٨٤ : حدّثنا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ ، عَنْ أَخِيهِ ، عَنْ سُلَيْمَانَ ، عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ : أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ : آلَى رَسُولُ اللهِ ﷺ مِنْ نِسَائِهِ ، وَكَانَتِ انْفَكَّتْ رِجْلُهُ ، فَأَقَامَ فِي مَشْرُبَةٍ لَهُ تِسْعًا وَعِشْرِينَ ثُمَّ نَزَلَ . فَقَالُوا : يَا رَسُولَ اللهِ ، آلَيْتَ شَهْرًا ؟ فَقَالَ : (الشَّهْرُ تِسْعٌ وَعِشْرُونَ) . [ر : ٣٧١]

٤٩٨٥ : حدّثنا قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ نَافِعٍ : أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا كَانَ يَقُولُ فِي الْإِيلَاءِ الَّذِي سَمَّى اللهُ : لَا يَحِلُّ لِأَحَدٍ بَعْدَ الْأَجَلِ إِلَّا أَنْ يُمْسِكَ بِالْمَعْرُوفِ أَوْ يَعْزِمَ الطَّلَاقَ كَمَا أَمَرَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ .

وَقَالَ لِي إِسْمَاعِيلُ : حَدَّثَنِي مَالِكٌ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ : إِذَا مَضَتْ أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ : يُوقَفُ حَتَّى يُطَلِّقَ ، وَلَا يَقَعُ عَلَيْهِ الطَّلَاقُ حَتَّى يُطَلِّقَ .

وَيُذْكَرُ ذٰلِكَ عَنْ : عُثْمَانَ ، وَعَلِيٍّ ، وَأَبِي الدَّرْدَاءِ ، وَعَائِشَةَ ، وَاثْنَيْ عَشَرَ رَجُلًا ، مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ .

## ایلاء کی تعریف

لغت میں ایلاء کے معنی حلف اٹھانے اور قسم کھانے کے آتے ہیں (۲۱) اور اصطلاح شرع میں ایلاء کی تفسیر میں علماء کے تین قول ہیں۔

① حضرات حنفیہ کے نزدیک ایلاء کی تعریف ہے "منع النفس عن قربان المنکوحة اربعة اشهر فصاعدا منعا مؤکدا بالیمین" (۲۲) یعنی چار ماہ یا اس سے زیادہ مدت تک کے لیے بیوی کے پاس جانے سے قسم کھا کر رک جانا ایلاء کہلاتا ہے۔

② ائمہ ثلاثہ اور اسحاق بن راہویہ فرماتے ہیں کہ ایلاء کے لیے چار ماہ کافی نہیں بلکہ چار ماہ

(۲۱) عمدۃ القاری: ۲۰/۲۶۳

(۲۲) عنایۃ مع فتح القدیر: ۴/۴۰ (باب الایلاء)

(۴۹۸۵) هذا الحدیث قد انفرد بتخریجه البخاری۔

سے زائد مدت ایلاء کے لیے ضروری ہے ' (۲۳)

لہذا اگر کسی نے قسم کھائی کہ وہ چار ماہ تک بیوی کے پاس نہیں جائے گا تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک یہ ایلاء نہیں ، جبکہ حنفیہ کے نزدیک یہ ایلاء ہے ۔

❸ سعید بن مسیب وغیرہ بعض علماء فرماتے ہیں کہ چار ماہ سے کم مدت میں بھی ایلاء منعقد ہوجائے گا مثلاً کسی نے ایک ماہ کے لیے قسم کھائی ہے تو ان کے نزدیک یہ ایلاء ہے ۔ (۲۴)

## ایلاء کا حکم

ایلاء کرنے کے بعد اگر مُولِیْ (ایلاء کرنے والے) نے چار ماہ کے اندر اندر رجوع کرلیا تو اس کو کفارہ یمین ادا کرنا ہوگا اور اگر رجوع نہیں کیا تو حضرات حنفیہ کے نزدیک چار ماہ کی مدت گزرنے کے بعد خود بخود ایک طلاق بائن واقع ہوجائے گی، امام اوزاعی کے نزدیک طلاق رجعی ہوگی، ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مدت گزرنے سے طلاق واقع نہیں ہوگی بلکہ اس کو قاضی کے سامنے جانا ہوگا، قاضی اس کو رجوع یا طلاق کا حکم دے گا۔ قاضی اگر نہیں ہے تب بھی ان کے نزدیک توقف ہے کہ یا رجوع کرے یا طلاق دیدے ۔ (۲۵)

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس مسئلہ میں ائمہ ثلاثہ کے مسلک کو اختیار کیا ہے کہ مدت گزرنے سے خود بخود طلاق واقع نہیں ہوگی بلکہ اس کو قاضی کے سامنے پیش کیا جائے گا کہ یا رجوع کرلے یا طلاق دیدے ۔

چنانچہ امام بخاری نے حضرت ابن عمرؓ سے یہ مذہب نقل کیا ہے اور فرمایا کہ حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابوالدرداءؓ اور حضرت عائشہؓ سمیت بارہ صحابہ سے بھی یہ منقول ہے ۔

حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور ابوالدرداء سے ابن ابی شیبہ نے اور حضرت عائشہؓ سے سعید بن منصور نے یہ مذہب موصولاً نقل کیا ہے ۔ (۲۶)

لیکن حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور حضرت ابن عمرؓ سے حنفیہ کے مسلک کے مطابق بھی آثار منقول ہیں ان کے علاوہ حضرت عمرؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت

(۲۳) مختصر اختلاف العلماء، کتاب الطلاق، رقم المسالۃ: ۹۹۸۔ ۴۶۳/۲۔ وعمدۃ القاری: ۲۷۵/۲

(۲۴) فتح الباری: ۵۳۲/۹

(۲۵) دیکھیے مختصر اختلاف العلماء: ۴۶۳/۲۔ والمغنی لابن قدامۃ: ۳۱۸۔ ۳۱۹

(۲۶) عمدۃ القاری: ۲۷۷/۲۰

زید بن ثابتؓ سے بھی مذہب حنفیہ کے مطابق آثار منقول ہیں۔ (۲۷)

باب کے تحت امام بخاری رحمہ اللہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ازواج مطہرات سے ایک ماہ کے لیے کنارہ کش ہونے کا واقعہ ذکر کیا ہے، جمہور کے نزدیک یہ شرعی اور اصطلاحی ایلاء نہ تھا، چونکہ اور کوئی مرفوع حدیث اس بارے میں نہیں تھی اس لیے امام نے یہ واقعہ نقل کیا اور ایک گونہ مناسبت دونوں کے درمیان ظاہر ہے البتہ سعید بن المسیب کے نزدیک یہ شرعی ایلاء ہے کیونکہ ان کے نزدیک شرعی ایلاء کے لیے چارہ ماہ کی قید نہیں۔

## ٢٠ - باب : حُكْمِ المَفْقُودِ فِي أَهْلِهِ وَمَالِهِ .

وَقَالَ ٱبْنُ المُسَيَّبِ : إِذَا فُقِدَ فِي الصَّفِّ عِنْدَ الْقِتَالِ تَرَبَّصُ ٱمْرَأَتُهُ سَنَةً .

وَٱشْتَرَى ٱبْنُ مَسْعُودٍ جارِيَةً ، وَٱلْتَمَسَ صَاحِبَهَا سَنَةً ، فَلَمْ يَجِدْهُ ، وَفُقِدَ . فَأَخَذَ يُعْطِي ٱلدِّرْهَمَ وَٱلدِّرْهَمَيْنِ ، وَقالَ : اللّٰهُمَّ عَنْ فُلانٍ ، فَإِنْ أَتَى فُلانٌ فَلِي وَعَلَيَّ ، وَقالَ : هٰكَذَا فَٱفْعَلُوا بِاللُّقَطَةِ .

وَقالَ الزُّهْرِيُّ فِي الْأَسِيرِ يُعْلَمُ مَكانُهُ : لَا تَتَزَوَّجُ ٱمْرَأَتُهُ ، وَلَا يُقْسَمُ مالُهُ ، فَإِذَا ٱنْقَطَعَ خَبَرُهُ فَسُنَّتُهُ سُنَّةُ المَفْقُودِ .

٤٩٨٦ : حدَّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ ، عَنْ يَزِيدَ مَوْلَى المُنْبَعِثِ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سُئِلَ عَنْ ضَالَّةِ الْغَنَمِ ، فَقَالَ : (خُذْهَا ، فَإِنَّمَا هِيَ لَكَ أَوْ لِأَخِيكَ أَوْ لِلذِّئْبِ) . وَسُئِلَ عَنْ ضَالَّةِ الْإِبِلِ ، فَغَضِبَ وَٱحْمَرَّتْ وَجْنَتَاهُ . وَقالَ : (ما لَكَ وَلَهَا ، مَعَهَا ٱلْحِذَاءُ وَالسِّقَاءُ ، تَشْرَبُ المَاءَ ، وَتَأْكُلُ الشَّجَرَ ، حَتَّى يَلْقَاهَا رَبُّهَا) . وَسُئِلَ عَنِ اللُّقَطَةِ ، فَقَالَ : (ٱعْرِفْ وِكاءَهَا وَعِفَاصَهَا ، وَعَرِّفْهَا سَنَةً ، فَإِنْ جاءَ مَنْ يَعْرِفُهَا ، وَإِلَّا فَٱخْلِطْهَا بِمَالِكَ) .

قالَ سُفْيَانُ : فَلَقِيتُ رَبِيعَةَ بْنَ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ . قالَ سُفْيَانُ : وَلَمْ أَحْفَظْ عَنْهُ شَيْئًا غَيْرَ هٰذَا . فَقُلْتُ : أَرَأَيْتَ حَدِيثَ يَزِيدَ مَوْلَى المُنْبَعِثِ فِي أَمْرِ الضَّالَّةِ ، هُوَ عَنْ زَيْدِ بْنِ خالِدٍ ؟ قالَ : نَعَمْ . قالَ يَحْيَى : وَيَقُولُ رَبِيعَةُ ، عَنْ يَزِيدَ مَوْلَى المُنْبَعِثِ ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خالِدٍ . قالَ سُفْيَانُ : فَلَقِيتُ رَبِيعَةَ فَقُلْتُ لَهُ . [ر : ٩١]

---

(۲۷) مختصر اختلاف العلماء للطحاوی: ۲/۴۷۴ ـ ۴۵۵ و مصنف عبدالرزاق: ۶/۴۵۳ ـ ۴۵۷ رقم: ۱۱۶۳۷ ـ ۱۱۶۴۴ ـ ۱۱۶۴۵ حضرت عمرؓ کے اثر کے لیے دیکھیے موطاامام محمد، باب الایلاء: ۲۶۳

## مفقود الخبر کے اھل اور مال کا حکم

مفقود اس شخص کو کہتے ہیں جو لاپتہ ہوجائے اور اس کے بارے میں کسی کو کوئی علم نہ ہو، اس کے اہل اور مال کے حکم میں ائمہ کا اختلاف ہے۔

❶ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے نزدیک اس کے اہل اور مال دونوں میں اس وقت تک تصرف موقوف رہے گا جب تک اس کی وفات کا علم نہ ہوجائے یا یہ کہ اس کے ہم عمر اور اقران مرجائیں، اس کے بعد تصرف کی اجازت دی جائے گی، جب تک اس کے ہم عمر لوگ زندہ ہیں اس وقت تک اس کی بیوی کسی اور سے شادی نہیں کرسکتی، انتظار کرتی رہے گی۔ (۲۸)

❷ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک اہل اور مال میں تفصیل ہے، وہ فرماتے ہیں جو آدمی مفقود ہوجائے اس کے معاملے کو حاکم کے سامنے پیش کیا جائے گا حاکم اس کی تلاش کرائے گا اور نہ ملنے کی صورت میں اس کی بیوی چار سال تک انتظار کرے گی، چار سال کے بعد عورت کے لیے متوفی عنہازوجہا ہونے کا فیصلہ کردیا جائے گا، چنانچہ عورت چار سال کے بعد عدت وفات یعنی چار ماہ دس دن گزار کر کسی دوسرے سے شادی کرسکتی ہے، البتہ یہ چار سال عدالت میں مقدمہ پیش ہونے کے بعد سے شمار کیے جائیں گے اور مال کی صورت میں مالکیہ فرماتے ہیں کہ اس میں وراثت جاری نہیں ہوگی تاآنکہ اتنی مدت نہ گزر جائے جس میں مفقود کے مرجانے کا یقین ہوجائے، یہ مدت کتنی ہونی چاہیے؟ اس میں ستر سال، اسّی سال، نوے سال، سو سال کے مختلف اقوال ہیں۔ (۲۹)

❸ امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک میدان جنگ اور سمندری سفر میں گم ہونے والے کے لیے مدت مقرر کی جائے گی (مثلاً مالکیہ کی طرح چار سال) لیکن اس کے علاوہ عام مفقود کے لیے مدت مقرر نہیں کی جائے گی اور اس کے اہل و مال میں اس وقت تصرف نہیں ہوگا جب تک اس کی وفات کا یقین نہ ہوجائے۔ (۳۰)

شوافع اور حنفیہ کا مسلک چونکہ اس سلسلے میں بہت سخت ہے اس لیے فقہائے احناف مالکیہ کے مسلک پر فتوی دیتے ہیں اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے اس سلسلے میں مستقل ایک رسالہ "الحیلۃ الناجزۃ" کے نام سے تصنیف کرایا ہے، اس میں علمائے مالکیہ کے فتاوی اور اس مسئلے کے متعلق ان کے مذہب میں شرائط اور تفصیلات کو جمع کیا ہے۔

---

(۲۸) مختصر اختلاف العلماء للطحاوی: ۲/۳۲۹۔ ۳۱۰

(۲۹) مالکیہ کے مذہب کی مذکورہ تشریح کے لیے دیکھیے بدایۃ المجتہد: ۲/۴۵۔ ۴۶

باب کے تحت امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن مسیب، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ابن عباسؓ اور امام زہری کے مختلف آثار نقل کیے۔

حضرت سعید بن مسیب نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص صف قتال میں جہاد کے موقع پر گم ہوجاتا ہے تو اس کی بیوی ایک سال تک انتظار کرے گی، تَرَبَّصُ امرأتہ سَنَة: اصل میں تَتَرَبَّصُ ہے ایک تاء کو تحقیقاً حذف کردیا، اس تعلیق کو عبدالرزاق نے موصولا نقل کیا ہے اور وہ زیادہ مکمل اور تام ہے "إذا فقد فی الصف تربصت امرأتہ سنة، وإذا فقد فی غیر الصف فأربع سنین" (۳۱)

دوسری تعلیق حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی ہے، انھوں نے ایک باندی خریدی، ابھی اس کی قیمت ادا نہیں کی تھی کہ باندی کا مالک غائب ہوگیا، ایک سال تک حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس کو تلاش کیا لیکن وہ نہیں ملا تو انھوں نے باندی کے ثمن کو ایک ایک درہم اور دو دو درہم کرکے صدقہ کرنا شروع کیا، صدقہ کرتے ہوئے فرماتے اللھم عَن فلان، فإن أتی فلان فَلِیَ وَعَلَیَّ یعنی اے اللہ! یہ فلاں شخص کی طرف سے صدقہ ہے، اگر وہ شخص آگیا تو یہ صدقہ میری طرف سے ہوگا میرے لیے اس کا ثواب ہوگا اور اس کا ثمن میرے ذمہ ہوگا۔ (فَلِیَ وَعَلَیَّ) أی فَلِیَ الثوابُ..... وعَلَیَّ الغَرَامَة۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ لقطہ (گم شدہ چیز) کے بارے میں بھی اسی طرح کرلیا کرو (کہ ایک سال تک اس کا تعارف اور تشہیر کرو اور سال کے بعد اس کو صدقہ کردو، صدقہ کے بعد اگر مالک آگیا تو اس کا تاوان ادا کردینا، صدقہ کا ثواب تمھیں ملے گا۔

سعید بن منصور نے اس تعلیق کو موصولا نقل کیا ہے۔ (۳۲)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے بھی اسی طرح کا اثر منقول ہے، ان کے اثر کو بھی سعید بن منصور نے موصولا نقل کیا ہے۔ (۳۳)

چوتھی تعلیق حضرت زہری کی ہے، انھوں نے اس قیدی کے بارے میں جس کی جگہ معلوم ہو فرمایا کہ اس کی بیوی شادی نہیں کرسکتی اور نہ ہی اس کا مال تقسیم کیا جائے گا، ہاں جب اس کی خبر منقطع ہوجائے اور اس کے متعلق کچھ پتہ نہ چلے تب اس قیدی کے ساتھ مفقود والا معاملہ اختیار کیا جائے" (مفقود کے بارے میں امام زہری کا مذہب یہاں بیان نہیں کیا گیا، ان کا مذہب یہ

---

(۳۰) الابواب والتراجم: ۸۱/۲

(۳۱) فتح الباری: ۵۴۲/۹

(۳۲) فتح الباری: ۵۴۲/۹

(۳۳) فتح الباری: ۵۴۲/۹

ہے کہ اس کی بیوی چار سال تک انتظار کرے گی اور پھر اس کو شادی کی اجازت ہوگی (۳۴))
ابن ابی شیبہ نے اس تعلیق کو موصولا نقل کیا ہے۔ (۳۵)

## امام بخاری کی رائے

امام بخاری رحمہ اللہ نے باب میں جو پہلے تین آثار حضرت ابن مسیب، حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیے ہیں ان سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری کے نزدیک بھی مفقود کے لیے ایک سال کی مدت ہے۔ لیکن باب میں جو حدیث نقل کی ہے اس سے ایک اور احتمال بھی نکلتا ہے کہ امام بخاری مفقود کے اہل اور مال کے بارے میں فرق کرنا چاہتے ہیں کیونکہ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غنم (بکری وغیرہ) اور اونٹ دونوں کے گم ہونے کی صورت میں حکم الگ الگ بیان فرمایا ہے، غنم کے بارے میں تو فرمایا کہ "ھی لک أو لأخیک او للذئب" یعنی اس کو آپ لے سکتے ہیں کیونکہ وہ یا تو آپ کی ہے یا آپ کے بھائی کی ہے یا پھر بھیڑیا کے حصے میں جائے گی، بھائی سے تو گم ہوچکی ہے اس لیے بھیڑیا کے حوالے کرنے سے بہتر ہے کہ آپ خود لیں لیکن گم شدہ اونٹ کے متعلق جب آپ سے پوچھا گیا تو غصہ کی وجہ سے آپ کے دونوں رخسار مبارک سرخ ہوگئے اور فرمایا "گم شدہ اونٹ سے تجھے کیا سروکار، اس کے ساتھ اس کا دانہ پانی موجود ہے، وہ پانی پیے گا اور درخت سے کھائے گا، یہاں تک کہ اس کا مالک اس سے ملے گا۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب کے تحت یہ حدیث ذکر کرکے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ مفقود کے مال کا حکم تو غنم والا ہوگا اور اہل کا حکم ابل والا ہوگا اس لیے کہ جس طریقے سے غنم غیر مستقل ہے، اس کے ضیاع کا اندیشہ ہوتا ہے، اسی طرح مال کے ضیاع کا بھی اندیشہ ہوتا ہے، لہذا ایک سال کے بعد اس کو تقسیم کردیا جائے گا اور جیسے ابل مستقل ہے اور اس کے ضیاع کا کوئی اندیشہ نہیں ہوتا، وہ اپنے پانی اور چارے کا خود بخود بندوبست کرسکتا ہے، اسی طریقے سے اہل کے بارے میں بھی ضیاع کا اندیشہ نہیں ہے تو اس کو ابل کے ساتھ لاحق کیا جائے گا اور وہاں ایک سال کے بعد نکاح کی اجازت نہیں دی جائے گی، چنانچہ ابن منیر فرماتے ہیں:

---

(۳۴) فتح الباری: ۵۳۸/۹

(۳۵) فتح الباری: ۵۳۸/۹

"لما تعارضت الاثار فی هذه المسألة، وجب الرجوع الی الحدیث المرفوع فكان فیه أن ضالة الغنم یجوز التصرف فیها قبل تحقق وفاة صاحبها، فكان إلحاق المال المفقود بها متجها، وفیه أن ضالة الابل لایتعرض لها لاستقلالها بأمر نفسها، فاقتضی أن الزوجة كذلک لایتعرض لها حتی یتحقق خبر وفاته، فالضابط أن كل شئی یخشی ضیاعه یجوز التصرف فیه صونا له عن الضیاع، ومالا فلا" (٣٦)

قال سفیان: فلقیت ربیعة بن ابی عبدالرحمن۔ قال سفیان: ولم أحفظ عنه شیئا غیر هذا۔ فقلت: ارایت حدیث یزید مولی المنبعث فی امر الضالة، هو عن زید بن خالد، قال: نعم

سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ میں ربیعہ بن ابی عبدالرحمن سے ملا اور میں نے ان سے کہا کہ گم شدہ چیز کے متعلق یزید مولی منبعث کی حدیث باب زید بن خالد سے مروی ہے کہ نہیں ؟ تو انھوں نے کہا جی ہاں ، درمیان میں جملہ معترضہ کے طور پر سفیان نے کہا کہ ربیعہ بن ابی عبدالرحمن سے اس بات کی تحقیق کرنے کے علاوہ میں نے اور کچھ نقل نہیں کیا۔

قال یحی: ویقول ربیعة عن یزید مولی المنبعث عن زید بن خالد۔ قال سفیان: فلقیت ربیعة، فقلت له

سفیان بن عیینہ کے استاذ یحی بن سعید نے کہا کہ ربیعہ یہ حدیث "یزید مولی منبعث عن زید بن خالد" سے نقل کرتے ہیں ، سفیان نے کہا کہ یحی کی یہ بات سننے کے بعد میں ربیعہ سے ملا اور میں نے ان سے وہ سوال کیا جو پہلے گزر چکا۔

خلاصہ یہ ہے کہ یحی بن سعید انصاری نے یہ حدیث یزید سے نقل کی ہے لیکن مرسلاً نقل کی ہے موصولاً نقل نہیں کی یزید تابعی ہیں ، ان کے طریق میں یزید کے بعد زید بن خالد صحابی کا واسطہ نہیں ہے ، یحی بن سعید نے اپنے شاگرد سفیان سے کہا کہ ربیعہ اس حدیث کو موصولاً نقل کرتا ہے "یزید عن زید بن خالد عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" چنانچہ سفیان نے جاکر ربیعہ سے دریافت کیا کہ کیا آپ اس حدیث کو بواسطہ یزید، زید بن خالد سے نقل کرتے ہیں تو انھوں نے "جی ہاں" کہا۔

(٣٦) فتح الباری: ٩/٥٣٩

حدیث باب میں چند الفاظ آئے ہیں لُقَطَة: (قاف کے فتحہ اور سکون کے ساتھ) گم شدہ چیز، ضالہ اور لقطہ میں فرق یہ ہے کہ ضالہ کا لفظ حیوان کے ساتھ خاص ہے۔ وِکاء: (واؤ کے کسرہ کے ساتھ) دھاگہ اور رسی۔ عِفاص: (عین کے کسرہ کے ساتھ اس کے بعد فاء ہے) برتن، ظرف، تھیلہ۔ الحِذاء: جوتے کو کہتے ہیں، مراد پاؤں ہے۔ سِقاء: مشکیزہ کو کہتے ہیں، یہاں پیٹ مراد ہے۔ (۳۷)

## ٢١ - باب : الظِّهَارِ .

وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَى : «قَدْ سَمِعَ اللهُ قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ فِي زَوْجِهَا - إِلَى قَوْلِهِ - فَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَإِطْعَامُ سِتِّينَ مِسْكِينًا» /المجادلة: ١ - ٤/ .

وقال لِي إِسْمَاعِيلُ : حَدَّثَنِي مَالِكٌ : أَنَّهُ سَأَلَ ٱبْنَ شِهَابٍ عَنْ ظِهَارِ الْعَبْدِ . فَقَالَ : نَحْوُ ظِهَارِ الْحُرِّ . قَالَ مَالِكٌ : وَصِيَامُ الْعَبْدِ شَهْرَانِ .

---

(۳۷) عمدۃ القاری: ۲۰/۲۸۰، وارشادالساری: ۱۱/۶۳

(٢١) (تجادلك) تختصم إليك وتحاورك ، وهي امرأة أنصارية ، قيل اسمها : خولة بنت ثعلبة . وقيل غير ذلك . وزوجها أوس بن الصامت رضي الله عنهما . (في زوجها) في شأن زوجها الذي ظاهر منها أي قال لها : أنتِ عليَّ كظهر أمي ، وكان هذا القول قبل الإسلام طلاقًا ، وهذا أول ظهار يقع في الإسلام ، فنزلت الآيات تبطل ما كان . وتقرر أنه ليس بطلاق . وأن فيه الكفارة كما سيأتي . (إلى قوله) وتتمتها : «وَتَشْتَكِي إِلَى اللهِ وَاللهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا إِنَّ اللهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ . الَّذِينَ يُظَاهِرُونَ مِنْكُمْ مِنْ نِسَائِهِمْ مَا هُنَّ أُمَّهَاتِهِمْ إِنْ أُمَّهَاتُهُمْ إِلَّا اللَّائِي وَلَدْنَهُمْ وَإِنَّهُمْ لَيَقُولُونَ مُنْكَرًا مِنَ الْقَوْلِ وَزُورًا وَإِنَّ اللهَ لَعَفُوٌّ غَفُورٌ . وَالَّذِينَ يُظَاهِرُونَ مِنْ نِسَائِهِمْ ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا قَالُوا فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَتَمَاسَّا ذَلِكُمْ تُوعَظُونَ بِهِ وَاللهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ . فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَتَمَاسَّا فَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَإِطْعَامُ سِتِّينَ مِسْكِينًا ذَلِكَ لِتُؤْمِنُوا بِاللهِ وَرَسُولِهِ وَتِلْكَ حُدُودُ اللهِ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ» (تشتكي إلى الله) تشكو إليه مصابها في فراق زوجها . حيث أخبرها رسول الله ﷺ أنها قد طلقت منه وحرمت عليه . وراجعته في ذلك مرارًا ، وهو يقول لها : حرمت عليه . (تحاوركما) تراجعكما في الكلام . (ما هنَّ أمهاتهم ...) ليس الزوجات بأمهات للأزواج حتى تثبت لهنَّ حرمتهن ، ولا تثبت حرمة الأم إلا للتي ولدت . (منكرًا) باطلاً لا تعرف صحته . (زورًا) كذبًا مفترى . (يعودون لما قالوا) يصيرون ويرجعون إلى تحليل ما حرموه بقولهم ، وذلك بامساك هذه الزوجة أو العزم على معاشرتها بالوطء . (فتحرير رقبة) عتق عبد أو أمة . (يتماسا) وهو كناية عن الجماع . (حدود الله) أحكام الشريعة التي لا يجوز تجاوزها .(من النساء) أي الزوجات الحرائر . (أي فيما ..) أي اللام في (لما قالوا) بمعنى في . (وهذا أولى) أي تفسير يعودون لما قالوا : ينقضون ما قالوا ، أولى مما قيل : إن المراد بالعود تكرار لفظ الظهار ، ولو كان المعنى : العود إلى الظهار لكان الله تعالى دالاً على المنكر وقول الزور الذي هو الظهار . كما في الآية . وحاشاه سبحانه وتعالى

وَقَالَ الحَسَنُ بْنُ الحُرِّ : ظِهَارُ الحُرِّ وَالْعَبْدِ ، مِنَ الحُرَّةِ والأَمَةِ ، سَوَاءٌ .

وَقَالَ عِكْرِمَةُ : إِنْ ظَاهَرَ مِنْ أَمَتِهِ فَلَيْسَ بِشَيْءٍ ، إِنَّمَا الظِّهَارُ مِنَ النِّسَاءِ .

وَفِي الْعَرَبِيَّةِ «لِمَا قَالُوا» : أَيْ فِيما قَالُوا ، وَفِي نَقْضِ ما قَالُوا ، وَهٰذَا أَوْلَى ، لِأَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَدُلَّ عَلَى الْمُنْكَرِ وَقَوْلِ الزُّورِ .

یہ عنوان بعض نسخوں میں ہے ، ہندوستانی نسخے میں یہ عنوان نہیں بلکہ "باب قد سمع اللہ قول التی" ہے ، ظہار باب مفاعلہ کا مصدر ہے ظہر سے ، ظہر کے معنی پشت کے ہیں ، کوئی آدمی اپنی بیوی کو اپنی محرمات ابدیہ میں سے کسی ایسے عضو کے ساتھ تشبیہ دے جس کو دیکھنا اس کے لیے ممنوع ہو مثلاً کہے أنت عَلَيَّ كظهر أمي تو اس کو ظہار کہتے ہیں، لیکن اگر ایسے عضو کے ساتھ تشبیہ دی جس کی طرف دیکھنا جائز ہے جیسے سر اور ہاتھ ہیں تو اس صورت میں ظہار نہیں ہوگا۔ (۱) حافظ الدین نسفی نے ظہار کی تعریف کی ہے "الظهار تشبيه المنكوحة بامرأة محرمة عليه على التابيد مثل الأم، والبنت والأخت"(۲)

ظہار کا حکم یہ ہے کہ جب تک وہ کفارہ ادا نہ کردے اس وقت تک بیوی سے جماع اور دواعی جماع دونوں حرام ہیں۔ (۳)

حنفیہ کے نزدیک ماں یا کسی بھی ایسی عورت کے ذکر سے ظہار واقع ہوجائے گا جس کے ساتھ انسان کی حرمت ابدی ہے مثلاً بیٹی، بہن ، امام شافعیؒ کا بھی ایک قول اسی کے مطابق ہے ، ان کا دوسرا قول یہ ہے کہ ظہار صرف ماں کے ذکر کرنے کی صورت میں متحقق ہوگا، لہذا اگر کسی نے اپنی بیوی سے "أنت عَلَيَّ كظهر أختي" کہا تو ظہار واقع نہیں ہوگا۔ (۴)

مالکیہ کے نزدیک ظہار محرم اور اجنبیہ دونوں کے ذکر سے ہوجائے گا، مثلاً کسی نے کہا انت علی کظهر زینب اور زینب اس کے لیے ایک اجنبی عورت ہے تو مالکیہ کے نزدیک اس صورت میں ظہار متحقق ہوجائے گا، ہمارے نزدیک نہیں۔ (۵)

---

(۱) مختصر اختلاف العلماء للطحاوی: ۲/ ۴۸۴۔ ۴۸۵

(۲) عمدۃ القاری: ۲۰/ ۲۸۰

(۳) الهدایة، کتاب الطلاق، باب الظہار: ۲/ ۴۰۹

(۴) مختصر اختلاف العلماء: ۲/ ۴۸۴۔ ۴۸۵

(۵) مختصر اختلاف العلماء: ۲/ ۴۸۴

## آیات کا شان نزول

امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب میں جن آیات کی طرف اشارہ کیا ہے وہ سورۂ مجادلہ کی ابتدائی آیات ہیں جو حضرت اوس بن الصامتؓ کی بیوی حضرت خولہؓ کے واقعے میں نازل ہوئیں، واقعہ یہ ہوا کہ حضرت اوس نے ایک مرتبہ اپنی بیوی خولہ سے یہ کہہ دیا "أَنْتَ علی کظھر أمی (تو میرے حق میں ایسی ہے جیسے میری ماں کی پشت یعنی حرام ہے) زمانہ جاہلیت میں یہ الفاظ دائمی حرمت کے لیے بولے جاتے تھے اور اس سے ابدی فرقت واقع ہوجاتی تھی، چنانچہ اوس بن الصامتؓ نے اپنی بیوی سے کہا کہ آپ مجھ پر حرام ہوگئی ہیں، خولہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر کہنے لگیں:

"یارسول اللہ، ان زوجی أوس بن الصامت تزوجنی وأناشابة غنیة ذات مال و اهل، حتی أکل مالی، وأفنی شبابی، وتفرق أهلی، وکبرسنی، ظاهَرَ منی، وَقَدْنَدِمَ، فَهَلْ مِنْ شئی یجمعنی وإیاه"

یعنی جب اوس نے مجھ سے شادی کی تھی، اس وقت میں جوان اور صاحب مال تھی، اب میرا مال اور جوانی ختم ہوکر میں بوڑھی ہوگئی تو اس نے مجھ سے ظہار کرلیا اور وہ اب نادم بھی ہیں تو کوئی صورت ہم دونوں کے دوبارہ جمع ہونے کی ہوسکتی ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قول مشہور کے موافق فرمایا کہ "میرے خیال میں تو آپ اپنے شوہر کے لیے حرام ہوگئی ہیں۔" اس پر وہ بحث کرنے لگیں کہ اب میں کہاں جاؤں؟ بچوں کا گزارہ کیسے ہوگا؟ اوس نے تو طلاق کا لفظ استعمال نہیں کیا تو پھر جدائی کیونکر واقع ہو؟ قرآن کریم کی آیت میں "تجادلک فی زوجها" سے اسی کی طرف اشارہ ہے، وہ اپنے اس معاملہ کی اللہ کے حضور بھی شکایت کرنے لگی تو اس پر سورۂ مجادلہ کی آیات نازل ہوئیں اور ان میں کفارہ ظہار کی تفصیل بیان کی گئی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا کہ اپنے شوہر کو بلالاؤ، وہ آئے تو آپؐ نے ان کے سامنے یہ آیات تلاوت فرمائیں اور پوچھا کہ "تم غلام آزاد کرسکتے ہو" انھوں نے کہا غلام تو مہنگا ہے اس میں تو میرا سارا مال ختم ہوجائے گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "دو ماہ کے پے در پے روزے رکھ سکتے ہو" انھوں نے کہا "یارسول اللہ! خدا کی قسم! دن میں اگر میں تین بار نہ کھالوں تو نگاہیں تھک جاتی ہیں اور نظروں کے سامنے اندھیرا چھانے لگتا ہے" آپؐ نے فرمایا "کیا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو؟" انھوں نے کہا "واللہ نہیں، ہاں اگر آپ میرے ساتھ تعاون فرمالیں" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ان کے ساتھ پندرہ صاع کا تعاون فرمایا اور یوں وہ دونوں دوبارہ میاں بیوی کی حیثیت سے رہنے لگے۔ (۶)

## وقال لی اسماعیل: حدثنی مالک أنہ سال ابن شہاب عن ظہار العبد، فقال: نحو ظہار الحر

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اسماعیل بن ابی اویس نے مجھ سے کہا کہ امام مالک نے حضرت ابن شہاب زہری سے غلام کے ظہار کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے کہا کہ غلام کا ظہار آزاد کے ظہار کی طرح ہے یعنی دونوں کے ظہار میں کوئی فرق نہیں۔

ابن قدامہ نے بعض حضرات سے نقل کیا ہے کہ غلام کا ظہار صحیح نہیں (۷) امام بخاریؒ نے ابن شہاب زہری کا یہ اثر نقل کرکے دراصل اس مذہب کی تردید کی ہے۔ غلام نے اگر ظہار کرلیا تو اس کا کفارہ حضرات حنفیہ اور امام شافعی کے نزدیک صرف روزے کے ذریعہ ادا ہوگا، امام مالک کے نزدیک اپنے مولی کی اجازت سے اس نے مسکینوں کو کھانا کھلایا تو بھی کفارہ ادا ہوجائے گا۔ (۸)

## قال مالک: وصیام العبد شہران

یہ اسماعیل بن ابی اویس کی ماقبل والی سند کے ساتھ موصول ہے، فرمایا کہ غلام کفارہ ادا کرنے میں دو ماہ کے روزے رکھے گا جس طرح آزاد آدمی دو ماہ روزے رکھتا ہے۔

## وقال الحسن بن الحر: ظہار الحر والعبد من الحرۃ والأَمَۃ سواء

حسن بن حُر کوفہ کے رہنے والے ہیں اور محدثین کے ہاں ثقہ ہیں، ۱۳۳ھجری میں ان کی وفات ہوئی ہے، صحیح بخاری میں ان کی صرف یہی ایک تعلیق ہے، کہیں اور ان کا ذکر نہیں۔ (۹)
ابو ذر عن مستملی کی روایت میں "حسن بن الحی" ہے حسن بن الحی فقیہ ہیں حضرت سفیان ثوری

---

(۶) شان نزول کی مذکورہ تفصیل کے لیے دیکھیے عمدۃ القاری: ۲۸۱/۲۰

(۷) فتح الباری: ۵۴۲/۹

(۸) فتح الباری: ۵۴۱/۹

(۹) فتح الباری: ۵۴۲/۹، وعمدۃ القاری: ۲۸۳/۲۰

کے طبقہ محدثین میں سے ہیں، ۱۶۹ ھجری میں ان کی وفات ہوئی ہے، امام طحاوی نے مذکورہ اثر حسن بن حی ہی سے نقل کیا ہے۔ (۱۰)

مطلب یہ ہے کہ حر اور عبد کے ظہار میں کوئی فرق نہیں ہے، اسی طرح بیوی چاہے حرہ ہو، چاہے باندی ہو اس میں بھی کوئی فرق نہیں ہے۔

## وقال عِكْرِمَة: إِنْ ظاهر مِنْ أَمتہ فليس بشئی، انما الظهار من النساء

حضرت عکرمہ نے فرمایا کہ اگر مولی نے اپنی باندی سے ظہار کیا تو کچھ بھی نہیں ہوگا، ظہار بیویوں سے ہوتا ہے، یہی ائمہ ثلاثہ کا مسلک ہے لیکن امام مالک فرماتے ہیں کہ جیسے زوج، زوجہ سے ظہار کرسکتا ہے ایسے ہی مولی اپنی باندی سے بھی ظہار کرسکتا ہے، ائمہ ثلاثہ اور جمہور فرماتے ہیں کہ قرآن کریم میں ہے "یظاھرون من نسائہم" اور باندیاں "نسائھم" میں داخل نہیں۔ (۱۱)

قاضی اسماعیل نے اس تعلیق کو موصولا نقل کیا ہے۔ (۱۲)

## وفی العربية: لِمَا قَالُوْا أَيْ فيما قالوا، وفی نقض ما قالوا، وهذا أولى، لأن الله تعالىٰ لَمْ يدل على المُنْكَرِ وقَوْلِ الزور

آیت کریمہ میں ہے "وَالَّذِيْنَ يُظَاهِرُوْنَ مِنْ نِسَائِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فتحرير رقبة"..... "یعودون لما قالوا" کی مختلف تفسیریں ہیں۔

❶ ایک تفسیر داود ظاہری سے منقول ہے، وہ کہتے ہیں "یعودون لما قالوا" کا مطلب یہ ہے کہ ایک مرتبہ ظہار کرنے کے بعد دوبارہ الفاظ ظہار کہے جائیں تو کفارہ ادا کرنا ہوگا جیسا کہ ظاہر الفاظ سے سمجھ میں آرہا ہے۔ (۱۳)

❷ امام بخاری رحمہ اللہ نے داود ظاہری کی اس تفسیر کو رد کرتے ہوئے فرمایا کہ عربی زبان میں "عَادَلَہ" "عَادَفِیہ" کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، یہاں پر بھی "یعودون لما قالوا" "یعودون فیما قالوا" کے معنی میں ہے اور مضاف یہاں محذوف ہے، تقدیر عبارت ہے "یعودون

---

(۱۰) فتح الباری: ۹/۵۴۲، وعمدۃ القاری: ۲۰/۲۸۳

(۱۱) فتح الباری: ۹/۵۴۲

(۱۲) فتح الباری: ۹/۵۴۲۔

(۱۳) عمدۃ القاری: ۲۰/۲۸۴

فی نقض ماقالوا" مطلب یہ ہے کہ ظہار کرنے کے بعد اس کو ختم کرنا چاہیں، یعنی أنت عَلَيَّ کظھر امی کے جو الفاظ ادا کیے تھے (جن سے حرمت ثابت ہوتی ہے) ان الفاظ کو باطل کرنا چاہیں اور حرمت کو ختم کرنا چاہیں تو کفارہ ادا کرنا ہوگا۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس تفسیر کو اختیار کرنا بہتر ہے کیونکہ داؤد ظاہری کی طرح اگر ظاہر الفاظ کے مطابق "عودلماقالوا" سے الفاظ ظہار کا اعادہ اور تکرار مراد لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ جل شانہ الفاظ ظہار کے اعادہ کی رہنمائی فرما رہے ہیں، حالانکہ ان الفاظ کو قرآن کریم نے "منکر" اور "قول زور" کہا ہے تو "قول زور" کی طرف اللہ تعالی رہنمائی کیسے کرسکتے ہیں۔

۵ بعضوں نے کہا "یعودون لماقالوا" میں لام "عَنْ" کے معنی میں ہے یعنی پھر وہ اپنے قول سے رجوع کرنا چاہیں (۱۴) تو کفارہ ادا کرنا ہوگا۔ اپنے قول سے رجوع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ جماع کا عزم اور ارادہ کرلیں۔

**تنبیہ**

الفاظ ظہار کی دو قسمیں ہیں ایک صریح جیسے أَنت عَلَيَّ کظهر أمی دوسری کنایہ جیسے انت علی کامی اس دوسری قسم میں نیت کا اعتبار ہوگا، ظہار کی نیت ہو تو ظہار ہوگا ورنہ نہیں۔ (۱۵)

## ٢٢ - باب : الْإِشَارَةِ فِي الطَّلَاقِ وَالْأُمُورِ .

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (لَا يُعَذِّبُ اللهُ بِدَمْعِ الْعَيْنِ . وَلٰكِنْ يُعَذِّبُ بِهٰذَا) . فَأَشَارَ إِلَى لِسَانِهِ . [ر : ١٢٤٢]

وَقَالَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ : أَشَارَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَيَّ أَيْ : (خُذِ النِّصْفَ) . [ر : ٢٢٨٦]

وَقَالَتْ أَسْمَاءُ : صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ فِي الْكُسُوفِ . فَقُلْتُ لِعَائِشَةَ : مَا شَأْنُ النَّاسِ ؟ وَهِيَ تُصَلِّي . فَأَوْمَأَتْ بِرَأْسِهَا إِلَى الشَّمْسِ . فَقُلْتُ : آيَةٌ ؟ فَأَوْمَأَتْ بِرَأْسِهَا : أَنْ نَعَمْ . [ر : ١٠٠٥]

---

(۱۴) فتح الباری: ۵۴۳/۹

(۱۵) عمدۃ القاری: ۲۸۱/۲۰

وَقَالَ أَنَسٌ : أَوْمَأَ النَّبِيُّ ﷺ بِيَدِهِ إِلَى أَبِي بَكْرٍ أَنْ يَتَقَدَّمَ . [ر : ٦٤٩]

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : أَوْمَأَ النَّبِيُّ ﷺ بِيَدِهِ : (لَا حَرَجَ) . [ر : ٨٤]

وَقَالَ أَبُو قَتَادَةَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ فِي الصَّيْدِ لِلْمُحْرِمِ : (آحَدٌ مِنْكُمْ أَمَرَهُ أَنْ يَحْمِلَ عَلَيْهَا ، أَوْ أَشَارَ إِلَيْهَا) . قَالُوا : لَا . قَالَ : (فَكُلُوا) . [ر : ١٧٢٨]

## ترجمۃ الباب کا مقصد

طلاق اور دوسرے معاملات میں اشارہ کا حکم امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں بیان فرمایا ہے، انھوں نے جو آثار اور احادیث اس باب میں ذکر فرمائی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اشارہ طلاق اور دوسرے معاملات میں معتبر ہے بشرطیکہ وہ مفہمہ ہو یعنی اپنے مفہوم پر واضح دلالت کرتا ہو۔

ابن بطال نے فرمایا کہ اشارہ مفہمہ جمہور علماء کے نزدیک نطق اور تلفظ کے قائمقام ہے، البتہ حنفیہ کے نزدیک بعض صورتوں میں اشارہ معتبر نہیں اگرچہ وہ مفہمہ ہی کیوں نہ ہو تو غالباً اس باب سے امام بخاریؒ نے حنفیہ کے مذہب کی تردید کی ہے۔ (۱۶)

علامہ عینی نے ابن بطال کے اس قول کو رد کرتے ہوئے فرمایا کہ اشارہ مفہمہ حنفیہ کے نزدیک بھی طلاق وغیرہ میں معتبر ہے لہذا یہ کہنا کہ امام بخاری حنفیہ کی تردید کرنا چاہتے ہیں درست نہیں۔ (۱۷)

ابن منیر نے فرمایا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد اس ترجمۃ الباب سے یہ ہے کہ اشارہ اگر ایسا ہو جس سے اصل اور عدد دونوں مفہوم ہورہے ہوں تو وہ طلاق اور دوسرے معاملات میں معتبر ہوگا چاہے وہ گونگے کا اشارہ ہو یا قادر علی الکلام کا (۱۸) مثلاً کسی شخص نے اشارہ سے طلاق دی تو وہ طلاق معتبر ہوگی اور اگر اشارہ ہی سے اس نے طلاق کا عدد بھی بیان کیا تو اس عدد کا بھی اعتبار ہوگا۔

## اشارہ کا حکم

حضرات حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ گونگے کا اشارہ مفہمہ معتبر اور بمنزلہ کلام کے ہے، وہ طلاق، بیع، ھبہ اور دوسرے معاملات میں معتبر ہوگا البتہ حدود میں اس کا اعتبار نہیں ہوگا کیونکہ

(۱۶) فتح الباری: ۹/۴۵۷

(۱۷) عمدۃ القاری: ۲۰/۲۸۵

(۱۸) فتح الباری: ۹/۵۴۷

الحدود تندرئ بالشبہات

اگر کوئی شخص مستقل گونگا نہیں لیکن اس کی زبان بند ہوگئی ہے اگر یہ بندش موت تک جاری رہی تو اس پر گونگے کے احکام جاری ہوں گے۔

اگر کوئی شخص قادر علی الکلام ہے، نہ گونگا ہے اور نہ ہی اس کی زبان بند ہوئی ہے تو صرف چار امور میں اس کا اشارہ معتبر ہوگا۔ ❶ کفر ❷ اسلام ❸ نسب ❹ افتاء مثلاً کسی نے پوچھا آپ مسلمان ہیں؟ اور جواب میں آپ نے اثباتاً سرہلایا یا کسی نے پوچھا کہ یہ جائز ہے تو جواب میں اثباتاً یا نفیاً اشارہ کافی ہوگا، ان چار کے علاوہ باقی امور اور معاملات میں کسی ایسے شخص کا اشارہ معتبر نہیں ہوگا جو بولنے کی قدرت رکھتا ہو۔ (۱۹)

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں چھ تعلیقات اور سات موصول احادیث نقل فرمائی ہیں۔

## قال ابن عمرؓ: قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: لایُعَذِّبُ اللہُ بدمع العین، ولکن یُعَذِّبُ بھذا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی پر کوئی مصیبت آئے تو اللہ تعالی آنکھ سے آنسو جاری ہوجانے پر عذاب نہیں دیتا، زبان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضورؐ نے فرمایا کہ عذاب تو اس کی وجہ سے دیا جاتا ہے (کہ آدمی زبان سے شکوہ و شکایت اور ناشکری کرنے لگ جائے۔)

ایک شرعی مسئلہ بیان کرنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ سے کام لیا، امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ تعلیق کتاب الجنائز میں موصولاً نقل کی ہے۔ (۲۰)

## وقال کعب بن مالکؓ: أشار النبی صلی اللہ علیہ وسلم إلیّ: أن خُذِ النصفَ

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا عبداللہ بن ابی حدرد کے ذمے کچھ قرض تھا، ملاقات پر دونوں کے درمیان تلخی ہوگئی اور آوازیں بلند ہونے لگیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہاں سے گزر ہوا تو فرمانے لگے "یاکعب" اور ہاتھ کے اشارے سے کہا کہ آدھا لے لو، کتاب

---

(۱۹) حنفیہ کے مذہب کی مذکورہ تفصیل کے لیے دیکھیے الأشباہ والنظائر، احکام الاشارۃ: ۳/۳۵۴-۳۵۵

(۲۰) فتح الباری: ۹/۵۴۵

الملازمة میں یہ تعلیق موصولاً گزر چکی ہے۔ (۲۱) یہاں بھی آپ نے ایک قضیہ کا فیصلہ اشارہ سے کیا۔

وقالت اسماء: صلى النبي صلى الله عليه وسلم في الكسوف، فقلت لعائشة: ماشان الناس وهي تصلي، فأومأت برأسها إلى الشمس، فقلت: آية؟ فأومأت برأسها أن نعم

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کسوف پڑھائی میں نے عائشہؓ سے جب کہ وہ نماز پڑھ رہی تھیں پوچھا کہ لوگوں کو کیا ہوگیا کہ نماز پڑھ رہے ہیں تو عائشہؓ نے سر سے سورج کی طرف اشارہ کیا، میں نے کہا کیا یہ کوئی نشانی ہے تو انھوں نے سر کے اشارہ سے جواب دیا کہ جی ہاں۔ یہ تعلیق امام بخاری رحمہ اللہ نے "کتاب الکسوف، باب صلاة النساء مع الرجال في الكسوف" کے تحت موصولاً نقل کی ہے۔ (۲۲)

وقال أنس: أومأ النبي صلى الله عليه وسلم بيده إلى أبي بكر أن يتقدم

حضرت انسؓ نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (مرض الوفات میں) ہاتھ کے اشارے سے حضرت ابوبکرؓ کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔

یہ تعلیق کتاب الاذان میں "باب أهل العلم والفضل احق بالإمامة" کے تحت موصولاً گزر چکی ہے۔ (۲۳)

وقال ابن عباس: أومأ النبي صلى الله عليه وسلم بيده: لا حرج

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حج کے موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے پوچھا کہ میں نے رمی سے پہلے جانور کو ذبح کرلیا تو آپؐ نے ہاتھ کے اشارے سے فرمایا کوئی حرج نہیں، کتاب العلم میں "باب الفتيا باشارة اليد والرأس" کے تحت یہ تعلیق موصولاً گزر چکی ہے۔ (۲۴)

---

(۲۱) عمدة القاري: ۲۰/۲۸۵

(۲۲) عمدة القاري: ۲۰/۲۸۵

(۲۴) عمدة القاري: ۲۰/۲۸۵

(۲۳) عمدة القاري: ۲۰/۲۸۵

وقال ابوقتادةؓ: قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الصید للمُحْرِم آحدمنکم أمَرَہ أَنْ یحمل علیھا أَو أَشَارَ إلیھا، قالوا: لا، قال: فَکلُوْا

حضرت ابوقتادہ نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے محرم کے شکار کے متعلق دریافت کیا کہ کیا تم میں سے کسی شخص نے اس شکاری کو شکار پر ابھارا تھا یا اس کی طرف اشارہ کیا تھا، لوگوں نے کہا "نہیں" تو آپؐ نے فرمایا "پھر کھاؤ"۔

یہ تعلیق کتاب الحج میں "باب لایُشِیر المُحْرِم إلی الصید" کے تحت موصولاً گزر چکی ہے۔ (۲۵)

امام بخاری نے مذکورہ چھ تعلیقات ذکر فرمائیں ان میں مختلف احکام اشارے سے بتائے گئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اشارہ اگر مفہم ہو تو وہ معتبر ہے۔

٤٩٨٧ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا أَبُو عامِرٍ ، عَبْدُ المَلِكِ بْنُ عَمْرٍو : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ ، عَنْ خالِدٍ ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ قالَ : طَافَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ عَلَى بَعِيرِهِ . وَكانَ كُلَّمَا أَتَى عَلَى الرُّكْنِ ، أَشَارَ إِلَيْهِ وَكَبَّرَ . وَقَالَتْ زَيْنَبُ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (فُتِحَ مِنْ رَدْمِ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ مِثْلُ هٰذِهِ) . وَعَقَدَ تِسْعِينَ . [ر: ١٥٣٠]

اس میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب طواف کرتے ہوئے رکن کے پاس آتے تو اشارہ کرتے اور تکبیر کہتے .... "أشارإلیہ" کی مناسبت سے اس حدیث کو یہاں ذکر کیا، یہ حدیث کتاب الحج میں "باب من اشار الی الرکن" کے تحت گزر چکی ہے۔ (۲۶)

وقالت زینبؓ: قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: فتح مِنْ ردم یاجوج و ما جوج مثل ھذہ، وعقد تسعین

حضرت زینب بنت جحشؓ نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یاجوج ماجوج کی بندش میں سے اتنا حصہ کھل گیا اور انگلیوں سے آپؐ نے عدد نوے کی شکل بنائی۔

ردم بندش اور رکاوٹ کو کہتے ہیں یہاں اس سے سدذوالقرنین مراد ہے عقدتسعین کے متعلق علامہ ابن الاثیر لکھتے ہیں:

"وعقد التسعین من مواضعات الحُسَّاب، وھو أنْ تجعل رأس الأصبع السابة

(۲۵) فتح الباری: ۵۴۵/۹

(۲۶) عمدۃ القاری: ۲۸۶/۲۰

فی أصل الإبهام وتضمها، حتی لا یبین بینهما إلا خلل یسیر" (۲۷)

اہل حساب کے نزدیک اعداد کے لیے انگلیوں کی مختلف ہیئتیں اور شکلیں معتین کی گئی ہیں، نوے کے عدد کے لیے جو شکل متعین ہے وہ یہ ہے کہ شہادت کی انگلی کے سرے کو انگوٹھے کی جڑ کے ساتھ ملایا جائے، اس سے ایک چھوٹا سا حلقہ اور دائرہ بنتا ہے جس کے درمیان ہلکا سے خلا ہوتا ہے چنانچہ کتاب الفتن کی روایت میں ہے "وحلق باصبعہ الإبہام والتی تلیہا وہی صورۃ عقد التسعین (۲۸) ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب یہ تھا کہ سد سکندری میں اس قدر چھوٹا سا سراخ ہوگیا ہے

یہ تعلیق کتاب احادیث الانبیاء میں موصولا گزر چکی ہے ۔ (۲۹)

اس تعلیق کی مناسبت ترجمۃ الباب سے اس طرح ہے کہ دو انگلیوں سے مذکورہ انداز میں حلقہ بنانا ایک قسم کا اشارہ ہے ۔ (۳۰)

حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا کہ عدد معین کے لیے اس مخصوص طریقے سے عقد انامل بمنزلہ اشارہ کے ہے، جب قادر علی الکلام کے لیے یہ عقد کافی ہے تو غیر قادر علی الکلام کے لیے اشارہ بطریق اولیٰ کافی ہوگا، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

"ووجہ إدخالہ فی الترجمۃ أن العقد علی صفۃ مخصوصۃ لإرادۃ عدد معلوم، ینزل منزلۃ الإشارۃ المفہمۃ، فاذا اکتفی بہا عن النطق مع القدرۃ علیہ، دل علی اعتبار الاشارۃ ممن لا یقدر علی النطق بطریق الأولی" (۳۱)

٤٩٨٨ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ : حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ عَلْقَمَةَ ، عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ سِيرِينَ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قالَ : قالَ أَبُو الْقَاسِمِ ﷺ : (فِي الجُمُعَةِ سَاعَةٌ . لَا يُوَافِقُهَا مُسْلِمٌ قَائِمٌ يُصَلِّي ، يَسْأَلُ اللّٰهَ خَيْرًا إِلَّا أَعْطَاهُ) . وَقَالَ بِيَدِهِ . وَوَضَعَ أُنْمُلَتَهُ عَلَى بَطْنِ الْوُسْطَى وَالْخِنْصِرِ ، قُلْنَا : يُزَهِّدُهَا . [ر : ٨٩٣]

---

(۲۷) النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر: ۲/۲۱۶

(۲۸) فتح الباری: ۹/۵۴۶

(۲۹) فتح الباری: ۹/۵۴۶

(۳۰) عمدۃ القاری: ۲۰/۲۸۶

(۳۱) فتح الباری: ۹/۵۴۶

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابوالقاسم یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کے دن ایک گھڑی ایسی ہوتی ہے کہ کوئی بھی مسلمان اس میں کھڑا ہو کر نماز پڑھے اور بھلائی کی دعا مانگے تو اللہ تعالی اس کو وہ عطا فرما دیتے ہیں، یہ بات کہہ کر آپ ﷺ نے ہاتھ سے اشارہ فرمایا اس طرح کہ اپنے (انگوٹھے کے) پورے کو درمیانی انگلی اور چھوٹی انگلی پر رکھا، ہم نے اس اشارہ سے یہی سمجھا کہ آپ اس گھڑی کی قلت کو بتا رہے ہیں۔

قَالَ بِيَدِه یعنی أَشَارَ بِيَدِه، يُزَهِّدُهَا: يُقَلِّلُهَا، تَزْهِيْد کے معنی تقلیل کے ہیں، یعنی اشارہ سے آپ ﷺ نے اس گھڑی اور ساعت کو قلیل قرار دیا، اس کی قلت کو بتایا کہ اس کا دورانیہ بہت کم اور مختصر ہوتا ہے۔

بعضوں نے ہاتھ کے اس اشارہ کا ایک اور مطلب بیان کیا ہے کہ پورے کو درمیانی انگلی پر رکھ کر اس طرف اشارہ کیا کہ یہ گھڑی جمعہ کے دن کے درمیانہ حصہ میں ہوتی ہے اور چھوٹی انگلی پر پورہ کے رکھنے سے اس طرف اشارہ کرنا تھا کہ یہ گھڑی دن کے آخری حصہ میں بھی ہوتی ہے۔ (۳۲)

حدیث کی مناسبت ترجمۃ الباب سے واضح ہے، کتاب الجمعہ میں اس حدیث پر بحث گزر چکی ہے۔

٤٩٨٩ : حدَّثنا الأُوَيْسِيُّ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ ، عَنْ شُعْبَةَ بْنِ الْحَجَّاجِ ، عَنْ هِشَامِ ابْنِ زَيْدٍ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ : عَدَا يَهُودِيٌّ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَلَى جَارِيَةٍ ، فَأَخَذَ أَوْضَاحًا كَانَتْ عَلَيْهَا ، وَرَضَخَ رَأْسَهَا . فَأَتَى بِهَا أَهْلُهَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَهْيَ فِي آخِرِ رَمَقٍ وَقَدْ أُصْمِتَتْ . فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (مَنْ قَتَلَكِ ؟ فُلَانٌ) . لِغَيْرِ الَّذِي قَتَلَهَا ، فَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا : أَنْ لَا ، قَالَ : فَقَالَ لِرَجُلٍ آخَرَ غَيْرِ الَّذِي قَتَلَهَا ، فَأَشَارَتْ : أَنْ لَا ، فَقَالَ : (فَفُلَانٌ) . لِقَاتِلِهَا ، فَأَشَارَتْ : أَنْ نَعَمْ ، فَأَمَرَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَرُضِخَ رَأْسُهُ بَيْنَ حَجَرَيْنِ . [ر : ٢٢٨٢]

اُوَیسی کا نام عبدالعزیز بن عبداللہ ہے، یہ امام بخاری رحمہ اللہ کے شیخ ہیں، روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک لڑکی پر ایک یہودی نے ظلم کیا، اس کا زیور چھین لیا اور اس کا سر کچل ڈالا، اس کے گھر والے اس کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

(۳۲) عمدۃ القاری ۲۸۶/۲۰، فتح الباری ۵۳۶/۹

خدمت میں آئے اس حال میں کہ وہ زندگی کے آخری سانس لے رہی تھی اور خاموش تھی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت کیا "تجھے کس نے قتل کیا"؟ آپ نے قتل کرنے والے کے علاوہ کسی دوسرے کا نام لے کر پوچھا، اس نے اپنے سر کے اشارے سے جواب دیا کہ نہیں، پھر کسی اور کا نام لے کر پوچھا اس نے اشارے سے کہا نہیں، پھر قاتل کا نام لے کر پوچھا، کیا اس نے قتل کیا ہے؟ تو اس نے اشارے سے بتلایا کہ ہاں، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تو قاتل کا سر دو پتھروں کے درمیان رکھ کر کچل دیا گیا۔

أَوْضَاح: یہ وَضَح کی جمع ہے، سفیدی کو کہتے ہیں، یہاں اس سے چاندی کے زیور مراد ہیں۔ كَانَتْ عَلَيْهَا یہ جملہ "أوضاح" کی صفت ہے۔ رُضِخَ کے معنی توڑنے اور کچلنے کے ہیں، أُصْمِتَتْ: صیغۂ مجہول ہے یعنی اس کی زبان بند ہوگئی تھی۔ (۳۳)

حضرات حنفیہ کا ایک قول یہ ہے کہ قصاص میں اشارہ کا اعتبار نہیں، (۳۴) حدیث باب کے متعلق وہ یہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف لڑکی کے اشارے کی وجہ سے اس یہودی کا سر نہیں کچلا بلکہ اس نے اعتراف کیا تھا، چنانچہ "خصومات" میں اس کے اعتراف کی روایت گزر چکی ہے۔ اس میں ہے "فأُخِذ اليهودي، فَاعْتَرَفَ، فأَمربه النبي صلى الله عليه وسلم فَرُضَّ رأسه بين حَجَرَين" (۳۶)

حنفیہ کے نزدیک قصاص میں مماثلت ضروری نہیں کہ قاتل نے اگر پتھر سے قتل کیا ہے تو قصاص میں اس کو بھی پتھر ہی سے قتل کیا جائے کیونکہ حدیث میں ہے "لاقَوَد الابالسيف" حدیث باب کا واقعہ ابتدائے اسلام کا ہے۔ (۳۶)

٤٩٩٠ : حدّثنا قَبِيصَةُ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ دِينَارٍ ، عَنِ ٱبْنِ عمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا قالَ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ : (الْفِتْنَةُ مِنْ هَا هُنَا) . وَأَشَارَ إِلَى الْمَشْرِقِ . [ر : ٢٩٣٧]

٤٩٩١ : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ : حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ الحَمِيدِ ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ الشَّيْبَانِيِّ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى قالَ : كُنَّا فِي سَفَرٍ مَعَ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ . فَلَمَّا غَرَبَتِ الشَّمْسُ ، قالَ لِرَجُلٍ : (ٱنْزِنْ فَٱجْدَحْ لِي) قالَ : يَا رَسُولَ ٱللهِ لَوْ أَمْسَيْتَ ، ثُمَّ قالَ : (ٱنْزِلْ فَٱجْدَحْ) .

(۳۴) دیکھیے الاشباہ والنظائر، احکام الاشارۃ: ۳/۳۵۴

(۳۵) صحیح البخاری: الخصومات، باب مایذکر فی الاشخاص والخصومة بین المسلم والیهودی: ۱/۳۲۵

(۳۶) عمدۃ القاری: ۲۰/۲۸۷۔۲۸۸

قالَ : يَا رَسُولَ ٱللهِ لَوْ أَمْسَيْتَ ، إِنَّ عَلَيْكَ نَهارًا ، ثُمَّ قالَ : (آنْزِلْ فَآجْدَحْ) . فَنَزَلَ فَجَدَحَ لَهُ فِي الثَّالِثَةِ ، فَشَرِبَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ ، ثُمَّ أَوْمَأَ بِيَدِهِ إِلَى الْمَشْرِقِ ، فَقَالَ : (إِذَا رَأَيْتُمُ اللَّيْلَ قَدْ أَقْبَلَ مِنْ هَا هُنَا ، فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ) . [ر : ١٨٣٩]

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ سے روایت ہے کہ ہم ایک سفر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، جب آفتاب غروب ہوگیا تو آپ نے ایک آدمی سے فرمایا "اترو اور ہمارے لیے ستو گھول دو" اس نے کہا "کاش آپ شام ہونے دیتے"، آپؐ نے پھر فرمایا "اتر اور ستو گھول دو" اس نے کہا "کاش آپ شام ہونے دیتے اس لیے کہ ابھی تو دن باقی ہے" آپؐ نے پھر فرمایا کہ "اترو اور میرے لیے ستو گھول دو" چنانچہ تیسری مرتبہ حکم دینے کے بعد اس نے اتر کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ستو گھولا اور آپؐ نے نوش فرمایا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرق کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ "جب تم رات کو اس طرف سے آتی ہوئی دیکھو تو روزہ دار افطار کرلیا کرے۔"

اصل میں غروب ہوچکا تھا اور مغرب میں سیاہی پھیلنے لگی تھی لیکن وہ شخص سمجھ رہا تھا کہ ابھی تو دن باقی ہے، یہاں بھی آپؐ نے مشرق کی طرف اشارہ کرکے رات کی آمد کو بتایا۔

جدح کے معنی ہیں ستو کو پانی میں گھولنا، یہ حدیث کتاب الصیام میں "باب متی یحل فطر الصائم" کے تحت گزر چکی ہے۔ (۳۷)

٤٩٩٢ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ : حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ ، عَنْ سُلَيْمانَ التَّيْمِيِّ ، عَنْ أَبِي عُثْمانَ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : قالَ النَّبِيُّ ﷺ : (لَا يَمْنَعَنَّ أَحَدًا مِنْكُمْ نِدَاءُ بِلَالٍ - أَوْ قالَ أَذَانُهُ - مِنْ سَحُورِهِ ، فَإِنَّمَا يُنَادِي - أَوْ قالَ يُؤَذِّنُ - لِيَرْجِعَ قَائِمَكُمْ وَلَيْسَ أَنْ يَقُولَ - كَأَنَّهُ يَعْنِي - الصُّبْحَ أَوِ الْفَجْرَ) . وَأَظْهَرَ يَزِيدُ يَدَيْهِ ، ثُمَّ مَدَّ إِحْدَاهُما مِنَ الْأُخْرَى . [ر : ٥٩٦]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلال کی اذان تم میں سے کسی کو سحری کھانے سے نہ روکے کیونکہ وہ اس لیے اذان دیتے ہیں تاکہ تم میں سے تہجد پڑھنے والا کچھ دیر آرام کرلے، اس کا مقصد یہ نہیں ہوتا کہ صبح ہوگئی، یزید بن زریع نے

(۳۷) فتح الباری: ۹/۵۴۶

اپنے دونوں ہاتھ آگے بڑھا کر اور پھر دونوں کو پھیلا کر بتایا کہ صبح صادق کی روشنی اس طرح پھیلی ہوئی ہوتی ہے۔

نِداءُ بلال أو قال: أذانه: راوی کو شک ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے "لایَمْنَعَنَّ أَحَدَکم نداءُ بلال" فرمایا ہے یا "لایَمْنَعَنَّ أَحَدَکُمْ أَذَانُ بلال" فرمایا اسی طرح اگلے جملے میں بھی راوی کو شک ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم "فإنما یُنادِي لِیَرْجِعَ قائمَکُم" فرمایا یا "فإنّما یُؤَذِّنُ لِیَرْجِعَ قائِمکم" فرمایا "یُنادِي" اور "یُؤَذِّن" میں شک ہے۔ لِیَرْجِعَ قَائِمَکُم: قائم سے مراد تہجد پڑھنے والا ہے، رَجَعَ لازم اور متعدی دونوں طرح مستعمل ہے، رَجَعَ۔رُجُوعاً: لوٹنا۔ رَجَعَ۔ رَجْعاً: لوٹانا، یہاں لازمی اور متعدی دونوں احتمال ہیں، لازم کی صورت میں "قائم" فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہوگا یعنی تہجد پڑھنے والا لوٹے، مطلب یہ ہے کہ نماز فجر سے پہلے کچھ دیر آرام کر لے، متعدی کی صورت میں "قائم" مفعول بہ واقع ہونے کی وجہ سے منصوب ہوگا یعنی وہ اذان تہجد پڑھنے والے کو آرام کی طرف لوٹائے۔ (۳۸)

وليس أن يقول۔ کأنّہ یَعْنی ۔ الصُبحَ أو الفَجْرَ

"کأنّہ یَعْنی" راوی کی طرف سے درمیان میں جملہ معترضہ ہے، اصل حدیث کی عبارت ہے "ولیس أن یقول الصبح".... "یقول" فعل مضارع "أنْ" مصدریہ داخل ہونے کی وجہ سے "قول" مصدر کے معنی میں ہے، عبارت ہوجائے گی "ولیس قوله الصبح" اور "قول" سے یہاں کلام مراد نہیں بلکہ "مقصد" اور "ارادہ" مراد ہے تو معنی ہوں گے "ولیس مقصدہ الصبح" یعنی حضرت بلالؓ کا (اذان دینے سے) مقصد صبح (کا اعلان کرنا) نہیں (ہوتا) بلکہ مقصد یہ ہوتا ہے کہ تہجد پڑھنے والا کچھ آرام کر لے، حضرت بلالؓ یہ اذان فجر سے پہلے دیا کرتے تھے۔ راوی نے بطور تفسیر "یقول" کے بعد "کأنہ یعنی" بڑھا دیا، اس بات کی طرف اشارہ کرنے کے لیے کہ "یقول" "یعنی" کے معنی میں ہے بتانا یہ ہے کہ قول سے یہاں کلام مراد نہیں بلکہ فعل مراد ہے یہ اطلاق القول علی الفعل کی قبیل سے ہے۔ (۳۹) یہ روایت کتاب الصلاۃ میں گزری ہے، وہاں "کأنہ یعنی" کا یہ جملہ معترضہ نہیں ہے، چنانچہ وہاں عبارت ہے "ولیس أن یقول الفجرَ أو الصبحَ" (۴۰)

---

(۳۸) ارشاد الساری: ۱۲/۷۳، وعمدۃ القاری: ۲۰/۲۸۹

(۳۹) عمدۃ القاری: ۲۰/۲۸۹

(۴۰) صحیح البخاری (مع فتح الباری) کتاب الاذان، باب الاذان قبل الفجر: ۲/۱۰۳

"والفجر" اور "الصبح" میں بھی راوی کو شک ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے "الفجر" فرمایا، یا "الصبح"

سَحُوْر (سین کے فتحہ کے ساتھ) اس چیز کو کہتے ہیں جو سحری کے وقت کھائی جاتی ہے اور سین کے ضمہ کے ساتھ مصدر ہے، سحری کھانا، اکثر حضرات نے سین کے فتحہ کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (۴۱)

وأَظْهَرَ يزيد يديه، ثم مَدَّ إحداهما مِنَ الأُخرى

"أظهر" کا ترجمہ علامہ عینی رحمہ اللہ نے کیا ہے جَعَلَ إحدَى يديه عَلَى ظَهْرِ الأُخْرَى یعنی ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ کی پشت پر رکھا اور علامہ قسطلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں "أَظْهَرَ مِن الظهور بمعنى العُلو أَيْ أَعْلَى يديه ورفعهما طويلاً إشارةً إلى صورة الفجر الكاذب ثم مَدَّ إحداهما من الأُخرى إشارةً إلى الفجر الصادق" (۴۲) یعنی اپنے دونوں ہاتھوں کو اوپر کی طرف اٹھا کر لمبا کیا، اشارہ صبح کاذب کی طرف تھا کہ اس کی روشنی لمبی اور مستطیل ہوتی ہے، پھر ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ سے الگ کر کے پھیلایا اشارہ تھا صبح صادق کی طرف کہ اس کی روشنی عریض اور پھیلی ہوئی ہوتی ہے۔

اس حدیث میں چونکہ اشارہ کیا گیا ہے اس لیے اس باب کے تحت اس کو ذکر کیا۔

٤٩٩٣ : وَقالَ اللَّيْثُ : حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ : سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ : قالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (مَثَلُ الْبَخِيلِ وَالْمُنْفِقِ ، كَمَثَلِ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا جُبَّتَانِ مِنْ حَدِيدٍ ، مِنْ لَدُنْ ثَدْيَيْهِمَا إِلَى تَرَاقِيهِمَا ، فَأَمَّا الْمُنْفِقُ : فَلَا يُنْفِقُ شَيْئًا إِلَّا مَادَّتْ عَلَى جِلْدِهِ ، حَتَّى تُجِنَّ بَنَانَهُ وَتَعْفُوَ أَثَرَهُ . وَأَمَّا الْبَخِيلُ : فَلَا يُرِيدُ يُنْفِقُ إِلَّا لَزِمَتْ كُلُّ حَلْقَةٍ مَوْضِعَهَا ، فَهُوَ يُوَسِّعُهَا فَلَا تَتَّسِعُ) . وَيُشِيرُ بِإِصْبَعِهِ إِلَى حَلْقِهِ . [ر : ١٣٧٥]

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بخیل اور خرچ کرنے والے (سخی) کی مثال ان دو آدمیوں کی مثال ہے جو لوہے کی زرہ اس طرح پہنے ہوئے

(۴۱) ارشاد الساری: ۷۲/۱۲

(۴۲) عمدۃ القاری: ۲۸۹/۲۰

(۴۳) ارشاد الساری: ۷۳/۱۲

ہوں کہ وہ چھاتی سے ہنسلی تک ہو، سخی آدمی جب بھی خرچ کرتا ہے، تو اس کی زرہ کشادہ اور اس کے جسم پر اس حد تک لمبی ہوجاتی ہے کہ وہ زرہ اس کے (پاؤں کی انگلیوں کے) پوروں کو چھپا دیتی ہے اور اس کے نقش پا کو وہ مٹا دیتی ہے لیکن بخیل جب بھی خرچ کا ارادہ کرتا ہے تو اس کی زرہ کا ہر حلقہ اپنی جگہ پر چپک جاتا ہے، وہ اسے کشادہ کرنا چاہتا ہے لیکن وہ کشادہ نہیں ہوتی۔ آپ نے اپنی انگلی سے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا۔ جُبَّتان مِنْ حدید: لوہے کے دو جبے، یعنی زرہ۔ ثَدْيَيْهِما: یہ ثَدْيٌ کا تثنیہ ہے، چھاتی کو کہتے ہیں، بعض نسخوں میں "ثُدِيِّهِما" جمع ہے، ثُدِيٌّ (ثاء کے ضمہ، دال کے کسرہ اور یاء کی تشدید کے ساتھ) ثَدْيٌ کی جمع ہے، تَرَاقِيْهِما: تَرَاقِيْ "تَرْقُوَة" کی جمع ہے "وهي العَظم الكبير الذي بين ثغرة النحر والعاتق" ہنسلی۔ مَادَّتْ: یہ مد سے باب مفاعلہ کا صیغہ ہے، اصل میں مَادَدَتْ ہے، دال کا دال میں ادغام کردیا بمعنی دراز ہونا، لمبا ہونا۔ تُجِنّ: باب افعال سے ہے بمعنی چھپانا۔ بَنَان: پورے، انگلیوں کے سرے۔ (۴۴)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث مبارک میں سخی کی مثال اس آدمی کے ساتھ دی ہے جو زرہ پہنے ہوئے ہو، جب وہ خرچ کرتا ہے تو اس کے جسم پر وہ زرہ اس قدر لمبی اور کشادہ ہوجاتی ہے کہ اس کے پاؤں کی انگلیاں بھی چھپ جاتی ہیں، جب وہ چلتا ہے تو اس کے قدموں کے نشانات وہ زرہ مٹاتی چلی جاتی ہے۔ اسی طرح سخی آدمی جب خرچ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کا دل کشادہ اور کھل جاتا ہے اور سخاوت اس کی غلطیوں اور کوتاہیوں کو مٹاتی چلی جاتی ہے جبکہ بخیل آدمی جب خرچ کا ارادہ کرتا ہے تو اس کا دل تنگ اور ہاتھ سکڑ جاتا ہے۔ (۴۵)

یہ حدیث کتاب الزکاۃ میں موصولاً گزر چکی ہے، (۴۶) حدیث کے آخری جملہ "ويُشِيْر بإصبعه إلى حلقه" کی وجہ سے اس روایت کو یہاں ذکر کیا ہے۔

---

(۴۴) الفاظ کی مذکورہ تحقیق کے لیے دیکھیے عمدۃ القاری: ۲۸۹/۲۰۔ وارشاد الساری: ۴۳/۱۲

(۴۵) فتح الباری، کتاب الزکاۃ، باب مثل المتصدق والبخیل: ۳۰۶/۳

(۴۶) صحیح البخاری (مع فتح الباری) کتاب الزکاۃ، باب مثل المتصدق والبخیل: ۳۰۶/۳

## ٢٣ - باب : اللِّعَانِ .

وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَى : «وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ شُهَدَاءُ إِلَّا أَنْفُسُهُمْ - إِلَى قَوْلِهِ - مِنَ الصَّادِقِينَ» /النور: ٦ - ٩/ .

فَإِذَا قَذَفَ الْأَخْرَسُ امْرَأَتَهُ ، بِكِتَابَةٍ أَوْ إِشَارَةٍ أَوْ بِإِيمَاءٍ مَعْرُوفٍ ، فَهُوَ كَالْمُتَكَلِّمِ ، لِأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَدْ أَجَازَ الْإِشَارَةَ فِي الْفَرَائِضِ ، وَهُوَ قَوْلُ بَعْضِ أَهْلِ الْحِجَازِ وَأَهْلِ الْعِلْمِ ، وَقَالَ اللهُ تَعَالَى : «فَأَشَارَتْ إِلَيْهِ قَالُوا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا» /مريم: ٢٩/ . وَقَالَ الضَّحَّاكُ : «إِلَّا رَمْزًا» /آل عمران: ٤١/ : إِشَارَةً .

لعان باب مفاعلہ کا مصدر ہے جس کے معنی دھتکارنے اور دور کرنے کے آتے ہیں، اصطلاح شرع میں لعان کی تعریف حضرات حنفیہ کے نزدیک یہ ہے "شہادات مؤکدات بالأیمان مقرونة باللعن، قائمة مقام حد القذف فی حقه ومقام حد الزنا فی حقها" اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک لعان کی تعریف ہے "هی أیمان مؤکدات بلفظ الشهادة" (۱)

حضرات حنفیہ کے نزدیک لعان کے لیے شہادت کی اہلیت شرط ہے فلایجری الا بین المسلمین الحرین العاقلین البالغین غیر المحدودین فی قذف ائمہ ثلاثہ کے نزدیک یمین کی اہلیت لعان کے لیے شرط ہے، اس لیے ان کے نزدیک مسلمان مرد اور کافر بیوی، کافر مرد اور کافر بیوی، غلام اور اس کی بیوی کے درمیان بھی لعان ہوسکتا ہے۔ (۲)

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد اس باب سے یہ ہے کہ لعان کے اندر اشارہ معتبر ہے جس طرح طلاق کے اندر اشارہ معتبر ہے، پہلے باب میں اشارہ فی الطلاق کو ذکر فرمایا اور اس باب میں اشارہ فی اللعان کو، اسی لیے پہلے باب کی طرح اس باب میں بھی امام بخاریؒ نے ایسے آثار اور احادیث ذکر فرمائی ہیں جن میں اشارہ کا اعتبار اور اس کا ذکر ہے، امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک بھی لعان کے اندر اشارہ کا اعتبار کیا جائے گا۔

---

(۱) دیکھیے ہدایة، باب اللعان: ۲/۴۱۶-۴۱۷۔

(۲) الابواب والتراجم: ۲/۸۱۔

امام ابو حنیفہ، امام اوزاعی اور اسحاق بن راہویہ کے نزدیک لعان کے اندر اشارہ کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ (۳)

ترجمۃ الباب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے قرآن کریم کی آیت "وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ أَزْوَاجَهُمْ" ذکر فرمائی ہے، امام نے "يَرْمُوْنَ" کے لفظ سے استدلال کیا ہے کہ یہ عام ہے چاہے لفظ سے ہو یا اشارہ سے ہو۔ (۴)

آگے امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر اخرس نے اپنی بیوی پر کتابت کے ذریعے یا اشارہ سے تہمت لگائی تو یہ بمنزلہ کلام ہوگا اور اس کا اعتبار کیا جائے گا، اس لیے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرائض (نماز وغیرہ) میں اشارہ کا اعتبار کیا ہے، بعض اهل حجاز (امام مالک وغیرہ) کا یہی مسلک ہے، بعض دوسرے اہل علم (سفیان ثوری وغیرہ) کا بھی یہی قول ہے۔ (۵)

قرآن کریم میں حضرت مریم کے واقعے میں ہے "فَأَشَارَتْ إِلَيْهِ، قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا" حضرت مریم پر جب لوگوں نے الزام لگایا تو انھوں نے حضرت عیسی علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا، لوگوں نے کہا "ہم جھولے میں پڑے ہوئے چھوٹے بچے سے کس طرح بات کریں" دراصل حضرت مریم علیہا السلام نے منت مانی تھی کہ بات نہیں کریں گی "إِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا" اس میں "صوم" سے خاموشی مراد ہے تو اس حالت میں وہ اخرس کے حکم میں تھیں، انھوں نے اشارہ کیا تو لوگوں نے ان کے اشارے کو کافی سمجھا اور ان سے وہ سوال دوبارہ نہیں کیا۔ (۶) اگرچہ جس کی طرف اشارہ کیا تھا اس پر انھوں نے نکیر کی، بہرحال اس آیت کریمہ سے امام بخاری رحمہ اللہ نے اشارے کے معتبر ہونے پر استدلال کیا ہے۔

## وقال الضحاك: "إِلَّا رَمْزًا" اشارة

قرآن کریم کی سورۃ آل عمران کی آیت کریمہ میں ہے "آيَتُكَ أَنْ لَا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ إِلَّا رَمْزًا" اس میں رمز کے معنی اشارہ کے ہیں یعنی آپ تین دن اشارے سے بات کریں گے،

---

(۳) فتح الباری: ۵۴۹/۹۔ ۵۵۰۔

(۴) فتح الباری: ۵۴۹/۹۔

(۵) عمدۃ القاری: ۲۹۱/۲۰۔

(۶) فتح الباری: ۵۵۰/۹۔

زبان سے بات نہیں کر سکیں گے، یہ حضرت زکریا علیہ السلام کا واقعہ ہے کہ اللہ جل شانہ نے انہیں بیٹے کی خوشخبری دی تو انھوں نے اللہ تعالی سے درخواست کی کہ کوئی نشانی مقرر فرما دیجیے جب میرا بیٹا ہوگا "رب اجعل لی آیۃ" تو اللہ تعالی نے جواب میں "آیتک ان لاتکلم الناس ثلاثۃ ایام الا رمزا" فرمایا اس میں اشارے کو کلام کا حکم دیا گیا ہے، معلوم ہوا کہ اشارہ معتبر ہوتا ہے، اس تعلیق کو عبد بن حمید نے موصولا نقل کیا ہے۔(۷)

وَقالَ بَعْضُ النَّاسِ : لَا حَدَّ وَلَا لِعَانَ ، ثُمَّ زَعَمَ : أَنَّ الطَّلَاقَ بِكِتَابٍ أَوْ إِشَارَةٍ أَوْ إِيمَاءٍ جائِزٌ . وَلَيْسَ بَيْنَ الطَّلَاقِ وَالْقَذْفِ فَرْقٌ . فَإِنْ قالَ : الْقَذْفُ لَا يَكُونُ إِلَّا بِكَلَامٍ . قِيلَ لَهُ : كَذٰلِكَ الطَّلَاقُ لَا يَجُوزُ إِلَّا بِكَلَامٍ . وَإِلَّا بَطَلَ الطَّلَاقُ وَالْقَذْفُ . وَكَذٰلِكَ الْعِتْقُ . وَكَذٰلِكَ الْأَصَمُّ يُلَاعِنُ .

وَقالَ الشَّعْبِيُّ وَقَتَادَةُ : إِذَا قالَ أَنْتِ طَالِقٌ ، فَأَشَارَ بِأَصَابِعِهِ . تَبِينُ مِنْهُ بِإِشَارَتِهِ .

وَقالَ إِبْرَاهِيمُ : الْأَخْرَسُ إِذَا كَتَبَ الطَّلَاقَ بِيَدِهِ لَزِمَهُ .

وَقالَ حَمَّادٌ : الْأَخْرَسُ وَالْأَصَمُّ إِنْ قالَ بِرَأْسِهِ ، أَيْ أَشَارَ كُلٌّ مِنْهُمَا بِرَأْسِهِ . جَازَ .

## وقال بعض الناس: لاحد ولا لعان

بعض لوگوں نے کہا کہ اشارے سے نہ حد واجب ہوگی اور نہ لعان، اگر کسی شخص نے اشارے سے بتایا کہ فلاں شخص نے زنا کیا ہے یا اشارے سے بتایا کہ میری بیوی نے زنا کیا ہے تو ایسے شخص پر نہ حد جاری ہوگی اور نہ ہی ایسے میاں بیوی کے درمیان لعان کرایا جائے گا، پھر انہی لوگوں کا یہ بھی مذہب ہے کہ کتابت اور اشارے سے طلاق واقع ہوگی حالانکہ طلاق اور قذف کے درمیان کوئی فرق نہیں (لہذا اگر طلاق اشارے سے ہوسکتی ہے تو قذف میں اشارہ کیوں غیر معتبر ہے) اگر وہ یہ کہیں کہ قذف کے لیے کلام ضروری ہے تو ان سے کہا جائے گا کہ طلاق کے لیے بھی کلام ضروری ہے ورنہ تو اشارے سے طلاق، قذف اور اسی طرح عتاق سب کو باطل قرار دیں یعنی یا تو ان سب میں اشارہ کو معتبر قرار دیں اور یا سب میں غیر معتبر، طلاق میں اشارہ کو معتبر قرار دینا اور قذف میں غیر معتبر سمجھنا یہ فرق درست نہیں۔

(۷) فتح الباری: ۹/۵۵۰۔

یہ اصل میں امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرات حنفیہ کے مذہب پر رد کیا ہے "بعض الناس" سے یا تو امام ابو حنیفہ مراد ہیں اور یا حنفیہ، کیونکہ حنفیہ کے نزدیک طلاق کے اندر اخرس کا اشارہ مفہمہ معتبر ہے لیکن قذف میں نہیں، امام بخاری طلاق اور قذف کے درمیان اس فرق کو درست نہیں سمجھتے ہیں ان کا خیال ہے کہ اشارہ یا دونوں میں معتبر ہونا چاہیے یا دونوں میں غیر معتبر!

لیکن حضرات حنفیہ نے دونوں کے درمیان جو فرق کیا ہے وہ بالکل واضح ہے کیونکہ طلاق کا تعلق احکام سے ہے اور لعان کا تعلق حدود سے ہے اور حدود کے بارے میں قاعدہ ہے کہ "الحدود تندری بالشبهات" حدود شبہات سے ساقط ہوجاتی ہیں، لعان شوہر کے حق میں حد قذف کے قائمقام ہوتا ہے اور بیوی کے حق میں حد زنا کے قائمقام ہوتا ہے اور یہ بات اپنی جگہ طے شدہ ہے کہ اشارہ اور رمز، خواہ کتنا ہی واضح کیوں نہ ہو لیکن اس میں احتمال پھر بھی باقی رہتا ہے اور احتمال کے باقی رہنے کی وجہ سے شبہ پیش آسکتا ہے اس لیے حنفیہ نے لعان اور حدود میں اشارے کا اعتبار نہیں کیا۔ (۸)

## وکذلک الأَصَمُّ يُلَاعِنُ

بہرہ آدمی لعان کرسکتا ہے، حنفیہ بھی اس کو درست کہتے ہیں کیونکہ وہ زبان سے بولتا ہے اور اس میں شبہ کا احتمال نہیں ہوتا۔ امام بخاری اس کو بھی اپنی تائید میں پیش کررہے ہیں لیکن فرق واضح ہے چونکہ احناف اخرس کے لعان میں اشارے کا اعتبار شبہ کی وجہ سے نہیں کرتے اور اصم تو اشارہ نہیں کرتا بولتا ہے بخلاف اخرس کے کہ وہ بولتا نہیں اشارہ کرتا ہے۔

## وقال الشَّعْبِيُّ وَقَتَادَةُ: إذا قال: أَنتِ طالق فأَشار بأَصابِعه تَبِيْنُ منه بإشارته

شعبی اور قتادہ نے فرمایا کہ جب آدمی "انت طالق" کہے اور اپنی انگلیوں سے (تین طلاقوں کا) اشارہ کرے تو اس کے اشارہ کی وجہ سے عورت بائنہ ہوجائے گی۔

حنفیہ کے نزدیک بھی عددِ طلاق میں اشارہ معتبر ہے، ابن ابی شیبہ نے اس تعلیق کو موصولا نقل کیا ہے۔ (۹)

(۸) فیض الباری: ۳۲۶/۴۔ وعمدة القاری: ۲۹۱/۲۰۔

(۹) فتح الباری: ۵۵۱/۹۔

وقال إبراهیم: الأخرس إذا کتب الطلاق بیده لزمه

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ گونگا اگر اپنے ہاتھ سے طلاق لکھ دے تو طلاق واقع ہوجائے گی، ابن ابی شیبہ نے اس تعلیق کو موصولا نقل کیا ہے۔ (۱۰) حنفیہ کے نزدیک بھی کتابت کے ذریعہ طلاق واقع ہوجاتی ہے۔

وقال حماد: الأخرس والأصم إن قال برأسه جاز

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے استاذ حماد بن ابی سلیمان فرماتے ہیں کہ گونگا اور بہرہ اگر سر سے اشارہ کریں تو جائز ہے (معلوم ہوا اشارہ معتبر ہے۔)

حافظ ابن حجر نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ کے استاذ کا قول نقل کرکے گویا امام بخاری نے حنفیہ کو الزام دینا چاہا ہے۔ (۱۱)

علامہ عینی نے فرمایا کہ حافظ ابن حجر شیخ حماد کی مراد سمجھے نہیں، اگر وہ ان کا مقصد سمجھ لیتے تو یہ بات نہ کہتے، شیخ حماد کا مقصد یہ ہے کہ گونگے کا اشارہ اگر معروف ہو تو وہ عبارت اور نطق کے قائمقام ہے اور حنفیہ کا بھی یہی مسلک ہے۔ (۱۲)

٤٩٩٤ : حدّثنا قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيِّ : أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ ابْنَ مَالِكٍ يَقُولُ : قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ دُورِ الْأَنْصَارِ) . قَالُوا : بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ ، قَالَ : (بَنُو النَّجَّارِ ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ بَنُو عَبْدِ الْأَشْهَلِ ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ بَنُو الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ بَنُو سَاعِدَةَ) . ثُمَّ قَالَ بِيَدِهِ فَقَبَضَ أَصَابِعَهُ ، ثُمَّ بَسَطَهُنَّ كَالرَّامِي بِيَدِهِ ، ثُمَّ قَالَ : (وَفِي كُلِّ دُورِ الْأَنْصَارِ خَيْرٌ) . [ر : ٣٥٧٨]

٤٩٩٥ : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : قَالَ أَبُو حَازِمٍ : سَمِعْتُهُ مِنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ . صَاحِبِ رَسُولِ اللهِ ﷺ يَقُولُ : قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةَ كَهٰذِهِ مِنْ هٰذِهِ . أَوْ : كَهَاتَيْنِ) . وَقَرَنَ بَيْنَ السَّبَّابَةِ وَالْوُسْطَى . [ر : ٤٦٥٢]

---

(۱۰) فتح الباری: ۵۵۱/۹۔

(۱۱) فتح الباری: ۵۵۱/۹۔

(۱۲) عمدۃ القاری: ۲۹۲/۲۰۔

٤٩٩٦ : حدّثنا آدَمُ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ : حَدَّثَنَا جَبَلَةُ بْنُ سُحَيْمٍ : سَمِعْتُ ٱبْنَ عُمَرَ يَقُولُ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (الشَّهْرُ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا) . يَعْنِي : ثَلَاثِينَ ، ثُمَّ قَالَ : (وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا) . يَعْنِي تِسْعًا وَعِشْرِينَ ، يَقُولُ : مَرَّةً ثَلَاثِينَ ، وَمَرَّةً تِسْعًا وَعِشْرِينَ . [ر : ١٨٠١]

٤٩٩٧ : حدّثنا محمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ ، عَنْ قَيْسٍ ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ قَالَ : وَأَشَارَ النَّبِيُّ ﷺ بِيَدِهِ نَحْوَ الْيَمَنِ : (الْإِيمَانُ هَا هُنَا – مَرَّتَيْنِ – أَلَا وَإِنَّ الْقَسْوَةَ وَغِلَظَ الْقُلُوبِ فِي الْفَدَّادِينَ – حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنَا الشَّيْطَانِ – رَبِيعَةَ وَمُضَرَ) .

[ر : ٣١٢٦]

٤٩٩٨ : حدّثنا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ سَهْلٍ : قَالَ رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ : (أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيمِ فِي الْجَنَّةِ هٰكَذَا) . وَأَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطَى وَفَرَّجَ بَيْنَهُمَا شَيْئًا . [٥٦٥٩]

امام بخاری رحمہ اللہ نے پانچ مرفوع احادیث ذکر فرمائیں ، ان سب میں اشارہ کا ذکر ہے لیکن کسی ایک کا تعلق بھی لعان اور حدود کے باب سے نہیں ، لہذا ان احادیث سے لعان کے باب میں اشارہ کے معتبر ہونے پر استدلال کرنا قابل قبول نہیں۔

آخری حدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا دونوں جنت میں اس طرح ہوں گے اور سبابہ (شہادت کی انگلی) اور درمیانی انگلی سے اشارہ کیا اور دونوں کے درمیان تھوڑی سی کشادگی رکھی ، اشارہ تھا قرب کی طرف کہ میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا جنت میں ایک دوسرے کے قریب ہوں گے ۔

---

(۴۹۹۸)الحدیث اخرجہ البخاری ایضا فی الادب، باب فضل من یعول یتیما، رقم: ۶۰۰۵ ، واخرجہ الترمذی فی البر، باب ماجاء فی رحمۃ الیتیم وکفالتہ: ۲/ ۱۴۔

٤٩٩٨ : (كافل اليتيم) القائم بأمره ومصالحه . والحافظ لأمواله . واليتيم : من مات أبوه ولم يبلغ . (وأشار ...) لبيان شدة قرب كافل اليتيم منه ﷺ . (السبابة) هي المسبحة . وفي نسخة (بالسباحة) . (فرج ..) فرق قليلاً . لبيان التفاوت بين الأنبياء وغيرهم .

## ٢٤ - باب : إذا عَرَّضَ بِنَفْيِ الْوَلَدِ .

٤٩٩٩ : حدّثنا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ : حَدَّثَنَا مالِكٌ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ : أَنَّ رَجُلاً أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، وُلِدَ لِي غُلَامٌ أَسْوَدُ ، فَقَالَ : (هَلْ لَكَ مِنْ إِبِلٍ) . قالَ : نَعَمْ ، قالَ : (ما أَلْوَانُهَا) . قالَ : حُمْرٌ ، قالَ : (هَلْ فِيهَا مِنْ أَوْرَقَ) . قالَ : نَعَمْ ، قالَ : (فَأَنَّى ذٰلِكَ) . قالَ : لَعَلَّهُ نَزَعَهُ عِرْقٌ ، قالَ : (فَلَعَلَّ ٱبْنَكَ هٰذَا نَزَعَهُ) .

[٦٨٨٤ ، ٦٤٥٥]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص صراحتاً اپنے بچے کے نسب کا انکار نہ کرے بلکہ تعریضاً انکار کرے ، تعریض کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کوئی ایسی بات ذکر کرتا ہے جس سے غیر مذکور بات معلوم ہوتی ہو (۱۳) ، مثلاً کہے "بھئی! میرا رنگ تو کالا ہے ، یہ بچہ گورے رنگ کا کیوں پیدا ہوا" اس جملہ کا یہ مطلب ہوسکتا ہے کہ بچہ میرا نہیں ہے ، اس تعریض پر لعان کے مرتب ہونے کے سلسلہ میں اختلاف ہے۔

حضرات حنفیہ ، شافعیہ اور جمہور علماء کے نزدیک تعریض پر نہ حد قذف جاری ہوگی اور نہ ہی زوجین کے درمیان لعان کرایا جائے گا البتہ تعزیراً اس کو سزا دی جاسکتی ہے۔

حضرات مالکیہ کے نزدیک تعریض کی وجہ سے لعان اور حد دونوں جاری ہوں گے ، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے ایک روایت جمہور کے مطابق اور دوسری روایت مذہب مالکیہ کے مطابق ہے۔ (۱۴)

روایت باب میں ہے کہ ایک شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ! میرے ہاں ایک سیاہ لڑکا پیدا ہوا ہے (یہ تعریض تھی کہ میں تو سفید ہوں اور لڑکا سیاہ ہے تو وہ میرا بیٹا کس طرح ہوسکتا ہے) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کیا تیرے پاس اونٹ ہیں؟" اس نے کہا "ہاں" آپ نے پوچھا "وہ کس رنگ کے ہیں ؟" اس

---

(۴۹۹۹)الحديث اخرجه البخارى ايضا فى الحدود، باب ماجآء فى التعريض ، رقم الحديث: ٦٨٤٧ ، وايضا اخرجه البخارى فى الاعتصام بالكتاب والسنة، باب من شبه اصلا معلوما باصل مبين ، وقدبين .... ليفهم السائل، رقم الحديث: ٧٣١٤ ، وهذا الحديث قد انفرد بتخريجه البخارى۔

(۱۳) التعريض: هو ذكر شئ يفهم منه شئ آخر لم يذكر.... (فتح البارى: ٥٥٢/٩)۔

(۱۴) مذاہب مذکورہ تفصیل کے لیے دیکھیے الابواب والتراجم: ٨٢/٢۔

نے کہا "سرخ" آپ نے پوچھا، کیا ان میں کوئی سیاہ مائل بہ خاکی رنگ بھی ہے؟" اس نے کہا " ہاں" آپ نے فرمایا "ایسا کیونکر ہوا؟" اس نے کہا "شاید کسی رگ نے اس کو کھینچا ہو، آپ نے فرمایا "تو ممکن ہے کہ تیرے اس بیٹے کو بھی کسی رگ نے کھینچا ہو۔"

إن رجلاأتى النبى صلى الله عليه وسلم

اس آدمی کا نام ضمضم بن قتادہ تھا، (۱۵) اس نے آکر کہا "ان امرأتی ولدت غلاماً أسود" یہ تعریض تھی، چنانچہ اس روایت کے بعض طرق میں اس جملہ کے بعد یہ الفاظ بھی ہیں "یعرّض بنفیه" (۱۶) یعنی وہ اس لڑکے کی اپنے سے نفی کرنا چاہ رہا تھا کہ میں تو سفید ہوں اور لڑکا کالا ہے، یہ میرا بیٹا کیسے ہوسکتا ہے؟ اسی تعریض کی وجہ سے اس حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں ذکر کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے فہم و مزاج اور ماحول کے مطابق سوال کیا کہ اونٹ مختلف رنگ کے کیوں ہوتے ہیں، سرخ اونٹ کا بچہ بسا اوقات سیاہ رنگ کا ہوتا ہے، ایسا کیوں ہے؟ اس نے کہا لَعَلَّ نَزَعَهُ عِرْقٌ یعنی کوئی رگ اس کو کھینچ لیتی ہے مطلب یہ ہے کہ اس کے اصول میں کوئی چیز اس رنگ کی ہوتی ہے، وہ چیز اس پر غالب آجاتی ہے جس کی وجہ سے بچہ اس کا رنگ اختیار کرلیتا ہے۔ (۱۷) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیرے بیٹے میں بھی اسی طرح ہوسکتا ہے۔

لَعَلَّ نَزَعَهُ عِرْقٌ میں لعل فعل پر داخل ہے، حالانکہ وہ اسم پر داخل ہوتا ہے، بعض روایات میں "لعله نزعه عرق" ہے تب تو کوئی اشکال نہیں، بعضوں نے کہا صحیح بات یہ ہے کہ "عِرق" منصوب ہے "لَعَلَّ عِرقاً نَزَعَه" اس صورت میں "عِرقاً" "لعل" کا اسم ہوگا۔ أَوْرَق: الذی فیه سواد لیس بحالک بل یمیل الی الغبرة یعنی ایسا رنگ جو خالص سیاہ نہ ہو بلکہ اس میں سیاہی مائل بہ خاکی ہو۔ (۱۸)

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب کے تحت مذکورہ روایت کو ذکر کرکے اس طرف اشارہ فرمایا کہ قذف اور لعان میں تعریض معتبر نہیں جیسا کہ جمہور کا مسلک ہے۔

(۱۵) فتح الباری: ۵۵۳/۹۔

(۱۶) فتح الباری: ۵۵۲/۹۔

(۱۷) والمعنی یحتمل ان یکون فی اصولها ماهو باللون المذکور، فاجتذبه الیه فجاء علی لونه، وادعی الداودی ان "لعل" هنا للتحقیق۔ (فتح الباری: ۵۵۴/۹۔)

(۱۸) فتح الباری: ۵۵۴/۹۔

٢٥ – باب : إِحْلَافِ الْمُلَاعِنِ .

٥٠٠٠ : حدّثنا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنْ عَبْدِ ٱللّٰهِ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ : أَنَّ رَجُلاً مِنَ الْأَنْصَارِ قَذَفَ ٱمْرَأَتَهُ ، فَأَحْلَفَهُمَا النَّبِيُّ ﷺ ، ثُمَّ فَرَّقَ بَيْنَهُمَا . [ر : ٤٤٧١]

حضرات حنفیہ کے نزدیک لعان اصل میں شہادت ہے جس کی تاکید یمین کے ذریعہ سے ہوتی ہے ، مالکیہ اور شوافع کے نزدیک لعان دراصل یمین ہے اور "اشھد" کے ذریعہ اس کی تاکید کی جاتی ہے ، ثمرہ اختلاف مسلم اور کتابیہ کے درمیان لعان کی نوبت آنے کی صورت میں ظاہر ہوگا، مالکیہ اور شوافع کے نزدیک ان کے درمیان لعان درست ہے کیونکہ کتابیہ یمین کی اہل ہے ، حنفیہ کے نزدیک ان کے درمیان درست نہیں ہوگا کیونکہ کتابیہ شہادت کی اہل نہیں، جیسا کہ ماقبل میں گزر چکا ہے ۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے "إحلاف الملاعن" کا عنوان قائم کرکے اس طرف اشارہ کیا کہ وہ لعان کو یمین سمجھتے ہیں حدیث باب بھی ان کا مستدل ہے کیونکہ اس میں "فأحلفهما" کے الفاظ ہیں، احلاف سے کلمات لعان کی ادائیگی مراد ہے ۔

حنفیہ کا مستدل قرآن کریم کی آیت ہے "فشهادة احدهم اربع شهادات بالله" اس میں لعان کو شہادت سے تعبیر کیا ہے ۔

٢٦ – باب : يَبْدَأُ الرَّجُلُ بِالتَّلَاعُنِ .

٥٠٠١ : حدّثني محمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا ٱبْنُ أَبِي عَدِيٍّ ، عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ : حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُمَا : أَنَّ هِلَالَ بْنَ أُمَيَّةَ قَذَفَ ٱمْرَأَتَهُ ، فَجَاءَ فَشَهِدَ ، وَالنَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ : (إِنَّ ٱللّٰهَ يَعْلَمُ أَنَّ أَحَدَكُمَا كَاذِبٌ ، فَهَلْ مِنْكُمَا تَائِبٌ) . ثُمَّ قَامَتْ فَشَهِدَتْ [ر : ٢٥٢٦]

امام بخاری رحمہ اللہ اس باب میں یہ بات بتلا رہے ہیں کہ لعان کی ابتدا مرد سے ہوگی، یہ ایک متفق علیہ مسئلہ ہے البتہ اگر اتفاق سے عورت نے مرد سے پہلے لعان کرلیا تو امام شافعی، اشہب مالکی اور ابن عربی کے نزدیک اس کے لعان کا اعتبار نہیں ہوگا، بلکہ مرد کے لعان کے بعد عورت سے

اعادہ کرایا جائے گا، امام ابوحنیفہ اور ابن قاسم مالکی کے نزدیک اس کے لعان کا اعتبار ہوگا کیونکہ قرآن کریم میں مرد اور عورت کے لعان کو حرف عطف واؤ کے ذریعہ سے بیان کیا گیا ہے اور واؤ مطلقاً جمع کے لیے آتا ہے، ترتیب کا تقاضہ نہیں کرتا۔ (۱۹)

حدیث باب میں لعان کے متعلق حضرت ہلال بن امیہؓ کے قصے کو مختصراً ذکر کیا ہے، اس کے آخر میں ہے "ثم قامت فشهدت" یعنی مرد کے لعان کے بعد پھر عورت کھڑی ہوئی اور اس نے لعان کیا، معلوم ہوا ابتدا مرد سے ہوگی۔

## ٢٧ - باب : اللِّعَانِ ، وَمَنْ طَلَّقَ بَعْدَ اللِّعَانِ

امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ میاں بیوی کے درمیان فرقت نفس لعان سے واقع ہوگی یا تفریق حاکم کی ضرورت پیش آئے گی، ترجمۃ الباب میں "ومن طلق بعد اللعان" کے الفاظ سے امام بخاری کا رجحان اس طرف معلوم ہوتا ہے کہ نفس لعان سے فرقت واقع نہیں ہوگی بلکہ اس کے بعد ملاعن طلاق دے گا تب فرقت واقع ہوگی۔ اس مسئلہ میں مندرجہ ذیل چار مذہب ہیں:

❶ ائمہ ثلاثہ کا مذہب یہ ہے کہ نفس لعان سے فرقت واقع ہوجائے گی، مالکیہ کے نزدیک فراغ زوج اور شوافع کے نزدیک فراغ زوجہ کے بعد فرقت ہوجائے گی۔

❷ حضرات حنفیہ کے نزدیک تفریق حاکم سے یا شوہر کے طلاق دینے سے فرقت واقع ہوگی۔ نفس لعان سے فرقت واقع نہیں ہوگی، امام بخاری رحمہ اللہ کا رجحان بھی اسی طرف معلوم ہوتا ہے۔ (۲۰) اس مسئلہ میں حنفیہ کا مسلک ایلاء کے برعکس ہے، ایلاء میں حنفیہ کے نزدیک قضاء قاضی کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ نفس مدت گزرنے سے طلاق واقع ہوجاتی ہے۔ جبکہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ایلاء میں تفریقِ قاضی کے بغیر فرقت واقع نہیں ہوتی جیسا کہ ماقبل میں بحث ایلاء کے تحت گزر چکا۔

❸ تیسرا قول یہ ہے کہ نہ نفس لعان سے فرقت واقع ہوگی اور نہ تفریقِ حاکم سے بلکہ شوہر

---

(۱۹) مذکورہ تفصیل کے لیے دیکھیے فتح الباری: ۵۵۶/۹۔

(۲۰) فتح الباری: ۵۵۸/۹۔ والمغنی لابن قدامۃ: ۴۱۰/۷۔ ۴۱۱۔

طلاق دے گا تو فرقت واقع ہوگی۔

❺ چوتھا قول ابوعبید کا ہے کہ فرقت نفس تہمت لگانے سے واقع ہوجائے گی، لعان کی نوبت آئے یا نہ آئے۔ (*۲۰)

۵۰۰۲ : حدّثنا إسماعيلُ قالَ : حَدَّثَني مالِكٌ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ : أَنَّ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ السَّاعِدِيَّ أَخْبَرَهُ : أَنَّ عُوَيْمِرًا ٱلْعَجْلَانِيَّ جاءَ إِلَى عاصِمِ بْنِ عَدِيٍّ ٱلْأَنْصارِيِّ ، فَقالَ لَهُ : يَا عَاصِمُ ، أَرَأَيْتَ رَجُلاً وَجَدَ مَعَ ٱمْرَأَتِهِ رَجُلاً ، أَيَقْتُلُهُ فَتَقْتُلُونَهُ ، أَمْ كَيْفَ يَفْعَلُ ؟ سَلْ لِي يَا عاصِمُ عَنْ ذٰلِكَ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ ، فَسَأَلَ عاصِمٌ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ عَنْ ذٰلِكَ . فَكَرِهَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ المَسَائِلَ وَعابَهَا ، حَتَّى كَبُرَ عَلَى عاصِمٍ ما سَمِعَ مِنْ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ . فَلَمَّا رَجَعَ عاصِمٌ إِلَى أَهْلِهِ جاءَهُ عُوَيْمِرٌ ، فَقالَ : يَا عاصِمُ ، ماذَا قالَ لَكَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ ؟ فَقالَ عاصِمٌ لِعُوَيْمِرٍ : لَمْ تَأْتِنِي بِخَيْرٍ ، قَدْ كَرِهَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ المَسْأَلَةَ الَّتِي سَأَلْتُهُ عَنْهَا . فَقالَ عُوَيْمِرٌ : وَٱللهِ لَا أَنْتَهِي حَتَّى أَسْأَلَهُ عَنْهَا ، فَأَقْبَلَ عُوَيْمِرٌ حَتَّى جاءَ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ وَسْطَ النَّاسِ . فَقالَ : يا رَسُولَ ٱللهِ ، أَرَأَيْتَ رَجُلاً وَجَدَ مَعَ ٱمْرَأَتِهِ رَجُلاً ، أَيَقْتُلُهُ فَتَقْتُلُونَهُ ، أَمْ كَيْفَ يَفْعَلُ ؟ فَقالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (قَدْ أُنْزِلَ فِيكَ وَفِي صَاحِبَتِكَ ، فَٱذْهَبْ فَأْتِ بِهَا) . قالَ سَهْلٌ : فَتَلَاعَنَا وَأَنَا مَعَ النَّاسِ عِنْدَ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ ، فَلَمَّا فَرَغَا مِنْ تَلَاعُنِهِمَا ، قالَ عُوَيْمِرٌ : كَذَبْتُ عَلَيْهَا يَا رَسُولَ ٱللهِ إِنْ أَمْسَكْتُهَا ، فَطَلَّقَهَا ثَلَاثًا ، قَبْلَ أَنْ يَأْمُرَهُ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ .

قالَ ٱبْنُ شِهَابٍ : فَكانَتْ سُنَّةَ المُتَلَاعِنَيْنِ . [ر : ٤١٣]

حضرت سہل بن سعد ساعدیؓ فرماتے ہیں کہ عویمر عجلانیؓ، عاصم بن عدی انصاریؓ کے پاس آئے اور ان سے کہا "عاصم! یہ بتاؤ کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی آدمی کو پائے اور وہ اس کو قتل کردے تو تم اس کو قتل کردو گے اور (اگر اسے قتل نہ کرے) تو بے چارہ کیا کرے؟ آپ اس کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے میرے لیے پوچھیں، عاصم نے اس کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ نے ان مسئلوں کو (جو بلا ضرورت اور پیش آئے بغیر پوچھے جائیں) ناپسند فرمایا اور ان کو معیوب سمجھا، عاصم نے جو کچھ (جواب میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا وہ ان پر گراں گزرا، چنانچہ جب عاصم واپس اپنے گھر والوں کے پاس آئے تو ان

(*۲۰) الابواب والتراجم: ۲/۸۲۔

کے پاس عویمر پہنچ گئے اور پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو کیا جواب دیا؟ عاصم نے کہا "تم نے کوئی اچھائی کی بات نہیں کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سوال کو برا سمجھا" عویمر نے کہا "بخدا، میں باز نہیں آؤں گا، جب تک کہ میں اس مسئلہ کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ نہ لوں" چنانچہ عویمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لوگوں کے بیچ میں آئے اور عرض کیا یارسول اللہ! بتلائیے، اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو پائے اور وہ اس کو قتل کردے تو آپ اس کو قتل کردیں گے تو ایسی صورت میں وہ کیا کرے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرے اور تیری بیوی کے متعلق آیت نازل ہوچکی ہے، جا اپنی بیوی کو لے آ، سہل کا بیان ہے کہ دونوں نے لعان کیا اور میں لوگوں کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھا، جب دونوں لعان سے فارغ ہوئے تو عویمر نے عرض کیا "یارسول اللہ! اگر میں اب اس کو اپنے پاس رکھوں تو میں جھوٹا ہوں گا" چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم دینے سے پہلے انھوں نے اس کو تین طلاق دیدی، ابن شہاب زہری فرماتے ہیں کہ یہی لعان کرنے والوں کا طریقہ ٹھہر گیا (کہ ان کے درمیان لعان کے بعد تفریق کردی جاتی ہے۔)

عویمر عجلانی کے والد کے مختلف نام روایات میں ملتے ہیں، ابوداود کی روایت میں عویمر بن اشقر ہے، ابن عبدالبر نے "الاستیعاب" میں عویمر بن ابیض ذکر کیا ہے اور خطیب بغدادی نے "مبہمات" میں عویمر بن الحارث لکھا ہے، حافظ ابن حجر نے اسی کو قابل اعتماد قرار دیا ہے۔ غالباً ان کے والد کا نام حارث اور "اشقر"، "ابیض" ان کا لقب تھا۔ (۲۱)

عاصم بن عدی، عویمر عجلانی کے والد کے چچازاد بھائی تھے، عاصم کی بیٹی عویمر کے پاس تھی جس کا نام خولہ تھا، بعض روایات میں ہے کہ عویمر کے پاس عاصم کی بھتیجی تھی، عاصم اپنی قوم کے سردار تھے۔ (۲۲)

## أرأيت رجلا وجد مع امرأته رجلا أيقتله فتقتلونه أم كيف يفعل

یعنی ایک آدمی نے اپنی بیوی کے ساتھ کسی دوسرے آدمی کو پایا (یہ زنا سے کنایہ ہے یعنی زنا کرتے دیکھا) تو کیا شوہر اس آدمی کو قتل کردے تو تم شوہر کو قصاصاً قتل کردو گے یا وہ (اگر قتل نہ کرے تو) کیا کرے۔

---

(۲۱) فتح الباری: ۵۵۹/۹۔

(۲۲) فتح الباری: ۵۵۹/۹۔ ۵۶۰۔

اس سلسلے میں جمہور کا مسلک یہ ہے کہ اگر کسی شوہر نے اپنی بیوی کے ساتھ غیر مرد کو زنا کرتے ہوئے پایا اور اس نے زانی کو قتل کردیا تو شوہر کو قصاص میں قتل کیا جائے گا الا یہ کہ شوہر زنا کے ثبوت پر چار گواہ پیش کردے، یا مقتول مرنے سے پہلے زنا کا اعتراف کرے، یا مقتول کے ورثا اعتراف کرلیں تو ان صورتوں میں شوہر کو قتل نہیں کیا جائے گا، حنفیہ کا بھی یہی مسلک ہے، امام احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ کے نزدیک زنا کے ثبوت کے لیے دو گواہوں کے پیش کرنے کی صورت میں بھی شوہر کو قصاصاً قتل نہیں کیا جائے گا۔ (۲۳)

حنفیہ کے نزدیک دیانتاً تو شوہر کے لیے اس کو قتل کرنا جائز ہے قضاءً جائز نہیں الا یہ کہ وہ آدمی مشہور بالشر والفساد ہو۔ (۲۴)

فَكَرِهَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وسلم المسائلَ وَعَابَها

حضرت عاصم کا سوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگوار گزرا، ایک تو اس وجہ سے کہ اس میں اشاعت فاحشہ تھی، مسلمانوں کے خلاف یہودیوں اور دشمنوں کو پروپیگنڈہ کا موقع ملنے کا امکان تھا، دوسرے اس وجہ سے کہ جب کوئی واقعہ اور حادثہ پیش نہیں آیا تو قبل الوقوع اس کے متعلق سوال کرنا آپؐ کو پسندیدہ معلوم نہیں ہوا اور سائل حضرت عاصم کے ساتھ اب تک یہ واقعہ پیش نہیں آیا تھا۔ (۲۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ پوچھنے کے لیے عاصم کو عویمر نے کہا تھا، عویمر نے یا تو اس لیے کہا کہ ان کے ساتھ یہ واقعہ پیش آچکا تھا لیکن عاصم کے سامنے انھوں نے اس کا اظہار کرنا مناسب نہیں سمجھا اور یا یہ واقعہ ان کے ساتھ پیش تو نہیں آیا لیکن وہ اس کا حکم معلوم کرنا چاہ رہے تھے، اتفاقاً جس مسئلہ کا وہ حکم معلوم کرنا چاہ رہے تھے، وہ ان کے ساتھ پیش آبھی گیا، چنانچہ روایت میں ان کا یہ قول بھی ہے "ان الذی سالتک عنہ قد ابتلیتُ بہ" (۲۶)

لیکن بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عویمر کے ساتھ یہ واقعہ پیش آچکا تھا اور باوجود اس کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عاصم کے اس کے متعلق سوال کرنے کو پسند

---

(۲۳) فتح الباری: ۹/ ۵۶۰، وتکملۃ فتح الملہم: ۱/ ۲۵۷۔

(۲۴) تکملۃ فتح الملہم: ۱/ ۲۵۷۔

(۲۵) فتح الباری: ۹/ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔

(۲۶) فتح الباری: ۹/ ۵۶۱۔

نہیں فرمایا، عویمر نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ مسئلہ پوچھا کیونکہ وہ مبتلا ہوگئے تھے اور انہیں اس کا حکم معلوم کرنے کی ضرورت تھی۔

### قال ابن شہاب: فکانت سُنَّۃَ الْمُتلاعِنِیْن

ابوداود کی روایت میں "تلک" کا اضافہ ہے جس کا مشارالیہ "الفرقة" ہے "فکانت تلک سنة المتلاعنين" (۲۷) یعنی لعان کرنے والوں کے درمیان فرقت کا واقع ہونا ایک طریقہ ٹھہر گیا۔

حدیث کی مناسبت ترجمۃ الباب سے واضح ہے کہ اس میں لعان کا بھی ذکر ہے اور لعان کے بعد طلاق کا بھی۔

### لعان کی مشروعیت کب ہوئی؟

ابن جریر طبری، ابوحاتم اور ابن حبان وغیرہ حضرات کی رائے یہ ہے کہ لعان کی مشروعیت شعبان ۹ ھجری میں ہوئی ہے، (۲۸) قاضی عیاض اور امام نووی نے اسی کو مختار قرار دیا ہے، لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا رجحان اس طرف ہے کہ لعان کی مشروعیت شعبان ۱۰ ھجری میں ہوئی ہے اور مذکورہ واقعہ ۱۰ ھجری میں پیش آیا ہے۔

حافظ نے اس کی ایک دلیل یہ پیش کی ہے کہ حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ لعان کے موقع پر موجود تھے، کتاب الحدود میں ان کی روایت آرہی ہے، وہ فرماتے ہیں "شهدت المتلاعنين وانا ابن خمس عشرة سنة" یعنی لعان کرنے والوں کے پاس میں حاضر تھا اور اس وقت میری عمر پندرہ سال تھی، دوسری طرف روایات کے اندر یہ بھی تصریح موجود ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت حضرت سہل کی عمر پندرہ سال تھی تو جب آپ کی وفات کے وقت بھی ان کی عمر پندرہ سال تھی اور لعان کے وقت بھی پندرہ سال، اس سے متبادر یہی ہوتا ہے کہ لعان ۹ ھجری میں نہیں بلکہ شعبان ۱۰ ھجری میں شروع ہوا ہے کیونکہ آپ کی وفات ربیع الاول ۱۱ ھجری میں ہوئی ہے۔

---

(۲۷) فتح الباری: ۹/۵۶۴۔

(۲۸) فتح الباری: ۹/۵۵۹۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ دارقطنی کی روایت میں ہے کہ لعان کا واقعہ غزوہ تبوک کے بعد پیش آیا ہے اور غزوہ تبوک باتفاق اهل سیر رجب ۹ ھجری میں ہوا ہے، ادھر اسلام میں سب سے پہلا لعان حضرت ہلال بن امیہ کا پیش آیا ہے، مسلم کی روایت میں اس کی تصریح ہے (۲۹) حضرت ہلال بن امیہ ان تین مخلص صحابہ میں سے تھے جو غزوہ تبوک میں متخلف رہے تھے اور جن کی توبہ پچاس دن کے بعد نازل ہوئی، اس قصے میں یہ بات بھی منقول ہے کہ حضرت ہلال کی بیوی نے ان پچاس دنوں میں چالیس دن گزرنے کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنے شوہر کی خدمت کرنے کی اجازت طلب کی تھی، اب بظاہر اس بات کا وقوع بڑا مشکل نظر آتا ہے کہ ۹ ھجری کے جس شعبان میں مسلمانوں کی تبوک سے واپسی ہو، جس میں حضرت ہلال توبہ کے انتظار میں گوشہ نشین رہے، بیوی چالیس دن کے بعد ان کی خدمت میں لگی رہی، لعان کا واقعہ بھی اسی ماہ پیش آیا ہو، اس لیے لعان کا یہ واقعہ شعبان ۱۰ ھجری کا ہے، ۹ ھجری کا نہیں ہے۔ (۳۰) واللہ اعلم

کتاب التفسیر میں آیات لعان کے متعلق یہ بات گزر چکی ہے کہ وہ حضرت ہلال بن امیہ کے واقعہ میں نازل ہوئیں، ان کا واقعہ پہلے پیش آیا، حضرت عویمر عجلانی کے لعان کا واقعہ ان کے بعد کا ہے۔ (۳۱) لیکن دونوں واقعات کا زمانہ وقوع ایک دوسرے کے قریب قریب ہے۔

## ۲۸ - باب : التَّلَاعُنِ فِي الْمَسْجِدِ

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک لعان مسجد میں کیا جائے گا البتہ اگر عورت حالت حیض میں ہو تو مسجد کے دروازے کے پاس کیا جائے گا۔ (۳۲)

حنفیہ فرماتے ہیں مسجد لعان کے لیے متعین نہیں ہے، جہاں حاکم ہو وہاں لعان کیا جائے گا چاہے وہ مسجد ہو یا کوئی دوسری جگہ۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام بخاری نے اس ترجمۃ الباب سے مسلک حنفیہ کے ساتھ اختلاف کی طرف اشارہ کیا ہے حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ لعان کے لیے مسجد متعین نہیں ہے۔ (۳۳)

---

(۲۹) دیکھیے صحیح مسلم (مع تکملۃ فتح الملہم): کتاب اللعان: ۱/۲۵۰۔

(۳۰) حافظ ابن حجر کی مذکورہ دو دلیلوں کے لیے دیکھیے فتح الباری: ۹/۵۵۹۔

(۳۱) دیکھیے کشف الباری، کتاب التفسیر: ۳۶۶۔

(۳۲) عمدۃ القاری: ۲۰/۲۹۷۔

(۳۳) فتح الباری: ۹/۵۶۵۔

علامہ عینی نے فرمایا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد لعان کے لیے مسجد کو متعین کرنا نہیں بلکہ ان کا مقصد مسجد میں لعان کے جواز اور وقوع کو بتلانا ہے اور جواز حنفیہ کے نزدیک بھی ہے لہذا یہ کہنا کہ امام بخاری مسلک حنفیہ کے ساتھ اختلاف کی طرف اشارہ کررہے ہیں، درست نہیں۔ (۳۴)

۵۰۰۳ : حدّثنا يَحْيَى : أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ : أَخْبَرَنَا ٱبْنُ جُرَيْجٍ قالَ : أَخْبَرَنِي ٱبْنُ شِهَابٍ ، عَنِ الْمُلاعَنَةِ ، وَعَنِ السُّنَّةِ فِيهَا ، عَنْ حَدِيثِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ ، أَخِي بَنِي سَاعِدَةَ : أَنَّ رَجُلاً مِنَ الْأَنْصَارِ جاءَ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ ، فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللهِ ، أَرَأَيْتَ رَجُلاً وَجَدَ مَعَ ٱمْرَأَتِهِ رَجُلاً . أَيَقْتُلُهُ أَمْ كَيْفَ يَفْعَلُ ؟ فَأَنْزَلَ اللهُ في شَأْنِهِ ما ذَكَرَ في الْقُرْآنِ مِنْ أَمْرِ الْمُتَلاعِنَيْنِ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (قَدْ قَضَى اللهُ فِيكَ وَفي ٱمْرَأَتِكَ) . قالَ : فَتَلاعَنَا في الْمَسْجِدِ وَأَنَا شَاهِدٌ ، فَلَمَّا فَرَغَا قالَ : كَذَبْتُ عَلَيْهَا يَا رَسُولَ اللهِ إِنْ أَمْسَكْتُهَا ، فَطَلَّقَهَا ثَلاثًا ، قَبْلَ أَنْ يَأْمُرَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ حِينَ فَرَغا مِنَ التَّلاعُنِ ، فَفَارَقَهَا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ . فَكَانَ ذٰلِكَ تَفْرِيقًا بَيْنَ كُلِّ مُتَلاعِنَيْنِ .

قالَ ٱبْنُ جُرَيْجٍ : قالَ ٱبْنُ شِهَابٍ : فَكَانَتِ السُّنَّةُ بَعْدَهُما أَنْ يُفَرَّقَ بَيْنَ الْمُتَلاعِنَيْنِ . وَكَانَتْ حامِلاً . وَكَانَ ٱبْنُهَا يُدْعَى لِأُمِّهِ . قالَ : ثُمَّ جَرَتِ السُّنَّةُ في مِيرَاثِهَا أَنَّهَا تَرِثُهُ وَيَرِثُ مِنْهَا ما فَرَضَ اللهُ لَهُ .

قالَ ٱبْنُ جُرَيْجٍ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ في هٰذَا الْحَدِيثِ : إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قالَ : (إِنْ جاءَتْ بِهِ أَحْمَرَ قَصِيرًا ، كَأَنَّهُ وَحَرَةٌ ، فَلَا أُرَاهَا إِلَّا قَدْ صَدَقَتْ وَكَذَبَ عَلَيْهَا ، وَإِنْ جاءَتْ بِهِ أَسْوَدَ أَعْيَنَ ، ذَا أَلْيَتَيْنِ ، فَلَا أُرَاهُ إِلَّا قَدْ صَدَقَ عَلَيْهَا) . فَجَاءَتْ بِهِ عَلَى الْمَكْرُوهِ مِنْ ذٰلِكَ . [ر : ٤١٣]

فقال: ذاک تفریق.... قال کا فاعل یا سہل بن سعد ہیں یا ابن شہاب زہری ہے قال ابن جریج.... یہ ماقبل سند کے ساتھ متصل ہے۔ وکانت حاملا جس عورت (خولہ) سے لعان ہوا تھا وہ حاملہ تھی، اس سے معلوم ہوا نفی حمل کی صورت میں بھی لعان کیا جاسکتا ہے یعنی اگر کوئی شخص کہے میری بیوی کو جو حمل ہے وہ میرا نہیں تو اس صورت میں ان کے درمیان لعان ہوسکتا ہے، ابن ابی

(۳۴) عمدۃ القاری: ۲۰/۲۹۶۔

لیلی، امام مالک کا یہی مذہب ہے، امام ابویوسف سے بھی ایک روایت اسی کے مطابق ہے، امام ابوحنیفہ، امام محمد اور مالکیہ میں سے ابن ماجشون کا مسلک ہے کہ محض نفی حمل کی بناء پر لعان نہیں کیا جائے گا، امام ابویوسف کی مشہور روایت بھی اسی کے مطابق ہے۔ (۳۵) یہاں حدیث باب میں بے شک اس بات کا ذکر ہے کہ وہ عورت حاملہ تھی لیکن روایات میں یہ تصریح آئی ہے کہ اس کے شوہر نے اس پر زنا کی تہمت لگائی تھی جس کی وجہ سے ان کے درمیان لعان ہوا۔ إنها ترثه ويرث منها ما فرض الله له.... یہ مسئلہ اتفاقی ہے کہ لعان کے بعد جو بچہ پیدا ہوگا، عورت اس بچے کی وارث ہوگی اور بچہ اس عورت کا وارث ہوگا۔

إِنْ جَاءَتْ بِهِ أَحْمَرَ قَصِيْرًا كَأَنَّهُ وَحَرَةٌ فَلَا أُرَاهَا إِلَّا قَدْ صَدَقَتْ وَكَذَبَ عَلَيْهَا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لعان کے بعد فرمایا کہ اگر عورت نے سرخ چھوٹے قد کا بچہ جنا تو عورت سچی اور مرد جھوٹا ہوگا اور اگر کالے رنگ کا بڑی آنکھوں اور بڑے سرین والا بچہ جنا تو مرد سچا ہوگا، چنانچہ عورت نے بعدازاں اس دوسری صورت کا بچہ جنا۔ وَحَرَةٌ: چھپکلی کی مانند ایک چھوٹا سا زہریلا کیڑا۔ (۳۶) أَعْيَنَ: بڑی آنکھوں والا أَلْيَتَيْنِ: یہ أَلْيَةٌ کا تثنیہ ہے، سرین کو کہتے ہیں، اس کی صفت محذوف ہے أی عظیمتین کتاب التفسیر میں روایت گزر چکی ہے، اس میں "عظیم الأَلْيَتَيْنِ" کے الفاظ ہیں۔ (۳۷)

## ۲۹ - باب : قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ : (لَوْ كُنْتُ رَاجِمًا بِغَيْرِ بَيِّنَةٍ)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں بغیر کسی بینہ اور گواہ کے کسی کو رجم کرتا تو اس عورت کو کرتا یہ جملہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بدکار اور زانیہ عورت کے متعلق فرمایا تھا، اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی آدمی مشہور بالشر ہو تو صرف شہرت کی وجہ سے اس پر حد

---

(۳۵) عمدة القاری: ۲۰/۲۹۶۔

(۳۶) وحرة (بفتح الواؤ والحاء) دویبة تترامی علی الطعام واللحم فتفسده (ارشاد الساری: ۱۲/۸۵.)

(۳۷) کشف الباری، کتاب التفسیر: ۳۶۵۔

جاری نہیں کی جاتی جب تک گواہ نہ ہوں یا اقرار نہ پایا جائے۔

٥٠٠٤ : حدّثنا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ قالَ : حَدَّثَنِي اللَّيْثُ ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ الْقَاسِمِ ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ : أَنَّهُ ذُكِرَ التَّلَاعُنُ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ ، فَقَالَ عَاصِمُ بْنُ عَدِيٍّ فِي ذٰلِكَ قَوْلًا ثُمَّ انْصَرَفَ ، فَأَتَاهُ رَجُلٌ مِنْ قَوْمِهِ يَشْكُو إِلَيْهِ أَنَّهُ قَد وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلاً ، فَقَالَ عاصِمٌ : مَا ابْتُلِيتُ بِهٰذَا إِلَّا لِقَوْلِي ، فَذَهَبَ بِهِ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَخْبَرَهُ بِالَّذِي وَجَدَ عَلَيْهِ امْرَأَتَهُ ، وَكانَ ذٰلِكَ الرَّجُلُ مُصْفَرًّا قَلِيلَ اللَّحْمِ سَبْطَ الشَّعَرِ ، وَكانَ الَّذِي ادَّعَى عَلَيْهِ أَنَّهُ وَجَدَهُ عِنْدَ أَهْلِهِ خَدْلاً آدَمَ كَثِيرَ اللَّحْمِ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (اللَّهُمَّ بَيِّنْ) . فَجَاءَتْ شَبِيهًا بِالرَّجُلِ الَّذِي ذَكَرَ زَوْجُهَا أَنَّهُ وَجَدَهُ ، فَلَاعَنَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَهُمَا .

قالَ رَجُلٌ لِابْنِ عَبَّاسٍ فِي الْمَجْلِسِ : هِيَ الَّتِي قالَ النَّبِيُّ ﷺ : (لَوْ رَجَمْتُ أَحَدًا بِغَيْرِ بَيِّنَةٍ ، رَجَمْتُ هذِهِ) . فَقَالَ : لَا ، تِلْكَ امْرَأَةٌ كانَتْ تُظْهِرُ فِي الْإِسْلَامِ السُّوءَ .

قالَ أَبُو صَالِحٍ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ : خَدْلاً . [٥٠١٠ ، ٦٤٦٣ ، ٦٤٦٤ ، ٦٨١١]

حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لعان کا تذکرہ ہورہا تھا، عاصم بن عدی نے اس کے متعلق کوئی بات کی، پھر وہ (گھر) لوٹے تو ان کے پاس ان کی قوم کا ایک آدمی (حضرت عویمر) آکر شکایت کرنے لگا کہ انھوں نے اپنی بیوی کے ساتھ ایک اجنبی آدمی کو (زنا کرتے ہوئے) پایا ہے، عاصم نے کہا کہ میں اپنی ہی بات کی وجہ سے اس میں مبتلا کیا گیا اور اس کو لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور اس مرد کے متعلق آپ کو بتایا جس کو اس نے اپنی بیوی کے ساتھ دیکھا تھا، وہ (شوہر) خود زرد رنگ، کم گوشت والا (دبلا) اور سیدھے بالوں والا تھا اور جس کے متعلق دعوی کیا تھا کہ اس کو اپنی بیوی کے ساتھ دیکھا ہے گندم گوں اور موٹی پنڈلیوں والا تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "یااللہ! اصل حقیقت آشکارا

(۵۰۰۴)الحدیث اخرجہ البخاری ایضا فی الطلاق، باب قول الامام: (اللھم) بین رقم الحدیث: ۵۳۱۶، وایضا اخرجہ البخاری فی الحدود، باب من اظھر الفاحشۃ واللطخ والتھمۃ بغیر بینہ، رقم الحدیث: ۶۸۵۵، ۶۸۵۶ وایضا اخرجہ البخاری فی التمنی، باب مایجوز من اللو، رقم الحدیث: ۷۲۳۸، واخرجہ مسلم فی اللعان: رقم الحدیث ۱۴۹۷، واخرجہ النسائی فی الطلاق، باب قول الامام (اللھم بین) ۲/ ۱۰۸، ۱۰۹۔

کردے " چنانچہ اس عورت نے اس مرد کے مشابہ بچہ جنا جس کو اس نے اپنی بیوی کے پاس پانے کا دعوی کیا تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے درمیان لعان کرایا، ایک شخص (عبداللہ بن شداد حضرت ابن عباس کی خالہ کے بیٹے) نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا "کیا یہ وہی عورت تھی جس کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لوکنتُ أحدًا راجمًا بغیر بینۃ رَجَمْتُ هذه" یعنی اگر میں کسی کو بغیر گواہی کے سنگسار کرتا تو اس عورت کو کرتا، حضرت ابن عباسؓ نے جواب دیا "نہیں وہ دوسری عورت تھی جو علانیہ اسلام میں برائی کرتی تھی" (جس کا نام حضرت ابن عباسؓ نے نہیں بتایا۔)

## فقال عاصم بن عدی فی ذلک قولاً ثم انصرف

حضرت عاصم بن عدی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لعان کے متعلق کوئی بات کی تھی، بعد میں حضرت عویمر کے لعان کا واقعہ پیش آیا تو انھوں نے کہا کہ میں اپنی اسی بات کی وجہ سے مبتلا ہوا، حضرت عویمر کے پاس عاصم کی بیٹی یا بھتیجی تھی جس کے ساتھ لعان ہوا، اس رشتے کے حوالے سے وہ بھی اس میں مبتلا ہوئے وہ بات کیا تھی جو عاصم نے کہی تھی اور جس کو انھوں نے اپنے ابتلاء کا سبب بتایا؟ علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے فرمایا انھوں نے ایسی نامناسب بات کی تھی جس سے تکبر و نخوت اور عجب کا اظہار ہورہا تھا۔ (۳۹)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس "قول" سے وہی سوال مراد ہے جو انھوں نے حضرت عویمر کے کہنے پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا اور جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگوار گزرا تھا جیسا کہ حضرت سہل کی حدیث میں ماقبل میں گزرا ہے، ابن ابی حاتم کی روایت میں اس کی تصریح ہے "فقال عاصم: إنا للہ وإنا إلیہ راجعون، هذا واللہ بسؤالی عن هذا الأمر بین الناس فابتلیتُ بہ" (۴۰)

## فقال ابو صالح وعبداللہ بن یوسف: آدمَ خَدِلاً

آدَم: أُدْمَۃ سے ہے بمعنی گندم گوں۔ خَدْل: پر گوشت پنڈلیوں والا، روایتِ باب میں "خَدْلًا" (خاء کے فتحہ اور دال کے سکون کے ساتھ) ہے، ابوصالح اور عبداللہ بن یوسف نے

---

(۳۹) شرح بخاری للکرمانی وفتح الباری: ۵۶۸/۹۔

(۴۰) فتح الباری: ۵۶۷/۹۔

"خَدِلًا" (خاء کے فتحہ اور دال کے کسرہ کے ساتھ) روایت کیا ہے، ابوصالح کا نام عبداللہ بن صالح ہے، کتاب المحاربین میں ان کی روایت امام بخاری نے موصولاً نقل کی ہے، عبداللہ بن یوسف کی روایت امام نے کتاب الحدود میں موصولا نقل فرمائی ہے۔ (۴۱)

٣٠ - باب : صَدَاقِ المُلَاعَنَةِ .

٥٠٠٥ : حدّثني عمرُو بْنُ زُرَارَةَ : أَخبرَنَا إسماعيلُ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جبَيْرٍ قالَ : قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ : رَجلٌ قذَفَ امْرَأتَهُ ، فَقَالَ : فَرَّقَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ أَخَوَيْ بَنِي الْعَجْلَانِ. وَقالَ : (اَللهُ يَعْلَمُ أَنَّ أَحَدَكُمَا كَاذِبٌ ، فَهَلْ مِنْكُمَا تَائِبٌ) . فَأَبَيَا ، وَقالَ : (اَللهُ يَعْلَمُ أَنَّ أَحَدَكُمَا كَاذِبٌ ، فَهَلْ مِنْكُمَا تَائِبٌ) . فَأَبَيَا ، فَقَالَ : (اَللهُ يَعْلَمُ أَنَّ أَحَدَكُمَا كَاذِبٌ ، فَهَلْ مِنْكُمَا تَائِبٌ) . فَأَبَيَا ، فَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا .

قالَ أَيُّوبُ : فَقَالَ لِي عمرُو بْنُ دِينَارٍ : إنَّ فِي الحَدِيثِ شَيْئًا لَا أَرَاكَ تُحَدِّثُهُ ؟ قَالَ : قَالَ الرَّجُلُ مَالِي ؟ قَالَ : قِيلَ : (لَا مَالَ لَكَ ، إِنْ كُنْتَ صَادِقًا فَقَدْ دَخَلْتَ بِهَا ، وَإِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَهُوَ أَبْعَدُ مِنْكَ) . [ر : ٤٤٧١]

مُلَاعَنَة: وہ عورت جس کے ساتھ لعان کا واقعہ پیش آیا ہو، اگر وہ مدخول بہا ہے تو بالاجماع اس کو پورا مہر ملے گا اور اگر غیر مدخول بہا ہے تو جمہور علماء امام مالک، امام ابوحنیفہ، امام شافعی کے نزدیک اسے نصف مہر ملے گا، ابوالزناد، حکم بن عینیہ اور حماد ابن ابی سلیمان کے نزدیک اس کو پورا مہر ملے گا، امام زہری کے نزدیک اس کو کچھ بھی نہیں ملے گا، امام مالک کی ایک روایت بھی اسی کے مطابق ہے۔ (۴۲)

فَرَّقَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم بَيْنَ أَخَوَيْ بَنِي العَجْلَانِ

"أَخَوَيْ بَنِي العَجْلَان" سے قبیلۂ بنو عجلان سے تعلق رکھنے والے میاں بیوی مراد ہیں میاں بیوی کو أَخ دینی اعتبار سے کہا ہے إنما المؤمنون إخوة "أَخَوَيْ" "أَخ" کا تثنیہ ہے، اضافت کی

(۴۱) ارشاد الساری: ۱۲/۸۶-۸۷۔

(۴۲) عمدة القاری: ۲۰/۳۰۰، وفتح الباری: ۹/۵۶۰۔

وجہ سے نون تثنیہ حذف کردیا گیا، عورت پر "اخ" مذکر کا اطلاق درست نہیں، اس کے لیے "اُخت" کا لفظ ہے، یہاں تغلیباً "اخت" کو "اَخ" کے تابع کرکے "اَخَوَی" کہا گیا، مراد ان سے حضرت عویمر اور ان کی بیوی خولہ ہیں، ان دونوں کا تعلق قبیلہ بنو عجلان سے تھا۔ (۴۳)

## ففَرَّقَ بینهما

اس سے مذہب حنفیہ کا اثبات ہوتا ہے کہ نفس لعان سے فرقت واقع نہیں ہوگی بلکہ قاضی ان کے درمیان تفریق کرے گا۔ (۴۴)

قال ایوب: فقال لی عمرو بن دینار: إن فی الحدیث شیئاً لا أَرَاکَ تُحَدِّثُه، قال: قال الرجل: مالی، قال: قیل: لا مال لک

سعید بن جبیر سے روایت کرنے والے دو شاگرد ہیں، ایک ایوب سختیانی اور دوسرے عمرو بن دینار، ایوب کی روایت میں حدیث کا آخری حصہ نہیں ہے اور عمرو کے پاس ہے، چنانچہ ایوب کہتے ہیں کہ عمرو بن دینار نے مجھ سے کہا میں آپ کو دیکھ رہا ہوں کہ آپ حدیث کا یہ آخری حصہ بیان نہیں کرتے ہیں، چنانچہ حدیث کا وہ حصہ بیان کرتے ہوئے عمرو نے کہا کہ لعان کرنے والے آدمی نے (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے) کہا کہ میرا مال کہاں جائے گا؟ یعنی میں نے اس کو جو مہر دیا تھا کیا وہ مجھے ملے گا، حضورؐ نے فرمایا مال آپ کو نہیں ملے گا کیونکہ اگر آپ اپنے دعوی میں سچے ہیں تو مال اس لیے نہیں ملے گا کہ آپ نے عورت کے ساتھ صحبت کی ہے اور اگر آپ جھوٹے ہیں تو پھر مال کا ملنا اور زیادہ بعید بات ہے۔ بہرحال حدیث کا یہ آخری حصہ سعید بن جبیر سے عمرو بن دینار تو روایت کرتے ہیں لیکن ایوب یہ حصہ روایت نہیں کرتے ہیں فیحفظ فیہ عَمرو ومالم یحفظہ أیوب۔ (۴۵)

قال الرجل: مَالی۔ اس میں (مالی) فاعل ہے اور فعل محذوف ہے یعنی أَیَذْهَبُ مالی کیا میرا مال جاتا رہے گا، مجھے نہیں ملے گا؟ قال: قیل: لا مال لک اس میں (قال) کا فاعل راویُ حدیث حضرت ابن عمر ہیں یا سعید بن جبیر ہیں یا عمرو بن دینار، یعنی راویُ حدیث نے کہا کہ اس

---

(۴۳) عمدۃ القاری: ۲۰/۳۰۰، وارشاد الساری: ۱۲/۸۷ وفیہ "واما اطلاق الاخوۃ فبالنظر الی ان المؤمنین اخوۃ، او الی القرابۃ بینهما بسبب ان الزوجین کلیهما من قبیلۃ عجلان۔

(۴۴) ارشاد الساری: ۱۲/۸۷۔

(۴۵) فتح الباری: ۹/۵۷۱، وعمدۃ القاری: ۲۰/۳۰۰۔

آدمی کو جواب میں کہا گیا لامال لک، (قیل) یہاں مجہول کا صیغہ ہے، اگلے باب میں جو روایت آرہی ہے اس میں (قال) معروف کا صیغہ ہے یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لامال لک۔

٣١ - باب : قَوْلِ الْإِمَامِ لِلْمُتَلَاعِنَيْنِ : (إِنَّ أَحَدَكُمَا كَاذِبٌ ، فَهَلْ مِنْكُمَا تَائِبٌ) .

٥٠٠٦ : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : قَالَ عَمْرُو : سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ قَالَ : سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ عَنِ الْمُتَلَاعِنَيْنِ فَقَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِلْمُتَلَاعِنَيْنِ : (حِسَابُكُمَا عَلَى اللهِ ، أَحَدُكُمَا كَاذِبٌ ، لَا سَبِيلَ لَكَ عَلَيْهَا) . قَالَ : مَالِي ؟ قَالَ : (لَا مَالَ لَكَ ، إِنْ كُنْتَ صَدَقْتَ عَلَيْهَا فَهُوَ بِمَا اسْتَحْلَلْتَ مِنْ فَرْجِهَا ، وَإِنْ كُنْتَ كَذَبْتَ عَلَيْهَا فَذَاكَ أَبْعَدُ لَكَ) .

قَالَ سُفْيَانُ : حَفِظْتُهُ مِنْ عَمْرٍو .

وَقَالَ أَيُّوبُ : سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ قَالَ : قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ : رَجُلٌ لَاعَنَ امْرَأَتَهُ ، فَقَالَ بِإِصْبَعَيْهِ - وَفَرَّقَ سُفْيَانُ بَيْنَ إِصْبَعَيْهِ ، السَّبَّابَةِ وَالْوُسْطَى - فَرَّقَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ أَخَوَيْ بَنِي الْعَجْلَانِ ، وَقَالَ : (اللهُ يَعْلَمُ أَنَّ أَحَدَكُمَا كَاذِبٌ ، فَهَلْ مِنْكُمَا تَائِبٌ) . ثَلَاثَ مَرَّاتٍ .

قَالَ سُفْيَانُ : حَفِظْتُهُ مِنْ عَمْرٍو وَأَيُّوبَ كَمَا أَخْبَرْتُكَ . [ر : ٤٤٧١]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ قاضی اور امام کو چاہیے کہ لعان کرنے والوں سے کہہ دے کہ تم دونوں میں سے ضرور ایک جھوٹا ہے تو کیا تم میں سے کوئی اپنی بات سے رجوع اور توبہ کرنے والا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی لعان کرنے والوں سے یہ جملہ فرمایا تھا جیسا کہ روایت باب میں آرہا ہے، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ یہ کلمات لعان سے پہلے کہے جائیں گے یا لعان کے بعد! قاضی عیاض کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمات توبہ کی ترغیب دینے کے لیے لعان کے بعد کہے تھے، لہذا لعان کے بعد کہنا چاہیے۔

داودی کے نزدیک آپ نے لعان سے پہلے ڈرانے کے لیے یہ کلمات ارشاد فرمائے تھے لہذا لعان سے پہلے کہنا چاہیے، روایت میں دونوں احتمال ہیں حافظ ابن حجر نے فرمایا کہ پہلے کہنا زیادہ مناسب ہے۔ (۳۶) بہتر یہ ہے کہ لعان سے پہلے کہے جائیں تاکہ جھوٹا آدمی پہل نہ کرے اور لعان

(۳۶) فتح الباری: ۵۷۳/۹۔

کے بعد بھی کہے جائیں تاکہ جھوٹ بولنے والا توبہ کی طرف متوجہ ہو۔

سألت ابن عمرؓ عن المتلاعنين

سعید بن جبیر نے حضرت ابن عمرؓ سے لعان کرنے والوں کے متعلق پوچھا، دراصل مصعب بن زبیر کے زمانہ میں لعان کا ایک واقعہ پیش آیا تھا، انھوں نے متلاعنین کے درمیان تفریق نہیں کی تھی تو اس پر سعید بن جبیرؓ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر سوال کیا اور انھوں نے یہ روایت بیان کی۔ (۴۷)

قال سفيان حفظته من عمرو وأيوب

سعید بن جبیر سے عمرو بن دینار اور ایوب دونوں یہ روایت نقل کرتے ہیں اور ان دونوں سے سفیان بن عیینہ یہ روایت نقل کرتے ہیں، سفیان نے خود تصریح کی کہ میں نے دونوں سے یہ حدیث سنی ہے۔

٣٢ - باب : التَّفْرِيقِ بَيْنَ الْمُتَلَاعِنَيْنِ .

٥٠٠٧/٥٠٠٨ : حدّثني إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ : حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ ، عَنْ عُبَيْدِ ٱللَّهِ ، عَنْ نَافِعٍ : أَنَّ ٱبْنَ عُمَرَ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ : أَنَّ رَسُولَ ٱللَّهِ ﷺ فَرَّقَ بَيْنَ رَجُلٍ وَٱمْرَأَةٍ قَذَفَهَا ، وَأَحْلَفَهُمَا .

(٥٠٠٨) : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيَى ، عَنْ عُبَيْدِ ٱللَّهِ : أَخْبَرَنِي نَافِعٌ ، عَنِ ٱبْنِ عُمَرَ قالَ : لَاعَنَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ رَجُلٍ وَٱمْرَأَةٍ مِنَ الْأَنْصَارِ ، وَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا . [ر : ٤٤٧١]

اس ترجمۃ الباب سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ لعان کے بعد متلاعنین کے درمیان حاکم تفریق کردے گا اور انہیں ایک ساتھ رہنے نہیں دیا جائے گا اس ترجمہ سے امام بخاری رحمہ اللہ کا رجحان اس طرف معلوم ہوتا ہے کہ نفس لعان سے فرقت واقع نہیں ہوتی بلکہ حاکم جب تفریق کرے گا تب فرقت واقع ہوگی جیسا کہ حنفیہ کا مسلک ہے۔

(۴۷)

تفریق کے بعد لعان کرنے والے میاں بیوی کے درمیان دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے کہ نہیں، اس میں اختلاف ہے؟ امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک اگر زوج اپنے آپ کو جھٹلا دے تو لعان طلاق بائن کے درجہ میں ہے اور دوبارہ وہ اس عورت سے شادی کرسکتا ہے۔

امام شافعی، امام مالک، امام ابویوسف اور امام زفر کے نزدیک لعان کے بعد لعان کرنے والے کسی بھی صورت میں دوبارہ میاں بیوی کی حیثیت سے نہیں رہ سکتے، اس سے حرمت موبدہ ثابت ہوتی ہے۔ (۴۸) کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عویمر عجلانی سے فرمایا تھا "لا سبیل لک علیها" اور ایک روایت میں ہے "المتلاعنان إذا تفرقا لا یجتمعان أبدا" (۵۰)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اس کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ متلاعنین جمع نہیں ہوسکتے جب تک کہ وہ اپنے لعان پر قائم رہیں لیکن اگر زوج نے اپنے آپ کو جھٹلا دیا تو اس پر حد قذف جاری کی جائے گی اور لعان ختم ہوجائے گا، ہاں اگر وہ اپنے لعان پر قائم رہے تو پھر بے شک وہ کبھی جمع نہیں ہوسکتے اور آپس میں ان کا نکاح نہیں ہوسکتا۔ (۵۱)

٣٣ – باب : يُلْحَقُ الْوَلَدُ بِالْمُلَاعِنَةِ .

٥٠٠٩ : حدّثنا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا مالِكٌ قالَ : حَدَّثَنِي نَافِعٌ ، عَنِ ٱبْنِ عُمَرَ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَاعَنَ بَيْنَ رَجُلٍ وَٱمْرَأَتِهِ ، فَٱنْتَفَى مِنْ وَلَدِهَا ، فَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا ، وَأَلْحَقَ الْوَلَدَ بِالْمَرْأَةِ .

[ر : ٤٤٧١]

ولد کو لعان کرنے والی عورت کے ساتھ لاحق کیا جائے گا، شوہر کی طرف اس کی نسبت نہیں کی جائے گی، چنانچہ روایت میں تصریح ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بچہ کو عورت کے ساتھ لاحق فرما دیا تھا یعنی بچے کو صرف ماں کی طرف منسوب کردیا۔

امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک نفس لعان سے بچے کی نفی ہوجائے گی، خواہ مرد نے اشارۃً بھی

---

(۴۸) مذاہب کی مذکورہ تفصیل کے لیے دیکھیے، مختصر اختلاف العلماء: ۲/۵۰۶۔

(۴۹) الموطا: ۲/۵۶۷، والسنن الکبری للنسائی: ۷/۴۱۰۔

(۵۰) دیکھیے سنن دار قطنی، باب المہر: ۳/۲۷۶۔ رقم: ۱۱۶۔

(۵۱) مختصر اختلاف العلماء: ۲/۵۰۷۔ وبدائع الصنائع، کتاب اللعان: ۳/۲۴۵۔

لعان میں اس کا ذکر نہ کیا ہو۔ (۵۲) لیکن جمہور علماء فرماتے ہیں کہ بچے کی نفی کے لیے شوہر کی طرف سے وضاحت ضروری ہے کیونکہ خود لعان بچے کی نفی کے لیے مشروع نہیں ہے، لعان تو شوہر کو حد قذف اور بیوی کو حد زنا سے بچانے کے لیے ہے، شوہر بیوی پر زنا کی تہمت لگانے کے باوجود اگر بچے کو اپنا تسلیم کرتا ہے تو بچے کا نسب ثابت مانا جائے گا، اگر شوہر بچے کے نسب کی نفی کرتا ہے تو شوہر کی طرف سے بچے کی نفی ولادت کے وقت یا اس سے ایک دو دن بعد تو صحیح ہوگی لیکن اس کے بعد اس کی نفی کا اعتبار نہیں ہوگا، البتہ امام صاحب نے اس کے لیے کوئی خاص مدت متعین نہیں فرمائی، سات دن کی ایک روایت ان سے منقول ہے، امام ابویوسف اور امام محمد نے چالیس دن کی مدت مقرر فرمائی ہے، امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک فوراً نفی معتبر ہوگی ورنہ نہیں۔ (۵۴)

## ٣٤ - باب : قَوْلِ الْإِمَامِ : اللّٰهُمَّ بَيِّنْ .

٥٠١٠ : حدّثنا إِسْماعِيلُ قالَ : حَدَّثَنِي سُلَيْمانُ بْنُ بِلَالٍ ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قالَ : أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْقَاسِمِ ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ محمَّدٍ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ قالَ : ذُكِرَ الْمُتَلَاعِنَانِ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ ، فَقَالَ عاصِمُ بْنُ عَدِيٍّ فِي ذٰلِكَ قَوْلًا ثُمَّ انْصَرَفَ ، فَأَتَاهُ رَجُلٌ مِنْ قَوْمِهِ ، فَذَكَرَ لَهُ أَنَّهُ وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا ، فَقَالَ عاصِمٌ : ما ابْتُلِيتُ بِهٰذَا الْأَمْرِ إِلَّا لِقَوْلِي ، فَذَهَبَ بِهِ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَأَخْبَرَهُ بِالَّذِي وَجَدَ عَلَيْهِ امْرَأَتَهُ ، وَكانَ ذٰلِكَ الرَّجُلُ مُصْفَرًّا قَلِيلَ اللَّحْمِ سَبْطَ الشَّعَرِ ، وَكانَ الَّذِي وَجَدَ عِنْدَ أَهْلِهِ آدَمَ خَدْلًا كَثِيرَ اللَّحْمِ ، جَعْدًا قَطَطًا ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : (اللّٰهُمَّ بَيِّنْ). فَوَضَعَتْ شَبِيهًا بِالرَّجُلِ الَّذِي ذَكَرَ زَوْجُهَا أَنَّهُ وَجَدَ عِنْدَهَا ، فَلَاعَنَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بَيْنَهُمَا . فَقَالَ رَجُلٌ لِابْنِ عَبَّاسٍ فِي الْمَجْلِسِ : هِيَ الَّتِي قالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : (لَوْ رَجَمْتُ أَحَدًا بِغَيْرِ بَيِّنَةٍ لَرَجَمْتُ هٰذِهِ) ؟ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : لَا ، تِلْكَ امْرَأَةٌ كانَتْ تُظْهِرُ السُّوءَ فِي الْإِسْلَامِ . [ر : ٥٠٠٤]

---

(۵۲) فتح الباری: ۹/۵۶۵۔

(۵۳) تکملۃ فتح الملہم: ۱/۲۳۶۔

(۵۴) عمدۃ القاری: ۲۰/۳۰۲۔

اس باب سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ لعان کے بعد امام یہ کہے "اللھم بیّن" اے اللہ تو اصل حقیقت واضح فرما دیجیے یعنی پیدا ہونے والے بچے میں ایسی علامات ظاہر فرما دیجیے کہ ان سے معلوم ہوسکے کہ بچہ کس کا ہے، شوہر کا ہے یا جس پر تہمت لگائی گئی ہے اس کا ہے، (۵۵) اس طرح لوگوں کے درمیان اس کے متعلق جو ایک التباس ہوگا وہ ختم ہوجائے گا اور دوسروں کے لیے وہ عبرت ہوگا۔ آئندہ لوگ اس قسم کی حرکتوں سے پرہیز کیا کریں گے۔

حدیث باب "باب قول الامام للمتلاعنین...." میں گزر چکی ہے۔ جَعْداً (جیم کے فتحہ اور عین کے سکون کے ساتھ) گھونگھریالے بالوں والا قَطَطًا: جس کے بال بہت زیادہ گھونگھریالے ہوں۔

٣٥ - باب: إِذَا طَلَّقَهَا ثَلَاثًا، ثُمَّ تَزَوَّجَتْ بَعْدَ الْعِدَّةِ زَوْجًا غَيْرَهُ، فَلَمْ يَمَسَّهَا

٥٠١١: حدثنا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ: حَدَّثَنَا يَحْيَى: حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

حدثنا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: أَنَّ رِفَاعَةَ الْقُرَظِيَّ تَزَوَّجَ امْرَأَةً ثُمَّ طَلَّقَهَا. فَتَزَوَّجَتْ آخَرَ، فَأَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَذَكَرَتْ لَهُ أَنَّهُ لَا يَأْتِيهَا، وَأَنَّهُ لَيْسَ مَعَهُ إِلَّا مِثْلُ هُدْبَةٍ، فَقَالَ: (لَا، حَتَّى تَذُوقِي عُسَيْلَتَهُ وَيَذُوقَ عُسَيْلَتَكِ).

[ر: ٢٤٩٦]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ صحیح بخاری کے جتنے نسخے میرے علم میں ہیں ان میں مسائل عدت کے لیے "لعان" سے الگ مستقل "کتاب العدة" کا عنوان نہیں ہے، البتہ شرح ابن بطال میں اگلے باب "باب واللائی یئسن من المحیض" سے پہلے "کتاب العدة" اور اس کے بعض نسخوں میں "ابواب العدة" کا عنوان ہے لیکن یہ عنوان اگلے باب کے بجائے یہاں ہونا چاہیے کیونکہ اس باب کا لعان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ (۱)

(۵۵) فتح الباری: ۹/۵۲۶۔
(۱) فتح الباری: ۹/۵۸۰۔

## حلالۂ نکاح کا مسئلہ

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں حلالے کا مسئلہ بیان فرمایا ہے، اگر کسی آدمی نے اپنی بیوی کو طلاقِ مغلظہ دے دی اور اس کے بعد اس شخص کی بیوی نے دوسرے شخص سے نکاح کرلیا تو کیا محض نکاح شوہر اول کے حق میں حلالہ بن جائے گا اور اس کے لیے پھر پہلے شوہر سے اس نکاح کے بعد اگر طلاق ہوگئی تو عدت کے بعد نکاح جائز ہوجائے گا یا نہیں؟ اس میں تین قول ہیں:

❶ حضرت سعید بن المسیّب فرماتے ہیں کہ دوسرے شخص سے صرف نکاح کا ہوجانا تحلیل کے لیے کافی ہے، ابن الجوزی نے داود ظاہری کا قول بھی اسی کے مطابق نقل کیا ہے۔

❷ جمہور فقہاء فرماتے ہیں کہ دوسرے شخص سے نکاح اور جماع دونوں کا ہونا تحلیل کے لیے ضروری ہیں، صرف نکاح حلالے کے لیے کافی نہیں بلکہ وطی بھی ضروری ہے، البتہ انزال شرط نہیں۔

❸ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دوسرے شخص سے صرف نکاح اور جماع کا ہونا تحلیل کے لیے کافی نہیں بلکہ انزال بھی اس کے لیے ضروری ہے۔ (۳)

جمہور کا مستدل روایتِ باب ہے جس میں حضرت رفاعہ قرظی کا واقعہ مذکور ہے حضرت رفاعہ قرظی کی بیوی نے دوسرے شخص سے نکاح کیا، نکاح کے بعد وہ شوہر اول کے پاس آنا چاہ رہی تھی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا "لا، حتی تذوقی عسیلتہ، ویذوق عسیلتک" عُسَیْلَة سے جماع مراد ہے، حضرت عائشہؓ سے اس کی یہی تفسیر منقول ہے۔ (۴) تو اس حدیث سے یہ بات صاف معلوم ہوئی کہ عورت جب تک دوسرے شوہر سے نکاح کے بعد جماع نہ کرلے اس وقت تک وہ شوہر اول کے لیے حلال نہیں ہوسکتی ہے۔

## اِمْرَأَة رفاعہ کا واقعہ

❶ یہاں حدیث باب میں امراہ رفاعہ کا واقعہ بیان کیا گیا ہے، رفاعہ بن سَمَوْأَل (بروزن، غَضَنْفَر) قرظی نے بنو قریظہ ہی کی ایک عورت سے شادی کی، اس عورت کے نام کے بارے میں اختلاف ہے تَمِیمہ (تاء کے فتحہ کے ساتھ) تُمَیْمَہ (تصغیر کے ساتھ) سُہَیْمہ، اُمَیْمہ مختلف نام روایات میں ملتے ہیں۔

(۵) رفاعہ نے اس کو طلاق مغلظہ دیدی تو اس نے ایک دوسرے شخص سے شادی کی جس کا نام

---

(۳) مذاہب کی مذکورہ تفصیل کے لیے دیکھیے فتح الباری: ۵۸۳/۹۔ ۵۸۴، وعمدۃ القاری، باب من اجاز طلاق الثلاث: ۲۳۶/۲۰۔

(۴) عمدۃ القاری: ۲۳۶/۲۰

(۵) فتح الباری: ۵۸۰/۹۔

عبدالرحمن بن الزَّبِیْر (زاء کے فتحہ اور باء کے کسرہ کے ساتھ)، عبدالرحمن اس کے ساتھ جماع کرنے پر کسی وجہ سے قادر نہ ہوسکا تو وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور شکایت کی کہ وہ جماع پر قادر نہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شاید تو اپنے پہلے شوہر رفاعہ کے پاس جانا چاہتی ہے لیکن اس کے لیے تو اس وقت تک حلال نہیں ہوسکتی جب تک تو اس دوسرے شوہر کے جماع سے لطف اندوز نہ ہوجائے۔

لیس معه الامثل هُدْبَة یعنی اس کے پاس نہیں ہے مگر کپڑے کے پھندے کی طرح، هدبة (ہاء کے ضمہ اور دال کے سکون کے ساتھ) کپڑے کی طرف کو کہتے ہیں، وَأَرَادَتْ أَنَّ ذَكَرَهُ يُشْبِهُ الْهُدْبَةَ فی الاسترخاء وعَدَم الانتشار۔ (٦) حتی تذوقی عُسَیْلَةَ: یہاں تک کہ تو اس کا شہد چکھ لے یعنی اس سے جماع کرکے لطف اندوز ہوجائے عُسَیْلَة: عَسَلٌ کی تصغیر ہے، عَسَلٌ مؤنث ہے، اس لیے اس کی تصغیر میں تاء تانیث ہے، عُسَیْلَة کی تفسیر ماقبل میں حضرت عائشہؓ کے حوالہ سے گزر چکی ہے کہ اس سے جماع مراد ہے، ازہری فرماتے ہیں "الصواب أن معنى العُسَيْلة حلاوة الجماع الذی يحصل بتغييب الحَشَفة فی الفرج" (٧)

❷ عہد نبوی میں اس طرح کے ایک دوسرے واقعہ کا ذکر بھی روایات میں ملتا ہے چنانچہ مقاتل بن حیان نے اپنی تفسیر میں قرآن کریم کی آیت "فَلَاتحل لہ مِنْ بَعْدُ حَتّٰی تَنْکِحَ زَوْجًا غَيْرَه" کی شان نزول میں ذکر کیا ہے کہ یہ آیت عائشہ بنت عبدالرحمن بن عتیک کے متعلق نازل ہوئی، وہ اپنے چچازاد رفاعہ بن وہب بن عتیک کے نکاح میں تھی، رفاعہ بن وہب نے اس کو تین طلاقیں دیں تو اس نے عبدالرحمن بن زبیر سے شادی کی، عبدالرحمن نے اس کو طلاق دی تو وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور کہا کہ عبدالرحمن نے مجھے جماع کیے بغیر طلاق دیدی اب کیا میں اپنے پہلے شوہر کے پاس جاسکتی ہوں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "نہیں" ۔ (٨)

بعض حضرات نے مذکورہ دونوں واقعات کو ایک شمار کیا ہے لیکن حافظ ابن حجر فرماتے ہیں

---

(٦) فتح الباری: ۵۸۲/۹ ۔ کتاب اللباس کی روایت میں ہے: "ان رفاعة طلق امرأته، فتزوجها عبدالرحمن بن الزبیر، قالت عائشة: فجاءت... وعليها خمار اخضر فشكت اليها... اى الى عائشة... من زوجها، وارتها خضرة بجلدها، فلما جاء رسول الله صلى الله عليه وسلم: والنساء ينصرن بعضهن بعضا، قالت عائشة: مارأيت مايلقى المؤمنات، لجلدها اشد خضرة من ثوبها، وسمع زوجها، فجاء... ومعه ابنان له من غيرها... قالت: والله مالى اليه من ذنب الا ان مامعه ليس باغنى عنى من هذه... واخذت هدبة من ثوبها... فقال: كذبت والله يارسول الله، انى لانفضها نفض الاديم، ولكنها ناشزة، تريد رفاعة، قال: فان كان ذلك، لم تحل له الحديث وانظر فتح البارى: ۵۸۲/۹ ۔

(٧) ارشاد الساری: ۱۲/ و فتح الباری: ۵۸۳/۹

(٨) فتح الباری: ۵۸۱/۹ و تفسیر الدر المنثور فی التفسیر بالماثور: ۲۸۳/۱ ۔

کہ غالب یہ ہے کہ مذکورہ دونوں واقعات الگ الگ ہیں کیونکہ پہلا واقعہ رفاعہ بن سَمَوْأل کی بیوی کا ہے اور دوسرا واقعہ رفاعہ بن وہب کا ہے اور دونوں عورتوں نے دوسری شادی عبدالرحمن بن زُبَیر سے کی۔ (۹)

❷ اس طرح کا ایک تیسرا واقعہ امام نسائی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ غُمَیصاء یا رُمَیصاء نامی عورت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنے شوہر کی شکایت کرنے لگی کہ وہ جماع پر قادر نہیں ہے، تو اس کے شوہر نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یہ جھوٹ بولتی ہے، دراصل یہ اپنے پہلے شوہر کے پاس جانا چاہتی ہے، اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لیس ذلک لها حتی تذوق عسیلته" (۱۰)

بہرحال ان تمام روایات کے پیش نظر جمہور علماء فرماتے ہیں کہ مطلقہ مغلظہ پہلے شوہر کے لیے اسی وقت حلال ہوسکتی ہے جب دوسرا شوہر نکاح کے بعد اس سے جماع بھی کرے اور جماع کے بعد پھر طلاق دیدے تو تب عدت گزرنے کے بعد وہ شوہر اول کے لیے حلال ہوگی۔

## حنفیہ کے مسلک پر ایک اشکال اور اس کا جواب

حنفیہ کے نزدیک خبر واحد سے کتاب اللہ پر زیادتی جائز نہیں! حنفیہ کے مسلک پر یہاں یہ اشکال ہوتا ہے کہ حدیث باب، خبر واحد ہے اس سے قرآن کریم کی آیت "حتی تنکح زوجا غیرہ" پر زیادتی جائز نہیں، آیت میں صرف نکاح کا ذکر ہے، حدیث سے جماع کی قید کا اضافہ کرنا جائز نہیں ہونا چاہیے۔

❶ اس کا ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ حنفیہ کے نزدیک نکاح وطی کے معنی میں حقیقت ہے اور مذکورہ آیت کریمہ میں نکاح اسی حقیقی معنی میں مستعمل ہے اس لیے حدیث سے اس پر زیادتی نہیں ہوئی بلکہ حدیث ظاہر قرآن کی موافق ہے۔ (۱۱)

❷ دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ حدیث باب خبر واحد نہیں بلکہ خبر مشہور ہے اور خبر مشہور سے زیادتی فی النص جائز ہے (۱۲) چنانچہ امام ابوبکر جصاص رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

---

(۹) فتح الباری: ۹/۵۸۱-۵۸۲۔

(۱۰) فتح الباری: ۹/۵۸۱۔ والدر المنثور فی التفسیر بالماثور: ۱/۲۸۴۔ (سورۃ البقرہ)

(۱۱) فتح الباری: ۹/۵۸۵۔

(۱۲) عمدۃ القاری: ۲۰/۲۳۶ (باب من اجاز طلاق الثلاث)

وقد وردت عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم أخبار مستفیضة فی أنها لا تحل للأول حتی یطأها الثانی، منها حدیث الزہری عن عروة عن عائشة أن رفاعة القرظی... وروی ابن عمر، وأنس بن مالک عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مثلہ، ولم یذکرا قصة امرأة رفاعة، وهذه أخبار قد تلقاها الناس بالقبول، واتفق الفقهاء علی استعمالها، فهی عندنا فی حیز التواتر، ولا خلاف بین الفقهاء فی ذلک إلا شئی یروی عن سعید بن المسیب، أنه قال: إنها تحل للأول بنفس عقد النکاح، دون الوطء، ولم نعلم أحدا تابعہ علیه، فهو شاذ۔ (۱۳)

٣٦ - باب: «وَاللَّائِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِنْ نِسَائِكُمْ إِنِ ارْتَبْتُمْ» /الطلاق: ٤/.
قَالَ مُجَاهِدٌ: إِنْ لَمْ تَعْلَمُوا يَحِضْنَ أَوْ لَا يَحِضْنَ، وَاللَّائِي قَعَدْنَ عَنِ الْمَحِيضِ، وَاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ: «فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ» /الطلاق: ٤/.

اس باب سے پہلے ابن بطال کے نسخہ میں "کتاب العدة" کا عنوان ہے، بعض میں "أبواب العدة" کا عنوان ہے، امام بخاری رحمہ اللہ یہاں سے عدت کے مسائل بیان فرماتے ہیں عِدَّة: عَدَّ، یَعُدُّ سے مصدر ہے بمعنی گننا، اصطلاحِ شرع میں عدت کی تعریف ہے هی تربص أی انتظار مدة، تلزم المرأة عند زوال النکاح (۱۴)

## نابالغ لڑکیوں اور بوڑھی عورتوں کی عدت

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: العِدّة اسم لمدة تتربص بها المرأة عن التزویج بعد وفاة زوجها، أو فراقه لها، إما بالولادة، أو بالأقراء، أو الأشهر (۱۵)

باب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے سورۂ طلاق کی آیت کریمہ ذکر فرمائی ہے جس میں دو قسم کی عورتوں کی عدت بیان کی گئی ہے ایک وہ عورتیں جو سن یاس کو پہنچ جائیں اور ان کو حیض آنا بند

(۱۳) احکام القرآن للجصاص، باب ذکر الاختلاف فی الطلاق بالرجال: ۱/۳۹۰۔
(۱۴) عمدة القاری: ۲۰/۳۰۳۔
(۱۵) فتح الباری: ۹/۵۸۷۔

ہوجائے، دوسری وہ بچیاں جن کو حیض آنا ابھی شروع نہیں ہوا، ان دونوں قسم کی عورتوں کی عدت تین ماہ ہے۔

آیت کریمہ میں "إِنِ ارْتَبْتُمْ" کی تفسیر میں امام بخاری رحمہ اللہ نے مجاہد کا قول نقل کیا ہے ان لم تعلموا یحِضن اولا یحضن یعنی "ان ارتبتم" کے معنی یہ ہیں کہ تم کو معلوم نہ ہو کہ ان عورتوں کو ابھی حیض آئے گا یا نہیں، جن عورتوں کے حیض آنے اور نہ آنے کے متعلق تم کو شک اور ارتیاب ہو ان کی عدت تین ماہ ہے۔

لیکن جمہور علماء فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں ارتیاب فی اتیان الحیض وفی عدم اتیان الحیض مراد نہیں یعنی حیض آنے، نہ آنے میں شک وارتیاب مراد نہیں بلکہ ارتیاب فی الحکم مراد ہے یعنی مذکورہ دونوں قسم کی عورتوں کے حکم میں اگر تم کو شک اور ارتیاب ہے کہ ان کی عدت کا قانون کیا ہونا چاہیے اور ان کے لیے شریعت کا کیا فیصلہ ہے تو ان کی عدت تین ماہ بتادی گئی ہے۔

چنانچہ واحدی نے اس آیت کریمہ کی شان نزول مین روایت نقل کی ہے کہ سورۂ بقرہ میں جب عدت کی آیات نازل ہوئیں تو حضرت ابی بن کعب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ لوگ کہہ رہے ہیں کہ بعض عورتیں ایسی باقی رہ گئی ہیں کہ ان کی عدت کا حکم نازل نہیں ہوا، آپ نے پوچھا، وہ کونسی عورتیں ہیں؟ انھوں نے عرض کیا الصغار والکبار وذوات الحمل یعنی بچیاں اور سن یاس تک پہنچ جانے والی بوڑھی عورتیں اور حاملہ عورتیں، تو اس پر مذکورہ آیت کریمہ نازل ہوئی، جس میں ان عورتوں کی عدت کا حکم بیان کیا گیا ہے۔ (۱۷) مجاہد کی تعلیقِ باب کو فریابی نے موصولاً نقل کیا ہے۔ (۱۸)

### ۳۷ - باب: «وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ» /الطلاق: ٤/.

٥٠١٢: حدّثنا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ هُرْمُزَ الْأَعْرَجِ قالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: أَنَّ زَيْنَبَ بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ أَخْبَرَتْهُ، عَنْ أُمِّهَا أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ: أَنَّ امْرَأَةً مِنْ أَسْلَمَ، يُقَالُ لَهَا سُبَيْعَةُ، كانَتْ تَحْتَ

---

(۱٦) ارشاد الساری: ۹۳/۱۲۔

(۱۷) عمدۃ القاری: ۳۰۳/۲۰۔

(۱۸) ارشاد الساری: ۹۳/۱۲۔

زَوْجِهَا ، تُوُفِّيَ عَنْهَا وَهِيَ حُبْلَى ، فَخَطَبَهَا أَبُو السَّنَابِلِ بْنُ بَعْكَكٍ ، فَأَبَتْ أَنْ تَنْكِحَهُ ، فَقَالَ : وَاللهِ ما يَصْلُحُ أَنْ تَنْكِحِيهِ حَتَّى تَعْتَدِّي آخِرَ الْأَجَلَيْنِ ، فَمَكَثَتْ قَرِيبًا مِنْ عَشْرِ لَيَالٍ ، ثُمَّ جاءَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ : (أَنْكِحِي) . [ر : ٤٦٢٦]

٥٠١٣ : حدَّثنا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ ، عَنِ اللَّيْثِ ، عَنْ يَزِيدَ : أَنَّ ابْنَ شِهَابٍ كَتَبَ إِلَيْهِ : أَنَّ عُبَيْدَ اللهِ بْنَ عَبْدِ اللهِ أَخْبَرَهُ ، عَنْ أَبِيهِ : أَنَّهُ كَتَبَ إِلَى ابْنِ الْأَرْقَمِ : أَنْ يَسْأَلَ سُبَيْعَةَ الْأَسْلَمِيَّةَ : كَيْفَ أَفْتَاهَا النَّبِيُّ ﷺ ؟ فَقَالَتْ : أَفْتَانِي إِذَا وَضَعْتُ أَنْ أَنْكِحَ . [ر : ٣٧٧٠]

٥٠١٤ : حدَّثنا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ : حَدَّثَنَا مالِكٌ ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ : أَنَّ سُبَيْعَةَ الْأَسْلَمِيَّةَ نُفِسَتْ بَعْدَ وَفاةِ زَوْجِهَا بِلَيَالٍ ، فَجَاءَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَاسْتَأْذَنَتْهُ أَنْ تَنْكِحَ ، فَأَذِنَ لَهَا ، فَنَكَحَتْ .

## حاملہ عورتوں کی عدت

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں حاملہ عورتوں کی عدت کا مسئلہ بیان فرمایا ہے کہ ان کی عدت وضع حمل ہے جیسا کہ قرآن کریم کی آیت میں ہے اور یہی جمہور علماء اور ائمہ اربعہ کا مسلک ہے البتہ حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن عباس سے منقول ہے کہ حاملہ عورتوں کی عدت أَبْعَدُ الأَجلین ہوگی یعنی اگر وضع حمل چار ماہ دس دن سے پہلے ہوجاتا ہے تو عدت چار ماہ دس دن ہوگی اور اگر وضع حمل چار ماہ دس دن کے بعد ہوتا ہے تو عدت وضع حمل ہوگی۔ حضرت ابن عباسؓ سے مذہب جمہور کی طرف رجوع بھی منقول ہے۔ (۱۹) روایتِ باب جمہور کا مستدل ہے کہ اس میں وضع حمل کو عدت قرار دیا گیا ہے، کتاب التفسیر میں اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

## حضرت سُبَیعہ کا واقعہ

باب کی روایات میں سُبَیعہ بنت حارث کا واقعہ نقل کیا گیا ہے، ان کے شوہر حضرت سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا، جیسا کہ کتاب المغازی کی روایت میں ہے۔ (۲۰) وضع حمل کے بعد ابوالسنابل نے ان کے پاس پیغام نکاح بھیجا تو انھوں نے انکار کیا، موطا کی روایت میں ہے کہ

(۱۹) عمدۃ القاری: ۲۰/۳۰۴۔ (۵۰۱۴) الحدیث قد انفرد بتخریجہ البخاری۔

(۲۰) کشف الباری، کتاب المغازی باب فضل من شہد بدرا: ۱۴۵

ان کو دو آدمیوں نے پیغام نکاح دیا تھا جن میں ایک جوان اور دوسرا ادھیڑ عمر تھا۔ (۲۱) جو جوان تھا اس کا نام ابوالبشر بن حارث تھا (۲۲) اور ابوالسنابل ادھیڑ عمر تھا اس لیے سبیعہ نے جوان کے پیغامِ نکاح کو قبول کرنا چاہا، اس پر ابوالسنابل نے کہا کہ جب تک چار ماہ دس دن نہ گزر جائیں اس وقت تک تمھارے لیے کسی سے نکاح کرنا حلال نہیں، ان کا وضع حمل شوہر کی وفات کے دو تین ماہ بعد ہوا تھا، بعض روایات میں دو ماہ، بعض میں چالیس دن، بعض میں پچیس دن کا ذکر ہے۔ (۲۳) بہرحال چار ماہ دس دن ابھی نہیں گزرے تھے۔ ابوالسنابل نے یہ اس لیے کہا کہ اس وقت سبیعہ کے دوسرے رشتہ دار موجود نہیں تھے، ان کا خیال تھا کہ تب تک ان کے رشتہ دار آجائیں گے اور ان سے بات ہوگی تو شاید یہ میرے ساتھ نکاح پر آمادہ ہوجائیں۔ (۲۴) سبیعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا کہ میرا وضع حمل ہوگیا ہے کیا اب میں نکاح کرسکتی ہوں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نکاح کرسکتی ہے۔

## فقال: واللہِ مَا یَصْلُحُ أَنْ تَنْکِحِیْہِ

صحیح بخاری کے کئی نسخوں میں "فقال" کے بجائے "فقالت" ہے لیکن صحیح "فقال" مذکر کا صیغہ ہے، ضمیر ابوالسنابل کی طرف راجع ہے "أَنْ تنکحیہ" میں "أَنْ" مصدریہ ہے اور بتاویل مصدر ہوکر یہ جملہ "یَصْلُحُ" کا فاعل ہے، ابوالسنابل کے مختلف نام روایات میں آتے ہیں، عمرو، عامر، أصرم، عبداللہ (۲۵)

باب کی دوسری روایت کتاب المغازی میں تفصیل سے گزر چکی ہے (۲۶) تیسری روایت میں ہے "ان سبیعۃ نُفِسَتْ" (نون کے ضمہ اور فاء کے کسرہ کے ساتھ) بمعنی وَلَدَت۔

(۲۱) فتح الباری: ۹/ ۵۹۰۔

(۲۲) فتح الباری: ۹/ ۵۹۰، وارشاد الساری: ۱۲/ ۹۴۔

(۲۳) فتح الباری: ۹/ ۵۹۲۔

(۲۴) چنانچہ موطا کی روایت میں ہے "... وکان اھلھا غیبا، ورجا، اذا جاء اھلھا ان یؤثروہ بھا..." (دیکھیے الموطا للامام مالک، کتاب الطلاق، باب عدۃ المتوفی عنھا زوجھا اذا کانت حاملا: ۲/ ۵۸۹۔)

(۲۵) فتح الباری: ۹/ ۵۹۰۔

(۲۶) دیکھیے کشف الباری، کتاب المغازی، باب من شھد بدرا: ۱۴۵

٣٨ - باب : قَوْلِ اللهِ تعَالَى : «وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ» /البقرة: ٢٢٨/ .

وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ : فِيمَنْ تَزَوَّجَ فِي الْعِدَّةِ ، فَحَاضَتْ عِنْدَهُ ثَلَاثَ حِيَضٍ : بَانَتْ مِنَ الْأَوَّلِ ، وَلَا تَحْتَسِبُ بِهِ لِمَنْ بَعْدَهُ ، وَقَالَ الزُّهْرِيُّ : تَحْتَسِبُ. وَهٰذَا أَحَبُّ إِلَى سُفْيَانَ ، يَعْنِي قَوْلَ الزُّهْرِيِّ .

وَقَالَ مَعْمَرٌ : يُقَالُ : أَقْرَأَتِ الْمَرْأَةُ إِذَا دَنَا حَيْضُهَا ، وَأَقْرَأَتْ إِذَا دَنَا طُهْرُهَا ، وَيُقَالُ : ما قَرَأَتَ بِسَلًى قَطُّ ، إِذَا لَمْ تَجْمَعْ وَلَدًا فِي بَطْنِهَا .

مطلقات کی عدت قرآن کریم کی مذکورہ آیت کریمہ میں تین قروء بتائی گئی ہے، اس پر تو سب کا اتفاق ہے لیکن "قرء" کی تفسیر میں اختلاف ہے۔

حضرات حنفیہ کے نزدیک "قرء" یہاں حیض کے معنی میں ہے اور یہی امام احمد بن حنبلؒ کا صحیح قول ہے، حضرات صحابہ میں سے حضرت عمر بن الخطابؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے بھی یہی قول منقول ہے، بلکہ اثرم نے امام احمدؒ سے نقل کیا ہے کہ اکابر صحابہ کا یہی قول ہے۔

امام شافعیؒ، امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ "قرء"، "طہر" کے معنی میں ہے، حضرات صحابہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت عائشہؓ سے یہی قول منقول ہے، امام احمدؒ کی ایک روایت بھی اسی کے مطابق ہے۔ (۲۷)

## امام بخاریؒ کا رجحان

امام بخاری رحمہ اللہ نے باب میں حضرت ابراہیم نخعی کا جو اثر نقل کیا ہے، اس میں اگرچہ ایک دوسرا مسئلہ بیان ہوا ہے لیکن اس اثر کے ذکر کرنے سے امام بخاری رحمہ اللہ کا رجحان اور میلان اس طرف معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک "قرء" حیض کے معنی میں ہے اور وہ اس مسئلہ میں حضرات حنفیہ کی موافقت کررہے ہیں کیونکہ اس اثر میں مطلقہ کی عدت حیض سے شمار کی گئی ہے، طہر سے نہیں۔

---

(۲۷) دیکھیے بدایۃ المجتہد، کتاب الطلاق، الباب الاول فی العدۃ، الفصل الاول فی عدۃ الزوجات: ۳/ ۸۹۔

## حضرت ابراہیم نخعی کے اثر کا حاصل

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے اثر کا حاصل یہ ہے کہ ایک مطلقہ عورت نے عدت کے اندر دوسری شادی کرلی، مثلاً ابھی اس کی عدت کا ایک ہی حیض گزرا تھا کہ اس نے دوسرا نکاح کرلیا، نکاح کے بعد دوسرے شوہر نے بھی طلاق دیدی، اب پہلے شوہر کی عدت بھی اس پر لازم ہے اور دوسرے شوہر کی عدت بھی اس پر لازم ہے، پہلے شوہر کی عدت ختم ہونے کے لیے دو حیض اور دوسرے شوہر کی عدت کے لیے تین حیض باقی ہیں تو اب جو دو حیض آئیں گے ان کو دوسرے شوہر کی عدت میں بھی شمار کیا جائے گا یا نہیں؟ ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ یہ دو حیض دوسرے شوہر کی عدت میں شمار نہیں ہوں گے، بلکہ صرف پہلے شوہر کی عدت میں شمار ہوں گے اور دوسرے شوہر کی عدت کے لیے اس کے بعد مستقل تین مزید حیض اس کو گزارنے ہوں گے لیکن امام زہری فرماتے ہیں کہ یہ دو حیض دوسرے شوہر کی عدت کے لیے بھی شمار ہوں گے، آگے دوسری عدت پوری ہونے کے لیے صرف ایک حیض کی ضرورت ہوگی، اس طرح کل چار حیض سے دونوں شوہروں کی عدت گزر جائے گی، زہری کے اس قول کو سفیان نے بھی پسندیدہ قرار دیا اور حنفیہ کا بھی یہی مسلک ہے، امام مالک کی ایک روایت بھی اسی کے مطابق ہے۔ (۲۸) حضرت ابراہیم نخعی کی اس تعلیق کو ابن ابی شیبہ نے موصولاً نقل کیا ہے۔ (۲۹)

### وقال معمر: أَقْرَأَتِ المرأةُ، اذا دنا حيضها، وأَقْرَأَتْ، اذا دنا طهرها

ابوعبیدہ معمر بن مثنی فرماتے ہیں کہ "اقرات" کا استعمال اس وقت بھی ہوتا ہے جب حیض کا زمانہ قریب آجائے اور اس وقت بھی ہوتا ہے جب زمانہ طہر قریب آجائے، حاصل یہ کہ مذکورہ لفظ حیض اور طہر دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

### ويقال: ماقَرَأَتْ بِسَلاً قط، إذالَمْ تَجْمَعْ وَلَداً في بطنها

ماقَرَأَتْ بِسَلاً قط اس وقت کہا جاتا ہے جب عورت بانجھ ہو اور وہ پیٹ میں بچے کو جمع نہ کرسکے، معلوم ہوا قرء کے معنی جمع کرنے کے آتے ہیں، حیض کو قرء اس لیے کہا جاتا ہے

---

(۲۸) الابواب والتراجم: ۸۳/۲، وفتح الباری: ۵۹۵/۹۔ وارشاد الساری: ۹۶/۱۲۔

(۲۹) ارشاد الساری: ۹۶/۱۲۔

کہ اس میں جمع شدہ خون کا خروج ہوتا ہے اور طہر کو قرء اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں رحم کے اندر خون جمع ہوا کرتا ہے، کتاب التفسیر میں سورۂ نور کے تحت بھی یہ جملہ گزر چکا ہے۔ (۳۰)

### ۳۹ – باب : قِصَّةِ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ.

وَقَوْلِ اللّٰهِ : «وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَنْ يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ وَتِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ لَا تَدْرِي لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ أَمْرًا» /الطلاق: ١/. «أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِنْ وُجْدِكُمْ وَلَا تُضَارُّوهُنَّ لِتُضَيِّقُوا عَلَيْهِنَّ وَإِنْ كُنَّ أُولَاتِ حَمْلٍ فَأَنْفِقُوا عَلَيْهِنَّ حَتَّى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ – إِلَى قَوْلِهِ – بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا» /الطلاق: ٦ – ٧/.

امام بخاری رحمہ اللہ نے فاطمہ بنت قیس کا واقعہ تفصیل کے ساتھ بیان نہیں کیا ہے، اس لیے کہ ان کے قصے کی روایات امام بخاری کی شرط کے مطابق نہیں ہیں، البتہ امام مسلم اور امام ابوداود نے ان کا قصہ تفصیل سے بیان کیا ہے، امام بخاری نے ان کے قصے کی طرف اشارہ کیا ہے۔

---

(۳۰) دیکھیے کشف الباری، کتاب التفسیر: ۴۶۴۔

(۳۹) (بيوتهن) مساكنهن التي يسكنها وهي بيوت الأزواج. (يخرجن) حتى تنقضي عدتهن. (بفاحشة) زنا، فيخرجن لإقامة الحد عليهن. وقيل: الفاحشة النشوز وسوء الخلق، فيسقط حقهن بالسكنى. (مبينة) ظاهرة وثابتة. (حدود الله) أحكام شرعه. (أمرًا) رجعة. (أسكنوهن) أي المطلقات حتى تنقضي عدتهن. (من حيث سكنتم) من مكان سكناكم ونوعه. (وجدكم) سعتكم وطاقتكم. (تضاروهن) تؤذوهن. (لتضيقوا عليهن) في المسكن حتى يخرجن. (أولات حمل) ذوات حمل، حبالى. (إلى قوله) وتتمتها: «فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ وَأْتَمِرُوا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوفٍ وَإِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهُ أُخْرَى. لِيُنْفِقْ ذُو سَعَةٍ مِنْ سَعَتِهِ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنْفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللّٰهُ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا مَا آتَاهَا سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا». (أرضعن لكم) أولادكم منهن. (أجورهن) على الإرضاع. (ائتمروا بينكم بمعروف) تعاملوا فيما بينكم وبينهن بما هو حسن وخير، مما يحقق مصلحة الأولاد. (تعاسرتم) اختلفتم في أمر الإرضاع. (أخرى) امرأة أخرى غير أمه. ولا تكره أمه على إرضاعه إلا إذا لم يأخذ ثدي غيرها. (ذو سعة) ذو غنى. (من سعته) على قدر غناه. (قدر) ضيق وقلل. (آتاه الله) على قدر ما أعطاه الله تعالى. (عسر) ضيق ومشقة في المعيشة والنفقة. (يسرًا) سعة لمن صبر ورضي.

## حضرت فاطمہ بنت قیسؓ کا واقعہ

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا صاحب عقل وجمال عورت تھیں، ابوعمرو بن حفص نے ان سے نکاح کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یمن بھیجا تو ابوعمرو بھی ان کے ساتھ گئے اور وہیں سے انہوں نے اپنی بیوی فاطمہ کو تیسری طلاق بھیجی اور اپنے چچازاد بھائی حارث بن ھشام کو کہلا بھیجا کہ فاطمہ کو کچھ کھجوریں اور جَو دیدیں، فاطمہ کو وہ کم معلوم ہوئے اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر شکایت کی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا "لیس لکِ سُکنیٰ ولا نفقۃ" (۳۱) اور انہیں حکم دیا کہ "تم ام شریک کے گھر میں عدت پوری کرو" پھر فرمایا کہ ام شریک کے پاس ہمارے اصحاب بکثرت آتے جاتے ہیں اس لیے وہاں کے بجائے تم عبداللہ ابن ام مکتوم کے گھر عدت پوری کرو، اس لیے کہ وہ نابینا آدمی ہیں، وہاں تم آزادی اور بے تکلفی کے ساتھ رہ سکو گی، جب تمھاری عدت پوری ہوجائے تو مجھے اطلاع دینا، چنانچہ عدت پوری ہونے پر انھوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی اور کہا کہ مجھے معاویہ بن ابی سفیان اور ابو جہم نے نکاح کا پیغام بھیجا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابو جہم تو اپنی لاٹھی کندھے سے نہیں اتارتا (بہت سخت گیر ہیں) اور معاویہ مفلس آدمی ہیں اس کے پاس مال نہیں ہے، تم اسامہ بن زید سے نکاح کرلو، چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے پر فاطمہ نے اسامہ سے نکاح کرلیا، فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں ایسی خیر عطا فرمائی کہ عورتیں مجھ پر رشک کرنے لگیں۔ (۳۲)

## مُعتدہ مبتوتہ کے نفقہ اور سُکنیٰ کا حکم

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں دراصل معتدہ مبتوتہ کے نفقہ اور سکنی کا مسئلہ بیان کیا ہے یعنی وہ عورت جس کو طلاق بائن دی گئی اور وہ غیر حاملہ ہے تو دورانِ عدت اس کو شوہر کی طرف سے نفقہ اور سکنی ملے گا کہ نہیں، اس میں اختلاف ہے:

مطلقہ رجعیہ کو تو بالاتفاق دوران عدت نفقہ اور سکنی ملے گا، مطلقہ مبتوتہ اگر حاملہ ہے تو اس کو بھی بالاتفاق دوران عدت نفقہ اور سکنی ملے گا اختلاف مطلقہ مبتوتہ غیر حاملہ میں ہے۔

---

(۳۱) فتح الباری: ۵۹۷/۹۔

(۳۲) صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب المطلقۃ البائن لا نفقۃ لھا: ۱۱۱۴/۲، رقم الحدیث: ۱۴۸۰۔

❶ امام احمد، امام اسحاق، حسن بصری اور ظاہریہ کے نزدیک معتدہ مبتوتہ غیرحاملہ کو دوران عدت نہ نفقہ ملے گا، نہ سکنی۔

❷ امام ابوحنیفہ، سفیان ثوری، ابراہیم نخعی کے نزدیک اس کو دوران عدت نفقہ اور سکنی دونوں ملیں گے، حضرت عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے بھی یہی قول منقول ہے۔

❸ امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک اس کو دوران عدت سکنی ملے گا البتہ نفقہ نہیں ملے گا (۳۳) اور امام بخاریؒ کا رجحان بھی اسی طرف معلوم ہوتا ہے کیونکہ انہوں نے باب میں جو آیت ذکر فرمائی اس سے سکنی ثابت ہوتا ہے اور نفقہ کے وجوب کے متعلق کوئی دلیل انہوں نے ذکر نہیں کی، فاطمہ بنت قیس کے واقعہ کے متعلق حضرت عائشہؓ کی تردید والی روایت ذکر فرمائی۔

امام احمد، امام اسحاق، حضرت فاطمہ بنت قیس کے واقعہ سے استدلال کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا "لانفقة لک ولاسکنی" تمھارے لیے نہ نفقہ ہے، نہ سکنی ہے۔

امام مالک اور امام شافعی رحمہ اللہ کا مستدل قرآن کریم کی آیت ہے جو امام بخاری نے یہاں ترجمۃ الباب میں ذکر فرمائی ہے "أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنتُم مِّن وُجْدِكُمْ وَلَا تُضَارُّوهُنَّ لِتُضَيِّقُوا عَلَيْهِنَّ وَإِن كُنَّ أُولَاتِ حَمْلٍ فَأَنفِقُوا عَلَيْهِنَّ حَتَّىٰ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ" یعنی "ان مطلقہ عورتوں کو رہائش وسکنی دو جہاں تم خود رہتے ہو اپنی طاقت کے مطابق اور ان کو ایذاء نہ دو کہ تم ان پر تنگی ڈال دو اور اگر وہ حاملہ ہوں تو ان پر خرچ کرو یہاں تک کہ وضع حمل ہوجائے۔"

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے سکنی کا حکم تو مطلق دیا ہے اور نفقہ کا حکم حاملہ ہونے کے ساتھ مقید کیا ہے، امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک چونکہ مفہوم مخالف حجت ہے اور اس کا اعتبار ہوتا ہے اس لیے وہ اس آیت کریمہ سے ثابت کرتے ہیں کہ اگر عورت حاملہ نہ ہو تو اس کو نفقہ نہیں ملے گا۔ (۳۴)

حضرت فاطمہ بنت قیس کے قصے سے بھی وہ اس طرح استدلال کرتے ہیں کہ اس میں دو حکم ہیں، "لانفقة لکِ ولاسکنی" سکنی کا حکم چونکہ قرآن کریم کی آیت "اسکنوھن" سے معارض ہے اس لیے اس کا اعتبار نہیں ہوگا البتہ نفقہ کا حکم چونکہ کسی آیت کے معارض نہیں اس

(۳۳) مذاہب کی مذکورہ تفصیل کے لیے دیکھیے الابواب والتراجم: ۲/۸۳، وعمدۃ القاری: ۲۰/۳۰۷، وفتح الباری: ۹/۶۰۰۔ وبدایۃ المجتہد، کتاب الطلاق، بیان احکام العدد: ۲/۹۵۔

(۳۴) فتح الباری: ۹/۶۰۰

لیے اس کا اعتبار ہوگا۔

## دلائل احناف

حضرات حنفیہ بھی اپنے مسلک کے لیے قرآن وحدیث و آثار سے دلائل پیش کرتے ہیں :

❶ سورۃ بقرہ میں ہے "وَلِلْمُطَلَّقَاتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ" اس آیت میں " مطلقات" کا لفظ رجعیہ اور مبتوتہ دونوں کو شامل ہے ، اسی طرح "متاع" کا لفظ نفقہ اور کسوہ سب کو شامل ہے ۔ (۳۵)

❷ ایک دوسری آیت میں مطلقات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے "وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ" یعنی والد کے ذمہ ان عورتوں کا کھانا اور لباس دستور کے مطابق ہے ، یہاں بھی مبتوتہ اور رجعیہ میں کوئی فرق نہیں کیا گیا۔

❸ دارقطنی میں حضرت جابرؓ کی روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " المطلقة ثلاثاً لها السكنى والنفقة" (۳۶) ۔

جہاں تک تعلق ہے حضرت فاطمہ بنت قیس کے واقعہ کا تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت فاطمہ کی حدیث کو حضرت عمرؓ، حضرت عائشہؓ اور حضرت اسامہ بن زید نے رد کردیا تھا (۳۷) حضرت عمرؓ کے سامنے جب وہ حدیث پیش کی گئی تو انہوں نے فرمایا " لانترك كتاب الله وسنة نبينا بقول امرأة لاندرى حفظت أو نسيت لها السكنى والنفقة" (۳۸) یعنی کتاب اللہ اور اپنے نبی کی سنت کو ہم کسی عورت کے قول کی وجہ سے نہیں چھوڑ سکتے ، معلوم نہیں اس کو بات صحیح یاد بھی رہی ہے یا نہیں ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول میں مبتوتہ کے لیے سکنی اور نفقہ دونوں ہیں، کتاب اللہ میں سکنی کا حکم تو صراحتاً موجود ہے ، ارشاد ہے " واسكنوهن من حيث سكنتم " تاہم حنفیہ نے اس آیت کریمہ سے نفقہ کے وجوب پر بھی چار طریقے استدلال کیا ہے :

---

(۳۵) تفسیر ابن جریر الطبری: ۳۴۲/۲ ۔ (کذا فی التکملۃ: ۲۰۲/۱ ۔)

(۳۶) سنن دارقطنی: کتاب الطلاق: ۲۱/۴ ۔ رقم: ۵۹ ۔ وانظر للتفصیل اعلاء السنن، باب ان المطلقة المبتوتة لها السكنى والنفقة: ۱۰۴/۱۱ ۔

(۳۷) عمدۃ القاری: ۳۰۸/۲۰ ۔

(۳۸) دیکھیے صحیح مسلم (مع تکملۃ فتح الملہم) کتاب الطلاق، باب المطلقة البائن لا نفقة لها: ۲۱۳/۱ ۔

❶ سکنی ایک مالی حق ہے جو اللہ تعالی نے تصریح کے ساتھ شوہر کے ذمہ واجب فرمایا ہے اور یہ حق مبتوتہ اور رجعیہ دونوں کے لیے ثابت ہیں، حق سکنی کا واجب ہونا وجوب نفقہ کا بھی تقاضہ کرتا ہے کیونکہ سکنی ایک مالی حق ہونے کی بناء پر نفقہ ہی کا ایک حصہ ہے تو جب سکنی واجب ہے تو نفقہ بھی واجب ہونا چاہیے۔

❷ اس آیت کریمہ میں ہے "وَلَا تُضَارُّوهُنَّ" یعنی ان مطلقہ عورتوں کو ضرر اور تکلیف نہ دو اور نفقہ نہ دینے میں بھی ضرر اور تکلیف ہے۔

❸ اس جملے کے آگے کا جملہ ہے "لِتُضَيِّقُوا عَلَيْهِنَّ" اور تنگی و تضییق جس طرح سکنی میں ہوسکتی ہے، اسی طرح ترک نفقہ بھی تنگی میں داخل ہے۔

امام جصاص رازی رحمہ اللہ نے اس آیت کریمہ سے نفقہ کے وجوب پر مذکورہ تین طریقوں سے استدلال کیا ہے۔ (۳۹)

بعض حضرات نے اس آیت کریمہ سے نفقہ کے ثبوت پر اس طرح استدلال کیا ہے کہ لفظ "اسکنوھن" سے سکنی اور نفقہ دونوں ثابت ہوتے ہیں، "سکنی" تو واضح ہے کہ وہ اس لفظ کا منطوق ہے اور نفقہ اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ معتدہ، حق زوج کے لیے دوران عدت شوہر کے گھر میں محبوس رہتی ہے اور قاعدہ ہے کہ جو شخص جس کے لیے محبوس رہتا ہے، اس کا نفقہ اسی کے ذمہ لازم ہوا کرتا ہے جیسے قاضی عامۃ المسلمین کے لیے محبوس ہوتا ہے تو اس کا نفقہ اور وظیفہ عامۃ المسلمین کے بیت المال سے ادا کیا جاتا ہے، اس قاعدہ کے پیش نظر معتدہ کا نفقہ شوہر کے ذمہ ہونا چاہیے۔

حاصل یہ کہ قرآن کریم میں "اسکنوھن" سے صراحتاً سکنی کا وجوب ثابت ہوا تو مذکورہ قاعدہ حبس سے نفقہ از خود واجب ہوگیا، اس طرح گویا کتاب اللہ سے نفقہ اور سکنی دونوں کا ثبوت ہوگیا۔ (۴۰)

❹ پھر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی قراءت میں "وانفقوا علیھن" کا اضافہ ہے، ان

(۳۹) احکام القرآن للجصاص، سورۃ الطلاق: ۵٦۵/۳۔

(۴۰) احکام القرآن للجصاص: ۵٦۵/۳۔ ۵٦٦۔ قال ابن رشد فی بدایۃ المجتهد: ۹۵/۲۔ "أما الذین اوجبوا لها السکنی والنفقة، فصاروا الی وجوب السکنی لها بعموم قوله تعالیٰ: "اسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم" وصاروا الی وجوب النفقة لها لکون النفقة تابعة لوجوب الاسکان فی الرجعیة، وفی الحامل، وفی نفس الزوجیة، وبالجملة فحیثما وجبت السکنی فی الشرع، وجبت النفقة۔

کی قراءت ہے "اسکنوھن من حیث سکنتم وانفقوا علیھن مِنْ وُجْدِکُم" (۴۱) اس قراءت میں سکنی کے حکم کی طرح نفقہ کا حکم بھی صراحت کے ساتھ ہے، ممکن ہے حضرت عمرؓ کی بھی یہی قراءت ہو، تب ہی تو انہوں نے "لاندع کتاب ربنا" کہا کہ ہمارے رب کی کتاب میں نفقہ اور سکنی دونوں کا ذکر ہے۔

اب رہا "وسنۃ نبینا..." کہ سنت سے نفقہ کا ثبوت کیسے ہوتا ہے، وہ اس طرح ہے کہ امام طحاوی رحمہ اللہ نے شرح معانی الآثار میں یہی روایت حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے طریق سے حضرت عمرؓ سے نقل کی ہے، اس کے آخر میں حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے "سمعتُ رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: "لھا السکنی والنفقۃ" (۴۲) اس مرفوع حدیث میں صراحت کے ساتھ مبتوتہ کے لیے سکنی اور نفقہ دونوں کے وجوب کا ذکر ہے۔

## ابراہیم نَخَعی کی مراسیل حجت ہیں

امام طحاوی رحمہ اللہ کی اس روایت پر اشکال کیا گیا کہ یہ منقطع ہے، کیونکہ ابراہیم نخعی حضرت عمرؓ سے نقل کرتے ہیں اور انھوں نے حضرت عمرؓ کا زمانہ نہیں پایا۔

اس کا جواب یہ دیا گیا کہ ابراہیم نخعی کی یہ روایت زیادہ سے زیادہ مرسل کہلائے گی اور ابراہیم نخعی کی مراسیل کو حضرت محدثین نے معتبر اور صحیح قرار دیا ہے۔

امام جرح وتعدیل یحی بن معین فرماتے ہیں "مراسیل ابراھیم أحب إلیّ مِن مراسیل الشعبی" ۔ (۴۳)

اور شعبی کی مراسیل کے متعلق عجلی فرماتے ہیں "ومرسل الشعبی صحیح" (۴۴)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے شعبی کی مراسیل بالاتفاق صحیح ہیں، انھوں نے خود اپنا معمول اور اصول بیان کیا ہے کہ جب کوئی روایت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مجھے ایک استاد سے ملتی ہے تو میں اس استاذ کا نام لے کر اس روایت کو بیان کرتا ہوں اور جب کئی اساتذہ سے پہنچی ہوتی ہے تو میں ان اساتذہ کے نام نہیں لیتا بلکہ براہ راست اس کو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مرسل بیان کرتا

---

(۴۱) روح المعانی: ۱۴۹/۲۸ ۔ (سورۃ الطلاق)

(۴۲) شرح معانی الآثار: ۳۵/۲

(۴۳) تھذیب الکمال: ۲۳۸/۲ ؛ وتھذیب التھذیب: ۱۷۷/۱، وسیر اعلام النبلاء: ۵۲۲/۴۔

(۴۴) خلاصۃ الخزرجی: ۱۸۴

ہوں ۔ (۴۵) اس لیے حافظ ابن رجب نے فرمایا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے ابراہیم نخعی کی مراسیل ان کی مسانید سے زیدہ قوی اور صحیح ہوتی ہیں ۔ (۴۶) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی طرح حضرت عمرؓ سے بھی ان کی تمام مراسیل درست ہیں۔ چنانچہ حافظ ابن عبدالبر نے "التمہید" میں اس بات کی تصریح کی ہے (۴۷) اور مذکورہ روایت حضرت عمرؓ سے ہے ۔

اور اگر یہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ حضرت ابراہیم نخعی کی یہ روایت منقطع ہونے کی وجہ سے حجت نہیں تاہم حضرت عمرؓ کا یہ جملہ "لاندع کتاب ربنا وسنة نبینا" کی صحت میں تو بہرحال کسی کو شک نہیں اور اصول حدیث کا قاعدہ ہے کہ کسی صحابی کا "السنة کذا" کہنا حدیث مرفوع کے درجے میں ہے ۔ (۴۸)

بیہقی نے اس پر اشکال کیا ہے کہ "سنة نبینا" کے الفاظ ابواحمد زبیری کا تفرد ہے کیونکہ ابواحمد کے شیخ عمار بن زریق سے یحیی بن آدم نے بھی یہ روایت نقل کی ہے لیکن انہوں نے "وسنة نبینا" کے الفاظ نہیں کہے ہیں اور یحیی بن آدم زبیری سے احفظ ہیں۔

لیکن ماردینی نے اس کا جواب دیا کہ یحیی اور زبیری کی روایت میں تعارض نہیں، کیونکہ زبیری نے یحیی کی مخالفت نہیں کی بلکہ ایک اضافہ کیا ہے جس سے یحیی کی روایت خالی ہے اور زبیری ثقہ ہیں، ثقہ کی زیادتی اور اضافہ قبول کیا جاتا ہے، پھر زبیری اس اضافہ میں منفرد بھی نہیں ہیں بلکہ مصنف بن ابی شیبہ میں اس کے شواہد اور متابعات بھی ہیں۔ (۴۹)

## حضرت فاطمہ بنت قیس کے واقعے کا جواب

جہاں تک تعلق ہے حضرت فاطمہ بنت قیسؓ کے واقعہ کا تو اس کا جواب یہ ہے کہ انہیں سکنی اور نفقہ ان کی مخصوص حالت کی وجہ سے نہیں دیا گیا، سکنی ایک تو اس وجہ سے نہیں دیا گیا کہ ان کے شوہر کا گھر ویرانے میں تھا اور وہاں ان کا عدت گزارنا مناسب نہیں تھا، دوسرے وہ زبان کی قدرے تیز تھیں، جس کی وجہ سے سسرال والوں کے ساتھ نہیں بنتی تھی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ

---

(۴۵) کتاب العلل للترمذی: ۲/۲۳۶، (فی آخر سننہ)

(۴۶) تعلیقات تہذیب الکمال: ۲/۲۳۹

(۴۷) التمہید لابن عبدالبر، باب بیان التدلیس ومن یقبل نقلہ ویقبل مرسلہ: ۱/۳۷-۳۸

(۴۸) عمدة القاری: ۲۰ / ۳۱۱ وتکملة فتح الملہم: ۱/۲۰۶۔

(۴۹) مصنف بن ابی شیبہ: ۵/۱۴۷-۱۴۸۔

وسلم نے قرآن کریم کی آیت "ولایخرجن الاان یاتین بفاحشة مبینة" پر عمل کرتے ہوئے انہیں دوسری جگہ منتقل کردیا، آیت کریمہ میں "فاحشة" کی تفسیر حضرت ابن عباسؓ سے بدگوئی اور زبان درازی منقول ہے۔ (۵۰)

باقی رہا نفقہ تو اس کا آسان جواب یہ ہے کہ جب انہیں سکنی نہیں دیا گیا تو نفقہ کی بھی وہ مستحق نہیں رہیں، کیونکہ نفقہ تو احتباس کی وجہ سے واجب ہوتا ہے۔ جب احتباس نہ رہا تو نفقہ بھی نہ رہا۔

اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ ان کے شوہر نے اپنے وکیل کے ذریعہ بطور نفقہ ان کے لیے کچھ کھجوریں اور جو بھیجے تھے لیکن انہوں نے وہ اپنے حق سے کم سمجھ کر واپس کردیے تھے تو ممکن ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول "لانفقة لک" میں زائد نفقہ کی نفی ہے جس کا وہ مطالبہ کررہی تھی، مطلقاً نفقہ کی نفی نہیں۔ (۵۱)

باقی "وان کن اولات حمل" کے مفہوم مخالف سے حضرات شوافع نے جو استدلال کیا ہے، اس کا جواب حضرات حنفیہ کی طرف سے یہ دیا جاتا ہے کہ مفہوم مخالف ہمارے نزدیک نصوص میں حجت نہیں اور "اولات حمل" کی یہ قید، قید احترازی نہیں بلکہ حاملہ عورتوں کو بطور خاص اس لیے ذکر فرمایا کہ بسااوقات مدت حمل طویل ہوجاتی ہے، اس لیے متنبہ فرمایا کہ اگر بالفرض مدت حمل طویل ہوجائے تو بھی وضع حمل تک نان نفقہ سابقہ شوہر کے ذمہ واجب ہوگا۔

دلیل یہ ہے کہ مذکورہ آیت مطلقہ رجعیہ اور مبتوتہ دونوں کو شامل ہے اور مطلقہ رجعیہ پر سب کا اتفاق ہے کہ وہ غیرحاملہ ہو تو بھی اس کو نفقہ ملے گا، جس سے معلوم ہوا کہ مطلقہ رجعیہ کے حق میں "وان کن اولات حمل" کے مفہوم مخالف کا اعتبار کوئی بھی نہیں کرتا، لہذا مبتوتہ کے حق میں بھی اس کا اعتبار نہیں ہونا چاہئے۔ (۵۲)

---

(۵۰) مصنف عبدالرزاق، کتاب النکاح، باب الاان یاتین بفاحشة مبینة: ۳۲۳/۶ رقم الحدیث: ۱۱۰۲۲۔

(۵۱) فلما کان سبب النقلة من جهتها کانت بمنزلة الناشزة، فسقطت نفقتها و سکناها جمیعاً (احکام القرآن للجصاص: ۵۶۸/۳۔ من سورة الطلاق)۔

(۵۲) احکام القرآن: ۵۶۵/۳

٥٠١٧/٥٠١٥ : حدثنا إسماعيلُ : حَدَّثَنَا مالكٌ ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ وَسُلَيْمانَ بْنِ يَسَارٍ : أَنَّهُ سَمِعَهُمَا يَذْكُرَانِ : أَنَّ يَحْيَى بْنَ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ طَلَّقَ بِنْتَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الحَكَمِ ، فَانْتَقَلَهَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ، فَأَرْسَلَتْ عائِشَةُ أُمُّ المُؤْمِنِينَ إِلَى مَرْوَانَ بْنِ الحَكَمِ ، وَهُوَ أَمِيرُ المَدِينَةِ : اتَّقِ اللهَ وَارْدُدْهَا إِلَى بَيْتِهَا . قالَ مَرْوَانُ – في حَدِيثِ سُلَيْمانَ – إِنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الحَكَمِ غَلَبَنِي . وَقَالَ الْقَاسِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ : أَوَ ما بَلَغَكِ شَأْنُ فاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ ؟ قالَتْ : لَا يَضُرُّكَ أَنْ لَا تَذْكُرَ حَدِيثَ فاطِمَةَ . فَقَالَ مَرْوَانُ بْنُ الحَكَمِ : إِنْ كانَ بِكِ شَرٌّ ، فَحَسْبُكِ ما بَيْنَ هٰذَيْنِ مِنَ الشَّرِّ .

(٥٠١٦) : حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ الْقَاسِمِ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عائِشَةَ أَنَّهَا قالَتْ : ما لِفَاطِمَةَ ، أَلَا تَتَّقِي اللهَ ، يَعْنِي فِي قَوْلِهَا : لَا سُكْنَى وَلَا نَفَقَةَ .

(٥٠١٧) : حدثنا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ : حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِيٍّ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ الْقَاسِمِ ، عَنْ أَبِيهِ : قالَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ لِعَائِشَةَ : أَلَمْ تَرَيْ إِلَى فُلَانَةَ بِنْتِ الحَكَمِ ، طَلَّقَهَا زَوْجُهَا الْبَتَّةَ فَخَرَجَتْ ؟ فَقَالَتْ : بِئْسَ ما صَنَعَتْ ، قالَ : أَلَمْ تَسْمَعِي فِي قَوْلِ فاطِمَةَ ؟ قالَتْ : أَمَا إِنَّهُ لَيْسَ لَهَا خَيْرٌ فِي ذِكْرِ هٰذَا الحَدِيثِ .

وَزَادَ ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ ، عَنْ هِشَامٍ ، عَنْ أَبِيهِ : عابَتْ عائِشَةُ أَشَدَّ الْعَيْبِ ، وَقالَتْ : إِنَّ فاطِمَةَ كانَتْ فِي مَكَانٍ وَحْشٍ ، فَخِيفَ عَلَى نَاحِيَتِهَا ، فَلِذٰلِكَ أَرْخَصَ لَهَا النَّبِيُّ ﷺ . [٥٠١٨]

---

(٥٠١٥)الحديث اخرجه البخاری ایضا فی الطلاق، باب قصة فاطمة بنت قیس، رقم الحدیث: ٥٣٢٣، ٥٣٢٤، ٥٣٢٥، ٥٣٢٦، وباب المطلقة اذا خشی علیها فی مسکن زوجها ان یقتحم علیها او تبذو علی اهلها بفاحشة، رقم الحدیث: ٥٣٢٧، ٥٣٢٨ واخرجه ابوداؤد فی الطلاق، باب فی نفقة المبتوتة ١/ ٣١١

٥٠١٥ : أخرجه مسلم في الطلاق ، باب : المطلقة ثلاثًا لا نفقة لها ، رقم : ١٤٨١ .

(فانتقلها) نقلها من مسكنها الذي طلقت فيه . (اردده) احكم عليها بالرجوع بحكم ولايتك . (غلبني) لم أقدر على منعه من نقلها . (أو ما بلغك ..) قائل هذا مروان في رواية القاسم . (شأن فاطمة) قصتها . وكيف أنها انتقلت ولم تعتد في بيت زوجها . (لا يضرك) أي لا تحتج به . لأن انتقالها كان لسبب . (إن كان بك شر) أي إن كنت تقولين إنها نقلت لعلة . (فحسبك ما بين هذين) كفاك في جواز انتقال بنت عبد الرحمن ما يكون بينها وبين زوجها من الشر لو سكنت داره .

حدثنا اسماعیل

یحیی بن سعید یہ روایت قاسم بن محمد اور سلیمان بن یسار دونوں سے نقل کرتے ہیں کہ ان دونوں حضرات کو انھوں نے یہ تذکرہ کرتے ہوئے سنا کہ یحیی بن سعید بن العاص نے عبدالرحمن بن الحکم کی بیٹی (جس کا نام عَمْرہ تھا) کو طلاق دی (یہ مشہور خلیفہ مروان بن الحکم کی بھتیجی تھی) عبدالرحمن نے اپنی بیٹی شوہر کے گھر سے منتقل کردی، اس پر ام المومنین حضرت عائشہؓ نے مدینہ کے امیر اور لڑکی کے چچا، مروان بن الحکم کے پاس کہلا بھیجا کہ اللہ سے ڈریں اور لڑکی کو شوہر کے گھر لوٹادیں (تاکہ وہاں عدت گزارے) مروان نے حضرت عائشہؓ کی بات کا کیا جواب دیا؟ یہ روایت قاسم اور سلیمان دو حضرات سے ہیں اور دونوں کی روایت میں مروان کا جواب مختلف ہے: سلیمان بن یسار کی روایت میں ہے کہ مروان نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ اس سلسلہ میں مجھ پر (میرے بھائی) عبدالرحمن غالب آگئے (اور انھوں نے اپنی بیٹی شوہر کے گھر سے منتقل کردی) اور قاسم کی روایت میں ہے کہ مروان نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ "کیا آپ کو فاطمہ بنت قیس کا واقعہ نہیں معلوم؟ (کہ وہ شوہر کے گھر سے منتقل ہوگئی تھی) حضرت عائشہؓ نے فرمایا "تمھارا کوئی حرج نہیں ہوگا اگر تم فاطمہ کی حدیث ذکر نہ کرو" (مطلب یہ ہے کہ وہ واقعہ آپ کے لیے حجت نہیں کیونکہ فاطمہ زبان دراز تھی اور ان کا ہر وقت سسرال سے جھگڑا رہتا تھا، انہیں ان کی مخصوص حالت کی وجہ سے الگ کیا تھا اس لیے وہ واقعہ آپ کے لیے حجت نہیں) مروان بن الحکم نے کہا "إن کان بک شر فحسبک مابین ھذا من الشر" (۵۳) اس میں "بک" "عند" کے معنی میں ہے یعنی اگر آپ کے نزدیک وہاں شر تھا تو ان دونوں کے درمیان بھی شر ہے مطلب یہ ہے کہ اگر آپ یہ سمجھتی ہیں کہ وہاں ان کا نباہ نہیں ہوسکتا تھا، شوہر کے گھر میں وہ شر اور نزاع کی وجہ سے نہیں رہ سکتی تھی اس لیے انہیں منتقل کیا گیا تھا تو یہاں بھی میاں بیوی کے درمیان شدید اختلاف اور نزاع ہے جس کی وجہ سے عبدالرحمن کی بیٹی کو یحیی بن سعید کے گھر سے منتقل کیا گیا ہے، وہاں خروج اور انتقال کا سبب اگر نزاع اور شر تھا تو وہ سبب یہاں بھی ہے۔

باب کی دوسری روایت میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں "فاطمہ کو کیا ہوگیا ہے، کیا وہ اللہ سے نہیں ڈرتی کہ کہتی ہے مطلقہ کو نہ نفقہ ملے گا نہ سکنی۔

تیسری روایت میں ہے کہ حضرت عروہؓ نے حضرت عائشہؓ سے کہا "کیا آپ نے حکم کی

(۵۳) ای ان کان عندک ان سبب خروج فاطمۃ، ماوقع بینھا وبین اقارب زوجھا من الشر، فھذا السبب موجود (فتح الباری: ۵۹۸/۹)

فلاں پوتی کو نہیں دیکھا کہ اس کے شوہر نے اس کو طلاق بائنہ دیدی ہے اور وہ گھر سے نکل گئی ہے، حضرت عائشہؓ نے کہا "اس نے برا کیا" عروہ نے کہا "کیا آپ نے فاطمہ کا قول نہیں سنا (کہ لاسکنی ولانفقۃ) تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا "اس حدیث کو بیان کرنے میں فاطمہ کے لیے کوئی بھلائی نہیں۔"

عبدالرحمن بن ابی الزناد کی روایت میں اضافہ ہے کہ حضرت عائشہؓ نے فاطمہ کو سخت سست کہا اور بہت معیوب سمجھا اور کہا کہ فاطمہ ایک ویران مکان میں تھی جس کے اطراف میں ہمیشہ ڈر لگا رہتا تھا، اس وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو رخصت دیدی تھی۔

حضرت عائشہؓ کے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ فاطمہؓ کا واقعہ ایک مخصوص واقعہ ہے اور ایک خاص سبب کی وجہ سے اسے شوہر کے گھر سے نکلنے کی اجازت دی گئی تھی اس کو عام قانون قرار دے کر استدلال میں پیش کرنا درست نہیں۔

## وزاد ابن ابی الزناد عن هشام عن ابیه...

امام ابوداودؒ نے اس کو موصولاً نقل کیا ہے، مکان وَحش (واؤ کے فتحہ کے ساتھ) بمعنی ویران، ابن حزم نے اعتراض کیا ہے کہ عبدالرحمن بن ابی الزناد انتہائی ضعیف راوی ہیں اور ان کی یہ روایت باطل ہے لیکن ان کی یہ بات درست نہیں، بے شک ابوالزناد پر بعض ائمہ نے جرح کی ہے لیکن وہ متروک الحدیث نہیں بلکہ یحیی بن معینؒ نے فرمایا "انہ أثبت الناس فی هشام ابن عروۃ" (۵۴) اور ان کی یہ روایت ہشام ہی سے ہے "فللہ در البخاری ما اکثر استحضارہ وأحسن تصرفه فی الحدیث والفقه" (*۵۴)

## ٤٠ – باب : الْمُطَلَّقَةِ إِذَا خُشِيَ عَلَيْهَا فِي مَسْكَنِ زَوْجِهَا : أَنْ يُقْتَحَمَ عَلَيْهَا ، أَوْ تَبْذُوَ عَلَى أَهْلِهِ بِفَاحِشَةٍ .

٥٠١٨ : وَحدَّثني حَبَّانُ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ ٱللهِ : أَخْبَرَنَا ٱبْنُ جُرَيْجٍ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ :

---

(۵۴) فتح الباری: ۹/۶۰۰۔ ان کی وفات ۱۷۴ھجری میں ہوئی (دیکھیے طبقات ابن سعد: ۷/۳۲۴۔) ان کے حالات کے لیے دیکھیے، تہذیب الکمال: ۱۷/۹۸۔ تاریخ البخاری الکبیر: ۵/الترجمۃ: ۹۹۷ و میزان الاعتدال: ۲ الترجمۃ: ۴۹۰۸ و شذرات الذهب: ۱/۲۸۴۔

(*۵۴) تہذیب الکمال: ۱۷/۹۸۔

عَنْ عُرْوَةَ : أَنَّ عائِشَةَ أَنْكَرَتْ ذٰلِكَ عَلَى فاطِمَةَ . [ر . ٥٠١٥]

ماقبل باب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے بتایا تھا کہ معتدہ بائنہ کے لیے سکنی ہوگا، اب یہاں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر کوئی عذر پیش آجائے جس کی وجہ سے وہ شوہر کے گھر سے دوران عدت منتقل ہونا چاہے تو وہ منتقل ہوسکتی ہے۔

عذر یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مکان ایسی جگہ واقع ہے کہ وہاں کسی اجنبی آدمی یا طلاق دینے والے سابقہ شوہر کے گھس آنے کا خطرہ ہو جو عورت کے لیے ضرر کا باعث بن سکتا ہے اور عذر یہ بھی ہوسکتا ہے کہ عورت زبان دراز ہے شوہر اور اس کے رشتہ داروں کے ساتھ ہر وقت لڑتی جھگڑتی ہے اور اس نے جینا دوبھر کردیا ہے۔

فاطمہ بنت قیس کے متعلق یہ دونوں باتیں نقل کی گئی ہیں کہ ان کا گھر ویران جگہ میں تھا جہاں کسی آدمی کے آنے کا خطرہ تھا، امام ابوداود نے اس کا ذکر موصولا اور امام بخاری نے تعلیقاً کیا ہے جیسا کہ پہلے باب میں گزر چکا اور حضرت سعید بن المسیب سے امام نسائی کی روایت میں دوسری بات کا بھی ذکر ہے، اس میں حضرت فاطمہ بنت قیس کے متعلق ہے "انها کانت لَسِنَةً" یعنی وہ زبان دراز تھیں۔ (۵۵)

ترجمۃ الباب میں ہے "المطلقة اذا خشی علیها" خُشِیَ مجہول کا صیغہ ہے اور اس کا نائب فاعل "أن یقتحم علیها" ہے یعنی جب اس پر کسی کے گھس آنے کا خوف ہو، اقتحام کے معنی ہیں الهجوم علی الشخص بغیر إذن: بغیر اجازت کے کسی پر داخل ہونا، تَبْذُو: بذاء سے ہے جس کے معنی بدگوئی اور زبان درازی کے آتے ہیں، بعض نسخوں میں "علی أهله" ہے ای علی اهل المطلق اس صورت میں "أهله" کی ضمیر طلاق دینے والے کی طرف راجع ہوگی۔ (۵٦)

"إذا خُشِی علیها أو تبذو علی أهلها" شرط ہے، جزا محذوف ہے، تقدیر ہوگی "تنتقل الی مسکن غیر مسکن الطلاق" (۵۷) یعنی وہ کہیں اور منتقل ہوسکتی ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے باب کے تحت حضرت عروہؒ کی جو روایت نقل کی ہے اس میں ہے "إن عائشة أنكرت ذلک عَلَى فاطمة" یعنی عائشہؓ نے فاطمہ پر اس کے قول کے متعلق نکیر کی "ذلک"

(۵۵) فتح الباری: ۹/۵۹۸۔

(۵٦) فتح الباری: ۹/۶۰۱، ارشاد الساری: ۱۲/۱۰۰۔

(۵۷) ارشاد الساری: ۱۲/۱۰۰۔

کا مشار الیہ فاطمہ بنت قیس کا قول "لانفقة ولاسکنی" ہے۔ (۵۸)

حضرت عروہؒ کی یہ حدیث پہلے باب کے آخر میں ذرا تفصیل سے گزر چکی ہے اس کے آخر میں ہے "ان فاطمة كانت فی مكان وَحْش فخيف على ناحيتها فلذلك أَرخص لها النبیُ صلى الله عليه وسلم" اور نسائی کی روایت بھی گزر چکی ہے جس میں "إنها كانت لَسِنَةً" کے الفاظ ہیں، امام بخاری نے ان روایات کے مجموعے سے ترجمۃ الباب ثابت کیا ہے اور نسائی والی روایت چونکہ امام بخاری کی شرط پر نہ تھی اس لیے اس کو باب میں ذکر نہیں کیا۔ چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"وقد أُخذ البخاری الترجمة من مجموع ما ورد فی قصة فاطمة، فرتب الجواز على أحد الأمرين، إما خشية الافتحام عليها، وإما أن يقع منها على أهل مطلقها فحش من القول (۵۹)

علامہ کرمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"فان قلت: لم يذكر البخاری ما شرط فی الترجمة من البذاء، قلت: علم من القياس على الاقتحام، والجامع بينهما رعاية المصلحة وشدة الحاجة إلى الاحتراز عنه۔" (۶۰)

اور علامہ قسطلانیؒ فرماتے ہیں:

"وقال شارح التراجم: ذكر فی الترجمة الخوف عليها، والخوف منها، والحديث يقتضی الأول، وقاس الثانی عليه، ويؤيده قول عائشة لها فی بعض الطرق: "أخرجك هذا اللسان" فكان الزيادة لم تكن على شرطه، فضمنها للترجمة قياسا" (۶۱)

مطلب یہ ہے کہ امام بخاری نے ترجمۃ الباب میں معتدہ کے جواز خروج کے لیے دو علتیں بیان کی ہیں ایک الخوف علیها یعنی اس پر کسی کے گھس آنے کا خدشہ ہو تو نکل سکتی ہے، دوم الخوف منها یعنی اس کی زبان درازی سے خوف ہو تو بھی نکل سکتی ہے لیکن روایت میں صرف پہلی

---

(۵۸) ارشاد الساری: ۱۲/۱۰۱۔

(۵۹) فتح الباری: ۹/۵۹۹۔

(۶۰) شرح الکرمانی: ۱۹/۲۳۳۔

(۶۱) ارشاد الساری: ۱۲/۱۰۱۔

علت کا ذکر ہے دوسری علت کا ذکر نہیں، روایت باب میں اگرچہ پہلی علت کا بھی ذکر نہیں کیونکہ وہ یہاں بہت مختصر ہے البتہ اس سے ماقبل والے باب کے آخر میں مذکورہ علت کا ذکر اسی روایت میں ہے۔

اور دوسری علت آپ قیاس سے بھی ثابت کرسکتے ہیں کہ جب اس پر کسی کے گھس آنے کا خوف طلاق دینے والے شوہر کے گھر سے نکلنے کی علت بن سکتا ہے تو اس کی زبان درازی سے خوف بھی خروج کے جواز کا سبب بننا چاہیے اور بعض روایات میں اس دوسری علت کی تصریح بھی ہے لیکن وہ روایات امام بخاریؒ کی شرط پر نہیں، اس لیے انہیں ذکر نہیں کیا۔

## معتدہ مطلقہ کے گھر سے نکلنے کا حکم

معتدہ مطلقہ کے گھر سے نکلنے کے بارے میں حضرات ائمہ کا اختلاف ہے۔

❶ امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک مطلقہ عورت دن کے وقت ضرورت کی بناء پر دوران عدت گھر سے باہر نکل سکتی ہے۔

❷ حضرات حنفیہ کے نزدیک معتدہ مطلقہ گھر سے باہر نہیں نکل سکتی۔ (۶۲)

ائمہ ثلاثہ کا استدلال حضرت جابرؓ کی روایت سے ہے جس کو امام مسلمؒ اور امام ابوداودؒ نے نقل کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں: "طلقت خالتی، فأرادت أن تجُدّ نخلها، فزجرها رجل أن تخرج، فأتتِ النبیَّ صلی اللہ علیہ وسلم فقال: اخرجی، فَجُدّی نخلک، فانک عسی أن تصدقی أو تفعلی معروفا" (۶۳) یعنی حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میری خالہ کو طلاق ہوگئی تو انہوں نے (دوران عدت) میں چاہا کہ اپنے باغ کا پھل کاٹ لیں، انہیں ایک شخص نے گھر سے باہر نکلنے سے منع کیا، تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں تو آپؐ نے فرمایا تم نکل کر اپنے باغ کا پھل کاٹ سکتی ہو، بہت ممکن ہے تم اُسے صدقہ کرو یا دوسری کسی بھلائی میں حرچ کرو۔

ائمہ ثلاثہ اس حدیث سے استدلال کرکے فرماتے ہیں کہ مطلقہ عورت دوران عدت گھر سے باہر نکل سکتی ہے۔ جیسا کہ اس روایت میں ہے۔

حضرات حنفیہ قرآن کریم کی آیت سے استدلال کرتے ہیں اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے:

"ولایخرجن الا ان یاتین بفاحشة مبینة" یعنی وہ مطلقہ عورتیں گھر سے نہیں نکل سکتیں مگر یہ کہ وہ

(۶۲) الابواب والتراجم: ۲/۸۳، وتکملة فتح الملهم، کتاب الطلاق باب جواز خروج البائن: ۱/-

کسی واضح برائی کا ارتکاب کریں ۔ اس آیت کریمہ کے عموم سے استدلال کر کے فرماتے ہیں کہ اس میں تمام مطلقات کو صراحتاً عدت ختم ہونے تک گھر سے باہر نکلنے سے منع کیا گیا ہے ۔ لہذا معتدہ مطلقہ گھر سے باہر نہیں نکل سکتی۔

باقی رہی حضرت جابرؓ کی حدیث تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ خبرواحد ہے اور خبرواحد سے کتاب اللہ کی تخصیص یا تقیید جائز نہیں ۔ اور اس حدیث کی یہ تاویل بھی کرسکتے ہیں کہ وہ احکام عدت کے نزول سے پہلے کا واقعہ ہو۔

اس پر دلیل یہ ہے کہ اس حدیث کے راوی حضرت جابرؓ کا اپنا فتویٰ اس حدیث کے خلاف ہے ۔ امام طحاویؒ نے ان کا یہ فتویٰ نقل کیا ہے ۔ ان سے پوچھا گیا کہ معتدہ مطلقہ اور معتدہ وفات دوران عدت گھر سے باہر نکل سکتی ہیں۔ تو انہوں نے فرمایا نہیں نکل سکتیں۔ (۶۴)

معتدۃ الوفات کے نفقہ اور سکنی کا حکم

یہ ساری تفصیل معتدہ مطلقہ کے متعلق تھی۔ جہاں تک تعلق ہے معتدۃ الوفات کے نفقہ اور سکنی کا تو اس کی تفصیل کتاب التفسیر میں گزر چکی ہے ۔ معتدۃ الوفات دن کے وقت اپنے گھر سے باہر نکل سکتی ہے ، اور احناف کے نزدیک معتدہ الوفات (بیوہ) کے لیے نہ نفقہ ہے نہ سکنی ہے ۔ حاملہ ہو یا غیر حاملہ چونکہ زوج کے انتقال کے بعد اس کے اموال ورثہ کو منتقل ہوگئے لہذا ورثہ کے مال سے نہ نفقہ ادا کیا جائے گا نہ سکنی۔ (۶۵)

علامہ نوویؒ کے مطابق شوافع کے یہاں نفقہ تو واجب نہیں خواہ وہ حاملہ ہو یا غیر حاملہ البتہ سکنی کے لیے نوویؒ فرماتے ہیں والأصح عندنا وجوب السکنی (۶۶) گویا دوسری روایت میں ان کے یہاں اس کے لیے سکنی نہیں ہے ۔

حنابلہ کے یہاں اگر وہ غیر حاملہ ہے تو نہ نفقہ ہے نہ سکنی اور اگر حاملہ ہو تو دو روایتیں ہیں ایک روایت میں حاملہ کے لیے بھی نفقہ اور سکنی نہیں اور دوسری روایت میں حاملہ کے لیے نفقہ اور سکنی ہے کذا قال المُوَفَّق (۶۷)

---

(۶۳) صحیح مسلم، کتاب الطلاق باب جواز خروج البائن: ۲/ ۔ وسنن ابی داود، کتاب الطلاق: ۲/ ۔

(۶۴) شرح معانی الاثار، کتاب الطلاق: ۲/

(۶۵) بدائع الصنائع: ۲۱۱/۳ واوجز المسالک: ۱۸۵/۱۰ ۔

(۶۶) الصحیح لمسلم مع شرحہ الکامل للنووی: ۴۸۳/۱ ۔

مالکیہ کے نزدیک متوفی عنہا زوجہا کے لیے نفقہ نہیں حاملہ ہو یا غیر حاملہ البتہ سکنی اس صورت میں ہے جب گھر زوج کی ملکیت ہو یا کرایہ کا ہو اور شوہر نے وفات سے قبل کرایہ ادا کردیا ہو ورنہ نہیں کذاقال الباجی (۶۸)

٤١ – باب : قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى : «وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ أَنْ يَكْتُمْنَ ما خَلَقَ اللّٰهُ فِي أَرْحامِهِنَّ» /البقرة : ٢٢٨/ : مِنَ الحَيْضِ وَالْحَبَلِ

٥٠١٩ : حدّثنا سُلَيْمانُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنِ الحَكَمِ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ ، عَنِ الْأَسْوَدِ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قالَتْ : لَمَّا أَرَادَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يَنْفِرَ ، إِذَا صَفِيَّةُ عَلَى بَابِ خِبائِهَا كَئِيبَةً ، فَقَالَ لَهَا : (عَقْرَى حَلْقَى ، إِنَّكِ لَحَابِسَتُنَا ، أَكُنْتِ أَفَضْتِ يَوْمَ النَّحْرِ) . قالَتْ : نَعَمْ ، قالَ : (فَانْفِرِي إِذًا) . [ر : ٣٢٢]

عدت کا تعلق حیض اور حمل سے ہے اس لیے عورت کو حیض اور حمل کے کتمان کی اجازت نہیں ہے اس سلسلے میں وہ امین ہے، امام حاکم نے "مستدرک" میں روایت نقل کی ہے "ان من الأمانة أن ائتمنت المرأة علی فرجها" (۱) لہذا اگر عورت حیض اور حمل کے متعلق کوئی بات پیش کرے گی تو اسے تسلیم کیا جائے گا، ہاں معتدہ اگر کوئی ایسی بات کہتی ہے جو عقل سے بالکل باہر ہے اور جس کا کھلا کذب ہونا معلوم ہے تو اس کو معتبر نہیں قرار دیا جائے گا۔ (۲)

---

(۶۷) اوجز المسالک: ۱۸۵/۱۰، والمقنع فی فقہ الامام احمد، کتاب النفقات: ۳۱۱/۳۔ والعدۃ شرح العمدۃ للمقدسی: ۴۳۳، باب نفقۃ المعتدات، والانصاف فی معرفۃ الراجح من الخلاف للمرداوی: ۳۶۸/۹۔۳۶۹

(۶۸) اوجز المسالک: ۱۸۵/۱۰، والفقہ الاسلامی وادلتہ: ۶۵۹/۷، والشرح الصغیر للدردیر: ۶۸۶/۲، باب العدۃ، والمنتقی شرح موطا للباجی: ۱۴۳/۴، وبلغۃ السالک لاقرب المسالک للصاوی: ۲۵۰/۱۔

٥٠١٩ : (خبائها) منزلها . والخباء أيضًا : بيت من شعر ونحوه . (كئيبة) حزينة . (عقرى) معناه عقر الله جسدها . من العقر وهو الجرح . وهو بمعنى الدعاء في الأصل ، ولكن العرب تقوله ولا تقصد معناه . وكذلك (حلقى) ومعناها : أصابها وجع في حلقها .

(۱) فتح الباری: ۶۰۲/۹۔

(۲) فتح الباری: ۶۰۲/۹۔

حدثنا سلیمان...

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب (حجۃ الوداع میں) واپس جانے کا ارادہ کیا تو حضرت صفیہؓ اپنے خیمہ کے دروازے کے پاس غمگین کھڑی تھیں (کیونکہ انہیں منیٰ میں طوافِ زیارت کرنے کے بعد معذوری کے ایام شروع ہوگئے تھے) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا "کیا تو ہمیں روکے رکھے گی، کیا تو نے نحر کے دن یعنی دسویں ذی الحجہ کو طواف زیارت کرلیا ہے" انھوں نے کہا "جی ہاں" تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تو پھر تو چل کوئی حرج نہیں" (کیونکہ طوافِ وداع حائضہ کے لیے ضروری نہیں)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حیض وغیرہ کے سلسلہ میں عورت کے قول کا اعتبار ہوتا ہے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہؓ کے ایام بیماری شروع ہونے کی وجہ سے سفر کو مؤخر کرنے کا ارادہ فرمالیا تھا اور ان سے کوئی تحقیق نہیں کی کہ واقعتاً بیماری کے ایام شروع ہوئے کہ نہیں، ان کی تکذیب نہیں فرمائی، معلوم ہوا اس بارے میں عورت کا قول معتبر ہوتا ہے۔ (۳)

یہ حدیث کتاب الحج میں "باب التمتع" کے تحت گزر چکی ہے۔ (۴)

فقال لها: عَقْرٰی ـ أوْ حَلْقٰی ـ إنک لحابستنا

اس جملہ کی ترکیب اور لغوی تشریح میں مختلف قول ہیں:

❶ ابوعُبید اور امام سیبویہ کے نزدیک "عَقْرًا: حَلْقًا" تنوین کے ساتھ ہیں اور یہ دونوں عَقَرَ اور حَلَقَ کے مصدر ہیں، ترکیب میں یہ مفعول مطلق واقع ہورہے ہیں، جیسے سَقْیاً، رَعْیاً اور جَدْعاً کے الفاظ مفعول مطلق واقع ہوتے ہیں۔ تقدیری عبارت ہے عَقَرَکَ اللّٰہُ عَقْراً (اللہ تجھے بانجھ کردے) وحَلَقَکَ اللّٰہُ حَلْقاً (اللہ تیرے گلے کو خراب کردے، اللہ کرے تیرے حلق میں تکلیف ہو) (۵)

❷ علامہ زمخشری رحمہ اللہ کے نزدیک یہ "عَقْرَیٰ" اور "حَلْقَیٰ" الف کے ساتھ ہیں اور ترکیب میں خبر واقع ہورہے ہیں، مبتدا محذوف ہے أی هی عَقْرٰی یا أنت عَقْرٰی۔ (٦)

---

(۳) فتح الباری: ۹/۶۰۲۔

(۴) ارشاد الساری: ۱۲/۱۰۲۔

(۵) النهایة لابن الاثیر: ۳/۲۷۳۔

(٦) مجمع بحار الانوار: ۳/۶۴۰۔

⑤ بعضوں کے نزدیک عقری' اور حلقی' (الف کے ساتھ) فَعلی' کے وزن پر مصدر ہیں بمعنی العقر والحلق جس طرح شَکوٰی، شَکْوٌ کے معنی میں مصدر ہے۔ (۷)

یہ اگرچہ لغوی اعتبار سے بددعائیہ کلمات ہیں لیکن عام استعمال میں اس کے لغوی معنی مراد نہیں لیے جاتے بلکہ بطور تعجب اور تحیر کے یہ الفاظ استعمال کرتے ہیں (۸) یہاں پر بھی بطور تعجب اور تحیر کے استعمال کیے گئے ہیں۔

٤٢ - باب : «وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ» /البقرة: ٢٢٨/ : في الْعِدَّةِ ، وَكَيْفَ يُرَاجِعُ الْمَرْأَةَ إِذَا طَلَّقَهَا وَاحِدَةً أَوْ ثِنْتَيْنِ .

٥٠٢٠/٥٠٢١ : حدَّثني مُحَمَّدٌ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ : حَدَّثَنَا يُونُسُ ، عَنِ الْحَسَنِ قالَ : زَوَّجَ مَعْقِلٌ أُخْتَهُ ، فَطَلَّقَهَا تَطْلِيقَةً .

(٥٠٢١) : وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى : حَدَّثَنَا سَعِيدٌ ، عَنْ قَتَادَةَ : حَدَّثَنَا الْحَسَنُ : أَنَّ مَعْقِلَ بْنَ يَسَارٍ كانَتْ أُخْتُهُ تَحْتَ رَجُلٍ ، فَطَلَّقَهَا ثُمَّ خَلَّى عَنْهَا ، حَتَّى انْقَضَتْ عِدَّتُهَا ، ثُمَّ خَطَبَهَا ، فَحَمِيَ مَعْقِلٌ مِنْ ذٰلِكَ أَنَفًا ، فَقالَ : خَلَّى عَنْهَا وَهُوَ يَقْدِرُ عَلَيْهَا ، ثُمَّ يَخْطُبُهَا ، فَحَالَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ : «وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ» . إِلَى آخِرِ الْآيَةِ ، فَدَعَاهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَقَرَأَ عَلَيْهِ ، فَتَرَكَ الْحَمِيَّةَ وَاسْتَقَادَ لِأَمْرِ اللّٰهِ . [ر : ٤٢٥٥]

٥٠٢٢ : حدَّثنا قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ نَافِعٍ : أَنَّ ابْنَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا طَلَّقَ امْرَأَةً لَهُ وَهِيَ حَائِضٌ تَطْلِيقَةً وَاحِدَةً ، فَأَمَرَهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يُرَاجِعَهَا ثُمَّ يُمْسِكَهَا حَتَّى تَطْهُرَ ، ثُمَّ تَحِيضَ عِنْدَهُ حَيْضَةً أُخْرَى ، ثُمَّ يُمْهِلَهَا حَتَّى تَطْهُرَ مِنْ حَيْضِهَا ، فَإِنْ أَرَادَ أَنْ يُطَلِّقَهَا فَلْيُطَلِّقْهَا حِينَ تَطْهُرُ مِنْ قَبْلِ أَنْ يُجَامِعَهَا : (فَتِلْكَ الْعِدَّةُ الَّتِي أَمَرَ اللّٰهُ أَنْ تُطَلَّقَ لَهَا النِّسَاءُ) .

وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ إِذَا سُئِلَ عَنْ ذٰلِكَ قالَ لِأَحَدِهِمْ : إِنْ كُنْتَ طَلَّقْتَهَا ثَلَاثًا ، فَقَدْ حَرُمَتْ عَلَيْكَ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَكَ

وَزَادَ فِيهِ غَيْرُهُ ، عَنِ اللَّيْثِ : حَدَّثَنِي نَافِعٌ : قالَ ابْنُ عُمَرَ : لَوْ طَلَّقْتَ مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ ، فَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَنِي بِهٰذَا . [ر : ٤٦٢٥]

(۷) النہایۃ: ۳/۲۷۳۔ (۸) مجمع بحار الانوار: ۳/۱۳۰۔

## طلاق سے رجوع کا مسئلہ

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں رجوع عن الطلاق کا مسئلہ بیان فرمایا ہے، اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو طلاق رجعی دے دی تو عدت کے اندر اگر وہ رجوع کرے تو نئے نکاح کی ضرورت نہیں اور اگر عدت گزر گئی تب وہ رجوع کرنا چاہے تو اس صورت میں عقد جدید اور نئے نکاح کی ضرورت ہوگی۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے باب کے اندر حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی جو حدیث ذکر فرمائی ہے اس میں رجوع کی پہلی صورت پائی جاتی ہے یعنی رجوع فی العدت اور حضرت معقل بن یسار کی جو حدیث ذکر فرمائی ہے اس میں رجوع کی دوسری صورت پائی جاتی ہے یعنی رجوع بعد العدت، علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ شوہر طلاق رجعی دینے کے بعد عدت کے اندر رجوع کا حق رکھتا ہے، اگرچہ عورت کو ناپسند ہو اور وہ اس کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی ہو۔ (۹)

## طلاق سے کیسے رجوع کیا جائے گا

امام بخاری رحمہ اللہ ترجمۃ الباب میں آگے فرماتے ہیں "وکیف یراجع المراۃ اذا طلقھا..." یعنی طلاق سے رجوع کا طریقہ کیا ہوگا؟

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک رجوع بالکلام ہوگا، شوہر کہے کہ میں نے طلاق سے رجوع کرلیا۔ امام اوزاعی اور امام مالک کے نزدیک رجوع بالجماع ہوگا، امام مالک رحمہ اللہ نیت کی شرط بھی لگاتے ہیں کہ شوہر رجوع عن الطلاق کی نیت سے جماع اور صحبت کرے تب رجوع صحیح ہوگا۔ حنفیہ کے نزدیک رجوع قول اور عمل دونوں سے ہوسکتا ہے، جماع، مس بالشھوۃ، نظر الی فرجھا بالشھوۃ سے رجوع ہوجائے گا اگرچہ اس نے رجوع کا قصد نہ کیا ہو۔ (۱۰)

امام احمدؒ سے ایک قول امام شافعی کے موافق اور دوسرا قول امام اوزاعی کے موافق منقول ہے۔

باب کے تحت امام بخاری نے جو روایات ذکر فرمائی ہیں، یہ پہلے گزر چکی ہیں۔ پہلی روایت میں ہے، فَحَمِیَ مَعْقِلٌ مِنْ ذٰلک أنفاً یعنی حضرت مَعْقِل (بفتح المیم، وسکون العین وکسر القاف) خود داری کی وجہ سے اس سے رکا اور انھوں نے دوبارہ اپنی بہن کو اس شوہر کے ساتھ نکاح کی اجازت

---

(۹) فتح الباری: ۶۰۴/۹۔

(۱۰) فتح الباری: ۶۰۴/۹، والابواب والتراجم: ۸۴/۲۔

نہیں دی حَمِیَ از باب سمع مِنْ حَمِیَ عن الشئی: رکنا، حمایت کرنا۔ أَنَفاً (ہمزہ اور نون کے فتحہ کے ساتھ) خودداری (۱۱) واستقاد لأمر اللہ یعنی اس نے اللہ کے حکم کی طاعت کی۔

## ٤٣ - باب : مُرَاجَعَةِ الحَائِضِ .

٥٠٢٣ : حدّثنا حَجَّاجٌ · حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِيرِينَ : حَدَّثَنِي يُونُسُ بْنُ جُبَيْرٍ : سَأَلْتُ ٱبْنَ عُمَرَ فَقَالَ : طَلَّقَ ٱبْنُ عمرَ ٱمْرَأَتَهُ وَهْيَ حَائِضٌ ، فَسَأَلَ عُمَرُ النَّبِيَّ ﷺ فَأَمَرَهُ أَنْ يُرَاجِعَهَا ، ثُمَّ يُطَلِّقَ مِنْ قُبُلِ عِدَّتِهَا ، قُلْتُ : فَتَعْتَدُّ بِتِلْكَ التَّطْلِيقَةِ ؟ قَالَ : أَرَأَيْتَ إِنْ عَجَزَ وَٱسْتَحْمَقَ . [ر : ٤٦٢٥]

اگر کسی آدمی نے زمانہ حیض میں اپنی بیوی کو طلاق دے دی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اس کو رجوع کرلینا چاہیے، اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے البتہ اس رجوع کی شرعی حیثیت میں اختلاف ہے، امام مالکؒ، داود ظاہری کے نزدیک رجوع واجب ہے، امام احمدؒ کی بھی ایک روایت اسی کے مطابق ہے اور حنفیہ کا مذہب مختار بھی یہی ہے، امام شافعیؒ کے نزدیک رجوع مستحب ہے، امام احمدؒ کا ظاہر مذہب بھی اسی کے مطابق ہے اور حنفیہ میں سے قدوری نے اسی کو مختار قرار دیا ہے، دلائل کی تفصیل کتاب الطلاق کے شروع میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے "باب مراجعة الحائض" کا ترجمہ تو قائم کیا ہے لیکن وجوب اور عدم وجوب سے انھوں نے کوئی بحث نہیں کی۔

---

(۱۱) ارشاد الساری: ۱۲/۱۰۳۔

## ٤٤ – باب : تُحِدُّ الْمُتَوَفَّى عَنْهَا زَوْجُهَا أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا .

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ : لَا أَرَى أَنْ تَقْرَبَ الصَّبِيَّةُ الْمُتَوَفَّى عَنْهَا الطِّيبَ ، لِأَنَّ عَلَيْهَا الْعِدَّةَ .

٥٠٢٤ : حدّثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مالِكٌ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ ابْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ نَافِعٍ ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ هٰذِهِ الْأَحَادِيثَ الثَّلَاثَةَ : قالَتْ زَيْنَبُ : دَخَلْتُ عَلَى أُمِّ حَبِيبَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ حِينَ تُوُفِّيَ أَبُوهَا أَبُو سُفْيَانَ بْنُ حَرْبٍ ، فَدَعَتْ أُمُّ حَبِيبَةَ بِطِيبٍ فِيهِ صُفْرَةٌ ، خَلُوقٌ أَوْ غَيْرُهُ ، فَدَهَنَتْ مِنْهُ جارِيَةً ثُمَّ مَسَّتْ بِعَارِضَيْهَا ، ثُمَّ قالَتْ : وَاللهِ ما لِي بِالطِّيبِ مِنْ حاجَةٍ ، غَيْرَ أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ : (لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ أَنْ تُحِدَّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ ، إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا) .

قالَتْ زَيْنَبُ : فَدَخَلْتُ عَلَى زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ حِينَ تُوُفِّيَ أَخُوهَا ، فَدَعَتْ بِطِيبٍ فَمَسَّتْ مِنْهُ ، ثُمَّ قالَتْ : أَمَا وَاللهِ ما لِي بِالطِّيبِ مِنْ حاجَةٍ ، غَيْرَ أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ عَلَى الْمِنْبَرِ : (لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ أَنْ تُحِدَّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ ، إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا) .

قالَتْ زَيْنَبُ : وَسَمِعْتُ أُمَّ سَلَمَةَ تَقُولُ : جاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَتْ : يَا رَسُولَ اللهِ ، إِنَّ ابْنَتِي تُوُفِّيَ عَنْهَا زَوْجُهَا ، وَقَدِ اشْتَكَتْ عَيْنَهَا ، أَفَتَكْحُلُهَا ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (لَا) . مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا ، كُلَّ ذٰلِكَ يَقُولُ : (لَا) . ثُمَّ قالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (إِنَّمَا هِيَ

---

(۵۰۲۴)الحدیث اخرجہ البخاری ایضا فی الطلاق، باب الکحل للحادّۃ رقم الحدیث: ۵۳۳۸ وایضا اخرجہ البخاری فی الطب، باب الاثمد والکحل من الرمد، رقم الحدیث: ۵۷۰۶، واخرجہ مسلم فی الطلاق، باب وجوب الاحداد فی عدۃ الوفاۃ، رقم الحدیث: ۱۴۸۶، ۱۴۸۹، واخرجہ ابوداؤد فی الطلاق، باب احداد والمتوفی عنها زوجها: ۱/ ۳۱۴، واخرجہ الترمذی فی الطلاق، باب ماجآء فی عدۃ المتوفی عنها زوجها ۱/ ۱۴۳، واخرجہ النسائی فی الطلاق، باب عدۃ المتوفی عنها زوجها: ۲۸/ ۱۱۲، وایضا اخرجہ النسائی فی التفسیر، واخرجہ ابن ماجہ فی الطلاق، باب کراهیۃ الزینۃ للمتوفی عنها زوجها: ص ۱۵۱

أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ وَعَشْرٌ ، وَقَدْ كَانَتْ إِحْدَاكُنَّ فِي الْجَاهِلِيَّةِ تَرْمِي بِالْبَعَرَةِ عَلَى رَأْسِ الْحَوْلِ) .
قَالَ حُمَيْدٌ : فَقُلْتُ لِزَيْنَبَ : وَمَا تَرْمِي بِالْبَعَرَةِ عَلَى رَأْسِ الْحَوْلِ ؟ فَقَالَتْ زَيْنَبُ : كَانَتِ الْمَرْأَةُ إِذَا تُوُفِّيَ عَنْهَا زَوْجُهَا ، دَخَلَتْ حِفْشًا ، وَلَبِسَتْ شَرَّ ثِيَابِهَا ، وَلَمْ تَمَسَّ طِيبًا حَتَّى تَمُرَّ بِهَا سَنَةٌ ، ثُمَّ تُؤْتَى بِدَابَّةٍ ، حِمَارٍ أَوْ شَاةٍ أَوْ طَائِرٍ ، فَتَفْتَضُّ بِهِ ، فَقَلَّمَا تَفْتَضُّ بِشَيْءٍ إِلَّا مَاتَ ، ثُمَّ تَخْرُجُ فَتُعْطَى بَعَرَةً ، فَتَرْمِي ، ثُمَّ تُرَاجِعُ بَعْدُ مَا شَاءَتْ مِنْ طِيبٍ أَوْ غَيْرِهِ . سُئِلَ مَالِكٌ مَا تَفْتَضُّ بِهِ ؟ قَالَ : تَمْسَحُ بِهِ جِلْدَهَا . [ر : ١٢٢١ ، ٥٠٢٥]

تُحِدّ: إِحداد سے ہے، إِحْداد کے معنی ترک زینت اور سوگ کرنے کے آتے ہیں، احداد لغت میں منع کرنے کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں معتدہ کا دوران عدت اپنے آپ کو زینت مثلاً خوشبو وغیرہ سامان زیبائش سے روکنے کو کہتے ہیں، بیوہ دوران عدت چار ماہ دس دن تک زینت سے احتراز کرے گی اور یہ سوگ کرنا اس پر واجب ہے، حضرت حسن بصری اور شعبی کے نزدیک واجب نہیں لیکن ان کا قول شاذ ہے۔ (۱۲)

وقال الزهری: لا أَرَى أَنْ تَقْرَبَ الصَّبِيَّةُ الطِّيبَ، لأن عليها العدة

ابن شہاب زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں مناسب نہیں سمجھتا کہ کمسن لڑکی (جس کا شوہر مرجائے) خوشبو کے قریب جائے اور خوشبو لگائے اس لیے کہ اس پر بھی عدت ہے۔

اگر کسی کمسن اور نابالغ لڑکی کا شوہر مرجائے تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اس پر بھی سوگ منانا واجب ہے، حضرات حنفیہ کے نزدیک اس پر سوگ واجب نہیں۔ (۱۳)

امام بخاریؒ نے حضرت زہری رحمہ اللہ کی تعلیق ذکر کر کے ائمہ ثلاثہ کی تائید فرمائی ہے "لأن عليها العدة" سے جو علت ذکر فرمائی یہ امام زہری کے قول کا حصہ نہیں بلکہ امام بخاریؒ نے ذکر فرمائی ہے کیونکہ ابن وہب نے اس کو موصولاً نقل کیا ہے اس میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔ (۱۴) حاصل یہ ہے کہ چونکہ کمسن نابالغ لڑکی پر بھی عدت گزارنا واجب ہے اس لیے سوگ منانا بھی اس پر واجب ہونا چاہیے۔

---

(۱۲) فتح الباری: ۹/۶۰۷۔

(۱۳) فتح الباری: ۹/۶۰۶۔۶۰۷۔ الابواب والتراجم: ۲/۸۳۔

(۱۴) فتح الباری: ۹/۶۰۶۔

حضرات حنفیہ روایت باب سے استدلال کرتے ہیں، جس میں ہے "لا یحل لامرأۃ تؤمن باللہ والیوم الاخر..." اس میں "امرأۃ" کا لفظ بولا گیا ہے جس کا اطلاق بالغہ پر ہوتا ہے نابالغ لڑکی کو "امرأۃ" نہیں کہتے، اس لیے نابالغ بچی کو سوگ منانے کا پابند نہیں بنایا جائے گا۔

## سوگ کی مدت!

اس کے بعد امام بخاری رحمہ اللہ نے باب میں حضرت حُمَید بن نافع کے واسطے سے حضرت زینب بنت ابی سلمہ سے تین روایات نقل کی ہیں، ایک روایت میں حضرت ام حبیبہ، دوسری روایت میں حضرت زینب بنت جحش اور تیسری روایت میں ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ کا واقعہ نقل کیا گیا ہے، زینب بنت ابی سلمہ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ربیبہ اور ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ کی (شوہر اول سے) بیٹی ہیں۔ (۱۵)

وہ فرماتی ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت ام حبیبہ کے پاس اس وقت گئی جب ان کے والد حضرت ابوسفیان کا انتقال ہوگیا، حضرت ام حبیبہ نے خوشبو منگوائی جس میں خَلوق یا کسی اور چیز کی زردی تھی اور ایک لڑکی کو لگائی، پھر وہ ہاتھ اپنے رخسار پر پھیر لیے اور کہا کہ بخدا مجھے خوشبو کی ضرورت نہیں لیکن میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو عورت اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتی ہو اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی مرنے والے پر تین دن سے زیادہ سوگ منائے، بجز شوہر کے کہ اس کا سوگ چار ماہ دس دن تک منائے۔

زینب فرماتی ہیں کہ میں حضرت زینب بنت جحشؓ کے پاس گئی جب ان کے بھائی فوت ہوئے، انھوں نے بھی خوشبو منگوا کر اسے استعمال کیا اور فرمایا کہ بخدا مجھے خوشبو کی ضرورت نہیں مگر میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا کہ کسی عورت کے لیے جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہو حلال نہیں کہ میت پر تین دن سے زیادہ سوگ منائے بجز شوہر کے کہ اس کا سوگ چار ماہ دس دن تک منائے۔

زینب بنت ابی سلمہ فرماتی ہیں کہ میں نے (اپنی والدہ) ام سلمہؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ایک

---

(۱۵) زینب بنت ابی سلمۃ: وھی بنت ام سلمۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم، وھی ربیبۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، وزعم ابن التین انھا لا روایۃ لھا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، کذا قال، وقد اخرج لھا مسلم حدیثھا "کان اسمی برۃ، فسمانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زینب" الحدیث واخرج لھا البخاری حدیثا تقدم فی اوائل السیرۃ النبویۃ (وانظر فتح الباری: ۹/۶۰۶۔)

عورت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یارسول اللہ! میری بیٹی کا شوہر مر گیا ہے اور اس کی آنکھ میں تکلیف ہے تو کیا ہم اس کو سرمہ لگا سکتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو یا تین بار فرمایا "نہیں نہیں"۔

پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب تو عدت کی مدت چار ماہ دس دن ہے جب کہ زمانۂ جاہلیت میں تم میں سے ایک عورت سال پورا ہونے پر مینگنی پھینکا کرتی تھی (اس کے بعد عدت سے باہر ہوتی تھی۔)

## زمانہ جاہلیت کی عدت

راویٔ حدیث حضرت حمید کہتے ہیں میں نے زینب بنت ابی سلمہ سے پوچھا کہ سال پورا ہونے پر مینگنی پھینکنے کا کیا مطلب ہے؟ تو زینب نے فرمایا جب کسی عورت کے شوہر کا انتقال ہو جاتا تو وہ ایک تنگ کوٹھری میں داخل ہوجاتی، خراب قسم کا کپڑا پہن لیتی اور کسی قسم کی خوشبو نہیں لگاتی، یہاں تک کہ ایک سال گزر جاتا اس کے بعد اس کے پاس ایک چوپایہ (گدھا، بکری یا کوئی پرندہ) لایا جاتا اور وہ اس پر اپنا جسم اور کھال پھیرتی، بہت کم ایسا ہوتا کہ جس پر وہ جسم پھیرے اور وہ مر نہ جائے، پھر وہ باہر نکل آتی، اس کو ایک مینگنی دی جاتی، وہ اسے پھینکتی، پھر وہ واپس ہوجاتی اور خوشبو وغیرہ جو چاہتی لگاتی (اس طرح اس کی عدت مکمل ہوجاتی)

امام مالک سے کسی نے پوچھا کہ "تفتض بہ" سے کیا مراد ہے تو انھوں نے فرمایا اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ عورت اس (جانور) سے اپنی کھال ملتی تھی۔

## انها أخبرته هذه الأحاديث الثلاثة

حضرت زینب بنت ابی سلمہ نے حمید بن نافع کو تین احادیث سنائیں، ان تین میں سے ابتدائی دو روایتیں کتاب الجنائز میں گزر چکی ہیں، (۱۶) البتہ آخری روایت یہاں پہلی بار ذکر فرمائی۔

## لایحل لامرأة تؤمن بالله والیوم الآخر

حنفیہ اور مالکیہ اس سے استدلال کر کے فرماتے ہیں کہ سوگ مومنہ پر واجب ہے، ذمیہ پر

---

(۱۶) دیکھیے صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب إحداد المرأة علی غیر زوجها، رقم الحدیث ۱۲۸۰، و ۱۲۸۲، ص ۲۵۱۔

نہیں، کیونکہ یہ حکم صرف مومنہ کو شامل ہے، ذمیہ سے خاموش ہے اور اشیاء میں اصل چونکہ اباحت ہے لہذا ذمیہ پر سوگ واجب نہیں، شوافع کے نزدیک ذمیہ پر بھی سوگ واجب ہے۔ (۱۷)

## علی مَیّتٍ

مالکیہ کے نزدیک مفقود الخبر کی بیوی بھی سوگ منائے گی، جمہور کے نزدیک نہیں، جمہور اس لفظ سے استدلال کرتے ہیں کیونکہ مفقود الخبر کی وفات متحقق اور یقینی نہیں۔ (۱۸)

## إلا علی زوج

شوہر کے علاوہ کسی دوسرے رشتہ دار پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنا درست نہیں، امام ابوداود نے "مراسیل" میں عمرو بن شعیب کی روایت نقل کی ہے کہ باپ پر سات دن تک سوگ کیا جاسکتا ہے لیکن وہ روایت مرسل ہے۔ (۱۹)

## أربعة أشهر وعشرا

بیوہ کی عدت چار ماہ دس دن ہے، اس میں حکمت یہ ہے کہ بچہ کی کامل تخلیق اور نفخِ روح کا مرحلہ ایک سو بیس دن گزرنے کے بعد مکمل ہوتا ہے، چار ماہ میں سے ہر ماہ اگر تیس دن کا ہو تو چار مہینوں کے ایک سو بیس دن بنتے ہیں لیکن چونکہ مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے اس لیے دس دن احتیاطاً بڑھا دیئے گئے ہیں اور چار ماہ دس دن مقرر کیے گئے ہیں۔ (۲۰)

## ایک اشکال اور اس کے جوابات

اس پر امام احمد کی ایک روایت سے اشکال ہوسکتا ہے جو حضرت جعفر بن ابی طالب کی بیوی حضرت اسماء بنت عمیس سے مروی ہے انھوں نے فرمایا حضرت جعفر کی شہادت کے بعد حضور اکرم

---

(۱۷) فتح الباری: ۶۰۷/۹۔

(۱۸) فتح الباری: ۶۰۷/۹۔

(۱۹) فتح الباری: ۶۰۸/۹۔

(۲۰) ارشاد الساری: ۱۰۶/۱۲۔

صلی اللہ علیہ وسلم تیسرے دن میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ آج کے بعد تم سوگ نہیں منانا۔ (۲۱)

اس سے سوگ منانے کی مدت تین دن معلوم ہوتی ہے، اس کے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں۔

❶ یہ حدیث شاذ ہے کیونکہ یہ باب کی صحیح احادیث کی مخالف ہے، اس لیے معتبر نہیں۔

❷ امام طحاوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ حکم پہلے تھا بعد میں احادیث باب سے منسوخ ہوگیا۔

❸ اس میں جس سوگ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا وہ عام سوگ نہیں تھا بلکہ حضرت اسماء نے معروف سوگ سے ہٹ کر بہت زیادہ مبالغہ کے ساتھ سوگ منایا جس سے منع کیا گیا۔

❹ بعضوں نے کہا کہ حضرت اسماء حاملہ تھیں، تین دن کے بعد وضع حمل ہوگیا تھا اور وضع حمل سے عدت پوری ہوجاتی ہے، اس لیے سوگ سے انھیں منع کیا گیا۔ (۲۲)

## جاءت امرأة إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم

اس عورت کا نام جو آپ کی خدمت میں آئی تھی ابن وھب کی روایت میں عاتکہ بنت نعیم آیا ہے، البتہ اس کی بیٹی کا نام معلوم نہ ہوسکا، اس کی بیٹی کے شوہر کا نام اسی روایت میں مغیرہ مخزومی مذکور ہے۔ (۲۳)

## اِشتَکَت عَینُها

"عَینُها" "اِشتَکَت" کے لیے فاعل بھی بن سکتا ہے، اس کی آنکھ شکایت کررہی تھی، شکایت کی نسبت اس صورت میں "عین" کی طرف مجازاً ہوگی اور "عَینَها" کو مفعول بہ بھی بنایا جاسکتا ہے "اشتکت" میں ضمیر فاعل ہوگی یعنی وہ لڑکی اپنی آنکھ کی شکایت کررہی تھی، منذری رحمہ اللہ نے اس دوسری صورت کو راجح قرار دیا اور علامہ حریری رحمہ اللہ نے اسی کو درست کہا، چنانچہ وہ "درة الغواص" میں فرماتے ہیں: "لایقال: اِشتَکَت عَینُ فلانٍ، والصواب أن یقال:

(۲۱) فتح الباری: ۶۰۸/۹۔

(۲۲) مذکورہ جوابات کے لیے دیکھیے فتح الباری: ۶۰۹/۹۔

(۲۳) فتح الباری: ۶۰۹/۹۔ ۶۱۰۔

راشتكى فلانٌ عَيْنَه، لأنه هو المُشتَكِى لا هى" (۲۴)

## أَفَنَكْحِلُهَا

نُكْحِلُ: نون کے ضمہ کے ساتھ باب افعال سے ہے بمعنی سرمہ لگانا یعنی کیا ہم اس کو سرمہ لگا سکتے ہیں۔

## كانت المرأة إذا توفي عنها زوجها دَخَلَت حِفْشًا۔

حِفْش (حاء کے کسرہ، فاء کے سکون کے ساتھ) چھوٹے گھر، تنگ کوٹھری کو کہتے ہیں۔ (۲۵)
بعرة: مینگنی کو کہتے ہیں۔

## فَقَلَّمَا تَفْتَضُّ بشئٍ إلّا مات

یہاں "تفتض بہ" کا جو لفظ استعمال ہوا ہے، اس کے مختلف معنی بیان کیے گئے ہیں۔

❶ امام مالک رحمہ اللہ کے حوالہ سے حدیث کے آخر میں گزر چکا کہ اس کے معنی ہیں تمسح بہ جلدها یعنی وہ عورت اس جانور کے ساتھ اپنا جسم مل لیتی تھی۔

❷ ابن قتیبہ نے اسی کے قریب قریب "افتضاض" کی تشریح کی، وہ فرماتے ہیں، میں نے حجازیین سے افتضاض کے معنی پوچھے تو انھوں نے کہا: المعتدة كانت لا تمس ماءً، ولا تقلم ظفرا، ولا تزيل شعرا، ثم تخرج بعد الحول بأقبح منظر ثم تفتض أى تكسر ما هى من العدة بطائر تمسح به قُبُلَها و تنبذه، فلا يكاد يعيش بعد ما تفتض به۔ (۲۶)

یعنی معتدہ نہ پانی کو ہاتھ لگاتی تھی، نہ ناخن کاٹتی، نہ بالوں کو صاف کرتی، ایک سال کے بعد وہ تنگ کوٹھری سے بہت بری صورت میں نکلتی اور عدت کی پابندیوں کو ایک پرندے کے ذریعے ختم کر ڈالتی اس طرح کہ اس پرندے سے اپنی شرم گاہ کو پونچھتی اور پھر اس کو پھینک دیتی، وہ پرندہ افتضاض کے اس عمل کے بعد عموماً زندہ نہیں رہتا تھا۔

علامہ خطابی رحمہ اللہ نے فرمایا افتضاض "فضضت الشئی" سے ماخوذ ہے جس کے معنی توڑنے کے آتے ہیں چونکہ پرندے کے ساتھ مذکورہ عمل کے بعد معتدہ عورت عدت کی

(۲۴) ارشاد الساری: ۱۲/۱۰۸۔
(۲۵) فتح الباری: ۹/۱۱۱۔
(۲۶) فتح الباری: ۹/۶۱۲۔

پابندیوں کو توڑ دیتی اور ختم کردیتی اس لیے اس کو افتضاض کہتے ہیں (۲۷) "تفتض بہ" میں باء سببیہ ہے۔

● بعضوں نے کہا "افتضاض" کے معنی میٹھے پانی سے غسل کرنے کے آتے ہیں، تفتض کے معنی ہیں وہ میٹھے پانی سے غسل کرکے فِضَّة (چاندی) کی طرح صاف ہوکر چمک جاتی۔ چنانچہ امام اخفش نے فرمایا کہ "افتضاض" فضة سے ماخوذ ہے اور اس کے معنی پاک ہونے اور نظافت حاصل کرنے کے ہیں اور امام خلیل فرماتے ہیں فَضْفَض میٹھے پانی کو کہتے ہیں اور افتضاض غسل کرنے کو کہتے ہیں۔ (۲۸)

جس جانور کے ساتھ معتدہ عورت اپنا جسم ملتی وہ جانور اکثر مرجاتا، ممکن ہے یہ شیطان اور جنات کا اثر ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ گندگی کی وجہ سے اس کے جسم میں ایسے جراثیم پیدا ہوجاتے ہوں جن سے جانور مرجاتے ہیں یا سال بھر اس طرح رہنے کی وجہ سے اس کے جسم میں ایسی حرارت اور گرمی پیدا ہوجاتی کہ جانور اس سے مرجاتا تھا!۔ واللہ اعلم۔

## فَتُعْطَى بَعَرَةً

تُعْطَى: إعطاء سے مضارع مجہول کا صیغہ ہے، ضمیر اس کے اندر نائب فاعل ہے اور بَعَرَةً مفعول بہ ہے، معتدہ کو مینگنی دی جاتی وہ اس کو پھینکتی، اس کا مقصد یا تو اس طرف اشارہ کرنا ہوتا تھا کہ اس نے مینگنی کی طرح عدت کی اس کیفیت کو بھی اب پھینک دیا ہے اور یا اس طرف اشارہ ہوتا تھا کہ مشقت اور تکلیف کی یہ حالت اس کے لیے شوہر کے حق کی تعظیم کی وجہ سے باعث بوجھ نہیں تھی بلکہ مینگنی کی طرح ہلکی حقیر تھی، اور ایک قول یہ بھی ہے کہ معتدہ تفاؤلاً مینگنی پھینکتی تھی کہ یہ حالت دوبارہ کبھی اس کی طرف لوٹ کر نہ آئے۔ (۲۹)

## فدخلت علی زینب ابنة جحش حین تُوُفِّيَ أَخُوها

یہ باب کی دوسری روایت میں ہے، زینب بنت ابی سلمہ فرماتی ہیں کہ میں ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش کے پاس آئی، جب ان کے بھائی کا انتقال ہوا۔ حضرت زینب بنت جحش

(۲۷) ارشاد الساری: ۱۰۹/۱۲۔

(۲۸) ارشاد الساری: ۱۰۹/۱۲۔

(۲۹) فتح الباری: ۶۱۲/۹۔

کے تین بھائی تھے ایک عبداللہ بن جحش ، دوسرے عبیداللہ بن جحش، اور تیسرے عبد بن جحش جن کی کنیت ابواحمد الأعمیٰ تھی۔

عبداللہ بن جحش تو یہاں مراد نہیں ہوسکتے کیونکہ وہ جنگ احد میں شہید ہوئے تھے اور زینب بنت ابی سلمہ اس وقت بچی تھیں ، وہ اس حالت میں حضرت زینب بنت جحش کے پاس تعزیت کے لیے کیسے آسکتی تھیں۔

عبیداللہ بن جحش بھی مراد نہیں لے سکتے اس لیے کہ اس نے مرتد ہوکر نصرانی مذہب قبول کرلیا تھا اور ۵ھ یا ۶ھ میں حبشہ میں نصرانی ہونے کی حالت میں اس کا انتقال ہوا۔

عبد بن جحش بھی مراد نہیں لے سکتے اس لیے کہ ان کا انتقال اپنی بہن حضرت زینب بنت جحش کے بعد ہوا ہے (اگرچہ بعض حضرات نے انہیں کو مراد لیا ہے اور کہا ہے کہ ان کا انتقال پہلے ہوا ہے۔)

بعض علماء نے اس اشکال کا یہ جواب دیا کہ بھائی سے یہاں عبیداللہ بن جحش ہی مراد ہے وہ اگرچہ مرتد ہوگیا تھا تاہم چونکہ بھائی تھا اس لیے حضرت زینب کو اس کا غم تھا خاص کر نصرانیت کی حالت میں انتقال تو اور زیادہ باعث غم تھا اس لیے حضرت زینب نے سوگ منایا۔

اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ بھائی سے ان کا کوئی علاتی یا رضاعی بھائی مراد ہو۔ (۳۰)

## ٤٥ – باب : الْكُحْلِ لِلْحَادَّةِ .

٥٠٢٥ : حدثنا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ : حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ نَافِعٍ ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أُمِّ سَلَمَةَ ، عَنْ أُمِّهَا : أَنَّ آمْرَأَةً تُوُفِّيَ زَوْجُهَا . فَخَشُوا عَلَى عَيْنَيْهَا ، فَأَتَوْا رَسُولَ ٱللهِ ﷺ فَٱسْتَأْذَنُوهُ فِي ٱلْكُحْلِ ، فَقَالَ : (لَا تَكْتَحِلْ ، قَدْ كَانَتْ إِحْدَاكُنَّ تَمْكُثُ فِي شَرِّ أَحْلَاسِهَا ، أَوْ شَرِّ بَيْتِهَا ، فَإِذَا كَانَ حَوْلٌ فَمَرَّ كَلْبٌ رَمَتْ بِبَعَرَةٍ ، فَلَا حَتَّى تَمْضِيَ أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ وَعَشْرٌ) .

وَسَمِعْتُ زَيْنَبَ بِنْتَ أُمِّ سَلَمَةَ تُحَدِّثُ ، عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : (لَا يَحِلُّ لِٱمْرَأَةٍ مُسْلِمَةٍ تُؤْمِنُ بِٱللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ أَنْ تُحِدَّ فَوْقَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ . إِلَّا عَلَى زَوْجِهَا أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا) . [٥٣٧٩ ، وانظر : ٥٠٢٤]

(۳۰) فتح الباری: ۶۰۶/۹۔

۵۰۲۶ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا بِشْرٌ : حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ عَلْقَمَةَ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ : قَالَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ : نُهِينَا أَنْ نُحِدَّ أَكْثَرَ مِنْ ثَلَاثٍ إِلَّا عَلَى زَوْجٍ . [ر : ۳۰۷]

حادة سوگ والی عورت کو کہتے ہیں ، باب کی پہلی روایت میں ہے کہ ایک عورت کا شوہر مرگیا، لوگوں کو اس کی آنکھ کے متعلق خطرہ محسوس ہوا تو وہ لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور سرمہ لگانے کی اجازت چاہی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "سرمہ نہ لگاؤ" (زمانہ جاہلیت میں عدت گزارنے کا طریقہ تو یہ تھا کہ ) تم میں سے ایک عورت خراب قسم کی کوٹھری میں رہتی ، جب سال گزر جاتا، پھر ایک کتا گزرتا جس پر معتدہ مینگنی پھینکتی تھی (تب عدت ختم ہوتی تھی اب اسلام میں تو سہولت دیدی گئی ہے ) لہذا جب تک چار مہینے دس دن نہ گزر جائیں اس وقت تک سرمہ نہ لگائے ۔ یہ حدیث اس سے پہلے باب میں بھی گزر چکی ہے ۔ أحلاس: حِلْسٌ (حاء کے کسرہ اور لام کے سکون کے ساتھ ) کی جمع ہے ، کپڑے اور باریک چادر کو کہتے ہیں أوشرّ بيتها: راوی کو شک ہے کہ شرّ أحلاسها کہا تھا یا شرّ بيتها کہا تھا ، کپڑے اور مکان دونوں کی صفت کو اس نے بیان کیا، فلاحتی تمضی: أي فلاتكتحل حتى تمضى أربعة أشهر وعشرة أيام(۱)

## سوگ منانے والی عورت کے سرمہ لگانے کا حکم

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں سوگ والی عورت کے سرمہ لگانے کا مسئلہ بیان فرمایا ہے ، اس پر تو تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ سوگ والی عورت کے لیے بغیر ضرورت اور حاجت کے سرمہ لگانا جائز نہیں البتہ ضرورت کی صورت میں بھی سرمہ لگا سکتی ہے کہ نہیں، اس میں اختلاف ہے۔

❶ ظاہریہ کے نزدیک ضرورت کے وقت بھی سوگ والی عورت سرمہ نہیں لگا سکتی ، امام بخاری رحمہ اللہ کا رجحان بھی اسی طرف معلوم ہوتا ہے کیونکہ انھوں نے باب میں جو حدیث بیان کی ہے وہ ظاہریہ کا مستدل ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آنکھ میں تکلیف کے باوجود اس سوگ والی معتدہ عورت کو سرمہ لگانے کی اجازت نہیں دی۔

❷ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک ضرورت کے وقت سوگ والی عورت رات کو سرمہ لگا سکتی ہے ، دن کو نہیں ، امام مالک رحمہ اللہ کی ایک روایت بھی اسی کے مطابق ہے ، ان کا استدلال حضرت ام سلمہؓ کی اس روایت سے ہے جس کو امام مالک، امام احمد اور امام ابوداود نے ذکر

(۱) عمدة القاري ۲۰/د

کیا ہے کہ حضرت ام سلمہؓ سے ایک معتدہ نے سرمہ لگانے کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے جواب میں فرمایا "لاتکتحلی بہ إلا من أمر لا بدمنہ یشتد علیک فتکتحلین باللیل وتمسحینہ بالنھار" اور پھر فرمایا کہ میں نے بھی اپنے شوہر ابوسلمہ کی وفات پر اس طرح کیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا "فلاتجعلیہ الا باللیل، وتنزعیہ بالنھار" اور موطأ کی روایت میں ہے "اجعلیہ باللیل وامسحیہ بالنھار"۔

❷ حضرات حنفیہ کے نزدیک ضرورت کے وقت سوگ والی عورت دن کو بھی سرمہ لگا سکتی ہے اور رات کو بھی، امام مالک رحمہ اللہ کی صحیح روایت بھی اسی کے مطابق ہے لأن الضرورات تبیح المحظورات

حدیث باب کا جواب یہ دیا جاسکتا ہے کہ اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سرمہ لگانے سے اس لیے منع فرمایا کہ آپ کے نزدیک ضرورت متحقق نہیں تھی یا تو اس لیے کہ وہ بیماری ہلکی تھی اور یا اس لیے کہ اس کا علاج سرمہ کے علاوہ دوسری چیز سے ممکن تھا۔ (۲)

## ٤٦ – باب : الْقُسْطِ لِلْحَادَّةِ عِنْدَ الطُّهْرِ .

٥٠٢٧ : حدّثني عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ : حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنْ حَفْصَةَ ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ : كُنَّا نُنْهَى أَنْ نُحِدَّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ إِلَّا عَلَى زَوْجٍ ، أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا ، وَلَا نَكْتَحِلَ ، وَلَا نَطَّيَّبَ ، وَلَا نَلْبَسَ ثَوْبًا مَصْبُوغًا إِلَّا ثَوْبَ عَصْبٍ ، وَقَدْ رُخِّصَ لَنَا عِنْدَ الطُّهْرِ ، إِذَا اغْتَسَلَتْ إِحْدَانَا مِنْ مَحِيضِهَا ، فِي نُبْذَةٍ مِنْ كُسْتِ أَظْفَارٍ ، وَكُنَّا نُنْهَى عَنِ اتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ . [ر : ٣٠٧]

اس باب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے سوگ والی عورت کے حیض سے پاک ہونے کے وقت قسط خوشبو کے استعمال کرنے کو بیان کیا ہے، حضرت ام عطیہ فرماتی ہیں کہ ہم لوگوں کو کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ منانے سے منع کیا جاتا تھا مگر شوہر پر چار مہینے دس دن تک (سوگ مناتے تھے)، ہم نہ سرمہ لگاتے تھے، نہ خوشبو لگاتے تھے، نہ رنگا ہوا کپڑا پہنتے تھے البتہ ثوب عَصْب کی اجازت تھی (ثوب عصب کی تفصیل آگے آرہی ہے) جب ہم میں سے کوئی عورت حیض

(۲) مذاہب کی مذکورہ تفصیل کے لیے دیکھیے الابواب والتراجم: ۲/۸۴، وتکملۃ فتح الملہم ۱/۲۲۸۔ نیز دیکھیے فتح الباری: ۹/۶۱۰۔

سے غسل کر کے پاک ہوتی تو تھوڑے سے قُسط اظفار (کے استعمال کرنے کی) ہمیں اجازت دی جاتی اور ہم لوگوں کو جنازے کے پیچھے چلنے سے منع کیا جاتا تھا۔

نُنْهٰی: مضارع مجہول جمع متکلم کا صیغہ ہے، نون اول کے ضمہ اور ھاء کے فتح کے ساتھ رُخِّصَ بضم الراء وکسر الخاء) ماضی مجہول کا صیغہ ہے۔ نُبْذَة بمعنی شئی قلیل کست اظفار: اظفار جگہ کا نام ہے، صغانی نے فرمایا کہ صحیح لفظ ظفار ہے جو عدن کے ساحل پر ایک جگہ کا نام ہے۔ (۳)

قال ابو عبداللّٰہ: القسط والکست، مثل الکافور والقافور، نُبْذَة: قطعة

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قسط کا لفظ قاف کے ساتھ بھی ہے اور کاف کے ساتھ بھی جس طرح کافور کاف اور قاف دونوں کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔ نُبْذَة بمعنی ٹکڑا، تھوڑا سا حصہ۔

## ٤٧ – باب : تَلْبَسُ الْحَادَّةُ ثِيَابَ الْعَصْبِ

٥٠٢٨ : حدّثنا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَرْبٍ ، عَنْ هِشَامٍ ، عَنْ حَفْصَةَ ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُحِدَّ فَوْقَ ثَلَاثٍ إِلَّا عَلَى زَوْجٍ ، فَإِنَّهَا لَا تَكْتَحِلُ وَلَا تَلْبَسُ ثَوْبًا مَصْبُوغًا إِلَّا ثَوْبَ عَصْبٍ) .

وَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ : حَدَّثَنَا هِشَامٌ : حَدَّثَتْنَا حَفْصَةُ : حَدَّثَتْنِي أُمُّ عَطِيَّةَ : نَهَى النَّبِيُّ ﷺ : وَلَا تَمَسُّ طِيبًا ، إِلَّا أَدْنَى طُهْرِهَا إِذَا طَهُرَتْ نُبْذَةً مِنْ قُسْطٍ وَأَظْفَارٍ . [ر : ٣٠٧]

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ : الْقُسْطُ وَالْكُسْتُ مِثْلُ الْكَافُورِ وَالْقَافُورِ . نُبْذَةٌ : قطعةٌ

اس باب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے سوگ والی عورت کے لیے ثیاب عَصْب کے استعمال کی اجازت کو بیان فرمایا ہے کہ سوگ والی عورت ثیاب عَصْب استعمال کر سکتی ہے۔

علامہ سہیلی رحمہ اللہ نے فرمایا عصب ایک گھاس کا نام ہے جو یمن میں ہوتی ہے، جس

---

(۳) ارشاد الساری: ۱۱/۱۲۱۔

٥٠٢٨ : (أدنى طهرها) أول طهرها ، لتذهب رائحة نتن الدم . (قسط) عود يتبخر به . (أظفار) نوع من البخور رخص فيه للمغتسلة من الحيض لإزالة الرائحة الكريهة لا للتطييب ، سمي باسم موضع بساحل عدن يجلب منه عود الطيب .

سے کپڑے رنگے جاتے ہیں، ان کپڑوں کو جو اس گھاس میں رنگے جاتے ہیں ثیاب عَصْب کہا جاتا ہے۔

لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس تشریح کو غریب قرار دیا۔ (۴)

مشہور یہ ہے کہ سوت کاتنے کے بعد اسے باندھ کر رنگ میں ڈالا جاتا ہے، اس کے بعد پھر اس کو کھولتے اور بنتے ہیں، جہاں جہاں اس سوت کے اندر بندش ہوتی ہے وہاں رنگ نہیں پہنچتا، اس سے جو کپڑا بُنا جاتا ہے اس میں زینت نہیں ہوتی، اس لیے سوگ اور احداد کے زمانے میں اس کے پہننے کی اجازت ہے۔ چنانچہ علامہ ابن الاثیر لکھتے ہیں:

العَصْب: بُرود يَمَنِيّة، يُعصَبُ غَزْلُها: أي يجمع ويُشد ثم يُصبغ، و ينسج فيأتي موشيا لبقاء ما عُصِب منه أبيض، لم يأخذه صبغ، يقال: بُرْدٌ عَصْبٌ، و بُرُودُ عَصْبٍ، بالتنوين والاضافة، وقيل هي برود مُخَطَّطَة۔ والعصب: الفتل، فيكون النهي للمعتدة عما صبغ بعد النسج (۵)

خلاصہ یہ ہے کہ سوگ والی عورت کو رنگین کپڑے اور ثوب مصبوغ پہننے سے منع کیا گیا ہے لیکن یہ ممانعت ثیاب عصب کو شامل نہیں بلکہ ممانعت ان کپڑوں کے استعمال سے ہے جو بُننے کے بعد رنگے جاتے ہیں، جبکہ ثیاب عصب بُننے سے پہلے رنگ میں ڈالے جاتے ہیں۔

دوسری روایت میں "قال الانصاری" سے محمد بن عبداللہ بن المثنی مراد ہیں جو امام بخاری رحمہ اللہ کے شیخ ہیں۔

## ولاتمس طيبا إلا أَدنى طهرها

یعنی سوگ والی عورت خوشبو استعمال نہیں کرسکتی البتہ زمانہ طہر کے قریب تھوڑا سا قُسْطِ ظفار استعمال کرسکتی ہے، إلا أدنى طهرها أي عند قرب طهرها (۶)

---

(۴) فتح الباری: ۶۱۴/۹

(۵) النهاية في غريب الحديث والأثر لابن الأثير: ۲۴۵/۳

(۶) فتح الباری: ۶۱۵/۹

## سوگ والی عورت کے لیے ثیاب عصب کے استعمال کا حکم

سوگ والی عورت کے لیے ثیاب عصب کے استعمال میں حضرات فقہاء کا اختلاف ہے اس پر تو اتفاق ہے کہ معتدہ رنگین خوب صورت اور زینت والے کپڑے استعمال نہیں کر سکتی۔ ثیاب عصب کے متعلق امام شافعی رحمہ اللہ کا صحیح قول یہ ہے کہ معتدۃ الوفات کے لیے اس کا استعمال حرام ہے اور یہی مسلک حضرات حنفیہ کا ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر وہ کپڑا موٹا ہے، ملائم اور پتلا نہیں ہے تو پھر جائز ہے لیکن اگر وہ ملائم اور رقیق و باریک ہے تو پھر اس کا استعمال ناجائز ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے جواز اور عدم جواز دونوں قسم کی روایات منقول ہیں لیکن ان کی اصح روایت عدم جواز کی ہے۔ (۷)

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عراق اور کوفہ وغیرہ میں ثوب عصب کی ترقی یافتہ شکل تیار ہو گئی تھی اور زینت کے مواقع میں اس کا استعمال کیا جاتا تھا اس لیے ہمارے فقہاء نے اپنے زمانے اور علاقے کے عرف مطابق معتدہ کے لیے اس کا استعمال ممنوع قرار دیا، حدیث میں ثوب عصب کی اجازت دی گئی ہے کہ اس وقت وہ ایک سادہ کپڑا شمار ہوتا تھا اور زینت کے لیے استعمال نہیں کیا جاتا تھا۔

٤٨ – باب : «وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِي أَنفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ». /البقرة : ٢٣٤/.

٥٠٢٩ : حدّثني إسحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ : أَخْبَرَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ : حَدَّثَنَا شِبْلٌ ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ ، عَنْ مُجَاهِدٍ : «وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا» . قالَ : كانَتْ هٰذِهِ الْعِدَّةُ تَعْتَدُّ عِنْدَ أَهْلِ زَوْجِهَا وَاجِبًا ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ : «وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا وَصِيَّةً لِأَزْوَاجِهِمْ مَتَاعًا إِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ إِخْرَاجٍ فَإِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيما فَعَلْنَ فِي أَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَعْرُوفٍ» .

---

(۷) مذاہب کی تفصیل کے لیے دیکھیے الابواب والتراجم: ۲/۸۴، نیز دیکھیے فتح الباری: ۹/۶۱۳.

قَالَ : جَعَلَ اللّٰهُ لَهَا تَمَامَ السَّنَةِ سَبْعَةَ أَشْهُرٍ وَعِشْرِينَ لَيْلَةً وَصِيَّةً ، إِنْ شَاءَتْ سَكَنَتْ فِي وَصِيَّتِهَا ، وَإِنْ شَاءَتْ خَرَجَتْ ، وَهُوَ قَوْلُ اللّٰهِ تَعَالَى : «غَيْرَ إِخْرَاجٍ فَإِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ» . فَالْعِدَّةُ كَمَا هِيَ وَاجِبٌ عَلَيْهَا . زَعَمَ ذٰلِكَ عَنْ مُجَاهِدٍ .

وَقَالَ عَطَاءٌ : قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : نَسَخَتْ هٰذِهِ الآيَةُ عِدَّتَهَا عِنْدَ أَهْلِهَا ، فَتَعْتَدُّ حَيْثُ شَاءَتْ ، وَقَوْلُ اللّٰهِ تَعَالَى : «غَيْرَ إِخْرَاجٍ» . وَقَالَ عَطَاءٌ : إِنْ شَاءَتِ اعْتَدَّتْ عِنْدَ أَهْلِهَا ، وَسَكَنَتْ فِي وَصِيَّتِهَا ، وَإِنْ شَاءَتْ خَرَجَتْ لِقَوْلِ اللّٰهِ : «فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ» . قَالَ عَطَاءٌ : ثُمَّ جَاءَ الْمِيرَاثُ ، فَنَسَخَ السُّكْنَى ، فَتَعْتَدُّ حَيْثُ شَاءَتْ ، وَلَا سُكْنَى لَهَا . [ر : ۴۲۵۷]

۵۰۳۰ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ ، عَنْ سُفْيَانَ ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ : حَدَّثَنِي حُمَيْدُ بْنُ نَافِعٍ ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أُمِّ سَلَمَةَ ، عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ بِنْتِ أَبِي سُفْيَانَ : لَمَّا جَاءَهَا نَعِيُّ أَبِيهَا ، دَعَتْ بِطِيبٍ فَمَسَحَتْ ذِرَاعَيْهَا ، وَقَالَتْ : مَا لِي بِالطِّيبِ مِنْ حَاجَةٍ ، لَوْلَا أَنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ : (لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ تُحِدُّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ ، إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا) . [ر : ۱۲۲۱]

اس باب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے متوفی عنہا زوجہا کی عدت کا مسئلہ بیان کیا ہے۔

متوفی عنہا زوجہا کی عدت کے بارے میں دو آیتیں نازل ہوئیں۔ ایک آیت ہے "وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّ عَشْرًا" اور دوسری آیت ہے "وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ"

ان دونوں آیتوں میں دو باتوں کے اندر اختلاف ہے اول تو یہ کہ عدت شوہر کے گھر گزاری جائے گی کہ نہیں، دوم یہ کہ مدت عدت چار ماہ دس دن ہے یا ایک سال ہے؟

پہلی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ عدت شوہر کے گھر میں گزاری جائے گی "یتربصن بانفسھن" میں تربص سے تَرَبُّص فی بیت الزوج مراد ہے اور مدت عدت اس میں چار ماہ دس دن ہے اور دوسری آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ تربص ایک سال تک کرنا ہوگا اور اگر نکلنا چاہے تو نکل بھی سکتی ہے۔

جمہور علماء جن میں ائمہ اربعہ بھی داخل ہیں کی رائے یہ ہے کہ "یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر" والی آیت، ناسخ ہے اور "وصیۃ لازواجھم متاعا الی الحول" والی آیت منسوخ ہے،

اگرچہ تلاوت میں ناسخ مقدم اور منسوخ موخر ہے۔

مجاہد اور عطاء نے حضرت ابن عباسؓ سے اس کے خلاف نقل کیا ہے کہ آیت الحول منسوخ نہیں، وصیت کا حکم آیت الحول میں چار ماہ دس دن کی عدت کے مقرر ہونے کے بعد آیا ہے، پھر زوجات کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ چاہیں تو اس وصیت سے استفادہ کریں یا ان کی مرضی استفادہ کرنے کی نہ ہو تو نہ کریں، اب یہ سمجھیے کہ یہاں تین چیزیں ہیں:

❶ متوفی عنہا زوجہا کے لیے چار ماہ دس دن کی عدت کا واجب ہونا۔

❷ متوفی عنہا زوجہا کی سکونت کا بیت زوج میں لازم ہونا۔

❸ ازواج پر وصیت کا واجب ہونا۔

امام بخاریؒ نے ایک قول حضرت مجاہد کا نقل کیا اور ایک قول عطاء کا اور یہ دونوں حضرت ابن عباسؓ کے شاگرد ہیں تو گویا انھوں نے ابن عباسؓ کی رائے پیش کی ہے، حضرت مجاہد نے یہ کہا ہے کہ "والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا وصیۃ لازواجھم" کا چار ماہ دس دن کی عدت سے کوئی تعلق نہیں، آیت الحول کے نازل ہونے کے بعد چار ماہ دس دن کی عدت اسی طرح واجب ہے جس طرح پہلے واجب تھی، آیت الحول میں ازواج کو اسی کا پابند کیا گیا ہے کہ وہ زوجات کے لیے مزید سات ماہ اور بیس دن کی وصیت کریں، متاع اور سکنی کے لیے تاکہ سال پورا ہوجائے اور زوجات کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اس وصیت کے مطابق بیتِ زوج میں رہنا پسند کریں تو رہیں اور اگر رہنا پسند نہ کریں تو نہ رہیں۔

عطاء کہتے ہیں کہ "وصیۃ لازواجھم" والی آیت الحول میں امورِ ثلثہ میں سے امر ثانی کو منسوخ کیا گیا ہے اور عورت کے لیے بیتِ زوج میں عدت گزارنا ضروری نہیں رہا، عطاء کہتے ہیں کہ نہ چار ماہ دس دن کی عدت میں شوہر کے گھر میں رہنا ضروری ہے اور نہ مدت وصیت میں بیتِ زوج میں سکونت اختیار کرنا ضروری ہے۔ عطاء کے نزدیک چار ماہ دس دن کی عدت کا حکم اپنی جگہ باقی ہے آیت الحول کے نازل ہونے سے سکونت فی بیت الزوج کا وجوب ختم ہوگیا، نہ مدت عدت چار ماہ دس دن میں یہ وجوب باقی رہا نہ مدت وصیت سات ماہ بیس دن میں۔

مجاہد نے مدتِ وصیت میں تو عورت کے اختیار کا ذکر کیا ہے لیکن عدت کی مدت یعنی چار ماہ دس دن کے بارے میں مجاہد نے سکوت کیا ہے لیکن ظاہر یہ ہے کہ مجاہد کے نزدیک بھی جس طرح مدتِ وصیت میں عورت کے لیے بیت زوج میں سکونت واجب نہیں اسی طرح عدت کی مدت، چار ماہ دس دن میں بھی سکونت فی بیت الزوج واجب نہیں اگرچہ انھوں نے اس کا ذکر نہیں کیا اس لیے

کہ جب مدتِ وصیت میں جو بڑی مدت ہے سکونت فی بیت الزوج ضروری نہیں تو مدتِ عدت چار ماہ دس دن میں جو کہ چھوٹی مدت ہے یہ سکونت ضروری نہ ہوگی لہذا اگر یہ مان لیا جائے کہ مجاہد بھی سکونت فی بیتِ الزوج کو نہ مدتِ وصیت میں ضروری سمجھتے ہیں نہ مدتِ عدت میں تو پھر عطاء اور مجاہد میں اختلاف باقی نہیں رہتا۔

اس کے بعد عطاء نے فرمایا ہے کہ آیتِ میراث کے نزول کے بعد عورت کے لیے بیتِ زوج میں رہنے کا اختیار ختم ہوگیا، نہ وہ چار ماہ دس دن مدت عدت میں وہاں رہ سکتی ہے اور نہ مدتِ وصیت سات ماہ بیس دن میں وہاں رہ سکتی ہے، اگر رہے گی تو کرایہ دینا ہوگا، میراث اس کو مل گئی، پیسے اس کے پاس ہیں اور رہنا چاہتی ہے تو کرایہ دے بلکہ آیتِ میراث کے بعد تو یہ وصیت بھی جائز نہیں کیونکہ آیتِ میراث نے آیت الحول کو منسوخ کردیا، آیت تربص سے وہ منسوخ نہیں ہوئی تھی کیونکہ آیت تربص نزول میں مقدم تھی اور آیت الحول موخر تھی مگر آیت المیراث اس سے بھی موخر ہے لہذا وہ آیت الحول کے لیے ناسخ ہے۔

اس تیسرے مسئلے میں بھی کہ آیت الحول آیت میراث سے منسوخ ہوگئی عطاء اور مجاہد کا اختلاف نہیں دونوں اس نسخ کے قائل ہیں۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ مجاہد اور عطاء کے بیان میں ابن عباسؓ کا مذہب بیان کرنے میں اختلاف نہیں ہے لیکن ابن عباسؓ کی روایات میں اختلاف واقع ہوا ہے بعض روایات سے عدمِ نسخ معلوم ہوتا ہے جیسا کہ امام بخاری نے نقل کیا ہے اور اس کی تفصیل آپ کے سامنے پیش کی گئی اور بعض روایات سے نسخ معلوم ہوتا ہے، علامہ سیوطیؒ نے درّمنثور میں فرمایا ہے اخرج ابوداؤد و النسائی والبیھقی من طریق عکرمۃ عن ابن عباسؓ فی قولہ "والذین یتوفون منکم و یذرون ازواجا وصیۃ لازواجھم متاعا الی الحول غیر اخراج" قال: نسخ اللہ ذلک بایۃ المیراث بما فرض اللہ لھن من الربع، والثمن، ونسخ اجل الحول بان جعل اجلھا اربعۃ اشھر و عشرا۔ (۸)

اس طرح کی روایات سے حضرت ابن عباسؓ کی رائے جمہور کے موافق معلوم ہورہی ہے کہ وہ آیت الحول کو "اربعۃ اشھر و عشرا" کی آیت سے منسوخ مانتے ہیں۔

---

(۸) دیکھیے الدرالمنثور: ۳۰۹/۱ و تعلیقات لامع الدراری: ۶/۹

## ٤٩ - باب : مَهْرِ الْبَغِيِّ وَالنِّكَاحِ الْفَاسِدِ .

وَقَالَ الْحَسَنُ : إِذَا تَزَوَّجَ مُحَرَّمَةً وَهُوَ لَا يَشْعُرُ ، فُرِّقَ بَيْنَهُمَا وَلَهَا مَا أَخَذَتْ ، وَلَيْسَ لَهَا غَيْرُهُ ، ثُمَّ قَالَ بَعْدُ : لَهَا صَدَاقُهَا .

٥٠٣١ : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ ، وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ ، وَمَهْرِ الْبَغِيِّ . [ر : ٢١٢٢]

٥٠٣٢ : حدّثنا آدَمُ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ : حَدَّثَنَا عَوْنُ بْنُ أَبِي جُحَيْفَةَ ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ : لَعَنَ النَّبِيُّ ﷺ الْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ وَآكِلَ الرِّبَا وَمُوكِلَهُ ، وَنَهَى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ ، وَكَسْبِ الْبَغِيِّ ، وَلَعَنَ الْمُصَوِّرِينَ . [ر : ١٩٨٠]

٥٠٣٣ : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ : أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُحَادَةَ ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ : نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ كَسْبِ الْإِمَاءِ . [ر : ٢١٦٣]

بَغِیّ (باء کے فتحہ، غین کے کسرہ اور یاء کی تشدید کے ساتھ) بروزن فعیل، زانیہ کو کہتے ہیں یہ صفت کا صیغہ ہے اور بِغَاء سے مشتق ہے جس کے معنی زنا کے آتے ہیں، مذکر اور مونث دونوں کے لیے یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔

علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس کا وزن فعول ہے اصل میں بَغُوْیٌ تھا، واؤ کو یاء سے بدل دیا اور یاء کی مناسبت سے غین کو کسرہ دے کر یاء کا یاء میں ادغام کردیا گیا۔ (۱)

اس باب میں امام بخاری رحمہ اللہ درحقیقت نکاح فاسد میں مہر کا مسئلہ بیان فرمانا چاہتے ہیں لیکن نکاح فاسد کے سلسلہ میں چونکہ ان کے پاس کوئی روایت موجود نہیں ہے اس لیے انھوں نے مَہْرِ بَغِی کی روایت سے استدلال کیا ہے اور ترجمہ میں "مہر بغی" کا اضافہ کردیا ہے چونکہ نکاح فاسد میں جو وطی ہوتی ہے وہ بھی ایک قسم کا بغاء اور زنا ہے۔

(۱) فتح الباری: ۹/۶۱۷، وعمدۃ القاری: ۲۱/۹

نکاح فاسد کی کئی صورتیں ہیں مثلاً: گواہوں کے بغیر نکاح، زمانۂ عدت میں نکاح، نکاح مُوقّت، یہ نکاح فاسد کی صورتیں ہیں۔ (۲)

وقال الحسن: إذا تزوج مُحَرَّمَة، فُرِّق بينهما، ولها ما أخذت وليس لها غيره ثم قال بعد: لها صَداقها

مُحَرَّمَة (میم کے ضمہ اور راء کی تشدید کے ساتھ) ای امراۃ محرمة علیه۔ مُستملی کی روایت میں مَحْرَمة (میم کے فتحہ، حاء کے سکون اور راء کے فتحہ کے ساتھ) ہے أی ذا مَحْرَمة یعنی ذی رحم محرم خاتون۔ (۳)

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے کسی ذی رحم محرم خاتون کے ساتھ نکاح کرلیا اور اس کو معلوم نہیں تھا تو معلوم ہونے کے بعد دونوں کے درمیان تفریق اور جدائی کردی جائے گی۔

اب رہا یہ کہ اس عورت کو کچھ ملے گا یا نہیں تو حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کے دو قول ہیں ایک قول تو یہ ہے کہ اس کو صداق مسمی ملے گا یعنی نکاح میں جو مہر طے ہوگیا تھا وہی اس کو ملے گا۔ ولها ما أَخَذَتْ سے یہی مراد ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس کو مہر مثل ملے گا، لها صَداقها یعنی صَداق مِثلها یہی دونوں قول جمہور کی طرف بھی منسوب ہیں، بعضوں نے کہا صَداق مسمی ملے گا اور بعض فرماتے ہیں مہر مثل ملے گا، ابن بطال نے اس کو اکثر علماء کا قول قرار دیا۔ (۴)

## محرم سے نکاح کرنے والے کا حکم

یہ صورت تو اس وقت ہے جب کسی آدمی نے بے خبری میں کسی محرمہ سے نکاح کرلیا ہو، لیکن اگر کسی نے دیدہ و دانستہ اس شنیع حرکت کا ارتکاب کیا تو ایسے شخص کے حکم میں اختلافِ فقہاء ہے:

❶ امام مالک، امام شافعی، حضرت حسن بصری اور حنفیہ میں سے امام ابویوسف اور امام محمد کے نزدیک ایسے شخص پر حد زنا جاری کی جائے گی۔ (۵)

---

(۲) عمدۃ القاری: ۹/۲۱

(۳) عمدۃ القاری: ۹/۲۱

(۴) فتح الباری: ۶۱۸/۹

(۵) المحلی لابن حزم، کتاب الحدود: حکم القتل فیمن أعرس بامرأۃ أبیه: ۲۰۰/۱۲

• امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق کے نزدیک ذی رحم محرم خاتون سے شادی کرنے والے کو قتل کیا جائے گا اور اس کا مال ضبط کرلیا جائے گا۔ (۶)

• ابن حزم ظاہری کے نزدیک باپ کی بیوی سے نکاح کرنے والے کو تو قتل کیا جائے گا لیکن باقی محارم سے نکاح کرنے والے پر حد زنا جاری کی جائے گی۔ (۷)

• امام ابو حنیفہ اور حضرت سفیان ثوری کے نزدیک اس پر حد جاری نہیں کی جائے گی بلکہ تعزیراً اس کو سزا دی جائے گی۔ (۸)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں "الحدود تندرئ بالشبہات" حدود کے لیے قاعدہ یہ ہے کہ وہ شبہات کی وجہ سے ساقط ہوجاتی ہیں اور یہاں شبهة العقد ہے اس لیے حد شرعی جاری نہیں کی جائے گی البتہ سخت سزا دی جائے گی۔ (۹)

امام احمد رحمہ اللہ سنن ابی داؤد کی روایت سے استدلال کرتے ہیں، حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ میرے اپنے چچا (ابوبردہ بن نیار) سے ملاقات ہوئی، ان کے پاس جھنڈا تھا، میں نے پوچھا، کہاں کا ارادہ ہے؟ تو وہ کہنے لگے: "بعثني رسول الله صلى الله عليه وسلم الى رجل نكح امرأة ابيه، فأمرني أن أضرب عنقه، وآخذ ماله" (۱۰)

حافظ ابن حجرؒ نے "الاصابة" میں فرمایا کہ نکاح کرنے والے اس شخص کا نام منظور بن زبان اور عورت کا نام مُلیکہ بنت خارجہ تھا، لیکن اس پر اشکال ہوتا ہے کہ منظور بن زبان تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی زندہ رہا جب کہ حدیث میں ہے کہ مذکورہ شخص کی گردن مارنے کا حکم دیدیا گیا تھا۔ (۱۱)

بہرحال اس روایت سے استدلال کرکے امام احمد فرماتے ہیں کہ ذی رحم محرم سے نکاح کرنے والے کو قتل کیا جائے گا۔

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ نے قتل کے اس حکم کو مَوْرِدِ حدیث کے ساتھ خاص کر دیا

(۶) بذل المجهود، كتاب الحدود، باب فی الرجل یزنی بحریمه: ۴۲۳/۱۷

(۷) المحلی لابن حزم: ۲۰۴/۱۲

(۸) بذل المجهود: ۴۲۳/۱۷

(۹) بذل المجهود: ۴۲۲/۱۲

(۱۰) سنن ابی داود، كتاب الحدود، باب فی الرجل یزنی بحریمه: ۴۵۵/۴، رقم الحدیث: ۴۴۵۷

(۱۱) تعلیقات بذل المجهود: ۴۲۲/۱۲

ہے کہ امراۃ الاب سے نکاح کرنے کی صورت میں تو قتل کیا جائے گا لیکن دوسری محارم میں قتل نہیں بلکہ حد زنا جاری کی جائے گی۔ (۱۲)

حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ نے ایک رسالہ "القول الجازم فی سقوط الحد بنکاح المحارم" کے نام سے تحریر فرمایا ہے اور حضرات حنفیہ کے مسلک کو اس میں مدلل بیان کیا ہے۔

باب کی پہلی روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت، کاہن کی اجرت اور زنا کار عورت کی کمائی کے کھانے سے منع فرمایا۔

یہ حدیث کتاب البیوع میں "باب ثمن الکلب" کے تحت گزر چکی ہے۔ (۱۳) کتا فروخت کرکے اس کی قیمت لینا حضرت حسن بصری، امام شافعی، امام احمد کے نزدیک حرام ہے۔

حدیث باب ان حضرات کا مستدل ہے

ابراہیم نخعی، سحنون مالکی اور حضرات حنفیہ کے نزدیک ثمن الکلب جائز ہے۔ حدیث میں جو نہی وارد ہے یہ ان حضرات کے نزدیک منسوخ ہوچکی ہے۔ (۱۴)

دوسری روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے واشمۃ (گودنے والی) اور مستوشمۃ (گدوانے والی) پر اور سود کھانے اور کھلانے والے پر لعنت کی ہے اور کتے کی قیمت اور زنا کار کی کمائی سے منع فرمایا ہے اور تصویر بنانے والوں پر لعنت کی ہے۔

یہ حدیث بھی کتاب البیوع میں باب ثمن الکلب کے تحت گزر چکی ہے۔ (۱۵)

تیسری روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسب إماء (باندیوں کی کمائی) سے منع فرمایا یعنی لونڈیوں نے زنا کرکے جو رقم حاصل کی ہو اس سے منع فرمایا۔

یہ حدیث بھی کتاب البیوع کے آخر میں گزر چکی ہے۔ (۱۶)

---

(۱۲) المحلی لابن حزم: ۱۲/۲۰۵

(۱۳) عمدۃ القاری: ۲۱/۹

(۱۴) عمدۃ القاری: ۲۱/۹

(۱۵) عمدۃ القاری: ۲۱/۱۰

(۱۶) عمدۃ القاری: ۲۱/۱۰

٥٠ - باب : المَهْرِ لِلْمَدْخُولِ عَلَيْهَا ، وَكَيْفَ الدُّخُولُ ، أَوْ طَلَّقَهَا قَبْلَ الدُّخُولِ وَالمَسِيسِ

٥٠٣٤ : حدّثنا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ : أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ : قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ : رَجُلٌ قَذَفَ امْرَأَتَهُ ؟ فَقَالَ : فَرَّقَ نَبِيُّ اللهِ ﷺ بَيْنَ أَخَوَيْ بَنِي الْعَجْلَانِ ، وَقَالَ : (اللهُ يَعْلَمُ أَنَّ أَحَدَكُمَا كَاذِبٌ ، فَهَلْ مِنْكُمَا تَائِبٌ) . فَأَبَيَا ، فَقَالَ : (اللهُ يَعْلَمُ أَنَّ أَحَدَكُمَا كَاذِبٌ ، فَهَلْ مِنْكُمَا تَائِبٌ) . فَأَبَيَا ، فَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا .

قَالَ أَيُّوبُ : فَقَالَ لِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ : فِي الحَدِيثِ شَيْءٌ لَا أَرَاكَ تُحَدِّثُهُ ، قَالَ : قَالَ الرَّجُلُ : مَالِي ؟ قَالَ : (لَا مَالَ لَكَ ، إِنْ كُنْتَ صَادِقًا فَقَدْ دَخَلْتَ بِهَا ، وَإِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَهُوَ أَبْعَدُ مِنْكَ) . [ر : ٤٤٧١]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ مدخول بہا کے لیے مہر واجب ہے، یہ مسئلہ متفق علیہ ہے کہ جو عورت مدخول بہا ہے، اس کے لیے مہر واجب ہے، اگر مہر مسمی ہے اور پہلے سے مقرر ہے تو وہ واجب ہے ورنہ تو مہر مثل واجب ہوتا ہے۔

وکیف الدخول

دخول کی کیفیت اور اس کی حقیقت شرعیہ کی تفصیل میں حضرات فقہاء کا اختلاف ہے۔

حضرات حنفیہ، امام احمد اور ایک روایت میں امام مالک فرماتے ہیں کہ دخول حقیقت میں خلوت صحیحہ ہے، اگر عورت کے ساتھ مرد کی خلوت ہوجائے، اس طرح کہ کوئی شرعی یا حسی مانع موجود نہ ہو تو ایسی خلوت کو دخول قرار دیا جائے گا۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک دخول سے مراد جماع ہے، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی ایک روایت بھی اسی کے مطابق ہے۔ (۱۷)

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر دخول شوہر کے گھر میں ہوا ہے تو وہاں عورت کا قول معتبر ہوگا یعنی اختلاف کی صورت میں شوہر کو بینہ اور گواہوں کے ذریعہ ثابت کرنا پڑے گا اور اگر

(۱۷) فتح الباری: ۹/۶۱۹

ثابت نہ کرسکے تو عورت کا قول مع الیمین معتبر ہوگا۔

اور اگر بیوی کے گھر میں دخول ہوا ہے تو وہاں زوج کا قول معتبر ہوگا۔ یعنی اگر اختلاف ہوجائے تو عورت کو بینہ سے ثابت کرنا پڑے گا، نہیں تو مرد کا قول مع الیمین معتبر ہوگا اور بینہ سے ثابت کرنا کوئی مشکل بات نہیں اس لیے کہ ان کے ہاں دخول سے مراد خلوت ہے اور اس کا علم لوگوں کو ہوجاتا ہے۔

## أو طلقها قبل الدخول والمَسيس

یعنی اگر کسی آدمی نے دخول اور مسیس سے پہلے طلاق دیدی تو اس کا کیا حکم ہے؟ یہاں امام بخاری رحمہ اللہ نے دخول کے بعد "مسیس" کا لفظ ذکر کیا ہے اور یہ آپ کو معلوم ہوچکا ہے دخول، مسیس، مس اور جماع ایک ہی معنی میں مستعمل ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے دخول کے بعد مسیس کا لفظ لاکر اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ وہ امام شافعیؒ کی تائید فرما رہے ہیں کیونکہ ان کے یہاں دخول جماع کے معنی میں ہے۔

باب کے تحت امام نے جو حدیث نقل فرمائی ہے، اس کے آخر میں ہے "إن کنتَ صادقاً فقد دَخلتَ بها" جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مدخول بہا مہر کی حقدار ہوتی ہے۔

## ٥١ – باب: المُتعَةِ لِلَّتِي لَمْ يُفرَضْ لَهَا.

لِقَوْلِهِ تَعَالَى: «لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ ما لَمْ تَمَسُّوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً» إِلَى قَوْلِهِ: «إِنَّ ٱللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ» /البقرة: ٢٣٦، ٢٣٧/.

---

(٥١) (لا جناح) لا إثم ولا شيء من المهر. (تمسوهن) تجامعوهن. (أو تفرضوا لهن فريضة) ولم تعينوا لهن مهرًا. (إلى قوله) وتتمتها: «..وَمَتِّعُوهُنَّ عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ. وَإِنْ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِن قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ إِلَّا أَنْ يَعْفُونَ أَوْ يَعْفُوَ الَّذِي بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ وَأَنْ تَعْفُوا أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ...». (متعوهن) أعطوهن شيئًا من المال يتمتعن به. (الموسع) الغني. (المقتر) الفقير. (قدره) المقدار الذي يطيقه حسب حاله. (بالمعروف) حسبما يليق بالمروءة ويستحسنه الشرع. (حقا) حق ذلك ووَجَب. (المحسنين) المطيعين لأمر الله تعالى. (يعفون) يتنازل الزوجات عن حقهن. (الذي بيده عقدة النكاح) الزوج الذي يستطيع أن يبرم عقد الزواج وأن يديمه أو ينهيه، والمعنى: إذا تنازل عن كل المهر. (الفضل) أن يتفضل بعضكم على بعض ويحسن إليه. (للمطلقات) حق ثابت لهن. واستدل البخاري بهذه الآيات التي قبلها على وجوب المتعة لكل مطلقة.

وَقَوْلِهِ : «وَلِلْمُطَلَّقَاتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ . كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ» /البقرة : ٢٤١ ، ٢٤٢/ .

وَلَمْ يَذْكُرِ النَّبِيُّ ﷺ فِي الْمُلَاعِنَةِ مُتْعَةً حِينَ طَلَّقَهَا زَوْجُهَا . [ر : ٥٠٠٢]

٥٠٣٥ : حدّثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ عَمْرٍو ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قالَ لِلْمُتَلَاعِنَيْنِ : (حِسَابُكُمَا عَلَى اللهِ ، أَحَدُكُمَا كَاذِبٌ ، لَا سَبِيلَ لَكَ عَلَيْهَا) . قالَ : يَا رَسُولَ اللهِ ، مالِي ؟ قالَ : (لَا مالَ لَكَ ، إِنْ كُنْتَ صَدَقْتَ عَلَيْهَا ، فَهُوَ بِمَا اسْتَحْلَلْتَ مِنْ فَرْجِهَا ، وَإِنْ كُنْتَ كَذَبْتَ عَلَيْهَا ، فَذَاكَ أَبْعَدُ وَأَبْعَدُ لَكَ مِنْهَا) .

[ر : ٤٤٧١]

یہ حدیث بعینہ اسی متن اور سند کے ساتھ کتاب التفسیر میں گزر چکی ہے ، اور وہاں اس کی تشریح بھی گزر چکی ہے ۔ (۱)

اس باب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے مطلقہ کے لیے متعہ کا مسئلہ بیان فرمایا ہے ، متعہ مطلقہ عورت کو رخصت کرتے ہوئے کچھ دینے کو کہتے ہیں ، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک متعہ کے طور پر دوپٹہ ، اوڑھنی اور کپڑا دینا چاہیے ۔ (۲) اس مسئلہ میں ائمہ اربعہ کا اختلاف ہے ۔

❶ امام مالک اور امام احمد کے نزدیک متعہ مطلقاً واجب نہیں ، چاہے عورت مدخول بہا ہو یا غیر مدخول بہا ہو ، مہر مقرر کیا گیا ہو یا نہ کیا گیا ہو ۔

❷ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک متعہ ہر مطلقہ کے لیے واجب ہے خواہ مدخول بہا ہو یا غیر مدخول بہا ، مہر طے شدہ ہو یا نہ ۔

❸ حضرات حنفیہ کے نزدیک متعہ صرف اس مطلقہ کے لیے واجب ہے جو غیر مدخول بہا ہو اور اس کے لیے مہر مقرر نہ کیا گیا ہو ۔ ولا یجمع المهر مع المتعة (۳)

(۱) کشف الباری ، کتاب التفسیر : ۷۹ ، ۸۰ ۔

(۲) المتعة : جلباب ، و درع ، و خمار ، والیه ذهب ابوحنیفه رحمه الله (عمدة القاری : ۲۱/ ۱۱)

(۳) الابواب والتراجم : ۲/ ۸۴ ۔ ۸۵ ، وعمدة القاری : ۲۱/ ۱۱

چنانچہ ترجمۃ الباب کی آیت میں یہ دونوں قید ہیں "مالم تمسوھن او تفرضوا لھن فریضۃ" اس میں دونوں باتیں مذکور ہیں کہ وہ مدخول بہا بھی نہ ہو اور اس کے لیے مہر کا تسمیہ بھی نہ ہوا ہو۔

اس کے بعد فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لعان میں لعان کرنے والی عورت کے لیے متعہ کا کوئی تذکرہ نہیں فرمایا یہاں تک کہ اس کے شوہر نے اسے طلاق دے دی، حالانکہ وہ ملاعنہ مدخول بہا تھی، معلوم ہوا کہ متعہ صرف اس مطلقہ کے لیے ہے جو غیر مدخول بہا ہو۔

حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک ملاعنہ (لعان والی عورت) مطلقہ کے حکم میں ہے فتجب فی ماتجب للمطلقة مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک ملاعنہ کے لیے متعہ نہیں۔ (۴)

وھذا آخر ما اردنا ایراده من شرح احادیث کتاب فضائل القرآن و کتاب النکاح و الطلاق من صحیح البخاری رحمه الله تعالی للشیخ المحدث الجلیل سلیم الله خان حفظه الله ورعاه ومتعنا الله بطول حیاته وقد وقع الفراغ من تسویده، واعادة النظر فیه، ثم تصحیح ملازم الطبع بیوم الاربعاء ۹ من ذی القعدة ۱۴۲۰ھ الموافق ۱۵ فبرائر ۲۰۰۰م والحمدلله الذی بنعمته تتم الصالحات وصلی الله علی النبی الامی وآله وصحبه وتابعیهم وسلم علیه وعلیهم مادامت الارض والسموت، رتبه وراجع نصوصه وعلق علیه ابن الحسن العباسی عضو قسم التحقیق والتصنیف والاستاذ بالجامعة الفاروقیة، وفقه الله تعالی لاتمام باقی الکتب کما یحبه ویرضاه وھو علی کل شیء قدیر، ولاحول ولاقوة الابالله العلی العظیم، ویلیه ان شاء الله شرح کتاب النفقات۔

(۴) الابواب والتراجم: ۲/۸۵

# مصادر و مراجع

| نام کتاب | مصنف | مطبع / ناشر |
|---|---|---|
| الاتقان فی علوم القرآن | جلال الدین سیوطی | سہیل اکیڈمی، لاہور |
| اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ | عزالدین ابن الاثیر جزری | دار الکتب العلمیہ، بیروت |
| الاصابہ | حافظ ابن حجر | دار الفکر، بیروت |
| الاستیعاب | علامہ ابن عبدالبر | دار الفکر، بیروت |
| احکام القرآن | علامہ ابوبکر احمد بن علی جصاص | دار الکتاب العربی، بیروت |
| احکام القرآن | محمد بن عبداللہ: ابن العربی، مالکی | دار المعرفہ، بیروت |
| احکام القرآن | مفتی محمد شفیع و مولانا ظفر احمد عثمانی | ادارۃ القرآن، کراچی |
| ارشاد الساری | احمد بن محمد قسطلانی | دار الکتب العلمیہ، بیروت |
| الاعلام | خیر الدین زرکلی | دار العلم للملایین |
| اعلاء السنن | مولانا ظفر احمد عثمانی | ادارۃ القرآن، کراچی |
| اعانۃ الطالبین | سید ابوبکر المشہور بالسید بکری | احیاء التراث العربی، بیروت |
| الانصاف فی معرفۃ الراجح من الخلاف | علاء الدین علی بن سلیمان مرداوی | دار احیاء التراث العربی |
| اوجز المسالک | شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ | ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان |
| اصول البزدوی | ابو الحسن علی بن محمد البزدوی | الصدف پبلشرز، کراچی |
| احسن الفتاوی | مفتی رشید احمد | ایچ، ایم سعید، کراچی |

| کتاب | مصنف | ناشر |
|---|---|---|
| الاشباہ والنظائر | علامہ ابن نجیم | ادارۃ القرآن، کراچی |
| الابواب والتراجم | مولانا محمد زکریا | ایچ، ایم سعید، کراچی |
| امداد الاحکام | مولانا ظفر احمد عثمانی | مکتبہ دار العلوم، کراچی |
| آپ بیتی | مولانا محمد زکریا | مکتبۃ الشیخ کراچی |
| البحر المحیط | محمد بن یوسف ابو حیان مالکی اندلسی | دار الفکر، بیروت |
| البدر الساری | مولانا بدر عالم میرٹھی | خضر راہ بک ڈپو، دیوبند |
| بیان القرآن | حضرت مولانا اشرف علی تھانوی | مطبع مجتبائی، دہلی |
| البحر الرائق | شیخ زین العابدین ابن نجیم | ایچ، ایم سعید کمپنی، کراچی |
| بدایۃ المجتہد | ابن رشد قرطبی | مصطفی البابی، مصر |
| بدائع الصنائع | علامہ علاء الدین بن مسعود کاسانی | ایچ، ایم سعید کمپنی، کراچی |
| البرہان فی علوم القرآن | بدر الدین محمد بن عبد اللہ زرکشی | دار المعرفہ، بیروت |
| بلغۃ السالک لاقرب المسالک | احمد بن محمد الصاوی مالکی | مطبعہ مصطفی البابی، مصر |
| تذکرۃ الحفاظ | شمس الدین ذہبی | دار احیاء التراث العربی |
| تیسیر مصطلح الحدیث | محمود بن احمد طحان | مکتبہ دار التراث، کویت |
| تہذیب التہذیب | حافظ ابن حجر | دار صادر، بیروت |
| تقریب التہذیب | حافظ ابن حجر | دار الرشید، حلب |
| تاریخ بغداد | احمد خطیب بغدادی | دار الکتاب العربی، بیروت |
| تاریخ بخاری کبیر | امام بخاری | دار الکتب العلمیہ، بیروت |
| تغلیق التعلیق | حافظ ابن حجر | المکتب الاسلامی |
| تدریب الراوی | جلال الدین سیوطی | مکتبہ علمیہ، مدینہ منورہ |
| التقریب | امام نووی | مکتبہ علمیہ، مدینہ منورہ |
| تعلیقات لامع الدراری | شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب | مکتبہ امدادیہ، مکہ مکرمہ |
| تعلیقات البخاری | مصطفی دیب بغا | دار ابن کثیر، بیروت |

| کتاب | مصنف | ناشر |
|---|---|---|
| تکملہ فتح الملہم | مولانا محمد تقی عثمانی | مکتبہ دار العلوم کراچی |
| تفسیر کبیر | امام فخر الدین رازی | مکتبۃ الاعلام الاسلامیہ، ایران |
| تفسیر عثمانی | علامہ شبیر احمد عثمانی | مجمع الملک فہد، سعودی عرب |
| تفسیر ابن جریر | حافظ ابن جریر طبری | دار المعرفہ، بیروت |
| تفسیر ابن کثیر | اسماعیل ابن کثیر | دار الفکر، بیروت |
| التعلیق الصبیح | مولانا محمد ادریس کاندھلوی | مکتبہ عثمانیہ، لاہور |
| التلخیص الحبیر | حافظ ابن حجر | دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور |
| تعلیقات تہذیب الکمال | ڈاکٹر بشار عواد | مؤسسۃ الرسالہ، بیروت |
| تلخیص مستدرک حاکم | شمس الدین ذہبی | دار الفکر، بیروت |
| تعلیقات ہدایہ | مولانا عبدالحی لکھنوی | قدیمی کتب خانہ، کراچی |
| تفسیر مدارک | عبداللہ بن احمد نسفی | دار احیاء الکتب العربیہ، مصر |
| التعلیق علی جامع الاصول | عبدالقادر الارناؤوط | دار الفکر بیروت |
| التعلیق المغنی علی سنن الدار قطنی | شمس الحق | دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور |
| تبیین الحقائق | علامہ عینی | ادارۃ القرآن، کراچی |
| الجامع لاحکام القرآن | محمد بن احمد قرطبی | دار الفکر، بیروت |
| جامع المسانید | علامہ خوارزمی | |
| جامع الاصول | مبارک بن احمد ابن اثیر جزری | دار الفکر، بیروت |
| حاشیہ صحیح البخاری | احمد علی سہارنپوری | قدیمی کتب خانہ، کراچی |
| حاشیہ صحیح البخاری | ابو الحسن محمد بن عبد الہادی سندھی | قدیمی کتب خانہ، کراچی |
| الحاوی الکبیر | علی بن محمد بن حبیب ماوردی | دار الفکر، بیروت |
| حلیۃ الاولیاء | ابو نعیم اصبہانی | دار الفکر، بیروت |
| حاشیہ علوم الحدیث | نور الدین عتر | دار الفکر، بیروت |
| خلاصۃ الخزرجی | علامہ صفی الدین خزرجی | دار الفکر، بیروت |

| کتاب | مصنف | ناشر |
|---|---|---|
| خصائل نبوی شرح شمائل ترمذی | مولانا محمد زکریا | مکتبہ الشیخ بہادر آباد، کراچی |
| دلائل النبوۃ | ابو نعیم اصبہانی | دار النفائس |
| دلائل النبوۃ | احمد بن الحسین بیہقی | مکتبہ اثریہ، لاہور |
| الدر المختار | محمد بن علی حصکفی | ایچ، ایم سعید کمپنی، کراچی |
| الدر المنثور | جلال الدین سیوطی | مؤسسہ الرسالہ، بیروت |
| روح المعانی | ابو الفضل محمود آلوسی | مکتبہ امدادیہ، ملتان |
| الروض الانف | عبد الرحمٰن بن عبد اللہ سہیلی | مکتبہ فاروقیہ، ملتان |
| زاد المعاد | علامہ ابن القیم | مؤسسہ الرسالہ |
| زھر الربی | امام سیوطی | قدیمی کتب خانہ، کراچی |
| سنن ابن ماجہ | محمد بن یزید : ابن ماجہ | دار الکتب، المصری، قاہرہ |
| سنن نسائی | احمد بن شعیب نسائی | ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان |
| سنن ابی داؤد | سلیمان بن اشعث : ابو داود | دار احیاء السنہ النبویہ |
| سنن دار قطنی | علی بن عمر دار قطنی | دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور |
| سیر اعلام النبلاء | شمس الدین بن محمد ذہبی | مؤسسہ الرسالہ |
| السیرۃ الحلبیہ | علی بن برہان الدین حلبی | المکتبہ الاسلامیہ، بیروت |
| سیرۃ ابن ھشام | ابو محمد عبد اللہ بن ھشام | مصطفیٰ البابی، مصر |
| سنن الترمذی | محمد بن عیسیٰ ترمذی | دار احیاء التراث العربی، بیروت |
| ☆ سنن الترمذی | محمد بن عیسیٰ ترمذی | ایچ ایم سعید، کمپنی |
| سنن کبریٰ | احمد بن الحسین بیہقی | نشر السنہ، ملتان |
| سنن الدارمی | عبد اللہ بن عبد الرحمٰن دارمی | قدیمی کتب خانہ، کراچی |
| شرح الکرمانی | محمد بن یوسف الکرمانی | دار احیاء التراث العربی، بیروت |
| الشرح الصغیر | احمد بن محمد دردیر | دار المعارف، مصر |
| الشرح الکبیر (العزیز شرح الوجیز) | عبد الکریم بن محمد رافعی | مکتبہ عباس احمد الباز، مکہ مکرمہ |

| | | |
|---|---|---|
| شرح مسلم | یحیٰ بن شرف نووی | قدیمی کتب خانہ، کراچی |
| شرح معانی الآثار | احمد بن محمد طحاوی | ایچ، ایم سعید کمپنی، کراچی |
| شرح الطیبی | حسین بن محمد طیبی | ادارۃ القرآن، کراچی |
| شرح موطا للزرقانی | محمد زرقانی | دار الفکر، بیروت |
| شمائل ترمذی | امام ترمذی | میر محمد کتب خانہ، کراچی |
| مشکل الآثار | امام طحاوی | |
| الموضوعات | علامہ ابن الجوزی | قدیمی کتب خانہ، کراچی |
| المدونۃ الکبریٰ | امام مالک | دار صادر، بیروت |
| صحیح البخاری | محمد بن اسماعیل بخاری | قدیمی کتب خانہ، کراچی |
| ☆ صحیح البخاری | محمد بن اسماعیل بخاری | دار السلام، ریاض |
| صحیح مسلم | مسلم بن حجاج | قدیمی کتب خانہ، کراچی |
| ☆ صحیح مسلم | مسلم بن حجاج | دار الفکر، بیروت |
| صحیح ابن حبان | محمد بن حبان | |
| طبقات ابن سعد | محمد بن سعد | دار صادر، بیروت |
| ظفر الامانی بشرح مختصر السید الشریف الجرجانی فی مصطلح الحدیث | مولانا عبدالحی لکھنوی | مکتب المطبوعات اسلامیہ، حلب |
| عمدۃ القاری | محمد بن احمد عینی | المطبعۃ المنیریہ، بیروت |
| العدۃ شرح العمدۃ | بہاء الدین عبدالرحمٰن بن ابراہیم مقدسی | مکتبۃ الریاض الحدیثۃ |
| العرف الشذی | مولانا انور شاہ کشمیری | قدیمی کتب خانہ، کراچی |
| عنایۃ مع فتح القدیر | محمد بن محمود بابرتی | مصطفیٰ البابی، مصر |
| عمدۃ الرعایہ | مولانا عبدالحی لکھنوی | قدیمی کتب خانہ، کراچی |
| غایۃ السعایہ | مولانا عبدالحی لکھنوی | مکتبہ خیر کثیر، کراچی |
| غرائب القرآن (علی ہامش تفسیر ابن جریر) | نظام الدین الحسن بن محمد نیشاپوری | مطبعہ امیریہ، مصر |

| | | |
|---|---|---|
| فتح القدیر | محمد بن عبدالواحد: ابن الہمام | مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ |
| فتح القدیر | محمد بن علی شوکانی | مکتبہ مصطفیٰ البابی، مصر |
| ☆فتح الباری | حافظ ابن حجر عسقلانی | قدیمی کتب خانہ، کراچی |
| فتح الباری | حافظ ابن حجر عسقلانی | دار الفکر، بیروت |
| فیض الباری | مولانا انور شاہ کشمیری | خضر راہ بک ڈپو، دیوبند |
| الفقہ الاسلامی وادلتہ | علامہ وہبہ زحیلی | مکتبہ حقانیہ، پشاور |
| فتاوی عالمگیری | جماعۃ من علماء الہند | نورانی کتب خانہ، پشاور |
| فتح المغیث | عبدالرحیم بن الحسین عراقی | دار الکتب العلمیہ، بیروت |
| فضائل القرآن | ابو عبید قاسم بن سلام | دار الکتب العلمیہ، بیروت |
| فتح الملہم | مولانا شبیر احمد عثمانی | ادارۃ القرآن، کراچی |
| القاموس المحیط | مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی | مطبعہ مصطفیٰ البابی، مصر |
| قوت المغتذی | علامہ سیوطی | میر محمد کتب خانہ |
| کشف الباری (کتاب الایمان، کتاب المغازی) | شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان | مکتبہ فاروقیہ، کراچی |
| الکامل فی ضعفاء الرجال | عبداللہ بن عدی | دار الفکر، بیروت |
| کتاب الثقات | ابو حاتم محمد بن حبان بستی | دار الفکر، بیروت |
| الکوکب الدری | مولانا رشید احمد گنگوہی | ادارۃ القرآن، کراچی |
| کتاب الآثار | امام اعظم ابو حنیفہ | کتب خانہ مجیدیہ، ملتان |
| کشف الاستار | نور الدین علی بن ابی بکر ہیثمی | مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت |
| کنز العمال | علامہ علی متقی بن حسام الدین | مکتبۃ التراث الاسلامی، حلب |
| کتاب الام | امام شافعی | دار المعرفہ، بیروت |
| کنز الدقائق | عبداللہ بن احمد نسفی | مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ |
| کتاب الضعفاء الکبیر | محمد بن عمر: عقیلی | دار الکتب العلمیہ |
| اللباب | عبدالغنی غنیمی میدانی | مکتبہ علمیہ، بیروت |

| کتاب | مصنف | ناشر |
|---|---|---|
| لامع الدراری | مولانا رشید احمد گنگوہی | مکتبہ امدادیہ، مکہ مکرمہ |
| لسان العرب | علامہ ابن منظور افریقی | نشر الادب جوزہ، ایران |
| معالم السنن | امام احمد بن محمد الخطابی | مطبعۃ الانصار الاسلامیہ المحمدیہ |
| مجموع فتاوی ابن تیمیہ | شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ | دار العربیہ، بیروت |
| المحلی بالآثار | علی ابن احمد : ابن حزم | دار الکتب العلمیہ، بیروت |
| مجمع الزوائد و منبع الفوائد | نور الدین علی بن ابی بکر ہیثمی | دار الفکر، بیروت |
| مقدمہ ابن صلاح | عثمان بن عبد الرحمٰن : ابن صلاح | دار الکتب العلمیہ، بیروت |
| مجمع بحار الانوار | علامہ محمد طاہر پٹنی | مجلس دائرۃ المعارف، حیدر آباد دکن |
| مشکاۃ المصابیح | محمد بن عبد اللہ خطیب تبریزی | قدیمی کتب خانہ، کراچی |
| مرقاۃ المفاتیح | ملا علی قاری | مکتبہ امدادیہ، ملتان |
| المغنی | موفق الدین : ابن قدامہ | دار الفکر، بیروت |
| معارف القرآن | مفتی محمد شفیع صاحب | ادارۃ المعارف، کراچی |
| مسند امام احمد بن حنبل | امام احمد بن حنبل | المکتب الاسلامی، دار صادر، بیروت |
| مختار الصحاح | محمد بن ابی بکر رازی | دار المعارف، مصر |
| میزان الاعتدال | علامہ ذہبی | دار احیاء التراث العربی، بیروت |
| مغنی المحتاج | شیخ محمد شربینی الخطیب | دار احیاء التراث العربی، بیروت |
| مصنف ابن ابی شیبہ | عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ | الدار السلفیہ، بمبئی |
| المقنع فی فقہ الامام احمد بن حنبل | موفق الدین ابن قدامہ | مکتبہ الریاض الحدیثہ، ریاض |
| المنتقی شرح المؤطا | ابو الولید سلیمان بن خلف باجی | دار الکتاب العربی، بیروت |
| معجم البلدان | یاقوت بن عبد اللہ حموی | دار احیاء التراث العربی، بیروت |
| مختصر اختلاف العلماء | احمد بن محمد : طحاوی، اختصار : جصاص رازی | دار البشائر الاسلامیہ، بیروت |
| المجموع شرح المہذب | امام نووی | شرکہ من علماء، الازہر |
| حماسہ | ابو تمام | میر محمد کتب خانہ، کراچی |

| | | |
|---|---|---|
| حاشیہ ترمذی | احمد علی سہارنپوری | میر محمد کتب خانہ |
| موطاء | امام مالک | دار احیاء التراث العربی |
| موطاء | امام محمد | نور محمد، کراچی |
| مباحث فی علوم القرآن | مناع القطان | مکتبہ المعارف، ریاض |
| المتواری علی تراجم ابواب البخاری | احمد بن محمد : ابن المنیر | مظہری کتب خانہ، گلشن اقبال |
| معارف السنن | مولانا محمد یوسف بنوری | ایچ، ایم سعید کمپنی، کراچی |
| النشر فی القرأت العشر | محمد بن الجزری | مکتبہ تجاریہ مصر |
| نیل الاوطار | محمد بن علی شوکانی | مطبع مصطفیٰ البابی، مصر |
| النھایہ فی غریب الحدیث | علامہ ابن الاثیر | دار احیاء التراث العربی، بیروت |
| نصب الرایہ | عبداللہ بن یوسف زیلعی | مجلس علمی ڈابھیل |
| وفیات الاعیان | علامہ ابن خلکان | دار صادر، بیروت |
| ھدی الساری | حافظ ابن حجر عسقلانی | دار الفکر، بیروت |
| الھدایہ | علی بن ابی بکر مرغینانی | ایچ، ایم سعید کمپنی، کراچی |